جلد ۷۳ | بتاریخ ۴ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ — بمطابق یکم جنوری ۱۹۹۰ء | شمارہ ۱

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

قرآن پاک کی بے نظیری اسکے منجانب اللہ ہونے پر شاہد ہے

آسمانی نور نے دنیا میں آکر صرف یہی کام نہیں کیا کہ ایسے معارف حقہ ضروریہ پیش کئے جن کا صفحہ زمین پر نشان باقی نہیں رہا تھا بلکہ اپنے رُوحانی خاصہ کے زور سے ان جواہر حق اور حکمت کو بہت سے سینوں میں بھر دیا اور بہت سے لوگوں کو اپنے دلربا چہروں کی طرف کھینچ لایا اور اپنی قوی تاثیر سے بہتوں کو علم اور عمل کے اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔ اب یہ دونوں قسم کی خُوبیاں کہ جو سورۃ فاتحہ اور تمام قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں۔ کلام الہٰی کی بے نظیری ثابت کرنے کے لئے روشن دلائل ہیں۔ ان خوبیوں کی عظمت اور شوکت اور بے نظیری اس وقت کھلتی ہے جب انسان سب کو من حیث الاجتماع اپنے خیال میں لاوے اور اس اجتماعی ہیئت پر غور اور تدبّر سے نظر ڈالے۔

اول اس بات کے تصوّر کرنے سے کہ ایک کلام کی عبارت ایسے اعلیٰ درجہ کی فصیح اور بلیغ اور ملائم اور شیریں اور سلیس اور خُوش طرز اور رنگین ہو کہ اگر کوئی انسان کوئی ایسی عبارت اپنی طرف سے بنانا چاہے کہ جو تمام وکمال انہی معانی پر مشتمل ہو کہ جو اس بلیغ کلام میں پائی جاتی ہیں تو ہرگز ممکن نہ ہو کہ وہ انسانی عبارت اس پایۂ بلاغت و رنگینی کو پہنچ سکے۔ پھر ساتھ ہی یہ دوسرا تصوّر کرنے سے کہ اس عبارت کا مضمون ایسے حقائق و دقائق پر مشتمل ہو کہ فی الحقیقت اعلیٰ درجہ کی صداقتیں ہوں اور کوئی فقرہ اور کوئی لفظ اور کوئی حرف ایسا نہ ہو کہ جو حکیمانہ بیان پر مبنی نہ ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تیسرا تصور کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی ہوں کہ موجودہ حالت زمانہ کو ان کی نہایت ضرورت ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ چوتھا تصور کرنے سے کہ وہ صداقتیں ایسی بے مثل و مانند ہوں کہ کسی حکیم یا فیلسوف کا پتہ نہ چل سکتا ہو کہ ان صداقتوں کو اپنی نظر اور فکر سے دریافت کرنے والا ہو چکا ہو، پھر ساتھ ہی پانچواں یہ تصور کرنے سے کہ جس زمانہ میں وہ صداقتیں ظاہر ہوئی ہوں، ایک تازہ نعمت کی طرح ظاہر... ہوئی ہوں۔ اور اس زمانہ کے لوگ اس کے ظہور سے پہلے اس راہ راست سے بکلی بے خبر ہوں اور پھر ساتھ ہی چھٹا یہ تصور کرنے سے کہ اس کلام میں ایک آسمانی برکت بھی ثابت ہو کہ جو اس کی متابعت سے طالب حق کو خداوند کریم کے ساتھ ایک سچا پیوند اور ایک حقیقی انس پیدا ہو جائے اور وہ انوار اس میں چمکنے لگیں کہ جو مردان خدا میں چمکنے چاہئیں۔ یہ کل مجموعی ایک ایسی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ عقل سلیم بلا توقف و تردّد حکم دیتی ہے کہ بشری کلام کا ان تمام مراتب کاملہ پر مشتمل ہونا ممتنع اور محال اور خارق عادت ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۴۹)

"وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جس کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کیلئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی کو نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اسکا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو۔ اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو...... اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو۔ حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ اور عزیز کچھ ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ۔ اس کے لئے محو ہو جاؤ۔ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ۔ اگر چاہتے ہو کہ اس دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔" (راز حقیقت)

بین الاقوامی مسیحی کانفرنس اور قیام امن عالم

مذہب ہی ایک ایسی قوت ہے جو دنیا میں صلح و مفاہمت کی فضا پیدا کر سکتی ہے

حال ہی میں بھارت کے دارالخلافہ نئی دہلی سے ایک بین الاقوامی مسیحی کانفرنس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں بائیس ممالک سے ساٹھ پادری حضرات نے شرکت کی۔ مسیحی زعماء نے اس زبوں حالی کا نقشہ پیش کیا جو تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں رونما ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ خود بھارت کے ملک میں ۵۰ فیصد آبادی کی اقتصادی حالت پستی کے ادنیٰ معیار سے بھی گری ہوئی ہے۔ اس کا اصل باعث انہوں نے یہ بتلایا کہ ملک کے بجٹ کا معتدبہ حصہ غرباء کے طبقہ کے معیار کو بلند کرنے کی بجائے فوجی برتری اور ایٹمی ہتھیاروں کی فراہمی پر صرف کیا جا رہا ہے۔ اس کانفرنس نے دنیا کی چوٹی کی حکومتوں سے استدعا کی ہے کہ وہ اپنے فوجی مصارف کو نصف کر دیں۔ مزید اس نے دنیا کی جملہ مسیحی اقوام سے استدعا کی ہے کہ وہ دنیا کے اخلاقی ضمیر کو بیدار کریں کہ دنیا بھر کو ایٹمی ہتھیاروں سے کس قدر خطرہ درپیش ہے۔

دنیا کو جو خطرہ ایٹمی جنگ سے پیش آنے والا ہے اسے اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی جنگی ہتھیاروں کی باہمی دوڑ سے حکومتوں کے بجٹ میں جو غیر متوازن صورت حال پیدا ہو گئی ہے وہ بھی دنیا کی تباہی و بربادی کے لئے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ کہ تیسری دنیا کے غرباء عموماً بیماری، پسماندگی، غربت۔ اور جہالت کی جس چکی میں پس رہے ہیں وہ قابل بیان نہیں۔

ان کے علاوہ ایٹمی جنگ کے خوف و ہراس کا اثر عام طور پر اور بالخصوص نازک مزاج طبقہ نسواں پر بہت بری طرح پڑ رہا ہے۔ چنانچہ خود برطانیہ اور مغربی یورپ میں ایک بڑا طبقہ اس امر کا حامی ہو چکا ہے کہ مغربی حکومتوں کو یک طرفہ طور پر ایٹمی ہتھیاروں میں کمی کر دینا مناسب ہے مگر ان کے مقابل ایک دوسرا سیاست دان طبقہ مخالفت کر رہا ہے۔ جس کا یہ کہنا ہے کہ اپنے آپ کو یک طرفہ کمزور کر دینا مخالف کو صلح و مفاہمت کی بجائے اسے جارحیت پر مزید دلیر کر دینے کے مترادف ہے۔ بھارت کے صدر نے آخر پر یہ ریمارکس دیئے کہ "مذہب ہی ایک ایسی قوت ہے جو دنیا میں صلح و مفاہمت کی فضا پیدا کرنے میں ممد ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اسے صحیح طور پر استعمال نہیں کیا گیا"۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ دین کو صحیح طور پر زندگی میں استعمال کرنے کی بجائے اسے محض اعتقاد، رنگ میں محصور اور بطور تبلیغ کے ہی کافی سمجھا گیا ہے۔

مثلاً آئیے! ہم یہ دیکھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کا لب لباب کیا تھا؟ حضرت مسیح کی تعلیم کا خلاصہ تو یہی کچھ تھا کہ دنیا پرستی کی بجائے خدا پرستی اختیار کی جائے۔ ذرائع و اسباب پر بھروسہ کرنے کی بجائے اخلاق اور خدا پر توکل ہو۔ لیکن آجکل کی سیاست اس کے عین برعکس واقع ہوئی ہے۔ جس کا سارا بھروسہ برتر و اعلیٰ ترین ایٹمی ہتھیاروں کی فراہمی پر آ رہا ہے۔ اس صورت میں مسیح کی تعلیم پر خود مسیحی اقوام نے کیا عملی نمونہ پیش کیا ہے؟ مسیحی دنیا تو آج تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دفاعی جنگی کارروائیوں پر معترض رہی ہے۔ لیکن انہوں نے خود بزعم خویش برائی کا مقابلہ نہ کرنے کی کون سی مثال پیش کی ہے۔ اور اب بھی کہاں پیش کر رہی ہے؟ اس کا اپنا عمل تو یہ ہے کہ ہر مسیحی قوم و ملک دوسرے جملہ ہمسایہ اقوام سے زر و دولت اور فوجی ہتھیاروں میں بڑھ جانا چاہتا ہے؟ تم اپنے عمل سے کیا یہ ثابت نہیں کر رہے کہ جس تعلیم کو تم فخریہ پیش کرتے ہو وہ ناقابل عمل اور متروک ہو چکی ہے؟

خدا تعالےٰ کی ہستی نہایت انصاف پسند اور اعمال پر نتائج مترتب کرنیوالی ہے۔ اسے محض معتقدات پر اور زبانی ایمان کے دعوؤں اور نام رکھوانے سے کچھ غرض نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ ارشاد موجود ہے کہ:۔

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب، من یعمل سوءًا یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیاً ولا نصیرا۔ (النساء ۱۲۳)

ترجمہ:۔ اے مسلمانو یاد رکھو! نہ تو تمہاری من مانی خواہشات کے مطابق اور نہ ہی اہل کتاب کی من مانی آرزوؤں کے مطابق کچھ حاصل ہو گا بلکہ جو کوئی بھی برائی پر عمل پیرا ہو اسے ضرور اس کا نتیجہ بھگتنا ہو گا۔ اس قانون خداوندی کے مقابل کسی کی نصرت و اعانت نہ ہو گی تو اب کس طرح کوئی قوم خواہ کسی نام سے موسوم ہو کیوں کر اس قانون سے بچ سکتی ہے۔ جو اقوام ہمہ تن مصروف تو بڑھ چڑھ کر جنگی تیاریوں میں رہیں مگر امید اور دعا یہ کریں کہ عالم میں امن قائم ہو ان کی یہ آرزو کیسے پوری ہو سکتی ہے؟

ناقابل تسخیر اخلاقی و روحانی اسلحہ کی فتح

حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے سچے پرستار اور پیغامبر تھے انہوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں تمہیں ساری تعلیم راستی ابھی بتلا نہیں سکتا کیونکہ تم میں اس کی برداشت کی طاقت نہیں مگر میرے بعد ایک رسول بنام احمد یا تسلی دہندہ آئے گا جو روح حق سے بولے گا۔ اس پر تم ایمان لانا اور وہ تمہیں جملہ صداقت کی راہیں کھولے گا (دیکھو یوحنا باب ۱۶) قرآن کریم میں اس پیشگوئی کا ذکر بزبان حضرت عیسےٰ یوں آیا ہے:۔

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد (سورۃ صف)

"میں تمہیں اپنے بعد آنے والے رسول احمدؐ کی بابت خوشخبری دیتا ہوں۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ بدی کا مقابلہ نہ کرنا اگر یہ عالمگیر قابل عمل ہے تو مسیحی اقوام کہاں تک اس پر عمل پیرا ہیں؟ کیونکہ قرآن کریم نے تعہدی کی سزا کی تعلیم کو اس طرح کامل کیا کہ فرمایا

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ

"دیکھو برائی کی سزا اس کی مثل سزا دینا ہے۔ لیکن اگر اصلاح معافی سے ہوتا دیکھو تو معافی کا طریق کار بہترین اور خدا کے نزدیک اجر دینے والا ہے۔"

اب دنیا کے حالات کیا ہیں؟ مسیحی اقوام مقابلہ کی پوری تیاریوں بلکہ بڑھ چڑھ کر تیاریوں میں مصروف ہیں مگر گرجا گھروں میں پادری حضرات بھجن اس تعلیم کے گاتے ہیں کہ دشمن سے محبت کرو اور دائیں گال پر تھپڑ کھا کر بائیں گال بھی آگے پیش کر دو۔ کیا یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم سے تمسخر نہیں؟ جب تم یہ فخر کرتے ہو کہ بدی کے مقابل عدم سزا کا نظریہ اعلیٰ و برتر ہے تو اسے عمل میں کیوں نہیں لاتے؟ ایک جہان کو اپنی جنگی تیاریوں میں مبتلائے عذاب کئے ہوئے ہو مگر اعتراض اس پر کرتے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفاظت جان و ایمان کی خاطر دفاعی اقدامات بھی کیوں کئے؟ اب خدا تعالےٰ نے تمہارے پر ایسے حالات وارد کر دیئے ہیں کہ بجز دینی تعلیم پر عمل کے تمہیں کوئی دیگر چارۂ کار نہیں رہا۔

ہمارا سالانہ دعائیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے بے پایاں افضال و اکرام سے ہمارا جماعتی دعائیہ دسمبر ۱۹۸۸ء کی ۲۳ تا ۲۶ تاریخوں میں منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ اس تقریب میں پاکستان بھر کی جماعتوں کے احباب و خواتین اور بچے بچیوں کے علاوہ ممالک غیر کے جماعتی دوستوں نے بھی شرکت کی۔ اس دعائیہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے روح پرور نظارے دیکھ کر ہمارے سر آستانہ الٰہیہ پر جھک جاتے ہیں اور ہمارے دل اس کی حمد و ثنا سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ فللّٰہ الحمد ربّ السمٰوٰت و ربّ الارض ربّ العالمین (الجاثیہ) یعنی اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں (جو) آسمانوں کا رب اور زمین کا رب سب جہانوں کا رب ہے۔ جن احباب و خواتین کو اس مبارک دعائیہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ ان برکات کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو اس دعائیہ کی شان خصوصی کی مظہر ہیں۔

سب سے زیادہ قابلِ احترام اور قابلِ قدر وہ مظاہرہ تھا جس نے احباب کے دل میں زندگی کی روح پھونک دی اور ایسی فضا پیدا کر دی، جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا مدت کے بچھڑے ہوئے بھائی آپس میں مل گئے ہیں کیا شاداب چہرے ہیں، اور کیا محبت بھرے دل۔ جو انما المومنون اخوۃ کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔

الحمد للہ دعائیہ کے تینوں روز کامل سکون و اطمینان سے گزرے اور یہ ایام اللہ بفضل تعالیٰ کامیاب، بابرکت و ثمر آور ثابت ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ من جملہ دیگر برکات کے جو زنانہ اور مردانہ دعائیہ کی کامیابی کا موجب ہوئیں وہ علمی اور روحانی دولت ہے جس سے ہم ان دنوں متمتع رہے۔ اجتماعی نمازوں اور اضطراری دعاؤں سے معمور یہ ایام بڑے روح پرور اور ایمان افروز تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات و ہدایات، بزرگانِ جماعت کے مواعظ حسنہ اور ذی علم احباب و حضرات کے خطاب بڑے مفید اور گرانقدر معلومات پر مشتمل تھے جن میں اہم اور ضروری امور و معاملات پر توجہ دلائی گئی اور جماعت کی صحیح رہنمائی کی گئی ان روحانی مجالس سے جماعت کے علم اور اس کی معرفت میں معتدبہ اضافہ ایک یقینی امر ہے۔

دعائیہ کی اجمالی روئیداد اور لائق قدر مضامین اخبار کی جملہ اشاعتوں میں درج ہو کر ہدیہ قارئین کرام ہوتے رہیں گے انشاء اللہ العزیز۔

دعائیہ کی کامیابی کا ایک اہم پہلو وہ ایثار اور قربانی ہے جو اس قلیل اور غریب جماعت کا روز اوّل سے طغرائے امتیاز رہا ہے۔ چندہ کی تحریک پر احباب کی طرف سے صدائے لبیک بلند کرتے ہوئے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اور بعض صورتوں میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک گرانقدر رقم کا نقد اور وعدوں کی صورت میں انتظام کر دینا یہ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے افضال کی دلیل ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا جماعتی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ کسی بھی جماعتی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس جماعت کا ہر فرد جماعت کی ہر تحریک میں شریک ہو۔ خود حضرت بانیؑ سلسلہ نے اسے ضروری قرار دیا ہے۔ لہٰذا وہ احباب و خواتین جو کسی وجہ سے اس تحریک میں حصّہ نہیں لے سکے انہیں پھر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ اس خیر و برکت میں شامل ہوں۔ امید ہے ایسے احباب و خواتین اپنے ایثار و قربانی کے اظہار سے جماعت کی تقویت کا موجب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان احباب و خواتین کو جنہوں نے ایثار اور قربانی سے اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے اپنے اموال پیش کئے اور کر رہے ہیں، اجر عظیم عطا فرمائے اور انہیں دینی و دنیاوی حسنات سے متمتع فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت ایک زندہ جماعت ہے اللہ تعالیٰ نے اسی جماعت کو ایثار و قربانی کا جذبہ عطا فرمایا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ جذبہ قائم رکھے اور جماعت کو ــــــ خدمت دین کی توفیق بخشے یہ کہ جماعت کا اول و آخر مقصد یہی ہے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے حضور بہت بلند مقام رکھتے ہیں اور وہی اللہ کے نزدیک سچے اور صادق بندے ہیں۔ پھر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صادقوں میں سے بنائے اور ہمیں ہمیشہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کی توفیق عطا فرمائے ہم بار بار اس کے حضور سجدات شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہمارے دعائیہ کو مثمر بہ ثمرات حسنہ بنایا، جماعت میں باہمی محبت و اخوت کی روح پھونکی اور ہمیں خدمت دین کے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق عنایت کی۔

ایام دعائیہ کے پہلے روز خواتین کی خصوصی نشست بھی ہوئی، دستکاری کی روایتی نمائش بھی لگی مختلف سٹال بھی لگائے گئے۔ سلسلہ کی قابل خواتین نے اور بچیوں نے اپنی پراثر معلومات تقاریر اور مضامین سے حاضرات کو مستفید فرمایا۔ نمائش اور سٹالوں وغیرہ سے حاصل کردہ آمدنی جماعتی خزانہ میں جمع کرائی گئی خواتین نے عطیات دیئے۔ اور چندہ کی تحریک میں کھلے دل سے حصّہ لیا۔

اس موقع پر تنظیم خواتین احمدیہ کے مذکورہ پروگراموں کے ساتھ ساتھ اطفال الاحمدیہ، بنات الاحمدیہ اور شبان الاحمدیہ کے اراکین نے بھی اپنے اپنے پروگرام جاری رکھے اور بڑی خوبی اور ضبط و نظم کے ساتھ اپنے فرائض ادا کئے۔

ہم تمام جماعت کی طرف سے ان تمام احباب کا اور بالخصوص ان [illegible] تقریبات کے مہتمم صاحبان اور ان کے رفقاء کار کا دلی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے ان ایام میں بڑی خوبی اور خلوص سے انتظامات سنبھالے رکھے اور مہمانوں کے آرام و آسائش کے لئے ہر ممکن کوشش سے کام لیا۔ بالآخر ہم ان شرکاء دعائیہ کیلئے بھی دعا گو ہیں کہ وہ دور و نزدیک سے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے محض للہ فی اللہ روحانی مجلس میں شریک ہوئے اپنے اوقات اور اموال کی قربانی دی موسم کی سختی سردی کی پرواہ نہ کی گھر کے ہر آرام و سہولت سے محروم رہے۔ اور یہاں کی ممکن پیش آمدہ تکالیف، بے آرامی اور بے سکونی کو بڑے صبر و ضبط سے برداشت کیا۔ اور یہ روحانی دولت سے مالا مال ہو کر فرحاں و شاداں اپنے اپنے گھروں کو لوٹے ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے نفوس و اموال میں برکت دے۔ ان پر اپنے افضال و اکرام کی بارش کرے اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء

پیغام صلح کی نئی جلد

قارئین کرام! آپکے ہاتھوں میں آپکے اخبار کا یہ شمارہ سال ۱۹۸۹ء کے آغاز کا پہلا شمارہ ہے جس سے اخبار کی ۷۶ ویں جلد کی ابتداء ہوتی ہے اس نئے سال کے آغاز پر ہم اپنے قارئین کرام کو مبارکباد دیتے اور ان کے لئے دعاؤں اور نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور شکر گزار ہیں کہ آپ کسی نہ کسی طور اپنے جماعتی اخبار سے تعاون فرماتے رہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی آپ اسکی حتی المقدور کسی نہ کسی رنگ میں سرپرستی کرتے رہیں گے یہ آپکا اور آپکی جماعت کا ادارہ و ترجمان ہے جو روز اول سے دین و جماعت کی خدمت میں مصروف عمل ہے اور جماعتی تاریخ کا ایمان افروز ماخذ ہے۔ موجودہ حالات میں یہ اخبار بڑے صبر آزما حالات سے گذر رہا ہے اور بڑی فکر و احتیاط کیساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے تقریر و تحریر اور اظہار و بیان کے معاملہ میں بہت سی قدغنیں اور رکاوٹیں درپیش ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے موضوعات جن پر ہم اور ہمارے اہل قلم و علم حضرات و احباب لکھنے، لکھنا چاہتے اور ہمارے قارئین ان کے بارے فرمائش و تجاویز دیتے ہیں وہ اخبار کی زینت نہیں بن رہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ اور دیگر ایسی ہی مشکلات کو محض اپنے فضل و کرم سے دور کر دے، اور ایسے حالات پیدا کرے کہ اظہار کے ایسے بنیادی حقوق سے مستفید ہوں۔ ان مشکلات کے باوجود ہم اپنے اخبار کو جماعتی مقاصد کے استعمال میں لانے کی حتی الامکان سعی کرتے اور اسکو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کی فکر میں رہتے ہیں اخبار کو صوری و معنوی طور پر پر افادیت بنانے کیلئے جماعت کے ایک ایک فرد کے تعاون کی ضرورت ہے اہل علم و قلم حضرات و احباب اس کے تقاضوں کے ماتحت قلمی جہاد میں حصہ لیں۔ دین و جماعت کی خدمت و استحکام کے موضوعات بڑے زرخیز ہیں ان پر خامہ فرسائی کریں تاریخ، معاشی، سماجی، اخلاقی، تعلیم، قومی و ملّی حالات، عالم اسلام، عالمی حالات، جماعتی مقاصد کے [illegible] جماعتی خبریں اور سرگرمیاں، خواتین کا صفحہ، طلبہ و طالبات کا صفحہ، سلسلہ وار تحریر، اصلاحی کہانیاں، بزرگوں کی داستان، نوجوان نسل کے مسائل، حالات حاضرہ اور ہماری ذمہ داریاں، جماعت کے استحکام اور اسکے کام منظم و بہتر بنانے کے بارے میں تجاویز وغیرہ کتنے موضوعات ہیں جن پر آپ لکھ پڑھ سکتے اور اپنے اخبار کی قلمی خدمت کر سکتے ہیں اہل ثروت حضرات اپنے عطیات سے اسکی مالی مدد کر سکتے اور جماعت کے احباب اسکی باقاعدہ خریداری سے اسکی اشاعت میں اضافہ کر سکتے ہیں اللہ کرے ہمارے یہ درمند دل سے نکلی اور عاجزانہ قلم سے لکھی گئی گذارشات جماعت کے احباب و خواتین کے ایثار پیشہ دل میں انشراح اور مقبولیت حاصل کریں اور علم و قلم کی قربانی سے اپنے جماعتی اخبار کے استحکام کا باعث ہوں ۔ آمین

اقتباسات خطوط بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب دامت برکاتہ کی اجازت سے ادارہ ان کی ڈاک سے کچھ اقتباس پیش کر رہا ہے۔

نہایت محبوب و محترم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ دعا ہے کہ آپ بصحت و سلامت ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ عمر دراز عطا فرمائے تاکہ ہم آپ کے رشد و ہدایت سے مستفیض ہوتے رہیں میں بعض نجی مصروفیات کے باعث میں اپنے دورہ کشمیر اور دہلی کی روئیداد بروقت ارسال خدمت نہیں کر سکا ہوں۔ میں اس تاخیر کیلئے معذرت خواہ ہوں۔

بادامی پورہ کی سالانہ تقریب میں شرکت کیلئے میں ممبئی سے جموں پہنچا۔ جموں میں کرفیو لگے ہوئے کی وجہ سے میں شہر نہ پہنچ سکا۔ بلکہ اسٹیشن پر ہی رکنا پڑا۔ ایک پرائیویٹ بس سری نگر جا رہی تھی۔ میں اس میں سوار ہو گیا۔ رات بھر سفر جاری رہا۔ آگے جا کر شدید بارشوں کے باعث سڑک بند تھی۔ چھ گھنٹے تک جنگل میں رکنا پڑا۔ خدا خدا کر کے سری نگر پہنچا اور محترم ڈاکٹر خورشید زرین صاحب کے ہاں قیام کیا۔ اگلی صبح ہم بادامی باغ گئے۔ صوفی پورہ اور سری نگر کے وفود وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ جموں سے اور اکولہ مہاراشٹرا کے جنید اطہر صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ تقریب کی صدارت کے لئے مجھ عاجز کو ہی کہا گیا۔ میں نے جماعتی افکار و عقائد، توحید باری تعالیٰ، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت اور قرآن کریم کی جامعیت اور کاملیت پر تقریر کی اور واضح کیا کہ خدمت قرآن کریم کا جو مقدس کام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا تھا ازاں بعد ان کے فرزندان گرامی نے اس کام کو آگے بڑھایا اور پھر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خادموں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مشن کو بڑی خوبی سے قائم اور جاری رکھا اور خدمت قرآن اور تراجم قرآن کا یہ مشن جاری و ساری ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم کئے گئے اور ہو رہے ہیں اس خدمت دینیہ میں حاضرین و احباب کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ صوفی پورہ کی تقریب میں بھی میں نے انہیں پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور زور دیا۔

پھر سری نگر واپس آ کر چند دن قیام کے بعد میں بھدروارہ چلا گیا وہاں بھی مجددینؒ اور اولیاء کرامؒ کی خدمات دینیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے امام کی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ میں اپنے بھائی محترم ڈاکٹر غلام نبی صاحب کی ملاقات کیلئے چمبہ بھی جانا چاہتا تھا۔ چونکہ وہاں بارشوں کا زور تھا اور سڑکیں بھی محفوظ نہ تھیں، میں واپس دہلی آ گیا یہاں میں نے ہمدرد واہ کے ایک احمدی نوجوان کو تلاش کیا اور ملاقات کی اور جماعتی دلچسپی کے معاملات پر گفتگو کی۔ میں نے اپنے اس دورہ کے دوران احباب کو تحریک کی کہ وہ اتوار کو ہفتہ وار باہمی میٹنگ کیا کریں۔ ہر ہفتہ ایک احمدی کے گھر میں یہ میٹنگ ہو۔ قرآن و حدیث کا درس جاری کیا جائے۔ دین و جماعت کے لٹریچر کو پڑھا سنا جائے۔ ائمہ امت اور بزرگان جماعت کی زندگیوں کا مطالعہ کیا جائے۔ اس غرض کے لئے کتاب مجدد اعظم اور کتاب یاد رفتگان کا مطالعہ ضرور کیا جائے اور جماعتی مقاصد کی تعمیل و تکمیل کے لئے کوششیں کی جائیں اس طرح آپ کے باہمی تعلقات کو بھی فروغ حاصل ہوگا اور تقویت ملے گی اور جماعت کے احباب و افراد کی تربیت ہوگی۔

احباب کی خدمت میں سلام و دعا۔ والسلام

آپ کا خادم

عبدالرزاق۔ بمبئی۔ بھارت

جماعتی خبریں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی کمزوریٔ صحت کے باوجود دسمبر کے ماہ میں بالخصوص آخری عشرے میں امور جماعت اور خدمات دینیہ میں بے حد مصروف رہے دعائیہ تقریبات میں بھی آپ شریک ہے اس موقعہ پر جماعت سے خطاب بھی فرمایا نمازوں کی امامت بھی کی۔ مقامی اور غیر مقامی احباب و حضرات سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی مواعیظ حسنہ اور ارشادات و ہدایات سے نوازتے رہے۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا کرے ان کی عمر میں درازی عطا فرمائے تا جماعت ان کی دعاؤں اور رہنمائی سے مستفیض رہے۔ آمین۔

دعائیہ کی تقریبات

الحمد للہ جماعتی دعائیہ کی تقریبات بخیر و خوبی تمام ہوئیں۔ ان ایام اللہ میں احباب و خواتین سلسلہ نے مقدور بھر مقاصد دعائیہ سے متمتع ہونے کی کوشش کی جماعت، ملک و قوم، عالم اسلام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور تحفظ و سلامتی کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔

احباب کی واپسی کا سلسلہ ان دنوں جاری ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں پہنچائے

جامعہ دار السلام

- جامعہ دار السلام لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بعض نمازوں کی امامت فرماتے ہیں جبکہ جماعت کے نہایت قابل احترام اور فاضل بزرگ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ یہ خطبات پیغام صلح میں متواتر شائع ہو رہے ہیں۔ احباب ان کی صحت و تندرستی اور درازیٔ عمر کیلئے دعا فرمائیں۔
- جماعت کے بزرگ عالم فاضل مکرم حافظ مولانا شیر محمد خوشابی صاحب ان دنوں مرکز میں تشریف فرما ہیں۔ احباب کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کی صحت نسبتاً بہتر ہے۔ الحمد للہ۔

وفات حسرت آیات

جکارتہ (انڈونیشیا) کے محترم بھائی امام موسیٰ صاحب اپنے مکتوب بنام محترم ناصر احمد صاحب ایڈیٹر لائٹ میں ایک افسوسناک خبر دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

ہمارے وائس پریذیڈنٹ الحاج آر سویونڈو ۷۹ سال کی عمر میں ۹۔ نومبر ۱۹۸۹ء کو ایک مقامی ہسپتال میں انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ انڈونیشیا یونیورسٹی کے لیکچرار اور ایک معروف ماہر قانون اور ایڈووکیٹ تھے علاوہ ازیں ہماری جماعت کے ایک فاضل واعظ تھے۔ دار الکتب اور پیری سکول فاؤنڈیشن کے بھی نگران و مہتمم تھے مرحوم کی وفات، ان کے لواحقین، جماعت اور یہاں کے ملک و قوم کا ایک بھاری نقصان ہے۔

جماعتی سرگرمیاں

اس وفات حسرت آیات کی اطلاع کیساتھ ہی آپ کی آگاہی کے لئے تحریر ہے کہ ہم احمدیہ جماعت کی صد سالہ تقریبات تشکرانہ کے سلسلہ میں مصروف کار ہیں۔ ہم اپنے واعظ حضرات سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور دسمبر کے آخری عشرے میں ایک بڑی تقریب منعقد کر رہے ہیں جس کی تفصیلی روئیداد آئندہ ارسال کی جائے گی۔

ممبئی اور مقامی جماعت و احباب کی طرف سے جماعت کے احباب اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت محترم میں سلام و دعا پیش کریں۔ والسلام

اخبارات کی مشاورتی کمیٹی

ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں اخبارات کی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں اخبارات سے متعلق تجاویز پر غور ہو کر فیصلے ہوئے اور اخبار پیغام صلح اور لائٹ کے اخراجات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور محسوس کیا گیا کہ اخراجات کے مقابلہ

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

مخدومی و محترمی میاں فضل احمد صاحب زاد لطفکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ امید ہے بفضل تعالیٰ آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ نے ۸ نومبر کے مکتوب میں قارئین پیغام صلح سے اخبار کی کارکردگی اور افادیت کے بارے میں استفسار فرمایا ہے سو گزارش ہے۔

(۱) پیغام صلح ہماری جماعت کا واحد ترجمان ہے۔ اس پندرہ روزہ اخبار پر انجمن ہر مہینے ہزاروں روپے خرچ کرتی ہے اس کی کتابت، کاغذ اور طباعت بلاشبہ عمدہ ہے۔ یہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے مگر افسوس کہ خریداروں کو یہ اخبار نہیں مل رہا۔ مجھے ۱۵ اکتوبر ۸۹ء کی خصوصی اشاعت کے بعد کوئی شمارہ نہیں ملا۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ مجھے یہ شکایت پیدا ہوئی ہو۔ اس سال (دس مہینہ) میں پہلے بھی دو دفعہ مجھے یہ محرومی دیکھنی پڑی اور اخبار کے شعبہ کے نگران صاحب کی خدمت میں اس کے ازالہ کے لئے لکھنا پڑا۔ خدا ان کا بھلا کرے کہ انہوں نے دونوں مرتبہ مجھے تین تین چار چار پرچے تاریخ اشاعت سے مہینوں بعد بھجوائے۔ آپ ہی انصاف کیجئے کہ کتنی ناروا بات ہے کہ آپ چندہ خریداری پیشگی وصول کرنے کے بعد بھی خریدار کو شمارے نہ بھجوائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ دفتر کے رجسٹروں میں پرچے کی ترسیل کا ذکر تو ہوتا ہوگا بلکہ محصول ڈاک کا اندراج ہوتا ہوگا خواہ پرچہ بھجوایا گیا ہو یا نہ۔ یہ عذر کہ دفتر تو روانہ کرتا ہے محکمہ ڈاک تقسیم نہیں کرتا میں تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ لائٹ مجھے باقاعدگی سے مل جاتا ہے۔ انجمن اور احباب کے خطوط برابر مل جاتے ہیں اور باقاعدگی سے نہیں ملتا تو پیغام صلح۔

۲۔ اخبار کے صفحہ اول پر حالات اور واقعات موجودہ کے بارے میں الہامات الٰہیہ۔ فرمودات حضرت نبی کریم صلعم اور ارشادات حضرت امام الزمان مصلح دوران مسیح موعود اور مجدد صدی چہارم درج ہونے چاہئیں۔ اولیاءؒ امت کے حالات بالخصوص ان کے ساتھ اس وقت کے مفتیان کے سلوک کے واقعات بھی ازدیاد ایمان کا باعث ثابت ہوں گے اس موضوع پر بھی چند کالم مخصوص کر دیئے جائیں۔

(۳) ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نشانات اور ان کی بعثت کے آثار جو کتب احادیث میں پائے جاتے ہیں ایک صفحہ پر درج ہونا چاہئیں تاکہ ہماری نوجوان نسل ان سے فائدہ اٹھائے اور انہیں اس میں مامور ربانی کی صداقت پر یقین حاصل ہو۔

(۴) ہمعصر اخباروں اور جرائد میں صحیح اسلام کی جو ترجمانی کی جاتی ہے وہ تراشے بھی ہمارے اخبار میں درج ہونے چاہئیں۔ مثلاً وزیر اعظم پاکستان نے کلمہ توحید کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا۔ (جنگ۔ پاکستان ٹائمز ۳ اکتوبر ۸۹) صدر پاکستان نے ۲۶ ستمبر ۸۹ کو تعصبات کے خاتمہ اور صحیح اسلامی اقدار کو فروغ دینے اور اللہ اور رسول ؐ کی اطاعت پر زور دیا۔ ان خیالات سے قارئین پیغام صلح کو باخبر رکھنا ضروری ہے۔ ہماری لائبریری میں اردو انگریزی اخبار آتے ہیں ان سے تراشے لینے میں کوئی دشواری اور زائد خرچ نہیں پڑے گا۔

۵ ۔ حضرت اقدس پر مخالفین مکفرین اور مکذبین کی نکتہ چینی اور اعتراضات کے رد میں لکھا جانا چاہیئے

۶ ۔ حضرت اقدس کی کتابوں کا ماحصل مطالعہ بھی ایک ایک کر کے پیغام صلح کے مندرجات کا مستقل عنوان ہونا چاہیئے ۔ تاکہ حضرت اقدس کی کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو ۔ والسلام فخر الدین احمد۔ راولپنڈی ۔

خط میں لکھے ہوئے رنجش کے پیام آتے ہیں
کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں

میرے مراسلوں کا جواب کم و بیش ہی آتا ہے اور اگر آجائے تو درج بالا شعر کا مصداق ہوتا ہے ہمارے کرم فرما یہ بھول جاتے ہیں کہ حکومت کی تابعداری فرض ہے اور ہمارے قوانین ہمیں پابند کئے ہیں کہ کسی حد تک ہی چلیں۔ زبان و قلم پر قدغن ہے ۔

زباں جلائی کٹے ہاتھ قطع پہنچوں سے
یہ بند و بست ہوئے ہیں مری دعا کے لئے

اس لئے ہماری تحریر میں کمی کو کمزوری سے منسوب نہ کیجئے ۔ یہ معاملہ فہمی ہے اور ہم DISCRETION IS BETTER PART OF VALOUR کے طریق پر عمل پیرا ہیں ۔

کہیں اخبار نہیں ملتا، گلہ بجا ۔ ہم سب اس شکایت سے شرمندہ ہیں اور اصلاح احوال میں مشغول لیکن اس کوتاہی میں کبھی صرف ہمارا عملہ ہی قصوروار نہیں ہوتا ۔ ڈاک خانہ کے کرمفرما بھی ستم کر جاتے ہیں ۔ بہرحال ہم اس طرف توجہ دے رہے ہیں اور اصلاح کے امیدوار ہیں ۔

آپ کے شکوے بجا ۔

تاہم کبھی آپ یہ بھی تو سوچئے کہ آپ نے اپنے اخبار کے لئے کیا کچھ کیا ۔ مقامی خبریں ارسال کیں ۔ مضامین لکھے ۔ خریدار پیدا کئے ۔ ہم آپ کے لئے ایک پرچہ /۱۲ روپیہ خرچ کر کے آپ تک پہنچاتے ہیں اور وصول صرف ۲ روپیہ کرتے ہیں یہ آپ ہی کا روپیہ ہے اور آپ ہی کا اخبار، اگر آپ دامے درمے قدمے شمولیت نہ فرمائیں تو اچھا نہ ہوگا ۔ اخبار کے لئے سرمایہ بشکل خریدار درکار ہے اور یہ کام بھی آپ ہی کر سکتے ہیں ۔

فضل احمد

مکرم محترم جناب میاں فضل احمد صاحب ۔

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

امید ہے آپ بفضل الٰہی مع اہل و عیال خیر و عافیت سے ہوں گے آپ کا مضمون پیغام صلح میں پڑھ کر حیرت ہوئی کہ آپ نے اپنی زندگی کے ایک بھاری حصہ کو کیوں خاموشی میں گزار دیا ۔ مجھے کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ اخبارات کیلئے اعلیٰ پیمانہ کے مضامین لکھ سکتے ہیں امید ہے آپ اپنے قلم کو جنبش دیتے رہیں گے اور ہمیں اپنے اعلیٰ خیالات سے مستفید کریں گے۔

آج ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ سے ٹیلی فون کے ذریعے معلوم ہوا کہ انہیں پیغام صلح کا صرف ماہ اگست کا پرچہ ملا ہے اس کے بعد کوئی پرچہ نہیں ملا ۔ لائٹ باقاعدہ ملتا ہے ۔ قاضی برکت اللہ صاحب نے پیغام صلح اور لائٹ کا سالانہ چندہ معرفت بیگم رحمت سعید احمد بھجوا دیا تھا ۔ اور بیگم صاحبہ نے یہ رقم حضرت امیر ایدہ اللہ کے پرنسپل اسسٹنٹ کی معرفت انجمن کو بھیج دی تھی ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، جناب فاروقی صاحب، سید سلطان علی شاہ صاحب کو سلام مسنون۔

والسّلام ۔ خاکسار محمد عبداللہ
ہیورڈ ۔ کیلیفورنیا ۔

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۲۰ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ :

"صیغہ اغراض عام میں ایک مد "جہیز فنڈ" قائم کر کے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے ۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاونٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد دی جایا کرے" یہ فیصلہ ۔

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کر کے متدعی ہوں کہ ۔

اس کار خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ سمجھتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے ۔ اور ایک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں ۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے

والسّلام
منصور احمد
جنرل سیکرٹری انجمن

سلمان رشدی کے شرانگیز ناول The Satanic Verses (شیطانی آیات) کے پبلشرز لندن میں قائم "پنگوئن" ملک کے ممتاز سیاستدان اور مصنف ڈاکٹر رفیق زکریا کی لکھی ہوئی کتاب The Koranic Verses (قرآنی آیات) شائع کرنے پر سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں۔

اسلامی مفکرین کے مطابق ڈاکٹر زکریا کی کتاب ان دلآزار باتوں کا مناسب جواب ہوگا۔ جو رشدی نے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق لکھا ہے" پنگوئن" نے ڈاکٹر زکریا کی ایک اور تصنیف The Struggle within Islam حال ہی میں شائع کی ہے اپنی نئی کتاب میں ڈاکٹر زکریا اس بات کی وضاحت کریں گے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو رشدی کی کتاب سے ٹھیس کیوں لگی وہ مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کریں گے۔

"انقلاب" کے نامہ نگار معین ملّا سے ایک بے لوث لیکن بے لاگ انٹرویو کے دوران ڈاکٹر زکریا نے کہا" قرآنی آیات" لکھنے کا خیال کئی لوگوں نے پسند کیا ہے۔ اگر پنگوئن نے اسے شائع کیا تو وہ اسلامی دنیا کا دل دوبارہ جیت لینے میں کامیاب ہو جائیں گے خصوصی طور پر جبکہ رشدی کی کتاب شیطانی آیات" کے پبلشر بھی وہی ہیں۔ مصنف نے کتاب کا خلاصہ پنگوئن کو پیش کر دیا ہے۔

مذکورہ کتاب تصنیف کرنے سے ڈاکٹر زکریا کا مقصد قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مذہب اسلام کا صحیح رخ دنیا والوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔ ڈاکٹر زکریا کا کہنا ہے کہ ہماری پالیسی یہ ہونا چاہیئے کہ رشدی کو برا بھلا کہنے یا قتل کی دھمکی دینے کے بجائے اقوام عالم کو اسلام کی صحیح قرآنی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

انٹرویو کا اقتباس

س: ایسی کون سی بات ہے جس نے آپ کو قرآنی آیات لکھنے پر آمادہ کیا۔

ج: میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور اس کے پیغمبر ایک معزز شخصیت ہیں۔ اسلام اور اس کے پیغمبر سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں بہت سے لوگ نادانستہ یا غیر ارادی طور پر اپنی کم علمی کی وجہ سے اسلام سے متعلق عجیب و غریب خیالات رکھتے ہیں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو جان بوجھ کر مذہب اسلام کو بدنام کرنے اور اس کے پیغمبر کی شان میں گستاخی کرنے کی جسارت کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ ایک کتاب لکھ کر ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کروں اور اسلام سے متعلق مختلف نظریات رکھنے والوں کو یقین دلاؤں کہ جو کچھ وہ جانتے ہیں ان سے مذہب اسلام کا دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ وہ ایک فلسفہ ہے جو انسانوں کو صحیح ڈھنگ سے زندگی گذارنے اور انسانیت کے فروغ کا راستہ بتاتا ہے۔

س: کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے دل میں یہ کتاب لکھنے کا خیال سلمان رشدی کے متنازعہ ناول "شیطانی آیات" کو پڑھنے کے بعد آیا ہو؟

ج: ہاں! میری کتاب مسلمانوں کی جانب سے رشدی کی ناول کا جواب ہے۔ میرے خیال میں رشدی کی لغویات کا صحیح جواب اسے برا بھلا کہنا یا قتل کی دھمکی دینا نہیں بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی صحیح تصویر اقوام عالم کے سامنے پیش کرنا ہے۔ میری کتاب پیغمبر اسلامؐ اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرامؓ کے اخلاق پر لگائے گئے الزامات کا مدلل جواب ہے اس سلسلہ میں ایسے حقائق پیش کئے گئے ہیں جو نہ صرف مسلمان مؤرخین بلکہ چند ممتاز مستشرقین کے نزدیک مستند ہیں

س: آپ کی اس کاوش کا اسلامی دنیا میں کیسا ردعمل ظاہر ہوا ہے؟

جواب: ساری دنیا کے مسلمانوں کو اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ میں ایسی کتاب لکھ رہا ہوں جس سے اسلام اور اس کے پیغمبر سے متعلق رشدی کی کتاب سے پیدا ہونے والی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ مصر کے روزنامہ الحرام کے مطابق رشدی معاملہ سے مسلمانوں کے درمیان پائی جانے والی بے چینی میری کتاب کی اشاعت کی خبر سے بہت حد تک کم ہو گئی ہے۔ سعودی گزٹ نے لکھا ہے کہ رشدی معاملہ کے بعد یہ سب سے بڑی خوشخبری ہے جو ہمیں سنائی دی ہے۔ ہر کسی نے قرآنی آیات لکھنے کے خیال کو پسند کیا ہے۔ خصوصی طور پر جبکہ رشدی نے اپنی کتاب میں ایسی فحش زبان استعمال کی ہے جس سے ساری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

س: کیا قرآنی آیات کی اشاعت کے سلسلہ میں پنگوئن کے نمائندے سے ہونے والی گفتگو کی کچھ تفصیلات آپ ہمیں بتائیں گے۔

ج: میں مذہب اسلام پر لیکچر دینے کے سلسلہ میں اپنی بیوی فاطمہ کے ساتھ امریکہ گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپسی میں لندن گیا جہاں میری کتاب 'The Struggle within Islam" کے اجراء کے سلسلہ میں جسے پنگوئن نے شائع کیا ایک پارٹی میں شریک ہوا میں نے پنگوئن کے ایڈیٹر ان چیف مسٹر پیٹر کارلسن سے ملاقات کی اور گفتگو کے دوران انہوں نے شیطانی آیات کا بھی مسئلہ چھیڑ دیا۔ میں نے مسٹر کارلسن کو اپنی کتاب قرآنی آیات کی کچھ تفصیلات بتائیں میں نے انہیں دو ٹوک الفاظ میں بتایا کہ اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر حملہ کرنیوالا صرف رشدی ہی پہلا شخص نہیں ہے اس سے قبل آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی مصنفین نے اسلام کو بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ ان لکھنے والوں میں دانتے اور والٹیر جیسے لوگ شامل ہیں۔ اسلام کے خلاف ان میں سے بیشتر کتابیں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔

اسلام کے خلاف ایک منظم مہم شروع کرنے کے علمبردار زیادہ تر عیسائی تھے حالانکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں بیشتر کتابیں انگریزی میں لکھی گئیں اور ان کے لکھنے والے یہودی تھے میں نے مسٹر کارلسن کو یہ بھی بتایا کہ اسلام کے خلاف اس سے پہلے لکھنے والوں میں رشدی سب پر بازی لے گیا اس لئے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ رشدی کی باتوں کا مدلل اور منطقی جواب دیا جائے۔

س: آپ کی "قرآنی آیات" پر پنگوئن نے کیسا ردعمل ظاہر کیا؟

ج: پنگوئن ابھی تک کسی قطعی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ مسٹر کارلسن نے مجھے بتلایا کہ جہاں یہ تجویز انتہائی دلکش ہے، کتاب کی اشاعت سے متعلق بین الاقوامی ردعمل کے پیش نظر اعلیٰ ترین سطح پر غور و فکر لازمی ہے بعد میں مسٹر کارلسن نے لندن کے اخبار روزنامہ آبزرور کو بتایا کہ مسٹر زکریا ایک مستند مصنف ہیں ان کی تجویز انتہائی دلکش ہے اور ہم اس پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کر رہے ہیں۔

میں نے پنگوئن والوں کو بتایا کہ قرآنی آیات کی اشاعت کو انہیں خیرسگالی کے نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیئے کیونکہ کتاب کی اشاعت سے ان پر پڑنے والا دباؤ بالکل ختم ہو جائے گا۔ (بقیہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

فکر و نظر

مغرب میں جمہوریت کیوں کامیاب ہے؟

برطانیہ میں پانچ سالہ حکومتی انتخابات ہوئے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ لیبر پارٹی کامیاب ہو گی، کیونکہ ملک کی اقتصادی حالت اور بے روزگار افراد کی کثرت سے بے چینی پائی جاتی تھی، لیکن تعجب ہوا جب "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔ مگر مشرقی حالات انتخابات جاننے والوں کے لیے عبرت کا موجب بھی ہوئی کہ مزدور پارٹی کے ہار جانے سے مزدور طبقہ میں کوئی ہل چل یا ہنگامہ آرائی شورش کا قطعاً کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ مشرقی ممالک میں بھی جمہوری نظام حکومت پر بڑا زور اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ طریق کار بہت کامیاب طور پر انجام پذیر ہے، لیکن یہ نہیں غور کیا جاتا کہ وہ کون سے حالات ہیں جن میں مغرب میں یہ کامیاب ہے، مگر مشرق میں عام طور پر ناکام ہے۔ اگر جمہوری طرز حکومت پسند ہے تو جو لازمہ حالات مغرب میں اسے کامیاب بنا رہے ہیں، وہی معاشرتی حالات مشرق میں بھی جب تک رائج نہ ہوں گے۔ کامیابی کی اُمید رکھنا طمع خام و اُمید ناکام ہے۔

انفرادی آزادی مگر اجتماعی پابندی:

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں یہ شعور ہو کہ مغرب میں جہاں انفرادی آزادی ہے، وہاں اس کی کامیابی کا تمام تر باعث اجتماعی نظم و ضبط اور قواعد و قوانین کا نہ صرف زبردست احساس ہے، بلکہ زندگی کی ہماہمی میں اس پر عظیم عمل ہے۔ حکومت کے انتخابات کے معاملہ کو الگ کر کے بھی مغربی دُنیا کے کاروبار میں قواعد و ضوابط اور قاعدہ و قانون کی جو پابندی پر عمل ہے، وہ بہت مفید اور زندگی میں کامیاب بنانے والی ایک خوبی ہے۔ ہر معاملہ میں جہاں اجتماع یا بھیڑ ہو۔ نظم و ضبط کے طریق کار پر ہر فرد بلاچون وچرا عمل کرتا ہے، کسی دوکان پر سے کوئی چیز خریدکرنا ہو یا کسی بس میں سوار ہونا ہو یا ٹکٹ لینا ہو، خود بخود ایک قطار میں لوگ کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ عادت ایسی راسخ و پختہ ہو چکی ہے کہ معاشرہ میں سے کسی فرد کو اسے توڑنے کا خیال تک نہیں آتا کہ وہ اپنی باری سے پہلے قطار کے نظم و ضبط کو توڑ کر پہلے اپنی باری لے لے۔ اجتماعی نظام بھی بلاشبہ ایسا ہے کہ کسی فرد کو خواہ مخواہ التوا کی شکایت نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی موقعہ پر ایسا ہو بھی جائے تو بھی افراد التوا کی زحمت بخوشی گوارا کر لیں گے، لیکن نظم و ضبط کی پابندی نہیں توڑیں گے۔ اس طرز طریق سے نہ صرف کاروبار خوش اسلوبی سے طے پا جاتا ہے، بلکہ جلد بھی انجام پذیر ہو جاتا ہے۔

انتخابات کی بناء پارٹیوں کے منشور پر کی جاتی ہے۔ ہر پارٹی جس اصول یا منشور پر رائے لینا چاہتی ہے۔ اس کا واضح اعلان اخبارات اور ٹی۔وی پر کرتی ہے، مغرب میں یہ منشور اقتصادیات پر عام طور پر بناء ہوتا ہے۔

مثلاً اس مرتبہ لیبر پارٹی نے اپنا مؤقف یہ بتلایا کہ وہ ملک میں سے بے روزگاری پانچ برس کی مدّت میں ختم کر دے گی، نیز یہ بھی کہ بین الاقوامی سطح پر بجائے نیوکلر آلات کی دوڑ میں آگے نکلنے کے رُوس سے مفاہمت کی کوششوں کو ترجیح دے گی۔

"قدامت پسند" پارٹی نے ملک کی دفاعی ضروریات پر زور دینے کا اعلان کیا۔ غرضیکہ ہر پارٹی نے ایک ماہ کے وقفہ میں امن پسندانہ ہر طریق سے رائے دہندگان کو اپنے مؤقف کی خوبیوں اور مدِمقابل پارٹی کے مؤقف کی خامیوں سے مطلع کیا۔ ایک روز صبح سے رات تک پولنگ ہوئی۔ جس میں وہی نظم و ضبط کا احسن مظاہرہ کیا گیا جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے۔ جب رائے شماری کے اعداد کو گنا گیا، تو "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی۔ جس کی امید پہلے نہ تھی۔ اس کا باعث دو وجوہ معلوم ہوتے ہیں، ایک تو یہ "مزدور پارٹی" کے لیڈروں میں باہمی اختلاف تھا۔ جس کا کچھ اظہار پبلک میں بھی کیا گیا۔ اس سے ووٹروں نے اس پارٹی کی کمزوری پر محمول کیا۔ دوئم ملکی دفاع کے لیے "قدامت پسند" پارٹی کے مضبوط طریق اختیار کرنے کا اعلان ہوا۔

بہر حال جمہوری نظام کی کامیابی کا سب سے بڑا عنصر یہ ہے کہ "رائے شماری" کے نتیجہ کو ہر پارٹی بلاچون وچرا قبول کر لیتی ہے۔ نہ تو کوئی پارٹی یہ الزام عائد کرتی ہے کہ رائے شماری صحیح نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اس میں کوئی دھاندلی نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ووٹروں کی آزادی میں کوئی رخنہ یا رکاوٹ ڈالی جاتی ہے، جب سب کو یہ مسلّم ہے کہ رائے شماری آزادانہ طریق پر ہو اور اعداد و شمار کے گننے میں انصاف ہو اور جب ان اصولوں پر عمل بھی ہوتا ہو تو کسی کو شکایت ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا، جب ہر پارٹی اس امر پر متفق ہے کہ آزادانہ، منصفانہ انتخاب کا جو بھی نتیجہ ہو گا، اُسے قبول کریں گے، تو پھر اس صورت میں کسی نہ کسی غم و غصہ کی ضرورت ہے اور نہ فتنہ و فساد برپا کرنے کی حاجت۔

پس یہ وہ وجوہ ہیں جن کے واسطہ سے جمہوری نظامِ حکومت مغربی ممالک میں کامیاب ہے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مشرقی ممالک میں معاشرتی نظام و پابندی اور نظم و ضبط کیا ہے کیا وہاں پارٹیوں کی اُصولوں پر بناء ہوتی ہیں۔ یا شخصیتوں پر؟ کیا ووٹ کسی اُصول کے تحت ڈالے جاتے ہیں۔ یا برادریوں، صوبائی تعصبات اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر؟؟ بالآخر جب انتخابات کے اعداد و شمار کا حساب کیا جائے، تو یہ انصاف و حق پرستی کی بنیادوں پر کی جاتی ہے یا پارٹیوں کی باہمی رقابت و تعصبات کی دخل اندازی پر؟ اگر جمہوریت کے یہ تینوں تقاضے جہاں مفقود ہوں وہاں جمہوری طرزِ انتخابات اختیار کیا جائے، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

اے بھائیو! اور بہنو! خدا نے ہمیں اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کی صفات کے مظہر ہوں اور الٰہی اخلاق کو اپنے اندر جذب کریں۔ جب تک ہم اس مقصد کو پورا نہ کریں ہم ہرگز کامیاب نہیں کہلا سکتے۔ ہماری دنیوی ترقیات کیا ہیں؟ ایک مشغلہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ تمام ترقیات ہمارے کس کام کی ہیں اگر ہم خدا تعالیٰ کو اپنے پر ناراض کر لیتے ہیں اور ابدی ترقیات کے راستے اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں اگر ہم دنیا کے سب سے بڑے موجد بھی ہیں لیکن اس علم کی طرف توجہ نہیں کرتے جس کے ذریعہ سے ہم ابدی زندگی میں نور حاصل کر سکیں تو ہماری مثال اس طالب علم کی سی ہے جو سارا دن کھیلتا رہتا ہے اور کھیل میں اپنے مقابل کو ہرا دیتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے مقابلہ میں اپنے حریف کو پچھاڑ لیا۔ لیکن وہ اس مقابلہ کی فکر نہیں کرتا جو اس کی ساری زندگی کو سدھارنے والا ہے۔ زندگی وہی ہے جو نہ ختم ہونے والی ہو۔ اور راحت وہی ہے جو نہ مٹنے والی ہو اور علم وہی ہے جو ہمیشہ بڑھتا ہے۔

پس ابدی زندگی اور دائمی راحت اور حقیقی علم کی طرف توجہ کرو تا دونوں جہان کا آرام پاؤ۔ اور اسی طرح خدا تعالیٰ کو خوش کرو جس طرح کہ دنیا کے لوگوں کو خوش کرنا چاہتے ہو۔

اے بھائیو اور بہنو! خدا تعالیٰ نے تمہاری پریشان حالت کو دیکھ کر آپ تمہارے لئے رحمت کا دروازہ کھولا ہے اور خود تم کو بلانے کے لئے آیا ہے۔ پس اس کے اس احسان اور اس کی محبت کی قدر کرو اور اس کی نعمتوں کو رد نہ کرو۔ اور اس کے احسانوں کو حقیر سمجھ کر ان سے منہ نہ پھیرو کہ وہ خالق ہے اور مالک ہے اور اس کے آگے کسی تکبر کرنے والے کا تکبر نہیں چلتا۔ بڑھو اور اس کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ تا اس کی رحمت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے اور اس کے فضل کی چادر تم کو اپنے اندر لپیٹ لے۔

اللہ تعالیٰ جس شخص کا سینہ صدق اور محبت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اسے برکت دیتا ہے کیونکہ وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں سے انسان کو تو دھوکا دے سکتا ہے مگر اس علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ذات کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ وہ تو انسان کے دل کی گہرائیوں تک سے واقف ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اے احمدی بھائیو! دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

ایک حقیقت

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے ہر عمل کا نتیجہ اس کی ذات پر مرتب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کی ذات اس کے تمام اعمال کو اپنے اندر محفوظ کر لیتی ہے اسی طرح اس کی ذات پر مرتب شدہ نقوش اس کا اعمال نامہ ہے۔ یوں سمجھیئے کہ انسانی زندگی کی ہر نقل و حرکت (حتیٰ کہ اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک) کی ایک فلم ساتھ کے ساتھ تیار ہوتی جاتی ہے اور ظہور نتائج کے وقت یہی فلم سکرین (پردہ) پر سامنے آجاتی ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم میں اس قانون کی کارفرمائی کو دنیاوی نظام عدل کی تشبیہات کی رو سے سمجھایا گیا ہے اس لئے کہیں یہ کہا گیا ہے کہ تمہارا کوئی عمل خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ (اور ظاہر ہے کہ جس جرم کے عینی۔ معتبر گواہ موجود ہوں اسے ثابت کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی) کہیں یہ کہا گیا ہے کہ ہماری خفیہ پولیس کے نہایت دیانتدار پرچہ نویس ساتھ کے ساتھ تمہاری ڈائری مرتب کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ سارا ریکارڈ عدالت میں پیش ہوگا اور اس کی رو سے تمہارے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے علم خداوندی کی بات سامنے آتی ہے جسے یوں کہیئے کہ ایک عینی گواہ کی حیثیت دی گئی ہے۔

خدا دیکھتا ہے۔

سب سے پہلے قرآن کریم نے انسان کی اس بنیادی غلطی کو لیا جس کی وجہ سے وہ ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اس نے کہا

"کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ ہی نہیں رہا" ؟۔

اس کے بعد کہا کہ یہ غلط ہے کہ انسان کبھی تنہا بھی ہوتا ہے جس وقت وہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل تنہا ہے اس کے پاس کوئی اور نہیں اس وقت بھی اس کے پاس "کوئی ہوتا ہے" اور یہ دوسرا ساتھ ہونے والا یار ہنے والا خود خدا ہے۔

"وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے"

ذرا غور کیجیئے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو کہ میں جہاں بھی ہوں اور جو کچھ بھی کروں اسے خدا دیکھتا ہے تو ایسا انسان کبھی دانستہ قانون شکنی کر ہی نہیں سکتا۔ جرم کا ارتکاب (بالعموم) اس یقین (یا کم از کم اس مفروضہ) کے ماتحت کیا جاتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھتا۔ خدا انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

"خدا انسان کو ہر طرف سے محیط ہے"

"خدا ہر وقت تمہاری گھات میں ہوتا ہے"

پھر یہی نہیں کہ جس وقت تم سے کوئی عمل محسوس طور پر سرزد ہوتا ہے وہ اسے اس وقت دیکھتا ہے وہ تو انسان کے دل میں گذرنے والے خیال تک کا علم رکھتا ہے۔ سورۃ قٓ میں ہے:

"ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک سے واقف ہیں۔ (اس لئے کہو) ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں" دوسری جگہ ہے۔

"وہ نگاہ کی خیانتوں اور دل کے رازوں تک کو جانتا ہے" انسان خواہ کتنے ہی خفیہ مشورے کرے وہ خدا سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے اس لئے کہ "جب تم تین مل کر خفیہ مشورے کرتے ہو تو وہ چوتھا وہاں موجود ہوتا ہے۔ اور جب تم پانچ مل کر مشورہ کرتے ہو تو وہ چھٹا وہاں موجود ہوتا ہے"۔ یہ پانچ اور چھ تو محض بات سمجھانے کے لئے کہا گیا ہے مشورہ کرنے والے کتنے ہی کیوں نہ ہوں" وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے" اس لئے انسان کا کوئی راز بھی خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

اس کے نزدیک مستور و مشہود سب یکساں ہیں۔ کوئی اونچی بات کرے یا چپکے سے۔ کوئی دن کی روشنی میں کھلے بندوں چلے یا رات کی تاریکی میں دبے پاؤں۔ اس کے نزدیک اس سے کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔ اس کا دیکھنا ایسا ہے کہ کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی لیکن وہ ہر آنکھ کا ادراک کرتا ہے۔ اس لئے وہ انسانی اعمال کے ایک ایک ذرے کو سامنے لے آئے گا۔ خواہ وہ زمین و آسمان میں ہو خواہ پتھر کی چٹانوں کے اندر چھپا ہوا ہو۔ اس لئے کہ وہ کائنات کے تمام سربستہ اسرار سے واقف ہے۔ "وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے" اور "ہر انسان کے ہر عمل کا علم بھی"

اس حقیقت کو قرآن کریم نے اس تکرار و اصرار سے دہرایا ہے کہ ان تمام آیات کا درج کرنا طوالت کا باعث ہے۔ کہیں اس نے کہا ہے

"جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے غافل نہیں"

اسے تقریباً دس مقامات پر دوہرایا گیا ہے۔ کہیں کہا ہے:

"اللہ لوگوں کے اعمال کو دیکھتا ہے"

یہ الفاظ کم و بیش بیس مقامات پر آئے ہیں۔

کہیں کہا ہے۔

"اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"

اور کہیں یہ کہ:

"اللہ تمہارے دل کی باتوں سے بھی باخبر ہے"

حدیث نبویؐ!

* "بہترین عمل بر وقت نماز ادا کرنا ہے"

* * *

فرمودات امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی

غیر اللہ کی پرستش اور مذہبی تنازعات

تشہد ... کے بعد :- قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا .... تکتمون الحق وانتم تعلمون (۳: ۶۴ تا ۷۱)

ترجمہ :- کہہ اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے اور اگر وہ پھر جائیں تو تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ توریت اور انجیل اس کے بعد ہی اتاری گئیں۔ پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ سنو! تم وہ ہو جو اس میں جھگڑ چکے جس کا تم کو علم تھا۔ پھر اس میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو علم نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ابراہیمؑ نہ یہودی تھا نہ نصرانی لیکن وہ راست رو فرمانبردار تھا۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ یقیناً ابراہیم سے بہت نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی بھی اور وہ جو ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔ اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ تم کو گمراہ کریں اور وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں اور وہ محسوس نہیں کرتے۔ اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو۔ اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو۔ اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔"

عہدِ نبویؐ میں شرک کی وسعت اور آنحضرتؐ کی تڑپ

کیا در معلوم ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اس بات کے لئے کہ لوگ توحید کے اُوپر قائم ہو جائیں اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت جو کچھ اس قرآن میں شرک کے مختلف شعبوں کی تردید پر زور دیا گیا ہے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہشات کا نتیجہ نہ تھا۔ آپؐ کے سامنے تو بُت پرستی کا ایک وسیع میدان تھا۔ سورج پرستی، شجر پرستی، حجر پرستی، خس وخاشاک پرستی، یہاں تک کہ ہوا اور پانی اور آگ کی پرستش بھی ہوتی تھی لیکن عجیب بات ہے کہ جس قدر اس شرک پر (جو ارباباً من دون اللہ کی صورت میں رونما ہوا ہے) زیادہ زور دیا ہے۔ اور جس پیرایہ میں اس کے خلاف دلیل پر دلیل دینے کے بعد آخر میں آکر مباہلہ پر تیار ہو گئے۔ اس رنگ میں اور اس پیرایہ میں اس کی تردید نہیں کی، اور اس پر زور نہیں دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دکھایا گیا ہے اور ان کو کیا دکھایا جاتا تھا خود اللہ تعالےٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ جس قدر اس شرک سے ... سامانِ عظیم واقع ہونے والا تھا اور جس وسعت کے ساتھ یہ پھیلنے والا تھا۔ دوسرا نہیں۔ اسلئے فرمایا:- تکاد السماوات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا (۱۹: ۹۰-۹۱) ترجمہ:- "قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ وہ رحمٰن کے لئے بیٹے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔"

ان لفظوں کے اندر جو شوکت اور رُعب پایا جاتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دعوا للرحمٰن ولدًا کا اس قدر زور ہو گا کہ جو مخلوقِ خدا کی تباہی کا موجب ہے۔ دوسری طرف دیکھو تیرہ سال تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود مکہ میں رہ کر بُت پرستی اور ہر ایک قسم کی پرستشوں کی تردید کرتے رہے اور ہر قسم کے پختہ دلائل سے اُن کی تردید کی لیکن یہ نہیں کہا کہ تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (۳: ۶۱) ترجمہ:- آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے لوگوں اور تمہارے لوگوں کو بلائیں پھر گڑگڑا کر دُعائیں کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔"

شرک کی بدترین صورت پر دعوتِ مباہلہ

لیکن عیسائیوں پر جب حجت تمام کی تو آخر میں اس جھگڑے کا کلیتہً فیصلہ کر دینے کے لئے انہیں کھلے لفظوں میں یہ چیلنج دیا۔ یہ اس لئے کہ وہ پہلا شرک تو عنقریب ہی مٹ جانے والا تھا۔ اس لئے اس کی تردید میں پورا زور لگایا اور کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی مسیح کی پیدائش، اس کا بچپن، اس کی جوانی، پھر بڑھاپا، پھر موت، سب کچھ گنا اور اس طرح سے یہ ثابت کر دیا کہ اس کے اندر کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس کی خدائی کو ظاہر کرے۔ اس قدر تغیرات جس پر آئیں وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ ان تمام دلائل کے بعد آخر جب دیکھا کہ اب بھی نہیں مانتے تو فرمایا:- ان حاجوک فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم الخ، اس قدر دلائل کے بعد بھی اگر وہ تم سے جھگڑتے ہیں تو پھر انہیں مباہلہ کے لئے بلاؤ۔

دعوتِ مباہلہ کا انجام

یہ ایک رُوحانی رنگ کا مجادلہ تھا۔ رُوحانی رنگ کا مقابلہ کا میدان تھا جس میں اگر وہ مقابلہ میں آجاتے تو ان کا صفایا ہو جاتا لیکن اُنہوں نے گریز کیا۔ آخر اس کا نتیجہ انہیں جسمانی رنگ میں بھگتنا پڑا۔ اور ایک وقت ان پر آیا کہ وہی مقابلہ جسمانی طور پر اُنہوں نے مسلمانوں کا کیا اور شکست فاش کھائی۔ صلیبی جنگوں میں کس زور وشور سے وہ میدان مقابلہ میں اُترے اور اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لائے یہاں تک کہ ایک بارہ برس کے لڑکے کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے دوسرے لڑکوں میں وعظ کیا اور انہیں اُکسایا۔ اس کے ساتھ لڑکوں کی فوج ہو گئی لیکن اب اس بات کی فکر ہو گئی کہ سمندر کیسے عبور کریں تو اُن کے پاس ایک سونٹا تھا جس کے متعلق انہیں یہ یقین دلایا گیا کہ جب تم سمندر کے کنارے پر اس سونٹے کو اس پر مارو گے تو وہ خشک ہو جائے گا۔

الغرض وہ مقام جس پر رُوحانی رنگ میں انہیں بلایا تھا اس سے تو انہوں نے گریز کیا لیکن جسمانی رنگ میں اُنہیں مقابلے پر آنا پڑا اور وہ جس کے لئے وعدہ تھا کہ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون اسے حاصل کر کے مسلمانوں کے لئے اس نشانِ صداقت کو مٹانا چاہا لیکن سارے یورپ کے بالمقابل ایک اکیلا سلطان صلاح الدین ایوبی ان سب کو نیچا دکھاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ مقابلہ وہ ایک نشانِ صداقت کو مٹانے کے لئے کرتے ہیں اور اس ارضِ مقدس کو لیکر اپنے آپ کو زیادہ صلاحیت والے ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ تو پس رُوحانی مباہلہ میں اللہ تعالےٰ نے انہیں بلا کر دکھا دیا کہ اگر وہ رُوحانی رنگ میں بھی مقابلہ پر آجاتے تو وہاں بھی نیچا ہی دیکھتے۔

فیصلے کی دُوسری راہ

اب اس کے بعد ایک اور فیصلہ کی راہ بتاتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اگر اس طرف بھی نہیں آتے کہ تجھ سے مباہلہ کریں تو تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم۔ الخ۔ آؤ ہم ایک برابری کی بات پر کاربند ہو جائیں کلمۃ سواءٍ کے معنی ہیں برابری کی بات، اور وہ یہ ہے کہ تم بھی اپنی کتب مقدسہ کو دیکھو اور ہم بھی اپنی پاک کتاب کو پڑھیں اور ان سب میں جو مشترک بات معلوم ہو اس کو مان لیں، پھر بھی اگر دونوں فریقوں میں کچھ امور کے متعلق جھگڑا ہو تو ان میں سے باہم جتنے امور طے ہو جائیں کم از کم ان کو تو قبول کر لیں اور ان پر کاربند ہو جائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری ہتھیار تھا جس سے کہ اس باطل کا سر کچلا گیا۔ ہسٹری آف کمپیریٹو ریلیجنس سے انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ فیصلہ کی آسان راہ یہی ہے۔ جو اسلام نے بتائی اور اس پر چل کر فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی اصولی طور پر سچا مذہب ہے۔ آخر دیکھو آج یورپ کو ماننا ہی پڑا کہ اسلام کے اصول سچے ہیں، یہ درحقیقت ایک بڑی ہی عمدہ راہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ پہلے تمام دنیا کے مذاہب کو لو، ان سے امرِ مشترک نکال لو، ان کو اصول کے طور پر قائم کرو، پھر جتنی فروعات ہیں یعنی جو جھگڑے کی

باتیں باقی رہ جاتی ہیں ان کو نکال دو تو ان سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کا اصول صحیح ہے اس بگ میں مَیں نے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے مثلاً یہی تعلیم دیکھو تورات میں بھی موجود ہے۔ مسیح بھی یہی کہتا ہے کہ " ... یا اور میرا خدا "۔

یہود توحید کے محض اعتقادی طور پر قائل تھے عملاً نہیں

لوگوں نے اس رنگ میں کہ خدا ایک ہے، اعتقادی طور پر تو مان لیا لیکن عملی طور پر نہیں۔ مثلاً یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ اپنے احباروں اور رہبانوں کو خدا کے سوائے معبود بنا رکھا ہے، ہم نے کہاں ایسا کیا ہے۔ تو آپ نے کہا کیا تم ان کے حلال کہے ہوئے کو حلال اور حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں سمجھتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہاں یہ تو ہم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی تو پھر اربابًا من دون اللہ بنانے کی دلیل ہے۔ خدا نے تمہیں انسان بنایا ہے عقل اور تمیز دی ہے لیکن تم اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔ آخر وہ تمہارے احبار اور رُہبان کیا ہیں۔ وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ تم عقل کو کام میں نہیں لاتے، انسان کو خدا نے اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ عقل اور تمیز سے کام نہ لے۔

اسلام نے توحید عملاً نافذ کی

یہودیوں کے احبار اور رہبان ایسے ہی تھے جیسے تمہارے ہاں کے پیر، وہ کون ہیں؟ وہی انسان جیسے ہم ہیں ویسے ہی وہ۔ انہوں نے ذرہ تم سے زیادہ پڑھ لیا۔ بس پیر بن بیٹھے۔ تم نے اپنی عقلوں کو اس طرف نہ لگایا، تدبر اور تفکر نہ کیا بس ان کے پیچھے لگ گئے۔ حالانکہ یہ نہیں چاہیئے کہ جو انہوں نے کہا بس وہ قانون بن گیا۔ تم میں ایسے لوگ ہونے چاہیئں۔ جو انہیں ٹیڑھی راہ سے ہٹانے کے لئے تیار رہیں۔ کہاں وہ صحابہ رضٰ جیسے لوگ ہوں کہ جن کی ایک ایک عورت کو قرآن کی اتنی معلومات ہوں کہ وہ عمرؓ جیسے شخص کے منہ پر کہیں کہ تو کون ہوتا ہے مہر کو کم کرنے والا جب خدا حکم دیتا ہے۔ وان اتیتم احدھن قنطارًا فلا تاخذوا منہ شیئًا تو یہ حالت جس وقت قوم کی ہو جاتی ہے کہ دین کے اندر تفقہ نہیں رہتا تو وہ جو تھوڑی سی دسترس رکھتا ہو وہ پیر بن بیٹھتا ہے۔ اور لوگ اس کی اندھی تقلید کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ مگر اصل قوم اس وقت بنتی ہے کہ جب کوئی قرآن کے خلاف چلنے لگے تو ہر ایک شخص اس کے منہ پر دھپڑ لگانے کو تیار رہے۔

قرآن و حدیث کا علم حاصل کرو اور تدبر سے کام لو

تم اپنے اندر وہ کیفیت پیدا کرو تم کو پتہ ہو کہ قرآن نے کیا کہا ہے۔ تم کو خبر ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تعلیم دی ہے، روزانہ ایک گھنٹہ یا تھوڑا سا وقت قرآن کو دو۔ حدیثوں کو پڑھو اور خود وہ حالت پیدا کرو کہ دوسروں کی غلطیوں کو پکڑ سکو بات صرف یہ ہے کہ تم نے تفقہ کرنا چھوڑا ہوا ہے۔ لوگ دوسرے دنیوی کام میں لگے رہتے ہیں اور قرآن میں کوئی تدبر نہیں کرتے۔ یوں پوچھو کہ گھر میں قرآن موجود ہے تو کئی ہوں گے اور بہت بڑے قیمتی، لیکن یہ نہیں معلوم کہ ان میں لکھا ہوا کیا ہے تو اس آیت میں کلمۃٍ سواءٍ کی طرف بلا کر اسلام نے تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ یہ وہ عبارت ہے کہ جو اسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ لوگ حدیثوں پر اعتراض کرتے ہیں اور انہیں صحیح نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ امام بخاریؒ کو گالیاں دیتے ہیں۔ میرے منہ پر ایک شخص نے کہا کہ بخاری نے یہ ردی کا انبار جمع کیا ہے۔ لیکن ان کے ان اعتراضات کا یہی فیصلہ کر دیتی ہے یہ آیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک خط کے اندر تھی جو آپؐ نے ہرقل کو لکھا۔ اس خط کی نقل حدیث کی کتابوں میں لکھی ہے۔ آج وہ اصل خط بھی دستیاب ہو گیا ہے۔ جس پر حرف بحرف وہی عبارت ہے جو حدیثوں میں درج ہے اور اس پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی مُہر ہے۔

ابراہیمؑ یہودی اور نصرانی نہ تھے خالص توحید پرست تھے

یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم اے اہل کتاب کیوں جھگڑا کرتے ہو ابراہیمؑ کے بارہ میں حضرت اہل کتاب کو اس کلمۃ سواء کی طرف بلایا جو ان میں اور ہم میں برابر ہے یعنی ایک خدا کی عبادت کرنا۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی تمام قوموں میں کلمۃ سواء کے طور پر ہیں۔ آپ کو مسلمان، یہود اور نصاریٰ مشترک طور پر بزرگ اور نبی جانتے ہیں، اس لئے اب عملی طور پر بتایا ہے کہ وہ کلمۃ سواء کیا ہے؟ وہ ہے ابراہیمؑ کا مذہب، وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ آپ توریت اور انجیل کی تعلیمات کے پیرو نہ تھے بلکہ یہ تو آپ کے بعد اتریں ہیں۔ آج بھی نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ بھی کفارے پر ایمان لائے تھے موسیٰ بھی کفارہ پر ایمان لائے تھے فرمایا یہ تمہاری کتابیں توریت اور انجیل جن سے تم کفارہ کی تعلیم نکالتے ہو۔ یہ تو بعد کی ہیں۔ افلا تعقلون۔ پس کیوں تم عقل سے کام نہیں لیتے ھا انتم ھؤلاء حاججتم فی مالکم بہ علم فلم تحاجون فی مالیس لکم بہ علم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ ہاں تم وہ لوگ ہو جو جھگڑے اس بات میں جس کے متعلق ان کے پاس علم تھا پس تم کیوں اس بات میں جھگڑا کرتے ہو جس کے متعلق نہیں علم ہی نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ ماکان ابراھیم یھودیًا ولا نصرانیًا ولکن کان حنیفًا مسلمًا وماکان من المشرکین۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ وہ حقیقت مسلم تھے وہ مشرکین میں سے نہ تھے، حنیف کے معنی ہیں افراط اور تفریط کو چھوڑنے والا۔ میانہ روی کو حنیف کہتے ہیں ــ ــ ــ ــ ــ ــ اب بتاتا ہے کہ ابراہیمؑ کا مذہب کیا ہے۔ فرمایا۔

ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المؤمنین (۳ : ۶۸)

انسانوں میں زیادہ بلند مرتبہ وہ ہیں جنہوں نے ابراہیمؑ کی پیروی کی یعنی اس وقت کوئی قوم ہو گی جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے قدم پر قدم مارا۔ اور یہ نبی صلعم اور اس پر جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا ولی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود کے ساتھ ایک ظاہر علامت رکھی تھی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ یہ وعدہ کرنا ہے کہ ارضِ مقدس (کنعان) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تیرے پاس رہے گی۔ یاد رکھو اس وعدہ کے اصل پورا کرنے والے وہی ہوں گے جو ظاہری طور پر اس ارضِ مقدس کے وارث ہوں ورنہ جاؤ پہلے اپنی کتابوں کو باطل کرو۔ پس جب تک اہل کتاب حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کے پیرو رہے خدائے تعالےٰ کے ان وعدوں کو پورا کرتے رہے جن کا انہوں نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ فرمایا تھا اس وقت تک وہ زمین ان کے پاس تھی اور وہ اولی الناس تھے لیکن اب چونکہ وہ ان باتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اس لئے اب ھذا النبی والذین امنوا۔ یہ نبی اور اس پر ایمان لانے والے ہی حقیقت میں اس وعدہ کے مصدق و مصداق ہیں اور انہی کے قبضہ میں یہ سرزمین رہے گی والذین امنوا میں اس بات کو کھول دیا کہ اب مالک وہی ہوں گے جو نبی عربیؐ کو مانتے ہیں۔ جسمانی فرزندوں کا اب سلسلہ باقی نہیں رہا۔ اسے بنی اسرائیل پر کاٹ دیا گیا اور یہی حقیقت ہے جسے ما کان محمدٌ ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کھولا گیا ہے۔

بقیہ : صـــ ۶

حالانکہ رشدی کی لکھی ہوئی کتاب کی ۲۰ لاکھ سے زائد کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔ لیکن پنگوئن ساری دنیا میں پھیلے ہوئے اُس کے دفاتر کی صرف حفاظت کے لئے ۲۰ لاکھ پونڈ سے زائد خرچ کر چکے ہیں۔ اس سے قبل پنگوئن والے قرآن کے تراجم اور مذہب اسلام سے متعلق کئی دلکش کتابیں شائع کر چکے ہیں لیکن رشدی کی "شیطانی آیات" کا معاملہ بالکل مختلف ہے کیونکہ رشدی نے مذہب اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے متعلق ایسی بدبانی سے کام لیا ہے جو اس سے پہلے کسی مصنف نے نہیں کیا۔

س ۔ پنگوئن والوں سے آپ کی گفتگو کا کیا نتیجہ نکلا؟

ج ۔ میرا خیال ہے کہ انہیں یقین ہو گیا کہ میری قرآنی آیات ۔ رشدی کی شیطانی آیات کا منہ توڑ جواب ہے ۔ میری کتاب کا خلاصہ اُن کے زیرِ غور ہے۔

کرسمس ...... دو ہزار سال قبل مسیح!

پیدائش مسیح سے صدیوں پہلے منائے جانیوالے رسوم کرسمس کیسے بن گئے ؟

بھر دہی خوشیوں کا موسم تھا۔ ننھے منھے بچے اس کی آمد کی خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ گھر کا ہر فرد سجاوٹ میں مصروف تھا (HOLLY) ہیر اور سدا بہار پودوں کی شاخیں گھر کے در و دیوار کی زینت تھیں۔ آکاش بیل لٹکائی گئی تھی۔ ایک درخت جھلملاتے تاروں اور ہلکے زیورات سے سجایا گیا تھا۔ یہ موسم اور لمحات تحائف لینے دینے گیت گانے۔ رنگین روشنیوں کی تعریف کرنے اور یہ دن یول لاگ یعنی گول لکڑی جلانے کا دن تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ رونقیں جدید کرسمس کی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس قسم کی رنگین تقریبات تو پیدائش مسیح سے صدیوں پہلے یورپ کی مختلف قوموں میں آخر دسمبر اور شروع جنوری میں منائی جاتی تھیں۔

ان رسومات کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ

"یہ رسومات کرسمس اور عیسائیت سے بہت عرصہ پہلے مذہب موسم لامذہبیت اور قومی افواہ کے ارتقائی عمل کا ایک ایسا نتیجہ ہیں جن کے گرد روایات اور قصوں کہانیوں کی دیوار کھڑی ہے۔"

قدیم زمانے میں یورپ کے رہنے والے روشنی۔ گرمی اور فصلوں کے لئے سورج پر کلی دارومدار سے اچھی طرح آگاہ تھے اور سورج کی سالانہ گردش کا بڑے غور سے مطالعہ کرتے تھے۔ چنانچہ مختلف موسموں کی تقسیم کیا اور ان جشنوں کا مقصد اُن کے نزدیک سورج کو اس کی محوری گردش میں مدد دینا ہوتا تھا۔ نصف کرۂ شمالی میں آخر دسمبر خصوصیت سے اہم وقت ہوتا تھا۔ دن چھوٹے ہو جاتے تھے اور سورج اپنے نقطۂ زیریں پر ہوتا تھا اس لئے اس کی حوصلہ افزائی اور اداۓ شکر کے لئے خصوصی تہوار منائے جاتے تھے اور جب دن بڑے ہونے شروع ہوتے تھے تو اس خوشی میں کہ دنیا کے نور یعنی سورج نے پھر جنم لیا ہے ایک بڑا جشن منایا جاتا تھا جو اوائل جنوری تک جاری رہتا تھا۔ یہ تقریبات جو کبھی سورج اور اس کے دیوتا کی خوشنودی کے لئے منائی جاتی تھیں بڑھتے اور پھیلتے ہوئے عیسائی مذہب نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ کہ یہی رنگ اصل نور دنیا یعنی حضرت مسیح کو دیا جائے (حالانکہ حضرت مسیح کی تاریخ پیدائش کسی طرح بھی دسمبر نہیں ہے) اس طرح صدیوں کے عمل سے رنگا رنگ رسومات مختلف قوموں میں پیدا ہو گئیں۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ یہ ساری تقریبات کم از کم چار ہزار سال سے چلی آ رہی ہیں۔

درخت اور شمعیں

جدید شجرہ کرسمس کا ماخذ اگرچہ دور وسطیٰ کا جرمنی سمجھا جاتا ہے مگر اس سے صدیوں پہلے ان کے آباؤ اجداد موسم سرما کے اسی موقع پر اپنے گھروں کو اسی طرح ہریالی اور شمعوں سے سجاتے تھے۔ چونکہ سدا بہار درخت اور پودے سخت سردی میں بھی ہرے رہتے ہیں اس لئے قدیم جرمن انہیں خصوصیت سے حیات یافتہ سمجھتے تھے۔ ان بت پرستوں کے نزدیک تقریبات سرما کے موقع پر ہریالی کا ہونا...... روح شجر روح حیات و نمود (یا خدا کے شجر و خدا کے حیات و نمود) کی تعظیم توقیر کی علامت تھی۔

اہل روما (رومن) سال کے ان مخصوص ایام میں درختوں کو کھلونوں اور جھلملاتی اشیاء سے آراستہ کرتے تھے اور آئمہ دین سیبوں کو سنہری رنگ کر درختوں سے لٹکا دیتے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ سلسلہ کب سے مقبول ہونا شروع ہوا۔ بعض کے نزدیک سدا بہار درختوں کو گول یا پھلوں جیسی اشیاء سے سجانا، باغ عدن۔ کے شجر حیات کی علامت ہے آکاش بیل اور بیری کی بھی اسی طرح بہت تعظیم کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ یہ پودے موسم سرما میں نہ صرف سر سبز رہتے تھے بلکہ پھل بھی دیتے تھے یعنی ایک بار پھر خدائے حیات و نمو کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے محبت کی دنیا میں اس زمانے میں بھی آکاش بیل کی شاخ کے سائے میں آپس میں ملنا بڑا خوشگوار سمجھا جاتا ہے۔ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ہزاروں سال قبل کی ان رسومات کا آخر پیدائش مسیح سے کیا تعلق ہے کیونکہ پہلے لوگ تبھی سورج کی حوصلہ افزائی بالکل اسی طرح چراغاں کر کے کیا کرتے تھے جس طرح آج کرسمس کے موقع پر الاؤ شمعیں اور دوسری روشنیاں جلا کر کی جاتی ہے۔

یول لاگ یعنی کرسمس کے موقع پر گول لکڑی کا جلانا اس قدیم رسم کو زندہ کرنا ہے جس کے مطابق آتش دان جلانے کے لئے بڑی احتیاط سے لکڑی منتخب کرتے تھے۔ لفظ یول کا ماخذ لفظ HWEOL ہے جس کے معنی پہیّے کے ہیں اور سورج کی مناسبت سے یہ اس کا نہایت موزوں علامتی نشان تھا۔ کرسمس میں خریداری کے اس جوش و خروش کے متعلق چوتھی صدی کا مصنف LIBANIUS بیان کرتا ہے کہ غیر عیسائی رومن سلطنت میں سال کا آخر تحائف لینے دینے اور دعوتیں کرنے کا تھا۔ چاروں طرف میز پر بھری نظر آتی تھیں اور ہر ایک شاہ خرچ بن جاتا تھا۔ سال بھر جمع کرنے والا ایک دم اپنا سرمایہ لٹانے لگتا تھا اور تحائف کی ندی بہنے لگتی تھی (بحوالہ CHRISTMAS (BY RITUALS OF TRADITIONS

پورے سال میں یہ وقت بلا شبہ خوشیاں منانے کا ہوتا تھا۔ آج ہی کی طرح ان مسلسل ضیافتوں میں یہ بات ضروری سمجھی جاتی تھی کہ کسی بھی میسر نشہ آور مشروب سے تلاشِ روح موسم کی جائے۔ نتیجۃً ہر طرف ایک عالم بے خودی طاری ہوتا تھا مگر اُن دنوں آمد و رفت کے جدید ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے مدہوش ڈرائیوروں کے ہاتھوں خوش قسمتی سے ٹریفک کے بڑے بڑے ہولناک حادثات نہ ہوتے تھے جو آج کل اس موقع پر کئی ملکوں میں نظر آتے ہیں۔

سانتا کلاز

فصل کٹنے کی مشرکانہ خوشیوں کا ایک اہم حصہ اکتوبر نومبر میں HALLOWEEN یعنی ایام الاولیا کے نام سے شروع ہوتا تھا اس میں نیک و بد دونوں قسم کی انسانی روحیں شامل سمجھی جاتی تھیں۔ اچھی بری خبریں لانے والے کئی ملکوں میں عموماً موسم سرما میں وارد ہوتے تھے سوان بزرگوں سے متعلق مشرکانہ داستانوں میں روایات نے مل کر انہی جیسی چند اور شخصیتوں کو جنم دیا۔ جنہیں آج ہم مختلف قوموں میں ST. MARTIN - ST. NICHOLAS - FATHER X-MAS - SANTA CLAUS - THE WEIHNACHTSMANN اور PERE NOEL کے ناموں سے جانتے ہیں۔ الغرض جو نام بھی انہیں دیا جائے۔ موسم سرما کے یہ مہمان ایک ہی قسم کا کردار ادا کرتے ہیں ان افسانوی شخصیتوں یعنی جرمن مشرکین کے خداؤں کی عیسائی گری کا مقصد واضح طور پر ایسی برکتوں کو دوام بخشنا تھا جن میں ان کے منانے والوں کے لئے درجہ بدرجہ سزا و جزا ہوتی تھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ صدیوں سے یہ رسومات زیادہ تر بچوں کے گرد ہی گھومتی نظر آتی ہیں۔

ایک طرف آتش دان کے پاس لٹکتی ہوئی جرابیں اور جوتے۔ دودکش کے راستے آنے جانے والے SANTA اور دوسری طرف اسی آتشدان سے منسلک جوتوں کے قدیم رسومات کے درمیان تعلق کا سمجھنا کوئی مشکل امر نہیں۔ یہ آتش دان گھروں میں آمد و رفت کے لئے خدایان شمس اور خدایان آتش کا قدرتی راستہ تھے۔ بالخصوص چینیوں میں ہزاروں سال سے یہ عام رواج تھا کہ وہ دیوتائے آتش کے استقبال میں گھروں کی جھاڑ پونچھ کیا کرتے تھے۔ ہر سال یہ دیوتا کیلی تیز سرخ ٹوپی اور سرخ واسکٹ پہنے دور آسمانوں سے نزول فرما کر جزا و سزا دیا کرتے تھے۔

از قلم :- جناب مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب

مثنوی مولانا روم

(چند اقتباسات بمعہ ترجمہ و تشریح)

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اور ان کی مثنوی کو کون پڑھا لکھا انسان نہیں جانتا۔ سچ ہے کہ ؎

مثنویٔ مولویٔ معنوی ۔ ہست قرآں در زبان پہلوی

کیونکہ مثنوی کے اکثر مضامین قرآن کریم کے مضامین کا فارسی زبان میں ترجمہ ہیں۔ اور بعض اشعار میں تو مولاناؒ نے قرآن مجید کے اپنے الفاظ کو موتیوں کی طرح پرو دیا ہے۔ قرآن کریم کی طرح ہی مولاناؒ عالم ظاہر کی چیزوں سے عالم باطن کے رازوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مثنوی راسخ العقیدہ ہونے کے ساتھ ایسی روشن خیالی کا مظہر ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ مولانا ترکی کے رہنے والے تھے مگر عربی و فارسی کو مادری زبان کی طرح جانتے تھے۔ قرآن حکیم، احادیث نبویؐ اور دوسرے مذہبی لٹریچر کا مولانا نے گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ وہ عام طور پر صوفیاء میں سے سمجھے جاتے ہیں مگر ان کا تصوف عملی زندگی اور دنیاوی ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔ کاش ایسے روشن دماغ اور ترقی پسند (مگر قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ کے سختی سے پابند) علماء مسلمانوں میں زیادہ ہوتے۔ عالم باطن کے رازوں کا پتہ مولانا نے ایسا دیا کہ ان کی مثنوی قیامت تک لوگوں کے لئے مشعل راہ ہوگی۔

مزید تمہید باندھے بغیر میں مثنوی سے چند اشعار اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کرکے پیش کرتا ہوں۔ کم سے کم میرے لئے تو وہ بہت سے باطنی رازوں پر سے پردہ اٹھانے کا باعث ہوئے۔ مثنوی کی ابتداء میں ہی مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند ۔ وز جدائی ہا شکایت میکند

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ۔ باز جوید روزگار وصل خویش

ترجمہ :- "بانسری کو سنو کہ وہ کیا حکایت بیان کرتی ہے، اور جدائی کی کیا شکایت کرتی ہے۔ جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے تو وہ پھر اس سے دوبارہ ملنے کے ایام کو ڈھونڈھتا ہے۔"

تشریح :

ہر جاندار شئے جب اپنی اصل سے جدا ہو جاتی ہے تو بے قرار ہو جاتی ہے (جیسے بچہ اپنی ماں سے جدا ہو جائے تو اپنی ماں کے لئے بے قرار رہتا ہے) درخت جاندار ہیں (جیسا کہ سائنس نے تصدیق کی ہے) اور بانسری بنانے کے لئے جو شاخ کاٹی جاتی ہے وہ کچھ عرصہ زندہ اور سرسبز رہنے کے بعد مر جاتی ہے۔ اگر بانسری بجانے والا اس میں پھونک مار کر اس میں دلکش اور سُریلی آوازیں نہ پیدا کرتا، آواز زندگی کی نشانی ہوتی ہے۔ اور لکڑی کی شاخ ویسے مر جاتی مگر بانسری بنا کر اس میں ابدی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو عالم ظاہر کی اس مثال سے مولانا رومؒ نے عالم باطن کے ایک راز پر سے پردہ اٹھایا ہے اور وہ یہ کہ انسان جو اللہ تعالیٰ سے جدا ہو کر اس دنیا میں آتا ہے وہ یہاں کی چند روزہ زندگی گذار کر درخت کی شاخ کی طرح مر جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جن میں اللہ تعالیٰ اپنی روح پھونک دے جس طرح کہ بانسری بنانے والا اپنی پھونک سے مردہ بانسری میں جان ڈال دیتا ہے۔ مولانا کا اشارہ قرآن حکیم کی آیت و نفخت فیہ من روحی کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی جب اخلاقی اور روحانی تکمیل کر لیتا ہے (جیسا کہ فرمایا "کہ جب میں اس کی تکمیل کر لوں اور اپنی روح اس میں پھونکوں") تو منجملہ اور باتوں کے اس انسان کو حیات ابدی مل جاتی ہے۔ جس طرح کہ مولانا کی تمثیل کے مطابق بانسری میں سانس پھونکنے سے ابدی جان پڑ جاتی ہے۔

مگر جس طرح بانسری بنانے کے لئے شاخ کو کاٹ کر اس کی اصل (یعنی درخت) سے علیحدہ کیا جاتا ہے، زندہ شاخ کو کاٹنا بذات خود اس شاخ کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں لمبی نالی نکالنا اور کئی ایک سوراخ ڈالنا تکلیف پہ تکلیف کا باعث ہوتے ہیں، تب جاکر اس مردہ لکڑی کے ٹکڑے میں جان پڑتی ہے۔ اسی طرح مومن پہ تکلیف پہ تکلیف آتی ہے تب جاکر وہ حیات جاودانی پانے کے قابل ہوتا ہے۔ مولانا کا اشارہ قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے تکالیف آنے کے فلسفہ کی طرف ہے کہ تکمیل نفس انسانی کے لئے تکالیف کا آنا ضروری ہوتا ہے اور تبھی جاکر اس میں نفخ روح ہوتا ہے تو وہ روح انسان کو ابدی زندگی بخشتی ہے اور ایسے اہل اللہ کے منہ سے تبھی وہ علوم اور معارف باطنی نکلتے ہیں جو بانسری کے سُروں کی طرح دل کو موہ لیتے ہیں۔ اور اسی سٹیج پر اس مومن کی روح اللہ تعالیٰ سے جدائی کا زبان حال سے شکوہ کرتی ہے جس طرح بانسری سے جو لَے نکلتی ہے وہ اپنے اصل یعنی درخت سے جدائی کی شکایت کی طرح دردناک ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ماں سے بڑھ کر رحم و محبت کرنے والا ہے وہ اپنے بندوں کو قیامت تک اپنے سے جدا نہیں رکھتا بلکہ اس نے دن میں کم سے کم پانچ مرتبہ (نمازیں) اپنے بندوں کو اپنے پاس بلایا ہے بلکہ نماز کے علاوہ بھی اپنے ذکر کثیر کا کہا ہے اور اس ذکر سے بندوں کی جدائی کی بیقراری کو اطمینان قلب میں بدلنے کا بندوبست فرمایا ہے قرآن کریم کی متعلقہ آیات یہ ہیں۔ یا یہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا ("اے لوگو جو ایمان لاتے ہو اللہ کا بہت ذکر کیا کرو") جو ہمیں اللہ کے عاشق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بوجہ کمال نظر آتا ہے کہ حضورؐ سو کر اٹھنے کے دم سے لے کر سارا دن بلکہ راتوں کے آدھے حصہ میں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے) اور اقم الصلوٰۃ لذکری (نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کرو) اور الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سن رکھو کہ اللہ کے ذکر میں ہی اطمینان قلب

ملتا ہے) اور پیغام اجل اللہ تعالےٰ کے لئے بیقرار بندہ کے لئے پیغام وصال بن جاتا ہے۔ اس راز کو صرف اللہ تعالےٰ کے عشاق ہی جانتے ہیں۔

(۲) ؎ تن زجان و جاں زتن مستور نیست ــ لیک کس را دید جاں دستور نیست

ترجمہ: "بدن سے جان اور جان بدن سے پوشیدہ نہیں لیکن یہ دستور نہیں کہ کوئی اپنی جان کو دیکھ سکے۔"

تشریح:

تن اور جان سے بڑھ کر کون ایک دوسرے کے نزدیک ہو سکتا ہے مگر کسی نے اپنی جان کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالےٰ بھی نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم انسان کی رگِ جان سے زیادہ ہر انسان کے نزدیک ہیں) ہوتے ہوئے دکھا نہیں جاتا۔ جس چیز کو دیکھ لیا جائے تو اس کی تلاش کم ہو جاتی ہے۔ مگر انسان کو اگر کسی کی آواز اندھیرے میں آئے تو آواز دینے والے کی جستجو بڑھتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو صرف اپنی آواز سنائی (وحی والہام کے ذریعہ) مگر دیدار نہ دیا تاکہ ذوقِ طلب انسان کے اندر پیدا ہو۔

(۳) ؎ محرم ایں ہوش جز بیہوش نیست ــ مر زباں را مشتری جز گوش نیست

ترجمہ: اس ہوش کا محرم (راز دان) بیہوش کے سوا نہیں۔ چنانچہ زبان کا خریدار کان کے سوا نہیں ہوتا (جو بیہوش کی طرح حرکت نہیں کرتا)

تشریح:

زبان کی بات آنکھ نہیں جان سکتی (جو ہر آن حرکت میں ہوتی ہے) حالانکہ وہ زبان سے نزدیک ہے مگر کان سن سکتے ہیں اس لئے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر بے سکت اور بیہوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی آواز وہی طالب سن سکتا ہے جو اس کے لئے ہمہ تن گوش کیا بے ہوش ہو کر مردہ کی طرح بلا حرکت ہو جائے یعنے فنا فی اللہ ہو کر مردہ کی طرح ہو جائے۔

(۴) ؎ یک کنیزک دید شاہ بر شاہراہ ــ شد غلام آں کنیزک جانِ شاہ

ترجمہ: "ایک بادشاہ (شکار کو گیا تو اس) نے راستہ میں ایک لونڈی دیکھی (وہ اتنی پرکشش تھی) کہ بادشاہ کی جان اس لونڈی کی غلام ہو گئی۔"

تشریح:

اس لمبے قصہ کا مقصد یہ سبق سکھانا ہے کہ نفسِ انسانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس بادشاہ نے ایک لونڈی کے لئے اپنے ہوش و حواس کھو دیئے اس لئے انسان کو اپنے نفس کا غلام نہیں ہونا چاہیئے بلکہ نفس کو اپنا غلام بنانا چاہیئے۔ کچھ اور نکات مولانا نے اس قصہ میں بیان کئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

ا: لا الٰہ الا اللہ میں انسان کو اپنے نفس کی غلامی سے نجات ملتی ہے اور محمد رسول اللہ کے الفاظ بعد میں آنے کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے رسولؐ پر ایمان لانا اور اطاعتِ رسولؐ ہے۔

ب: نفسِ انسانی کو اگر قابو میں نہ کیا جائے تو وہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں بھی بے ادبی کر بیٹھتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے بے ادبی کی جب من و سلویٰ کی جگہ جو آسمان سے آتا تھا (یعنے بلا انسانی کوشش ملتا تھا) گھٹیا چیزوں کے لئے فرمائش کی بے ادبی کی تو انہیں بطور سزا کھیتی باڑی کی سخت محنت کرنی پڑی۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے آسمان سے (یعنے آسمانی اسباب کی وجہ سے بکثرت ملنے والے رزق کو بنی اسرائیل نے ذخیرہ کرنا شروع کیا اور اس طرح وہ سڑا ہوا رزق کھاتے رہے اور یہ نتیجہ تھا خدا تعالےٰ کے وعدہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کہ وہ رزق فراوانی سے ہمیشہ دیتا رہے گا۔

(۵) ؎ چوں کسے را خار در پایش خلد ــ پائے خود را بر سرِ زانو نہد

واز سرِ سوزن ہمی جوید سرش ــ ور نیابد مے کند بالب ترش

خار در پا شد چنیں دشوار یاب ــ خار در دل چوں بود واده جواب

خار دل را گر بدیدے ہر خسے ــ کے غماں را دست بودے بر کسے

ترجمہ: اگر کسی کے پاؤں میں کانٹا لگے تو وہ بیتاب رہتا ہے جب تک اسے نکال نہ لے) وہ اپنے پیر کو اپنے زانو پر رکھ کر کانٹے کو سوئی سے ڈھونڈتا ہے اور اگر نہ پائے تو اپنے تھوک سے اس جگہ کو گیلا کرتا ہے۔ مگر دل میں (گناہ یا بدی کا) کانٹا کھٹکے تو انسان کس طرح چین سے رہتا ہے؟ (ہر کس و ناکس اسے دیکھ سکتا ہوتا تو انسان ان غموں پر قابو پا لیتا۔ (اس سے مولانا روم نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف مرشد یا پیرِ کامل دل سے گناہوں کو نکال باہر پھینک سکتا ہے۔)

نوٹ: مندرجہ بالا اشعار کا ترجمہ میں نے بطور FREE TRANSLATION یعنے آزادانہ کیا ہے جس کے لئے میں قارئین سے معافی چاہتا ہوں۔
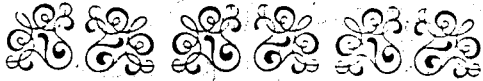
جذباتِ عاجز

بن ہی جاتا ہے ایک دن کندن

خواہشِ نفس جو کچلتا ہے ــ دامِ شیطاں سے بچ نکلتا ہے

جسم یارب کہ سایۂ ظلمت ــ نور کے ساتھ ساتھ چلتا ہے

عمر بھی گھٹ رہی ہے ویسے ــ جیسے جیسے یہ وقت ڈھلتا ہے

موت ہر ذی نفس کو آئے گی ــ کس کے سر سے یہ وقت ٹلتا ہے

کل اسی خاک میں سمائے گا ــ آج جس پر اکڑ کے چلتا ہے

اک فسانہ ہے جامِ آبِ حیات ــ نظمِ فطرت کہاں بدلتا ہے

جانے والا جہاں سے وقتِ سفر ــ یاس و حسرت سے ہاتھ ملتا ہے

نفس کی سرکشی معاذ اللہ ــ میں سنبھلتا ہوں یہ مچلتا ہے

منکرینِ خدا یہ بتلائیں ــ کیڑا پتھر میں کیسے پلتا ہے

کس طرح اس پہ اعتماد کریں ــ اپنے اقوال جو بدلتا ہے

بن ہی جاتا ہے ایک دن کندن ــ عشق کی آگ میں جو جلتا ہے

آئینہ دل کا ناصح ناداں ــ حسنِ اخلاق سے نکھلتا ہے

معصیاتِ حیاتِ رفتہ پر ــ آنکھ روتی ہے دل ابلتا ہے

آدمی وہ ہے جس کا اے عاجزؔ

خوفِ محشر سے دل دہلتا ہے

انسان کی باطنی اور روحانی ترقی

خطبہ جمعہ فرمودہ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء
بمقام جامعہ احمدیہ دار السلام لاہور

تشہد اور تعوذ کے بعد: سورۃ شریفہ النّٰزعٰت: ۷۹ کی آیات ۱ تا ۵ کی تلاوت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ترجمہ کیا۔

"گواہ ہیں ڈوب کر نکال لینے والی۔ اور خوشی سے آگے چلنے والی اور تیزی سے شغل (یا کام) میں لگ جانے والی۔ پھر سبقت کرتے ہوئے آگے بڑھ جانے والی پھر معاملہ کی تدبیر کرنے والی (جماعتیں)"

اور فرمایا کہ۔ ان آیات کا ترجمہ کرنا تو اتنا مشکل نہیں مگر ان کی تفسیر کرنا بہت مشکل ہے۔ اسی لئے مفسرین نے مختلف تفسیریں کی ہیں جن کی تفصیل میں میں نہیں جاتا کیونکہ خطبہ کا وقت محدود ہے۔ مگر خدا بھلا کرے بعض ابتدائی زمانہ کے مفسرین کا کہ انہوں نے ایسی تفسیریں کی ہیں کہ بعد میں آنے والوں کی مشکل نسبتاً آسان ہو گئی ہے۔ اُن میں سرفہرست ہیں حضرت ابن عباس جن کو قرآن حکیم کا علم دیئے جانے کے لئے حضور سرورِ کائنات صلعم نے دعا فرمائی تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ "ناشطات" سے مراد مومنوں کے نفوس (جو نفس کی جمع ہے) ہیں جو موت کے وقت خوشی سے اگلے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ اسی طرح تفسیر سعدی میں لکھا ہے کہ ان آیات میں نفوس مراد ہیں جو موت کے ساتھ اپنے رب کی طرف نکلتے ہیں اور حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا ہے کہ "سابقات" کے معنی وہ نفوس انسانی ہیں جو موت کے وقت فرشتوں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ ان بزرگوں نے بجا فرمایا ہے کہ ان آیات میں ذکر نفوس انسانی کا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اُن کے بیان کردہ مفہوم کا ان آیات کے سیاق و سباق سے کیا تعلق ہے کیونکہ قرآن کریم کی یہ خوبی ہے کہ اس کی کوئی بات بے تعلق نہیں ہوتی۔ پھر ان بزرگوں نے ان آیات کا مفہوم موت اور اگلے عالم کا لیا ہے۔ مگر ان آیات کے بعد پھر اس سورۃ میں اسی دنیا کی زندگی سے متعلق باتیں مذکور ہیں تو مضامین کی ترتیب کچھ ٹھیک سی نہیں بیٹھتی۔ پھر [illegible] صالحین کے زمانہ میں آخرت اور اگلی زندگی پر ایمان اکثر لوگوں کا تھا بلکہ میں کہوں گا کہ اسلام کے آنے کے بعد سب لوگوں کا ایمان ایسا ہی شدھرا ہوا ہوتا تھا۔ مگر آج کل بدقسمتی سے منکرین آخرت بہت ہیں۔ قرآن کریم کا یہ کمال ہے کہ اس کی آیات کا مفہوم ایسا جامع ہوتا ہے کہ وہ تمام زمانوں کے (اور مختلف عقائد رکھنے والے) لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہوتا ہے۔ اس لئے یہ معجزانہ کتاب اگر آخرت کا ذکر کرتی ہے تو اس کا نظارہ اس دنیا میں بھی دکھا دیتی ہے۔ تاکہ منکرین آخرت اس کو دیکھ کر ہدایت پا جائیں یا کم از کم اُن پر اتمام حجت ہو۔ سو میری یہی کوشش ہوگی کہ ان آیات کا نہ صرف سیاق و سباق سے تعلق بتاؤں بلکہ دنیا اور آخرت دونوں پر ان کا اطلاق کیسا عمدگی سے ہوتا ہے وہ ظاہر کروں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

سو پہلے تو میں ان آیات مبارکہ کے سیاق و سباق سے تعلق کے سوال کو لیتا ہوں۔ اس سورۃ سے معاً قبل سورۃ النّبأ ہے جس میں آخرت کے محاسبہ کا ذکر ہے۔ وہ اس قدر ہولناک ہے کہ ہر ذمہ دار انسان کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے کہ وہ معلوم کرے کہ وہ اس ہولناک انجام سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ اسی طرح موجودہ سورۃ میں بھی آخرت کے محاسبہ اور مجرموں کو سزا دیئے جانے کا ذکر ہے۔ تو سیاق و سباق دونوں میں آخرت کے دل دہلا دینے والے بیان سے انسان بے قرار ہو جاتا ہے یہ جاننے کے لئے کہ وہ آخرت میں کس طرح سرخرو ہو۔ مگر انسانوں میں وہ سنگدل انسان بھی ہوتے ہیں جو آخرت کا انکار ہی کر دیتے ہیں یہ کہہ کر کہ انسان تو قبر میں گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے تو اُسے دوبارہ کون زندہ کر سکتا ہے۔ تو قرآن حکیم نے اس کا دوہرا جواب دے کر اس شیطانی وسوسہ کو رد کیا ہے۔ اوّل تو یہ فرمایا کہ جس خلّاق العلیم نے انسان کو پہلے مٹی سے پیدا کر کے زندگی بخشی وہ کیا دوبارہ اُسے مٹی سے ہی نیا جنم نہیں دے سکتا۔ دوئم یہ فرمایا کہ روز قیامت انسان کا اس دنیا کا گلا سڑا بیمار بوڑھا کھایا ہوا نکما جسم نہیں اُٹھایا جائیگا بلکہ مرنے پر انسان کے جسم کو چھوڑ کر جو چیز اگلے عالم میں چلی جاتی ہے وہ انسان کا نفس ہوتا ہے۔ اُس نفس کو وہاں ایک نیا اور ہمیشہ قائم رہنے والا جسم دیا جائے گا جس پر جزا اور سزا وارد کی جائے گی۔ تو انسان کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ "نفس" کیا چیز ہے؟

اس سوال کا جواب صرف قرآن حکیم نے دیا ہے۔ اور دوسری تمام الہامی کتابیں اس بارہ میں خاموش ہیں جس سے قرآن کریم کے افضل اور برتر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ انسان کو پیدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ اُس میں اپنی روح پھونکتا ہے (ونفخت فیہ من روحی) مگر انسان کے جسم میں رہ کر اس روح میں تغیرات ہر آن پیدا ہونے لگتے ہیں جو انسان کی مختلف حالتوں اور اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مثلاً انسان پر پہلے تو بچپن کا زمانہ آتا ہے پھر لڑکپن پھر جوانی پھر بڑھاپا آتا ہے۔ پھر انسان پر مختلف حالات وارد ہوتے رہتے ہیں مثلاً صحت یا بیماری، دکھ یا سکھ، آسائش یا تنگی، خوشی یا غم، محنت یا آرام وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ انسان ہر آن کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے۔ مثلاً نیکی یا بدی خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی یا اگر انسان کچھ نہ کر رہا ہو بلکہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہو تو وہ بھی بدی ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل میں اچھے یا بُرے خیالات اُٹھتے رہتے ہیں۔ تو اگر انسان بُرے خیالات کو فوراً توبہ استغفار کر کے اپنے دل سے نکال نہ دے اور وہ ٹک جائیں تو وہ بھی اپنا بُرا اثر اس کی روح پر ڈالتے رہتے ہیں جس طرح کہ اچھے خیالات اچھا اثر ڈال رہے ہوتے ہیں۔ الغرض ان تمام حالتوں میں سے (جن میں سے محض چند کا ذکر میں نے مثال دینے کے لئے کیا ہے) انسان گذرتا رہتا ہے۔ تو وہ تجربات انسان کی روح پر اثر ڈالتے رہتے ہیں۔ اور وہ روح جو انسان میں اُس کی پیدائش کے وقت ڈالی جاتی ہے وہ پہلی گھڑی سے ان تمام اچھے یا بُرے اثرات سے متاثر ہو کر ایک "نفس" یا شخصیت بنتی چلی جاتی ہے جسے انگریزی میں Personality کہا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں انسان کی پیدائش کے وقت جو چیز پھونکی جاتی ہے۔ اُس کے لئے تو لفظ "روح" آتا ہے مگر اُس کے بعد ہمیشہ اُس کے لئے لفظ "نفس" آتا ہے

لفظ روح دو اور معنوں میں بھی آتا ہے یعنی وحی الٰہی کے لئے اور فرشتہ کے لئے۔ مگر انسان کے اندر جو چیز خدا کے پاس سے آتی ہے اُس کے لئے ہمیشہ لفظ "نفس" آتا ہے یہانتک کہ انسان کی وفات کے وقت بھی ہم اُردو زبان میں تو قبض روح کا ذکر کرتے ہیں مگر قرآن حکیم میں اُس وقت کے لئے بھی لفظ "نفس" آتا ہے جیسا کہ فرمایا کہ "اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضٰی علیھا الموت و یرسل الاخرٰی الٰی اجل مسمّی" یعنی "اللہ تعالیٰ نفسوں کو قبض کرتا ہے اُن کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں اُن کی نیند کے وقت پھر اُن (نفسوں) کو روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم ہو چکا ہے اور دوسروں کو (یعنی جو سو رہے ہیں) وقت مقرر تک واپس بھیج دیتا ہے۔"

اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کے حضور مرنے کے بعد حاضر ہوتا ہے اُسے بھی "نفس" کہا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ "وجاءت کل نفس معھا سائق و شھید" (سورۃ ق ۵۰ آیت: ۲۱) یعنے اللہ کے حضور میں حاضر ہوگا ہر نفس جس کے ساتھ اُس کو ہنکانے والا اور گواہ بھی ہوں گے۔ یہ ہنکانے والا کون ہے؟ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے انگریزی ترجمۃ القرآن میں بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے کہ سائق کے معنے بدی کی تحریک کرنے والے کے ہیں۔ (یعنی شیطان کے) اور شہید کے معنی نیکی کی ترغیب دینے والا (یعنی فرشتہ کے ہیں)۔ شیطان کے لئے لفظ سائق استعمال فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کے جذبات اور خواہشات کو بھڑکانے والا بنایا ہے جو جذبات و خواہشات کہ انسان کو حرکت میں لاتے ہیں۔ اسی لئے شیطان کو ہنکانے والا فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی موزوں لقب شیطان کے اس کام کے لئے نہیں ہو سکتا تھا اور "گواہ" کا لقب اس فرشتہ کے لئے استعمال

فرمایا جو انسان میں نیکی کی تحریک پیدا کرتا ہے اور وہ بطورِ گواہ پیش ہوگا کہ آیا انسان نے نیکی کی تحریکات پر عمل لیا یا بدی میں مبتلا ہوا۔ یہ عجیب فلسفہ ہے جو قرآن حکیم نے ہی بیان فرمایا ہے کہ انسان کے اندر جو جذبات اور خواہشات رکھے گئے ہیں۔ وہ اگر حدود اللہ کے اندر رکھے جائیں تو انسان کے لئے مفید ہیں مگر شیطان انہی کو بھڑکا کر اور حد سے تجاوز کرا کر انسان سے بدی کراتا ہے۔ مثلاً ہر شخص کے اندر دولت کمانے کی خواہش ہے۔ اُس خواہش کو خدا تعالیٰ کی قرآن حکیم میں بتائی ہوئی حدود کے اندر رکھا جائے تو وہ مال و دولت نہ صرف انسان کے کام آتی ہے بلکہ فرشتہ کی تحریک پر وہ دولت دوسری کے کام بھی آتی ہے جن میں سب سے زیادہ بڑی نیکی خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ مگر شیطان اس مال و دولت کمانے کی خواہش کو بھڑکا کر اور حدود اللہ سے آگے بڑھا کر حرام مال کھانے یا اُسے بُرے کاموں میں خرچ کراتا ہے اس لئے جذبات اور خواہشات کو حدود اللہ کے اندر رکھنا شیطان کو جو ان جذبات اور خواہشات کو بڑھکانے کے لئے مقرر ہوا ہے اپنا فرمانبردار بنانا ہے۔ اس بات کی وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات صلعم نے جب فرمایا کہ ہر انسان کے اندر اُس کا شیطان ہوتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا حضورؐ کے اندر بھی شیطان ہے؟ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں۔ مگر میرے رب نے میری مدد فرمائی تو میرا شیطان "مسلمان" ہو گیا۔ جس کے معنے ہیں کہ وہ میرا فرمانبردار ہو گیا۔ اور آج کے خطبہ کے آخر میں عرض کروں گا کہ یہ مقام ہی انسان کے لئے اعلیٰ ترین مقام ہے۔

تو آج کی آیات میں جو میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہیں یہ فرمایا کہ نفسِ انسانی کو جس نے مرنے پر آگے جانا ہے اور جوابدہی کرنی ہے اور جس نے جنت یا دوزخ میں داخل ہونا ہے (جس دوزخ کے ہولناک ہونے کا ذکر اس سورت میں اور اس سے پچھلی سورت میں دل کو دہلا دیتا ہے) اُس نفس کی اصلاح اور پرورش کس طرح ہو سکتی ہے تاکہ وہ دنیا اور آخرت کے جہنم سے بچ سکے۔ نفس ہر انسان کے اندر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو بصیرت دی ہے جس کے معنی ہی دل کی آنکھ سے دیکھنا بمقابلہ ظاہر کی آنکھ سے دیکھنا ہوتا ہے) جیسے کہ فرمایا بل الانسان علیٰ نفسہٖ بصیرۃ (سورۃ القیامۃ ۷۵۔ آیت ۱۴) سو انسان اگر دل کی آنکھ سے اپنا باطن میں جستجو کرے تو اُسے اپنے نفس کے حالات کی خبر ہو جاتی ہے اور اپنے عیب اور ثواب نظر آ جاتے ہیں مشکل یہ ہے کہ شیطان جس نے خود تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی (ابٰی واستکبر وکان من الکافرین۔ سورۃ البقرۃ۔ آیت ۳۴) وہ انسان کے دل کی آنکھ پر بھی تکبر کی پٹی باندھ کر انسانوں کو اس کے عیبوں سے اندھا کر دیتا ہے ایک اور مشکل یہ ہے کہ اکثر انسان تکبرِ نفس کی وجہ سے ہی اپنے اندر شیطان کے ہونے میں اپنی ہتک سمجھتے ہیں اور اس لئے وہ اُس کا انکار کر دیتے ہیں۔ بعض انسانوں کو لگتا ہوگا کہ بڑی عیب ہوتی ہے کہ انسان کے اندر کوئی عیب یا نقص ہو۔ تو شیطان جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مصلحت کے ماتحت ہر انسان کے اندر رکھا ہے اُس کی ہستی کو اپنے اندر ماننے میں انسان کی کوئی ہتک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ نے انسان کے باطن میں شیطان کو اس لئے لگایا ہے کہ وہ انسان میں بدی کی تحریک کرے۔ اور جب انسان اس کے ورغلانے میں نہ آ کر سچ بولتا ہے تو ہی وہ پھر قابلِ اجر نیکی بن جاتی ہے۔ اس بات کو شاید کوئی معمہ سمجھے مگر اگر میں ایک مثال دوں تو آپ کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ انسان کے بولنے کو بطورِ مثال لے لیجئے۔ انسان یا تو سچ بولتا ہے (جو نیکی ہے) یا جھوٹ (جو بدی ہوتی ہے)۔ اگر ایسا ہوتا کہ انسان صرف سچ ہی بول سکتا ہوتا تو نہ تو اُسے نیکی کہہ سکتے تھے اور نہ اس کا کوئی اجر ہوتا کیونکہ اس صورت میں جھوٹ بولنا تو انسان کے لئے ممکن ہی نہ تھا اور وہ فطرتاً صرف سچ ہی بول سکتا تھا۔ - - - - - - - مگر جونکہ شیطان جھوٹ کی تحریک انسان کے اندر پیدا کرتا ہے تو ہی سچ بولنے میں اُس تحریک کو رد کر کے انسان جو بولتا ہے وہ سچ بن کر ایک خوبی بن جاتا ہے۔ اور اُسے اجر کے قابل بناتا ہے۔

تو اب میں عرض کروں گا کہ آج کی آیات کا ہماری روزانہ کی زندگی سے کیا تعلق ہے اُس پس منظر میں جو میں نے ابھی بتایا ہے۔ النّٰزعٰت نزع سے ہے جس کے معنی "کھینچ کر علیحدہ کرنے" کے ہیں۔ اسی لئے موت کے وقت کو عالمِ نزع کہا جاتا ہے کیونکہ اُس وقت ملک الموت انسان کے نفس کو کھینچ کر اُس کے جسم سے علیحدہ کرتا ہے۔ تو آج کی پہلی آیت والنّٰزعٰتِ غرقاً کے معنے ہوئے کہ نفسِ انسانی کی اصلاح پہلے یوں ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے نفس کو بدی کی تحریک کے وقت اُسے کھینچ کر بدی سے بچائے اور اس مقصد کے لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی گہرائیوں میں اُتر کر اس کے عیبوں اور برائیوں سے آگاہ ہو کر اپنے آپ کو کھینچ کر اُن سے علیحدہ کرے یعنی شروع شروع میں بُرائیوں سے بچنے کے لئے انسان کو تکلفاً اپنے آپ کو کھینچ کر بُرائی سے علیحدہ کرنا پڑتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ انسان کو اپنے باطن میں سطحی نظر ڈالنے سے اپنے نفس کی برائیاں نظر نہیں آتیں۔ اس لئے آیت مذکورہ بالا میں لفظ غرقاً استعمال ہوا ہے کہ انسان کو اپنے نفس کی گہرائیوں میں اُتر کر اس کے عیبوں اور بُرائیوں کو ڈھونڈ کر اپنے آپ کو کھینچ کر اُن سے علیحدہ کرنا پڑتا ہے تب اس کے نفس کا تزکیہ جاکر ہوتا ہے۔

اگلی آیت والنّٰشطٰتِ نشطاً میں انسان کو خوشخبری دی گئی ہے کہ نفسِ امّارہ سے اس کی یہ کشمکش ہمیشہ نہیں رہتی۔ بلکہ اگر انسان صبر سے لگا رہے تو پھر اپنے نفس کی اصلاح میں انسان کو خوشی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور وہ خوش خوش آگے باطنی و روحانی ترقی کرنے لگتا ہے۔ اس سے اگلی آیت والسّٰبحٰتِ سبحاً میں مزید حوصلہ افزائی فرمائی کہ پھر نفس کی اصلاح میں انسان منہمک ہو کر اس کام کو جلدی جلدی مکمل کرنے لگ جاتا ہے۔ اُس سے اگلی آیت فالسّٰبقٰتِ سبقاً میں فرمایا کہ پھر انسان نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت - - - - - - - لینے کا خدام ٹھانے لگتا ہے جس میں انسان جیتے تو خوشی اور ہارے تو بھی خوشی ہوتی ہے۔

آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ جب رسول اللہ صلعم نے غزوۂ تبوک کے لئے چندہ کی اپیل کی تو حضرت عمرؓ نے سوچا کہ انفاق فی سبیل اللہ میں اس سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ اُن سے ہمیشہ بازی لے جاتے ہیں تو اس دفعہ میں (حضرت عمرؓ) اُن سے بازی جیت جاؤں گا۔ اس لئے وہ اپنے گھر جا کر اپنا آدھا مال و متاع لے آئے۔ اور رسول اللہ صلعم کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اپنا مال و متاع لے کر آئے اور حضورؐ کے آگے ڈال دیا۔ اس قدر مال و متاع کو دیکھ کر رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ "عمر تم کیا لائے ہو"؟ تو حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ جو کچھ میرے پاس تھا اس کا آدھا لایا ہوں۔ تب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکرؓ سے وہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کی کہ جو کچھ پاس تھا لے آیا ہوں اور گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ "عمرؓ کا ایمان ابوبکرؓ سے آدھا ہے"۔ اس مقابلہ میں حضرت عمرؓ کو ہار جانے پر بھی خوشی ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ کو تو خیر دل میں خوشی اور اطمینان ضرور پیدا ہوا ہوگا۔

اور انسان کی باطنی و روحانی ترقی کی انتہا کے لئے آج کی آیات میں فرمایا فالمدبّرٰتِ امراً یعنی اس مقام پر پہنچ کر انسان اپنے معاملات کو بغیر کسی غلطی یا گناہ کے خود جس طرح چاہے کرنے لگتا ہے۔ اور اس سے سوائے نیکیوں کے اور کچھ نہیں سرزد ہوتا۔ اسی مقام پر پہنچ کر حضور سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے یعنی وہ حضورؐ کا فرمانبردار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم بھی باطنی اور روحانی اصلاح اور ترقیات کو انہی طریقوں سے انجام تک پہنچائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

راہِ وفا کے مسافر

مرزا مظفر بیگ ساطع مرحوم

(از قلم ۔ ہومیو ڈاکٹر مرزا ٹیپو سلطان بیگ)

اسیٹ آباد ضلع [illegible] کے نواحی گاؤں شیخ البانڈی میں ۲۰ اپریل ۱۹۰۱ء میں ولادت ہوئی ۱۹۱۴ء میں ایک رات خواب میں حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار دیتے ہوئے فرمایا ۔ کہ جاؤ کافروں کو قتل کرو۔ ۱۹۲۵ء میں اشاعت اسلام کالج لاہور میں داخلہ لیا ۔ یہودی ۔ عیسائی ۔ اور ہندو مذہب اور اسلام کا باقاعدہ مطالعہ کیا ۔ عربی اور سنسکرت حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی کی نگرانی میں زیور ۔ توریت ۔ انجیل اور قرآن و حدیث کے علوم میں دسترس حاصل کی ۔ بعد ازاں علی پور ضلع مظفر گڑھ میں مطالعہ کا کافی وقت ملا ۔ لاہور میں ہندوؤں کے مایہ ناز پنڈت دھرم بھکشو سے سب سے پہلا مقابلہ ہوا ۔ مضمون تھا "ہندوؤں کے وید محفوظ ہیں یا قرآن مجید" دو گھنٹے مناظرہ جاری رہا ۔ ہر قدم پر ہندو پنڈت کو پچھاڑتے جاتے اور مسلمان نعرہ تکبیر بلند کرتے رہے ۔ آخر پنڈت نے [illegible] ہو کر چیلنج کیا کہ جو عبارت سنسکرت پڑھی گئی ہے وہ ہمارے کتاب ستیارتھ پرکاش میں سے نکال کر دکھائی جائے تو میں اپنے سر کی بودی کٹوا دوں گا بصورت دیگر آپ کو اپنی داڑھی منڈوانا ہو گی چیلنج فوراً منظور کر کے پنڈت کو سٹیج پر آ کر متذکرہ عبارت مذکورہ کتاب میں اپنی آنکھوں سے پڑھنے کی دعوت دی تمام پبلک پر سناٹا چھا گیا کہ دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے ۔ مگر پنڈت نے تو راہِ فرار میں عافیت سمجھی ۔ اور مسلمان مارے خوشی کے تکبیر کے فلک شگاف نعرے لگانے لگے ۔ الحمدللہ اس کے بعد ہندوستان بھر کے بڑے بڑے شہروں میں ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے بھی کئی ایک معرکے ہوئے تو خدا نے انہیں فتح و نصرت سے نوازا ۔

خواب میں جس تلوار کا پہلے ذکر ہے یہ علم و دلائل کی تلوار تھی ۔ جس کی چمک ایک دنیا نے دیکھی اور ان فتوحات کا ذکر اخبارات میں ساتھ ساتھ آتا رہا ۔ نیوزی لینڈ اور جنوبی امریکہ کے درمیان واقع جزائر فیجی میں ہندو پنڈتوں اور عیسائی پادریوں نے مسلمانوں کو بے حد تنگ کر رکھا تھا ۔ رات دن مناظرے کے چیلنج دیئے جانے لگے ۔ آخر تنگ آ کر فیجی کی مسلم لیگ نے جمعیت العلمائے ہند کو لکھ بھیجا کہ ہمارے خرچ پر آپ ایک ایسا عالم بھیجیں جو دشمنانِ دین کا مقابلہ کر سکے ۔ جواب آیا کہ ہمارے پاس علماء تو بہت ہیں مگر انہیں دیگر مذاہب کی کتب کا علم نہیں ۔ افسوس ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے ۔ پھر فیجی مسلم لیگ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کو لکھا کہ ہمارے دکھ کا کچھ مداوا کریں مگر ان کے پاس بھی ایسا کچھ انتظام نہ پایا ۔

ماسٹر محمد عبداللہ جب جزائر فیجی گئے تو انہوں نے پتہ دیا اور وہاں سے باقاعدہ دعوت ملنے پر آپ نے اپریل ۱۹۳۳ء میں جزائر فیجی کا رخ کیا ۔

وہاں پہنچنے پر پہلے ہی دن خوش آمدید کا جلسہ رکھا گیا ۔ ہندو ۔ عیسائی اور مذہب اسلام پر تین گھنٹے لیکچر دیا ۔ مسلمانوں کو اتنے عرصہ بعد مذاہب اسلام کی اتنی بڑی سر بلندی پہلی دفعہ سننے میں ملی تو بہت دیر تک تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے رہے ۔

سٹیج پر ہندو پنڈت اور عیسائی پادری موجود تھے ۔ جناب مظفر بیگ صاحب ساطع نے پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ حضرات میں یہاں لڑنے کے لئے بلایا گیا ہوں اور لڑنے آیا ہوں ۔ میں نے اس وقت عیسائی اور ہندو مذہب کے مقابلہ میں اسلام کا جو نقشہ پیش کیا ہے ۔ اگر کسی کو ہمت ہے تو وہ میرے دلائل کو توڑ کر دکھائے ۔ میں انہیں کھلا دعوت دیتا ہوں ۔ مگر کسی کو چیلنج قبول کرنے کی ہمت تک نہ ہوئی ۔

چار سال تک فیجی میں دین کا ڈنکا بجایا ۔ خدمات اور فتوحات کے سلسلہ میں مسلمانانِ فیجی نے سونے کا ایک چاند تارا اور پانچ میڈل دیئے ۔

تمغوں پر یہ عبارت درج ہے ۔

۱۔ شیر (دین)
۲۔ شیر دل
۳۔ (دین) کا ایک سچا سپاہی
۴۔ ۔۔۔ کی تلوار ۔
۵۔ فاتح فیجی ۔

دینی کمالات کے ساتھ ساتھ دنیاوی لحاظ سے بھی خوب ترقی پائی ۔ ایک عرصہ تک ہومیو پیتھک معالج کی حیثیت سے دکھی انسانیت کی خدمات ادا کرتے رہے ۔ اعتراف کے طور پر ۱۹۷۵ء میں لائل پور ہومیو پیتھک ایسوسی ایشن نے اپنا صدر منتخب کیا ۔

آخر اپنی دس سال قبل بیان کردہ پیشگوئی کے مطابق آپ نے ۲۴ ۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں وفات پائی ۔

وہ ہستیاں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کو دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں ۔

بقیہ از صفحہ ۴

بقیہ از صفحہ ۴

میں سالانہ چندہ کی رقم بہت کم ہے اس لئے تجویز کیا گیا ہے کہ نئے سال سے اخبارات کے سالانہ چندہ جات حسب ذیل ہوں ۔

لائٹ

پاکستان	-/۷۵ روپے
بیرون پاکستان	-/۱۵ ڈالر

پیغام صلح

پاکستان	۱۰۰ روپے
بیرون پاکستان	۲۰ ڈالر

احمدیہ انجمن (لاہور) جزائر فیجی

احمدیہ انجمن (لاہور) جزائر فیجی کا "نیوز لیٹر" مجریہ برائے اپریل ۔ ستمبر ۱۹۸۹ء کے مطابق صبح کے براڈکاسٹ پروگرام ماہ اکتوبر میں ۱۱ اور ۲۸ تاریخ کو نومبر میں ۲۰ تاریخ کو اور دسمبر کی ۲ تاریخ کو نشر ہوئے ۔

• جامع نور کے نئے ٹیلی فون کا نمبر ۴۹ ۳۱۳۵ ہے ۔

• فیجی انجمن کے وائس پریذیڈنٹ جناب اے حمید خان عارضہ قلب کی وجہ سے چھ ماہ تک نیوزی لینڈ میں زیر علاج رہے ہیں ۔ اور ان کا اپریشن ہونا ہے ۔ احباب ان کے کامیاب اپریشن کیلئے دعا فرمائیں ۔

• ماہ جون میں ڈیمیرارا احمدیہ یوتھ موومنٹ کا چارج ٹاؤن ۔ گیانا میں ایک افتتاحی اجلاس ہوا گیانا احمدیہ جماعت کے امام محمد رشید صاحب نے محترم سعید صاحب اور محترم رفیق مرزا نے خطاب کیا ۔ اس موومنٹ کا ہر ماہ باقاعدہ اجلاس ہوا کرے گا تنظیم کی ضروری خریداری کے لئے تقریباً سات سو ڈالر کا چندہ جمع ہوا ۔

• انٹر فیتھ آرگنائزیشن کا ایک کامیاب اجلاس ماہ جولائی میں جامع نور میں منعقد ہوا ۔ احمدیہ انجمن ۔ فیجی آریہ سماج ۔ رومن کیتھولک چرچ اور بہائی مذہب کے نمائندگان اور دیگر مختلف حلقوں نے اس میں شرکت کی ہماری جماعت کے نمائندے محترم نظام الدین صاحب نے ایک مقالہ بعنوان "آپ اپنے مذہب و عقیدے کے حوالے سے قومی تعمیر کے کام کو کس طرح کرنا چاہتے ہیں" پڑھا بعد ازاں گرما گرم بحث شروع ہوئی ۔ اس پروگرام سے پہلے شرکاء اجلاس کو چائے پیش کی گئی ۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام دہلی مسلم بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۵۲۲
تار کا پتہ: تبلیغ

مدیر: ریاض احمد

فون نمبر
۸۶۳۲۶۰
۸۶۲۹۵۶
قیمت ۲/۲ روپے

جلد: ۷۳	بتاریخ ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ ۔ بمطابق ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء	شمارہ: ۲

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

اُن دوستوں کے لئے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں

عزیزان بے خلوص و صدق نکشائند راہے را ⁘ مصفّا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا

"اے میرے دوستو جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اُس سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ہر یک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کریگا کہ (دین) کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم اسوقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانیکی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہونگی جن سے خدا تعالےٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دُوسری خُدا کی بھی ـــــــ یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالےٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں اگر خُدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا ہم کیونکر خُدا تعالےٰ کو راضی کریں اور وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقوٰے سے ۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقوٰے یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالےٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔"

(ازالہ اوہام ۸۲۵/۸۲۶)

تسلیم و رضا کے پیکر

در حقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خدا کے واسطے

دولتِ دنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
رکھتے ہیں سجدے میں سر دائم دعا کے واسطے

ان کے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

ان کے دل میں ہے محبت، ان کی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفا کے واسطے

کارزارِ زندگی میں ہے حجت ان کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں بھی عقل ان کی بڑھاپے سے سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دل اور پاکباز
زندگی ان کی ہے زہد و اتقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے ان کی بنی گویا حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کنیاتے نہیں
ہے روش ان کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے ان کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں کرتے ہیں خدا کے واسطے

ولولہ ہے ان کے دل میں خدمتِ انسان کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفےٰ کے واسطے

مولانا مصطفےٰ خان صاحب

پندرہ روزہ پیغام صلح ـــــ لاہور ـــــ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء

ہمارا کامیاب دعائیہ

ہمارا سالانہ دعائیہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور منعقد ہوا۔ اپنے اس سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے مرد، خواتین اور بچے دور و نزدیک کے مقامات سے سردی کے موسم میں سفر کی مشکلات اور اقتصادی نامساعد حالات میں بھاری اخراجات برداشت کرتے ہوئے اک جذبہ فراواں سے کشاں کشاں ۲۴ دسمبر سے ہی دارالسلام میں پہنچنا شروع ہو گئے تاکہ خواتین اور بچیاں ۲۵ دسمبر کو منعقد ہونے والے اپنے مخصوص اجلاس میں شریک ہو سکیں۔ ان دلیوانہ وار آنیوالوں کو آتے دیکھ کر انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کیا جذبہ اور کشش ہے۔ وہ کونسی آرزو اور تمنا ہے۔ وہ کس چیز کی تڑپ اور درد ہے جو انہیں اس قدر زیادہ سے زیادہ تعداد میں شہر کی جدید دور کی کششوں اور دلچسپیوں سے محروم اس چھوٹی سی بستی میں تین چار دنوں کے لئے کھینچ لاتا اور اپنا سارا آرام و سکون قربان کر کے فرش پر بکھری ہوئی پرالی پر اپنے بستر بچھا دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ انہیں کس چیز کی تلاش اور جستجو ہے اور وہ کون سا غم ہے جو ان کے جگر کو خون کر رہا ہے اور یہ خون پانی بن کر آنکھوں کی راہ بہانا پڑتا ہے عجیب فرزانے یہ لوگ ہیں جو دبائے دبتے نہیں اور مٹائے مٹتے نہیں۔ دنیا ان سے نفرت کرتی ہے انہیں پائے حقارت سے ٹھکراتی ہے۔ انہیں دیکھنے کی روادار نہیں بلکہ نیست و نابود کر دینے کے درپے ہے۔ اس کے ترکش میں جتنے بھی زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں وہ ان پر آزماتی ہے لیکن یہ کیسا جنون ہے کہ یہ بڑے بانکپن سے مسکرا کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ۔ ع تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں ۔

بڑے دل گردہ کے مالک ہیں یہ لوگ۔ آخر کیوں نہ ہو۔ ایک رازدانِ حقیقت نے انہیں یہ خوشخبری سنائی تھی کہ:

"قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے ۔۔۔۔۔ وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے۔ ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔" (الوصیت ص ۹-۱۰)

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو ✦ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

چند ہزار نفوس پر مشتمل یہ مختصر سی جماعت اس خوشخبری کے مطابق قرب کے خالی میدان میں داخل ہوئے۔ اس بات کی طرف توجہ کرنے جس سے خدا راضی ہو اور خدا سے خاص انعام پانے کی خاطر ہر سال دسمبر میں جمع ہوتی ہے وہ بات کیا ہے جس سے خدا کا قرب حاصل ہو گا اور وہ راضی ہو گا اور اس کی بدولت انعام کا استحقاق حاصل ہو گا وہ یہ ہے۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتی ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔ اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔" (الوصیت ص ۷)

"خدا تعالیٰ کا یہی وہ مقصد ہے جسے پورا کرنے کے لئے جماعتِ احمدیہ لاہور ہر ستم سہے جاتی۔ ہر ظلم برداشت کئے جاتی اور ہر دکھ اٹھائے جاتی ہے۔ اسی کی خاطر اس کا رونا دھونا ہے اور اسی کے لئے اس کی ساری دعائیں ہیں۔ ہر سال چار دنوں کا یہ مجاہدہ بھی اسی غرض کے لئے ہے کہ یورپ و ایشیا کی قوموں کو دینِ واحد پر جمع کیا جائے۔ یہ جماعت سیاست سے الگ تھلگ ایک ایسی جماعت ہے جو قرآن کے ذریعے کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور ختم المرسلین و خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت پر اکٹھا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ حالات چاہے کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں اور اس کے راستے میں مشکلات کے چاہے کتنے ہی پہاڑ کھڑے کر دیئے جائیں یہ قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر انہیں پھلانگتی ہوئی اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر آگے بڑھتی رہے گی۔ انشاء اللہ اور قرآن کریم کی یہ صداقت دنیا پر غالب کرنے کے لئے دامے درمے اور سخنے ہمیشہ جد و جہد کرتی رہے گی۔ کہ یہی وہ قرآن ہے جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور مردے جی اٹھتے ہیں اور یہی وہ چشمۂ آبِ حیات ہے جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔"

ہم کئی سالوں سے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آتے ہیں کہ یورپ و ایشیا کی متفرق آبادیوں میں بسنے والے مختلف رنگ و نسل کے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے اپنے اس مرکز میں پروانہ وار جمع ہوتے ہیں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت مجدد صد چہاردہم اور مسیح موعود کے چند ساتھیوں اور جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانیوں نے قرآن کریم کے علوم و معارف کی شمع روشن کی جس کی روشنی میں دین کا خوبصورت چہرہ صاف نظر آنے لگا اور وہ سارے بدنما داغ دھل گئے جو مخالفینِ دین نے اسے مسخ کرنے کے لئے اس پر لگانے کی مذموم کوششیں کی تھیں۔ آنے والے یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ مختصر سی غریب قوم اور اس کا یہ عظیم کام اور قربانیاں! جو بار بڑی بڑی حکومتیں نہ اٹھا سکیں اسے اس مختصر سے گروہ نے اٹھا رکھا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کا دل اس ایمان اور یقین سے بھر جاتا ہے کہ اس کے ساتھ واقعی اللہ تعالیٰ کی وہ تائید اور نصرت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے امامِ وقت کے ساتھ کیا تھا اور وہ ایک نئے جذبے اور جوش کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ اس عزم اور حوصلے کے ساتھ واپس جاتے ہیں کہ وہ خدمت ۔۔۔ کے لئے اپنی کوششوں کو اپنے اپنے ممالک میں تیز سے تیز تر کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کا لیظہرہ علی الدین کلہ کا وعدہ پورا ہو۔

● **دی لائٹ:**

انجمن کے انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ" کا شمارہ نمبر ۱۲ دسمبر ۱۹۸۹ء پیش نظر ہے۔ یہ شمارہ سرینام کنونشن کی خصوصی اشاعت پر مشتمل ہے اور ۵۰ صفحات کا حامل ہے۔

اس میں احمدیہ تحریک کی صد سالہ تقاریب تشکرانہ کے حوالہ سے سرینام میں ہونے والی تقریبات کی روئیداد درج ہے۔ یہ رسالہ اب نیوز پیپر سائز کا حامل ہے۔ اور آئندہ بھی اسی سائز پر شائع ہوتا رہے گا۔

سرورق پر ان اللہ معنا کو خوبصورت اور رنگدار انداز میں لکھا گیا ہے۔ اور سرینام کنونشن کی چند تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں جن میں سرینام کے صدر عزت مآب رام سیوک شنکر کنونشن کے افتتاحی اجلاس میں خطاب فرما رہے ہیں۔

سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد کا ہے

"سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلاء سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیئے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے سعی کی جاوے پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پرواہ نہیں کرتے اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اس پر لگاتے، افترا کرتے۔ اور اس کی غیبت کرتے اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کس قدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دیں گی تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کر دو۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہو جاؤ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں۔ اس کی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا۔ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق بھی دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ ذاتی اعداء کوئی نہ ہوں۔

خوب یاد رکھو کہ انسان کو شرف اور سعادت تب ملتی ہے جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو۔ ہاں اللہ اور اسکے رسول کی عزت کیلئے الگ امر ہے یعنی جو شخص خدا اور اسکے رسول کی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو اس دشمن سمجھنے کے یہ معنے نہیں کہ تم اس پر افترا کرو اور بلاوجہ اسکو دکھ دینے کے منصوبے کرو نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرو ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

اہل قلم احباب سے دردمندانہ گذارش

مکرمی دمحترمی۔ السلام علیکم۔

گذشتہ ۱۵ سال سے ہم مسلسل مشکلات اور مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ انتظامی سطح پر پابندیوں اور مجبوریوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ہمارے کئی بھائی ان صبر آزما اور نامساعد حالات کی وجہ سے فعال نہیں رہ سکے۔ لیکن بہتوں نے ہمت، صبر اور استقامت کا نمونہ پیش کیا ان پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہ ایک حقیقت ہے کہ اخبارات ملکوں اور قوموں میں انقلاب پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہوتے ہیں۔ پاکستان کو معرض وجود میں لانے میں روزنامہ "نوائے وقت" اور "ڈان" نے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ کیا ہمارے دونوں اخبارات (پیغام صلح اور لائٹ) ماضی کی طرح اب بھی یہ کردار ادا کر رہے ہیں؟ کہ ہمارے ان جریدوں نے ہمیں سلسلہ سے عشق پیدا کرنے میں مدد دی ہے کیا انہوں نے ہمیں ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رکھا ہے اور کیا ان کے پڑھنے سے احباب میں نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا ہے؟!

میری گذارش ہے کہ آپ ان اخبارات کے لئے اپنے مضامین ارسال کرتے رہیں اور ان کو مؤثر اور دلچسپ بنانے میں ہماری معاونت فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے رشحات قلم ان اخباروں کو اعلیٰ مقام پر پہنچا سکتے ہیں۔ آپ صاحب علم ہیں۔ مضامین لکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اپنے طور پر یہ سمجھ لیں کہ دوسرے تو یہ کام کر ہی رہے ہیں آپ کے نہ لکھنے سے کیا فرق پڑتا ہے تو یہ سوچ درست نہیں۔ چاہیئے کہ ہم میں ہر فرد یہ کوشش کرے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کے لئے مضامین لکھے، اس کے لئے خریدار بنائے، اس کے لئے عطیہ جات اکٹھا کرے۔ اسی طریق سے اخبارات اور دیگر جماعتی کاموں کو آگے بڑھا سکیں گے۔

میں آپ سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ آپ مضامین لکھیں، اپنے علاقہ کی خبروں سے آگاہ کریں۔ سب لوگوں کی اجتماعی کوششوں سے ہی ہم ان اخبارات کو دلچسپ اور مؤثر بنا سکتے ہیں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ میری اس عرضداشت کو شرف قبولیت بخشیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اپنے اخبارات کے لئے مضامین بھی ارسال فرمائیں گے۔

خاکسار
فضل احمد، ناظم اخبارات

میرے پاس ایک چراغ ہی جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کی روئیداد

تنظیم خواتین کے عہدیداروں کا انتخاب ہر دو سال بعد عمل میں آتا ہے۔ سال ۱۹۸۹ء میں بھی یہ انتخاب ہوا۔ سب خواتین ممبران کی رائے سے یہ طے ہوا کہ جو عہدیدار جن عہدوں پر کام کر رہی ہیں وہی آئندہ دو سال بھی کام کرتی رہیں گی۔ چنانچہ تنظیم خواتین احمدیہ کی عہدیداران مندرجہ ذیل ہیں:

صدر: بیگم زکیہ شیخ صاحبہ، نائب صدر: بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ اور بیگم منظلت زینی صاحبہ سیکرٹری: بیگم ریحانہ ریاض صاحبہ، جوائنٹ سیکرٹری: بیگم نسرین گل محمد صاحبہ، کنوینر دستکاری: بیگم ناصرہ ملک سیکرٹری دستکاری: محترمہ صفیہ سعید صاحبہ، جوائنٹ سیکرٹری دستکاری: بیگم بشریٰ علوی صاحبہ اور منتظمہ کی ۱۲ ممبر خواتین ہیں:

اس تنظیم کی مجلس منتظمہ کی میٹنگ ہر ماہ کے شروع میں باقاعدہ ہوتی رہی جس میں تنظیم سے متعلق امور و مسائل زیر بحث آتے رہے۔ باہمی افہام و تفہیم سے ان مسائل و امور کو حل کیا جاتا رہا۔ ہر ماہ کے آخر میں ایک جنرل میٹنگ ہوتی۔ ان میں خواتین کے ساتھ ساتھ بچیاں بھی بڑے جوش و خروش سے تقاریر کرتی رہیں۔ نظمیں اور نعتیں درثمین سے پڑھتی رہیں۔ اس میٹنگ میں کتاب مجدد اعظم سے اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے گئے دین حقہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات وارشادات اور دیگر دینی موضوعات پر تقاریر کی گئیں۔

سیرۃ النبیؐ اور حضرت بانی سلسلہ کے یوم وصال پر بھی تقاریب ہوئیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور ان کی پاک سیرت و تعلیم پر روشنی ڈالی گئی اور حضرت بانی سلسلہ کا عشق رسول وعشق قرآن اور ان کی حق گوئی اور دعویٰ مجددیت میں سچا ہونا دلائل و براہین اور عقلی و نقلی شواہد سے ثابت کیا گیا۔

تنظیم خواتین احمدیہ کی طرف سے سات سکول کے بچوں کو اور ایک کالج کی طالبہ کو وظیفہ دیا جا رہا ہے سکول کے بچوں کو ۵۰ روپے ماہوار اور کالج سٹوڈنٹ کو ۷۵ روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے اس کے علاوہ ایک بیوہ کو ۵۰ روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے۔ یہ رقم ممبران چندے سے جمع کرتی ہیں۔ ایک بیمار خاتون کو ۱۰۰ روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا ہے۔

ایک مستحق بہن نے ۲۰۰۰ روپیہ قرضہ حسنہ کے لئے درخواست دی تھی یہ رقم اسے چندہ جمع کر کے دی گئی ان کی کمزور مالی حالت کو دیکھتے ہوئے یہ رقم واپس نہیں لی جائے گی۔ ایک کارکن کی لڑکی کی شادی پر بھی ۲۸۰۰ روپے دیئے گئے۔ تنظیم کی طرف سے جہیز فنڈ سے ۵۰۰ روپے دیئے جاتے ہیں۔ باقی رقم ممبران چندہ جمع کر کے دیتی ہیں۔ عید کے پرمسرت موقعہ پر مستحق بھائی بہنوں میں ۲ جوڑے مردانہ اور ۲ جوڑے زنانہ کپڑوں کے تقسیم کئے گئے۔ ان پر ۳۰۰۰ روپے لاگت آئی۔ اس کے لئے مقامی جماعت احمدیہ نے ۲۰۰ روپے شبان الاحمدیہ نے ۵۰۰ روپے، اور باقی ۲۸۰۰ روپے ممبران نے چندہ دیئے۔

تنظیم نے بیرون شہر جماعتوں کے دورے کے سلسلے میں ۲۰ اکتوبر کو سیالکوٹ کا دورہ کیا صدر بیگم زکیہ شیخ صاحبہ بیگم زبیدہ احمد صاحبہ اور بیگم نسرین گل محمد صاحبہ وہاں گئیں نماز جمعہ سب کے ساتھ وہاں مل کر ادا کی سب بہنوں سے ملاقات کی اور کچھ لوگوں کے گھروں پر جا کر بھی ان سے ملاقات کی اور سالانہ دعائیہ میں شرکت کرنے کی تاکید کی۔ اس کے علاوہ ہماری صدر صاحبہ اور بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ غیر ملکی دورے پر بھی گئیں اور مختلف ملکوں میں ہونے والی صد سالہ کنونشن میں شریک ہوئیں ان کا یہ دورہ بہت کامیاب رہا۔ گیسٹ ہاؤس میں غیر ملکی مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ اس کا انتظام بھی تنظیم کی ایک سب کمیٹی کے ذمہ ہے۔ سالانہ دعائیہ کے علاوہ باقی دنوں میں آنے والے غیر ملکی مہمان یہاں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ تنظیم خواتین اپنے بہن بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہوتی ہے جب کسی بہن بھائی کو کوئی صدمہ پیش آتا ہے تو انہیں تعزیتی خط لکھا جاتا ہے یا تنظیم کی ممبران وہاں تعزیت کیلئے جاتی ہیں۔

دعائیہ کے موقعہ پر شبان الاحمدیہ کی ایک تقریب

۲۵ دسمبر کی ایک پر رونق اور سرد شام کو شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں تمام شبان الاحمدیہ کے نوجوان نے حصہ لیا اس تقریب میں ان کی حوصلہ افزائی کیلئے بزرگ احباب وحضرات بھی تشریف لائے۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی چوہدری سعید احمد صاحب امام برلن مشن (مغربی جرمنی) تھے۔ افضل عادل صاحب نے تلاوت قرآن پاک کی۔ نثار احمد صاحب نے پُر ترنم انداز میں حضرت مسیح موعود کا منظوم کلام پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا اس کے بعد کوئیز انعامی مقابلہ کا اہتمام ہوا۔ جس کی کمپیئرنگ چوہدری ریاض احمد صاحب نے کی۔ اس مقابلے میں اوّل سعید احمد صاحب چک ۸۱ سرگودھا، دوم عثمان نذیر صاحب دارالسلام سوئم عامر عزیز (راقم الحروف) ان تینوں نوجوانوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ پھر شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ایک تقریری انعامی مقابلہ کا پروگرام شروع ہوا۔ اس میں نوجوانوں اور بچیوں نے کافی تعداد میں بھی حصہ لیا۔ اس مقابلہ کا موضوع تھا (نوجوان اور احمدیہ جماعت) تمام نوجوانوں نے بڑی پُر اثر مدلل اور خیال آفرین تقاریر کیں۔ جج صاحبان کے فیصلہ کے مطابق اول جواد صاحب احمدیہ بلڈنگ، لاہور۔ دوئم طیب انوار صاحب دارالسلام لاہور۔ جب کہ سعید احمد صاحب چک ۸۱ اور عامر عزیز صاحب کیمپی ہزارہ دو نوجوان سوئم قرار پائے۔ ان نوجوانوں کو بھی انعامات دیئے گئے۔

• ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو رات کے نو بجے کے قریب شبان الاحمدیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں سالانہ کارکردگی کی رپورٹ پیش کی گئی۔ نئے عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا جس کے مطابق۔ (۱) صدر۔ عامر عزیز کیمپی ہزارہ (۲) سینئر نائب صدر منظور احمد صاحب سفید ڈھیری پشاور (۳) نائب صدر۔ ندیم بشیر صاحب۔ ڈلاڑی۔ (۴) نائب صدر حسین احمد صاحب بنوں۔ (۵) جنرل سیکرٹری۔ مظہر رسول صاحب فیصل آباد۔ (۶) جائینٹ سیکرٹری افضل عادل صاحب فیصل آباد (۷) سیکرٹری نشر و اشاعت شہزاد عزیز صاحب۔ اوکاڑہ۔ (۸) خازن فواد نذیر صاحب دارالسلام۔ لاہور

شبان الاحمدیہ کے ممبران کیلئے عرض ہے کہ شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے شبان الاحمدیہ کی تنظیم کے سلسلے میں ایک فارم سب جماعتوں کے نمائندگان کو بھیجا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ سب بھائی اپنے اپنے فارم جلد از جلد پُر کر کے ہمیں روانہ کریں۔ اگر کسی کو فارم نہ ملے تو ہم سے رابطہ کریں۔

والسلام۔ آپ کا خادم۔ عامر عزیز

صدر شبان الاحمدیہ، ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، کمرہ ۲۶ لاہور ۱۶ پوسٹ کوڈ ۵۴۶۰۰

• جماعتی خبریں

• پیغام صلح کے گذشتہ شمارے میں ہمارے محترم بھائی کی وفات حسرت آیات کی خبر شائع ہوئی تھی کہ ہماری جماعت کی ایک نہایت محترم اور سرگرم و مستعد رکن محترمہ نفیسہ سامو فان صاحبہ کے والد گرامی مسٹر ولی محمد انتقال کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے بارے میں ہمیں مزید تفصیلات ملی ہیں "دی فیجی ٹائمز" کے شمارہ مجریہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کے مطابق مرحوم پہلے مقامی فیجی باشندہ تھے جنہیں کریمنل انوسٹی گیشن کے ڈائرکٹر کے عہدہ پر تعینات کیا گیا۔ آپ وین کو رکے باشندے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔

انہوں نے ۱۹۳۹ء میں کانسٹیبل کی حیثیت سے فیجی پولیس میں ملازمت اختیار کی تھی۔ آپ عہدہ بہ عہدہ ترقی کرتے گئے اور پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ بن گئے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ کو سی آئی ڈی کا ڈائرکٹر بنا دیا گیا۔ بالآخر آپ ۳۷ سالہ سرکاری خدمات کے بعد جون ۱۹۷۸ء میں ریٹائر ہوئے انہوں نے محکمہ پولیس کے کئی ایک میڈل و انعام حاصل کئے۔ فیجی پولیس میں ان کا نہایت نیک نام ریکارڈ تھا آپ کو وین کو رمیں سپرد خاک کیا گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شوقِ عبادت

خواہم کہ ہمیشہ ۔۔ روفے تو زیم
خاکے شوم و زیر پائے توزیم
مقصود من خستہ زکونین توئی
م بہرے تو میرم و ہم برائے توزیم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں جن لوگوں نے انتہائی ذوق و شوق سے اپنے خالق سے محبت کی اور اس کے دروازے پر سجدہ ریز ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابؓ ان میں ممتاز ترین مقام کے حامل تھے۔ انہیں اپنے مولا سے عشق تھا اور اپنے پیارے نبی کے اسوۂ حسنہ کی اتباع ان کے لئے تسکین کا موجب تھی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ ہر نماز کے وقت پاکیزگی اور زینت اختیار کرو۔ اور صحابہ کرامؓ نے سختی سے اس کا التزام کیا۔

اللہ تعالےٰ نے ابتدا ہی میں نماز سے پہلے وضو فرض کر دیا تھا گو بعد میں ایک وضو سے ایک سے زیادہ نمازوں کی اجازت مل گئی تاہم اکثر صحابہ بدستور سابق ہر نماز سے پہلے تازہ وضو کرتے اور وضو کرتے وقت ہرگز حدود کو ملحوظ رکھتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے اور بعض صحابہ تو ہر وقت باوضو رہتے۔ چنانچہ حضرت عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں۔

"جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے لئے باوضو رہتا"۔

ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ "کل تم مجھ سے پہلے جنّت میں داخل ہو گئے"؛ بولے یا رسولؐ اللہ میرا معمول ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں۔ اور جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اس وقت وضو کر لیتا ہوں۔

مسواک کی پابندی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پنجوقتہ مسواک کرتے تھے آپ کا ارشاد تھا کہ اگر امت پر گراں نہ گزرتا تو میں ہر نماز سے قبل مسواک کی تاکید کرتا۔ اصحاب رسولؐ کے لئے اشارہ کافی تھا چنانچہ جہاں وہ ۔۔ نہایت خوبصورت طریق سے کرتے وہاں مسواک کا بھی التزام فرماتے۔ حضرت زید بن ارقمؓ ہر وقت مسواک قلم کی طرح کان پر رکھتے تھے۔

نماز پنجگانہ

اصحاب رسولؐ نے نماز کو اپنی خواہشات کا ہدف نہیں بنا رکھا تھا۔ کہ مختلف حیلوں سے اُن پابندیوں کو ترک کر دیتے جو حضورؐ نے عائد کی تھیں۔ چنانچہ وہ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو صحابہ کرام اس تیزی سے لپکتے کہ شور سا ہو جاتا۔ اور وہ ہر قسم کا کاروبار چھوڑ کر اپنے پالنے والے کی بارگاہ میں عاجزانہ حاضری دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے انہی کے متعلق قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

رجالٌ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکراللہ

صحابہ کرام ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے نہیں روکتی۔

رسولِ پاکؐ کے یہ شیدائی سخت سے سخت تکلیف میں بھی نماز ترک نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اس رات کی صُبح کو لوگوں نے نماز کے وقت جگایا تو بولے۔ ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ زخم ہونے کے باوجود آپ نے نماز ادا کی۔

نمازِ جمعہ

آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق صحابہ کرام جمعہ کے روز غسل فرماتے۔ صاف لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور وقت پر مسجد میں تشریف لے جاتے اور۔ اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ کی تعمیل میں وقت پر مسجد میں پہنچتے اور دنیوی باتوں کی بجائے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ جب کہ اس زمانے میں اکثر لوگ حکم الٰہی کو نظر انداز کر کے عین جماعت کے وقت مسجد میں پہنچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خدا کی نافرمانی کے باوجود ہم نے حکم خداوندی کی تعمیل کر لی ہے۔ انہی کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنی خواہشات کو معبود بنا رکھا ہے۔

صحابہ کرام جمعہ کے روز نہانے کو غسل جنابت کی طرح ضروری جانتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ غسل اور خوشبو کے بغیر مسجد نہ جاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے دیر سے آنے پر باز پرس کی انہوں نے کہا کہ بازار سے ابھی ابھی آیا تھا چنانچہ صرف وضو کر کے چلا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز محض وضو کرنا قابل اعتراض ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو غسل کی تاکید فرماتے تھے۔

نمازِ اشراق

صحابہ کرام نوافل بڑی پابندی اور اشتیاق سے ادا کرتے تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی سواری پر ادا کرتے تھے۔ آنحضرت اشراق پڑھنے کی بھی تھے اور مشورہ بھی دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشراق پڑھتے تو نہیں دیکھا لیکن میں باقاعدہ ادا کرتی ہوں کیونکہ آپؐ اکثر پڑھتے تو نہ تھے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے لیکن پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ اور ابو داؤدؓ کو آپؐ نے اشراق کی تلقین فرمائی تھی چنانچہ وہ پابندی سے ادا کرتے تھے۔

نمازِ تہجّد

سورہ مزمل میں مذکور ہے کہ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل و نصفہٗ و ثلثہٗ و طائفۃ من الذین معک، جس سے عیاں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک گروہ آپ کی طرح تہجد گزار تھا۔ ایک بار ایک صحابی نے تہجد میں بلند آواز سے قرأت کی تو آپ خوش ہوئے کہ اس نے مجھے کئی ایک آیات یاد دلا دیں۔ ایک بار آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ معتکف تھے قرأت کی آواز بلند ہوئی تو آپ نے پردہ ہٹا کر فرمایا "تم میں سے ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے۔ اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود راتوں کو نمازیں پڑھتے تھے بلکہ بال بچوں کو بھی جگا کر شریک کر لیتے تھے۔ ایک رات آپؐ گھر سے نکلے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز سے قرأت کر رہے ہیں۔ چند قدم آگے گئے حضرت عمرؓ بلند آواز سے محو قرأت تھے۔ دونوں بزرگ آپؐ کے پاس آئے تو پوچھا۔ ابوبکر تمہاری قرأت پست آواز میں تھی۔ عرض کیا میں خدا سے سرگوشی کر رہا تھا۔ میری آواز خدا تک پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔ یا رسول اللہ! میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دُھتکارتا ہوں"۔

حضرت عمرؓ رات کو اُٹھتے تو یہ آیت پڑھ کر اہل و عیال کو جگاتے:۔

وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا
لا نسئلک رزقاً نحن نرزقک ؕ
والعاقبۃ للتقویٰ ۝

اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر اصرار کر۔ ہم تجھ سے رزق نہیں مانگتے۔ ہم تو تجھے رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے ۔۔۔۔

—— * * * * ——

حدیث نبویؐ:۔

"تم میں مجھے زیادہ وہ محبوب ہے، جس کا اخلاق اچھا ہے"۔

یادِ رفتگاں

سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم ومغفور

ابتدائی حالات:۔

محترم سید اسد اللہ شاہ صاحب جو جماعت احمدیہ کے ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف فرمایا تھا، ۱۳۔اپریل ۱۸۸۰ء کو ضلع سیالکوٹ کے موضع تمبو شاہ کے ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو ضلع بھر میں تعلیم وتدریس کے لئے مشہور تھا۔ شاہ صاحب کا حسب نسب سید حسینی ہے ان کے جد امجد حسین نامی غزنوی خاندان کے بادشاہوں کے ساتھ وارد پنجاب ہوئے تھے۔ آپ کے والد سید برکت علی شاہ ایک سکول ماسٹر تھے، ان کا شمار بھی بڑے عالموں میں ہوتا تھا اور دادا سید فاضل شاہ تو مانے ہوئے عالم تھے یہی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ناسازگار حالات میں بھی تعلیم جاری رکھی، آپ ابھی سات سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنی تعلیم جاری رکھی، آپ کی عمر ابھی دس سال کی تھی کہ قرآن کریم پڑھ لیا۔ ذہانت کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے پرائمری ومڈل دونوں جماعتوں میں وظائف حاصل کئے آپ نے یہ دونوں امتحان قلعہ سوبھا سنگھ سے پاس کئے میٹرک کا امتحان گورداسپور ہائی سکول سے دیا۔ سب کو توقع تھی کہ وہ پرائمری اور مڈل کی طرح اس امتحان میں بھی وظیفہ حاصل کرلیں گے مگر شومئے قسمت آپ امتحان کے دنوں میں بیمار ہو گئے۔ بیماری کی حالت میں ہی امتحان دیا پاس تو اچھے نمبروں سے ہو گئے مگر وظیفہ حاصل نہ کر سکے۔ اور شاید اسی وجہ سے آگے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد نارووال میں سکول ماسٹر مقرر ہوئے، پھر عرصہ تین سال کے بعد محکمہ مال میں قانونگو ہو گئے۔ یہ ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے، ملازمت کے سلسلے میں سابق پنجاب کے مختلف علاقوں میں رہے اور ہر جگہ اپنے حسنِ اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سلسلہ میں شمولیت:۔ اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے جبکہ میں مڈل کا امتحان پاس کر چکا تھا۔ اسوقت میری ملاقات ایک صاحب چوہدری نبی بخش صاحب سے ہوئی، جو کہ پولیس میں سارجنٹ تھے اور قلعہ سوبھا سنگھ میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک کتاب آئینہ کمالات اسلام مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پڑھنے کو دی جس سے میرے دل پر اچھا اثر ہوا۔ ان دنوں میں نماز تہجد بھی پڑھا کرتا تھا اور بیس رکعت علاوہ وتر کے پڑھتا تھا اور ہر رکعت میں پوری سورۃ یٰسین پڑھتا تھا اور مجھے کشوف بھی ہوتے تھے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو مجھے ان کے مسلک پر چلنے کی توفیق دے۔ اگر نہیں تو اس سے محفوظ رکھ، تو مجھے آواز آئی "علیکم بسلطن مبین" یعنے میری روشن حجت کو اختیار کر لو۔ چنانچہ میں نے کارڈ لکھ کر حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ اغلباً مئی ۱۹۰۰ء میں قادیان گیا۔ اور [illegible] حضرت صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تجدید بیعت کی، نمازوں کے بعد مجلس میں شریک ہوتا تھا۔ حضرت صاحب سے بات چیت ہوتی تھی مگر میں سوال نہیں کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اس الہام نے میرے تمام شکوک شبہات وغیرہ دور کر دیئے تھے۔ سیر کے لئے حضرت صاحب کے ساتھ بہت سے لوگ جاتے تھے مگر چونکہ مجھے گرد وغبار سے تکلیف ہوتی تھی اسلئے میں نہ جاتا تھا۔ اور بزرگان سلسلہ مولوی نور الدین مولوی عبدالکریم صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی کوئی بیس بائیس دن میں رہا اس کے بعد چلا آیا۔ مارچ ۱۹۰۸ء میں گرداور اور قانونگو ہو کر گورداسپور چلا گیا۔ اور قادیان آتا جاتا رہتا تھا۔ مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب بہت مہربان تھے، قادیان میں میری شہرت ہو گئی کہ ملہم وصاحب کشف ہیں اس لئے لوگ میری قدر کرتے تھے۔

حضرتِ اقدس کی وفات:۔

جب حضرت مرزا صاحب کا انتقال ہوا ہے تو اس وقت میں دھیس ڈوگر جو قادیان سے چھ سات میل دور ہے وہاں پیمائش کروا رہا تھا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا "آخر انگریزوں نے مرزا کو مروا ہی دیا"۔ میں نے اسے طنزیہ مذاق ہی سمجھا اور کہا "کہ انگریز بھی مرزا کو مرواتے رہے اور تم لوگ بھی مرواتے رہے مگر مرزا برابر دندناتا ہی رہا"۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ نہیں جی میں قادیان سے آرہا ہوں اور میں نے لوگوں کو مرزا صاحب کی لاش دفناتے دیکھا ہے۔ یہ سن کر میں گھوڑی پر سوار ہو کر قادیان گیا۔ اس وقت شام ہو چکی تھی اور مولوی نور الدین صاحب کی لوگ بیعت کر چکے تھے۔ یہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا دن تھا۔ میں جنون نہ حضرت کی قبر پر جانا چاہتا تھا مگر دعاب کی ناہموار اور خشک سطح کی وجہ سے اس وقت نہ جا سکا۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال گذرا کہ مولوی نور الدین کے بعد کون خلیفہ ہوگا تو مجھے آواز آئی "بشیر الدین محمود احمد پھر امام بعد ہی مرتد ہو جائے گا"۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد کون ہوگا تو نہایت لمبی اور سریلی آواز آئی "صادق"

مولوی نور الدین کی بیعت کرنی میں نے مناسب نہ سمجھی۔ مولوی نور الدین کی وفات پر میں چپ رہا میاں محمود احمد صاحب کی عزت میں صرف پیر کا بیٹا ہونے کی وجہ سے کرتا ہوں ورنہ اُن کے عقائد جو ہیں سو ہیں۔ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق میں نے توجہ کی تھی تو مجھے آواز آئی فیہ آیات للمومنین۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے ملاقات اور رفاقت

۱۹۰۴ء کے آخر میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ جبکہ میں پنڈی گھیپ میں کام سیکھتا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں زیادہ وقت ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں گذرا ستمبر ۱۹۰۵ء میں تبدیل ہو کر بھیرہ چلا گیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب بھی بھیرہ میں لگ گئے اور ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور جو محبت اور دلی دوستی ہم دونوں میں تھی وہ آخر دم تک قائم رہی۔

زندگی کے آخری ایام اور وفات:۔

یہ تو شاہ صاحب کے اپنے بیان کردہ حالات ہیں جو میاں فضل احمد فاروقی نے قلمبند کر کے "روح اسلام" میں شائع کئے، تقسیم ملک کے بعد شاہ صاحب لاہور میں قلعہ گوجر سنگھ میں مقیم ہو گئے۔ ۲۲ر جنوری ۱۹۵۷ء آپ کی طبیعت یکایک خراب ہو گئی اور گھبراہٹ بڑھنے لگی۔ آپ تین ہفتے پہلے ہی سے فرمانے لگے تھے کہ میرا وقت بہت قریب ہے۔ اکثر دن اور تاریخ پوچھا کرتے تھے۔ آخر ۱۴ فروری کو بروز جمعرات صبح دس بجے اچانک کھانسی آگئی، گو دوا دینے کے بعد طبیعت ذرا سنبھل گئی مگر شاید یہ آخری سنبھالا تھا۔ اس سنبھالے میں آپ نے نماز عصر ادا کی اور آخر وقت تک باتیں کرتے رہے۔ اور سات بج کر دس منٹ پر اس جہانِ فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ احمدیہ قبرستان واقع میانی صاحب لاہور میں مدفون ہوئے۔

نظام ربوبیّت

— ابوالاسرار رمزی - جودھ پور (بھارت)

(صحابہؓ کرام کے عہد زریں کا ایک منظر)

جو ذرّے پامال ہو رہے تھے اُفق پہ وہ آسماں کی چھائے

[illegible]

نظام ایسا کیا نھا برپا عوام خوشحال و مطمئن تھے

زمیں کو جنّت بنا دیا تھا سہانی راتیں سنہرے دن تھے

مبصروں کا یہ فیصلہ ہے نظام ایسا کہیں نہیں ہے

اگر ہے کہیں تو بے سیاست جو ہے سیاست تو دیں نہیں ہے

مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ

عروج کا بیّن ثبوت ہے - اور کس نبی کو یہ فخر اور عزت نصیب ہوئی کہ اِس زندگی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور حاضری کا شرف نصیب ہوا ہو؟ بلکہ معراج میں آپؐ کو دکھایا گیا کہ آپؐ کا بارگاہِ خداوندی میں کیا ارفع و اعلیٰ مقام اور کیا مقرّب ترین رسول اور نبی ہونے کا مرتبہ ہے۔

کے مشن کی لئے اسلام اور مسلمانوں کی سلامتی کی دسجلہ ہے کہ اُن کا سلامت تاقیامت رہنا حضورؐ کی کامیابی کا زندہ ثبوت ہمیشہ کے لئے ہے۔

انقلاب عظیم

حضورؐ کی صفات اور خوبیوں اور مقامات عالیہ کی کیا وجوہات ہیں؟ اُن کو جاننا ضروری ہے۔ تاکہ کوئی معاندِ اسلام یہ طعنہ نہ دے سکے

کہ مسلمان تو محض حضورؐ کی محبت کی وجہ سے مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔ انسان کی ذاتی صفات سے بڑھ کر اُس نے جو کام کر دکھلائے ہوں وُہ اُس کے مقام کا تعین کرتے ہیں۔ ہمیں یہ امتحان منظور ہے۔ آیئے اسی پیمانہ سے اس خیر البشرؐ کے کارہائے نمایاں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام انسانوں کی اصلاح کا ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو آزما کر دیکھ لے۔ مثلاً ہر شخص کے بیوی بچے اُس کے ماتحت اور اُس کے دستِ نگر ہوتے ہیں۔ انہی کی اصلاح کر کے جو چاہے دیکھ لے۔ ساری عمر کوشش کرتے رہو، ہزار سر پٹکو کچھ نہیں بنتا۔ اوروں کو تو جانے دو انبیاء کرامؑ کو باوجود اُن کی انتہائی کوششوں کے کتنی کامیابی نصیب ہوئی؟ حضرت موسےٰؑ جیسے عظیم الشان نبی کی قوم نے کس طرح اُن کا دل بار بار توڑا؟ اس کا حال قرآن کریم کو کھول کر دیکھیے۔ حضرت عیسیٰؑ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سب سے بڑے (اور آخری) نبی تھے وُہ بیچارے ساری عمر اپنی قوم کے ہاتھوں نالاں رہے اور بالآخر انہی کے ہاتھوں سے صلیب [illegible] دیئے گئے۔ رسول اللہ صلعم کو جو قوم اصلاح کے لئے دی گئی (یعنی ایّامِ جاہلیّت کے عرب) وُہ بدترین خلائق تھے۔ ان کا کچھ نقشہ مولانا الطاف حسین مرحوم و مغفور نے اپنے مشہورِ زمانہ "مسدّس حالی" میں کھینچا ہے۔ اُن کے علاوہ دوسرے مؤرخین (مسلمان ہوں یا غیر مسلم) سب نے یک زبان ہو کر اقرار کیا ہے کہ ایّام جاہلیّت کے عرب ناقابلِ اصلاح تھے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر یہی کہا ہے کہ جو انقلابِ عظیم رسول اللہ صلعم نے ۲۰ سال کی قلیل مدّت میں اُن میں پیدا کر دکھایا وُہ حیرت انگیز معجزہ سے کم نہ تھا۔ وُہ قوم جو انسانیت کے مقام سے گر کر حیوانیت کے بدترین مقام پہ جا پڑی تھی، اور صدیوں کی حیوانیت نے ان کو بالکل ناقابلِ اصلاح بنا دیا تھا، وُہ قوم جس کو یہودیوں نے اور عیسائی مشنریوں نے اُٹھانے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی، اس قوم کو سرورِ کائنات صلعم نے باوجود اُس کی انتہائی مخالفت، اور سرکشی کے صرف دو دہائیوں میں نہ صرف حیوانیت سے اُٹھا کر انسانیت کے مقام پر لا کھڑا کیا بلکہ انسانیت سے بڑھ کر مسجودِ ملائک بنا دیا۔

غیر مسلموں کی گواہی

پہلے اس سے کہ میں قرآن حکیم کی شہادت پیش کروں بہتر ہوگا کہ غیر مسلم مؤرخین اور مستشرقین کی شہادت کا حوالہ دوں۔ وُہ تعداد میں اتنے ہیں کہ اس محدود مضمون میں اُن سب کے اعترافات کو درج کرنا ممکن نہیں۔ دو چار سُن لیجیے۔ اہلِ مغرب کی سب میں مستند کتاب مشہورِ عالم "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" ہے۔ اُس میں قرآن کے عنوان سے جو مضمون ایک غیر مسلم عالم نے لکھا ہے اُس میں اعتراف بدیں الفاظ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جنہوں نے انسانوں کی اصلاح کی کوشش کی، اُن میں سے سب میں زیادہ کامیاب محمد (صلعم) تھے۔ اسی طرح مشہور عالم ادیب برنارڈ شا نے لکھا ہے کہ اگر محمد (صلعم) کو دنیا کا ڈکٹیٹر بنا دیا جائے تو دنیا کی اصلاح ضرور ہو سکتی ہے۔ حال ہی میں ایک کتاب امریکہ کے ایک عیسائی مصنف نے دنیا کے "سو عظیم ترین انسان" ("THE GREAT 100") کے نام سے لکھی ہے۔ اُس میں تمام دنیا کا عظیم ترین انسان حضور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بتایا گیا ہے (مصنف کے اپنے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰؑ کو چوتھے نمبر پہ رکھا گیا ہے) اور وجہ یہ بتائی ہے کہ اور نبیوں اور مصلحین نے تو صرف اخلاقی اور روحانی اصلاح کی کوشش کی تھی، مگر آنحضرت صلعم نے ان کامیاب اصلاحات کے علاوہ اپنی قوم کی دنیاوی اور سماجی اصلاح بھی بڑی کامیابی سے کر دکھائی۔ غرض آپؐ نے انسانیّت کے ہر پہلو کو سنوار دیا۔ کسی نے غیروں کے اعتراف کی بابت ہی کہا ہے کہ "جادو وُہ جو سر پہ چڑھ کر بولے"۔ حضور غریب تھے۔ یتیم تھے، اکیلے تھے اور حضورؐ کے پاس نہ حکومت تھی، نہ دولت تھی اور نہ کوئی سازو سامان تھا۔ اور جس چیز کی طرف حضورؐ بلاتے تھے اُس میں کوئی دنیاوی کشش نہ تھی۔ تو ایسا پیغام دنیا کے متوالوں کے لئے قابلِ قبول بالکل نہ تھا۔ پھر انسان اپنے آباوٴ اجداد کے مذہب پہ ہی اڑا رہنے پر مُصِر ہوتا ہے۔ تبھی تو تمام مذاہب خواہ وُہ کتنے ہی باطل ہوں چلے چل رہے ہیں۔ ہندو ہندو اس لئے ہے کہ وُہ ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوا اور عیسائی عیسائیت میں جنم لینے کی وجہ سے عیسائی ہیں۔ علیٰ ھٰذا القیاس تمام مذاہب کے پیرو کار اپنے مذہب کو تو سچّا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو جھوٹا۔ اور ایّام جاہلیّت کے عرب تو سخت ضدّی اور اکھڑ لوگ تھے۔ تکبّر اُن میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وُہ مرنے مارنے کو ہر وقت تیار تھے بلکہ اُس پہ فخر کرتے تھے۔ ایسی مغرور اور متکبّر قوم کو کہنا کہ اپنے ماضی پر لات مار کر اپنے غلط ہونے کا اقرار کرتے ہوئے ایک اجنبی مذہب کو قبول کرو جس کے اعتقادات ساری دنیا سے الگ تھے، جس میں ہر مذہب کی تنگ نظری کی بجائے وسعتِ قلبی کی انتہا تھی، جس کی عبادت و ریاضت (مثلاً پنجوقتہ نماز اور روزے اور مالی قربانیاں) لوگوں کے لئے سخت دوبھر تھیں، کہاں قابلِ قبول ہو سکتا تھا۔ اِن ناساعد حالات میں حضورؐ کی بے مثال کامیابی کی وجوہات میں سے چند یہ تھیں:-

(الف) حضورؐ کی حیرت انگیز قوّتِ قُدسی جو آپؐ کی ساری عمر کی عبادت و ریاضت اور حق کے لئے انتہائی جدوجہد پہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور اجر آپؐ کو عطا ہوئی۔

(ب) حضورؐ کی نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے گریہ وزاری جو اس قدر تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ دفعہ فرمایا کہ لعلّک باخعٌ نفسک الّا یکونوا مؤمنین ۝ (سورۃ الشعراء ۲۶ - آیت ۳) "کیا تُو اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر لے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔" اُسی ہمدردیٔ نسلِ انسانی کی وجہ سے آپؐ کو تمام نسلِ انسانی کی طرف رسول بنایا گیا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے قُل یٰاَیُّھا النّاس انّی رسول اللہ الیکم جمیعاً (کہدے کہ اے نسلِ انسانی میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

(ج) جس شان کا نبی ہو اُسی شان کی اُس کو کتاب ملتی ہے۔ قرآن کریم حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ اور قرآن کریم ہی سب میں مؤثر ہتھیار تھا جس سے حضورؐ نے باطل کا مقابلہ کیا۔ اس کا ثبوت لا تعداد قرآنی آیات ہیں۔ اُن میں سے ایک سُن لیجیے۔

وَجَاھِدْھُم بِہٖ جِھَادًا کَبِیرًا

(اور اس قرآن سے اُن کے خلاف جہاد کر جو جہادِ کبیر ہے)۔

(د) حضورؐ کا خُلقِ عظیم (جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے انّک لعلیٰ خُلقٍ عظیم) اور جیسا اخلاقِ عالیہ بدسے بدترین دشمن کے دل کو فتح کر لیتے ہیں اور کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ اور اگر حضورؐ خُلقِ عظیم کے مالک تھے تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل پیرا تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد چند نوجوانوں کے سوال کرنے پر فرمایا کان خلقہ القرآن اور حضورؐ نے قرآن پاک کے تمام احکامات پر عمل کر کے دکھا دیا کہ قرآن کے تمام احکام

قابلِ عمل ہیں ورنہ بعض روحانی پیشوا اپنی الہامی کتاب کے متعلق یہ اعلیٰ نمونہ قائم نہ کر سکے۔ الغرض رسول اللہ صلعم کے محاسن کہاں تک بیان کروں اخلاقِ عالیہ کے علاوہ رسول اللہ صلعم کی سیرت کے اور پہلو اس قدر ہیں کہ اُن سب کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں کرنا ناممکن ہے۔ اُن میں سے ایک پہلو کا ذکر کرتا ہوں۔ حضورؐ اُمّی تھے۔ دنیا میں اَن پڑھ لوگ بہتیرے ہیں مگر وُہ پڑھے لکھے لوگوں میں رہنے سہنے سے بہت کچھ سیکھ جاتے ہیں۔ خصوصاً حکمت اور عقل مندی کی باتیں۔ یہاں یہ حال تھا کہ نہ صرف حضورؐ اُمّی تھے، بلکہ تقریباً تمام سوسائٹی اُمّیوں کی تھی اور اُمّی ہونے پہ وُہ فخر کرتے تھے۔ خود قرآن نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ جمعہ میں کہ ھو الّذی بعث فی الامّیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایٰتہ ویزکّیھم ویعلّمھم الکتٰب والحکمۃ ہ "وہی (تو اللہ) ہے جس نے اُمّیوں کے اندر اُنہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو اُن پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور اِنہیں پاک کرتا ہے اور اِنہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے" کیا دنیا میں کسی اور اُمّی نے یہ کچھ کر دکھایا ہے! قرآن حکیم کی شہادت کافی تھی مگر سونے پہ سہاگا احادیثِ نبویؐ ہیں جو علم و حکمت اور معرفت کے سمندر اپنے اندر رکھتی ہیں۔

زبان اس مضمون کو مزید ادا کرنے سے قاصر ہے اس لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلۂ احمدیت کے ایک شعر پر اس بیان کو ختم کرتا ہوں ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجّتے روشن ترے

خاتم النبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم

اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ہر ملک اور ہر قوم میں نبی بھیجے جیسا کہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے مثلاً ولکلّ امّۃٍ رسول اور ولکلّ قومٍ ھاد اور ان من امّۃٍ الّا خلا فیھا نذیر۔ مگر چونکہ نسلِ انسانی دُور دُور کے ملکوں میں بکھری پڑی تھی اور اُن کا آپس میں ملنا جلنا شاذ ہی ہوتا کی قوم کے حسبِ حال ہوتی تھی۔ مگر ان دنوں لکھنا پڑھنا صرف چند لوگوں کو آتا تھا۔ اور عام طور پر زبانی روایات سے کام لیا جاتا تھا۔ اس لئے ان تمام قومی انبیاءؑ کی الہامی کتابیں لکھی نہ جاتی تھیں بلکہ زبانی روایات سے لوگوں میں پھیلتی تھیں۔ صدیوں بعد بلکہ بعض کتبِ الہامی تو ہزار ہا ہزار سال بعض زبانی روایات کو جمع کر کے بنائی گئیں اور وُہ زیادہ تر مذہبی پیشواؤں کے قبضہ میں رہتی تھیں وُہ جو چاہتے اس میں ردّ و بدل کرتے رہے۔ مزید برآں ایک زمانہ تک زبانی روایتوں سے پھیلنے کے بعد کسی الہامی کتاب کا کیا باقی رہنا تھا۔ لازماً ان میں انسانی حافظے کی بھول چوک اور انسانی ہاتھوں سے تحریفات ہو جانے کی وجہ سے اُن کی اصل تعلیم ضائع ہو گئی۔ اس خرابی کے باوجود انسانی تکبّر نے ہر مذہب کے پیروؤں سے یہ کہلوایا کہ صرف ان کا دین سچا ہے، صرف اُن کی الہامی کتاب صحیح ہے اور صرف ان کا رسول برحق تھا۔ اور باقی سب دین، الہامی کتابیں اور رسول نعوذ باللہ، نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ اس سے لازماً مذہبی مخالفتیں، جھگڑے بلکہ مذہبی جنگیں تک ہوئیں۔ اُن میں حق اور باطل کا فیصلہ کبھی نہ ہو سکا لیکن مذہب کا نام بدنام ہو گیا۔

حکمتِ الٰہی نے اس لئے فیصلہ کیا کہ نسلِ انسانی کو ایک نبیؐ کے جھنڈے تلے اور ایک کتاب پر جمع کیا جائے خصوصاً اس لئے کہ نسلِ انسانی اب ارتقاء کے اس مرحلے پر آ گئی تھی کہ اُسے مکمل اخلاقی اور روحانی تعلیم دی جا سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو مبعوث کیا اور اپنی مکمل کتاب حضورؐ پر نازل فرمائی (جیسا کہ الٰہی فرمان الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا سے ظاہر ہے) اور حضورؐ کو خاتم النّبیّین یعنی آخری نبی بنایا تاکہ کوئی اور نبی آن کر وحدتِ نسلِ انسانی میں رخنہ نہ ڈالے۔ حضورؐ کے آخری نبی ہونے پر اور بہت سے دلائل اور شہادتیں ہیں مگر یہ مضمون بہت لمبا ہو جائے گا اس لئے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ لیعنے حضورؐ سرورِ کائنات کی پاک ذات میں کمالِ انسانی اپنی انتہا کو پہنچ کر ختم ہو گیا، اس لئے کسی اور نبی کے آن کر کسی کمالِ انسانی کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس لئے ہر قسم کی نبوّت حضورؐ پر ختم ہو گئی۔

وکان فضل اللہ علیک عظیما

رسول اللہ صلعم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو جان و مال کی قربانیاں حق کی خاطر تکالیف اور دُکھ اُٹھائے، عبادت و ریاضت اور اپنے نفسوں کی اصلاح، بلکہ ساری قوم کی کایا پلٹ دینے کا بے نظیر مظاہرہ کیا ہے اُس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ہے۔ اُن عظیم ہستیوں کے کارنامے گننا (خصوصاً ایک مضمون میں) ناممکن ہے۔ ان کا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے۔ جو اس دُنیا اور آخرت کا رب ہے۔ اور وُہ اجر لاانتہا ہے۔

مگر ایک اجر اس نے اسی دنیا میں حضور سرورِ کونین صلعم کو دیا اور اُس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ تمام دنیا کے مصلحین کا تجربہ ہے کہ انسانوں کی اصلاح کے بعد سب میں بڑی مشکل ہے موزوں کام کرنے والوں کا ملنا جو نبی یا مامور کی نہ صرف زندگی میں بلکہ اُس کی وفات کے بعد اُس کے کام کو جاری رکھیں بلکہ اُس کو بڑھانے جیسے بڑھانے کے مشکل کام اور انتہائی ذمہ داری کے کام کو دیانتداری اور کما حقہٗ محنت اور قابلیت سے چلا سکیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کے کاموں کے لئے پیسہ مناسب میں مشکل کام ہے۔ مگر ایک ولی اللہ بلکہ اُس سے بلند تر روحانی ہستی کا مقولہ ہے کہ "پیسہ مل جاتا ہے مگر کام کرنے والے موزوں آدمی نہیں ملتے" جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ یہی تجربہ تمام مصلحین کا ہے۔

مگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر بہت بڑا فضل کیا جو بہت کم نبیوںؑ کو نصیب ہوا۔ اور وُہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے حضورؐ کی خدمت میں وُہ کام کرنے والے اور موزوں آدمی حضورؐ کو بخشے کہ اُنہوں نے نہ صرف حضورؐ کی زندگی میں بلکہ زندگی میں رضی اللہ عنہم کا خطاب دیا جو اور کسی نبی کے متبعین کو نصیب نہیں ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ایک انسان ہیرا موتی تھا۔ اسی لئے حضورؐ نے نہایت بجا فرمایا کہ اصحابی کالنجوم فبایّھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں پس اُن میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے)۔

اِن میں سے ایک ایک انسان آنحضرت صلعم کی صداقت اور عظمت پر دلیل تھا۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء (اصل فضیلت وُہ ہے جس کی دُشمن گواہی دیں) سر ولیم میور جیسے معاند مورخ نے لکھا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) واحد شخص محمد (صلعم) کے صادق ہونے کی دلیل ہیں مہاتما گاندھی نے جب کانگرس حکومتیں صوبوں میں پہلے پہلے قائم ہوئیں تو اپنے اخبار "ہریجن" میں لکھا کہ کانگرس کے وزیروں کو ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے اعلیٰ نمونہ کی پیروی کرنی چاہیئے علیٰ ھٰذا القیاس اور مبصّرین نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی توصیف میں بہت کچھ لکھا ہے میرا مضمون لمبا ہو گیا ہے اس لئے یہیں ختم کرتا ہوں

- **اِرشادِ باری تعالیٰ:**

"اور تم وہ بات کیوں کہتے ہوئے جو کرتے نہیں ہو"

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو اور توجہ سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

- **حدیثِ رسولؐ:**

"نماز مومن کی معراج ہے"

"نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

"جو بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں"

باہتمام پاکستان [illegible] سے چھپوا کر ناشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد: ۷۳ | بتاریخ ۴ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بمطابق یکم فروری ۱۹۹۰ء | شمارہ: ۳

ارشاداتِ حضرت مجددِ صدِ چہاردہم

حقیقی احمدی بنو

اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حسن اور جمال دکھاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھوکہ آپ کی طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسمِ احمد کے مظہر ہو سو چاہیئے کہ دن رات خدا کی حمد و ثنا تمہارا کام ہو۔ اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خدا کی کیوں کر حمد کر سکتے ہیں جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کو پالنے والا نہ سمجھو۔ اور تم کیوں کر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو جب تک اپنے تئیں ایسا نہ بناؤ۔ کیونکہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے اور جب کہ تمہارا رب جس نے اپنے کلام کو رب العالمین سے شروع کیا ہے۔ زمین کی تمام خوردنی اور آسائش کی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو۔ ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو اور جو شخص کسی کی تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اس میں ہوں پس تم کیوں سچے حامد ٹھہر سکتے ہو جبکہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔"

رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر ان کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے ۔۔۔۔۔۔ پس وہ جو خدا کے لئے آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفسِ امّارہ کے لئے آگ میں پڑتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ (کشتی نوح صفحہ ۳۴)

جواہر ریزے

اللہ تعالیٰ کے افضال:۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو روشن۔ یقیناً اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے یہ اللہ تمہارا رب ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں تو تم کس طرح الٹے پھر جاتے ہو اس طرح وہ لوگ الٹے پھر جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو ایک عمارت بنایا۔ اور تمہاری صورتیں بنائیں تو خوب ہی تمہاری صورتیں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے سو اللہ جہانوں کا رب بابرکت ہے وہ زندہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں سو فرمانبرداری کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے اسے پکارو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ (المومن: ۶۱ تا ۶۵)

- رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن سے پیوستہ ہے پس جو اسے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو اسے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا۔ (ابو داؤد)
- جب خدا نے خلقت کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (بخاری)
- اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ایک سو حصے کئے ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین پر اتارا اس سے مستفیض ہو کر مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک چوپایہ بھی اپنے بچے کو ضرر پہنچنے کے اندیشے سے اپنا سم اس پر سے اٹھا لیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات

آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے دوستوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہٰذا آداب ملاقات کے چند کلمات درج ذیل ہیں۔ ۔۔۔ تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے (ہمارے وہ معتول بھائی غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع رہتے ہیں) کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپؐ اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپؐ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ حضور صلعم سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہؐ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہؐ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعد نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے پھر تیسری مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس چلے سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپؐ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپؐ بار بار سلام فرما دیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپؐ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے آپؐ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ (آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپؐ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپؐ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے اور باجازت لے کے آئے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارا کہ اندر آسکتا ہوں۔ آپؐ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو۔ یعنی پہلے سلام علیک کرے پھر اجازت مانگے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپؐ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپؐ اس میں بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم۔ یعنی ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا ہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنے اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے صحابہؓ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپؐ بلا وجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن خزام صحابیؓ نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنے دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنے لینے والا) اس نصیحت کا یہ اثر حضرت حکیم بن خزامؓ پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپؐ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپؐ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اسکے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا پھر رضاعی ماں آئیں آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

——— * * * ———

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ یکم فروری ۱۹۸۰ء

مادیت اور اخلاق و روحانیت کی جنگ، امن و سلامتی کا راستہ

مشرق وسطیٰ ہو یا برصغیر پاک و ہند، افریقہ کا کوئی ملک ہو یا مغربی دنیا کا کوئی خطہ، اس وقت ہر جگہ اضطراب و بے چینی کا دور دورہ ہے ہر قلب بے اطمینانی و عدم [illegible]ن کا شکار ہو رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ ازمنہ گذشتہ کی نسبت عصر حاضر میں بے نظیر ذہنی و مادی ترقی ہوئی ہے، خوشحالی کے ایسے ایسے سامان میسر آنے میں جو کبھی خواب و وہم میں بھی نہ آ سکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے قلوب سے امن و چین مفقود ہو رہا ہے، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ہر طرف خوف و ہراس اور بے اطمینانی و گھبراہٹ کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں۔ ایسی خارق عادت ترقی و خوشحالی کے باوجود یہ عالمگیر بے امنی و اضطراب کیوں! ہر دم دل کی دھڑکن کے یہ خطرات کس لئے؟ امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی دونوں درحقیقت لازم و ملزوم صفات ہیں کیونکہ امن کے بغیر ترقی ممکن نہیں اور ترقی کے نتیجہ میں امن و عافیت کا ہونا لازم آتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان میں باہم تعاون برقرار رکھا جائے۔ بقائے باہمی کے اصول کے مطابق نہ تو ترقی کی خواہش اور دوڑ ایسی تیز ہو کہ جس سے قلبی امن و سکون برباد ہو جائے۔ نہ ہی سلامتی و عافیت کا مطلب یہ ہو کہ جس سے جمود و بے حسی اور بے حرکتی پیدا ہو۔ جب تک ان ہر دو انسانی صفات کو مناسب جگہ و مقام اور موزوں اہمیت دی جاتی ہے تب تک ان میں اعتدال و توازن قائم رہ کر ایک طرف امن و سلامتی اور دوسری طرف ترقی و خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ لیکن جب توازن کا پلڑا ایک طرف یا دوسری طرف جھک جاتا ہے تو یہی توازن کے مفقود ہو جانے سے فساد و خرابی کا واقع ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

انفرادی رنگ میں یہ حقیقت ایسی ہی صحیح و درست ہے جیسی قومی سطح یا بین الاقوامی میدان میں۔ اگر کسی فرد میں ترقی کی خواہش حد سے زیادہ بڑھ جائے یا اس کی سعی و جہد میں ایسا اضافہ ہو جس کی اجازت گردو پیش کے حالات نہ دیتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ یا تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا یا اس کا جسم کسی مرض کا شکار ہو جائے گا۔ قومی پیمانہ پر بھی یہی اصول صادق آتا ہے۔ اگر افراد اپنے ہمعصروں کے حقوق سے بے پرواہ ہو کر اگر ان کو بے محابہ روندتے ہی چلے جائیں تو بالآخر قومی امن و سکون قائم نہ رہ سکے گا۔ بین الاقوامی میدان میں بھی یہی کچھ پیش آتا ہے جب کوئی قوم اپنی ترقی و خوشحالی کا مطلب یہ سمجھتی ہے کہ اسے دوسری ہمسایہ اقوام کے منصفانہ حقوق سے بے نیاز ہو کر اس راستہ میں ایسی ترقی یا توسیع پسندی کی جارحانہ پالیسی اختیار کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ اس خطہ یا ملک سے امن و سلامتی مفقود ہو جاتی ہے اور اُن کے فقدان کے سبب خود توسیع پسند قوم یا ملک کی ترقی و خوشحالی بھی نہ صرف رک جاتی ہے بلکہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ گویا جس طرح ذہنی عدم توازن کا نتیجہ بالآخر فرد کی خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے یہی حالت قومی اور عالمگیر سطح پر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

اسرائیل اور عرب اقوام میں تصادم و خونریزی جاری ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کے فیصلوں سے انحراف اور توسیع پسندانہ عزائم پر عمل پیرا ہو کر کونسی ترقی و خوشحالی دیکھ لی یا آئندہ کے لئے اسے ان کی توقع ہے؟ پہلے زمانوں کی لڑائیوں کی نسبت موجودہ زمانہ کی جنگوں پر تو یہ مقولہ نہایت نمایاں رنگ میں صادق آتا ہے کہ جس فریق نے شکست کھائی وہ بھی ہارا۔ اور جس نے فتح حاصل کی وہ بھی یکسر خسارہ میں رہا۔ اس حالت میں جب کہ دونوں متحارب فریق کی تباہی و بربادی یقینی ہے کونسی دانش مندی و ترقی پذیری کا تقاضا ہے کہ خودکشی کے ایسے اقدامات پر اصرار کیا جائے، مگر انصاف و حق پسندی کی مسلمہ انسانی اقدار کے اصولوں پر عمل پیرائی نہ کی جائے۔ کیا یہ ازحد تعجب کی جگہ نہیں کہ چودھویں صدی کا انسان جو ذہنی نشو و نما میں ترقی کے باعث چاند پر پہنچ گیا ہو۔ انسانی و اخلاقی اقدار کے معاملہ میں اس قدر جاہل و وحشی واقع ہوا ہے۔ ایسے وسیع پیمانہ پر خونریزی و بربادی کے منصوبوں پر تلا ہے جن کے مہلک نتائج سے اس کی اپنی قوم و ملک بھی محفوظ نہیں! ترقی و خوشحالی کے یہ کون سے نظارے ہیں۔ جہاں متحارب فریقوں کے شہروں اور آبادیوں کو نیست و نابود اور تہس نہس کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ کیا یہی وہ کمال تہذیب و تمدن ہے جس پر فخر کیا جاتا ہے۔ کیا اسی کو معراج ترقی و خوشحالی کے خوشنما الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب تک انسانی خوشحالی اور ترقی و برتری کے لئے مادیت پر قابض ہونے میں سبقت اختیار کرنے کا نظریہ اور کمزوروں کے منصفانہ حقوق کو پامال کرنے کی خود غرضانہ ہوس کے جذبات قوموں میں موجزن ہیں۔ تب تک دنیا میں امن و سلامتی کو تلاش کرنا موہوم امید ہے۔ یورپ میں دو عالمگیر جنگوں سے جو عظیم بربادی فاتح و مفتوح اقوام دونوں پر آئی اس سے مغربی اقوام کو شاید اتنا سبق تو حاصل ہو گیا ہے کہ یہ اقوام اب مغربی ملکوں میں باہم جنگ جوئی سے گریزاں ہیں۔ اب ان اقوام نے اپنے تصادم و آویزش کے لئے ایشیا اور مشرق کو تختہ مشق بنایا ہے۔ لیکن آخر یہ کب تلک۔ یاجوج اور ماجوج کا باہم براہ راست تصادم ہو کر ہی رہیگا یا پھر مشرق میں بھی یہ ایسے فساد و فتنۂ عظیم بپا کرنے سے باز آئیں گے۔ خدا تعالیٰ کے زور آور حملوں سے بالآخر ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ مادیت کے نظریات کی بجائے انسانی و اخلاقی اقدار کے دینی نظریات کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہے گا۔

ہمارے دین کے لفظی معنی بھی امن و سلامتی کے ہیں اور اس نے جو نظریۂ حیات دیا ہے وہ مقدم طور پر خدا کے قوانین کی فرمانبرداری اور انسانوں کی باہمی سلامتی و خیرخواہی پر قائم ہے۔ جس نے ترقی و خوشحالی کو امن و سلامتی کی برقراری پر موقوف و منحصر کیا ہے۔ مادیت اور اخلاق و روحانیت کی اس وقت درحقیقت ایک جنگ ہو رہی ہے دین [illegible] نے ان کا باہمی متوازن و معتدل ایک امتزاج پیش کیا ہے جس سے دین و دنیا دونوں کو ہم آہنگی و مطابقت اور ترقی حاصل ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ترقی و خوشحالی کی رفتار کو انصاف و عدل اور ہمسایہ کے حقوق کے ماتحت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اگر آج امن کی تلاش انفرادی، قومی یا بین الاقوامی سطحوں پر مقصود و منظور ہو تو وہ دین [illegible] کی تعلیم کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکتی یہی وہ دین حق ہے جو ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دیتا ہے، جو انتہائی نظریات کا مخالف اور ان میں انسانی بربادی کو دیکھتا ہے اور ان راہوں سے بچنے و محفوظ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ اس عظیم نظریۂ حیات کو قرآن کریم نے پنجوقتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کی بے نظیر دعا کی صورت میں دہرانے کا حکم دیا ہے۔

صراط مستقیم دو انتہائی و متضاد راستوں کے مابین ایک درمیانی وسط کی راہ ہے۔ جو ہر معاملہ میں ہر قسم کی افراط و تفریط کی متضاد راہوں سے پاک و مبرا اور توازن و اعتدال کے پہلوؤں کو لئے ہوئے جملہ انسانی اقدار کو ان کی مناسب اہمیت و قدر کے پیش نظر ان کو صحیح مقام و درجہ دیتا ہے۔ ترقی اور مسابقت مفاد کی دوڑ میں بھی دین کا نظریۂ حیات یہی ہے کہ امن و سلامتی، عافیت و صلح کاری کی راہوں کو بہر حال مقدم رکھا جائے۔ ورنہ انہیں نظرانداز کر کے جو ترقی روا رکھی جائے گی انجام کار وہ ترقی معکوس اور ہلاکت و بربادی کا موجب ثابت ہوگی۔

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

محترم مرزا محمد لطیف صاحب کے قلم سے

سالانہ دُعائیہ ۸۹ء کی اجمالی رُوئیداد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مرکزی دعائیہ ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء دارالسلام لاہور میں منعقد ہوا۔ اس سہ روزہ دعائیہ کی بکھری روئیداد اور شبان الاحمدیہ اور تنظیم خواتین الاحمدیہ کی تقریبات کی اجمالی روداد پیغام صلح کے شماروں بابت یکم و ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکی ہے اس شمارے میں ۲۴ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء کے دوران ہونے والے دعائیہ کی مختصر روداد ہدیہ قارئین کرام ہے۔ اس دعائیہ میں اندرون و بیرون ملک سے احمدیہ انجمن سے وابستہ احباب و خواتین نے شرکت کی۔

تقریب دعائیہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء

دعائیہ کی افتتاحی تقریب ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کو جامع احمدیہ، دارالسلام، لاہور میں ۹ بجے صبح شروع ہوئی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب از کچھی ہزارہ نے قرآن کریم کی تلاوت کی بعد ازاں نعت رسول پڑھی گئی اور عزیزی مظہر رسول نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ملفوظات طیبات پڑھ کر سنائے۔

امیر جماعت احمدیہ لاہور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالیٰ و بنصرہ العزیز نے افتتاحی تقریر کی جس میں دعائیہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے، احباب و خواتین کی آمد اور اس میں شرکت پر اظہار تشکر فرمایا۔ اور ان کیلئے دعا کی اپنی تقریر دل پذیر میں قرآن و سنت کے حوالہ سے دعا، شرائط دعا اور قبولیت دعا کے بارے میں اس کے فلسفہ اور اس کی حکمت پر روشنی ڈالی اور حاضرین کو مواعظ حسنہ سے نوازتے ہوئے دعائیہ کی تقریبات کے اجراء کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کے آغاز ---- کی خیر و خوبی کیلئے دعا فرمائی۔ ----

---- یہ تقریر ریکارڈ ہو چکی ہے۔ پیغام صلح کو جونہی اس کا مسودہ ملا پہلی فرصت میں قارئین کرام کی نذر ہو گی۔ انشاءاللہ

راجہ محمد بیدار صاحب

راجہ محمد بیدار صاحب نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ـ قد افلح المؤمنون الخ کی تلاوت با ترجمہ کرنے کے بعد اس مقام کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، اس تقریر کا مکمل متن آئندہ اشاعتوں میں درج کیا جائے گا۔

پروفیسر چوہدری عزیز احمد صاحب

محترم چوہدری عزیز احمد صاحب نے سالانہ احمدیہ تقریبات کے سلسلہ میں سُری نام (جنوبی امریکہ) میں ہونے والے سہ روزہ کنونشن کی تفصیلات سنائیں۔ جو حاضرین کرام کیلئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔ چوہدری صاحب موصوف نے اس موقع پر مرکزی انجمن کی طرف سے نمائندگی اور پاکستانی وفد کی سربراہی کے فرائض سرانجام دیئے تھے اس کنونشن کے لیل و نہار کی سرگزشت اس شمارے میں درج ہے

بعد نماز ظہر دعائیہ کی دوسری نشست کا آغاز ہوا۔ حافظ عبدالرؤف صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ فاروق احمد صاحب از سفید ڈھیری نے منظوم کلام پیش کیا جبکہ محترم عبدالرحمٰن صاحب از امریکہ، محترم شاہد عزیز صاحب اور محترم مرزا محمد لطیف صاحب نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا جس کے بعد دعائیہ کی آج کے دن کی تقریبات کا اختتام ہُوا۔

تقریبات مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء

سالانہ دُعائیہ کی تقریبات کے دوسرے دن کی پہلی نشست صبح ۹ بجے .... منعقد ہوئی۔ محترم ملک غلام علی صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ دقیع سعید صاحب نے حضرت بانی سلسلہ کے ملفوظات پڑھ کر سنائے شبان الاحمدیہ کے صدر عزیزی عامر عزیز صاحب نے حضرت صاحب کا منظوم کلام پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

تقریر میاں عمر فاروق صاحب

محترم و مکرم میاں عمر فاروق صاحب نے قرآن کریم کی آیت کریمہ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا و لا تفرقوا الخ کی تلاوت و ترجمہ کرتے ہوئے جماعتی اتحاد و اتفاق کی ضرورت و اہمیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ قرآن کریم کی تلاوت کردہ آیات کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں کتاب و سنت، تاریخ دینی اور حضرت بانی سلسلہ کی تلقین و ہدایت کا حوالہ دیتے ہوئے احباب جماعت کو اتحاد و اتفاق کو مضبوط سے مضبوط کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ آپکی تقریر جو ہدایت و رہنمائی سے مزین ہے۔ پیغام صلح کے آئندہ شمارے میں درج ہو گی۔

مکرم چوہدری فتح محمد عزیز صاحب

جماعت کی محترم و معزز شخصیت اور پاکستان کے معروف قانون دان جناب چوہدری فتح محمد عزیز صاحب نے تقریر فرمائی جو من و عن ریکارڈ ہو چکی ہے اس کا مسوّدہ ادارے کو موصول ہونے پر درج اشاعت ہو گی۔ اس تقریر کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر ہماری دعائیہ کی انتظامیہ سے گزارش ہے کہ وہ پہلی فرصت میں تقریر کا مسوّدہ فراہم کر کے شکر گزاری کا موقع دیں اور عنداللہ ماجور ہوں قارئین کرام کے اضافہ علم میں یہ امر لانا ضروری ہے کہ ہماری جماعت اور اس کے احباب و افراد کیلئے جو لسانی اور قلمی اظہار و بیان کی مشکلات ہیں ان کے پیش نظر پیغام صلح اپنی تدوین و اشاعت کے سلسلہ میں چوہدری صاحب موصوف کی قانونی ماہرانہ رائے اور رہنمائی سے بھرپور استفادہ کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ اور درازئی عمر سے متمتع فرمائے۔ احباب سلسلہ اس بزرگ و محترم شخصیت کے حق میں اپنی نیم شبی دعاؤں میں بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں۔

سالانہ رپورٹ

مرکزی انجمن لاہور کے سیکرٹری جنرل جناب چوہدری منصور احمد صاحب نے مرکزی انجمن کی سالانہ کارگزاری کی تفصیل بیان کی۔ سال بھر ہونے والے امور و معاملات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ انجمن کی دینی و جماعتی خدمات پر روشنی ڈالی۔ بیرون ملک اپنے مشنوں کا جائزہ پیش کیا۔ کتب و لٹریچر اور جماعتی اغراض و مقاصد و غیر اہم کاموں کی طرف توجہ دلاتے ہوتے انجمن کے پیش نظر آئندہ سال میں اس کے منصوبوں اور پروگراموں کی وضاحت کی۔ اور رپورٹ کے آغاز میں جماعت کے ان بزرگوں اور احباب و خواتین کے لئے دعائے مغفرت کی تحریک کی جو سال رواں میں ہم سے جدا ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلے گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مالی تحریک

آئندہ سال انجمن کے پیش نظر جملہ کاموں کی تکمیل کیلئے مالی ایثار و قربانی کی تحریک کی گئی۔ جماعت کے احباب و خواتین نے اپنی روایتی ایثار و قربانی کا اظہار کرتے ہوئے نقد و وعدوں کی صورت میں عطیات دیئے پیش کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک خطیر رقم کی فراہمی کا بندوبست ہو گیا۔

دعائیہ کی دوسری نشست

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو نماز ظہر کے بعد دعائیہ کی دوسری نشست کا آغاز ہوا۔

. . . .

مولوی مرزا محمد حنیف صاحب واعظ فیض آباد نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ عزیزی طیب انوار نے ملفوظات حضرت بانی سلسلہ پڑھ کر سنائے بعد ازاں حضرت امام وقت کا منظوم کلام پڑھ کر حاضرین کو محظوظ کیا

محترم ملک محمد ظفر اللہ خان صاحب

انجمن کے مرکزی دفتر کے اسسٹنٹ سیکرٹری اور جماعت کے عالم فاضل بزرگ مکرم ملک محمد ظفر اللہ خان صاحب نے دعا اور اس کے فلسفہ اور حکمت پر ایمان افروز تقریر فرمائی اور شرائط قبولیت دعا پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے اس کی اہمیت اور عظمت اور افادیت پر اپنے فاضلانہ خیالات کا اظہار فرمایا اور جماعت کو تحریک و ترغیب دلائی کہ وہ موجودہ حالات میں بالخصوص دعاؤں سے کام لے۔ دعا ایک بہترین اور زبردست ہتھیار ہے۔ دعا اور اس کی مقبولیت کے نظارے جماعتی زندگی میں قدم قدم پر دیکھے گئے ہیں آج بھی ہمیں اس ہتھیار کو استعمال کرنے کی جتنی اس وقت ضرورت ہے۔ غالباً اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

مکرم ملک صاحب موصوف کی یہ تقریر دل پذیر اس لائق ہے کہ لفظاً لفظاً ہدیہ قارئین ہو لہٰذا ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر کلام پیغام صلح کو مرحمت فرمائیں۔

محترم ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب

محترم ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ اپنے پیشہ و شعبہ کی ایک لائق فائق اور ماہر شخصیت ہیں اور امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرزند رشید ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر کے

آغاز میں قرآن کریم کی آیت شریفہ اقرا باسم ربک الذی خلق الخ کی تلاوت کی اور اس کے معنی و مطا ــ اور تفسیری مقام کے حوالہ سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آپ کی تقریر کا مکمل متن قریبی اشاعت میں درج کیا جائے گا۔ آپ کی تقریر کے بعد نشست کے اختتام ۔ ۔ ۔ ۔ کا اعلان ہوا ــ

۲۶۔ دسمبر ۱۹۸۹ء کی دعائیہ تقریبات

آج کا دن ہماری جماعت کی سالانہ دعائیہ تقریبات کا آخری دن تھا۔
محترم قاضی عبدالاحد صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ نثار احمد صاحب از دبیگراں نے ترنم سے نظم پڑھ کر سنائی عزیزی اطہر رسول نے ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ پڑھ کر سنائے محترم عبدالعزیز از کھی نے تقریر کی جس میں جماعت قادیان ثم ربوہ کے عقائد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ آپ کی یہ تقریر بھی پیغام صلح کی اشاعت میں قارئین کرام کے استفادہ کیلئے شامل کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

محترم میاں رحیم بخش صاحب

جماعت کے محترم بزرگ جناب میاں رحیم بخش صاحب نے "انسانی ارتقاء از روئے قرآن کریم" کے موضوع پر ایک عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی۔ آپ کی محققانہ علمی تقریر اخبار میں شائع کی جا رہی ہے۔

محترمہ ثمینہ ساہو صاحبہ

کینیڈا جماعت کی رہنما اور سربرآوردہ شخصیت محترمہ ثمینہ ساہو ــ صاحبہ نے اپنی تقریر میں کینیڈا جماعت کی علمی دینی خدمات دینیہ پر ایمان افروز تقریر کی۔ وہاں تراجم قرآن کریم اور دیگر دینی و جماعتی کتب و لٹریچر پر جو علمی و قلمی کام ہو رہا ہے۔ حاضرین کو تفصیلاً ان سے آگاہ کیا ــ ان ایمان انگیز تقاریر کا حاضرین پر خاص اثر ہوا۔ ان کی تقریر کے بعد محترم پروفیسر خلیل الرحمان صاحب نے بھی "مغرب میں جماعتی خدمات دینیہ کے بارے میں" "سورج مغرب سے طلوع ہوگا" کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور تفسیر قرآن حکیم کے حوالے سے ایک معروف کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی کے ترجمہ و تفسیر کی اہمیت، افادیت اور عظمت پر روشنی ڈالی اور دنیا نے جو خراج پیش کیا ہے اور کر رہی ہے اس کا محترم چوہدری صاحب موصوف نے کچھ اس انداز سے اور ایسی رقت قلب سے بیان کیا کہ سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اظہار تشکر کیلئے سب حاضرین حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں سجدے میں گر گئے۔ جب سجدے سے اُٹھے تو میں نے (راقم الحروف) چاروں طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ہر چھوٹے بڑے کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

اختتامی تقریر

امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے اختتامی تقریر فرمائی جس میں آپ نے اس دعائیہ کی جملہ تقریبات پر اجمالی روشنی ڈالتے ہوئے دعائیہ کو کامیاب و بامراد قرار دیا۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دعائیہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ احباب نے مختلف موضوعات پر علمی اور دینی رنگ میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار بڑے مؤثر و مفید طور پر کیا۔ ان کی مختلف آراء و تجاویز سامنے آئیں۔ تمام تقاریر معیاری تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اجتماعی رنگ میں سجدہ ریز ہونے کے مبارک مواقع حاصل ہوئے۔ نمازیں باقاعدگی سے ادا ہوتی رہیں۔ درس قرآن کریم کا سلسلہ جاری رہا۔ تنظیم خواتین احمدیہ کی تقاریب کا حال احوال سن کر دل مسرور ہوا۔ اس طرح شبان الاحمدیہ بنات الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کی تنظیموں کے پروگرام بھی بخیر و خوبی انجام پائے۔ یہ ہمارے بچے اور ہماری پیاری نوجوان نسل ہی ہماری امیدوں کی آماجگاہ ہیں۔ ان ایام اللہ میں الحمد للہ کوئی ناخوشگوار واقع نہیں ہوا۔ تمام کام بخیر و خوبی اور احسن طریق سے انجام پاتے رہے۔ ہمارے حالات نامساعد ہیں مگر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ خواتین نے بھی اپنی شایان شان ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ انہوں نے دینی اور جماعتی خدمات کیلئے بیس ہزار روپے نقد کے ساتھ ساتھ نو عدد طلائی چوڑیاں اور پانچ عدد انگوٹھیاں بھی للہ فی اللہ بطور عطیہ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ قربانی قبول فرمائے اور ان کو حسنات اولیٰ و آخرت سے نوازے۔
حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ہماری زمین زرخیز ہے مگر صرف زرخیز ہونا ہی کافی نہیں ہے اس زرخیز مٹی کی حفاظت اور اس کی آبیاری اور نگہداشت بھی از بس ضروری ہے اور کھاد بھی "دینی پڑتی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے قربانیوں کی ایمان افروز تاریخ اپنے پیچھے چھوڑی ہے اس جماعت کی تاریخ ہی صبر و ایثار کی تاریخ ہے یہ ورثہ ہمیں اپنے بزرگوں سے ملا ہے۔ الحمد للہ ہم اس ورثہ کے امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی ضائع نہیں کیا۔

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ دنیا کے ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ تہہر حملہ ندی کسی نہ کسی رنگ میں اقوام و اوطان پر طاری ہے۔ لوگوں میں اکثریت بدحی کی راہ پر چل رہی ہے۔ ایسے موقع پر نیک بھی نہیں بچ سکتے۔ آپ ایسے قہر آمیز حالات میں اللہ تعالیٰ کے در پر جھکیں اور اس کے رحم و کرم کو اپنی طرف کھینچیں۔ خدا خوفی اختیار کریں اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کیلئے دعا کریں۔ اپنی تقریر میں آپ نے دعائیہ میں شامل ہونے والے احباب و خواتین بچے بچیوں اور انتظامیہ کو مبارکباد دی۔ ان کے حق میں دعا کی اور دعائیہ کے اختتام کا اعلان فرمایا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس تقریر کا مکمل متن پیغام صلح کے ذریعے ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

آپ کے خطوط

اللہ کریم و تبارک کے فضل و کرم سے احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ دعائیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ منعقدہ ۲۳ تا ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء دارالسلام میں بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ان چار ایام میں شب و روز اور شام و سحر نصرت الٰہی کے غیر معمولی نظارے دیکھنے میں آئے جو دعائیہ میں شرکت کرنے والوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی ان عنایات بے غایات پر ہمارے سر ایک بار پھر اس کے آستانہ پر جھک جاتے ہیں۔ روز افزوں گرانی، سفر کی صعوبتوں اور نامساعد حالات کے باوجود ہمارے بھائی بہنیں اور عزیز دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے گھروں کے آرام و آسائشوں کو خیرباد کہہ کر اس خالصتہً دینی اجتماع میں شریک ہوئے۔ خداوند کریم ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین!

جن خوش قسمت بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں نے اس دعائیہ میں شمولیت کی انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اس اجتماع میں تقریروں اور خطبوں کا مقصد قرآن کریم کی عظمت۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ اور دین ۔ ۔ کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا تھا۔ انہی مبارک ایام میں خدمتِ دین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خدائے ذوالجلال کے آخری پیغام قرآن کریم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی تدابیر اور وسائل پر غور کیا گیا۔ نصرت و غلبہ دین کے لئے نہایت عجز و الحاح سے اجتماعی دعائیں بھی کی گئیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اپیل پر احباب نے دل کھول کر عطیات دیئے خواتین نے بھی بھائیوں کے شانہ بشانہ لبیک کہا۔

ایسا نظر آتا ہے کہ اس خدائے برتر و توانا نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ ماہ و زمانہ کی جماعت کے افراد کے دلوں میں تحریک کی ہے وہ اس دعائیہ میں نہ صرف کثرت سے شریک ہوں بلکہ خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی بھی پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے مامور بانیٔ سلسلہ کے بتائے ہوئے راستہ پر زیادہ مستعدی اور استقامت سے چلتے رہیں تاکہ برکات سماویہ اور رحمتِ الٰہیہ سے زیادہ سے زیادہ حصہ پانے والے ہوں۔ آمین ثم آمین!

ہم اپنے ان احباب و خواتین سے، جو سالانہ دعائیہ میں شریک رہے، درخواست کرتے ہیں کہ دعائیہ کی تقریبات کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات لکھ کر ہمیں بھجوائیں جنہیں ہم شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع کریں گے۔

آپ کا مخلص فضل احمد
ناظم اخبارات دارالسلام ۔ لاہور

خطبہ جمعہ

(فرمودہ نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء۔ بمقام جامعہ احمدیہ دارالسلام کالونی لاہور۔)

تشہد اور تعوذ کے بعد مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کی آیات ۳۵ تا ۳۸ کی تلاوت کرنے کے بعد ان کا مندرجہ ذیل اُردو ترجمہ کیا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ۔

"اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنّت میں رہو اور اُس میں سے بافراغت کھاؤ جہاں سے چاہو۔ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو گے لیکن شیطان نے ان دونوں کو پھسلا دیا اُس میں سے جس میں وہ تھے۔ اور ہم نے کہا نکل جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اُٹھانا ہے۔ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے اُس پر رحمت سے توجہ کی۔ بیشک وہ رجوع برحمت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے کہا تم سب کے سب اِس میں سے نکل جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی اتّباع کرے گا تو ان کو نہ خوف ہے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

آج منشّیات کی روک تھام کا عالمگیر دن منایا جا رہا ہے۔ اور اس کی مناسبت سے کل ۷ دسمبر کے اخبار جنگ کے پہلے صفحہ پر سب سے پہلے خبر ہے کہ وفاقی وزیر امور داخلہ نے متنبہ کیا ہے کہ پاکستان میں روزانہ بیس کروڑ روپے تک کی ہیروئن (نشہ آور چیز) کی خرید و فروخت کی جاتی ہے یہ ایک دن کا حال ہے۔ میں نے حساب لگایا ہے تو سال بھر کے لئے یہ پیسے جا اسراف ۷۳ ارب روپے بنتے ہیں۔ تو یہ تو صرف ہمارے نسبتاً چھوٹے ملک کا حال ہے۔ مگر یہ مرض تو مہنگائی کی طرح عالمگیر ہے کوئی ملک یا قوم اِس سے نہیں بچی۔ یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف عالمگیر اور روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے دنیا نالاں ہے تو دوسری طرف صرف ہیروئن پر پاکستان جیسے نسبتاً چھوٹے ملک میں ۷۳ ارب روپیہ سالانہ ضائع کیا جا رہا ہے۔ ساری دنیا کا حساب لگایئے تو انسان کے سر کو چکر آ جاتا ہے۔

اور ہیروئن تو منشّیات میں سے صرف ایک ہے۔ اس کے علاوہ شراب کس قدر دنیا میں خصوصاً اہل مغرب اور دوسرے عیسائی ممالک میں پی جاتی ہے۔ وہ ہیروئن سے زیادہ لوگوں کے منہوں کو لگی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ افیون، بھنگ، چرس وغیرہ وغیرہ اور منشّیات بھی دیمک کی طرح انسانوں کی دولت اور صحت اور امنِ عامہ اور خانگی خوشی کو ہر روز تباہ کر رہی ہیں! ان منشّیات میں سے اکثر افیون یا پوست سے نکالی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور جو نہ صرف علمِ دین کے منوّر ستارے تھے بلکہ علمِ طب میں بھی یکتائے زمانہ تھے فرمایا کرتے تھے کہ افیون اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کیونکہ افیون سے ہی تمام دردوں کا علاج ہوتا ہے یعنی Pain-killing ادویات بنائی جاتی ہیں مگر افیون کا اگر غلط استعمال کیا جائے جیسا کہ منشّیات بنانے میں کیا جاتا ہے تو یہ خدا داد نعمت انسانوں کی نالائقی سے ایک لعنت بن جاتی ہے۔ ہمارے ہاں تو اتنا بُرا حال نہیں مگر عیسائی اقوام جیسے اہل یورپ اور خصوصاً امریکہ میں تو یہ اس قدر خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے کہ وہاں کی حکومت کو سخت فکر لگا ہوا ہے۔ اور دنیا کی تمام حکومتیں ایڑی

چوٹی کا زور لگا رہی ہیں کہ اس وبا کو روکیں مگر ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

تو کیا اس مرض کا کوئی علاج نہیں؟ ہے۔ اور وہ قرآن شریف ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ان دونوں کا کیا تعلق ہے؟ وہ تعلق یوں ہے کہ خواہ وہ منشّیات ہوں یا عالمگیر رشوت ستانی یا سمگلنگ یا منافع خوری اور دوسری عالمگیر بُرائیاں ہوں اُن کا کیوں تدارک نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہر ملک کی حکومت اور عوام کی بھلائی کے ادارے پورا زور لگاتے رہے ہیں اور لگا رہے ہیں کہ ان کا قلع قمع کیا جائے مگر کچھ نہیں بنتا۔ اس لئے کہ دنیا میں بدقسمتی سے اکثر لوگوں کا خدا پر سے ایمان اُٹھ گیا ہے۔ قرآن کریم کے سوا کسی اور مذہب یا تعلیم میں خدا کا وہ تصوّر نہیں پایا جاتا جو اس علم اور روشنی کے زمانہ میں لوگوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔ مغرب زدہ لوگ تو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیات کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور آج ان علوم میں امریکہ چوٹی پر ہے۔ مگر وہاں کچھ عرصہ ہوا کہ امریکہ نے شراب کی درآمد کو قانوناً روک دیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ کسی شخصِ واحد کا فعل نہیں تھا بلکہ عوام کے نمائندہ اداروں یعنے امریکہ کی کانگرس اور سینیٹ نے بالاتفاق اِس قانون کو پاس کیا تھا۔ پر اُس نے شراب نوشی کو بند کیا کرنا تھا الٹا شراب کی سمگلنگ بڑے پیمانے پر خطرناک رنگ اختیار کر گئی اور ایسے جرائم اور مجرم پیدا کئے کہ امریکیوں نے بالآخر اس قانون کو منسوخ کر دیا۔ تو سائنس اور ٹیکنالوجی، جن پر مغرب زدہ لوگوں کو ناز ہے اور حکومت کے زور کچھ بھی کام نہ آئے

اس کے برعکس حضور محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منجملہ اور معجزات کے یہ کتنا بڑا معجزہ تھا کہ اہل عرب جنکی گھٹی میں شراب پڑی ہوئی تھی اور دن رات شراب پیتے رہتے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہوں نے حضورؐ کی طرف سے اطلاع ملتے ہی کہ شراب حرام کئے جانے کا حکم نازل ہوا ہے فوراً بلاکسی حیل و حجت کے اپنے گھروں میں مٹکے کے مٹکے شراب کے جتنے انہیں توڑ دیا اور لکھا ہے کہ شراب مدینہ کی گلیوں میں اس طرح بہی جس طرح کہ بارش کا پانی بہتا ہے۔ ساری عمر کی عادت اور وہ بھی نشہ کی اُسے چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔ تو وہ کیا چیز تھی جس نے یہ انقلابِ عظیم پیدا کیا؟ وہ زندہ خدا پر زندہ ایمان تھا جو حضور سرورِ کائنات ؐ نے اپنے متّبعین میں پیدا کر دکھایا تھا اس لئے آج بھی وہی ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے اگر منشّیات کی عالمگیر اور ناقابلِ علاج وبا سے نجات پانا ہے۔ تو وہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضورؐ نے جو اہلِ عرب میں انقلابِ عظیم پیدا کر دکھایا تھا وہ قرآن کریم اور حضورؐ کی اپنی سیرتِ پاک کی وجہ سے تھا۔ حضورؐ تو اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے مگر خوش قسمتی سے حضورؐ کی سیرتِ پاک کی مکمّل اور موثر تصویر احادیث اور سیرتِ نبویؐ میں موجود ہے جو اور کسی نبیؑ کی نہیں۔ اور دوسری خوش قسمتی یہ ہے کہ قرآن پاک من وعن وہی ہے جو حضورؐ پر نازل ہوا تھا۔ اس لئے قرآن حکیم اور سیرت نبویؐ کو دنیا میں پہنچا کر ہی دنیا میں دوبارہ انقلاب لایا جا سکتا ہے جس میں من جملہ اور اصلاحات کے منشّیات سے بھی دنیا کو نجات دلائی جا سکتی ہے جس طرح کہ حضورؐ نے آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے اپنے ماننے والوں میں ایسی اصلاح کی تھی کہ انہوں نے پھر شراب کو چھُوا تک نہیں۔ ورنہ انسانی کوششوں مثلاً قوانین اور انتظامی تدبیروں سے نہ تو منشّیات سے نجات اب تک ہوئی ہے اور نہ آئندہ بھی ہو گی جیسا کہ مثلاً رشوت ستانی کو روکنے کیلئے روزِ اوّل سے حکومتیں دل سے پوری کوشش کرتی رہی ہیں۔ مگر کوئی کامیابی نہیں ہو سکی۔

آج نہ صرف منشّیات کا روگ دنیا کو لگا ہوا ہے بلکہ ہر قسم کی بُرائیاں دنیا بھر میں دن بدن جڑیں پکڑتی جا رہی ہیں اور اُن کی وجہ سے آج دنیا میں ہر شخص کم و بیش دُکھی ہے اور تفکرات اور پریشانیوں میں مبتلا ہے دل کا چین رخصت ہو چکا ہے الّاماشاءاللہ۔ مگر اِن آیات پر غور فرمائیں جو میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہیں۔ اُن میں تو یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حوا کو جنت میں رہنے کیلئے پیدا کیا تھا۔ قرآن پاک نعوذباللہ قصّہ کہانیوں کی کتاب نہیں۔ بلکہ جن واقعات کا اُس میں ذکر ہے وہ تمام نسلِ انسانی کیلئے ہر زمان و مکان میں اپنے اندر اخلاق اور روحانی سبق

رکھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت آدم کے ذکر میں نسلِ انسانی کا ذکر ہے جیساکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ "یَا بنی آدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم مّن الجنّۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوأتھما (سورۃ الاعراف ۔ آیت ۲۷) یعنے اے بنی آدم! تمہیں شیطان فتنہ (دکھ) میں نہ ڈالے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنّت سے نکلوایا تھا۔ اُن سے اُن کا لباس اتروا دیا تاکہ ان کو ان کے عیب دکھا دے"۔ اور یہ جنّت آخرت کی یا ہر کی جنّت نہ تھی کیونکہ :

(الف) حضرت آدمؑ کو اس زمین میں خلیفۃ اللہ بنایا گیا تھا جیساکہ قرآن کریم میں صاف طور پر آیا ہے کہ "واذقال ربّک للملٰٓئکۃ انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ (یعنی "اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں") فرشتوں کو اس لئے کہنے کی ضرورت تھی کہ کائنات کی ہر طاقت کا انچارج ایک فرشتہ ہوتا ہے مثلاً بجلی کا انچارج ایک فرشتہ ہے۔ اسی طرح ہوا کا انچارج ایک فرشتہ دوسرا ہے وغیرہ وغیرہ اور چونکہ حضرت آدمؑ اور اُن کی نسل نے کائنات کی تمام طاقتوں پر بطور خلیفہ حکومت کرنی تھی اس لئے فرشتوں کو بتانا ضروری تھا تاکہ وہ بنی آدم کی فرمانبرداری کریں۔

(ب) آخرت کی ابدی جنّت کیلئے تو آیا ہے کہ " وما ھم منھا بمخرجین" یعنے جو لوگ جنّت میں جائیں گے وہ اُس سے نکالے نہ جائیں گے۔

(ج) تو پھر وہ کون سی جنّت تھی جس سے حضرت آدمؑ اور حوّا نکالے گئے تھے؟ قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ " ولمن خاف مقام ربّہٖ جنّتان (یعنے اپنے رب کے آگے جوابدہی کیلئے کھڑے ہونے کے وقت سے ڈرتا ہے اس کیلئے دو جنّتیں ہیں ۔) ۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایک اس دنیا کی جنّت اور دوسری آخرت کی جنّت ۔ اس دنیا کی جنّت دل کی جنّت ہوتی ہے ورنہ نیک لوگوں کو کہاں اس دنیا میں باغ اور نہریں اور محل وغیرہ ملتے ہیں۔ مگر اُن کے دل میں اطمینان کی جنّت پیدا ہو جاتی ہے اور امن خوشی دل کی جنّت سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اگر انسان کا دل خوش ہو تو باہر کیسے بھی حالات ہوں انسان خوش رہتا ہے اور اگر دل غمگین ہو تو باہر ہزار عیش و آرام کے سامان ہوں وہ انسان کو خوش نہیں کر سکتے ۔ تو مؤمن اس دنیا سے دل کی جنّت لے کر جاتا ہے تو اگلے جہاں میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُسے باہر کی جنّت بھی مل جاتی ہے تو اندر اور باہر دونوں خوشیوں سے مل کر وہ اعلیٰ زندگی اُسے ہمیشہ کیلئے نصیب ہو جاتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے بطور اجرِ عظیم مؤمن کیلئے خوشخبری قرآن کریم میں نازل فرمائی ہے۔

(د) انسان اور شیطان کا ساتھ صرف اس دنیا کی زندگی تک ہے۔ اگر آخرت کی جنّت میں شیطان گھس کر انسان کو ورغلا سکتا تو پھر جنّت کی وہ سلامتی (جس کے معنے ہیں باہر سے کسی دشمن کے حملوں میں محفوظ رہنا) کہاں انسان کو نصیب ہوگی جس کی خوشخبری قرآن کریم نے ان الفاظ سے دی ہے کہ ادخلوھا بسلامٍ اٰمنین یعنے جب مؤمن کیلئے آخرت کی جنّت ملنے کا حکم اللہ تعالیٰ دے گا تو ساتھ ہی وہ ازراہِ لطف و کرم اُسے فرمائے گا کہ اس جنّت میں داخل ہو جاؤ ہر قسم کے بیرونی و اندرونی خطرات سے بے فکر ہو کر۔ امن کا لفظ جو مادہ ہے لفظ اٰمنین کا اُس کے لغوی معنے ہیں اطمینان قلب ملنا اور خوف سے نجات پانا ۔ اسی لئے میں نے ادخلوھا بسلامٍ اٰمنین کی تفسیر باہر اور اندر کے خطرات اور تفکّرات سے آزاد ہونے کی کی ہے۔

اس دنیا کی دل کی جنت جس میں ہر انسان کو پیدا کیا جاتا ہے وہ بچہ کی معصومیّت میں جھلکتی ہے مگر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو شیطان اسے ورغلا کر گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور یوں وہ اپنے دل کی جنت کو کھو بیٹھتا ہے۔

تو سوال اٹھتا ہے کہ اوپر کی بحث کا منشیات سے کیا تعلق ہے ؟ اس تعلق کو بتانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اس رکوع میں جو انسان کی پیدائش اور اس کے بعد کی زندگی کے مقاصد کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے فائدہ کیلئے واضح فرمایا ہے اُن کو میں مختصراً بیان کرنے کی کوشش کروں

(۱) اوّل تو یہ ضروری ہے کہ ہمیں احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہم پر بے حساب احسانات کئے ہیں اُن میں سے یہ بنیادی احسان ہے کہ انسان جو خاک سے بنایا گیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے وہ جسم عطا فرمایا ہے کہ اس کے رازوں کا ڈاکٹروں اور سائنسدانوں کو بھی ابھی تک صرف سطحی علم ہوا ہے اور اس کے لئے ہر روز کوئی نہ کوئی نیا انکشاف ہوتا رہتا ہے ۔ پھر بھی ابھی بہت سے عقدے نہیں کھلے ۔ اور کھل کس طرح سکتے ہیں کہ قران حکیم فرماتا ہے ۔ وما اوتیتم من العلم الّا قلیلا یعنے " اور تمہیں نہیں دیا علم میں سے سوائے تھوڑے علم کے یعنی جتنا کہ انسان کے لئے ضروری تھا ۔

(۲) ۔ انسان کی ہستی کا سب سے مخفی راز اس کی روح ہے ۔ وہ اتنی مخفی ہے کہ دنیاوی علوم نے تو اس کا بالکل انکار کر دیا ہے ۔ مگر قرآن حکیم نے اس پر بہت کچھ روشنی ڈالی ہے ۔ جو بنیادی راز کھولا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی روح اُس کے جسم کی طرح مٹی میں سے نہیں پیدا ہوئی ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ روح انسان میں پھونکی ہوئی ہے ۔ جیساکہ ایک سے زیادہ دفعہ فرمایا ونفخت فیہ من روحی ۔ انسان کی دوسری مخلوق پر برتری اسی روح کی وجہ سے ہے ۔ اور جب کہ انسان کا جسم کچھ عرصہ زندہ رہ کر پھر مٹی میں جا ملتا ہے ، تو انسان کی روح جو اس کے جسم میں رہ کر اور ان تمام باتوں سے جو انسان کو پیش آتی ہیں (مثلاً بچپن ۔ لڑکپن ۔ جوانی ۔ بڑھاپا ۔ بیماری ۔ صحت ۔ خوشی ۔ غم ۔ مال کی فراخی ۔ یا مال کی کمی ۔ نیک اعمال یا بد اعمال ۔ نیک خیالات یا بد خیالات وغیرہ وغیرہ) سے متاثر ہو کر وہ روح نہیں رہتی جو اُس کے خالق کے پاس سے آئی تھی بلکہ ایک نئی شخصیّت یا پرسنیلٹی (PERSONALITY) بن جاتی ہے جو اگلے جہاں جا کر اپنے نیک یا بد زندگی کی جزا یا سزا پاتی ہے مگر ہمیشہ زندہ رہتی ہے ۔ اُسے قرآن حکیم نے "نفس" کا نام دیا ہے

۳ ۔ انسان کو اسی خاص عطا کردہ روح کی وجہ سے روئے زمین پر خدا تعالیٰ کا خلیفہ بنایا گیا ہے جس کا اس رکوع میں ذکر ہے کہ انسان کو تمام روئے زمین پر بلکہ اس سے بالاتر بعض آسمانی طاقتوں پر حکومت کرنے کیلئے بطور خلیفہ کے تمام ضروری اختیارات کیسا تھ بھیجا گیا ہے جیساکہ فرمایا کہ وسخّر لکم مّا فی السّمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا منہ (الجاثیۃ ۴۵ : ۱۳) یعنے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخّر کر دیا ہے۔

(۴) انسان کو کائنات کی طاقتوں پر بطور خلیفہ حکومت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے علوم سکھائے ۔ اس بارے میں قرآن کریم کے الفاظ ہیں ۔ وعلّم اٰدم الاسمآء کلّھا یعنی خدا تعالیٰ نے انسان کو تمام نام سکھائے ۔ "نام" کے لفظ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ کائنات کی مختلف چیزوں کے نام سکھائے ۔ وہ اتنے اچھے معنے نہیں جتنے دوسرے معنی کیونکہ تمام علوم اپنے ناموں سے پکارے جاتے ہیں اس لئے یہاں مراد ، دنیا کے علوم ہیں مثلاً " ریاضی ۔ الجبرا ۔ جیومیٹری ۔ کیمسٹری (CHEMISTRY) فزکس (PHYSICS) بیالوجی (BIOLOGY) زوآلوجی (ZOOLOGY) وغیرہ وغیرہ ۔ انہی علوم کے ذریعہ سے انسان کائنات کی طاقتوں پر حکومت کرتا ہے یہاں تک کہ اب زمین سے باہر چاند اور سیاروں پر جا رہا ہے ۔ اور فضا میں ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے اور مصنوعی سیّارے آسمان پر بھیج کر اُن سے بہت سے حیرت انگیز کام لے رہا ہے ۔ اور ابھی خدا جانے اور کیا ترقیات انسان کرے گا ۔

(۵) ۔ ان علوم میں سے جو انسان کو علم دیا گیا وہ فرشتوں کو بھی نہیں دیا گیا ۔ جیساکہ فرشتوں کے اقرار " سبحٰنک لا علم لنا الّا ما علّمتنا یعنے تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اُس کے جو تو نے ہمیں سکھایا " سے ظاہر ہے ۔ فرشتے جو کائنات کی ہر طاقت کے انچارج ہیں انہیں صرف وہی علم دیا گیا جو ان کے فرائض سرانجام دینے کیلئے ضروری تھا ۔ مثلاً جو فرشتہ بجلی کا انچارج ہے اُسے صرف بجلی پیدا کرنے اور اُس کے خواص کو وجود میں لانے یا بجلی کی طاقت کو قائم رکھنے وغیرہ کا علم دیا گیا ۔ مگر انسان کو اس سے بڑھ کر بجلی سے متعلق تمام علم سکھایا ۔ اور اسی رنگ میں قرآن کریم کا وہ ارشاد

نہایت عمدگی سے پورا ہوتا نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (یعنی بنی آدم) کو فرمایا کہ تم فرشتوں کو سکھاؤ۔

۶۔ پھر ان علمی تجربات کے باعث کائنات کی طاقتیں جو انسان نے مسخر کیں اُن کو علم باطنی میں فرشتوں کا جو ان طاقتوں کے انچارج ہیں انسان کو سجدہ کرنے کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ وہ سجدہ جو ہم نماز میں کرتے ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو جائز نہیں اس لئے یہاں لفظ سجدہ اپنے لغوی معنوں میں آیا ہے جو کہ جُھک جانا اور فرمانبرداری اختیار کرنا ہے۔

۷۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو دل کی جنّت جیسی نعمت دیکر اس دنیا میں بھیجا۔ یہ جنت اُس معصومیّت میں صاف نظر آتی ہے جو ہر انسان کے بچّہ میں ہوتی ہے اپنے ذہن میں یہ بات ضرور نوٹ کرلیں کہ بچہ جب معصومیّت کی حالت میں ہوتا ہے تو نہ تو اسے کوئی خوف ہوتا ہے نہ حزن مثلاً بچہ اپنی معصومیت میں سانپ تک کو پکڑ لیتا ہے۔ اور چاہے کتنا ہی بڑا رنج و غم اُس کے بڑوں کو ہو، معصوم بچہ بلا کسی رنج و غم کے ہنستا کھیلتا رہتا ہے۔ گویا خوف یا حزن کا نہ پیدا ہونا یہ دل کی جنت کے مترادف ہوتا ہے۔

۸۔ انسان کی زندگی جنّت نہ ہوتی اگر وہ اکیلا ہوتا اور اس کی رفاقت کیلئے عورت نہ ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو پیدا کیا جیسا کہ فرمایا خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیہا (الروم ۳۰۔۲۱) تمہاری ہم جنس عورت کو بنایا کہ وہ تمہارے لئے باعث تسکین ہو۔ غرضیکہ انسان پر احسان فرمایا۔

۹۔ مگر انسان کی اخلاقی و روحانی ترقی کے لئے اُس کے بچپن کی فطرتی نیکی کی ایک مخالف طاقت کا ہونا ضروری تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو پیدا کیا۔ وہ بدی کی طرف بُلاتا ہے اور انسان اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ تو اس کی نیکی کی ترقی ہوتی ہے مثلاً اگر جھوٹ کا امکان نہ ہوتا تو سچ بولنے میں کوئی خوبی پیدا نہ ہوتی۔ مثلاً اگر انسان سچ کے سوا کچھ بول نہ سکتا تو پھر اسکے سچ بولنے میں کوئی خوبی نہ ہوتی۔ سچ بولنے میں اسی لئے خوبی پیدا ہوتی ہے کہ جھوٹ بولنے کا امکان ہوتا ہے اور شیطان اس کی طرف بلاتا ہے پر اگر انسان شیطان کے ورغلانے کا مقابلہ کرکے سچ ہی بولے تو وہ نہایت خوبی کی بات بن جاتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پہلوان اکھاڑے میں ایک دوسرے سے کشتی لڑتے ہیں بالفاظ دیگر مخالف طاقت کا مقابلہ کرکے انسان کی اپنی طاقت بڑھتی ہے۔ یہی حال نیکی اور بدی کا ہے۔

۱۰۔ اس مقابلہ میں انسان کی رہنمائی کے لئے نہ صرف انسان کی فطرت میں نیکی سے محبت رکھی اور بدی سے نفرت بلکہ انسان کو عقل بھی دی جو اور کسی جاندار کو نہیں دی یعنی انسان کی فطرت اور عقل دونوں نیکی کو اچھا بتلاتے ہیں اور بدی کو بُرا۔ مگر فطرت اور عقل انسان کو شیطان کے ورغلانے سے بچا نہ سکے اور یوں "هبوط" انسان واقع ہوا۔ "هبوط" کے معنی اولاً اوپر سے گزرنے کے ہیں اور اسی مشابہت سے اُتر پڑنے کے ہیں۔ مگر یہاں اوّل معنی ہی مراد ہیں کہ شیطان کے ورغلانے سے انسان بدی سے بچ نہ سکا اور یوں اپنی پیدائشی معصومیّت کی جنّت کو کھو بیٹھا۔ وہ درخت جس سے انسان کو روکا گیا تھا کہ اس کے قریب نہ جانا وہ بدی کا ہی درخت تھا جیسا کہ دوسری جگہ بدی کو درخت سے تشبیہ دی ہے۔ ومثل کلمۃٍ خبیثۃٍ کشجرۃٍ خبیثۃٍ ("ناپاک بات کی مثال گندے درخت کی طرح ہے"، سورۃ ابراہیم ۱۴ آیت ۲۶)۔ گویا بدی کبھی شروع شروع میں نکال پھینکی جائے تو آسانی سے نکالی جاسکتی ہے۔ ورنہ وہ درخت کی جڑوں کی طرح پھیلتی اور مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے۔

۱۱۔ تو جب فطرت اور عقل انسان کو شیطان کے ورغلانے اور بدی سے نہ بچا سکے تو پھر اس ارحم الراحمین ذات نے وحی نازل فرما کر انسان کی رہنمائی فرمائی جیسا کہ فرمایا کہ فاما یاتینکم منّی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون ۝ یعنی "پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے"۔ خوف کسی بات سے پہلے ہوتا ہے اور حزن اس کے بعد۔ مثلاً اگر کوئی شخص زیادہ بیمار ہو تو خوف ہوتا ہے کہ وہ مر نہ جائے۔ اور اگر وہ مر جائے تو پھر حزن ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے بزنس (تجارت) کی ہو تو اسے کم و بیش فکر ہوتا ہے کہ نقصان نہ اٹھانا پڑے اور اگر وہ سودا نیل ہو جائے تو پھر حزن یا غم پیدا ہوتا ہے تو اگر کسی کی یہ حالت ہو کہ ایسے موقعوں پر نہ تو اسے خوف ہو نہ حزن ہو تو پھر وہ دل کی جنّت میں ہوتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے کوئی لوگ ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص بھی قرآن حکیم کی بتائی ہوئی راہ پر چلتا ہے جو یہیں مذکور ہے کہ فمن تبع ھدای فلا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون یعنے جو بھی قرآن پاک کی اتباع کرتا ہے تو جس حد تک وہ اتباع کرتا ہے اسی حد تک اُس میں وہ دل کی جنت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ اولیا اللہ یا نیک لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں تو اس بات کو پورا ہوتے دیکھیں گے۔

اس دل کی جنّت کھوئے جانے کی وجہ لفظ "ھبوط" میں بھی ترائی ہے۔ جیسا کہ میں بتا آیا ہوں ھبوط کے معنی یہاں بلند مقام سے گر پڑنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو بہت بلند مقام پر پیدا کیا تھا۔ اوّل تو یوں کہ اُسے معصومیّت یعنے گناہ سے پاک پیدا کیا پھر اس میں نہ صرف اپنی روح پھونکی ہوئی ہے بلکہ اُسے اشرف المخلوقات اور زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کے لئے نہ صرف اسے فطرت اور عقل رہنمائی کیلئے بخشتا ہے۔ بلکہ بالآخر قرآن کریم جیسی کامل اور بہترین ھدایت لکھی ہوئی عطا فرمائی۔ اور رسول اللہ صلعم جیسا کامل اور افضل ترین انسان بطور نمونہ دیا۔ ان عنایات کے باوجود اگر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ کو چھوڑ کر انسان شیطان کے بہکانے میں آکر بدیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر بدیاں جو باطنی گندگیاں ہوتی ہیں ان کو سوائے اس دنیا اور آخرت کی آگ میں ڈالے اور کسی طرح دُور نہیں کیا جاسکتا۔ سورۃ الھمزہ ۱۰۴ میں انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آگ اس دنیا میں تو پہلے دلوں پر ظاہر ہوتی ہے اور بعد میں یا تو اسی دنیا میں یا مرنے کے بعد آخرت میں آگ کے بلند ستونوں میں انسان جلتا بھنتا ہے۔ طوالت کے خوف سے میں اس تفسیر میں نہیں جاتا۔

میں یہاں ایک دلچسپ بات کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس رکوع میں جو حضرت آدمؑ اور حوّا کا ذکر ہے اور جو دراصل تمام بنی آدم کے لئے بطور پیشگوئی ہے، اس میں ھبوط کا لفظ دو دفعہ آتا ہے۔ پہلی دفعہ تو آدم اور حوّا کی انفرادی غلطی کے بعد آیا ہے کہ قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدوٌ ولکم فی الارض مستقرٌ ومتاعٌ الی حین۔ یعنے (اس دل کی جنّت کی حالت سے) "اُن کو نکال دیا جس میں وہ تھے۔ اور ہم نے کہا کہ تم اعلیٰ حالت سے گر کر بُری حالت میں جا پڑو (جو کہ ھبوط کے معنی ہیں ہی) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو جاؤ گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے"۔ اور اس کے بعد حضرت آدمؑ اور حوّا کی ہدایت کیلئے وحی نازل فرمانے اور دوبارہ دل کی جنّت حاصل کرنے کا طریق بتا کر پھر فرمایا: قلنا اھبطوا منھا جمیعًا "ہم نے کہا سب اس حالت (یعنی دل کی جنت) سے نکل جاؤ۔" تو قرآن کریم تو اس سے پاک ہے کہ ایک بات کو بلاوجہ دہرائے۔ یہاں کیا وجہ ہے؟ ذرا سا غور و فکر کرنے سے بفضلہ تعالیٰ یہ عقدہ کھل جاتا ہے کہ پہلی دفعہ تو ھبوط کا لفظ آدمؑ اور حوّا کی انفرادی لغزش کے بعد یہ لفظ استعمال فرمایا تھا تو اس میں تو یہ اشارہ تھا کہ انفرادی لغزشوں سے بنی آدم میں آپس میں دشمنیاں اور لڑائی جھگڑے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ انیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک تو نسل آدم کو انفرادی جھگڑے یا مقامی دشمنیاں یا لڑائیاں پیش آئیں۔ مگر بیسویں صدی میں قرآن کریم کی دوسری پیشگوئی پوری ہونی شروع ہوگی وہ پیشگوئی ان الفاظ میں مضمر ہے: قلنا اھبطوا منھا جمیعًا یعنی تم سب کے

(بقیہ صفحہ ۱۳ کالم ۱ پر)

محترم پروفیسر چوہدری عزیز احمد کے قلم سے

سُرینام کنونشن

صد سالہ تقریب شکرانہ کے لیل و نہار

قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کا اردو ترجمہ ہے :

"وہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا گو کافر بھی انکار کرنے والے بُرا منائیں۔"

یہ آیت کریمہ اور اس کی تفسیر اور معنی و مطالب سرینام کی صد سالہ احمدیہ کنونشن کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کے افتتاحیہ کلمات کا ایک حصہ ہیں اور یہی وہ الفاظ ہیں جن سے اس عظیم الشان کنونشن کے افتتاح کا اعلان کیا گیا جو دنیا کے دوسرے کونے میں پیغام حق کی صد سالہ تقریب منانے کے لئے منعقد کی گئی۔ مجھے فخر ہے کہ مرکز کی طرف سے یہ ذمہ داری مجھے سونپی گئی کہ میں دو خواتین ممبران کے ساتھ سرینام کنونشن میں مرکز کی نمائندگی کروں۔ اور میں شکر گزار ہوں سرینام جماعت کا کہ انہوں نے مجھے بطور نمائندہ صدر انجمن یہ اعزاز دیا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کے ساتھ کنونشن کے افتتاح کا اعلان کروں۔

"میں تیرے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" کے عہد کو ہم نے خود مشاہدہ کیا۔ گلوب پر دیکھیں تو سرینام اور جزائر غرب الہند دنیا کے دوسرے کنارے پر واقع دکھائی دیتے ہیں۔ مخالفین تو اس مشن کو اس کے وطن مالوف سے ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن یہ اس سرزمین سے پھیلتا ہوا دنیا کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکا ہے

سرینام جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل پر ان تین بڑی نو آبادیوں میں سے ایک ہے جو گیانا کے نام سے مشہور تھیں۔ یہ تینوں نو آبادیاں فرنچ گیانا۔ ڈچ گیانا اور برٹش گیانا ہیں۔ جو یورپین اقوام کے مقبوضہ علاقے تھے۔ ان میں سے درمیان والے علاقے پر ہالینڈ میں بسنے والے لوگوں کا قبضہ تھا اور آزادی کے بعد یہ ملک سرینام کہلایا۔ سرینام ایک دریا کا نام ہے جو جنوبی امریکہ کے انڈیز کے پہاڑوں سے شمال کی طرف بہتا ہوا بحر اوقیانوس کے میرا بین کے علاقہ میں گرتا ہے۔ شاید اس دریا کے نام سے ہی اس زرخیز، ہموار اور میدانی علاقے کا نام سرینام رکھا گیا ہو۔ یہ ایک مخلوط مذہبی عقیدے اور معاشرے کے لوگوں کا ملک ہے جس میں مسلمان ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ سب ہی لوگ آباد ہیں۔ اس وقت اس کی کل آبادی تقریباً ساڑھے چار لاکھ ہے۔ جن میں سے تقریباً ۲۰٪ کے قریب مسلمان ہیں خطِ استوا کے قریب واقع ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک کی طرح موسم سرما شدت کا نہیں بلکہ کافی حد تک معتدل ہے سری لنکا یا بنگلہ دیش سے ملتے جلتے۔ چونکہ یہ علاقے بہت کم آباد تھے جس وقت یورپین اقوام نے ان پر قبضہ کیا۔ ان علاقوں کو آباد کرنے کے لئے مزدور جفاکش لوگوں کی ضرورت تھی یہ ضرورت کچھ تو افریقہ سے حبشی غلاموں نے پوری کی اور باقی ایشیائی کالونیوں سے لوگوں کو لا کر یہاں آباد کیا گیا۔ چنانچہ جنوبی ہندوستان اور جزائر شرق الہند خصوصاً جاوا سے آباد کار لائے گئے۔ اور ایک اندازے کے مطابق اب سرینام کی ۴۰٪ آبادی انہی لوگوں پر مشتمل ہے۔ ملک کی کل آبادی کا ایک تہائی اس کے صدر مقام پارا ماریبو میں آباد ہے۔ جو ملک کا سب سے بڑا شہر، بندرگاہ اور واحد انٹرنیشنل ائیرپورٹ ہے۔ احمدیہ انجمن سرینام کا صدر دفتر یہیں ہے۔

چونکہ سرینام ہالینڈ کی نو آبادی تھی لہذا تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے ہالینڈ کا یہاں کے لوگوں پر گہرا اثر ہے۔ اور تقریباً یہاں کے ہر بڑے خاندان میں کچھ افراد ہالینڈ میں آباد ہیں۔ لیکن آبادی کا تعلق جنوبی ہندوستان یا جاوا سے ہونے کی وجہ سے ان علاقوں سے آئے ہوئے لوگ اردو اور جاوی زبان بھی سمجھتے اور بولتے ہیں تاہم لکھ نہیں سکتے۔ تحریر میں صرف انگریزی اور ڈچ زبانیں ہی رائج ہیں۔

۱۸۶۳ء میں جب ملک میں غلامی کا دور ختم ہوا اس وقت یہاں مسلمان کم تھے اس وقت نئی زمین پر چائے، کافی اور ربڑ کے باغات لگانے کے لئے مزدور یہاں لائے گئے۔ جن میں مسلمان بھی تھے۔ جنہوں نے یہاں کے مقامی مسلمانوں کے ساتھ مل کر پہلی مسجد تعمیر کی لیکن کوئی اجتماعی مذہبی تنظیم کی شکل نہ بن سکی حتیٰ کہ ۱۹۰۰ء میں ایک تعلیم یافتہ مسلم مفکر احمد خان حبیبی کی آمد کے بعد یہاں اسلامی دور کا آغاز ہوا۔

نومبر ۱۹۲۹ء میں ایک دن سردار کرامت اور اصغر علی کی کوششوں سے مقالیبہ کے مقام پر تقریباً ۶۰۰ مسلمانوں کا اجتماع ہوا جس میں آپس کے مذہبی رجحانات کو اجاگر کرنے کے لئے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کا مخفف نام (S - I - V) ہے اور ممبران نے باقاعدہ ایک بورڈ تشکیل دیا جس کے پہلے صدر ایچ اصغر علی چنے گئے اور سردار کرامت علی کو مذہبی لیڈر مقرر کیا گیا۔

اگست ۱۹۳۲ء میں اس تنظیم نے اپنی مسجد تعمیر کر لی۔ جس کے بعد اسلام کے تبلیغی کام کے آغاز کا فیصلہ کیا گیا۔ اور ایک سنی مسلم تنظیم کو یہ تبلیغی کام سرانجام دینے کی درخواست کی گئی چونکہ یہ کوئی بین الاقوامی تنظیم نہ تھی لہذا احمدیہ انجمن کو یہ کام سونپا گیا جو اس وقت بین الاقوامی سطح پر کام کرتی تھی۔ اس غرض کے لئے ۱۹۳۴ء میں ٹرینیڈاڈ سے مولانا امیر علی مرحوم نے سرینام کا دورہ کیا اور یہاں احمدیہ انجمن کی مساعی کا آغاز ہوا۔

۱۹۴۱ء میں ایس ایم جمال الدین صاحب کی سربراہی میں S - I - V نے بہت ترقی کی۔ جس کے بعد یہ کام ریڈیو کے ذریعہ شروع ہوا۔ جس میں اردو اور عربی زبان کے چھوٹے کورسز بھی شامل تھے۔ تبلیغی کام کے ساتھ ساتھ S - I - V نے بیماروں، غریبوں کے لئے امداد اور تجہیز و تدفین اور قبرستان وغیرہ کی دیکھ بھال جیسے سماجی کاموں کی سرپرستی بھی جاری رکھی۔ جماعت کے کاموں میں کچھ مشکلات پیش آئیں اور کچھ سیاسی لوگوں کے شامل ہونے سے اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ آخر جماعت میں نئے سرے سے الیکشن منعقد ہوئے جس کے تحت مطر سیاست صدر منتخب ہوئے۔ اور جماعت کے اندرونی جھگڑے ختم ہوئے۔ اور نئی جامعہ تعمیر کی گئی۔ جس کا افتتاح ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء میں ہوا۔

موجودہ مجلس منتظمہ جس کے صدر مسٹر ایم۔ آر پیر خان صاحب ہیں ۱۹۸۵ء میں باقاعدہ الیکشن کے ذریعہ برسر اقتدار آئی جس نے جماعت کو ملکی اور جماعتی سیاست سے پاک صاف کیا اور اسے از سر نو منظم کیا۔ جس سے مقامی سوسائٹی میں اس کے قدم مضبوط ہوئے۔ یہاں سے ایک ماہوار رسالہ النور بھی شائع ہوتا ہے۔ نشر و اشاعت کے لئے جماعت کا ایک ذیلی ادارہ القلم فاؤنڈیشن بنایا گیا ہے جس نے جماعتی و دینی لٹریچر اور اس کے تراجم شائع کئے ہیں۔ اب اس فاؤنڈیشن کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں۔

صدر انجمن کے بہت سے بزرگان سلسلہ S - I - V سرینام کا دورہ کر چکے ہیں جس سے وہاں کے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ ان میں مولانا امیر علی صاحب، مولانا منظور صاحب مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم حضرت امیر مولانا صدر الدین مرحوم، حافظ شیر محمد خوشابی صاحب حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ اور مولانا راجہ بیدار صاحب کے نام بھی شامل ہیں۔

موجودہ انتظامی بورڈ یعنی مجلس منتظمہ مسٹر رشید پیر خان صدر، ڈاکٹر کے غفور خان صاحب

نائب صدر) اور ایچ اے گوہر علی صاحب جنرل سیکرٹری کے علاوہ نائب سیکرٹری، خزانچی، نائب خزانچی اور ۵ ممبران جنہیں وہ کمشنر کہتے ہیں پر مشتمل ہے۔ اس طرح بورڈ کے کل ۱۳ ممبر ہیں۔

احمدیہ انجمن سرینام یعنی ۲-۱-۵ کی ۹ شاخیں مرکز کے زیر نگرانی تمام ملک میں خدمت دین کا کام کر رہی ہیں۔

ہر جماعت کے لئے علیحدہ گورننگ بورڈ ہے۔ جسے مقامی ممبران بذریعہ الیکشن چنتے ہیں۔ اور مرکزی بورڈ کی طرح یہ تین سال تک کام کرتا ہے۔

یہ علاقائی جماعتی بورڈ براہ راست مرکزی تنظیمی بورڈ کے تحت کام کرتے ہیں اور مرکزی بورڈ کو اپنی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ مرکزی جماعت کی ان شاخوں کے علاوہ بہت سے ذیلی ادارے ایس آئی وی کے تحت کام کرتے ہیں۔ یہ ادارے تنظیمی لحاظ سے تقریباً خود مختار اور خود کفیل ہیں لیکن عقیدے کے لحاظ سے ایس آئی وی سے گہری وابستگی ہے اور عوام میں رفاہی اور بہبود کے نمایاں کام کرتے ہیں۔

انتظامی امور کے لئے مرکز کے ماتحت ۱۲ مختلف کمیٹیاں کام کرتی ہیں۔ ان کمیٹیوں کے ذمہ فرائض کی تفصیل کا ذکر کرنا مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا۔

یہ تھا انتظامی ڈھانچہ اس منظم تنظیم کا جس کا نام ایس آئی وی احمدیہ انجمن سرینام ہے۔ جس نے احمدیت کے سو سال پورے ہونے پر احمدیہ کنونشن نہایت کامیابی سے منعقد کروائی۔ چونکہ اس جماعت کی اپنی انتظامی تنظیم ہر لحاظ سے مکمل تھی لہٰذا یہ کنونشن جو ۲۸ تا ۳۰ جولائی ۸۹ء کو منعقد ہوئی ہر لحاظ سے کامیاب رہی۔ جس کا تمام تر سہرا ایس آئی وی کے صدر مسٹر ایم۔ آر۔ پیر خان صاحب ہے۔ جن کی قابلیت اور جدوجہد سے صد سالہ تقریبات منائی گئیں۔

اس کنونشن کی تفصیل بتانے سے پہلے اس سے چند روز پیشتر ایسی ہی دوسری کنونشن کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ جو سرینام کے ہی بھائیوں نے ۲۲ تا ۲۳ جولائی ۸۹ء کو ہالینڈ میں منعقد کی۔

انجمن کے بہت سے ممبر ہالینڈ کے کئی شہروں میں چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں موجود ہیں۔ اور ہر جماعت اپنی حیثیت اور استعداد کے مطابق دینی فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ ان سب کو ملکی سطح پر ایک مضبوط مرکز کی ضرورت تھی جہاں جماعتوں میں تعاون اور باہمی ربط پیدا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ سب جماعتیں ایک فیڈریشن کے تحت اکٹھی ہو گئی ہیں جس کا نام فیڈریشن آف احمدیہ انجمن نیدرلینڈ ہے۔ ڈاکٹر ایم ایف آر کرامت علی اس کے پہلے صدر ہیں۔ ہالینڈ میں صد سالہ احمدیہ کنونشن اسی فیڈریشن نے منعقد کرائی۔ جس کے لئے انہوں نے یوٹریخٹ میں ایک سپورٹس ہال کرایہ پر لیا۔ جہاں دو دن مقررین نے جماعتی اور دینی موضوعات پر اپنے عالمانہ خیالات کا اظہار کیا۔ مقامی مقررین میں سے ڈاکٹر کرامت علی صاحب صدر فیڈریشن، مسٹر عبدالستو مولانا جگو اور کئی دوسرے مقررین کے علاوہ بیرونی جماعتوں سے مندوبین مغربی جرمنی سے چوہدری سعید صاحب یو۔ کے سے شاہد عزیز صاحب اور مرکز سے ہم نمائندگان کے علاوہ محترم میاں فضل احمد صاحب بھی ذاتی طور پر کنونشن میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ ہم سب کو کنونشن کے دونوں دن حاضرین سے خطاب کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ تقریب نہایت کامیاب رہی۔ مقامی طور پر کافی تعداد میں خواتین و احباب شریک ہوئے۔ دوپہر کے کھانے اور شام کو چائے یا کافی کا انتظام کنونشن ہال سے ملحقہ باورچی خانہ میں کیا گیا تھا۔ پینے کے لئے حسب طلب چائے کافی اور کولڈ ڈرنکس ہال میں ہر وقت تیار ملتے۔ ظہر اور عصر کی نمازیں دونوں

دن ہال کے اوپر والے حصہ میں ادا کی گئیں۔ کنونشن کی رپورٹ محترم جناب میاں فضل احمد صاحب کے قلم سے پہلے ہی پیغام صلح اور لائٹ میں چھپ چکی ہے۔ تقریب کے اختتام پر پروفیسر مسز رضیہ مددعلی صاحبہ نے دین اور جماعت کی ترقی کے لئے دعا کی اور تمام حاضرین بھی ہاتھ اٹھا کر دعا میں شامل ہوئے۔ انہوں نے جامعہ برلین کی مرمت کے لئے چندہ کی اپیل بھی کی۔ ہالینڈ سے ہم لوگ چوہدری سعید احمد صاحب اور شاہد عزیز صاحب کے ساتھ ۲۴ جولائی کو سرینام کے لئے روانہ ہوئے تو ایمسٹرڈم کے ہوائی اڈے پر ہمارے میزبانوں نے بڑی گرم جوشی اور بہت سی دعاؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا۔

تقریباً ۱۲ گھنٹے کے تھکا دینے والے ہوائی سفر کے بعد وہاں کے مقامی وقت کے مطابق رات ۹ بجے ہم پارامار یبو ایئر پورٹ پر اترے۔ سرینام انجمن کے صدر مسٹر رشید پیر خان صاحب نائب صدر ڈاکٹر غفور صاحب اور سیکرٹری مسٹر گوہر علی صاحب کے علاوہ ان کی بیگمات اور دوسرے کئی ممبران مع سیکورٹی گارڈ اور کارکنان ہمارے استقبال کے لئے موجود تھے۔ وہ ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں لے گئے۔ چونکہ ہمارے پاس سرینام کا ویزا نہیں تھا اور اس کے لئے انہیں پیشگی اطلاع بھی نہ دی گئی تھی جس کے لئے انہیں خاصی تگ و دو کرنا پڑی۔ رات کے وقت وزارت داخلہ سے خصوصی اجازت نامہ ہمارے لئے حاصل کیا گیا۔ اور ہم رات تقریباً ½ ۱ بجے تک ایئر پورٹ پر رکے رہے لیکن انہوں نے اپنی پریشانی ہم پر ظاہر نہ ہونے دی اور خواتین اور دوسرے ممبران ہماری خاطر مدارات میں مصروف رہے۔

ایئر پورٹ شہر سے تقریباً پچیس تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور صبح ۴ بجے کے قریب سیکورٹی گارڈ کی حفاظت میں ہمیں ایک ہوٹل میں پہنچا دیا گیا۔ انڈونیشیا، کینیڈا، گیانا اور ٹرینیڈاڈ سے آنے والے مندوبین کے ٹھہرنے کا انتظام بھی اسی ہوٹل میں تھا۔ یہ ہوٹل سرینام کے اعلیٰ درجہ کے ہوٹلوں میں سے ایک ہے۔ گیلری میں ۲۴ گھنٹے سیکورٹی گارڈ کا پہرہ تھا۔ ہم رات کے وقت جب بھی کمرہ سے باہر آتے گیلری میں سیکورٹی گارڈ کو موجود پاتے۔ اور جب بھی ہم میں سے کسی نے ہوٹل سے باہر جانے کی ضرورت محسوس کی سیکورٹی گارڈ اس کے ساتھ جاتے۔

یہ سیکورٹی گارڈ ایس آئی وی سرینام کے اپنے ہی تربیت یافتہ نوجوان تھے اس کے علاوہ حکومت نے بھی فوج اور پولیس کے ذریعہ حفاظتی اقدامات کئے تھے۔ اتنی سخت حفاظت کی وجہ یہ تھی کہ اس کنونشن کے انعقاد سے تقریباً ۲ ماہ قبل ایک مولانا صاحب اپنے مخصوص تبلیغی دورے پر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ یہ بات فوراً حکومت کے نوٹس میں لائی گئی کہ مولانا موصوف مختلف فرقوں میں منافرت پھیلا رہے ہیں جس سے نقض امن کا خطرہ ہے چونکہ وہاں حکومت خالصتاً سیکولر ہے لہٰذا انہوں نے فوراً امن عامہ کے تحت مناسب اقدامات کئے جس سے وہاں کی ایک تنظیم کو بہت رنج ہوا تھا جس کے سٹیج پر مولانا تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح یہ کنونشن منسوخ ہو جائے یا ناکام ہو جائے اور حکومت کو بہت اپیل کی کہ کنونشن کی اجازت نہ دیں لیکن ہماری تقریب کا چونکہ موضوع ہی یہ تھا کہ "دین انسانیت کا مذہب ہے" اور تقریب میں ہر مذہب اور فرقہ کے لوگوں کو بولنے اور سننے کی دعوت دی گئی تھی لہٰذا ان لوگوں کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں اور نہ صرف حکومت نے کنونشن کے انعقاد کو بحال رکھا بلکہ ملک کے صدر، وزراء اور کئی غیر ملکی سفیروں نے بھی اس میں شرکت کی۔

ہم چونکہ کنونشن سے تین روز پیشتر ہی وہاں پہنچ گئے تھے اور ایس آئی وی کا باقاعدہ لنگر ابھی شروع نہ ہوا تھا لہٰذا پہلے تین روز مندوبین کو وہاں کے کئی معزز میزبانوں کی طرف سے دعوتیں کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ دعوتیں بڑی پر تکلف تھیں اور ان میں

جماعت کے سب سرکردہ ممبران بھی شامل ہوئے۔ ان میں جناب اصغر علی صاحب، جناب رشید پیر خاں صاحب کی دعوت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کنونشن کی مصروفیات سے پہلے ہمیں یہ بڑا اچھا موقعہ ملا کہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے مندوبین سرینام جماعت کے سرکردہ ممبران کے ساتھ مل بیٹھ کر مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کریں۔ چونکہ ہم میں بیشتر ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے اور ... پہلی بار ملے تھے اس لئے جو تکلف اور اجنبیت ہم میں پائی جاتی تھی وہ ان دعوتوں اور ملاقاتوں سے دور ہو گئی۔ اور کنونشن سے پیشتر ہی ہم میں باہمی تعلق و تفہیم پیدا ہو گئی۔ اس ماحول میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم ایک ہی قبیلہ خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ہوٹل سے نکلتے تو سب اکٹھے ایک گاڑی میں ایک ہی منزل کی طرف اور واپسی بھی ایک ہی وقت میں ایک ساتھ ہوتی تھی۔

ریڈیو پر دینی جماعت کے پروگرام نشر کرنے کی سہولت تو الیس آئی دی کے پاس گذشتہ کئی برسوں سے تھی کیونکہ صدر الیس آئی دی مسٹر رشید پیر خان صاحب کا اپنا ٹرانسمیٹر ہے اور اس سال مزید ایک بڑا ٹرانسمیٹر نصب کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے انہیں اجازت مل گئی ہے اسی مصروفیت کی وجہ سے وہ اس سال اس اجتماع میں تشریف نہیں لا سکے۔ اپنے حوالہ سے وہ ٹی دی پر بھی دینی پروگرام نشر کرنے کے لئے وہ وقت حاصل کر لیتے ہیں۔

کنونشن شروع ہونے سے ایک روز پہلے جمہوریہ سرینام کے صدر ای ایچ مسٹر آر شنکر اور چیئرمین نیشنل اسمبلی مسٹر جے لحمین سے تمام مندوبین کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ صبح ۱۰ بجے ہمیں حفاظتی دستے کے ہمراہ پریذیڈنٹ ہاؤس لے جایا گیا۔ ملاقات ہوئی، باری باری سب کے ساتھ صدر صاحب نے مصافحہ کیا۔ رشید پیر خان صاحب نے سب کا تعارف کروایا۔ صدر صاحب اردو زبان بخوبی سمجھتے اور کچھ بول بھی لیتے ہیں چنانچہ اردو اور انگریزی میں ان سے گفتگو ہوتی رہی تقریباً ایک گھنٹہ ہم پریذیڈنٹ ہاؤس کے کھلے لان میں صدر صاحب کے ساتھ رہے۔ یہاں مشروبات اور کھانے کی چیزوں سے ہماری تواضع کی گئی ہمیں خوش آمدید کہتے ہوئے صدر صاحب نے دین اور جماعت کے امن اور سلامتی کے پیغام کو سراہا اور اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ ایک سیکولر ملک ہے جہاں ہر مذہب اور ہر مکتب فکر کو اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کی پوری آزادی ہے۔ اس کے بعد ہم اسمبلی ہاؤس گئے جو قریب ہی واقع تھا۔ سپیکر صاحب سے ان کے کمرہ میں ملاقات ہوئی۔ وہ بڑے تپاک سے ملے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ان کے ساتھ رہے۔ اور مختلف مذہبی اور ملکی مسائل پر ان سے گفتگو ہوتی رہی۔ صدر اور چیئرمین اسمبلی دونوں ہی ہندو مت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ان کے دل میں دین حق کا بڑا احترام تھا۔

اسی روز ... کو دین حقہ اور احمدیہ موومنٹ کے بارے میں کچھ تقاریر ٹی دی پر نشر کرنے کے لئے اردو اور انگریزی زبان میں ریکارڈ کی گئیں جس کے لئے پروفیسر حفیظ محمد علی صاحب، محمد خاکسار، شاہ عزیز صاحب، یٰسین ساہو خاں صاحب، پروفیسر ڈاکٹر احمد محمد ... ہو سوگیتو صاحب، مولوی رشید اور کمال ہائیڈل صاحب کو جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے سٹوڈیو لے جایا گیا اور تقاریر ریکارڈ کی گئیں جو آئندہ ایک ہفتہ تک روزانہ ایک تقریر نشر ہوتی رہی۔ جس سے پیغام حق احمدیہ نکتہ نظر کے ذریعہ سرینام اور اس کے گردونواح میں نشر ہوتا رہا۔ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس کا انتظام کیا۔ درایں اثناء باقی لوگ اور کارکن خوبصورت جامعہ کے ہال اور صحن کو پھولوں۔ گلدستوں۔ جھنڈیوں اور محرابوں سے سجانے میں مصروف تھے جہاں اگلی صبح عظیم کنونشن کا افتتاح ہونا تھا۔

جیسے کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں سرینام کا موسم پھولوں اور پودوں کی نشوونما کے لئے بہت مفید ہے کاشت شدہ پھولوں کے علاوہ خوبصورت خود رو پھول بھی ہم نے وہاں بہت دیکھے۔ ان لوگوں نے تازہ پھولوں کے بڑے بڑے گلدستوں سے سٹیج اور ہال کو ایسے سجایا کہ کنونشن کے تینوں دن تک ان پھولوں کی تازگی برقرار رہی۔

احمدیہ انجمن سرینام کی بڑی جامعہ جس کے متعلق آپ بہت کچھ سن چکے ہیں اور اس کی تصاویر بھی آپ پیغام صلح اور لائٹ میں دیکھ چکے ہیں جس کا افتتاح ۱۹۸۴ء میں حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ نے فرمایا بہت ہی خوبصورت عمارت ہے اور اس علاقہ میں سیاحوں کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔ اس کی مختلف دستاویزی فلمیں بھی بنی ہیں۔ اور اس کی تصاویر دنیا کے کئی ممالک میں کیلنڈروں پر چھپی ہیں۔

اس جامعہ میں نماز کے لئے ہال کمرہ بالائی منزل پر ہے جس میں تقریباً ۴۵۰ مرد اور ۳۵۰ خواتین نمازیوں کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ فرش پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ وہاں کے طول بلد کے مطابق جامعہ کا محراب مشرق کی طرف ہے اور ہال کے نیچے یعنی گراؤنڈ فلور پر اجلاس کرنے کے لئے ہال بنایا گیا ہے جس کا سٹیج مغرب کی طرف بنایا گیا ہے۔ اس سے ملحقہ شمال کی جانب کھلے صحن میں کھانے کا انتظام تھا جس سے ملحقہ ایک بڑا باورچی خانہ ہے جہاں سے تازہ گرم کھانا مہمانوں کو دیا جاتا۔ اس لنگر خانے کا تمام انتظام خواتین نے کیا۔ وہ خواتین کوئی معمولی کارکن نہ تھیں بلکہ ہمارے معزز میزبانوں کی بیگمات تھیں جنہوں نے شائد اپنے گھروں میں برتنوں یا کھانا پکانے کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا ہو لیکن یہاں تمام سروس انہوں نے خود کی۔ کھانا بہت لذیذ، پرتکلف، چاول، چپاتی اور کئی قسم کے گوشت اور سبزیات کے سالن پر مشتمل ہوتا۔ پینے کے لئے سادہ پانی کی بجائے مختلف اقسام کے سافٹ ڈرنکس یعنی مشروبات دیئے جاتے۔ تقریبات کے دوران بھی جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوئے مہمانوں کی کئی بار مشروبات یا کھانے کی چیزوں سے تواضع کی جاتی۔ یہ تمام کام معزز خواتین اور نوجوان بچیوں نے بڑی مستعدی سے سرانجام دیا تھا۔

۲۸ جولائی بروز جمعۃ المبارک صبح تقریباً ساڑھے نو بجے جامعہ احمدیہ سرینام کے زیریں ہال میں کنونشن کا افتتاح ہوا۔ اس عاجز نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا اور ساتھ ہی کنونشن کے افتتاح کا اعلان کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام سورۃ الصف کی آٹھویں آیت سے شروع ہوتا ہے جس کا اردو ترجمہ میں نے ابتداء میں کی کیا ہے کنونشن میں شریک خاص و عام لوگوں میں مختلف مذہبی پیشوا۔ سرکاری افسران وزراء اور غیر ملکی سفارت کاروں کے علاوہ صدر جمہوریہ سرینام عزت مآب الیس شنکر بھی شامل تھے تقریباً ساڑھے نو بجے معزز صدر کی آمد کے بعد اجلاس شروع ہوا۔ ایک بات جو خاص طور پر میں نے نوٹ کی وہ مساوات دینی کا عملی مظاہرہ تھا کہ ہر آنے والے چھوٹے بڑے مہمان کو ایک جیسے ہی خوش آمدید کہا گیا اور ایک ہی جیسی کرسیوں پر بٹھایا گیا چنانچہ صدر مملکت بھی ویسے ہی تشریف لائے جیسے دوسرے مہمان سوائے اس کے کہ ان کے ملٹری سیکرٹری، باڈی گارڈ ان کے ساتھ تھے اور ہال میں ان کے داخلے کے وقت بھی کوئی خاص اعلان نہیں کیا گیا صرف حاضرین انہیں دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور وہ جواباً ہاتھ اٹھا کر مجلس کا آداب رکھتے ہوئے پہلی قطار میں عام کرسیوں پر حاضرین کے درمیان بیٹھ گئے۔ ان کی آمد کا پہلے سے اعلان نہ کیا گیا۔ ایسے ہی چند وزراء اور سفارت کار بھی تشریف لائے اور حاضرین کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔

(باقی آئندہ)

کتابیات

نئی کتب پر تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کی فراہمی ضروری ہے۔ (ادارہ)

زیر مطالعہ زیر تبصرہ کتاب "پس پردہ حقائق — جنرل ضیاء کے ۱۱ سالوں کی حکمرانی کی کہانی" ہے اس کے مصنف ایک معروف صحافی اظہر سہیل ہیں۔ پاکستان کے معروف ادارے فیروز سنز لاہور نے اسے شائع کیا ہے ۱۳۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۷۵/- روپے ہے۔ یہ کتاب گویا اس دور کا نقشہ ہے جو ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے شروع ہوا۔ اور ۱۷ اگست ۱۹۸۸ کی شام فضائے گھاٹ اتر گیا۔ ان ۱۱ برسوں کے دوران جنرل ضیاء اور قومی زندگی پر اثر انداز ہونے والے ان کے اہم فیصلوں کا پس منظر کبھی عوام کے سامنے نہ آ سکا۔ مارشل لاء کی پابندیوں کے باعث عوام کبھی نہ جان سکے کہ اندرخانہ کیا سازشیں ہوتی رہیں۔ مارشل لاء کیسے لگا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی کیوں اور کیسے دی گئی۔ محمد خان جونیجو کو وزیراعظم کیوں بنایا گیا۔ اور پھر برطرف کیوں کیا گیا جنرل ضیاء کے اصل عزائم کیا تھے۔ یہ تمام حقائق ایک صحافی کے قلم سے اس کتاب کی صورت میں منظر عام پر آ رہے ہیں۔

صاحب کتاب کے مطابق جنرل ضیاء کے گیارہ سالہ دور حکومت میں ریڈیو، ٹی وی اور سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعہ یہ بات بہ تکرار و تسلسل دہرائی جاتی رہی کہ جنرل صاحب پاکستان کی تاریخ کے ایسے روشن منارے ہیں جو اگر غروب ہو گئے تو چاروں جانب گھور اندھیرا چھا جائے گا۔ ایک ہی بات کا اعادہ ہوتا رہا کہ ملک ان کے بغیر نہیں چل سکتا۔ لیکن ۱۱ برسوں کے بعد گردن موڑ کر دیکھیں اور حالات کا تجزیہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ملک چلتا کیسے رہا۔ اپنے سے پہلے آنے والے تمام حکمرانوں کی طرح وہ بھی اقتدار اعلیٰ کا واحد سرچشمہ اپنی ہی ذات کو بنائے رکھنے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ اور آخر ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کی شام "پاکستان ون" طیارہ کی شعلہ زنی کا شکار ہو گئے۔ اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ کلام اللہ کے مصداق۔

ثُمَّ تُرَدُّونَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ان کی موت کے بارے تحقیقات کا سلسلہ اور مطالبہ تا دم تحریر جاری ہے کہ کیا یہ محض ایک حادثہ تھا یا تخریب کاری۔ آئندہ آنے والے حکمرانوں کو بہر حال جنرل صاحب کے دور حکومت سے بہت کچھ سبق سیکھنا چاہئے۔

اس کتاب میں مذکور ہے کہ جنرل ضیاء جو نوے روز کے اندر انتخابات کرانے کے وعدہ پر ۴ جولائی ۱۹۷۷ء کی شب برسر اقتدار آئے تھے۔ انہوں نے ۸ اگست ۱۹۷۷ء کو صبح ایک الیکشن سیل قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سیل نے پہلے سیاسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور ان کی کھری کھری باتیں سنیں کسی نے کہا کہ جرنیلوں کو کوئی "کردار" ادا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا کہ کسی طرح پی پی کو الیکشن کے بائیکاٹ پر مجبور کر دیا جائے۔ کسی نے کہا کہ پی پی اور قومی اتحاد کا ایک "گرینڈ" اجلاس طلب کیا جائے۔ اور یہ بات ابھی سے طے کروائی جائے کہ آئندہ پاکستان میں بھی ترکی کی طرح فوج کا ایک آئینی کردار ہوگا کسی نے کہا کہ بھٹو صاحب کو منظر سے ہٹا دیا جائے اور یہ کرو جناب! ہمیں بھٹو کو "آؤٹ" کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تعجب یہ ہے کہ بھٹو کے بارے میں یہ مشورہ دینے والے بھٹو کے معتمد ساتھی تھے۔ کسی نے کہا کہ قومی اتحاد ایک مصنوعی اتحاد ہے جو عملی طور پر قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ اتحاد بھٹو کو نکالنے کی حد تک تو ٹھیک ہے۔ مگر اس کے بعد اس کی افادیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ تحریک استقلال کے بارے میں کہا گیا کہ یہ دوسری جماعت میں مدغم نہیں ہونا چاہتی۔ ایک سیاستدان نے کہا کہ ہم کسی بھی قیمت پر ملاؤں کی جماعت نہیں بنیں گے۔ قومی اتحاد کے لیڈروں کو تو نظام مصطفےٰ کے معانی کا بھی صحیح طور پر علم نہیں۔ ان کا مبلغ علم محض ہاتھ کاٹنے اور سنگسار کرنے تک محدود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام نے ان کے اس نام نہاد "نظام مصطفےٰ" سے ڈرنا شروع کر دیا تھا۔ ادھر آپ لوگوں کا احوال یہ ہے کہ آپ (مارشل لاء والے) بھی عوام کو نظام مصطفےٰ ہی کا نام لے کر ڈرا رہے ہیں۔ اور ملک کا پڑھا لکھا طبقہ ہراساں ہے کہ اگر چند مذہبی لوگوں کا گروہ واقعی برسر اقتدار آ گیا تو کیا ہوگا۔ اور یہ کہ الیکشن کی تاریخ ملتوی کی جائے پھر ایسے حالات پیدا کریں کہ پی پی بائیکاٹ پر مجبور ہو جائے۔ پھر جماعتی بنیادوں پر نئے سرے سے انتخابات کا اعلان ہو۔ اس طرح قومی اتحاد بھی ٹوٹ جائے گا اور الیکشن کے نتائج حسب دل خواہ بھی ہوں گے ——— ایک دوسرے سیاستدان نے تحریر کیا کہ بھٹو اور اس کے ساتھی قتل، بددیانتی اور دوسرے بہت سے جرائم میں ملوث ہیں۔ ان کا ابھی سے احتساب ہونا چاہیئے۔ آپ نے بھٹو کو گرفتار کر لیا ہے تو اس پر مضبوط مقدمہ بھی بنائیں۔ بھٹو کی گرفتاری کے خلاف ردِ عمل کی پرواہ نہ کریں۔ غرضیکہ سیاسی اور جماعتی لیڈروں اور رہنماؤں نے اپنے اپنے طور پر مشورے دیئے۔ جن کی تفصیل لائق مطالعہ ہے۔ ایک اور سیاستدان نے ایسی ملاقاتوں کے دوران کہا۔ کہ آپ کو قومی اتحاد سے معاملہ کرتے ہوئے محتاط رہنا ہوگا۔ یہ لیڈران کرام ذہناً اتنے بالغ نظر نہیں جتنا انہیں ہونا چاہیئے۔ نظام مصطفےٰ ایک اچھا نعرہ ہے لیکن آخر میں ان کے نتائج فرقہ واریت کی صورت میں برآمد ہوں گے۔ پاکستان کو سوشلزم اور ملاّ ازم دونوں کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ لوگ معاملات کو دانش اور فراست کے ساتھ چلائیں تو این ڈی پی کے لیڈر ولی خان سے آپ کا معاملہ طے ہو سکتا ہے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ وہ زیادہ سخت رویہ نہیں اپنائیں گے۔ اس کتاب میں مصنف نے "صدر کے آئندہ ارادے" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ

اس بات پر لازماً مختلف آراء ہو سکتی ہیں کہ جنرل محمد ضیاءالحق کیا شروع ہی سے اپنی دائمی حکومت کے خواہاں تھے یا حالات اور سیاستدانوں نے انہیں اس نہج پر سوچنے کی عادت ڈال دی۔ مگر اس بات میں کسی بھی دانندہ راز کو رتی برابر شبہ نہیں ہو سکتا کہ آخر آخر میں وہ اپنی ذات اور پاکستان کو لازم و ملزوم سمجھنے لگے تھے اور اپنے دور میں، اپنے ہاتھوں قائم کر کے، خود ہی توڑ دینے والی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے اپنے آخری خطاب میں انہوں نے وعید کے انداز میں کہا بھی تھا کہ بیرونِ ملک پاکستان کو ان کی ذات کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے، اس لیے ان کی قدر کی جانی چاہیئے، احترام کیا جانا چاہیئے۔

وہ بلا شبہ ایک زور دار شخصیت تھے، گیارہ برس کوئی معمولی عرصہ نہیں ہوتا۔ اس عرصے میں بچے جوان اور جوان بوڑھے ہو جاتے ہیں اور جنرل ضیاءالحق نے تو اپنے گیارہ برسوں کے دوران اتنے طوفانی، اتنے پُر آشوب فیصلے کئے کہ اب پیچھے پلٹ کر دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ایک شخص، جی ہاں محض ایک شخص، تن تنہا، پوری قوم کی تقدیر سے حسب دلخواہ کھیلنے میں مصروف رہا۔ جو رفقاء ۴ جولائی ۱۹۷۷ء کی شب ان کے دست و بازو اور پناہ تھے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ کمال صفائی کے ساتھ انہیں بھی رخصت کر دیا اور کچھ اس انداز سے کہ ان لوگوں کی زبانیں آج بھی کم کم ہی کھلتی ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ فوج کو اپنا حلقہ انتخاب قرار دیا مگر اس امر میں شمہ برابر شبہ کی بھی گنجائش نہیں کہ وہ گیارہ برس تک عوام سے زیادہ خود فوج کے استحصال میں مصروف رہے۔ فوج محض چند افراد کا نام تو نہیں، یہ ایک قومی ادارہ ہے۔ ایک ایسا قومی ادارہ جس کے جیالوں نے ہر کڑے وقت میں ملک و ملت کی پاسبانی کا فریضہ اس اعلان کے ساتھ ادا کیا کہ

سو جاؤ عزیزو کہ فصیلوں پہ ہر اک سمت
ہم لوگ ابھی زندہ و بیدار کھڑے ہیں

جنرل ضیاءالحق گیارہ برس تک اس ادارے کا نام لینے کے باوجود اس کے وقار میں اضافہ نہ کر سکے بلکہ ان کے حوالے سے یہ تاثر گہرا ہوتا چلا گیا کہ وہ اس قومی ادارہ کو ذاتی جاگیر بناتے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ہر حساس مقام کے لیے چن چن کر ایسے افراد کا انتخاب کیا جن کا تعلق ان کی جنم بھومی جالندھر سے تھا اور اس پر کراچی کے ایک ہفت روزہ نے کالم بھی لکھا، جس کی سرخی ہی یہ تھی کہ "جالندھر چلو یا پھر اندر چلو"۔

اسلام سے ان کی وابستگی کے متعلق بھی ہمیشہ بوقلموں باتیں ہوتی رہیں۔ ایک زمانے میں تو ان پر قادیانی ہونے کا الزام بھی عائد کیا گیا۔ اپنی ذاتی زندگی میں وہ بلاشبہ ایک پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان تھے، شروع میں ڈن ہل کے سگریٹ پیا کرتے، مگر ایک بار نورانی میاں نے تعریضاً ان پر پھبتی کستے ہوئے کہا کہ جنرل صاحب ہمیں تو پاکستانی بننے اور پاکستانی چیزیں خریدنے کی تلقین کرتے ہیں اور خود غیر ملکی سگریٹ پیتے ہیں، اس پر انہوں نے سگریٹ پینے کی عادت تیاگ دی اور آخر دم تک اس سے مجتنب رہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے نام لیوا جنرل محمد ضیاءالحق کے دور میں اسلام کے نام پر مخالفین کے لیے قید، کوڑے اور سزائیں ہی میسر آسکیں۔ یہ اکتوبر ۱۹۷۷ء کی بات ہے جب انہوں نے لاہور کی صوبائی اسمبلی کے آڈیٹوریم میں اخبار نویسوں سے خطاب کرتے ہوئے اشتعال کے عالم میں کہا تھا کہ "میں آپ کو سامنے والے درخت سے الٹا لٹکا دوں گا۔"

فی الجملہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سیاست، اہل سیاست اور شہری آزادیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ایک آدھ بار جب انہوں نے سیاستدانوں کے ساتھ اقتدار میں شراکت قبول کی بھی تو بادل ناخواستہ

ہی کی ۔ اور کبھی انہیں دل سے اپنا ہمسر تسلیم نہ کیا ۔ ایک بار تو انہوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا تھا کہ اگر آج میں انہیں ہڈی دکھا دوں تو یہ دم ہلاتے ہوئے میرے پیچھے دوڑتے چلے آئیں گے ۔

آئین اور آئینی حکومت کے بارے میں بھی ان کے خیالات کسی سے پوشیدہ نہیں تھے، شروع ہی میں انہوں نے اس قسم کے اشارے دینا شروع کر دیئے تھے جن سے معاملات کو سمجھنا دشوار نہ تھا ۔ ایرانی اخبار "کیہان" کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا "آئین کیا ہے؟ محض بارہ صفحات کا کتابچہ، جسے میں جب چاہوں چاک کر کے پھینک دوں ۔"

وہ ہمیشہ اسلام کی بات کرتے رہے مگر آٹھ سال تک آمرِ مطلق رہنے کے باوجود اسلام کے لیے کوئی انقلابی اقدام نہ کیا، اور آج اگر تجزیہ کیا جائے تو احساس ہو گا کہ ان کے دور میں بطور "ایشو" اسلام کو فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہی پہنچا ۔

ان کے دور میں علیحدگی پسند قوتوں کو تقویت حاصل ہوئی، سندھ میں احساس محرومی پیدا ہوا ۔ بلکہ یوں کہیے کہ سندھ ایک ایسا صوبہ ہے جو صدر ضیاءالحق کے لیے ہمیشہ مصیبت بنا رہا ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۸۳ء میں دادو کے ریسٹ ہاؤس میں عملی طور پر مقید ہو کر رہ جانے والے صدر ضیاءالحق اس کے بعد ایک بار بھی اندرون سندھ کے دورہ پر نہیں گئے ۔

۱۹۸۳ء میں ایم آر ڈی کی تحریک کے متعلق صدر ضیاءالحق کا منصوبہ یہ تھا کہ اس تحریک کو ہائی جیک کر لیا جائے اور شروع ہی سے اس میں ایسے افراد شامل کر دیئے جائیں جو اس کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر معاملات کو حکومت کی مرضی کے مطابق رُخ دے سکیں ۔

مگر ایسا نہیں ہو سکا، ایم آر ڈی کی تحریک ناکام ہو کر بھی اتنے اثرات ضرور چھوڑ گئی کہ صدر ضیاءالحق کو بہرحال انتخابات کا اعلان کرنا پڑا ۔ ایسا اعلان جس پر عملدرآمد بھی ہوا اور سندھ کی محرومیوں کا مداوا کرنے کے لیے ایک سندھی کو وزیراعظم بھی بنا دیا گیا ۔ مگر دادو ریسٹ ہاؤس میں جس طرح سندھ کے جیالوں نے تمام تر دباؤ کے باوجود جنرل صاحب کو ہیلی کاپٹر تک پہنچنے سے کافی دیر تک روکے رکھا، جس طرح وہ بعض جانوروں کو آگے لگا کر جلوس نکالنے میں مصروف رہے، اور جس قدر پتھراؤ کیا گیا، یہ ساری باتیں صدر ضیاءالحق کو کبھی نہ بھول سکیں ۔

محمد خان جونیجو کو وزیراعظم بنا کر سندھ کی جو اشک شوئی کی گئی تھی، وہ اس لیے بھی کامیاب نہ ہو سکی کہ محمد خان جونیجو اپنی تمام تر کمزوری اور شرافت کے باوجود جنرل ضیاء الحق کے ہاتھ میں کٹھ پتلی نہ بن سکے ۔ انہوں نے معاملات کو حتی المقدور اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کی۔ صدر ضیاءالحق بار بار انہیں کہتے کہ آپ صرف سندھ پر توجہ دیں مگر جونیجو نے خود کو پورے ملک کا وزیراعظم سمجھنا شروع کر دیا، صدر مملکت نے بارہا کہا بھی کہ "میں اسے سندھ جانے کے لیے کہتا ہوں تو یہ سندھڑی جا کر بیٹھ رہتا ہے" مگر محمد خان جونیجو نے اپنے کارڈ پوری چابک دستی سے کھیلنا شروع کر دیئے اور یوں جنرل صاحب کو خود اپنے نامزد کردہ وزیراعظم سے نجات حاصل کرنا پڑی ۔

آخری دنوں میں ان کا ارادہ ایک اور ریفرنڈم منعقد کرانے کا تھا ، جس کے ذریعہ وہ موجودہ "مغربی جمہوری" نظام کو اسلامی نظام خلافت میں تبدیل کرنے کے لیے استصواب رائے عامہ کرانے والے تھے ۔ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا کہ عوام نے صدر جنرل محمد ضیاءالحق کو مزید سات سال کے لیے حکمرانی کرنے کی اجازت دے دی ہے، اس کے بعد ان کا ارادہ ایک بار پھر اپنی مطلب کی مجلس شوریٰ نامزد کرنے کا تھا، جس کے ذریعہ عوام پر گرفت مضبوط کی جاتی ۔ یہ گویا ایک طرح کا قومی بلدیاتی ادارہ ہوتا، جس کے ذریعے نالیاں ، پُل اور سڑکیں تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ رائے عامہ کو قابو میں رکھنے کا انتظام کیا جاتا ۔ شاید ایک وزیراعظم بھی نامزد کر لیا جاتا اور صدر کا پروگرام یہ تھا کہ اس وزیراعظم کا فوج، فوجی سربراہوں کی تعیناتی یا ترقی ، صوبائی گورنروں کی تعیناتی، عدلیہ، سول سروس کے افسران کے تقرر و تبادلہ اور امور خارجہ سے کوئی تعلق نہیں ہو گا ۔ وہ محض ایک "آئینی" وزیراعظم ہوتا ۔

……O……

چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب

ماں باپ کا مرتبہ

"اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نیک نمازی بنائیو ۔ اے ہمارے رب دعا کو قبول فرما ۔ اے میرے رب مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو بخش اور مومنوں کو بخش جس دن حساب کا دن قائم ہو ۔"

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نماز میں تمام عمر پڑھی ہے ۔ اور یہی دعا امت مسلمہ میں بالعموم نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر نماز میں پڑھی ہے ۔ اس سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی یعنی عیسائی ، یہودی اور مسلمان راست باز پیغمبر تسلیم کرتی ہے ۔ ان کو قرآن میں خلیل یعنی اللہ تعالےٰ کا پیارا بھی کہا ہے ۔ یہ جب بارگاہِ خداوندی میں نمازی بننے کی دعا کرتے ہیں تو اپنی اولاد کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں ۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ سے اپنی مغفرت مانگتے ہیں تو اپنے ماں باپ کو اس دعا میں شامل کرتے ہیں ۔ اور اپنی اولاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور مومنوں کو شامل کرتے ہیں ۔ یہ اس لئے کہ اگر اولاد نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی تو مومنوں میں شامل ہو کر بخشش کی مستحق ہو جائے گی ۔ لیکن ماں باپ کے لئے نمازی بنانے کی دعا نہیں کی ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولاد ماں باپ کو نمازی بنانے کی مکلف نہیں ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماں باپ مسلم نہیں تھے ۔ لیکن اپنے بیٹے کی دعا سے وہ یقیناً بخشش کے مستحق ہوں گے اور ان کا خاتمہ اسلام پر ہوا ۔

وجہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کا ایک عظیم الشان پیغمبر اور پیارا ساری عمر اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے دعا مانگے اور وہ قبول نہ ہو ۔ یہ ممکن نہیں ہے ۔ چونکہ اللہ تعالےٰ عبث کام نہیں کرتا (قرآن) پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود ماں باپ کی بخشش کی دعا سکھلائے اور وہ قبول نہ ہو ۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بھی بخشے گئے ہیں ۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ رحمت للعالمین ساری عمر اپنے ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اور وہ دعا قبول نہ ہو ۔

اسی دلیل سے اگر ایک لڑکا مسلم ہو جاتا ہے اور اس کے ماں باپ غیر مسلم ہیں ۔ وہ بھی اپنے ماں باپ کو بخشوا لے گا ۔

(سلسلہ صفحہ ۵)

سب اعلیٰ مقام سے گر جاؤ گے ۔ اور دنیا کی زندگی جہنم بن جائے گی ۔ اس لئے کہ جب نسلِ انسانی کا بیشتر حصہ اخلاقی اور روحانی طور پر اس اعلیٰ مقام سے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا تھا گر کر گندگیوں اور گناہوں میں پھنس جائے گا ۔ تو پھر لوگوں کی زندگی اسی دنیا میں جہنم بن جاتا اس کا لازمی نتیجہ تھا ۔ چاروں طرف دیکھ لیجئے ۔ جو اخلاقی اور روحانی تنزل اب دنیا بھر میں ہے وہ پہلے کبھی نہ تھا ۔ اور اب تو جنگیں بھی مقامی یا قومی ہونے کی جگہ بین الاقوامی یعنے عالمگیر ہو گئی ہیں ۔ اور وہ دنیا میں وہ تباہی لائی ہیں کہ پہلے کبھی نہ تھی ۔ ساری دنیا کسی نہ کسی طرح نالاں ہے اور فکر اور پریشانی عام ہے انہی تفکرات اور پریشانیوں کو بھولنے کے لئے لوگ نشہ میں کھویا جانا چاہتے ہیں ۔ تو پھر اس عالمگیر بے چینی اور بدکرداری کا علاج کیا ہے؟ ۔ وہ قرآن کریم کے اگلے الفاظ میں ہے کہ فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای

۳۰

۳۰
فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی " پھر تمہارے پاس میری ہدایت آئے گی تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو ان کو نہ خوف ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے ۔" دنیا کے تمام دکھوں کا اب یہی علاج ہے کہ قرآن حکیم دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے لوگوں تک پہنچایا جائے ۔ قرآن حکیم نے پہلے بھی جبکہ دنیا بھر میں گمراہی اور گناہ عام ہو گئے تھے ۔ (یعنے حضور سرور کائنات صلعم کے ظہور کے وقت) نسل انسانی کو سیدھا راستہ دکھایا تھا اور دنیا میں امن اور چین کو دوبارہ قائم کیا تھا ۔ اور اب بھی انشاء اللہ قرآن کریم کے ذریعے سے ہی نسل انسانی ہلاکت سے بچائی جا سکتی ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

از ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ سرینگر،

جماعتی تنظیم اور ہماری ذمہ داریاں

قیام جماعت سب سے بڑی نعمت ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعدآءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانًا ۝ (۳-۱۰۳)

لوا نفقت ما فی الارض جمیعًا ما الّفت بین قلوبھم ولٰکن اللہ الّف بینھم (۸-۷۳)

ترجمہ:۔ "اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم باہم دشمن تھے اور اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس نعمت عظمیٰ سے سچائی بھائی بن گئے۔

"(اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تو زمین میں موجود ساری مال و دولت بھی خرچ کر دیتا تب بھی ان پراگندہ اور منتشر اذہان و قلوب میں الفت پیدا نہ کرسکتا لیکن یہ اللہ تعالےٰ کا ہی خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے ان خون آشام قلوب کو اخوت کے آب حیات سے سیر کر دیا اور یہ منتشر افراد جماعت جیسی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔

پس ہمیں اللہ کی اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیئے۔ خدانخواستہ اگر یہ نعمت ہم سے چھین گئی سمجھو وہی خاتمہ کا دن ہوگا۔ اس نعمت کے قیام و بقا کے لئے اللہ تعالےٰ نے ہم پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ ان میں بعض ذمہ داریاں اجتماعی رنگ کی ہیں اور بعض انفرادی۔

ہماری اجتماعی ذمہ داریاں

(۱) ایک دوسرے سے تعلق بنائے رکھو

یا یھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا (۳-۲۰۰)

"اے ایمان لانے والو! صبر کرو اور مقابلے میں بڑھ کر صبر دکھاؤ۔ اور باہم ربط اور اتحاد کا مظاہرہ کرو۔"

رابطوا۔ ربطہٗ۔ اس سے باندھ دیا۔ الرابطہ۔ تعلق۔ بندھن۔ رشتہ۔ ربط، ارتباط ایک دوسرے کو تھامے رکھنا۔ تعلق بنائے رکھنا۔ ربط قائم رکھنا۔ اسی ربط و اتحاد کے پیش نظر قرآن پاک دوسری جگہ مسلمانوں کو بنیان مرصوص ایک مضبوط سیسہ پلائی ہوئی دیوار سے موسوم کرتا ہے۔ باہمی تعلقات کی استواری کے لئے بہت سارے ذرائع رکھے گئے ہیں۔ مثلاً نماز، درس قرآن۔ جلسہ سالانہ، میٹنگیں وغیرہ۔ ہمیں ان مواقع کا بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(۲) اتحاد کو برقرار رکھو

مومنوں کی بنیان مرصوص اُسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک وہ یکجہتی اور اتفاق کو قائم رکھیں۔ مومنوں کا باہمی افتراق و انتشار دیوار کی پائیداری میں رخنہ ڈال سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم تعلقات توڑنا "یعنی اتحاد و اتفاق" میں دراڑ ڈالنا منافقین کا کارنامہ قرار دیتا ہے۔ فرمایا ہے:۔

یقطعون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل (۲-۲۷)

یعنی یہ ناہنجار قوم ان تعلقات کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیتی ہے جن کے بارے میں اللہ کا واضح ارشاد یہ ہے کہ ان کو مضبوط اور مزید استوار کیا جائے۔

اس کے برعکس مومنوں کی شان ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا ہے۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہٖ ان یوصل (۱۳-۲۱)

یعنی یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو ان تمام روابط و ضوابط کو بنائے رکھتے ہیں جن کے قیام کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے۔ بالفاظ دیگر مومن لوگ جماعتی اتفاق و اتحاد کو ہر قیمت پر برقرار رکھتے ہیں کیوں کہ ایسا کرنا ان کے مولا کا حکم ہے۔

(۳) باہمی تنازعات پیدا نہ کرو۔

واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم (۸-۴۶)

ترجمہ:۔ "اور اللہ اور اس کے مقدس رسول (صلعم) کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم ہمت ہار دو گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

فشل۔ کمزور۔ بزدل ہو جانا۔ الید الفشلاء۔ بائیاں ہاتھ، جو دائیں کے مقابل عموماً کمزور ہوتا ہے۔

ریح۔ سلاح۔ ہوا کا چلنا۔ حرکت کرنا۔ الریح۔ نصرت، غلبہ، قوت۔ حرکت گویا جھگڑے پیدا کرنے سے کام کرنے کی صلاحیت چھن جاتی ہے اور قوم کمزوری کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس مذموم حرکت سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہیئے۔

۴۔ تفرقہ سے بچو

تفرقہ کے معنی ہیں الگ الگ ڈفلی بجانا۔ گروہوں۔ گروپوں اور پارٹیوں میں بٹ جانا۔ یہ حرکت ملتِ واحدہ کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیتی ہے۔ اس رجحان کو سم قاتل سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کی سزا بھی کچھ کم نہیں ہے۔ فرمایا ہے:۔

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیءٍ (۶-۱۶۰)

وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور کئی ٹولیوں اور گروپوں میں بٹ گئے۔ اے نبی! تیرا ایسے لوگوں کے ساتھ کچھ سروکار نہیں۔" گویا مرکز سے علیحدہ ہو کر کام کرنا دین کھو دینے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ (۶-۶۵) تفرقہ بازی کو عذاب الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں اس عذاب سے بچنا چاہیئے۔

۵۔ عفو اور درگزر کرنا۔

اللہ تبارک و تعالےٰ مومنوں کو یہ تلقین فرماتا ہے:۔ ولیعفوا ولیصفحوا (۲۴-۲۲)

"اور مومنوں کو چاہئیے کہ وہ ایک دوسرے کی خطائیں معاف کیا کریں اور یہ بھی چاہئیے کہ وہ درگزر سے کام لیا کریں۔"

یہ تو عام حکم رہا۔ دوسری جگہ سچے مومنوں کی صفاتِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

والکٰظمین الغیظ والعافین عن الناس (۳:۱۳۴)

"یعنی وہ سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں۔"

عفو۔ کسی ناپسندیدہ بات کو زیادہ اہمیت نہ دے کر بنا اُلجھے آگے نکل جانا۔

انفرادی ذمہ داریاں

(۱) اطاعتِ امیر

قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں آتا ہے:۔

طاعۃٌ وقولٌ معروفٌ ۔ (۴۷:۲۱)

یعنی وہ امیرِ جماعت کی اطاعت کرتے ہیں اور کوئی بات ایسی نہیں کرتے جو ناپسندیدہ ہو یا پھر جماعتی کاز کے خلاف ہو۔ یاد رہے لفظ معروف ہر وہ عمل یا قول ہے جس کی خوبی عقلاً یا شرعاً ثابت ہو۔

دوسری جگہ باقاعدہ حکم ہوتا ہے:۔

واسمعوا واطیعوا (۶۴:۱۶)

اے مومنو! اپنے اربابِ اختیار کے احکام و فرامین پورے غور سے سنو اور پھر اُن پر عمل کرو اب اگر کوئی شخص جماعتی فیصلہ جات یا احکامات کے بارے میں تغافل کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ سراسر اللہ کا نافرمان بنتا ہے۔ ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔

(۲) نیک مشورہ دینا

مومن کا فرض ہے کہ وہ امورِ جماعت میں اپنا نیک مشورہ دے۔ اور مجلس شوریٰ کا یہ کام ہے کہ وہ تمام مشوروں پر غور و خوض کر کے کوئی قدم اٹھائے۔ فرمایا ہے:۔ وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲:۳۸) مومن لوگ اپنا ہر فیصلہ آپس میں صلح مشورہ کے بعد ہی طے کرتے ہیں۔

(۳) عملی تعاون پیش کرنا۔

مومنوں کو حکم ہے:۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ (۵/۲)

اور نیکی اور تقویٰ کے معاملات میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ خبردار گناہ اور سرکشی کے معاملے میں کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہ دینا۔ یاد رکھو! اپنے ہر کام میں خوفِ خداوندی ملحوظ رکھو کیونکہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ عملی قربانیوں کے بغیر جماعت زندہ نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا ہمیں ہر نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے۔

(۴) ایک دوسرے کے عیب نہ ڈھونڈنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثمٌ ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضًا ○ (۴۹:۱۲) "اے ایمان لانے والو! بدگمانی سے بکثرت بچتے رہو۔ کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔ اور خبردار خوردبین لے کر ایک دوسرے کے عیب یا بھید نہ ڈھونڈا کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا کہو۔"

اس آیتِ کریمہ کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہمیں ان باتوں کو ہمیشہ نظروں کے سامنے رکھنا چاہیئے۔

(۵) کارکردگی کے بارے میں اعتراض متعلقہ شعبے تک پہنچایا جائے

کسی خامی یا کوتاہی پر اعتراض کا پیدا ہو جانا فطری عمل ہے لیکن کسی خامی کے تدارک یا پھر اعتراض کے اظہار کا یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آپ چوراہے پر ایسے نازک امور کو Discuss کرنے لگ جائیں ایسا کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ ایسے اعتراضات متعلقہ شعبہ کے افسر تک پہنچائے جائیں۔ یہی عافیت اور سدھار کی راہ ہے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے:۔

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا (۴:۵۸)

امانت، پرائی چیز یا بات کو کہتے ہیں جس کو متعلقہ شخص تک لوٹانا لازمی ہوتا ہے۔ امانت حقدار کے سوا اور کسی کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔

پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بے شک اللہ تمہیں یہ خصوصی حکم دیتا ہے کہ معاملات کو متعلقہ شعبوں کی طرف لوٹایا کرو۔ معاملات پر اپنے طور پر رائے زنی کرنا یا ان کی تشہیر کرنا سراسر خیانت ہے۔ اللہ ہم سب کو ایسی مذموم حرکت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۶) اوروں کی بجائے اپنی خبر رکھنا

اللہ کا واضح ارشاد ہے:۔

یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (۵:۱۰۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اوروں کی بجائے اپنے سدھار کی فکر کرتے رہو کیونکہ کسی اور کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بشرطیکہ تم ہدایت پر ہو۔

اجتماعی زندگی کی بقا کے لئے یہ سنہری اصول لابدی ہیں۔ میں نے احادیث کو جان بوجھ کر Touch نہیں کیا۔ کیونکہ میں آپ کے سامنے اس ہستی کے فرامین و احکام رکھنا چاہتا تھا جس کی سرتابی کا یارا نہ آسمان والوں کو ہے اور نہ زمین والوں کو۔

یاد رکھیں اگر آپ نافرمانی کے مرتکب ہوئے تو اللہ کو آپ کا کوئی پاس و لحاظ نہ رہے گا۔ اللہ صرف اسی کا ہے جو اس کا فرمانبردار ہے۔ نافرمانی تلوار ہے جو ایک ہی وار میں اللہ تعالیٰ سے تعلقات کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم (۴۷:۳۸)

اگر تم لوگ اللہ کے احکامات سے روگردانی کرو گے تو اللہ کسی اور جماعت کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔

اللہ ہم سب کو اس وعید سے بچائے۔ آمین ثم آمین

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

* "سب سے بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے۔"

راہِ وفا کے مسافر

حضرت مولینا غلام حسن صاحب نیازی

حضرت مولینا صاحب کے خسر مرزا محمد اسمٰعیل صاحب قندھاری ایک بلند پایہ بزرگ صوفی تھے۔ اور سابق صوبہ سرحد میں اوائل حکومتِ انگریزی میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز تھے۔ انہوں نے کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت کیلئے چندہ بھیجا تھا اور براہین کو پڑھ کر فرماتے تھے کہ اس شخص کی تحریر مسیح ناصریؑ کی تحریر و تقریر سے ملتی ہے یہ بڑے عالی مرتبہ ولی ہیں۔

مرزا محمد اسمٰعیل صاحب وفات مسیحؑ کے قائل تھے اور حضرت مولانا سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں ان کی حیات کا مسلہ غلط اور خلاف قرآن ہے۔ جب حضرت مسیح موعود نے دعویٰ مہدیت کیا تو مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ آپ اب مدعی کو جا کر مل آویں۔ حضرت مولینا لدھیانہ گئے۔ حضرت مسیح موعود نے سب سے پہلے ان کا ذکر "آئینہ کمالات" میں کیا ہے جس میں حضورؑ نے اپنے مخلصین یا محقون کی فہرست دی ہے۔ ۱۸۹۲ء کے سالانہ جلسے میں حاضرین جلسہ میں بھی ان کا نام ہے۔ بالخصوص جنہوں نے ماہوار چندہ دینے کا وعدہ کیا تھا، یہ سب سے پہلا سالانہ جلسہ تھا۔ کتاب ازالہ اوہام میں ان کا بدیں الفاظ ذکر کیا ہے۔

"اس وقت لدھیانہ میں میرے پاس موجود ہیں۔ محض ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ وہ وفادار اور مخلص ہیں اور لا یخافون لومۃ لائم میں داخل ہیں۔ جوشِ ہمدردی کی راہ میں ماہوار چندہ دیتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد تقویٰ اور دینی معارف میں ترقی کریں گے کیونکہ نصرت روحانی ہے۔"

۴:- اخبار الحکم اور بعدہٗ ملفوظات حصہ پنجم میں یہ اندراج ہے۔

"ہفتہ مختتم ستمبر ۱۹۰۲ء۔ مولینا غلام حسین صاحب سب رجسٹرار پشاور سے تشریف لائے تو عند الملاقات مسیح موعود نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے باوجود ہمارے سلسلہ میں شامل ہونے کے ہر دلعزیز ہیں جس کی اصل وجہ تقویٰ ہے۔"

آپ حضرت مسیح موعود کے بارہ اصحاب میں شامل تھے۔ حضرت مولینا صاحب قوم افاغنہ میں سب سے اوّل مسیح موعود کی بیعت میں شامل ہوئے اور جماعت پشاور اور سرحد کے بانی مبانی تھے۔ ان کی تبلیغ اور اعلیٰ مومنانہ نمونہ کی وجہ سے پشاور میں ایک بڑی جماعت قائم ہو گئی جو اپنی تعداد اور قربانیوں کی وجہ سے ہندوستان بھر میں دوسرے یا تیسرے درجہ کی جماعت تھی۔ مولانا صاحب کا سب سے بہترین طریقہ تبلیغ درسِ قرآن کریم تھا، جو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ دیا کرتے تھے۔ خدا کی شان کہ شروع ملازمت میں انہوں نے اپنے سکونتی مکان کے مقابل دو چھوٹے چھوٹے مکانات خرید کر سامنے کے حصہ میں معزز مہمانوں کے لئے اور ملاقاتیوں کے لئے ایک دالان (بڑا کمرہ) اور پچھلے حصہ میں دو کمرے عام دیہاتی مہمانوں اور ملازمین کیلئے تعمیر کئے۔ بڑے دالان میں مغرب اور عشاء کے درمیان درس قرآن اور درس حدیث دیتے تھے۔ ان ہی لوگوں میں سے اکثریت نے جماعت میں شمولیت کی۔ اور شہر کے دور دور حصوں میں یہ لوگ درس میں شامل ہوتے اور محلہ اور قریب کے احباب نماز فجر میں شامل ہوتے تھے۔ شان ایزدی ہے کہ جس دالان میں درس ہوتا تھا۔ اور نمازیں ادا ہوتی تھیں وہ مکان جامع کی شکل میں منتقل ہو گیا یہ پاکستان میں سب سے پہلی جامع ہے جو کسی احمدی جماعت نے بنائی۔ ذالک فضل اللّٰہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو ان گھروں میں شامل کیا جن کو یہ شرف دیا گیا ہے۔ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہٗ فیھا بالغدوّ والاٰصال اور احمدی جماعت کے سابقین الاولین اس آیت کے مصداق تھے۔

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ واقام الصّلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔

پشاور کا یہ مرکز ان کے وجود مسعود کی وجہ سے جن کا دسترخوان ایک لنگر تھا، جماعت کیلئے سنگ بنیاد بن گیا اور ان کا مکان علم کا ایک مرکز اور پنجاب اور افغانستان کے درمیان ایک بڑا جنکشن اور مرکز بن گیا۔

سرکاری کتاب کے نامور اسماء الرجال نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ صوبہ میں مرزا غلام احمد صاحب کے سرکردہ ساتھی ہیں اور اپنی دیانت اور تقویٰ کیلئے مشہور ہیں۔ آپکے اخلاق اور اعلیٰ درجہ کے زہد و تقویٰ ہی کے اثر سے صوبہ سرحد میں جماعت پھلی اور پھولی۔ ایک اور فضلِ الٰہی یہ تھا کہ آپ کی مجلس اور گفتگو میں ایک جذب تھا۔

صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو سلسلہ کی آواز ان ہی کے ذریعے پہنچی۔ کرم لونڈری کمیشن میں اُن کے شاگرد صاحبزادہ عبد القیوم انگریزی ارکان کمیشن کے رئیس کے نائب تھے۔ اور عملہ میں بھی مولانا کے دو شاگرد تھے۔ مولینا صاحب نے آئینہ کمالات اسلام ان کو دیا کہ افغان کمیشن میں کوئی اہل ممبر ہو تو ان کو یہ کتاب دے دیں۔ چنانچہ یہ کتاب صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو دی گئی جو افغان کمیشن میں سربراہ تھے اور خود خوست کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب جب قادیان آئے اور ہمارے ان کیلئے پیغام بھیجا کہ وہ قادیان آویں تو خود انہوں نے فرمایا کہ تحریکِ احمدیہ مجھے آپ کے ذریعے پہنچی اور کتاب آئینہ کمالات اسلام نے راستہ صاف کیا۔ انہوں نے پشاور میں جب سکول سرکاری کے ہیڈ ماسٹر ہوئے تو ایک مدرسہ اسلامیہ مڈل سکول کی بنیاد رکھی اور مجلس منتظمہ کے صدر چنے گئے۔ یہ مدرسہ بعدہٗ ہائی سکول ہو گیا جب مولانا کا انتخاب بطور رکن فیل بر طانیہ قندھار ہوا۔

ان کی ہر دلعزیزی کا یہ حال تھا کہ نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو، سکھ اور عیسائی سب ان کی عزت کرتے تھے کیونکہ ہر ایک تحریک میں وہ شامل تھے اور اپنے اثر و رسوخ سے سب کی مدد کرتے تھے لیکن اپنی ذات کیلئے کسی مقام کے خواہاں نہ تھے۔

وہ پشاور میں میونسپل کمشنر تھے، فنانشل کمیٹی کے نائب صدر اور آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ ان کو فصل الخطاب کا بھی علم خدا تعالیٰ نے دیا تھا۔ چنانچہ اکثر پیچیدہ مقدمات ان کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ پشاور کے جوڈیشل کمشنر نے (جو اس وقت عدالت عالیہ تھا) ایک سخت پیچیدہ مقدمہ کی مثل پر جوان کی ثالثی رائے پڑھی تو لکھا کہ مولوی صاحب اکثر عدالت ہائے ماتحت کے مشکل کشا ہیں اور وہ اس قدر صدیق مشیر ہیں کہ ایک مقدمہ میں جوڈیشیل کمشنر نے صرف ان کی گواہی پر فیصلہ دیا۔

حضرت مولانا یکم فروری ۱۹۴۳ء کو قادیان میں فوت ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۹۴ - ۹۵ سال کے درمیان تھی۔ انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

مولینا حافظ قرآن تھے اور ان کی عادت صرف رمضان میں قرآن دہراتے کی نہیں تھی بلکہ علم تا تر دل اور بالخصوص تہجد میں دور کرتے رہتے تھے۔ وہ مفسر قرآن بھی تھے اور تفسیر حسن بیان اپنی یادگار چھوڑ گئے جو احمدیہ انجمن لاہور سے مل سکتی ہے۔

جماعتی خبریں

- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ صحت پہلے سے بہتر ہے دینی اور جماعتی امور کی رہنمائی میں مصروف ہیں۔ احباب کرام سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہے۔ احبابِ سلسلہ حضرت ممدوح کی صحت و تندرستی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔
- محترم مولانا حافظ شیر محمد خوشابی صاحب ان دنوں بیمار رہیں ہیں۔ ستمبر کے آخر میں ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی اور ان کو ناید ہسپتال میں داخل کرانا پڑا اب ان کی طبیعت قدرے بہتر ہے لیکن کمزوری کافی ہے آرام کیلئے آپ خوشاب تشریف لے گئے ہیں احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے درد دل سے دعا فرما دیں۔

سری نگر کشمیر سے محترم مکرم نور الدین زاہد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

محترم عبد العزیز شورہ ایڈیٹر روزنامہ روشنی کو اتفاق آنسو گیس کے دو گولے لگے تھے۔ وہ سڑک پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہاں کے سب اخبارات میں اس حادثہ کا ذکر آیا ہے۔ وہ دو راتیں ہسپتال میں رہے۔ الحمد للہ اب وہ بدستور صحت ہیں۔

محترم شیخ عبد الصمد صاحب بھی بخیر ہیں۔ ہماری طرف سے جملہ اکابرین کرام خصوصاً حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سلام و دعا پیش ہو

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس بقیہ ٹمرٹری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد ۷۳ | بتاریخ ۱۸ رجب المرجب سنہ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۹۹۰ء | شمارہ : ۴

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

تمام قسم کی بھلائیاں قرآن حکیم میں ہیں

میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔

(۱) سب سے اول قرآن ہے جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے۔ اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی۔ نہ چاند کی، اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو (۷۰۰) حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ [illegible] الخیر کلہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔

قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ اگر صوری و معنوی اعراض نہ ہو [illegible] اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھائی اور یہ امید دی کہ [illegible]

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم

یعنی ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ دکھلا جو پہلوں کو دکھلائی گئی جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے [illegible]

پس اپنی ہمتیں بلند کر لو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو [illegible]

[illegible]

منظوم کلام در عشقِ قرآن

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

●

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

●

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا، کلامِ پاکِ رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیوں کر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

در رہِ عشقِ محمد ؐ

حضرتِ اقدس مجددِ صدِ چہاردہم کی طرف سے نذرانۂ محبت

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم
احمدؐ کی شان کو سوائے خداوندِ کریم کے کون جان سکتا ہے

آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد
وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے

پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
اس کی صورت بالکل ربِّ رحیم کی صورت بن گئی

بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک
محبوبِ حقیقی کی خوشبو اس کے چہرے سے آ رہی ہے

ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کا مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
خواہ مجھے کوئی الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے

چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرشِ عظیم
مگر میں تو احمدؐ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار
خدا کا شکر ہے کہ میں دنیاداروں کے برخلاف

صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم
اس چشمۂ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خریدتا ہوں

از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادارِ پاک
خدا کی مہربانیوں اور اس ذاتِ اقدس کے فضل و کرم سے

دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں
اس کا وہ خاص مقام اور رتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا

گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہ سلیم
میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا

در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود
محمدؐ کے عشق میں میرا سر اور جان قربان ہو

ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم
یہی میری خواہش ہے یہی میری دعا ہے اور یہی میرے دل میں پختہ ارادہ ہے

مؔ

پندرہ روزہ پیغام صلح | لاہور | مؤرخہ ۱۵ فروری ۱۹۹۰ء

ماہ رجب ـــ زکوٰۃ کا مہینہ

ماہِ رجب کو عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اہل ثروت اصحاب اس مہینے میں اپنے جمع شدہ مال میں سے ہر سال مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ رواں مہینہ رجب کا ہے اس لئے جماعت کے اہلِ ثروت اصحاب کی خدمت میں گزارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے جمع شدہ اموال کا حساب کر کے جو رقم بطور زکوٰۃ واجب الادا ہو، وہ اپنے جماعتی بیت المال میں بھیج دیں۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی بڑھنے اور پاک صاف ہونے کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ پاک صاف ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قد افلح من تزکیٰ (سورۃ اعلیٰ)

یعنی کامیابی سے ہم کنار ہوا وہ شخص جو پاک صاف ہوا۔ اس کا مقصد اس کے نام ہی سے ظاہر ہے دوسری عبادات کی طرح اس سے بھی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا، نفس کی تطہیر اور تزکیہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر برائیوں کی جڑ مال اور مرتبے کی محبت ہے بلکہ مال کی محبت، مرتبے کی محبت سے بھی زیادہ عام ہے۔ اور فتنہ و فساد کا ذریعہ بنتی ہے۔ زکوٰۃ انسانوں کے دل سے مال کی محبت ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

ارکان دین میں زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاں نماز کی تفضیلت کا حکم ہے اور فضیلت بیان کی گئی ہے اکثر مقامات پر زکوٰۃ کو بھی اس کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ بھی پچھلے انبیاءؑ کی شریعت کا حصہ رہی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پابندِ زکوٰۃ ہونے کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ پچھلی اُمتوں کے نیک لوگوں اور ان کے اللہ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ لوگوں کی ایک خاص صفت زکوٰۃ تھی یعنی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کے بار بار ذکر سے (قرآن مجید میں) یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے قریب قریب ہے دین حق میں زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب کے بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا، تو خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کے خلاف جہاد کیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرامؓ نے ان کے اس اقدام کی توثیق کی تھی۔ نبی کریمؐ نے نماز کی طرح زکوٰۃ کا بھی ایک مربوط اور باضابطہ نظام مقرر فرمایا۔ اور اس کے تفصیلی احکام بتائے۔

انسان جو بھی دولت کماتا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے فضل و کرم سے کماتا ہے اور اس دولت میں سے اللہ کے ایک حکم سے یہ تھوڑا سا بھی خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و شفقت سے اس کے ایثار کی اتنی قدر کرتے ہیں کہ اس کے خرچ کئے ہوئے مال کو اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے اور وعدہ فرماتے ہیں کہ بندہ کا قرض کئی گنا بڑھا کر واپس کریں گے اور جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے گریز کریں گے ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر ہے۔

احادیث مبارکہ سے زکوٰۃ کے بارے میں بہت تفصیلی احکام ثابت ہیں۔ جن اموال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں

(۱) نقد روپیہ (۲) سونا چاندی
(۳) زرعی پیداوار (۴) مولیشی (بھیڑ بکری گائے، بیل، اونٹ) (۵) معدنیات
(۶) دفینہ۔

دفینہ اور معدنیات کے علاوہ تمام اقسام کی کم از کم مقدار مقرر فرمائی جس پر زکوٰۃ لی جائے گی اس مقدار کو "نصاب" کہا جاتا ہے شرح زکوٰۃ بھی مقرر فرما دی جس کی چار قسمیں ہیں۔ بیس فیصد، دس فیصد، پانچ فیصد، ڈھائی فیصد۔ زکوٰۃ انسانوں کے درمیان ہمدردی اور ایک دوسرے کی مالی امداد و اعانت کا نام ہے جس طرح دین کا روحانی نظام الہی نماز با جماعت سے قائم ہے جو جامع میں ادا کی جائے۔ اسی طرح مادی نظام زکوٰۃ سے قائم ہے۔ جو بیت المال میں جمع ہو کر غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم ہو۔ اس موقع پر یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنّتِ نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ خود بخود جہاں چاہے زکوٰۃ دیدے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو۔ اور بیت المال کے ذریعے مستحقین کو دی جائے۔

عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینے میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دے کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہوگئی، یہ طریقہ صحیح نہیں۔ اس سے گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے زکوٰۃ اس طرح ادا نہیں ہوتی۔ قرونِ اولیٰ میں قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے یہی سنّت نبویؐ ہے۔ یہی خلفائے راشدینؓ کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے قومی و ملّی اور جماعتی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و سرخرو ہو سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ اپنے جماعتی ادارے یا بیت المال میں جو ہماری انجمن نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو صرف کرتی ہے جو قرآن حکیم نے مقرر کئے ہیں۔

اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضہ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کی جائے، آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکانِ دین میں سے ہے جن پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔ چنانچہ فرمایا

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ۔۔۔

جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعے جو تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک عام لوگ صدقات ۴۲

آہ ! سیّد سلطان علی شاہ

جماعت کے حلقوں میں یہ خبر نہایت درد و الم کے ساتھ سنی پڑھی جائے گی کہ جماعت کے نہایت قابلِ احترام، مخلص اور بے لوث خادمِ دین سیّد سلطان علی شاہ صاحب مورخہ ۷۔ فروری ۱۹۹۰ء بروز بدھ انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کا انتقال ایک جماعتی سانحہ ہے۔ شاہ صاحب مرحوم نہایت مخیّر، دیانتدار اور محنتی انسان تھے۔ جماعتی تحریکات میں بھرپور حصّہ لیتے تھے۔ انجمن کے مرکزی دفتر میں سالہا سال سے بطور آڈیٹر خدمات انجام دے رہے تھے۔ ... روز امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ و منصو العزیز نے جامع دارالسلام میں شاہ صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھایا اور آپ کا جسدِ خاکی احمدیہ قبرستان، دارالسلام، لاہور میں سپردِ خاک کیا گیا۔ سب جماعتوں کے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

اس جماعتی سانحہ پر ادارہ حضرت امیر ایدہ اللہ اور مرحوم کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتا اور اپنے دل کے گہرے دکھ درد کا اظہار کرتا ہے۔

۴۲ و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں بلکہ جہاد کے حکم میں ہے اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ ماہوار یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔ پس امید ہے کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ تجارتی مال، زیورات۔ اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے جو کچھ واجب ہوا ہے اپنے بیت المال میں جمع کر دیں گے کہ اس میں آپ کی اور آپ کی جماعت کی بہبود اور سرخروئی ہے۔

ان صفحات میں مرکزی انجمن کے جنرل سیکریٹری صاحب کا بھی احباب کے نام ادائیگی زکوٰۃ کے سلسلہ میں ایک مکتوب درج ہے۔

جماعتی خبریں

• ـ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم مکرم امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ و بنصرہ العزیز بخریت ہیں۔ صحت نسبتاً بہتر ہے۔ دینی اور جماعتی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ سالانہ دعائیہ تقریبات کی تیاری اور ان کی کامیاب و بامراد انعقاد میں حضرت ممدوح نے خصوصی توجہ اور دعاؤں سے کام لیا۔ ایام تقریبات کے دوران مصروفیات میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ نماز فجر کی امامت، خطبات اور احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سالانہ دعائیہ اجتماع کے بعد اگلے دن بین الاقوامی رابطہ کمیٹی کے اجلاس کی صدارت بھی آپ نے فرمائی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے رکھے اور ان کا سایہ دراز فرمائے۔ احباب ان کے حق میں خصوصی دعاؤں سے کام لیں۔

• ـ محترم مکرم این لے فاروقی صاحب جامعہ دارالسلام لاہور میں ہر جمعہ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہیں ان کے فاضلانہ خطبہ میں قرآن کریم کے تفسیری نکات خاص موثر رنگ کے حامل ہوتے ہیں۔ مکرم ممدوح کے خطبات پیغام صلح کی زینت بنتے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ فاروقی صاحب کی صحت و تندرستی اور درازی عمر کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

• ـ محترم مولانا حافظ شیر محمد صاحب گذشتہ ہفتے خوشاب تشریف لے گئے تھے وہاں جاتے ہی ان پر پھر دل کا شدید حملہ ہوا لیکن جلد ہی طبیعت سنبھل گئی۔ کمزوری بڑھ گئی ہے احباب اس بزرگ عالم کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

• ـ تائیوان سے یہ افسوسناک اطلاع آئی ہے کہ ہمارے نہایت محترم بھائی امام الحاج اسحاق صاحب وفات پاگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت متقی اور عالم شخص تھے آپ انجمن کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر بھی دیگر مندوبین کے ہمراہ مرکز میں تشریف لائے تھے۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے ان کے فرزند ایوب صاحب کو تعزیتی تار بھیجا اور ان کی مغفرت کے لئے بعد از نماز جمعہ جامع دارالسلام لاہور میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

• ـ ہمارے نہایت محترم بزرگ، ادیب شاعر مولانا مرتضیٰ خان صاحب مرحوم کی بیگم صاحبہ عرصہ سے علیل تھیں۔ گذشتہ ماہ وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کے لئے بعد از نماز جمعہ جامع دارالسلام لاہور میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

• ـ محترم شیخ شریف احمد صاحب لندن سے اطلاع دیتے ہیں کہ مانچسٹر میں ہمارے بھائی سعید عزیز صاحب کو گذشتہ دنوں دل کی تکلیف ہو گئی تھی۔

• ـ اسی طرح سیالکوٹ چھاؤنی سے اطلاع آئی ہے کہ ہماری محترمہ بہن مسعودہ عبداللہ کا سی ایم ایچ راولپنڈی میں پتے کا اپریشن ہوا ہے۔ احباب جماعت ان مریضوں کی جلد صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

• ـ مرکزی انجمن کا انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ" مجریہ جنوری ۱۹۹۰ء پیش نظر ہے۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل اس شمارے کے سرورق پر حضرت بانی سلسلہ کی کتاب "نسخہ ارادہ" کا اقتباس درج ہے جبکہ اندرونی صفحات میں اداریہ سمیت حضرت مولانا حافظ شیر محمد صاحب، مسز الفت محمد صاحبہ کے فاضلانہ مضامین شامل ہیں اور جناب ایم اے محمد صاحب کی کتاب "دعا بدعا (مہاتما بدھ)" از ٹیور رنگ پر تبصرہ اور اندرونی و بیرون پاکستان کی خبریں درج ہیں۔

• ـ مشاورتی کمیٹی اخبارات کا اجلاس ۲۷ جنوری ۱۹۹۰ء کو صبح دس بجے دارالسلام میں منعقد ہوا۔ اخبار پیغام صلح اور لائٹ کی ترسیل کے سلسلہ میں، لوگوں کی شکایات اور اخبارات کے معیار کو مزید بلند کرنے کے لئے مختلف تجاویز پر غور کیا گیا۔

تصحیح

پیغام صلح کے شمارے مجریہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۱۳ پر یادرفتگان کے عنوان سے حضرت سعید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ دوسرے کالم کی سطر ۹ میں لفظ مرتد کے بجائے مرتدع پڑھا جائے۔ مرتدع کے معنی ہیں وہ تیر جو نشانہ پر ٹھیک نہ لگے۔ کتابت کی اس غلطی پر ادارہ قارئین حضرات سے معذرت خواہ ہے۔

جزائر فیجی میں ایک ٹیچر کی ضرورت

فیجی جماعت کے زیر اہتمام جاری ایک سکول میں ایک ٹیچر کی ضرورت ہے۔ تنخواہ معقول دی جائے گی۔ ایف اے سی ٹی یا بی اے، بی ایڈ تعلیم کے حامل کو ترجیح دی جائے گی۔ اردو، عربی، انگریزی اور دینیات کی کلاسوں کو پڑھانا ہوگا۔ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے۔

دفتر اخبار پیغام صلح۔

ایک درخواست

احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ جماعتی مفاد کے پیش نظر اپنے جماعتی اخبار پیغام صلح کے شمارے برائے سال ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء دفتر انجمن کو عنایت کریں یا عاریتاً دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ احباب سے فراہمی کا انتظام بذمہ دفتر ہوگا۔

والسلام

(منصور احمد)

جنرل سیکرٹری

دارالسلام

۵۔ عثمان بلاک گارڈن ٹاؤن

لاہور

ضروری اطلاع

جمعۃ المبارک مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء کو مکرم محترم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پہلی رکعت میں سورۃ آل عمران کی آیات نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵ اور دوسری رکعت میں سورۃ الانعام کی آیات نمبر ۴۲ تا ۴۵ کو تلاوت میں شامل فرمایا۔ بعد میں حضرت ممدوح نے اپنی ایک دلی کیفیت کی بنا پر حاضرین کو ان کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ سب احباب و خواتین سلسلہ ان آیات کریمہ کو غور سے پڑھیں انہیں اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ جماعت کے تمام احباب کو اس مجاہدے میں شرکت کی دعوت ہے۔

احباب کے نام

محترم احباب و خواتین سلسلہ۔ سلام مسنون

رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، یہ ماہ گزر رہا ہے البتہ ابھی تک آپ کی طرف سے اس مد میں کوئی رقم نہیں آئی اس لئے آپ کو اس ضروری فریضہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائیداد وغیرہ کا (جن پر زکوٰۃ واجب ہے) حساب کر کے زکوٰۃ حسب معمول اپنے جماعتی بیت المال میں جمع کرائیں گے۔

۱۔ نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ یعنی یکصد روپیہ پر اڑھائی روپے ہے۔

۲۔ زیورات بھی نقدی کے تحت آتے ہیں ۵۲ تولے چاندی اور ½۷ تولہ سونا اور اس سے زائد پر زکوٰۃ واجب ہے۔

تمام رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن لاہور ارسال فرمائیں۔ شکریہ

مخلص (دستخط) منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

دارالسلام کالونی۔ 5 عثمان بلاک

نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

فرمودات امیر مرحوم حضرت مولانا محمد علی

معراج النبیؐ

(پاکستان میں ۲۴۔ فروری ۱۹۹۰ء کو شب معراج کے حوالے سے عام تعطیل ہوگی اور مذہبی و دینی حلقے مناسب حال تقاریب منارہے ہیں۔ معراج النبیؐ کے موضوع پر مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علیؒ نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں مختلف مقامات پر جو کچھ فرمایا ہے اس کے اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

(سورۃ بنی اسرائیل کی اسرای) آیت میں اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کو لے جانے کا ذکر ہے۔ اور مفسرین نے اس سے مراد معراج لیا ہے۔ کیونکہ حدیث معراج میں نبی کریم صلعم کو پہلے بیت المقدس میں لے جانے کا ذکر ہے۔ احادیث اس بارہ میں بہت ہیں اور ان میں سے صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور ان میں بہت سے اختلافات بھی ہیں۔ یہاں تک کہ انہی اختلافات کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ معراج کئی بار ہوا ہے۔ ایک بار نہیں۔ مگر کثیر صحابہؓ سے اس روایت کا پایا جانا اور سب [illegible] ایک ہی معراج کا ذکر پایا جانا صاف بتاتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہے اور ہے بھی ایک، لیکن بوجہ نوعیت قصہ کے اس میں راویوں سے بہت اختلاف ہوگیا ہے۔ خلاصہ احادیث معراج کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس میں تشریف لے گئے اور پھر سب آسمانوں کی سیر آپؐ کو کرائی گئی۔ یہاں تک کہ آپؐ ان تمام مقامات سے اوپر نکل گئے جہاں تک دوسرے انبیاء علیہم السلام پہنچے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں کا فرض ہونا بھی واقعہ معراج سے ہی متعلق ہے۔ اس بارہ میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ آیا معراج بجسد عنصری کے ساتھ تھا یا نہیں۔ اور اس بارہ میں امت میں دو گروہ ہوئے ہیں۔ کثیر گروہ اسے جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے اور قلیل گروہ جن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور معاویہؓ اور حسنؓ ہیں [illegible] رویاء مانتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے ابن اسحاقؒ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معراج جسم عنصری سے تھا یا بغیر اس کے۔ ہاں آپؐ اللہ تعالیٰ کے حضور گئے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دیکھنا تھا دیکھا، خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں یعنی سوئے یا جاگتے۔ یہ سب حق و صدق ہے۔ اور یہی بات اقرب الی الصواب ہے۔ مگر آج اس بات پر تعجب ہے کہ صرف اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ معراج روحانی تھا تکفیر تک نوبت پہنچائی جاتی ہے۔

جن لوگوں نے معراج کو جسمانی مانا ہے ان کے دلائل حسب ذیل ہیں اوّل یہ کہ اسے ایک عظیم الشان واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کی ابتدا سبحان الذی سے ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر جسمانی نہ ہوتا تو کفّار قریش تکذیب کیوں کرتے۔ سوم یہ کہ مسلمان اس بات کو سن کر مرتد بھی ہوگئے تھے۔ چہارم یہ کہ لفظ عبد مجموعہ جسم و روح سے عبارت ہے۔ ان میں سے پہلی بات تو چنداں قابل توجہ نہیں ہے۔ معراج روحانی بھی ہو تو اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی۔ عظمت تو اس لحاظ سے ہے کہ آنحضرتؐ کو تمام انبیاءؑ سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا۔ دوسری بات کہ کفار تکذیب نہ کرتے۔ یہ بھی کوئی مضبوط دلیل نہیں اس لئے کہ کفّار تو آنحضرتؐ پر وحی آنے کی بھی تکذیب کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب آپؓ کے سامنے ذکر ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات پر آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں تو آپؐ کو اس میں بھی سچا مانتا ہوں کہ صبح شام آپؐ پر آسمان کی خبر آتی ہے۔ تیسری بات کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے، صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ کوئی خاص نام کسی حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرا کہ معراج کے واقعہ پر وہ مرتد ہو گیا ہو۔ صرف یہی عام الفاظ بعض روایات میں ہیں کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ مگر ابوسفیان والی حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے؟! ابوسفیان نے جواب دیا (حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھا) کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ اور چوتھی بات اور بھی کمزور ہے کیونکہ رویاء میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے وہ گو جسد عنصری سے نہ ہو مگر روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے اور حالت کشفی میں بھی جو رویاء سے زیادہ صفائی کی حالت ہے، ایک اور نورانی جسم عطا ہوتا ہے جس کے ساتھ انسان کسی دوسرے عالم کی اشیاء کو دیکھتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں۔

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ

یہ دیکھنے والا بھی تو روح مع الجسد ہی ہے مگر وہ جسم جو رویاء اور کشف میں ملتا ہے یہ جسم عنصری نہیں ہوتا۔ یہ جہاں ہو وہیں رہتا ہے اور انسان کہیں کا کہیں ہو آتا ہے۔ لوگ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے رویاء کو بھی اپنے خوابوں کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے خیال کرتے ہیں کہ رویاء کے نیچے حقیقت ہی کیا ہے۔

غور کیا جائے تو خود قرآن شریف سے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہب وہی ہے جس کی طرف قلت گئی ہے یعنی یہ کہ معراج نبویؐ اس جسد عنصری سے نہیں بلکہ دوسرے نورانی جسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ حالت کشف میں اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لئے عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں پہلی دلیل تو خود یہ موجود ہے کہ اسی سورت بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر کر کے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ (۶۰) جہاں صاف الفاظ میں اسے رؤیا کہا ہے اور رؤیا کا لفظ عالم خواب سے مخصوص ہے جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔

وَالرُّؤْيَا مَا يُرَىٰ فِي الْمَنَامِ (غ)

رؤیا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ دوم جب کفار نے جسد عنصری کے ساتھ اوپر جانے کا مطالبہ کیا۔ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ (۹۳) تو اس کا جواب دیا۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ گویا یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے۔ دوسری جگہ ہے۔ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا (المرسلٰت ۲۵-۲۶)

سوم حدیث بخاری میں صاف یہ لفظ ہیں۔ اس حالت میں معراج ہوا جب آپؐ کا قلب دیکھتا تھا۔ اور آپ کی آنکھ سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں۔

وَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

پھر آپؐ جاگ اٹھے اور آپؐ مسجد حرام میں تھے جس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ آپؐ پر حالت خواب میں وارد ہوا۔ اور دوسری روایت میں جو وہ بھی بخاری کی ہے معراج کی حالت کو بین النائم والیقظان یعنی سوتے اور جاگتے کے درمیان یا حالت مکاشفہ قرار دیا ہے۔ اور مطلب دونوں کا ایک ہے چہارم جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دیکھا اس کا اسی زمین پر حالت کشف یا رؤیا میں دیکھنا ثابت ہے۔ اول بیت المقدس حدیث میں ہے کہ جب کفار نے آپؐ کی بات کو نہ مانا اور بیت المقدس کے حالات دریافت کئے تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا یعنی کشفی حالت میں۔ اور آپؐ نے ان کو سب کچھ بتا دیا (آپؐ نے فرمایا) میں حجر میں کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا تو میں انہیں اس کی نشانیوں سے خبر دینے لگا درانحالیکہ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دوسرا جنت و نار۔ حدیث کسوف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس جگہ سب کچھ دکھایا گیا۔ یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپؐ نماز کسوف پڑھا رہے تھے۔ چنانچہ بخاری ابواب الکسوف میں حدیث اسماء بنت ابی بکرؓ میں یہ لفظ ہیں [illegible] کوئی چیز ایسی نہیں جسے میں نے نہیں دیکھا

(بقیہ صفحہ ۱۴ کالم ۳ پر)

خطبہ جمعہ

(فرمودہ نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۲ فروری ۱۹۹۰ء بمقام جامعہ احمدیہ دارالسلام کالونی لاہور۔)

تشہد اور تعوذ کے بعد قرآن کریم کی سورۃ آل عمران کی آیات ۲۵، ۲۶ کی تلاوت کرتے ہوئے ان کا اردو میں مندرجہ ذیل ترجمہ کیا کہ۔

"کہہ دو کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں تو بھلائی (ہی بھلائی) ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

اور آپ نے فرمایا کہ۔

آپ سب جانتے ہیں کہ آج سے ہماری قوم "یوم کشمیر" یا "یوم یک جہتی" منا رہی ہے۔ اور حکومت یہ چاہتی ہے کہ آج کے تمام خطبات میں ہمارے کشمیری بھائیوں کی جدوجہد آزادی کا ذکر کیا جائے اور کشمیری بھائیوں کے جہاد کی کامیابی کیلئے دعائیں کی جائیں۔ سو ہمیں بھی دل دل سے دعا کرنا ہے کہ اللہ تعالے اس تاریخی جدوجہد میں ہمارے کشمیری بھائیوں کی نصرت کرے۔ اور انہیں غلامی کی زنجیروں سے نجات بخشے۔ مگر اس سے پہلے میں مسئلہ کشمیر کا مختصراً پس منظر عرض کر دینا چاہتا ہوں۔

کشمیر کے رہنے والے (خصوصاً مسلمان) جو حلیم الطبع، نرم دل اور صلح پسند ہمیشہ سے رہے ہیں، اُن کی ان خوبیوں کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر غیر مسلموں نے ہمیشہ انہیں اپنا مطیع بنا کر ہر قسم کے جور و ستم اُن پر کئے ہیں اور اُنہوں نے ہمیشہ انہیں صبر و تحمل سے سہا ہے۔ دُور نہ جائیں تو بھی آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے انگریزوں نے سکھوں سے وادی کشمیر جنت نظیر چھین کر اُسے جموں کے ڈوگرہ مہاراجہ کے ہاتھوں صرف ۷۵ لاکھ روپے کی حقیر رقم کے عوض اور اہل کشمیر کو بھیڑ بکریوں کی طرح بیچ ڈالا۔ ڈوگروں نے جو اُن بیچارے کشمیریوں پر ظلم و ستم ڈھائے وہ باہر کے لوگوں کو معلوم نہیں۔ کیونکہ کشمیری مسلمان بیچارے بے زبان اور اُف نہ کرنے والے لوگ تھے۔ جو کچھ اُنہوں نے سہا وہ باہر سوائے اللہ تعالیٰ کے کون جانتا ہے؟ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر پاکستان اور بھارت کی تقسیم ہونے لگی تو اس مظلوم قوم کے ساتھ غیر نے ایک اور ظلم عظیم کیا۔ کہ اس کا الحاق، مسلمان اکثریت ملک پاکستان کی بجائے ہندو اکثریت والے ملک بھارت سے کر دیا گیا۔ اور جب ریاست کے لوگوں نے اس الحاق کی مخالفت میں ہتھیار اُٹھائے (پونچھ کے لوگ پنشن یافتہ سپاہی تھے اور ان کے پاس ہتھیار تھے۔) تو بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر پر چڑھائیں اور یوں کشمیر کو ہتھیا کر اپنے بین الاقوامی قانون کے خلاف قبضہ کو قانونی شکل دینے کے لئے یو این او میں جا کر پاکستان کو مجرم کہہ کر یہ چاہا کہ اقوام متحدہ سے اس کو اپنی جارحانہ کارروائی اور خلاف قانون قبضے کے جواز کا فیصلہ مل جائے۔ مگر پاکستان کہاں اپنے اوپر اس جھوٹے الزام کو قبول کر سکتا تھا۔ اور اپنے دفاع میں جو اُس نے شہادتیں پیش کیں انہوں نے اقوام متحدہ کو مجبور کیا کہ وہ بھارت کی کارروائی کو ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ کشمیر کے لوگوں کے حق خود ارادیت کے پیش نظر وہاں استصواب رائے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی کرایا جائے۔ اور اس فیصلہ کو بھارت نے قبول کیا۔ مگر اس مقصد کے لئے اقوام متحدہ نے جو مختلف مشن برصغیر پاکستان و ہند اور ریاست کشمیر میں بھیجے اُن کے سامنے بھارت نے ہر قسم کی روک ٹوک پیدا کرنے کے علاوہ عذر بہانے کر کے اُن مشنوں کو ناکام بنا دیا۔ پھر التوا پر پاکستان نے کشمیر کے معاملہ کو اقوام متحدہ میں بار بار اُٹھایا اور ہر دفعہ اقوام متحدہ نے پاکستان کی تائید کی اور ہر دفعہ بھارت نے اقوام متحدہ کے فیصلہ کو وہاں تو مانا مگر گھر آ کر ہر قسم کے عذر بہانوں اور حیلوں سے اُس کو التوا میں ڈال ڈال کر اقوام متحدہ خصوصاً سیکیورٹی کونسل کے ممبروں کی دلچسپی کو گھٹاتے گھٹاتے انہیں یہاں تک تھکا دیا کہ وہ خود ڈھیلے پڑ گئے اور انہوں نے پاکستان کو کہنا شروع کر دیا کہ وہ بھارت سے براہ راست گفت و شنید کر کے اس گتھی کو سلجھائے۔ اس براہ راست بات چیت کا جو انجام ہونا تھا وہ ظاہر ہے۔ جو بھارت اقوام متحدہ کو نہ مانا اُس نے پاکستان کی بات کو کہاں ماننا تھا۔

اس دوران میں بھارت نے روس کو اپنا حلیف بننے پر راضی کر لیا۔ اور یوں کشمیر کا معاملہ ایسا کھٹائی میں پڑا۔ کہ بھارت کو موقعہ مل گیا کہ وہ کشمیر کو اپنا "اٹوٹ انگ" بنا لے اور وہاں کی صلح پسند رعایا کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے۔ مگر ہمارے کشمیری بھائی امن پسند سہی مگر کم عقل نہ تھے۔ اور پاکستان سے الحاق اور بھارت سے آزادی کی خواہش اُن کے دلوں میں ہمیشہ قائم رہی۔ مگر صبر کی بھی انتہا ہوتی ہے اور بالآخر کشمیری بھائی مجبور ہو گئے کہ اپنی فطرتی اور جائز خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی موجودہ کشمکش کو شروع کریں۔ بھارت نے اپنے بیانات اور بین الاقوامی پراپیگنڈا میں پاکستان کو مورد الزام ٹھہرایا ہے کہ وہ کشمیر اور پنجاب میں وہاں کی آزادی کی تحریکوں کے پیچھے اُن کی ہر قسم کی امداد کر رہا ہے۔ کیا مشرقی یورپ اور افریقہ اور دوسرے دور دراز فاصلوں پر جو آزادی کی جدوجہد شروع ہو گئی وہ بھی پاکستان کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے؟ نہ تو پاکستان فتنہ پرداز ہے اور نہ اس کے پاس ایسے ذرائع ہیں کہ وہ اپنے دفاع کے سوا کوئی فوجی کارروائی کر سکے یا زیر زمین تحریک چلا سکے۔ یہ کہاوت بھارت پر صادق آتی ہے کہ "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے"۔ بھارت کے سوا ساری دنیا خوب سمجھتی ہے کہ کون موجودہ فساد کا باعث ہے۔ مگر بھارت بڑی طاقت ہے اور پاکستان مقابلتاً چھوٹی طاقت ہے اور آج کل کی اسباب پرست دنیا طاقتور کے سامنے خاموش رہنے میں اپنا مفاد سمجھتی ہے۔

مگر اس کی اس خاموشی سے بھارت اور دلیر ہو گیا ہے۔ اور وہ کشمیر کی عوامی تحریک کو کچلنے کے لئے ہر قسم کے ظلم و ستم غریب کشمیریوں پر کر رہا ہے۔ کشمیر میں جو کچھ اب ہو رہا ہے وہ باہر کی دنیا کو کس طرح معلوم ہو جب کہ بھارتی حکام نے وادی کشمیر سے تمام بیرونی ممالک کے اخبارات کے رپورٹروں کو نکال دیا ہے اور ریڈیو اور ٹیلیویژن پر بھی بھارت کے حکام نے شکنجہ لگا رکھا ہے۔ اور کشمیر کی سرحد کو حتی الامکان بند کر رکھا ہے۔ کشمیری اخبارات کو یا تو بالکل بند کر دیا گیا ہے یا سخت سنسر شپ نے اُن کو بھارت کے خلاف کوئی خبر چھاپنے سے روک دیا ہے۔ پھر بھی اتنی خبر تو ملحقہ پاکستان میں پہنچ گئی ہے۔ کہ سینکڑوں کشمیری مجاہدین مارے گئے ہیں۔ اور ہزارہا مرد و زن بلکہ بچے بھی زخمی ہیں یا قید خانوں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ جب کشمیری پولیس کے بعض سپاہیوں نے نہتے کشمیریوں پر گولیاں چلانے سے انکار کر دیا تو اُن کو معطل کر کے قید خانوں میں ڈال دیا گیا، انہیں پاکستانی ایجنٹ کہا گیا اور ان میں سے ایک کو تو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا، جس پر سارے کشمیر کی پولیس نے ایک دن کیلئے ہڑتال کر دی۔ تمام وادی کشمیر میں کرفیو لگا دیا گیا اور کشمیریوں کے دل اس قدر دُکھے ہوئے ہیں کہ جب ایک دن کرفیو میں ذرہ نرمی کر کے دکانیں کھولنے اور خرید و فروخت کرنے کی اجازت دی گئی تو کشمیریوں نے بطور احتجاج تب بھی دکانیں نہ کھولیں۔ اور یوں اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ مگر یہ صورت حالات کب تک چل سکتی ہے اور یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کون جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بھارت کی فوجی طاقت کو کچل سکتا ہے اس لئے دعا ہی بہترین طریقہ ہے کشمیری بھائیوں کی مدد کرنے کا۔

چنانچہ جو دعا میں نے خطبہ کے شروع میں پڑھی ہے وہ موجودہ حالات میں موزوں ترین دعا ہے۔ دعا کیلئے ہاتھ اُٹھانے کی درخواست کرنے سے پہلے میں اس دعا کی کچھ تشریح کر دوں۔ آپ اُس کے اردو ترجمہ کو دیکھیئے جو میں نے کیا ہے۔ وہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ ملک (یعنی حکومت) کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس دنیا اور خود انسان کو اُسی نے پیدا کیا۔ اسی کائنات (جس میں کرہ ارض شامل ہے) کا مالک ہے اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ ملکیت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کا مالک جسے چاہے

اُسے وہ دے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ اور یہی اس دعا میں فرمایا گیا ہے۔ ایک وسوسہ اُن لوگوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو اسباب پرست یا ظاہر پرست ہیں اور وہ یہ ہے کہ حکومت پر قبضہ تو لوگ پہلے فوجی کارروائی سے کرتے تھے اور اب الیکشن جیت کر۔ انہیں ظاہر خدا کا ہاتھ اس میں نظر نہیں آتا۔ سو ایسے لوگوں کو بالخصوص یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اغنیا پر اثبات ہوتا ہے کہ وہ وحی و الہام کے ذریعے پہلے ہی اپنے نبیوں (اور ختم نبوت کے بعد اب اپنے مجددین اور اولیاء اللہ) کو قبل از وقت بتا دیتا ہے۔ کہ وہ کس کو حکومت بخشے گا۔ اور کس سے لے گا اور وہ پہلے سے بتائی ہوئی بات پوری ہو کر رہتی ہے۔ خواہ حالات اس کے کتنا ہی مخالف کیوں نہ ہوں۔

اس کا بیّن ثبوت قرآن کریم ہے۔ اس میں ان گنت پیش گوئیاں کی گئیں ایسے حالات میں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا تو تن تنہا تھے یا حضور اور آپ کے ساتھی انتہائی کمزوری اور مغلوبیت کی حالت میں تھے یہ کران پیش گوئیوں میں بڑے دھڑلے سے کہا گیا ہے کہ دشمن جو بدرجہا زیادہ مضبوط اور طاقتور تھا وہ یا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور یا مغلوب ہو جائے گا۔ اور وہ پیشگوئیاں حضور کی زندگی میں یا بعد میں روز روشن کی طرح پوری ہوتی رہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں۔ حالانکہ ۱۴۰۰ سال سے اوپر کا عرصہ گزر گیا ہے۔ اور یہی حال حضور کی اُمت میں پیدا ہونے والے مجددین اور اولیاء اللہ کی پیشگوئیوں کا ہوا۔

ایک اور دلچسپ بات ان آیات میں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے اور آگے فرمایا کہ بِیَدِكَ الْخَيْرُ۔ تو بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ جو انسان ذلیل ہوتا ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو سبحان یعنی پاک ہے وہ کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ایک اور بات قابلِ توجہ فرمائی گئی ہے وہ یہ کہ انسان پر روز رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ انہیں کون لاتا اور لیجاتا ہے سوائے اللہ کے؟ انسان تو اس معاملہ میں بے بس ہے۔ رات کا استعارہ مصائب یا تکالیف کیلئے دنیا کی تمام زبانوں میں آتا ہے۔ اور مصائب اور تکالیف کے معاملہ میں بھی انسان بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اور جب اُن میں مبتلا ہو کر انسان خدائے تعالیٰ کے آگے گڑ گڑا کر اُس سے دعا کرتا ہے تو وہ انہیں دور بھی کر دیتا ہے، اور بذریعہ الہام یا رؤیائے صادقہ اس کی خبر پہلے سے دے بھی دی جاتی ہے۔ محکومیت یا غلامی کے لئے بھی رات کا استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ پاکستان بننا ناممکن نظر آتا تھا۔ اور تب کئی اولیاء اللہ کو پہلے سے خوشخبری دی گئی کہ پاکستان بن کر رہے گا اور ویسا ہی ہوا۔

اسی طرح موت اور زندگی (جن کا ذکر ان آیات میں آتا ہے) اُن کے معاملے میں بھی انسان بالکل بے بس ہوتا ہے۔ اور اسی طرح رزق (جس لفظ کے مفہوم میں تمام ضروریات انسانی آ جاتی ہیں) وہ بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اور رزق بھی انسان کو پیدا کرنے والا ہی اُسے دیتا ہے۔

اور ان تمام باتوں سے انسان کے دل میں بے اختیار اُس عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ذات ستودہ صفات کے آگے ہاتھ پھیلانے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ آیئے اسی تمام قدرتوں اور طاقتوں کے مالک کے آگے ہم بھی کشمیری بھائیوں کی نصرت اور فتح کے لئے اُسی درد سے دعا کریں جو ہمارے ان مظلوم بھائیوں کے دلوں میں موجزن ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہے بھی نہیں۔ لا الٰہ الا انت کے الفاظ کی ابتدا کر کے پہلے تو اُسی دعا کو پڑھیں جس سے یہ خطبہ شروع ہوا تھا۔

(اس پر تمام حاضرین نے ہاتھ اُٹھا کر نہایت عاجزی اور الحاح سے خطیب کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد امام نے جو قرآن کریم اور احادیث نبوی کی دعائیں مع ترجمہ کے پڑھیں وہ یہ تھیں اور تمام حاضرین نے "آمین یا ارحم الراحمین" کی تائید دردِ دل سے کی)

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

"اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں۔ اے ہمارے رب ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈال جیسا کہ تُو نے اُن پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔ اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھ جس کی طاقت ہم میں نہیں اور ہمیں معاف فرما۔ اور ہماری حفاظت فرما۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تُو ہمارا مولیٰ ہے پس ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرما۔"

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ یعنی

"اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور جو ہم سے زیادتیاں ہوئیں انہیں بخش دے اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما۔"

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا ۔۔۔ وَعَدُوِّھِمْ ۔۔ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ ۔۔۔ لَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔ یعنی

"اے اللہ ہمیں اپنی پناہ میں لے اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو۔ اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے سے محبت ڈال دے اور اُن کے آپس کے معاملات کی اصلاح کر دے اور اُن کی مدد فرما۔ تیرے دشمنوں کے خلاف اور اُن کے دشمنوں کے خلاف ۔۔۔ اے اللہ اُن دشمنوں کی باتوں میں پھوٹ ڈال دے اور اُن کے قدموں کو ڈگمگا دے اور اُن کی حالت کو پریشان کر دے اور اُن کی جمعیت کو تتر بتر کر دے اور اُن پر وہ عذاب نازل فرما جسے تو مجرموں سے نہیں ٹالتا۔ اے اللہ ہم تجھے اُن کے مقابلے میں اپنی ڈھال بناتے ہیں۔ اور تجھ سے اُن کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ ایسے لوگوں کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کریں۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَآءِ وَدَرْکِ الشَّقَآءِ وَسُوْٓءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ۔

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بلاؤں کی مشقت سے اور بدبختی کے آ پکڑنے سے اور بُرے فیصلہ سے اور دشمنوں کے خوش ہو جانے سے۔"

اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ۔۔۔۔ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا۔

"اے اللہ ہمیں اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور اپنی ایسی فرمانبرداری عطا فرما جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے اور ہمیں ایسا یقین عطا فرما جو ہمارے لئے دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے ۔۔۔ اور ہمارا بدلہ لے اُن سے جو ہم پر ظلم کرتے ہیں اور ہماری مدد فرما اُن کے خلاف جو ہم سے دشمنی کرتے ہیں اور ہمارے دین کے بارہ میں کوئی مصیبت نہ آنے دینا، اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم و فکر نہ بنا، اور نہ ہمارے علم کی انتہا دنیا تک ہو، اور ہم پر کسی ایسے کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ۔

ترجمہ: "اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری (مخالف) قوم میں فیصلہ جو برحق ہو، وہ صادر فرما اور تُو تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔"

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ۔

"اے حیّ و قیوم ہم تیری رحمت کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔"

(بقیہ ص۱۶ کالم ۳ پر)

محترم پروفیسر چوہدری عزیز احمد کے قلم سے

سرینام کنونشن

صد سالہ تقریب تشکرانہ کے لیل و نہار

دوسری قسط

پہلی تقریر احمدیہ انجمن سرینام کے صدر مسٹر رشید پیر خاں صاحب کی تھی جنہوں نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کنونشن کے موضوع پر روشنی ڈالی کہ دین حنفہ کل انسانیت کا مذہب ہے۔ اور کنونشن کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ دین حنفہ وہ مذہب ہے جو آج سے ۱۴۰۰ سال پیشتر اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا پر نازل کیا۔ یہ دنیا کا ... مذہب اور عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے طاقتور تحریک ہے جس نے دنیا میں زبردست روحانی انقلاب پیدا کیا ہے۔

دین حنفہ کو ماننے والوں کا یہ پختہ یقین ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب اور ان کے پیشوا خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے۔ دین حنفہ ان مذاہب میں ہم آہنگی پیش کرتا ہے۔ دین حنفہ ہی درحقیقت گذشتہ تمام انبیاء کرام کا مذہب تھا۔ دنیا میں رنگ و نسل اور زبان کے اختلافات کے باوجود دین حنفہ دنیا کے تمام لوگوں کو ایک سطح پر کھڑا کرتا ہے۔

اس کے بعد صدر جمہوریہ سرینام نے خطاب کیا۔ احمدیہ کنونشن میں شمولیت کی دعوت کو خوشی سے قبول کرتے ہوئے انہوں نے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بانی تحریک احمدیہ کی ہدایت کے مطابق دین پر عمل کرتے ہوئے احمدیہ کمیونٹی نے انسانیت کی روحانی سربلندی کے لئے بہت کام کیا ہے۔ جماعت احمدیہ سرینام کی دینی، سماجی اور معاشرتی خدمات اور دین کے مطابق عورتوں کو حقوق دیئے جانے کی تعریف کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مذہبی سکالروں کو ان مذہبی عقائد پر زور دینا چاہیئے جو لوگوں میں اخوت اور محبت پیدا کرتے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ احمدیوں نے اپنی صد سالہ تقریبات کے ذریعہ انسانیت کی فلاح خصوصاً سرینامی عوام کی بہبود میں جو کردار ادا کیا ہے وہ یقیناً قابل ستائش ہے۔

ٹرینیڈاڈ سے مولانا مصطفےٰ کمال ہائیڈل نے اپنی تقریر میں حضرت مرزا صاحب کے دعوے، مقام اور کام پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

صدر احمدیہ موومنٹ انڈونیشیا ڈاکٹر احمد محمد جوجو سوگنیتو نے "اللہ! کل انسانیت کا ایک خدا" کے موضوع پر اپنا مقالہ پڑھا۔ اس میں انہوں نے بیان کیا کہ اللہ نے انسان کو ہدایت دی ہے جس کا نام مذہب ہے جو ہر سطح پر ہر میدان میں انسان کو برے اور بھلے کی تمیز کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جیسے انسان کی جسمانی ربوبیت فرماتا ہے۔ اسی طرح اس نے روحانی ربوبیت کے لئے ہر قوم اور ہر زمانہ میں رسول بھیجے۔ ان سب نے یہی بتایا کہ وہ ایک ہے اور انسان کو اس کی مکمل فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔

چنانچہ تقریباً ایسے ہی تقاریر اور مقالہ جات پڑھنے کا سلسلہ تین روز جاری رہا۔ مقررین بہت زیادہ تھے جس میں دوسرے مذاہب یعنی ہندوؤں کے پنڈت اور عیسائیوں کے نمائندے بھی شامل تھے۔ چونکہ کنونشن میں تقاریر اور مضامین کا مرکزی نقطہ ہی ایسا تھا کہ دین حنفہ کل انسانیت کا مذہب ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ دین حنفہ کے اندر دنیا کے کل مذاہب شامل ہیں اور ان سب مذاہب کی صحیح اور درست تعلیم کو دین حنفہ تسلیم کرتا ہے کیونکہ اس تعلیم میں ہدایت کا سرچشمہ ایک ہی ہستی یعنی خدا ہے اور اس خدا تک پہنچنے کے لئے دین حنفہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی ضروری ہے۔ پروفیسر رضیہ مدد علی صاحبہ نے اپنی تقریر میں یہ واضح کیا کہ دین حنفہ تمام گذشتہ نبیوں اور ان کی تعلیم کو برحق تسلیم کرتا ہے۔ اور یہ بات زور دے کر کہی کہ رام کرشن چندر جی اور حضرت عیسےٰ صرف ہندوؤں اور عیسائیوں کے نبی ہی نہیں بلکہ وہ ہمارے بھی نبی ہیں اور یہ علم ہمیں قرآن مجید سے ملا تو لوگوں نے اس کی بڑی تعریف کی اور ایک عیسائی غیر ملکی سفارت کار نے سٹیج کے قریب آکر کہا کہ ہمیں دین حنفہ کی حقیقی تعلیمات اور اس کی وسعت نظری کا آج پتا چلا ہے۔

تقریبات کے دوران صبح کی نمازوں اور درس کلام پاک کا باقاعدہ اہتمام ہوتا۔ چوہدری سعید احمد صاحب، محترم شاہد عزیز صاحب اور ٹرینیڈاڈ سے مولوی رشید صاحب نے درس دیا۔ ہر روز کنونشن کی دو نشستیں ہوتیں۔ درمیان میں کھانے کے لئے وقفہ، ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی ادا کی جاتیں۔ دوسرا سیشن مغرب کی نماز کے بعد تقریباً ساڑھے چھ بجے شام شروع ہوتا، جو رات ۱۰ بجے تک جاری رہتا اور اس کے بعد رات کا کھانا ہوتا۔ کنونشن میں مختلف نشستوں کی صدارت باری باری سب غیر ملکی مندوبین سے کرائی گئی۔

سیشن کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک اور اس کے بعد حضرت بانی سلسلہ کے منظوم کلام سے ہوتا۔ اور دو مقررین کے درمیان بھی حضرت صاحب کا کلام ترنم سے پڑھ کر سنایا جاتا۔ ایک گروپ نے کورس کی شکل میں حضرت صاحب کی کئی نظمیں بڑے خوبصورت انداز میں ترنم سے سنائیں اور ان میں سے گروپ لیڈر کو پروفیسر رضیہ مدد علی صاحبہ نے ان کی خوش الحانی سے محظوظ ہو کر خوش الحان سنگر کی حیثیت سے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ بعض شعراء حضرات نے احمدیہ خدمات کی تعریف میں منظوم کلام پیش کیا۔

کنونشن کا آخری دن ملک میں اتوار کی چھٹی ہونے کی وجہ سے بھرپور تھا۔ ہال کے باہر راستے تک سامعین سے بھرے ہوئے تھے۔ آخری سیشن میں ہمیں دوبارہ خطاب کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مسز زکیہ شیخ صاحبہ سے سامعین نے سفارش کی کہ وہ ہم سب کے محبوب مذہبی رہنما مرحوم و مغفور کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالیں۔ چونکہ حاضرین میں سے کچھ لوگ اردو سمجھتے تھے اور کچھ صرف انگریزی سمجھتے تھے۔ لہٰذا محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ نے اردو میں حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی زندگی کے کچھ واقعات سنائے اور ہر واقعہ کو انگریزی زبان میں مسٹر شاہد عزیز صاحب سناتے رہے جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی وہ لوگ بہت قدر کرتے ہیں کیونکہ دین حنفہ کی روشنی انہیں حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے دین حنفہ پر پیدا کردہ لٹریچر سے ہی ملی جس نے دین حنفہ کے صحیح مفہوم سے انہیں روشناس کرایا۔ سرینام کنونشن کے بعد ہم جن دو ممالک گیانا اور ٹرینیڈاڈ گئے وہاں بھی ہم نے خاص و عام لوگوں کے ہاتھوں میں حضرت مولانا مرحوم و مغفور کا ہی انگریزی ترجمہ قرآن دیکھا اور وہاں بھی لوگوں نے محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ سے یہی سفارش کی کہ حضرت مولانا مرحوم کے حالات زندگی سنائیں۔

کنونشن کا آخری سیشن بہت بھرپور تھا جو رات ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اس نشست کی صدارت کا اعزاز مجھے دیا گیا اور کنونشن کی اختتامی تقریر بھی اسی لحاظ سے میری تھی جس میں دین حنفہ کی طرف سے تمام مذاہب کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا صلح اور امن کا پیغام دیا گیا۔ وہ لوگ مرکز کے ساتھ کتنی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور مرکز کی سرپرستی کو ہر جگہ اور ہر موقعہ پر چاہتے ہیں۔ کہ انہوں نے پسند کیا کہ اس عظیم تقریب کا افتتاح اور اختتام مرکزی نمائندہ ہی کرے۔

آخری سیشن اس لحاظ سے بھی دلچسپ تھا کہ اعزازات اور انعامات تقسیم کیئے گئے۔

تحریک احمدیہ کی دعوت الی الحق کے سو سال پورے ہونے پر احمدیہ انجمن سرینام نے اس کنونشن کے موقعہ پر دو اعزاز جاری کئے یہ اعزاز دین و تحریک کی زیادہ خدمت کرنے پر دیئے گئے بڑا اعزاز ستارۂ احمدیت تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا ستارہ نما تمغہ سینہ پر پن سے لگایا جاتا اور چھوٹا اعزازی تمغہ جو ایسا ہی چاندی کا ستارہ نما تھا محترمہ پروفیسر رضیہ مددعلی صاحبہ کو دیا گیا۔

زیادہ تر اعزازات مقامی ممبران کو دیئے گئے جنہوں نے مشن کی سب سے زیادہ خدمت کی تھی۔ بیرون ملک سے آنیوالے ہر مندوب کو کنونشن میں شمولیت کا سرٹیفکیٹ دیا گیا۔ یہ سرٹیفکیٹ صد سالہ ... احمدیت کے لئے خصوصی طور پر تیار کروائے گئے تھے۔

غیر ملکی احمدیہ جماعتوں کے لئے کنونشن کی تمام کارروائی ایک ایک فائیل بنا کر پیش کی گئی۔ یہ فائیل کور بھی خوبصورت رنگین کور میں چھپوائے گئے جس پر صد سالہ تقریبات تحریک احمدیہ انگریزی اور ڈچ زبان میں تحریر تھا۔ اور خوبصورت جامعہ کا خاکہ بنا ہوا تھا۔ اعزاز یا سرٹیفکیٹ تقسیم کرنے کا طریقہ تقریباً ایسا ہی تھا جیسا ہمارے ٹی وی پر سالانہ تقریب انعامات ہوتی ہے تالیوں اور قہقہوں کی گونج میں صد سالہ اظہار تشکر کا یہ ایمان افروز پروگرام رات تقریباً بارہ بجے تک جاری رہا۔ اور اختتامی دعا پر ختم ہوا۔ ہالینڈ کی کنونشن کے اختتام کی طرح یہاں بھی دعا محترمہ پروفیسر رضیہ مددعلی صاحبہ نے کروائی۔

آئیندہ کے تین دن اگرچہ پروگرام میں مقامی سیر و تفریح کے لئے مختص کئے گئے تھے تاہم وہ کنونشن کا ہی ایک حصہ تھے۔ ۳۱۔ جولائی کو نکیری میں ایک تقریب ہوئی۔ یہ جگہ پارامار یبو سے کوئی ۲۰۰ کلومیٹر مغرب کی طرف ہے۔ یہ سرینام کا سب سے بڑا اور پیداوار کے لحاظ سے زرخیز ترین صوبہ ہے جو گیانا کی سرحد کے ساتھ واقع ہے۔ درمیان میں ایک دریا ان دونوں ملکوں کو جدا کرتا ہے۔ بہت سے مقامی لوگ گاڑیوں اور بسوں پر وہاں گئے۔ تاہم غیر ملکی مہمانوں کے لئے ۲۲ سیٹوں والا ایک چھوٹا جہاز چارٹر کیا گیا۔ چنانچہ ہم سب مہمان مسٹر رشید پیر خان صاحب کی قیادت میں تقریباً ۱۱ بجے صبح نکیری کے چھوٹے سے ہوائی اڈے پر اترے۔ جو انہی چھوٹے جہازوں کے لئے بنایا گیا تھا۔

جماعت کے بہت سے ممبران مرد و خواتین ہاتھوں میں پھولوں کے ہار اور گلدستے لئے ہوئے وہاں ہمیں خوش آمدید کہنے کے لئے موجود تھے۔ وہاں سے کاروں اور گاڑیوں پر قافلے کی شکل میں شہر روانہ ہوئے۔ ہوائی اڈہ شہر سے پانچ چھ کلومیٹر دور ہے۔ چونکہ پروگرام رات کو تھا اس لئے سب لوگوں کو رات نکیری میں قیام کرنا تھا۔

ہمارے ٹھہرنے کا انتظام ایک ہوٹل میں تھا۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں نکیری کی بڑی جامع میں ادا کی گئیں۔ اس کے بعد ہم لوگ جلسہ گاہ میں چلے گئے جس کا اہتمام نکیری کے ٹاؤن ہال میں کیا گیا تھا۔ مقامی مقررین کے علاوہ ہم مہمانوں کو بھی خطاب کا موقعہ دیا گیا۔ رات تقریباً ساڑھے دس بجے تک تقاریر کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد میں سب لوگوں نے کھانا کھایا اور رات آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔

نکیری "انست احمدیہ انجمن سرینام کی ایک مضبوط شاخ ہے جس کی تین چار اپنی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں۔ چنانچہ اگلے روز دن کے بارہ بجے تک نکیری کے گرد و نواح میں ان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا دورہ کیا اور دوپہر کا کھانا انہی کے ساتھ کھایا اور شام کو اسی چھوٹے ہوائی جہاز میں واپس پارامار یبو پہنچے۔

۲۔ اگست کو پارامار یبو مرکز کے گرد و نواح میں احمدیہ جماعت کی کئی جامعات کی سیر کرائی گئی۔ اور کچھ تفریحی مقامات بھی دکھائے گئے۔ اسی روز رات کو مسٹر رشید پیر خان صاحب کے ایک ہندو دوست مسٹر شام کرپلانی نے کنونشن پر بیرون ملک سے آئے ہوئے مہمانوں کے اعزاز میں دریا کے کنارے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔

تیسرے روز سرینام کے اس حصہ میں مختلف جماعتوں کا دورہ کیا گیا جس میں جاوا سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد تھے۔ ہمارے ساتھ انڈونیشیا سے ڈاکٹر احمد محمد اور ان کی اہلیہ بھی تھیں جو ان کی زبان جانتے تھے۔ لہٰذا ان جامعات میں ڈاکٹر صاحب نے جاوی زبان میں تقریریں کیں۔

رات کو سرینام جماعت کی ایک اور بڑی شاخ احمدیہ انجمن میرزرگ میں ایک چھوٹا سا جلسہ منعقد کیا گیا جس میں حسب معمول دین و جماعت کے موضوعات پر تقریریں ہوئیں۔ تقریباً رات ۱۱ بجے کھانے کے بعد یہ محفل برخواست ہوئی اور ہم واپس اپنی قیام گاہ کی جانب روانہ ہوئے۔

بالآخر ۴۔ اگست تقریباً ۱۱ بجے صبح ہمارے معزز میزبانوں نے خوشی و مسرت اور اداسی کے ملے جلے جذبات، بہت سی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا۔

۔۔۔۔

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ کی خواہش

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کو توجہ دلائی ہے کہ "محترم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی ایک معزز و ممتاز شخصیت تھے۔ ان کی زندگی احمدیہ تحریک سے نہ صرف متاثر تھی بلکہ جماعت کو بھی انہوں نے اپنے علم، اپنے قلم، اپنے مال اور اپنے وقت میں سے بہت کچھ دیا۔ انجمن اور جماعت کے کاموں میں ان کی پرخلوص لگن، بے لوث جد و جہد اور انتھک مساعی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ مرحوم موصوف کی وفات کے موقعہ پر انجمن کے پاس اخبار و رسائل کی جملہ آسانیاں حاصل نہ تھیں اس وجہ سے ان کی زندگی، ان کے کام اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر کے مرحوم کی مغفرت کے لئے اپنی دعاؤں اور ان سے محبت کا رسمی اظہار نہ کر سکے۔ اب جبکہ ہمارے اردو انگریزی اخبار و رسائل کا اجراء ہو چکا ہے۔ میری خواہش ہے کہ احباب جماعت اور دیگر متعلقین حضرات کچھ وقت کی قربانی دے کر مرحوم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مضامین و تاثرات لکھیں اور جماعتی اخبارات میں شائع ہوں تاکہ جماعت کو بالخصوص نوجوانوں کو ڈاکٹر صاحب کے بارے تعارف ہو اور ان کی زندگی سے اپنے لئے کچھ زاد راہ حاصل کریں۔"

(ادارہ پیغام صلح حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حوالہ سے احباب و خواتین سے گذارش کرتا ہے کہ وہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور کے بارے میں مضامین ارسال فرمادیں جو شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع ہوں گے)

مولانا حافظ شبیر محمد خوشابی

فکر و نظر

صرف احباب جماعت کے لئے

ــــ ۲ ــــ

اپنی کامیابی اور مسلمانوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر عیسائیوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو چکے تھے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب دین کا نام دنیا سے مٹ جائے گا اس کا اندازہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن کی تقریر سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے کہا:

۳۔ بعض ایسے لوگوں کو جنہیں اس طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان امر کا سبب کیا ہے جبکہ عیسائیوں کی جماعت اسی تیز رفتاری سے پھیل رہی ہے کہ جتنی قرون اولیٰ کے بعد کبھی نہیں پھیلی ہیں اور آپ اس کا حقیقی سبب جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خداوند کی روح حرکت میں ہے پہلے کی طرح اب بھی خداوند اپنے نام کی عظمت دے رہا ہے اور وہ ہمارے چرچ کو ان لوگوں سے وسعت دے رہا ہے جو نجات چاہتے ہیں۔ انجیل کے پیغام کی قدیم طاقت ابھی تک موجود ہے اب بھی رسولوں کے زمانہ کی طرح خدا کا کلام زبردست نشوونما کی طاقت رکھتا ہے اور اس کا غلبہ ہو رہا ہے۔"

(دی مشنز بائی آر کلارک مطبوعہ لندن صفحہ ۲۳۴)

۴۔ مشہور پادری جان ہنری بیروز نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ:

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضو فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ، دمشق اور تہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ شہر اور خاص کر کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔"

(بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

ان تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری حضرات کے دماغوں پر تبلیغ عیسائیت کا کس طرح ایک جنون سوار تھا۔ صرف اس واسطے کہ اگر ایک طرف ان کے پیچھے ان کی امداد کے لئے مغربی اقوام اور چرچ آف انگلینڈ کی بے پناہ دولت ہے تو دوسری طرف قانون اور حکومت کا فولادی پنجہ ان کی حفاظت کرتا تھا۔ چنانچہ:۔

۱۔ ۱۸۷۶ء میں لارڈ چیف جسٹس سر کوقیومیل نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ مسیحیت قوانین انگلستان کا ایک حصہ ہے جو شخص اس کے خلاف آواز اٹھائے اس کو سخت سزا دی جا سکتی ہے۔"

۲۔ انگلستان کا بادشاہ نہ صرف ہیڈ آف دی چرچ آف انگلینڈ تھا بلکہ اس کا خطاب بھی ڈیفنڈر آف دی فیتھ تھا۔ اور اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ اس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ اور ان کے مد مقابل وہ اقوام ہیں جو ان کی محکوم ہو چکی ہیں اور جن پر انہوں نے بزور بازو اپنا تسلط قائم کیا اور عقائد کے لحاظ سے جو عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا ہے جس سے وہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی خدائی منواتے ہیں بالکل وہی عقیدہ مسلمانوں کا ہے جس طرح عیسائی حضرات پیدائش مسیح حیات مسیح اور نزول مسیح کو معجزانہ طور پر مانتے ہیں بالکل اسی طرح مسلمان بھی اسے مانتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر پادری صاحبان نہ صرف اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے عقائد پر خطرناک حملہ کر کے ان کا غلط ہونا بھی ان پر ثابت کرتے ہیں اور انہوں نے تعدد ازدواج، جہاد بالسیف، قتل مرتد، اسلام کا بزور شمشیر پھیلانا اور غلامی جیسے مسائل کو لے کر اسلام اور بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی بدنام کیا اور ان مسائل کو اچھالا۔ یہ تھا وہ ماحول جس میں ایسے مسائل چھیڑ گئے تھے۔ اگر ایسے اعتراضات نہ ہوتے تو یہ مسائل بھی پیدا نہ ہوتے۔

اب مخالفین حضرات آپ ہی انصاف سے بتلائیں کہ جو شخص پادریوں کے ان اعتراضات کا جواب دینے کے لئے قلم اٹھانا چاہے تو اسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیئے خصوصاً حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلقہ مسائل کے بارے میں۔

۱۔ عیسائی پادریوں کے مقابلہ میں ایک راستہ سر سید احمد خان مرحوم اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اختیار کیا اور انہوں نے نہ صرف وفات مسیح کا اقرار اور نزول مسیح کی احادیث کا انکار کیا بلکہ مسیح، مہدی، دجال یاجوج و ماجوج وغیرہ کے متعلق جتنی احادیث تھیں ان سب کو وضعی قرار دے کر آخری زمانہ کی تمام پیشگوئیوں کا بھی انکار کر دیا اور وہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے مصائب اور دکھوں کا علاج صرف مغربی علوم کے حصول اور مغربی تہذیب کو اپنانے میں ہی سمجھتے تھے۔

۲۔ ایک راستہ مولانا عبداللہ صاحب چکڑالوی اور ان کے ہم خیال لوگوں نے تجویز کیا کہ نعوذ باللہ تمام احادیث منافقوں نے وضع کی ہیں اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے بلکہ وہ زمین پر ہی زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں نکلیں گے اور مولوی صاحب مرحوم نے اسلام کے بنیادی ارکان مثلاً کلمہ۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ میں بھی تبدیلیاں کیں اور ان کو بالکل ہی نیا رنگ دیا اور وہ اسی نظریہ میں سمجھتے تھے کہ پادریوں سے بچنے کا صرف یہی راستہ ہے۔

۳۔ ایک اور راستہ صوفیائے کرام کا تھا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں نزول مسیح کی جتنی پیشگوئیاں ہیں ان کا ظاہری مفہوم ہرگز مراد نہیں بلکہ ان کے متعلق بیان کردہ جتنے امور ہیں وہ سب مجاز اور استعارات ہیں۔ ظل اور بروز کے طور پر ہیں۔ اصلی اور ظاہری رنگ میں نہیں ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ پادریوں کا مقابلہ کرتے انہوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر گوشہ تنہائی میں جا بیٹھے اور رہبانیت اختیار کر لی۔

۴۔ اور ایک راستہ دوسرے مسلمانوں نے جن میں اہل سنت، اہل تشیع، اہل حدیث وغیرہ آپس میں بٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو کافر کہہ کر پادریوں کے پیدا کردہ مسائل کو

حل کرنا چاہتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور پیدائش کے وقت مس شیطانی سے وہ بالکل منزہ تھے۔ انہوں نے پیدا ہوتے ہی ماں کی گود میں باتیں کیں اور بڑے ہو کر کوڑھیوں کو ٹھیک کیا۔ اندھوں کو بینا کر دیا۔ مردے زندہ کیئے۔ وہ غیب جانتے تھے۔ پرندوں کے خالق تھے۔ جب یہودی انہیں صلیب دینے لگے تو خدا تعالےٰ نے انہیں معہ ان کے خاکی جسم کے زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ دو ہزار سال ہو گئے کہ وہ بغیر کھانے پینے کے زندہ آسمان پر رہتے ہیں۔ نہ انہیں ضروریات زندگی کی احتیاج ہے اور نہ ہی زمانے کے تغیرات سے وہ متاثر ہوتے ہیں نہ ان کا اتنے طویل عرصہ میں جسم تحلیل ہوا ہے۔ جب وہ نازل ہوں گے تو ان کی عمر اتنی ہی ہو گی جس عمر میں ان کا رفع ہوا تھا اور وہ اپنے منصب نبوت پر اسی طرح فائز ہوں گے وحی ان پر باقاعدہ آئے گی اور وہ تمام دنیا کی اصلاح کرنے کے لیے آئیں گے حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت بھی انہی کی اصلاح کی محتاج ہو گی۔

لیکن اس کے برعکس یہی لوگ ہمارے سید و مولیٰ، سرکار دو عالم، محبوب خدا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ:

"حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ہوئی نہ آپ نے پیدا ہوتے ہی ماں کی گود میں باتیں کیں نہ ہی بڑے ہو کر کسی اندھے کو ٹھیک کیا اور نہ کسی کوڑھی کو شفا بخشی اور نہ ہی آپ کسی پرندہ کے خالق تھے اور جب کفار انہیں قتل کرنے لگے تو آپؐ نے غار ثور میں جا کر پناہ لی اور آپؐ کی وفات عام انسانوں کی طرح ہوئی اور آپؐ کا روضہ مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔"

تو پادری صاحبان جب لوگوں کے اپنے مسلمات ان کے سامنے رکھتے اور کہتے کہ آپ لوگ اب خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے حالات کا موازنہ اور مقابلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے اور یہ بھی بتلائیں کہ جو زندہ جاوید ہو اس کو ماننا چاہیئے یا وفات یافتہ کو تو لوگوں کی گردنیں ان عیسائی پادریوں کے سامنے ندامت سے جھک جاتیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں عیسائی ہو گئے۔ اور اس وقت مذہبی دنیا کے لئے مندرجہ ذیل تین چیلنج تھے۔

۱۔ پہلا چیلنج:

مخالفین کا چیلنج یورپ کی مادی تہذیب کی طرف سے یہ تھا کہ خدا نہیں ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو پہلے کی طرح آج بھی اپنی ہستی کا ثبوت دیتا یعنی وہ کسی سے ہمکلام ہوتا اور ہماری زندگیوں میں اس کے عمل دخل کا ثبوت ملتا۔

۲۔ دوسرا چیلنج عیسائیوں کی طرف سے یہ تھا کہ تمام نبی وفات پا گئے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اب اسی زندہ جاوید ہستی کے ماننے میں ہی نجات ہے۔

۳۔ تیسرا چیلنج یہ تھا کہ ساری الہامی کتابیں جھوٹی ہیں سوائے ویدوں کے اب نجات صرف انہی کے ذریعہ سے مل سکتی ہے۔

یہ تھے وہ مسائل اور چیلنج جن سے اس وقت مسلمان قوم دو چار تھی۔ اور یہ تھا وہ ماحول جس میں تمام مذاہب کا ایک دوسرے کو پچھاڑنے کا دنگل ہو رہا تھا ایسے وقت میں بجائے اس کے کہ لوگ متحد ہو کر ان مسائل کا کوئی حل تلاش کرتے یا ان اعتراضات کا کوئی جواب دیتے.. الٹا وہ ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے دے کر انتشار کا شکار ہو چکے تھے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہیں دیتے تھے یا نہیں دے سکتے تھے ایسے مشکل ترین وقت میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد ہو کر آتے ہیں اب آپ ہی بتلائیں کہ جو مجدد ہو اس کو اپنے زمانہ کے مسائل کی طرف توجہ کرنی چاہیئے یا نہیں۔ اگرچہ چودہویں صدی کے مجدد نے آریہ سماج اور عیسائی مشنریوں کے پیدا کردہ مسائل پر قلم اٹھایا اور نہ صرف اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو اعتراضات کیئے جا رہے تھے ان کا مسکت جواب دیا بلکہ تمام مذاہب کے مقابلہ میں دین کو علمی رنگ میں غالب کر دکھایا۔ اس زمانہ کا تمام کا تمام پریس اس پر گواہ ہے بطور نمونہ ذیل میں ہم اخبارات کے چند اقتباسات لکھ دیتے ہیں تاکہ ہر ایک اندازہ کر سکے کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کام کیا اور جماعت کیوں بنائی؟

۱۔ جناب میرزا حیرت دہلوی صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات پر لکھا کہ:

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں (دین) کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں اس نے بالکل مناظرے کا رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک ۔ ۔ ۔ ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکے جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت ہی بد تہذیبی سے پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب اب تک دیا نہ دے سکتے ہیں اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ۔ ۔ ۔ اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

(اخبار کرزن گزٹ دہلی یکم جون ۱۹۰۸ء)

۲۔ مدیر اخبار صادق الاخبار ریواڑی کی شہادت

چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرتقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین (دین) کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت (دین) کما حقہٗ ادا کر کے خدمت دین ۔ ۔ ۔ میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین، فاضل رجل۔ عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔

صادق الاخبار۔ ریواڑی

۳۔ جناب شمس العلماء سید ممتاز علی صاحب مدیر رسالہ "تہذیب النسواں" کی شہادت

مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی وہ نہایت باخبر عالم، بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ ہم انہیں مذہباً مسیح موعود تو نہیں مانتے لیکن ان کی ہدایت اور راہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔

(تہذیب النساء ۱۹۰۸ء)

۴۔ مدیر اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی شہادت

مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی (احمدی) فرقہ کے بانی تھے۔۔۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی ۸۰ کتابیں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔ بے شک مرحوم (دین) کا ایک بڑا پہلوان تھا۔

(اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جون ۱۹۰۸ء)

(باقی آئندہ)

تراشے

اخبار و افکار

چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ نے کہا ہے کہ کشمیر میں تبدیل ہوتی ہوئی صورتحال نے ہمیں نئے دفاعی چیلنجوں سے دوچار کر دیا ہے اور سرحد پار سے بے حد ذمہ دار افراد کی جانب سے دی جانے والی دھمکیوں سے یہ حقیقت اور زیادہ سنگین ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں مادرِ وطن کی سرحدوں کے دفاع کیلئے مکمل طور پر تیار اور چوکس رہنا ہوگا۔ جنرل بیگ نے یقین ظاہر کیا کہ پاک فوج دفاع وطن کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے انہوں نے کشمیری عوام کے ساتھ یکجہتی کیلئے بے مثال مظاہرہ کو مسلح افواج کیلئے قیمتی اثاثہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس اتحاد سے فوج کو جارحیت کا مقابلہ کرنے کیلئے حوصلہ ملتا ہے۔

مقبوضہ کشمیر کی تیزی سے بدلتی ہوئی صورتحال کے پس منظر میں افواجِ پاکستان کے سربراہ نے جن تقاضوں کا ذکر کیا ہے وہ پوری قوم کیلئے ایک ایسے چیلنج کا درجہ رکھتے ہیں جس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے فوجی سطح پر مکمل تیاری اور چوکسی کے علاوہ قومی سطح پر مکمل اتحاد یکجہتی اور آمادگی کی ضرورت ہوگی۔ کشمیری عوام کی جدوجہد کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کیلئے پاکستانی قوم نے جس اتحاد اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا وہ جہاں اس بات کا ثبوت ہے کہ پوری قوم کشمیری عوام کے حقِ خودارادیت کی بھرپور حمایت کرتی ہے وہاں یہ اتحاد ہماری افواج کیلئے بھی زبردست حوصلہ کا باعث قرار پاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان بھارت سمیت اپنے کسی بھی ہمسایہ کے ساتھ جنگ نہیں چاہتا۔ پاکستان کی طرف سے یہ بات بھی بار بار واضح ہو چکی ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے حالات میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی دنیا کا ہر انصاف پسند انسان تائید کرتا ہے۔ بین الاقوامی سطح کے غیر جانبدار ذرائع ابلاغ بھی اس کا اعتراف کر رہے ہیں۔ ماضی میں بھارت کے رویّہ اور بھارتی رہنماؤں کے حالیہ تندوتیز بیانات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیئے کہ کشمیری حریت پسندوں کی کارروائیوں سے تنگ آ کر بھارت کسی بھی لمحہ پاکستان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ اور یہی وہ امکان ہے جس کی جانب جنرل اسلم بیگ نے اپنے بیان میں توجہ دلائی ہے۔ اندریں حالات جہاں ہماری افواج کیلئے کسی بھی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہنا ضروری ہو جاتا ہے وہاں ایک قوم کی حیثیت سے ہم سب پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ایک زندہ اور خوددار قوم کی طرح اپنے فوجی بھائیوں کیلئے عزم و حوصلہ کا باعث بنیں اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب ہم اس نازک موقع پر اپنی صفوں میں مکمل اتحاد اور یکجہتی قائم رکھیں۔ اپنے اختلافات کو فراموش کر کے صحیح معنوں میں ایک بنیان مرصوص کی شکل اختیار کریں۔ یہی ہمارے خدا اور رسول کا بھی حکم ہے اور وقت اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ہماری دانست میں قوم کو اس مرحلہ پر متحد و متفق رکھنے کی ذمہ داری ہمارے سیاسی اور سماجی رہنماؤں پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ اس وقت ایک عظیم تر قومی مقصد کیلئے مکمل اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ اور ایسی باتوں سے مکمل اجتناب کریں جن سے باہمی اختلافات کو شہ ملتی ہو یا آپس کی سیاسی چپقلش تیز ہونے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ ہم اپنے ملک کے تمام چھوٹے بڑے رہنماؤں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ قوموں کی آزمائش کے لمحے دراصل قومی رہنماؤں کی آزمائش کے لمحے ہوتے ہیں۔ اور آزمائش کی گھڑی میں ہوشمندی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے والی شخصیات ہی تاریخ میں عظمت و احترام کی مستحق قرار پاتی ہیں، ہم توقع کرتے ہیں کہ آزمائش کی اس گھڑی میں ہمارے رہنما قوم کو مایوس نہیں کریں گے۔

پاکستان کے عوام اور حکومت نے مقبوضہ کشمیر کے ساتھ ہمیشہ یکجہتی کا مظاہرہ کیا ہے اور گذشتہ پیر کے روز کی ہڑتال اور جلسے جلوس بھی کشمیری عوام پر بھارتی حکمرانوں کے بدترین مظالم پر پاکستان کے ٹھوس ردِ عمل کا اظہار تھا پاکستان کے ہر شہر اور ہر قصبے میں مکمل ہڑتال اور ہر قسم کا کاروبار بند رکھ کر پاکستان نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی میں ان کے ساتھ ہیں۔ ظلم اور جبر کے خلاف احتجاج اور کشمیری عوام کے ساتھ گہری ہمدردی کے اظہار میں پاکستان نے کبھی بخل کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن ہم یہاں بعض ایسے پہلوؤں کا ذکر ناگزیر سمجھتے ہیں جو احتجاج کو زیادہ موثر بنا سکتا تھا۔ ایک دن کی مکمل تعطیل نجی اور سرکاری تمام شعبہ ہائے زندگی میں کاروبار بند رہنے سے ملک کو جو کروڑوں اربوں روپے کا نقصان ہوا وہ ظاہر و باہر ہے اور دو ایک مقام پر ریل گاڑیوں پر پتھراؤ گوجرانوالہ سٹیشن ماسٹر آفس پر حملہ اور توڑ پھوڑ بعض گاڑیوں پر بعض مقامات پر سنگ باری ٹیلیفون تاروں کا انقطاع، ریلوے سٹیشنوں پر مسافروں کی پریشانی اور بیماروں کے لئے ٹرانسپورٹ اور ادویات کی عدم دستیابی ایسے مسائل ہیں جنہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمسایہ ملک چین میں ہر احتجاج کے موقع پر سرکاری دفاتر میں اوقات کار بڑھانے اور صنعتی اداروں میں پیداواری ہدف میں اضافہ کا طریقہ اختیار کر کے پیداواری عمل میں تعطل کی بجائے اضافہ کیا جاتا ہے اگر ہمارے یہاں بھی تعطیل کی بجائے تمام سرکاری اور نجی اداروں میں اوقاتِ کار کے دوران ان کی ٹریڈ یونینوں کے زیرِ اہتمام احتجاجی جلسے منعقد کئے جاتے اور وقت مقررہ پر سارے افرادی قوت دفاتر سے باہر اور دفاتر کے اندر پرامن طریقے سے احتجاج کرتی تو ہمارے خیال میں اس کے اثرات زیادہ گہرے اور طریق احتجاج زیادہ موثر ثابت ہوتا اور عام آدمی کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ کیونکہ عام مشاہدہ یہ ہے کہ احتجاج کیلئے تعطیل کے موقع پر آبادی کی اکثریت لاتعلق رہتی ہے۔ اور سیاسی پارٹیوں کے کارکنان یا رہنماؤں کے سوا عام آدمی اسے چھٹی سمجھ کر گزار دیتا ہے۔

ہمیں اس موقع پر خود اپنے ملقوں میں پائے جانے والے انتشار کو دور کرنے کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔ ایک طرف قوم کشمیر کے مسئلہ پر سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف وفاق اور پنجاب میں محاذ آرائی جاری ہے خاص طور پر سندھ میں بے گناہ انسانوں کا قتل عام آئے دن کرفیو، اغوا اور ڈکیتی کی وارداتیں صوبے میں گورنر راج کے نفاذ کا مطالبہ تشویش ناک صورتحال کی نشاندہی کرتا ہے کیا اندرونی محاذ پر اس قدر انتشار کی شکار قوم کسی بیرونی حملہ آور کا موثر سامنا کر سکتی ہے؟!

اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) کو قائم ہوئے آج بیس سال مکمل ہو چکے ہیں۔ دنیا میں اسلامی ممالک کی یہ واحد نمائندہ تنظیم ہے جس نے اپنی بساط کے مطابق مسلمان ممالک کے درمیان اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے اور اپنے مادی و مالی وسائل کو اجتماعی ترقی و خوشحالی کیلئے استعمال کرنے کی بعض اچھی کوششیں کی ہیں۔ اسلامی بینک کا قیام، ترکی میں اسلامی لٹریچر کی تیاری، افریقہ کے پسماندہ مسلمان ممالک میں صنعتی منصوبوں کی منظوری نیز مسلمان ممالک کے درمیان مفاہمت کی کوشش، خاص طور پر ایران عراق جنگ بند کرانے کی مساعی، پاکستان میں اسلامی ایوان صنعت و تجارت کے مرکز کا قیام چند ایسے اقدام ہیں جن سے اس ادارے کی کارکردگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسلامی ممالک کی دوسری سربراہ

کانفرنس فروری ۱۹۷۴ء میں لاہور میں منعقد ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پایہ کی کانفرنس جس میں مسلمان ممالک کے سربراہوں کی اکثریت نے شرکت کی اور نہایت دُوررس فیصلے کئے، اس کے بعد منعقد نہ ہوسکی۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام کو پاکستان کی طرف سے جس طرح ہر ممکن امداد اور تعاون کا یقین دلایا گیا تھا اگر اس جذبے کو بروئے کار لایا جاتا تو آج عالم اسلام کے بہت سے مسائل حل ہو چکے ہوتے اور مسلمان ممالک دنیا کی ایک مضبوط قوّت بن کر اُبھرتے۔

پاکستان نے جب ایک نئے بین الاقوامی اقتصادی نظام کا نعرہ لگایا تھا تو اس کے پیشِ نظر یہ بات بھی تھی کہ اگر مسلمان ممالک اپنی افرادی اور مادی قوت کو یکجا کرلیں تو مغرب کے اقتصادی چنگل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں آج اس جذبے کو بروئے کار لاتے اور عالم اسلام کے مسائل حل کرنے کی ضرورت ہے اسلامی ممالک کی تنظیم نے بلاشبہ بڑے کام کئے ہیں لیکن ابھی اس تنظیم کے سامنے بڑا وسیع میدان موجود ہے۔ مشرقی یورپ میں حالات کی تبدیلی نے مسلمان ممالک کو جس نئے چیلنج سے دوچار کیا ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس تنظیم کو ایک مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے ابھی سے ایک لائحہ عمل تیار کرلینا چاہئیے۔ نیز کشمیر، قبرص، افغانستان، فلسطین اور اریٹیریا کے مسائل کے حل کے لئے تمام مسلمان ممالک کو یکساں نقطۂ نظر اختیار کرنا چاہیئے۔

آذربائیجان میں مسلمانوں کے قوم پرستانہ جذبات کو کچلنے کیلئے روسی فوج حرکت میں آگئی اور ٹینکوں، توپخانے اور جنگی طیاروں کی مدد سے ریاست کے دارالحکومت باکو میں ظلم و تشدد کا وہ بازار گرم ہوا کہ الاماں الحفیظ۔ شہر کے گلی کوچوں میں تباہی و بربادی اور قتل و غارت کے آثار بکھرے ہوئے ہیں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ساڑھے تین ہزار مسلمانوں کو شہید کردیا گیا تھا۔ گورباچوف پچھلے دو تین ماہ سے مشرقی یورپ کی تبدیلیوں کو بڑے صبر سے ہضم کررہے ہیں۔ اس دوران میں دیوارِ برلن ٹوٹ پھوٹ گئی، ہنگری میں دستور بدل گیا، بلغاریہ میں بنیادی حقوق بحال ہوگئے اور رومانیہ میں چاؤشیسکو کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اور ہر جگہ عوام نے حکومت و ریاست کے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ گورباچوف نے ان تبدیلیوں کا سہرا اپنے سر سجایا اور اپنی گلاسناسٹ پالیسی پر پورپ، دنیا سے داد وصول کی لیکن جب وسط ایشیا کی مسلمان مملکتوں کی باری آئی اور آذربائیجان کے مسلمانوں نے اپنے قومی حقوق پر اصرار کیا تو ان پر ٹینک چڑھا دیئے گئے۔ روسی لیڈر گورباچوف کو گلاسناسٹ کے سارے اصول بھول گئے ہیں۔ مسلمانوں نے عالم بیچارگی میں ایران، ترکی اور اقوام متحدہ سے مدد طلب کی ہے۔

ایک بات صاف ظاہر ہے کہ روس نے جس چکر کو حرکت دی ہے اسے درمیان میں روکنا تو روس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ روسی ٹینکوں نے تو ۱۹۵۶ء میں ہنگری، ۱۹۶۸ء میں چیکوسلواکیہ اور ۱۹۸۰ء میں پولینڈ کے عوام کو بھی کچلنے کی کوشش کی تھی لیکن بالآخران ملکوں کے عوام نے اپنی قومی بالادستی کا موقف تسلیم کرانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ اب اگر وسط ایشیا کی مسلمان مملکتوں میں بیداری کی لہر آئی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان پر آزادی کا سورج طلوع نہ ہو۔ آخر محکومی اور غلامی ان کا ابدی مقدر تو نہیں ہے۔ آذری مسلمانوں نے خون کی قربانی دے کر اپنے موقف کی صداقت و حقانیت کا ثبوت پیش کردیا ہے پہلے ہی روز ریاست کی کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری عبدالرحمان وزیروف (سابق سفیر مقیم اسلام آباد) کی معطلی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ماسکو کے ہاتھ سے بہت کچھ نکل چکا ہے اور اگر عالمی برادری اور خاص طور پر اسلامی دنیا اس موقع پر روسی مسلمانوں کی تحریک آزادی کی برملا اخلاقی حمایت کا اعلان کریں اور ماسکو اور واشنگٹن کو حقیقت پسندی پر آمادہ کیا جائے تو کشت و خون کا افسوسناک سلسلہ رک سکتا ہے اور اس کے چنگل میں جکڑے ہوئے مسلمان بھی آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

انفرادی اور قومی زندگی میں انسان پر بعض ایسی گھڑیاں آجاتی ہیں جہاں نہ صرف اس کی سعی و جہد کیلئے کوئی راستہ نظر نہیں آتا، بلکہ اس کی عقل و علم بھی عاجز و بے بس ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یہ وقت ایسا ہوتا ہے۔ جسے اضطرار کے لمحات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور فرمان حمید کے مطابق امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السّوٓء کون ہے جو مضطرب دل کی پکار کو سن کر اس کے دکھوں کو دور کرتا ہے کا مصداق ہوتا ہے ایسے لمحات میں قلب مضطر سے نکلی ہوئی دعائیں اور التجائیں اگر بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرلیں، تو نہ صرف اندھیروں کے بادل چھٹ جاتے ہیں بلکہ مصائب و آلام کے پہاڑ بھی ھباءً منثورًا ہوجاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات قادر و توانا ایسے ایسے اسباب و ذرائع کو حرکت میں لے آتی ہے جس کا انسان کو وہم و گمان نہیں ہوتا۔ ایسے وقتوں میں تسلیم و رضا کی التجاؤں کے جواب میں خدا وند عالم الغیب اس مصیبت سے نجات کی خوشخبری بھی بطور پیشگوئی فاستجبنا لہ کے الفاظ میں دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں اور ماوراء الغیب زندہ ہستی کا یہی ایک قطعی ثبوت اور یہی اس کی ذات پر ایمان کا فائدہ ہے۔

اس وقت پاکستان اندرونی اور بیرونی مصائب میں گھرا ہوا ہے نیز اپنی جماعت بھی جن بظاہر مشکلات میں مبتلا ہے یہ بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے کچھ تکلیف دہ ہیں اور دلوں سے یہ پکار اُٹھ رہی ہے کہ خدا کی نصرت کب آئے گی۔

جب تک غلبۂ دین پر ایمان اور اتحاد المسلمین کی تحریکیں غالب رہیں کسی دشمن کو غلبہ پانے کا خواب دیکھنے کی ہمّت نہیں ہوئی جب سے ان ستونوں میں ضعف آیا ہے، تب سے پاکستان کمزور ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی یہ خصوصیّت رہی ہے کہ ابتدائے ۱۹۱۴ء سے ہی یہ خصوصیّات غلبۂ دین پر یقین اور وحدت کلمہ گویا اس جماعت کا ماٹو بنی رہی ہیں اور صرف اسی ایک جماعت نے دعوتِ حق دی جن پر پاکستان کی مملکت کی بناء پڑی۔ اس وقت نہ صرف پاکستان کی حفاظت کا سوال اہم ہوچکا ہے بلکہ اس جماعت کی فلاح و بہبود بھی احباب کی خصوصی توجہ و خلوص کی متقاضی ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب ہمارے قلوب میں ان دونوں وجوہ کے پیش نظر بارگاہِ الٰہی کے حضور استمداد کرنے کی تڑپ پیدا ہوتی ہے یہ صحیح ہے کہ ہم بڑے قصوروار ہیں کہ ہم نے اپنے دین کی عملی باتوں کو پس پشت پھینک دیا ہے۔ اس لئے اشد ترین ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے قصوروں سے توبہ کریں اور آئندہ اصلاح یافتہ زندگی بسر کریں اور دردِ دل سے رب العزّت میں گڑگڑائیں کہ خدایا ہماری دین سے غفلتوں، غداریوں اور شرمناک روگردانیوں کو معاف فرما ہمیں من حیث القوم توفیق دے کہ ہم تیری رضا کی راہوں پر قدم مارنے والے ہوں اور دشمنانِ دین و پاکستان کے ناپاک منصوبوں کو اے خدا تو ہی اپنی قدرت سے ناکام کر۔ اے خدا یہ واحد جماعت اس وقت جوان دو اصولوں اعلائے کلمۃ الحق، غلبہ دین اور وحدت اتحاد کے داعی ہے اس جماعت کی کوششوں میں برکت ڈال اور اس کے ذرائع و وسائل میں اضافہ فرما تاکہ تیرے دین اور تیرے رسولؐ کی اغراض کی بہتری و بہبود کے سامان پیدا ہوں۔ رات کے آخری حصّہ میں نمازِ تہجد میں پورے انشراح صدر اور مکمل یقین صمیم قلب سے احباب دعاؤں میں مشغول ہوجائیں۔ کچھ عجب نہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہم قصور واروں کی یہ سچی تڑپ شرف قبولیّت حاصل کرے۔

ہمارے امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ وبنصرہ العزیز نے بھی احباب کو ایک وظیفہ و مجاہدہ کی تحریک فرمائی ہے جس کا ذکر اس شمارہ میں درج ہے۔ احباب اپنے پیارے امیر کے ارشاد کی تکمیل کریں۔

شبان الاحمدیہ کا صفحہ

اپنے نوجوانوں سے

پیارے شبان ۔ سلام مسنون اور بہت سی دعائیں۔

امید ہے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہوں گے اور سالانہ دعائیہ کی میٹھی میٹھی یادیں اور باتیں ابھی تک آپ کے ذہنوں کو تر و تازہ رکھے ہوئے ہوں گی۔ بزرگوں کی نصائح اور پیارے امیر ایدہ اللہ کی درد بھرے انداز میں دعائیں اور ان کی مشفقانہ مواعیظ اور بھائیوں کا سال بعد ایک دوسرے سے ملنا بے تابی سے ایک دوسرے سے رخصت ہو کر سال بھر کے لئے جدا ہونا آپ کو یہ سب کچھ یاد ہوگا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ نے اخوت و محبت کا جو انداز اس جماعت میں جاری و ساری کر دیا ہے وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔ خدمت دین متین ہمارا کام ہے جس طرح مچھلی پانی سے باہر زندہ نہیں رہ سکتی اس طرح ہم بھی راہِ حق میں آگے ہی آگے بڑھے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ قرآن کریم سیرت رسول ؐ اور سلسلہ کے لٹریچر کی خدمت کا جو ذمہ ہم نے لیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم پہلے خود ان سے کما حقہٗ آگاہ ہوں۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ۔

۱۔ آپ بیان القرآن کے ترجمہ و تفسیر کا کچھ حصہ ضرور پڑھا کریں۔ خواہ ایک رکوع یا صرف دو تین آیتوں کا ترجمہ اور تفسیر ہی کیوں نہ ہو مگر بغیر کسی وقفہ کے یہ مشق جاری رکھیں تاکہ قرآن کریم سے آپ کا تعلق خاطر مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جائے۔

۲۔ سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ آپ کو سید الرسل خاتم الانبیاء سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے واقفیت ہو اور آنحضرت ؐ کی زندگی کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تحریک ہو۔ ہماری زندگیوں کا منتہائے مقصود ہی خدمت دین اور سیرت و اسوہ حسنہ نبی ؐ پر عمل پیرا ہونا ہے۔

۳۔ کتب جماعتی لٹریچر کا مطالعہ اس طرح کریں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کی کتاب فتح اسلام توضیح مرام اور ازالہ اوہام بالترتیب شروع کریں۔ ان تین کتب کے مطالعہ کے بعد باقی کتب کے پڑھنے کی ترغیب ہوگی۔ کتب کی فراہمی میں اگر آپ کو مشکل ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔ جہاں کہیں شبان جماعتی رنگ میں دن کے کسی وقت جمع ہو سکتے ہیں۔ وہ فتح اسلام کو درس کے رنگ میں شروع کریں۔

علاوہ ازیں آپ کو فارم ارسال کر دیئے گئے ہیں انہیں پُر کر کے جلد از جلد روانہ کر دیں۔ فارم نہ ملنے کی صورت میں مجھے مطلع فرمائیں۔ میٹرک کے سالانہ امتحانات کے بعد موسم بھی اچھا ہوگا۔ اور شبان فارغ بھی ہوں گے۔ مگر پروگرام ابھی سے طے کر کے ہمیں دیں تاکہ اس کے مطابق انتظام ہو سکے۔ اور آپ کی مناسب رہنمائی کی جا سکے۔ ان وقتوں میں مقامی طور پر شبان جماعتی تقاریب کریں اور احباب کو تحریک کریں۔

والسلام

آپ کا خادم

عامر عزیز

صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ
دارالسلام کالونی، ۵۔ عثمان بلاک
نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور۔

شبان الاحمدیہ کی ایک تقریب

مرکزی اور مقامی شبان الاحمدیہ لاہور کے اشتراک سے لاہور کی جماعت کیلئے ایک ماہانہ پروگرام ترتیب دیا گیا ہے اس سلسلے کا پہلا پروگرام ۲ فروری ۱۹۹۰ء کو جامع احمدیہ دارالسلام میں منعقد ہوا۔ اس تقریب کے کے مہمانِ خصوصی محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن تھے۔ تقریب کی کارروائی کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ انوار احمد صاحب نے تلاوتِ کلام پاک کی۔ ذکاء الرحمٰن صاحب نے پُر ترنم انداز میں کلام مسیح موعود پڑھ کر سنایا۔ احمد شجاع صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے "قرآن سے عشق" کے موضوع پر چند اقتباسات پڑھے۔ بچوں اور بچیوں نے نظمیں، سورتیں اور نماز کا سبق سنا کر حاضرین سے داد حاصل کی۔

نوجوانوں کا تقریری مقابلہ شروع ہوا جس کا عنوان تھا "حضرت مسیح موعود کا حضرت محمد ؐ عربی سے عشق" اس میں مندرجہ ذیل شبان نے حصہ لیا۔

منظہر رسول صاحب ، کلیم اللہ صاحب
عامر عزیز صاحب ، طیب انوار صاحب
کاشف انور صاحب اور اطہر رسول صاحب

جج صاحبان کے فیصلے کے مطابق اوّل کلیم اللہ صاحب۔ دوم منظہر رسول صاحب سوم۔ طیّب انوار صاحب قرار پائے۔ ان تمام نوجوانوں کو انعامات دیئے گئے۔

بچوں اور بچیوں کا ذہنی آزمائش کا پروگرام شروع ہوا۔ اس میں بچوں اور بچیوں نے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

پروگرام کی کمپیئرنگ جناب نواد نذیر صاحب نے کی۔ نتائج کے مطابق۔

اول : طیّب انوار صاحب
دوئم : حماد الرحمٰن صاحب
سوئم : عتیق الرحمٰن صاحب

قرار پائے۔ پروگرام میں حصہ لینے والے تمام بچوں اور بچیوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ تقریب کے اختتام پر محترم مہمان خصوصی نے حاضرین سے خطاب کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ مہمانوں کی چائے کے ساتھ تواضع کے بعد پروگرام ختم ہوا۔

(عامر عزیز۔ صدر شبان الاحمدیہ لاہور)

(بسلسلہ ص۵)

تھا مگر وہ مجھے اِس مقام پر یعنی نماز پڑھتے پڑھتے دکھائی گئی یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دکھا دیئے گئے۔"

تیسرا اللہ تعالیٰ کا جس طرح معراج میں دنا فتدلیٰ کا نظارہ ہوا اسی طرح احمدؒ اور ترمذیؒ کی روایت میں ہے جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے۔ جو معاذؓ سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا اور یہ اسی زمین کا ذکر ہے (آپ ؐ نے فرمایا)۔ میں رات کے وقت اُٹھا اور نماز پڑھی ۔۔۔ تب ناگہاں میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔ تب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی۔ تو جب اللہ تعالیٰ کو، جنت و نار کو، بیت المقدس کو مکہ یا مدینہ میں دیکھ لیا تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین میں دکھا دیا کرتا ہے۔ اور ان کے لئے نقل مکانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ ایک انسان کو اُٹھا کر لے جائے یہاں تک کہ جنت دکھا دے اور یہ بھی کہ جنت کو اُٹھا کر لائے یہاں تک کہ ایک انسان کو دکھا دے۔ دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں اور نہ اس سے قدرت میں کچھ فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو اور اللہ تعالیٰ اس کا تمثل دوسری جگہ بھی دکھا دے۔ یہاں معراج کی ایک غرض بھی بتائی ہے۔ لنریہ من آیاتنا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج اس غرض کے لئے تھا کہ آپ ؐ کو کچھ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائی جائیں۔ گویا جو باتیں آپ کو معراج میں دکھائی گئیں، وہ کسی دوسری حقیقت کے لئے بطور نشان بھی تھیں اور درحقیقت معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات غیر متناہی کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ بتایا ہے کہ آپ ؐ اس بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا۔ (باقی ـ ـ باقی)

راہِ وفا کے مسافر

حضرت میاں غلام رسول صاحب تمیمؒ

حضرت میاں غلام رسول صاحب کا نسب مشہور عرب قبیلہ قریش بنو تمیم سے ہے۔ عرب فاتحین کے ساتھ ان کے اجداد اس ملک میں آئے اور یہیں رہ پڑے اور اس ملک میں پھرتے پھراتے کچھ لوگ جھنگ میں آکر آباد ہو گئے۔ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور انہی بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں۔

۱۸۸۶ء میں مڈل کا امتحان پاس کرنے اور مختلف سرکاری محکموں میں کام کرنے کے بعد پولیس میں بھرتی ہو گئے جہاں ترقی کرتے کرتے لاہور کے کوتوال مقرر ہوئے اور پھر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے معزز عہدہ پر پہنچ گئے۔ اپنی شاندار خدمات کے صلہ میں مختلف انعامات و اعزازات حاصل کرتے رہے لاہور کی کوتوالی کی عمارت انہوں نے ہی بنوائی جہاں ان کا نام اب تک کندہ ہے۔

آپ کی نیکی خوش خلقی کی شہرت اور ناموری ضرب المثل تھی۔ اور اس زمانہ کے جاننے والے آج بھی ان کو بصد عزت و تکریم یاد کرتے ہیں۔ اسی دوران میں آپ کو خطاب خان بہادر عطا ہوا جو بعدہٗ قائد اعظم کی تحریک آزادی کے موقع پر مع دیگر خطابات کے واپس کر دیا۔

انہی دنوں کہیں کہیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا چرچا تھا اور اگرچہ حضرت موصوف کا رسالہ فتح الاسلام یا ازالہ اوہام بھی ایک اتفاق سے دیکھا تھا مگر طبیعت مذہبی دوکانداروں سے متنفر ہو چکی تھی اس لئے

بصحرائے مارگزیدہ از ریسمان ترسد...

اسے بھی ویسے ہی دکان خیال کر کے چنداں التفات نہ کی۔

۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے کہ ایک روز میاں صاحب کو ایک پادری کے ساتھ ریل میں ہم سفر ہونے کا اتفاق ہوا۔ بہت دیر تک باہمی مذہبی گفتگو جاری رہی۔ آدھی رات کے وقت پادری منٹگمری اسٹیشن پر اُتر گیا۔ اور اتفاقاً اخبار قادیان کا وہ پرچہ جو وہ اپنی سیٹ پر بچھا کر اور پر بیٹھا ہوا تھا اپنی سیٹ پر ہی چھوڑ گیا آپ نے اخبار اُٹھا لیا اور سرسری طور پر دیکھا تو اس میں ایک صفحہ پر حضرت مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ کا تھوڑا سا حصہ درج تھا اسے پڑھ کر آپ حیران سے رہ گئے اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ منٹگمری سے رائیونڈ تک تقریباً چار گھنٹے کا دفعہ بار بار اسی صفحہ کو پڑھتے رہے اور ہر بار نیا لطف اٹھاتے رہے۔ اپنے اس وقت کے تاثرات کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تمام مترجمین و مفسرین جن سے میں واقف تھا ایک بند مکان کے باہر کھڑے ہو کر مکان کے اندرونی حالات و سامان کو اپنے قیاس سے بتلاتے ہیں مگر یہ شخص مکان کے اندر کھڑا ہو کر حالات اور سامان کی تفصیل اپنے مشاہدے بلکہ عین الیقین اور حق الیقین کی بناء پر بتا رہا ہے۔ آپ صبح پہنچے رائے ونڈ کے اسٹیشن پر اتر کر جہاں سے فیروزپور کے لئے گاڑی تبدیل کرنی تھی اسی وقت سیدھے ڈاک خانہ تشریف لے گئے جو اسٹیشن سے کافی فاصلہ پر تھا اور باہر سوتے ہوئے چٹھی رسان سے ایک پیسہ والا کارڈ خرید کر اور وہیں بیٹھ کر الحکم اخبار کے نام خط تحریر کیا کہ جن پرچوں میں تفسیر چھپ چکی ہے ان کی فائل ان کو بھیجدی جائے چنانچہ اخبار ان کے نام جاری ہو گیا۔ اور مکمل تفسیر کے پرچے یکمشت ان کے پاس پہنچ گئے۔

تفسیر کے پرچے پڑھنے کے بعد آپ کی جو کیفیت ہوئی اور جس طرح بیعت فرمائی اس کے متعلق ان کی اپنی زبانی سنیئے۔

آپ کہتے ہیں کہ:۔

"حضرت مرزا صاحب کی تفسیر جو اخبارات میں درج تھی میں نے بالالتزام پڑھی اور بار بار پڑھی اور اخبار بھی کسی کسی مقام سے خصوصاً جہاں حضرت مرزا صاحب کے حکمات ہوتے ہیں پڑھ لیا کرتا تھا۔ مگر جوں جوں مجھے حضرت صاحب کی طرف سے ارادت ہوتی تھی، میں اسے ایک گونہ گناہ اور شیطان کا تسلط سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب وہ عقیدت و ارادت جبراً مضبوط ہونے لگی۔ تو میں بہت ڈرا اور قدرتاً حضرت صاحب کے مشہور مخالفین اور معاندین کی طرف جن میں سے بعض میرے دوست اور شناسا بھی تھے، متوجہ ہوا اور امداد و دستگیری کی استدعا کی۔ انہوں نے بھی تپاک اور اہتمام سے میری التجا قبول کی اور حضرت صاحب کی مخالفت میں خطوط اور رسائل اور کتب کا میرے پاس انبار لگا دیا۔ جنہیں میں نے نہایت نیک نیتی اور کھلے دل سے محض اس لئے بغور پڑھا تاکہ ان کی امداد سے میرے دل سے شیطانی تسلط رفع ہو مگر جوں جوں میں اس مخالف لٹریچر کا مطالعہ کرتا تھا حضرت صاحب کی صداقت کا خیال اور زیادہ مضبوط ہوتا جاتا تھا۔ اسی اثنا میں مجھے کئی بار خواب اور رؤیا بھی ہوئے مگر میں نے ان کی پرواہ نہ کی اور حدیث نفس پر محمول کرتا رہا اور اسی کوشش میں رہا کہ کسی طرح یہ خیال دل سے نکل جائے اور اسی غرض سے میں نے اس وقت تک حضرت صاحب یا سلسلہ کی دیگر تصانیف کے پڑھنے سے بھی احتراز کیا۔

آخر وہ خیال جسے میں نکالنا چاہتا تھا مبدل بہ یقین ہوتا گیا۔ اور ایک روز ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے اس قدر خشوع اور گداز ہوا جس کا واہمہ بھی کبھی میرے دل پر نہ گزرا تھا اور اسی نماز میں مجھے نماز کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہی نماز میری ساری عمر گزشتہ میں پہلی نماز تھی اس قدر انشراح صدر کے بعد مزید تاخیر کو گناہ سمجھا اور نماز سے فارغ ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں اور میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ گواہی دی ہے۔ میں خود بھی حاضر ہوں گا مگر ممکن ہے موت مہلت نہ دے اس لئے بذریعہ عریضہ بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ واپسی ارشاد پہنچا کہ بیعت منظور ہوئی۔ اس کے بعد اس قدر رجائی ہونے کے اللہ تعالٰے کے فضل سے کبھی ایک منٹ کیلئے بھی میرے ایمان اور عقیدہ میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا۔"

سلسلہ سے محبت عقیدت و استقامت کی اللہ تعالٰی نے آپ کو اس قدر توفیق بخشی کہ آپ اپنے قول و فعل سے سچی اخوت کا بے مثال نمونہ تھے یورپ اور دیگر مہذب ممالک میں پولیس کا محکمہ جس قدر نیک نام ہے ہمارے ہاں یہ اتنا ہی بدنام ہے لیکن آپ ایک ایسے پولیس افسر تھے جن کے نیک نمونہ اور اثر سے پولیس کی ایک کثیر تعداد حرام خوری، ظلم و بے انصافی سے نجات پا کر ایماندار دیانتدار اور فرض شناس پولیس افسر بن گئے۔ آپ جس جگہ بھی بسلسلہ ملازمت تشریف لے گئے، سلسلہ کی توسیع میں سرگرمی سے کوشاں رہے۔ مذہبی مطالعہ بہت وسیع تھا اور ٹھوس علمی و مذہبی حقائق کو پُر دلائل طریق پر بیان کرتے میں خاص ملکہ تھا۔ چنانچہ آپ کی سعی تبلیغ سے کثیر تعداد میں لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے۔

حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب مرحوم آپ کے متعلق ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلسلہ کو فروغ دینے میں ہماری جماعت کا کوئی شخص میاں صاحب مرحوم سے سبقت نہ لے جا سکا۔ آپ ایک خوش بیان مقرر اور نہایت اچھے خطیب تھے۔ تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی بڑی قدرت حاصل تھی۔ قرآن پاک نہایت خوش الحانی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جھنگ میں مقیم ہونے کے بعد ایک خوبصورت جامع اپنے گھر کے پاس بنوائی جس میں درس قرآن کریم کا سلسلہ بھی شروع کیا ہر سال وہاں پر جلسہ منعقد کر کے اور جماعت کے بہترین لیکچراروں کو بلوا کر لیکچر دلواتے تھے۔ جب کسی نے جامع کی لاگت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اس کا حساب خدا اور میرے درمیان ہے۔ وصیت کے مطابق آپ کا جسد مبارک اسی مسجد کے پہلو میں دفن ہوا۔ بار غرض یہ تھی کہ مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے والے تربت پر فاتحہ کیلئے ہاتھ اُٹھاتے جائیں۔

آپ انجمن کے لائف ممبر تھے اور تحریکات و وفودات وغیرہ کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و زر بھی کثرت سے دیا۔ جس کی وجہ سے جامع برلن و دیگر… تحریکوں میں نہ صرف خود زیادہ سے زیادہ حصہ لیا بلکہ طویل رقمیں

حاصل کر کے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر غیر جماعت احباب سے بھی کثیر رقوم جمع کر کے انجمن کے خزانہ میں داخل کیں۔ احباب سلسلہ سے آپ کی محبت کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ مرض الموت میں جبکہ حالت مخدوش تھی اور ڈاکٹروں نے حرکت کرنے سے بھی منع کر رکھا تھا آپ نے اپنے عزیزوں سے اصرار کیا کہ انہیں ایک بار لاہور لے جایا جائے تاکہ وہ اپنے تمام پیارے دوستوں سے مل کر آئیں سب نے ان کی صحت کے پیش نظر مخالفت کی لیکن ان کا اصرار غالب آیا اور لاہور تشریف لے گئے اور سب احباب سے مل کر جھنگ واپس ہوئے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے آپ کی والہانہ محبت عشق روحانی کے درجہ تک پہنچ چکی تھی۔ حضرت موصوف کو بھی آپ سے اس قسم کا لگاؤ تھا حضرت مولانا کے سینکڑوں خطوط جو محبت و خلوص کا شاندار مجموعہ ہیں، حضرت میاں صاحب کے کاغذات میں محفوظ ہیں۔ ان خطوط میں اس پاک سیرت بزرگ نے اپنے پیارے دوست کی پُراعتماد شخصیت کے ساتھ اہم ترین معاملات میں صلاح و مشورے طلب کئے ہیں اور قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے ایک طرف سے اگر خط میں کچھ دنوں توقف ہو جاتا تو دوسری طرف سے تشویش کا اظہار بے تابانہ انداز میں ہوا کرتا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت جب کہ چاروں طرف کشت و خون کا بازار گرم تھا جناب میاں صاحب حضرت مولانا صاحبؒ کے پاس ڈلہوزی میں مقیم تھے۔ پٹھانکوٹ کے گرد و نواح میں ہندوؤں کی کثرت آبادی کی وجہ سے راستے نہایت پُرخطر تھے۔ ڈلہوزی سے آنے والی کاروں پر فائرنگ کی جاتی تھی اور مسافروں کے مال و اسباب لوٹ کر انہیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ ان دنوں میاں غلام حیدر صاحب لاہور میں سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور میاں غلام عباس بھی لاہور ہی میں اکاؤنٹنٹ جنرل تھے۔ ڈلہوزی کے مخدوش حالات معلوم ہونے پر میاں غلام حیدر نے فوج کے انگریز کمانڈر سے مل کر ان بزرگان کے لئے کنوائے کا انتظام کیا چنانچہ اسی انتظام کے تحت حضرت مولانا ڈلہوزی سے لاہور تشریف لائے۔

۲۲۔ دسمبر ۱۹۴۱ء بروز جمعہ جلسہ سالانہ سے جو کبھی ناغہ نہ کیا تھا عین، ایک دن پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ نیک پاک برگزیدہ و عظیم انسان بحالت نماز اپنے خالق حقیقی کے حضور میں حاضر ہو گیا۔ حضرت میاں صاحب جماعت کا ایک ایسا مستحکم ستون تھے جنہوں نے ہر نازک موقع پر اپنے حسن تدبر سے باہمی اختلافات باحسن طریق سلجھا کر آپس میں یک جہتی محبت و رواداری کی فضا قائم کر دی ایسی بزرگ ہستیاں جو سلسلہ کی روح رواں تھیں آہستہ آہستہ ہم سے جدا ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ان کی جگہ اب کون اور کس طرح پر کر سکتا ہے؟

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن نمبر ۲۲۰ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ۔

" صیغہ اغراض عام میں ایک مد جہیز فنڈ " قائم کر کے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاؤنٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد دی جایا کرے " یہ فیصلہ۔

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کر کے متدعی ہوں کہ۔

اس کار خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ سمجھتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے۔ اور یک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں۔

اُمید ہے فوری توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری۔ انجمن

صد بار رقصہا کنم از خرمی اگر + بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؒ

قرآن کا پڑھنا زندگی کا جزو بنالو

" خود اپنے طور پر قرآن پڑھو اور اس پر غور و فکر کرو۔ قرآن کا پڑھنا ہر ایک احمدی کی زندگی کا لازمی جزو ہو جائے۔ اپنی اولاد کو قرآن پڑھاؤ معنی اور مفہوم کے ساتھ۔ زیادہ نہیں تھوڑا چند آیات ہی سہی لیکن اس کو اپنی زندگیوں کا جزو بنالو۔۔۔۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ میں سے کس کو خدا قرآن کریم کا ایسا مفہوم سمجھا دے جو دنیا کے لئے مفید ہو۔ اپنے دلوں کے اندر وہ تڑپ پیدا کرو۔ جو محمد صلعم کے ساتھ تمہاری نسبت پیدا کرے وہ لعلک باخع نفسک کی تڑپ ہے کہ تو اپنی جان کو ان کے پیچھے غم میں ہلاک کر دیگا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ جو بھی اس تڑپ کو پیدا کریگا وہ نبی کریمؐ سے اپنی نسبت پیدا کر لے گا۔ اسکے اپنے اندر بھی انقلاب پیدا ہوگا اور وہ دنیا کے اندر بھی انقلاب پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔۔۔۔۔ اللہ تعالےٰ قرآن کے متعلق کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا میں ایک معمولی درجہ کا انسان ہوں محض ایک شخص کی قوت قدسی نے دل میں ایک تڑپ اور لگن پیدا کر دی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کچھ خدمت قرآن کی توفیق دی۔ میں جب اپنی طرف دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اے اللہ! میں ناکارہ اور کمزور بندہ اور مجھ سے خدمت قرآن کا یہ کام ہو جائے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام کی بدولت کس قدر نعمت عطا فرمائی۔۔۔۔۔ خدمت قرآن کی بدولت عزت کا وہ مقام دیا کہ مخالف بھی ایک رنگ میں اسکے آگے جھکنے پر مجبور رہیں "۔

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولہواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں کبھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دیکر سابقون میں داخل ہوں۔

(بسلسلہ ص ۲)

یہ وہ دعا ہے جو حضور نبی کریم صلعم نے جنگ بدر کے موقعہ پر اُس وقت فرمائی جب دشمن بڑی طاقت اور کثرت لے کر آیا تھا اور سامان و نفری تھوڑے اور کمزور تھے وہی حال آج کشمیر میں ہے اس لئے اسی مبارک دعا پر ہم اپنی استدعا کو ختم کرتے ہیں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین۔ وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس مقابل ٹریننگ کالج کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد ۷۳ | بتاریخ ۳ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ بمطابق یکم مارچ ۱۹۹۰ء | شمارہ : ۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

بدیوں سے بچنے کے لئے دعاؤں کی بڑی ضرورت ہے

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امارہ نے اس کو ردی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کارآمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے: وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا۔ کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ نرا زہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کارآمد نہیں ہوتا۔ جب تک خداتعالے کا فضل اور رحمت ساتھ نہ ہو۔ اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقوٰی ہے ہی وہی جو خداتعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقوٰی اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقوٰی اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقوٰی اور طہارت کے حصول کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قوٰی میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک امنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے۔ اور عقل اسی لئے اللہ تعالے نے دی ہے۔

اول تدبیر کرو۔

اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے (جیسا کہ میں پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں) اول ضروری ہے کہ انسان دیدہ دانستہ اپنے آپ کو گناہ کے گڑھے میں نہ ڈالے۔ ورنہ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ جو شخص دیدہ دانستہ بدراہ اختیار کرتا ہے یا کنوئیں میں گرتا ہے اور زہر کھاتا ہے وہ یقیناً ہلاک ہوگا۔ ایسا شخص نہ دنیا کے نزدیک اور نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل رحم ٹھہر سکتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے خصوصاً ہماری جماعت کے لئے ۔۔۔۔ کہ جہاں تک ممکن ہے بدصحبتوں اور بدعادتوں سے پرہیز کریں اور اپنے آپ کو نیکی کی طرف لگائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے واسطے جہاں تک تدبیر کا حق ہے تدبیر کرنی چاہیئے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیئے۔۔۔

(تقریر حضرت مسیح موعود ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء)

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم

محبتِ رسولؐ کا بحرِ مواج مجددؒ صد چہار دہم کے سینہ میں

عجب نوریست درجانِ محمدؐ ○ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے۔ محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے

زِ ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ○ کہ گردد از محبانِ محمدؐ

دل اسوقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

عجب دارم دلِ آں ناکساں را ○ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

میں اُن نالائقوں کے دِلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں۔

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ○ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

دونوں جہان میں مَیں کسی کو نہیں جانتا جو محمدؐ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو۔

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار ○ کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خُدا اس دل سے سخت بیزار ہے جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کینہ رکھتا ہو۔

خُدا خود سوزد آں کرمِ دنی را ○ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

خُدا خود اُس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمنوں میں سے ہو۔

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ○ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مستانوں میں سے ہو جا۔

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ○ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر تو چاہتا ہے کہ خُدا تیری تعریف کرے تو تُو تہِ دل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مدح خواں بن جا۔

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ○ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمدؐ کی دلیل ہے۔

احباب کرام سے چند ضروری گذارشات

آج پیغام صلح کے ذریعے میں اپنے جذبات بڑی دلسوزی کے ساتھ اپنے قارئین کرام تک پہنچانے کا متمنی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے سادہ مگر خلوص سے لبریز جذبات آپ پر اثر کریں گے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کشتی نوح میں یوں فرمایا:۔

"جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں"

ہر احمدی (مرد ہو یا عورت) اس پر علیحدگی کی گھڑیوں میں غور کرے اگر ہم نے اس پر عمل نہیں کیا تو ہم نے اپنے عمل سے امام وقت کے ساتھ وعدہ کر کے وعدہ شکنی کی ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت صاحب کو مانا ہی نہیں اور دوسری طرف ہم لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے دعویٰ کو تسلیم کیا اور حضور کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور اگر ہم اس عہد کو نہیں نبھاتے تو ہم دوہرے مجرم ہیں۔ بڑی دلسوزی سے میری استدعا ہے کہ خدا کے لئے اس عہد کو پورا کریں۔ یاد رکھیئے انسان اپنا محاسب آپ ہے۔ چونکہ انسان کے ہر عمل کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوتا ہے۔ لہذا اس کی ذات اس کا اعمالنامہ ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں گذرنے والے خیالات تک کی فلم ساتھ ساتھ تیار ہوتی جاتی ہے اور ظہور نتائج کے وقت یہی فلم پردۂ سکرین پر سامنے آجاتی ہے۔ انسان قانون مکافات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان صحیح روش پر صرف اسی وقت چل سکتا ہے جب اسے اس بات کا یقین ہو کہ غلط روش پر چلنے سے تباہ ہو جائے گا۔ اگر یقین ہی نہ رہے تو پھر انسان اپنی غلط روش کو چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ سورۃ توبہ آیت ۸۸ - - - - - - - - - - میں فلاح پانے والوں کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یعنے اپنے مال اور جان سے اس مقصد کے حصول کے لئے مصروف سعی و عمل رہتے ہیں۔

جنت یوں ہی نہیں مل جایا کرتی۔ اس کو پانے کے لئے صبر آزما اور ہمت شکن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ جو ان جانکاہ مراحل میں ثابت قدم رہے وہ جنت کی نعمت سے بہرہ ور ہوئے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ آئندہ کے واقعات کا کسی کو علم نہیں۔ لیکن اہل بصیرت اپنے روشن ماضی کی مدد سے مستقبل کے اندھیرے کو جھانک ضرور سکتے ہیں۔

جو لوگ صراط مستقیم سے دور ہٹ گئے ہیں وہ اپنی تباہیوں، بربادیوں، اپنے مصائب اور اپنے مسائل کے خود ذمہ دار ہیں۔ اب ہماری نجات اسی میں مضمر ہے کہ ہم قرآن کریم اور اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ان پر ثابت قدمی سے چلنے کا عہد کریں۔ رسول کریمؐ کا عملی نمونہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔ لیکن ہمارا یہ اظہار عقیدت اس وقت تک بیکار اور بے معنی رہے گا جب تک ہم اپنے عمل سے اس کی تصدیق نہ کریں۔ دین - - محض چند مذہبی عبادات و شعار کی ادائیگی کا نام نہیں۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا بھی اہتمام کریں۔ اور اپنے اخلاق کی اصلاح کی طرف سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں۔ کیونکہ جب تک انسان کا اخلاق درست نہیں اس وقت تک حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

پاکیزہ اخلاق، امانت و دیانت میں اعلیٰ نمونہ، محنت، خلوص سے کام کرنے کا جذبہ اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی ذمہ داری کا احساس بے حد ضروری ہے۔ یاد رہے کوئی شخص صداقت کے معیار پر اس وقت پورا اترتا ہے جب اس کے قول اور فعل میں تضاد نہ ہو۔ ہمیں نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق زندگی گذارنی چاہیئے۔ اور ہر آن اپنی اصلاح کی طرف لگے رہنا چاہیئے - - - - - - - - - - - جو شخص کوئی اچھا کام کرے گا اس کا اثر اس کی ذات پر مرتب ہوگا اور جو غلط کام کرے گا اس کے تباہ کن نتائج بھی اس کی ذات کو بھگتنے پڑیں گے۔

نجات کا مستحق کون ہے۔

نجات کوئی ایسی شے نہیں کہ اس کے ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے بلکہ نجات تو وہ امر ہے جس کے ثمرات اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔

نماز کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا:۔

اگر نماز میں توجہ پیدا نہ ہو تو ہر نماز میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر یہ دعا کرو۔ اے خدا تعالیٰ میں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے اثرات نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور قلب حاصل نہیں ہوتا تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش۔ میری تقصیرات معاف فرما اور میرے دل میں اپنی عظمت ڈال۔ اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا اس کے ذریعے سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور قلب میسر آئے۔ یہ دعا قیام۔ رکوع، سجدہ میں کرے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے۔ بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو وہ گھاس نہیں کھا سکتی۔ لوگوں میں بکری جتنا بھی ایمان نہیں۔

رسول کریم صلعم کی تشریف آوری کا مطلب صرف اور صرف یہ تھا کہ خدا کی صرف خدا کی پوجا کی جائے۔ لیکن آجکل (دین) کا معاشرہ میں مذاق اڑایا جا رہا ہے - - - - اور (دین) کو اپنے سیاسی اور تجارتی مقصد کی خاطر قربان کیا جاتا ہے - - قرآن کریم فرماتا ہے ولکن کانوا انفسھم یظلمون ۱۱۶ : ۳۳ - وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور وہی ظلم ہلاکت بن کر سامنے آجاتا ہے۔

آپ علیحدگی کی گھڑیوں میں اپنے موجودہ معاشرہ کو نظر میں لائیں۔ اخبار میں آئے دن لرزہ خیز، المناک اور حوصلہ شکن خبریں آتی ہیں۔ یہ اس قوم کا حال ہے جو دین کی مدعی ہے۔ رشوت۔ ملاوٹ۔ سمگلنگ۔ قتل و غارت۔ قوم کا حال دیکھیے معاشرتی اصلاح کی طرف دھیان ہی نہیں۔

لیڈران قوم کی عملی زندگی پر نظر ڈالئے۔ اپنے علاقہ۔ محلہ، شہر پر نظر ڈالیئے۔ دور نہ جایئے اپنے گریبان میں نظر ڈالیئے اور خدا لگتی کہیئے۔ کہ آپ کی نظر میں کتنے افراد آپ کو ایسے ملیں گے جن کے قول و فعل میں یکسانیت ہوگی اور کتنے ایسے ہونگے جن کے عمل اور قول میں تضاد ہوگا۔ کیا ان واقعات کی موجودگی سے یہ روز روشن کی طرح ثابت نہیں ہو رہا کہ یہ دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس لئے ہر روز نماز میں بارگاہ رب العلمین میں سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

اخبار بلادِ غیر

● ـ جزائر فیجی کی جماعت کے جنرل سیکرٹری جناب محمد امین ساہو خان صاحب وہاں کی جماعت کے جاری کردہ "نیوز لیٹر" برائے اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۹ء میں لکھتے ہیں کہ سوواکی جامع نور میں عربی اور اردو کلاسوں کا اجراء ہو گیا ہے۔ مولانا شفقت رسول صاحب تعلیم و تدریس کا کام کرتے ہیں۔

● ـ فیجی جماعت کی سالانہ میٹنگ ۲۵۔ فروری ۱۹۹۰ء کو صبح دس بجے سوواکی جامع نور میں منعقد ہو گی۔

● ـ دارالسلام، لاہور میں انٹرنیشنل مشاورتی کمیٹی کا تیسرا اجلاس ۲۷۔ دسمبر ۱۹۸۹ء کو منعقد ہوا۔ دیگر امور کے علاوہ یو ایس اے کے مسٹر مسعود اختر صاحب اور کینیڈا کی مسز ثمینہ ساہو خان صاحبہ کی رپورٹیں زیر غور آئیں۔ شرکاء کمیٹی، یو ایس اے، کینیڈا، سرینام، ہالینڈ، مغربی جرمنی، انگلینڈ اور انڈونیشیا کے احباب شامل تھے۔

● ـ انڈونیشیا کی جماعت کے ذرائع کے مطابق جکارتہ کی جماعت نے احمدیہ تحریک کی صد سالہ دینی خدمات کے حوالہ سے ۱۳۔ نومبر ۱۹۸۹ء کو یوم تشکر منایا اور اس دن روزہ رکھا۔ سرِ شام ایک تقریب کا اہتمام ہوا۔ جکارتہ جماعت کے ایک فاضل واعظ نے حضرت بانی سلسلہ کی حیات و خدمات پر ایمان افروز تقریر کی۔ نومبر کے آخری عشرے میں منتظمہ کا اجلاس ہوا جس میں احمدیہ تحریک کی صد سالہ تقریباتِ تشکر کی آخری تقریب کے انعقاد اور اس کے انتظام و انصرام پر غور ہوا۔

● ـ احباب جماعت کے لئے یہ خبر نہایت دکھ کی باعث ہو گی کہ انڈونیشیا جماعت کے نائب صدر محترم الحاج سودنیڈو ماہ نومبر ۱۹۸۹ء میں انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۷۹ سال تھی۔ آپ گورنمنٹ اسلامی یونیورسٹی کے فاضل لیکچرار، ایک معروف قانون دان اور سرگرم دینی خادم تھے۔ دارالکتب اور پیری سکول کے ناظم و نگران بھی تھے۔ ان کی وفات انڈونیشیا جماعت کے لئے زبردست نقصان کی باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جماعت اور مرحوم کے لواحقین کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔

● ـ لیسبولڈن کی مقامی جماعت نے گذشتہ ماہ اکتوبر میں صد سالہ تقریبات تشکر کے سلسلہ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ جارج ٹاؤن اور بربائیس کے احباب و خواتین نے بھی اس میں شرکت کی۔ بربائیس جماعت کے صدر محترم مرزا شہادت نے صدارت کی۔ مقررین میں امام محمد رشید صاحب، محترم دین شہادت صاحب اور محترم امداد خان صاحبان شامل تھے۔

● ـ الیسٹ بینک کی رگبی جماعت نے ماہ اکتوبر میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منائی۔ اس میں گیانا، جارج ٹاؤن اور ایمسٹرڈم کے احباب و خواتین نے بھی شرکت کی۔ ایسی ہی ایک تقریب جارج ٹاؤن کی مرکزی جماعت کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ جماعت کی طرف سے مساکین اور غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔

● ـ بربائیس کی جماعت میں نوجوانوں کی ایک تنظیم ـــ "بربائیس احمدیہ یوتھ ایسوسی ایشن" کے نام سے قائم کی گئی ہے۔ گذشتہ اکتوبر میں ہونے والی ایک میٹنگ میں تنظیم کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

● ـ جارج ٹاؤن کے مقامی ریڈیو اسٹیشن سے ہر اتوار کی صبح "دی گلوریس قرآن" پروگرام نشر ہوتا ہے۔ ماہ ستمبر تا اکتوبر کے دوران محترم اعلم محمد رشید صاحب نے "تندرستی کی زندہ تعلیم" کے موضوع پر چھ بلد تقاریر کیں۔ ۱۵۔ اکتوبر کو عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں مقامی تعطیل تھی۔ نصف گھنٹے کا خصوصی پروگرام نشر کیا گیا جس میں احمدیہ انجمن گیانا کے صدر مسٹر عالم شاہ صاحب اور محترم عبدالمقتدر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر پیغام پر فاضلانہ گفتگو کی۔ بعد ازاں جارج ٹاؤن کی احمدیہ یوتھ ایسوسی ایشن کی طرف سے یوتھ پروگرام پیش کیا گیا۔

● ـ جزائر فیجی سے ہمارے محترم واعظ شفقت رسول خان شفیق محترم جنرل سیکرٹری صاحب انجمن کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ یہاں ۱۹۸۹ء میں ایک لائبریری شپ "DOULOS" آیا اور میں نے وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی ساعی کا نظارہ کیا ہے یہ نہ صرف کتب فروش تھا بلکہ اس کی تبلیغ عیسائیت کے لئے کچھ جماعتیں بھی مختلف اور مواضع میں جا کر عیسائیت کی ترویج میں کوشاں رہیں۔ وہاں شپ والے کرو سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس میں تقریباً ۳۵۰ کا عملہ کام کرتا ہے جو کتب کی فروخت اور پمفلٹس کی تقسیم سر انجام دیتا رہا۔ میں نے دین کے متعلق لٹریچر دیا۔ یہاں ضرورت مند لوگوں کو حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ کا قرآن پاک انگریزی دیا۔ درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ تدریسِ قرآن بھی معمول کے مطابق ہے۔ مختلف لوگوں سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔ ایک کرسچین سالویشن آرمی کے کیپٹن سے مختصر ملاقات ہوئی یہاں جماعت کے ایک محترم دوست مولوی عبدالعزیز صاحب کی اہلیہ راہی ملک بقا ہوئیں۔ ان کی وفات پر مختلف مواقع پر درسِ قرآن کا موقع ملا جن پر دین کے حقائق کھول کر بیان کئے گئے۔ ان کے صاحبزادے نظام الدین صاحب ہماری سووا جماعت کے سرگرم سیکرٹری ہیں اور نہایت اخلاص سے خدمات سر انجام دیتے ہیں۔ مورخہ ۲۱؍۹۰ کو یہاں انتخاب جماعت تھے۔ جو بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئے جس میں صدر، سیکرٹری اور خزانچی اور ممبران کا چناؤ ہوا۔ جماعت میں فعال افراد کو شامل کیا گیا ہے اور توقع ہے کہ جماعت میں زیادہ جان پیدا ہو جائے گی۔ اور کام میں زیادہ باقاعدگی پیدا ہو گی۔ یہاں ایک خاتون سلسلہ نے قرآن پاک کی قرأت مکمل کر لی ہے۔ یہ خاتون مسز ملکہ شاہ ہیں جو یہاں کے کنڈرگارٹن کی ہیڈ مسٹرس بھی ہیں۔ اور دیگر کئی احباب زیر تدریس ہیں۔ احباب سلسلہ کو سلام مسنون عرض ہے۔

ضروری اطلاع

جمعۃ المبارک مورخہ ۱۲؍ جنوری ۱۹۹۰ء کو مکرم محترم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پہلی رکعت میں سورۃ آل عمران کی آیات نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵ اور دوسری رکعت میں سورۃ الانعام کی آیات نمبر ۴۲ تا ۵۴ کو تلاوت میں شامل فرمایا۔ بعد میں حضرت ممدوح نے اپنی ایک دلی کیفیت کی بنا پر حاضرین کو ان کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ سب احباب و خواتین سلسلہ ان آیات کریمہ کو غور سے پڑھیں انہیں اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ جماعت کے تمام احباب کو اس مجاہدے میں شرکت کی دعوت ہے۔

جزائر فیجی میں ایک ٹیچر کی ضرورت

فیجی جماعت کے زیر اہتمام جاری ایک سکول میں ایک ٹیچر کی ضرورت ہے۔ تنخواہ معقول دی جائے گی۔ ایف اے سی ٹی یا بی اے بی ایڈ تعلیم کے حامل کو ترجیح دی جائے گی۔ اردو، عربی، انگریزی اور دینیات کی کلاسوں کو پڑھانا ہو گا۔ خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے۔

دفتر اخبار پیغام صلح۔

ایک درخواست

احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ جماعتی مفاد کے پیش نظر اپنے جماعتی اخبار پیغام صلح کے شمارے برائے سال ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء دفتر انجمن کو عنایت کریں یا عاریتاً دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ احباب سے فراہمی کا انتظام بذمہ دفتر ہو گا۔

والسلام

(منصور احمد)

جنرل سیکرٹری

دارالسلام

۵۔ عثمان بلاک گارڈن ٹاؤن

لاہور

راہ وفا کے مسافر

حضرت الحاج شیخ میاں محمدؒ

چودھویں صدی کے پُرفتن اور الحاد و زندیقی سے بھرے ہوئے دَور میں ایک مامور من اللہ کے انفاس قدسیہ نے بعض پاکیزہ روحوں میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ انہوں نے اپنی زندگیاں احیاء دین اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے وقف کر دیں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیوں کی وہ بے مثال نشانیاں پیدا کیں کہ دوسروں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا اور دراصل ایک خدائی وجود کی پہچان اور صداقت کا یہی ایک بیّن ثبوت ہے کہ وہ طبیعتوں میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دے اور جو لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں آئیں ان کے عقول و قلوب میں ایک واضح اور نمایاں تبدیلی نظر آئے اور وہ لوگ اس کی آسمانی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے شب و روز اس کام کے لئے وقف کر دیں جس کے لئے اس زمانہ کا امام مبعوث کیا گیا ہو

آسمانی وجودوں سے نکلنے والی روشن کرنوں نے ہمیشہ طبائع میں ایک انقلاب پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے نور سے منور کیا کہ وہی وجود دوسروں کی راہیں روشن کرنے کے لئے مینارِ نور ثابت ہوئے ہیں اس کی مثالیں ہماری دینی تاریخ کے ابتدائی دور میں بہت نمایاں طور پر دیکھنے میں آتی ہیں اور حسبِ وعدہ الٰہی و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مطابق ہمارے اس زمانہ میں روحانیت کے ایک چشمہ سے فیض یاب ہونے والے بہت سے وجود آسمانِ احمدیت پر چمکنے والے روشن ستارے بن کر چمکے ہیں اور بہت سوں کیلئے مشکل راہ کا کام دیتے رہے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حلقۂ ارادت میں آنے والے ان گنت انفاس قدسیہ میں سے ایک حضرت شیخ میاں محمد صاحبؒ بھی تھے۔ جنہوں نے امام وقت سے وابستگی کے بعد ایک نمایاں انقلاب اپنے وجود میں محسوس کیا اور پھر اپنے وجود کو ایسا نافع الناس بنایا کہ دین اور دنیا دونوں رنگوں میں خدمت دین اور خدمتِ انسانیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور جب سے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا اس وقت سے آخری دم تک اس عہد کو نبھایا جو وہ اپنے امام اور مقتدا سے کر چکے تھے کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" اور نہ صرف یہ کہ اپنے وجود میں ایک نمایاں انقلاب لائے اپنے وجود، مال و متاع اور علم و ہنر سے دوسروں کو فیض یاب کرنے کو زندگی کا اصل مقصد بنائے رکھا، آپ نے اپنی زندگی کو اس رنگ میں ڈھالا کہ ہر رنگ میں دوسروں کے لئے ایک مثالی زندگی نظر آئی۔ انتہائی ہمت و مردانگی۔ محنت شاقہ اور شب و روز کی مصروفیات سے جہاں انہوں نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ دنیوی نعمتوں کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے کمایا وہاں اپنے مال و متاع سے مخلوقِ خدا اور اعلائے کلمتہ اللہ کیلئے ایک وافر حصہ وقف کئے رکھا اور بعض ایسے قابلِ ذکر ادارے قائم کئے جو نہ صرف یہ کہ آپ کی زندگی میں اپنی روشنیاں بکھیرتے رہے بلکہ آپ کے بعد بھی ان اداروں کا وجود نافع الناس اور نافع دینِ متین ثابت ہو رہے ہیں۔

دنیا میں مال و متاع رکھنے والے بہت سے وجود گزرے ہیں اور اگر غور سے دیکھا جائے تو بہت سے خزانوں اور خزینوں کے مالک حضرت میاں صاحب ممدوح سے بہت زیادہ قابلِ ذکر بھی گزرے ہیں نہ صرف اس ملک میں بلکہ دنیا کے ہر ملک میں مالدار اور دولت کے قارون نوا[illegible] کمی نہیں ہے۔ مگر میں جس انداز میں حضرت میاں صاحب کے وجود کو بیان کرنے کی جسارت کر رہا ہوں وہ ایک مختلف اندازِ فکر ہے۔ حضرت میاں صاحب کے وجود کو ان معدودے چند صاحبانِ ثروت میں سے تھا جن کو حضرت امام الزمان کے حلقۂ ارادت میں ابتدا میں ہی شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور اس شمع ہدایت اور مشعلِ عرفان کو بہت قریب سے دیکھنے کی توفیق نصیب ہوئی اور عین عالم جوانی میں آپ نے اس دستِ حق پرست پر ایک عظیم عہد کیا کہ میں اپنے وجود اور اس کے تمام لوازمات کو خدا تعالےٰ کے نام کو بلند کرنے میں خرچ کرنے کیلئے ذرہ برابر بھی پس و پیش سے کام نہیں لوں گا۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ لوگ عہد تو کر لیتے ہیں اور اپنے اس زمانہ میں بلند بانگ دعاوی کرنے والے لوگوں کی کمی بھی نہیں ہے مگر کتنے ہیں جو اپنے عہد کی پاسداری کرتے اور اپنی زبان سے نکلی ہوئی بات سے وفا کرتے ہیں۔ جب ہم اس بات کو وفاداری بشرطِ استواری کی نظر سے دیکھتے ہیں تو حضرت میاں صاحب کی تمام تر زندگی جہاں ایک طرف اپنے اوپر عائد کردہ فرائض کی بجا آوری میں صرف ہوتی ہے وہاں وہ خدا کے دین کی ضروریات اور انسان کے حقوق کی ادائیگی سے کبھی بھی غافل نظر نہیں آتے۔ بلکہ کلمتہ اللہ کو بلند کرنے اور خدا کے دین کو اکنافِ عالم میں مختلف ذرائع سے پہنچانے کیلئے مستعد نظر آتے ہیں۔ اور یہ محض اس مردِ خدا کی محبت اور زہد کا کرشمہ ہے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر آپ نے اپنی زندگی کو خدا کی رضا کی راہوں پر بسر کرنے کی سوگند کھائی تھی۔ اور جب ہم آپ کی تمام زندگی کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آپ نے اس عہد اور اس قسم کی ساری عمر لاج رکھی اور نہ صرف آپ نے اپنے وجود سے ثابت کر دیا کہ ایک دنیادار انسان جو دنیاوی ذمہ داریوں میں گھرا ہوا رہتا ہے از خود خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی رضا کی راہوں پر چل کر کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے بلکہ وہ اپنی آنے والی نسلوں تک میں اس چنگاری کو روشن رکھنے میں

کامیاب ہوسکتا ہے جس سے اس کا اپنا گھرانہ بھی روشن ہوتا رہے۔ اور دوسرے ہزاروں گھروں کو روشن رکھتے ہیں۔ یہ آسمانی اور روحانی چنگاری کام کرتی رہے۔ ورنہ محض اپنی دنیاوی بنیادوں کو استوار کرنے اور ان کی مضبوطی کے لئے شب و روز محنت شاقہ کرنے والے تو بہت سے صاحبان ثروت مل جائیں گے مگر کہتے ہیں وہ لوگ جو محض دین کی خاطر اور اس آسمانی آشنا سے رشتہ جوڑنے کے لئے اپنے آپ کو خاک میں ملاتے اور اپنی دولت کو پانی کی طرح خرچ کرتے ہیں۔ اور اس میں سوائے رضاء الٰہی کے حصول کے ان کا کوئی دوسرا مطمح نظر نہیں ہوتا۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرب الٰہی پانے والوں کی کیا علامات ہیں جو کلام پاک میں بیان کی گئی ہیں اور خدا تعالےٰ اپنے بندوں سے کن خصوصیات کا مطالبہ فرماتا ہے۔ اور ایک پیمانہ ہے کسی کی روحانیت اور للّٰہیت کو پرکھنے کا اگر کوئی شخص اپنی زندگی گزارنے کے انداز اسی طریق پر اپنایا ہے جو خدا تعالےٰ نے مقرر فرمائے ہیں تو یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ مقام صرف صدق پر قائم ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو "عباد الرحمان" کا لقب عطا فرمایا ہے۔ اور ان کی علامات یوں بیان فرمائی ہیں۔

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو (۱) زمین پر انکساری سے چلتے ہیں (۲) اور جب جاہل انہیں مخاطب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں سلامتی ہو (۳) اور وہ اپنی راتوں کو اپنے رب کے حضور کھڑے ہو کر اور سجدہ ریز ہو کر گزارتے ہیں۔ (۴) اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے کیونکہ اس کا عذاب بڑی مصیبت ہے اور ٹھہرنے اور رہنے کے لئے بری جگہ ہے۔ (۵) اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا خرچ کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں (۶) اور وہ جو اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو معبود نہیں بناتے۔ (۷) اور جس جان کو اللّٰہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے۔ (۸) اور نہ زنا کرتے ہیں۔ (۹) اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (۱۰) اور جب لغو مقام سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طریق پر گزر جاتے ہیں۔ (۱۱) اور جب انہیں ان کے رب کے احکام سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر اندھے اور بہرے نہیں بنتے۔ (۱۲) اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے رب ہمیں ہمیں اپنی بیویوں سے اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو اور ہمیں متقیوں کا امام بنا"

یہ ہیں وہ علامات جن کا اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں میں پایا جانا ضروری قرار دیا ہے اور یہ ہے وہ آسمانی پیمانہ جو کسی دنیا دار یا دین داری کے دعویدار کو پرکھنے کے لئے قرآن مجید نے مقرر فرمایا ہے۔ اس دور پُر آشوب میں جہاں حصول دنیا اور اس کے جاہ و جلال اور مال دنیاوی سے وافر حصہ لینے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے اور کسی کو دین حنیف کی ضروریات اور مشکلات سے پیرلیشہ بھی آگاہی نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی جماعت جس کو حضرت امام الزمان نے محض اس لئے قائم کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہوں کے شہسوار پیدا کرے اور نزدیک و دور کلمۃ اللّٰہ کو پہنچانے کیلئے اپنے تمام تر ذرائع کو بروئے کار لا دیں۔ اور ایک دنیا دار کیلئے یہ یقیناً ایک اچنبھے کی بات ہے کہ آخر وہ کون سا جادو تھا اور وہ کون سا سحر تھا جو امام وقت نے اپنے ماننے والوں کے عقول و قلوب پر طاری کر دیا۔ کہ وہ دنیا کو اور اس کی لذات کو یکسر بھول کر خدائی راہوں کے مسافر بن گئے۔ اور انھوں نے اپنی زندگیوں کا مطمح نظر ہی یہ بنا لیا کہ ہر چہ بادا باد ہم جہاں اپنی زندگیوں میں ایک انقلاب لا کر ایک پاک نمونہ پیدا کریں گے وہاں اپنی تمام تر طاقتوں کو اور جملہ قوتوں کو خدا کے دین اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے پر دن رات صرف کرتے رہیں گے۔ وہ یقیناً وہ تعلیم تھی اور وہ پاک روح تھی جو امام الزمان نے ان کے اندر پھونک دی تھی اس کی ایک مثال ذیل میں محض اس لئے درج کی جاتی ہے کہ امام الزمان کے منہ سے نکلے ہوئے انفاس قدسیہ نے کیا عجیب انقلاب پیدا کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔"

"نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا ضرور ہے کہ انواع و رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔"

زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔"

اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو کہ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔

ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔

دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے جو اس کو عزت دیتا ہے۔ وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔"

یہ ہیں وہ چند کلمات جو امام الزمان نے قرارداد مقاصد کے طور پر اپنی جماعت کو سکھلائے اور یہی وہ چند نایاب موتی تھے جنہیں حاصل کرنے کیلئے دور و قریب سے لوگ آپ کے اِرد گرد جمع ہوتے چلے گئے۔

حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم و مغفور حضرت بانی سلسلہ کے عشاق میں

سے ایک تھے آپ نے ان کے دستِ حق پرست پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا تھا جس پر وہ آخری دم تک قائم رہے اور حتی المقدور اپنی زندگی کو انہی خطوط پر گزارنے کی سعی کرتے رہے جو انہیں تعلیم دی گئی تھی۔ احمدیہ انجمن میں آپ کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا اور آپ کی مشاورت کو بہت فوقیت دی جاتی تھی۔ یہ محض اس لئے نہ تھا کہ آپ اصحابِ ثروت میں سے ایک تھے بلکہ اس لئے کہ آپ کو انجمن کے مقاصد "دین کی اشاعت، ہمدردی خلائق" اور قرآن پاک کو دنیا کے نقشہ پر پھیلی ہوئی اقوام میں پھیلانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اور آپ اپنی تمام تر مساعی کو اس مقصدِ وحید کے لئے بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ اور آپ ہر لمحہ خدا تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو اپنے پیشِ نظر رکھتے تھے۔

جب ہم ایک طرف حضرت میاں صاحب ممدوح کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں کہ وہ دن رات اشاعتِ دین کے غم میں گھلے جا رہے ہیں اور شب و روز اسی ادھیڑبن میں لبیر ہو رہے ہیں کہ کس طرح دنیا کی تمام زبانوں میں کلامِ الٰہی کو اقوام و ملل تک پہنچایا جا سکے۔ اور دنیا خاتم النبیین حضرت سرورِ کائنات فخرِ موجودات افضل الانبیاء کے بابرکت وجود سے وابستہ ہو کر اپنی عاقبت کی فکر کرے اور دوسری طرف ہم قرآنی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو ہمیں دو مقام ایسے نظر آتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو "رجال" کے نام سے یاد کیا ہے یعنی یہی لوگ درحقیقت عظیم الشان کہلانے کا حق رکھتے ہیں جو خدا سے کئے ہوئے عہد کو نبھاتے ہیں اور پھر ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں ذرا بھی باک محسوس نہیں کرتے کہ یہ لوگ اپنے وجود کے ذریعے حضرت امام الزمان کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اس آسمانی وجود نے ایسے وجود پیدا کئے جو خدا تعالیٰ کی زبان سے "رجال" کہلانے کے حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"مومنوں میں سے کچھ عظیم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے
کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی
نذر کو پورا کر دیا۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو ابھی انتظار کر رہے
ہیں اور انہوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

"عظیم ہیں وہ لوگ جن کو ان کی تجارت اور بیع و شراء اللہ تعالیٰ
کے ذکر سے غافل نہیں کر دیتیں۔"

حضرت شیخ میاں محمد مرحوم و مغفور کی زندگی ایک مکمل کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے وہ عہدِ جوانی سے لے کر آخری دم تک جماعت احمدیہ سے وابستہ رہے اور دامے درمے قدمے اور سخنے انجمن احمدیہ کی خدمت کرتے رہے اور جہاں تک ان کا بس چلا انہوں نے اشاعتِ دینِ حنیف کیلئے کوشش کی۔ وہ نہ صرف اپنی اولاد کے لئے بلکہ جماعت کی آنے والی نسلوں کے لئے ایک نیک اور پاک نمونہ اور اپنے نقوشِ قدم چھوڑ گئے ہیں ان کا جماعت احمدیہ سے الحاق قریباً زائد از نصف صدی تک محیط ہے اور دین کی ضروریات اور قرآن کی خدمت کا سوال جب بھی پیدا ہوا آپ نے ہمیشہ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ ------

------- آپ صلح اور محبت اور آشتی اور مودّت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ایک طرف اندرونِ ملک رفاہی اداروں کے ذریعے سے مخلوقِ خدا کی خدمت کر رہے ہیں تو دوسری طرف اکنافِ عالم خصوصاً یورپ میں تبلیغِ دینِ متین کے لئے سرگرم ہیں۔ اور بعض اوقات باوجود پیرانہ سالی اور بیماری اور نقاہت کے باوصف یورپ اور امریکہ اور جزائر کا دورہ محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہاں پر کلامِ پاک پہنچانے کے ثمرات سے آگاہ ہو سکیں۔ اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ کے خطوط سے چند فقرات اور حصے ذیل میں درج کر رہا ہوں کہ آپ کے جذبات اور احساسات کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کیا جا سکے۔

(۱) خدمتِ خلق کا بے پایاں جذبہ۔

آپ کی اپنی زندگی مخلوقِ خدا اور انسانیت کی خدمت کیلئے گویا وقف تھی ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"خدا کے رنگ میں رنگین ہونے کا جو حکم قرآن پاک میں
ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا کے اوصاف میں رنگین
ہو جاؤ جس طرح خدا تعالیٰ تمام جہانوں کی ربوبیت
کرتا ہے تم بھی ربوبیت کرو۔ جس طرح خدا بغیر مانگے
دیتا ہے تم بھی اضطراری رنگ اور رقتِ قلب سے بغیر
سوال کے جو مستحق ہیں خواہ نیک ہیں خواہ بد انہیں دو جس
طرح خدا رحم کرتا ہے تم بھی دوسروں پر رحم کرو تا خدا تم پر رحم کرے۔"

(۲) یورپ میں آپ نے خدمتِ دین اور اعلائے **کلمۃ اللہ** کیلئے ایک ادارہ قائم فرمایا اور دل و جان سے اس مشن کیلئے کام کرتے رہے۔ اپنی اولاد کو نصیحت فرماتے ہوئے اس مشن کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"یہ کام اب میری زندگی میں آپ کے سپرد ہے اور دعا کرتا
ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو توفیق بخشے کہ اس کے مشن کو چلانے
کا جذبہ و فہم بخشے جس سے یہ ایک حقیر سا لیکن جس کی پرورش
آنکھ کے آنسوؤں اور جگر کے خون سے ہوئی ہے۔ زندہ رہے
اور میری موت کے بعد اس کی ہر رنگ میں سرپرستی کی توفیق آپ کو
ملے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ اس کا اپنا مشن ہے وہ خود میری
اس حقیر اور ناچیز خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے گا۔"

(۳) یورپ میں دین کی نشاۃ ثانیہ پر یقینِ کامل کی حد تک قائم تھے اور حضرت امام الزمان کے قول کے مطابق ان کا بھی یہی ایمان تھا کہ۔

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

آپ فرماتے ہیں:۔

"یورپ کی زمین (خدمتِ دین) کیلئے اس قدر زرخیز
ہے کہ بیج ڈالنے کی دیر ہے اسلام کا پھل پیدا ہوگا اور
اور ایک درخت کی صورت اختیار کرے گا لیکن اہلِ دین
بالخصوص ہماری انجمن کی طرف سے جدوجہد اور قربانی کی
کی ضرورت ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہے کہ علماء جوق
در جوق وہاں جائیں اور اپنے عمل اور علم سے دین کی خوبیاں
اور فوائد لوگوں کے ذہن نشین کریں اس سے فتح مبین ہوگی۔"

(۴) قرآن کی خدمت کا جنون کی حد تک آپ کی طبیعت میں جوش تھا آپ فرماتے ہیں۔

"سینہ پھاڑ کر کوئی شخص نہیں دکھلا سکتا کہ اس کی گہرائیوں
کے اندر کیا کیا ارادے ہیں لیکن خدا جو دلوں کا مالک ہے بعض
دفعہ کسی انسان کے ارادوں کو دوسرے بھائیوں کے دلوں
میں بھی ظاہر کر دیتا ہے بشرطیکہ اس کی مشیّت ہو۔ مجھے

اشاعت کے کام میں اس قدر محبت اور شغف ہے کہ وہ
میری ایک غذا ہے اور اگر مجھے یقین بھی ہو جائے کہ اس
کام میں مجھے کوئی ثواب نہیں ملے گا تو بھی میں اس کام
کو چھوڑ نہیں سکتا۔"

یورپ کی اقوام کا فوج در فوج اسلام میں داخل ہونا وہ کچھ بعید نہ سمجھتے تھے اور اپنے کام کو ہر رنگ میں جاری وساری رکھنا اپنا فرض یقین کرتے تھے۔ آپ ایک مکتوب میں رقم فرماتے ہیں۔

"ہم یہاں بے شک مولوی کی نگاہ میں کافر ہیں لیکن یورپ
میں ہم کافروں کے ہاتھ پر لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ دعا کریں
کہ خداوند کریم ہم سے کام لے اور ہم اس عزت سے جو خدمتِ
دین کے کام میں خدا کے نزدیک ہے محروم نہ ہوں....
میں تو اب بھی اس خیال پر قائم ہوں کہ ہم کو بدی سے ڈر کر
بدی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خدا پر بھروسہ کرکے ان لوگوں کو حوالہ
خدا کرکے اپنا اصل کام کئے جانا چاہیئے۔ کام پر ہی تمام تر
توجہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے بھائی ہم کو نہیں جانتے کہ ہم اصل
دینی جذبہ سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں اللہ تعالےٰ کی
رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ اصل حقیقت ان پر کھل جائے۔
دنیا بڑی سرعت سے سفر کر رہی ہے اور وہ وقت قریب
نظر آتا ہے "رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا"
کا نظارہ خدا ہم کو نصیب کرے۔"

حضرت میاں صاحب کی بعض تقریریں تو سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں آپ کو اپنے عقیدے اور موقف پر اس قدر یقین محکم تھا کہ اس عقیدہ سے سرمو انحراف کو خسران و تباب خیال فرماتے تھے۔ ایک روایت درج ذیل ہے۔

"۱۹۵۴ء کے فتنہ کے موقع پر کسی دوست نے کہا
کچھ دنوں کیلئے اعلان کرا دیا جائے کہ احمدی نہیں ہیں
میاں صاحب کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور فرمایا" میری گردن
کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور کہا جائے
کہ احمدیت چھوڑ دو تو میں کبھی نہ چھوڑوں گا خواہ
جان چلی جائے"

یورپ سے آمدہ اطلاعات سے آپ کو جو تسکین قلب نصیب ہوتی تھی اس کا اندازہ ذیل میں وہاں امام کے نام ایک مکتوب سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

"آپ کے بھیجے ہوئے تراشے ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا
باعث ہوتے ہیں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود کے فرمودات
کے مطابق آج روئے زمین کے چاروں اطراف میں دین کا
چرچا ہو رہا ہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم کے انتظامات کی
توفیق مل رہی ہے۔"

(۸) آپ خدمت دین کے کام میں اپنے ساتھیوں کو شریک کرنے کے بہت خواہشمند تھے۔ جماعت کے احباب سے خطاب کرتے ہوئے ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

"پیارے بھائیو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ

اب عمل کا وقت ہے۔ وعدہ کریں اور اس پر پختہ ہو جائیں
باتیں نہ کریں میدان عمل میں آئیں آپ کے سامنے میدان وسیع
ہے زمین زرخیز ہے اس میں تخم ریزی کی ضرورت ہے۔ یہ
آپ کی ذمہ داری ہے آپ اپنی اپنی جگہ سوچ کر قربانی کا مادہ
پیدا کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد معمولی عہد نہیں
ہے میں نے جو باتیں بیان کی ہیں ان پر غور کریں۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ" جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہیں کیا وہ گویا جاہلیت کی موت اس دنیا سے رخصت ہوا"۔ معرفت اور جاہلیت میں یہی ایک دیوار ہے۔ اور جو برکات امام کے دامن سے وابستگی سے حاصل ہوتی ہیں اس کے بغیر ان کا حصول ممکن نہیں ہے۔

حضرت شیخ میاں محمد صاحب مرحوم ومغفور کی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں ایک مضمون میں ان تمام پہلوؤں کو سمویا نہیں جا سکتا۔ اپنے گذرے ہوئے بزرگوں کے ذکر کو تازہ کرنا اسی طرح اچھا لگتا ہے جب ان کے اقوال واعمال اور کردار کو زندہ رکھا جائے اس مضمون کے آخر میں حضرت مولانا محمد علی رح کا ایک فرمان جو آپ نے اس جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے ذیل میں درج کرتا ہوں تاکہ ہم جب اپنے بزرگوں کی یادوں کو تازہ کریں۔ تو ان باتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں جو ضروری اور لازمی اور ہماری شان کے شایان ہیں۔ حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

"آخر میں ایک بات اپنے نوجوان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں
وہ یہ کہ آپ لوگ احمدی قوم کی روایات کو زندہ رکھیں۔ احمدی جماعت
دین کو دنیا میں پھیلانے، قرآن کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے کھڑی
ہوئی ہے۔ اپنی اس روایت کو کمزور نہ ہونے دو۔ میں یقین
دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر عزت کا اور کوئی کام اس
دنیا میں نہیں۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے خدا انبیاء اور
صلحاء کو کھڑا کرتا رہا ہے۔"

دنیا میں اور بھی بے شمار کام ہیں لیکن خدا اور کسی کام کے لئے انبیاء
کو نہیں بھیجتا۔ سو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے کہ اس زمانے میں
جب کہ لوگوں نے تبلیغ دین کے کام کو پس پشت ڈال دیا
ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کو دین کے پھیلانے کے لئے چن
لیا ہے۔ جہاں ہمارے لئے یہ فخر کا مقام ہے وہاں عاجزی اور
گریہ کا مقام بھی ہے کہ جس کام کیلئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بلند لوگوں
کو چنا تھا اس کیلئے اس زمانہ میں ہم ناکارہ اور نالائق لوگوں
کو موقع دیا ہے سو خدا سے توفیق مانگو کہ تم اس کسوٹی پر
پورے اترو۔

میں پھر اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا اور بار بار کہوں گا
کہ اپنی قوم کی روایات کو زندہ رکھو۔ دینی اخلاق وآداب
کی پابندی کرو۔ قرآن کو پڑھو۔ سنو۔ اس پر غور اور عمل کرو
دینی احکام کے احترام کو اپنا شعار بناؤ۔

محترم ملک مظفر اللہ خان صاحب
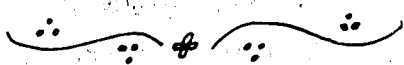
الحاج میاں محمد صاحب مرحوم کی یاد میں

نام نیک رفتگان ضائع مکن　　تا بماند نام نیکت برقرار

۱۹۵۱ء میں جب آپ احمدیہ انجمن کے صدر منتخب ہوئے تو مجھے آپ کے نیاز حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ ان دنوں قبلہ سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم اس عاجز کے غریب خانہ راولپنڈی میں آئے ہوئے تھے، میں نے اپنی خواہش کا اُن سے ذکر کیا کہ میں حضرت میاں محمد صاحب کے نیاز حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بڑی اچھی بات ہے۔ اُن سے ضرور ملو۔ یہ گرمیوں کے دن تھے اور جناب میاں صاحب کوہ مری اپنی کوٹھی دارالسلام جھیکا گلی میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اگرچہ بس وغیرہ کا سفر کرنا اس عاجز کے لئے تکلیف دہ ہوا کرتا تھا لیکن شوق پورا کرتے کھینچے مری چلا گیا اور کوٹھی پر جا پہنچا۔ اگرچہ بچپن سے ہی میری طبیعت اُمراء کی ملاقات سے احتراز کرتی رہی اور رہے۔ اس خیال سے کہ آپ امراء کی لسٹ میں آتے تھے طبیعت میں گرانی تھی کہ شاید آپ کی امارت میری ملاقات کے شوق کو مکدّر نہ کر دے۔ صوفیاء اور فقراء کے متعلق پڑھا ہوا تھا کہ اُمراء کے دروازہ پر جانے کے متعلق اس حدیث شریف کو مدّ نظر رکھا کرتے تھے۔ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ کہ وہ فقیر کتنا بُرا ہے جو کسی امیر کے دروازہ پر حاجت لے کر جاتا ہے" میرے دل و دماغ پر یہ تصور چھایا ہوا تھا فوراً خیال آیا کہ میں تو کوئی حاجت لے کر نہیں آیا۔ صرف نیاز حاصل کرنے کے لئے اس امیر کے دروازے پر اس لئے آیا ہوں کہ اس نے فقیروں کی جماعت کا صدر بننا قبول کر لیا ہے۔ میری پریشانی دور ہوئی۔ اور اندر پیغام بھجوا دیا۔ بلا توقف بازیابی کیلئے طلب کر لیا۔ اگر حضوری کیلئے تاخیر اور توقف ہوتا تو شاید ملے بغیر ہی واپس آ جاتا۔ سوچتا رہا کہ اُن کے اندر یہ ملاقات بے تکلفانہ کا جذبہ کس کے عمل اور صحبت نے سمو دیا تھا۔ ان ہی کی زبانی سنئے۔

میاں صاحب موصوف اور اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ میاں محمد اسماعیل صاحب کی حضرت مسیح موعود سے ایک ملاقات کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں۔

"ایک بار آپ (یعنی میرے بڑے بھائی حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب) حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ قادیان میں حضرت اقدس کی ملاقات نہایت سہل تھی۔ ایک تو پانچ وقت نمازوں میں حضور کے نیاز حاصل ہو سکتے تھے دوسرے کسی وقت بھی دروازہ کھٹکھٹانے پر حضرت اقدس جس حالت میں ہوتے باہر تشریف لے آیا کرتے تھے چنانچہ دستک دینے پر حضرت اقدس تشریف لے آئے اور دعا و سلام کے بعد ہمیں اندر آنے کو کہا۔"

اس بات کے نمونہ نے آپ پر اثر کیا۔ جو مجھ جیسے ناچیز کو بلا توقف اندر بلا لیا۔ اطمینان سے اندر پہنچا۔ طبیعت نے اطمینان حاصل کیا۔ نہایت نورانی چہرہ جس میں طمانیتِ قلب کی جھلک نظر آتی تھی۔ تبادلہ خیالات ہوا۔ گفتگو اور اندازِ بیان نے جو رنگ دکھلایا بیان نہیں کر سکتا۔ اس ساری کیفیت کو بیان کرنے کیلئے اعظم علوی مرحوم کے تین شعر رقم کرتا ہوں۔

رُخِ زیبا، دلِ روشن کی ضیاء یاد کروں　　یا ترے مہر و وفا صدق و صفا یاد کروں
حُسنِ اخلاق کا زیور وہ بیاں کا جوہر　　گفتگو یاد کروں طرزِ ادا یاد کروں
کون سے وصف کو کس وصف کو پہلے لکھوں　　جب تری یاد ستائے تو میں کیا یاد کروں

تبادلہ خیالات کے علاوہ ایک بات عرض کی۔ کہا نمازوں میں سرور نہیں آتا۔ فرمانے لگے بڑی خوبی کی بات ہے۔ نقصان کا احساس تو ہے کہ سرور نہیں آتا۔ یہی ایک بات روحانی ترقیات کی نشانی ہے۔ اس پر مفصل روشنی ڈالی۔ اُن کے اس نکتہ نے وہ فائدہ دیا جو بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد میں معتمدین کا ممبر بن گیا۔ آپ کی صدارت میں کتنے ہی اجلاسوں میں شرکت کی۔ بقول مولانا احمد یار صاحب مرحوم ہر نازک مرحلہ پر آپ نے حالات کو سنبھالا اور پھر خرابی پیدا ہونے پر باوجود علالت کمزوری اور شدید گرمی کے لاہور پہنچ جاتے اور اس خرابی کا جب تک تدارک نہ ہو جاتا لاہور میں ہی رہتے۔ مولانا احمد یار مرحوم کی ان باتوں کا خود عینی گواہ ہوں۔ صدارت کے دوران جن مشکلات اور نزاکتوں کا آپ نے مقابلہ کیا، مومن کے بغیر دوسرا آدمی نہیں کر سکتا۔ اس عاجز کی طرف سے تعاونوا علی البر والتقویٰ کا رنگ دیکھ کر بہت خوش ہوتے میری اسی ادا نے مجھے اُن کے قریب کر دیا۔ اور مجھ پر اتنی شفقت کرتے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ جب اجلاس کا دن ہوتا تو مولانا احمد یار مرحوم کو کہتے کہ ملک صاحب کو لکھو کہ اجلاس سے ایک دن پہلے آ جائیں۔ جب آ جاتا تو مختلف مسائل اور پیش آمدہ حالات کی نزاکت سے متعلق مشورہ کیا کرتے جب آپ کو ایک حق بات کا علم ہو جاتا تو پھر اُس پر کسی کی پرواہ کئے بغیر سختی سے عملدرآمد کرواتے۔ کسی نازک موڑ پر اُن کی استقامت میں کبھی کمزوری نظر نہیں آئی۔ ایک دفعہ ایک بات پر بڑے زور دار الفاظ میں کہا۔ میں دین کے معاملہ میں کسی قسم کی بلیک میل نہ ہونے دوں گا۔ ایک دفعہ طباعتِ قرآنی کا معاملہ تھا۔ کچھ لوگ اس میں رکاوٹیں ڈالنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں جو وطیرہ آپ نے اختیار کیا خدائی جلال کا مظہر تھا۔ تمام افراد معتمدین ساقط ہو کر رہ گئے۔ اُن کا وہ جلال جب یاد آتا ہے تو جلال کا مفہوم آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اُن کی محبت اور ہر دلکش ادا نے مجھے اُن کے انتہائی نزدیک کر دیا۔ مجھ سے باقاعدہ خط و کتابت کرتے۔ اُن کے خطوط نصائح اور معرفت کے نکتوں سے مملو ہوتے۔ زمانے کی ستم ظریفی وہ میرے پاس محفوظ نہیں رہے۔ تعلقات اور پیار کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب کبھی موسم گرما میں کوہ مری جانا ہوتا، فیصل آباد سے تہجد گزار کر تقریباً دو صد میل کی مسافت طے کر کے علی الصبح راولپنڈی اس عاجز کے غریب خانہ کی ملحقہ سڑک پر پہنچ جاتے اور ڈرائیور کو حکم دیتے کہ جاؤ اُس دیوانے کو بلا لاؤ جس کی سختی میں بھی مجھے مزہ آتا ہے میں خوشی سے پھولا نہ سماتا کہ یہ عاجز اور جناب میاں محمد صاحب اُن کی اس ادا پر کبھی یہ شعر یاد آ جاتا۔

مجھ پر کرم کیا تو کچھ غضب نہ کیا　　میں غریب اور تو غریب نواز

ایک بار جب اسی طرح تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ ملک صاحب! میں جب کبھی مری جاتا ہوں تو آپ کو سلام کئے بغیر نہیں جاتا۔ اُنہوں نے جب یہ کہا تو مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور یہ شعر یاد آ گیا۔

تواضع ز گردن فرازان نکوست　　گدا گر تواضع کند خوئے اوست

اُن کی ان اداؤں میں جہاں اس عاجز کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی وہاں آپ کے بلند اخلاق اور فروتنی کی زندہ مثال نظر آتی تھی۔

کون سے وصف کو کس وصف سے پہلے رکھوں
جب تری یاد ستائے تو میں کیا یاد کروں۔

ایک دفعہ یہاں گلبرگ میں غالباً کوئی تقریب تھی۔ میں اور قبلہ سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم ان کی کوٹھی پر گئے۔ پیغام بھجوایا۔ صبح کا وقت تھا۔ فوراً اندر بلا لیا اور فرمانے لگے لیٹا ہوا تھا۔ غنودگی سی آ گئی اور کوئی کہتا ہے کہ باہر سید اسد اللہ شاہ صاحب آئے ہیں اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کا یہ مضمون حامل نہیں ہو سکتا۔

محترم چوہدری ریاض احمد صاحب

دعابیہ فیچر

ہستیٔ باری تعالیٰ کے وجود کے دلائل بروئے قرآن کریم

یوں تو مظاہر کائنات میں ہرجگہ اور ہر طرف خلاق عالم کا وجود، اس کی وحدت اور اس کے جلال و جمال کا بھرپور نظارہ دکھائی دیتا ہے، مگر خاص کر موسم خزاں اور بہار میں حیات ثانی (یعنی قیامت) کا بھی ایک واضح ثبوت خود اس عالمِ رنگ و بو میں دکھائی دیتا ہے جس طرح دنیائے حیوانات میں خاص کر دودھ کا جو حیرت انگیز نظام قائم ہے وہ ربّ کائنات کا نوع انسانی کیلئے ایک بیش بہا تحفہ ہے جس کو خدا تعالیٰ خون اور گوبر کے درمیان میں سے اس طرح نکالتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں دودھ جیسے شیریں مشروب سے خلط ملط نہیں ہوسکتیں۔ حالانکہ یہ نظام اتنا نازک اور حیرت انگیز ہے کہ اگر اس میں ذرا سی بھی چوک ہوجائے تو پھر یا تو سارا دودھ گوبر آلود ہوجائے اور یا پھر خون آلود۔ چنانچہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست قدرت کا ایک مظاہرہ قرار دیتے ہوئے اسے نوع انسانی پر ایک احسان قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایسی ہی بہت سی اشیاء جو نوع انسانی کے لئے پروردگار کے بے بہا تحفے ہیں ان تمام مظاہر موجودات میں دانشمندوں کیلئے یقین پرور اور ایمان افروز دلائل و بصائر رکھ دیئے گئے ہیں اور ان دلائل کی تحقیق اور سچائی کا کھوج لگانا اہل دانش کا ہی کام ہے۔ دین حقہ چونکہ ایک فطری و عقلی دین ہے۔ اس لئے وہ اپنی دعوت بھی فطری اور سائنٹیفک طریق پر پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے اپنے صحیفہ میں ہر قسم کے عقلی منطقی اور سائنٹیفک دلائل کو بھی بڑی فراخ دلی سے جگہ دی ہے۔ تاکہ نوع انسانی اس کے معقول حکیمانہ رویہ سے متاثر ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوسکے۔

قرآن مجید میں جس قدر بھی دلائل و شواہد ممکن ہوسکتے تھے وہ جگہ جگہ اسلوب بیان بدل بدل کر سمو دیئے گئے ہیں تاکہ مؤثر طریق پر انسان کے قلب و دماغ کو اپیل کرسکیں اور حضرتِ انسان کے رویّہ میں تبدیلی پیدا کر کے اطاعتِ الٰہی پر مجبور کرسکیں۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پرحکمت کلام میں انسان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

" انّ فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الّیل والنّہار لاٰیٰت لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وّعلیٰ جنوبھم ویتفکّرون فی خلق السمٰوٰت والارض ج ربّنا ما خلقت ھٰذا باطلاً ج سبحانک فقنا عذاب النّار۔ (آل عمران : ۱۹۰ - ۱۹۱)

ترجمہ : زمین و آسمان کی تخلیق اور دن رات کے ہیر پھیر میں عقلمندوں کیلئے یقیناً (وجود باری تعالیٰ اور اس کی قدرت و ربوبیّت کے) دلائل موجود ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور پہلو کے بل (ہر حالت میں) کرتے اور زمین و آسمان کی تخلیق میں تفکّر کرتے رہتے ہیں اور نتیجے کے طور پر وہ پکار اُٹھتے ہیں کہ (اے ہمارے رب! تو نے اس (کائنات) کو بیکار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ تو (بلا مقصد تخلیق سے) پاک و مبرا ہے۔ لہٰذا تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔"

جب اوپر بیان کردہ کلام الٰہی پر غور کرتے ہوئے اپنے گردوپیش واقعات، حالات کا منظر بنظرِ غور مطالعہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے انسان کی نظر اس کائنات پر جاسکتی ہے، جس کا ہم خود ایک حصہ ہیں۔ یہ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، سمندر، پہاڑ، دریا، مخلوقات، نباتات، یہ سب کے سب ہمیں ایک نظام کے تحت کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ہم مشاہدہ سنتے جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی چیز انسان کی پیدا کردہ نہیں ہے اور نہ ہی انسان کے کنٹرول میں ہے۔ سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نظام شمسی ہی کی طرح اور بھی نظام شمسی اس کائنات میں موجود ہیں۔ گویا ایک سے زیادہ سورج موجود ہیں۔ ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنا وسیع نظام بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہو۔ اور لامتناہی سالوں سے چل رہا ہو۔ اور ان کے چلنے میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے پاتا۔ کیا کبھی کسی انسان نے مشاہدہ کیا ہے کبھی جلدی یا کبھی دیر سے سورج طلوع ہوا ہو؟ اس کے جواب میں خود اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر ہر چیز کیلئے قدریں مقرر کیں یعنی کوئی چیز اپنی مقرّر کردہ حد سے تجاوز نہیں کرسکتی جس راہ پر رب تعالیٰ نے اسے لگایا ہے اسی پر چلتی رہے گی۔ جانوروں ہی کی مثال کو لے لیں۔ بکری کبھی گوشت نہیں کھاتی۔ اور شیر کبھی گھاس نہیں کھاتا۔ خود انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی قدرتیں اور طاقتیں عطا کر رکھی ہیں باوجود اس کے بسا اوقات اپنے آپ کو بیبس اور مجبور خیال کرتا ہے کہ اپنے سے اوپر ایسی ہستی کی خواہش کرتا ہے جو ہر چیز پر حاوی ہو۔ مثلاً بیماری جب لمبی ہوجاتی ہے اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی۔ تمام ڈاکٹر مرض کو لاعلاج قرار دے چکے ہیں ایسے میں انسان آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور غیبی امداد کا منتظر رہتا ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا کی شناخت کا عنصر موجود ہے۔ اسی طرح جب سمندری طوفان میں کوئی جہاز یا کشتی گھر جائے تو انسان بے اختیار خدا کو پکارتا ہے اور غیبی امداد کا منتظر رہتا ہے۔ ایسا ہی خشک سالی میں یا حد سے زیادہ بارشوں میں انسان بے بس ہوتا ہے اور آسمان سے غیبی امداد کا منتظر رہتا ہے۔ یہ امر غیبی کیا ہے؟ جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے خدا سے رحم کی امید رکھتے ہیں اور اس کی رحمت کو پکارتے ہیں۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی تمنا کے لئے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " اے رسول جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں کہہ دو میں ان کے بہت قریب ہوں اور میں پکارنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیئے کہ میری اطاعت کریں اور مجھ پر ایمان لائیں۔

یہاں پر ہم پھر اپنے مضمون کے پہلے حصے کی طرف آتے ہیں یعنی " مطالعۂ نظام قدرت"۔ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ زمین و آسمان کی وسعتوں کا اندازہ لگا سکے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ سورج و چاند اس کے فرمان کے تابع ہیں اور زمین پر تمام کی تمام جاندار اشیاء ان کی گردش کے مرہون منت ہیں۔ لیکن یہ سیارے نہیں جانتے اور نہ ہی اپنی مرضی سے ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو پیدا کرنے والے نے انہیں ایسا بنایا ہے۔ فضا سے آسمان کی بارش برسانا اور زمین کا اسے قبول کرنا اور مردہ زمین کا زندہ ہوجانا یہ سب خدا کے کام ہیں۔

پھر فرمایا خلق کُلّ شئٍ وھو بکلّ شئٍ علیم۔ اس خدا نے ہر شے کو تخلیق کیا ہے اسی لئے اس کو ہر شے کی ضروریات کا علم ہے اور مخلوقات کی حاجات و نشو و نما کے متعلق ضروریات کا علم خالق اور موجد ہی کو ہوسکتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ ہم نے یہ کائنات اس لئے پیدا کی کہ تمہارے جسم کی ربوبیت کا انتظام ہو اور اس کا مطالعہ کرنے سے تمہارے قویٰ کی تربیت ہو۔ اس تربیت کے لئے کان اور آنکھ اور قلب عطا کئے۔ کان کیلئے ہوا پیدا کی اور آنکھ کیلئے روشنی۔ کان اور آنکھ پر جو اثرات پڑتے ہیں، ان کے معنی سمجھنے کی قوت قلب میں رکھی گئی ہے۔ ان ذرائع کے ساتھ انسان کا تعلق کائنات کے ساتھ قائم کردیا گیا ہے اور اس طرح وہی کائنات جو اس کے جسم کی نشو و نما کرتی ہے وہی اس کے باطنی قویٰ کی نشو و نمائی کی بھی موجب ہے۔ یہ کائنات اسباب معیشت بھی رکھتی ہے۔ اور ذخیرہ علوم بھی۔ غرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی اور روحانی قویٰ عطا فرمائے ہیں۔ اور دونوں کی تربیت اور ربوبیّت کے سامان بھی مہیّا فرمائے ادھر خدا نے انسان کی فطرت میں اپنی تلاش کا جذبہ رکھ دیا ہے۔ ادھر کائنات کی لاجواب صنعت کاری میں اپنے کمالات اور احسانات کا نقشہ کھینچ دیا اور اسی طرح

(باقی بر صفحہ ۱۶)

ابو سلمان کاشمیری

معرفتِ الٰہیہ مدارِ نجاتِ انسانی

تحقیقِ جدیدہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کائنات کی ہر شے "احساس" رکھتی ہے یہ "احساس" پوری کائنات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہی ہمہ گیر "احساس" یا "حساسیت" مادی اجسام کو تبولیت روح کے خصائص کا حامل بناتا ہے جس کے باعث وہ "ذی روح" ہوتے اور زندگی پاتے ہیں۔ یہی وہ احساس ہے جس کے زیرِ اثر "پتا" حکمِ الٰہی کی اطاعت میں ہلتا ہے یہ آفاقی احساس یعنی (COSMIC CONSCIOU-SNESS) ایک ریسیور کی مانند کام کرتا ہے اور خالق و مخلوق کے درمیان رابطے کا سبب بنتا ہے۔ اس میں "وحیِ الٰہی" یا احکاماتِ خداوندی کو اپنے وجود میں ہمہ وقت جذب کرنے کی بے پناہ صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ دنیا کی ہر شے ہمہ وقت مائل بہ اصلاح و ارتقاء ہے اور یہ "آفاقی احساس" اپنے وجود کی اصلاح و ارتقاء کیلئے وحیٔ الٰہیہ کا ہمہ وقت متقاضی رہتا ہے۔ کائنات کی موجودات کے اسی تقاضے کے پیشِ نظر قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ وحیِ الٰہی کا نزول آسمان سے برسنے والی بارش کی مانند ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر شے سے اس کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ ہر چیز اس سے سیراب و شاداب ہوتی اور نئی زندگی پاتی ہے۔

یہ حقیقت ایسی ہے کہ اسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ یہی حقیقت مقدس اور خدا رسیدہ ہستیوں کے اُس عظیم اور گرانقدر سلسلے کی ہر زمانے، ہر دور میں موجودگی کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ جو خالقِ کائنات اور کائنات میں موجود مخلوقات کے درمیان استواریٔ تعلق کا کام انجام دیتی رہی ہیں۔

اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ روح اپنی نمود و نمائش کیلئے خود کو امرِ ربی سے مادی اجسام کے قالبوں میں داخل کرتی اور انہیں متحرک، فعال اور حساس بناتی ہے۔ گویا روح کا تعلق جن و انس، حیوانات، نباتات اور جمادات سبھی کے ساتھ ابتدائے آفرینش ہی سے قائم ہے۔ یہ تعلق تا قیامت برقرار رہے گا۔ اس تعلق کے قائم کرنے میں جو "ذریعۂ کار" فرما ہے وہ بڑا گوناگوں اور آفاقی ہے۔ یہ لامحدود ہے اور پوری کائنات کی وسعتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی کے طفیل کائنات میں جمالیاتی کیفیات اپنے پُرکشش تاثرات کا انعکاس کرتی ہیں۔ اس کے تحت اصلاح و ارتقاء کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے اور یہی معرفتِ کاملہ کے حصول کا باعث بنتی ہے۔ اس کا انعکاس کم و بیش تمام مخلوقات سے ہوتا ہے تاہم اس انعکاس کی سب سے زیادہ پُرکشش تاثیر اور دلفریب کیفیات بنی نوعِ انسان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

انسان کے لبوں پر رقصاں معصوم مسکراہٹ میں سورج کی چمک سے کہیں زیادہ حسن دلکشی اور دلفریبی پائی جاتی ہے حالانکہ سورج اس کائنات میں زندگی کا سرچشمہ ہے اور اس سے خارج ہونے والی روشنی اور حرارت پر ہر ذی روح کی زندگی کا انحصار ہے اگر یہ نہ ہوتا تو نہ معلوم بچوں کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹیں رقصاں ہوں پاتیں نہ ہی کائنات کا حُسن پُرکشش ہوتا۔

جس طرح سورج روشنی اور حرارت کا انعکاس کر کے تمام مخلوقات کی زندگی برقرار رکھتا ہے اسی طرح خدا کے فرستادہ نبی کے وجود "معرفتِ الٰہیہ" کا ہدایت آفرین نُور منعکس ہو کر بنی نوعِ انسان میں پھیلی ہوئی جہالت کی تاریکیوں کا پردہ چاک کرتا اور انہیں نئی روحانی زندگی عطا کرتا ہے۔ گو نبی ہماری طرح کا گوشت پوست کا انسان ہوتا ہے۔ ہماری طرح ہی اس کی بھی مادی ضروریات ہوتی ہیں۔ تاہم اُس کا ذہن وحیِ الٰہی کے نُور سے منوّر ہوتا ہے جیسا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے بارے میں فرمایا تھا کہ "میں تمہاری طرح کا انسان ہی ہوں مگر مجھ پر وحیٔ الٰہی کا نزول ہوتا ہے"۔ نبی کا وجود ایک صاف شفاف آئینے کی مانند ہوتا ہے جو وحیِ الٰہی کے نور کو اپنے اندر جذب کرتا ہے اور پھر معرفتِ کاملہ کے زیرِ اثر حاصل شدہ "یقینی علم" کی روشنی اپنے وجود سے منعکس کر کے دنیا کے گمراہ لوگوں کو ہدایت و رہبری بہم پہنچاتا ہے۔ معرفتِ کاملہ نبی کے تخیّل کو وہ بلند پروازی اور عظمت عطا کرتی ہے کہ جس کے زیرِ اثر وہ قوانین اور ضابطہ ہائے حیات مدوّن اور مترتب ہوتے ہیں، جن کی تعمیل نوعِ انسانی کی نجات کیلئے بے حد ضروری ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ دستور ہائے حیات یونہی موجود میں نہیں آ جاتے بلکہ ان کی تدوین ایک آسمانی نور ایک روحانی روشنی اور ایک عظیم وحی کے تعلق سے ہوئی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ دساتیر زمینی رشتوں کے تحت مرتب ہونے والے تمام انسانی ضابطوں سے اعلیٰ و افضل اور اغلاط اور نقائص سے پاک ہوتے ہیں۔

تخیل یا ذہنی سوچ کی خاصیت ہر ذی رُوح میں موجود ہوتی ہے۔ البتہ اس کے معیار اور مدارج، موقع محل کی مناسبت سے مختلف اجسام میں مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک گھوڑے یا بیل کا معیارِ ذہانت انسان کے معیارِ ذہانت کی برابری نہیں کر سکتا۔ اسی طرح عام انسانوں کے اذہان کی سوچ وہ نتائج اخذ نہیں کر سکتی جو نتائج انبیاء کرامؑ کے اذہان کی سوچ سے اخذ ہوتے ہیں۔ انبیاء کرامؑ کے وسیلے سے جو علم انسانوں کو ملا ہے اس کے حقائق اس کے دلائل قطعی، یقینی اور ناقابلِ تردید ہیں اور اصلاح و ارتقاء کے لئے قابلِ اعتبار ہیں۔

علوم جدیدہ کے ماہرین کی تحقیقات کے نتیجے میں یہ اعتقاد قائم ہوا ہے کہ صحیفۂ فطرت ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے یہ ہر وقت، ہر زمانے میں انسانی مطالعے کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اور معلوماتِ علمی فراہم کرتا رہتا ہے۔ لہذا ان کے نزدیک یہی رہبر و رہنما ہونے کے لائق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ایسی چیز ہرگز رہنما نہیں ہو سکتی جس کا دروازہ اکثر بند رہتا ہے اور خاص خاص زمانوں میں کھلتا ہو۔ یہ اعتقاد بظاہر بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے اور کئی تعلیم یافتہ نوجوان اسے تسلیم کر کے گمراہ ہو چکے ہیں۔ تاہم صحیفۂ فطرت کو بمقابلہ کلامِ ربّانی کھلا ہوا خیال کرنا کوتاہ اندیشی ہونے کی نشانی ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ محض صحیفۂ فطرت پر نظر کرنے سے اشتباہ دُور نہیں ہوتا۔ صرف نیچر ہی کے سہارے آج تک کوئی منزلِ مقصود تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔ کیونکہ صحیفۂ فطرت کی تمام دلیلیں بخوبی سمجھ میں نہیں آ سکتیں اور نہ ہی اس کے ذریعے حقائق کا صحیح ادراک ہوتا ہے۔ اگر صحیفۂ فطرت کے مشاہدے اور مطالعہ سے حاصل شدہ علم ہی انسان کی رہبری اور رہنمائی کے لئے کافی تھا تو پھر اس کو دیکھ کر نتائج اخذ کرنے والے ماہرین کی جمع کردہ معلومات میں بڑی بڑی غلطیاں کیوں رہ جاتی ہیں۔ ان ماہرین میں ایک دوسرے سے اس قدر شدید اختلافات آخر کیوں رونما ہو جاتے ہیں۔

مہاتما گوتم بدھ، کرشن اوتار، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم جیسی رہبر و رہنما ہستیاں جب راہ گم کردہ انسانوں کو گمراہی سے بچنے کا حکم دیتی ہیں کہ چوری نہ کرو، جھوٹ مت بولو فسادی نہ بنو، افتراق و انتشار نہ پھیلاؤ، قتل نہ کرو۔ امن و آشتی سے رہو، حُسنِ سلوک سے آپس میں معاملات کرو، تو یہ سب باتیں ان کے اپنے ذہن ہی کی اختراعات نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ذہنوں کو معلومات کی یہ روشنی ایک ایسے چراغ سے حاصل ہو رہی ہوتی ہے جو ایک نہایت ہی لطیف پردے کے پیچھے منوّر ہوتا ہے یہ چراغ کبھی گل نہیں ہوتا یہ ازل سے روشن ہے۔ اور ابد تک روشن رہے گا اور انسانی ذہن اس

کے نور سے فیضانِ رشد و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے اس کی روشنی جس دروازے سے چھن چھن کر آتی ہے وہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی کا ذریعہ ماسوائے انبیائے کرامؑ اور اولیائے کرامؒ کے اور کوئی نہیں ہے۔ آج تک کوئی انسان براہِ راست نجاتِ خود خدا تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ خدا خود اپنے نبیوں اور ولیوں کے ذریعے سے انسانوں تک پہنچا ہے یعنی یہی خالق و مخلوق کے درمیان تعلق کی استواری حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عمل میں آتی رہی یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام اس مقصد کے لئے مبعوث کئے گئے۔ مستقبل میں یہ تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں مبعوث ہونے والے اولیائے کرام کے ذریعے بدستور استوار رہے گا۔

گیتا کا فرمان ہے کہ جب مذہب میں بگاڑ آجاتا ہے تو لوگ گمراہ ہوجاتے ہیں۔ تو بھگوان انسانی روپ میں نمودار ہو کر انسانوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ تو اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں ہے قرآن کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی اصلاحِ احوال کیلئے نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا گیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین کے مقام پر فائز کرکے دین کی تکمیل فرمادی گئی اور نبوت کا دروازہ بند کردیا گیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبیؑ ایک اختیار یا اتھارٹی کے تحت لوگوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جب وہ اعلان کرتا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا ہے تو لوگوں کی کثیر تعداد اُسے تسلیم کرنے سے انکار کردیتی ہے۔ اس کی شدید مخالفت پر اُتر آتی ہے اور اس کے مشن کو ناکام بنانے کی تگ و دو میں دن رات ہمہ تن مصروف ہوجاتے ہیں مگر نبیؑ ہر مشکل ہر مصیبت کے مقابلے پر ثابت قدم رہتا ہے۔ یہ ثابت قدمی اُسے مخالفین پر فتح عطا کرتی ہے۔ اور بالآخر اُسے اپنے مشن میں کامیابی و کامرانی حاصل ہوجاتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیائے کرامؑ کا ظہور ہوا ان سب کا مشن ایک ہی تھا۔ ان سب کی تعلیم ایک ہی تھی کسی نبیؑ نے کسی دوسرے نبیؑ سے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ ہر نئے تشریف لانے والے نبیؑ نے اپنے سے پہلے تمام انبیاءِ کرام کی تصدیق کی اور کہا کہ میں بھی اُسی توحید کی تعلیم دینے آیا ہوں جس کی اشاعت سابقہ انبیاءؑ اپنے اپنے دور میں کرتے رہے۔ اس کے باوجود لوگوں کا یہ رویّہ رہا کہ انہوں نے ایک نبی کی اگر اطاعت کی تو دوسرے کو نظر انداز کردیا۔ اس صورتِ حال نے بڑے اختلافات کو جنم دیا۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو ایمان لے آئے مگر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اور ان کے خلاف ایک سازش کرکے بزعم خویش انہیں سولی پر لٹکوا دیا۔ وہ ان کی تعلیم کی افادیت کو نہ سمجھ سکے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے موسوی شریعت کی جگہ کہ جسے یہودیوں نے مسخ کردیا تھا، ایک نئی شریعت پیش کی۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جب ایک حکم منسوخ ہوتا ہے تو اس کی جگہ اُس سے بہتر حکم نازل فرما دیتا ہے یہودی جس شریعت پر عمل پیرا تھے اس کی تعلیم تھی — "آنکھ کے بدلے آنکھ' اور دانت کے بدلے دانت" — تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے مقابل یہ تعلیم دی کہ — "برداشت اور درگزر سے کام لیا جائے، کیونکہ معاف کردینا بدلہ لینے سے کہیں بہتر ہے" — لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اور توحید کی جگہ تثلیث کے قائل ہو گئے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح کے لئے خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور آپؐ نے گم شدہ توحید کو پھر سے دنیا میں قائم کیا تو لوگ آپؐ کی سخت مخالفت پر اتر آئے۔

یہودیوں، عیسائیوں وغیرہ سبھی کو ایک ہی معبود کی عبادت کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس کی وحدانیت سے متعارف کرایا گیا تھا۔ اُنہیں کتبِ سماوی سے نوازا گیا جن میں ایک ہی دین کی تعلیم پیش کی گئی مگر اس کے باوجود ان کتبِ سماوی پر ایمان رکھنے والے آپس میں باہم متفق نہ ہوسکے۔ اور ان میں شدید قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔

کیا اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ خدائی منصوبہ نعوذ باللہ ناقص ہے؟

امرِ واقعہ یہ ہے کہ خدائی منصوبے میں کوئی نقص نہیں۔ نقائص خود ہمارے اندر پائے جاتے ہیں۔ جب ایک زمانہ بغیر روحانی ہدایت کے گزر جاتا ہے تو انسان کے دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ لوگوں میں افراط و تفریق اور ایک نوع کا فساد بپا ہوجاتا ہے۔ امورِ اخلاقی، اعتقادی اور قولی و فعلی سب بگڑ جاتے ہیں۔ جب ایسی صورتِ حال زمانے میں رونما ہو جاتی ہے، تو زمانہ اپنے ابراہیم کی تلاش کرتا ہے۔ دلوں کی زمین جب بنجر اور خشک ہو جاتی ہے تو زمانے میں ایک تغیر و تبدل رونما ہوتا ہے آسمان سے ایک روحانی بارش برستی ہے جس سے مردہ قلوب کو پھر سے تازہ اور روحانی زندگی مل جاتی ہے۔ کیونکہ خالقِ کائنات نے اپنے بندوں سے عہد کر رکھا ہے کہ — تلاش کرو تم پالو گے۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا — کوشش کرو تمہیں کامیابی عطا کی جائے گی — اسی میں تمہاری نجات ہے۔

وحیٔ نبوت کے انقطاع کے بعد پیرویٔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ولایت کا سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔ تاکہ تکمیلِ انسانیت کے لئے تدریجی روحانی ارتقاء کا سلسلہ بدستور جاری رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقتاً فوقتاً علمائے ربانی یعنی اولیائے اللہ کا اُمت میں ظہور ہوتا رہتا ہے۔ تاکہ معرفتِ الٰہیہ کہ جس پر مدارِ نجاتِ انسانی ہے دنیا سے مفقود نہ ہونے پائے۔

جماعتی خبریں

- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محترم مکرم امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ وبنصرہ العزیز بخیریت ہیں۔ صحت نسبتاً بہتر ہے۔ دینی اور جماعتی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں
- حضرت مولینا حافظ شیر محمد صاحب علیل ہیں۔ کمزوری بڑھ گئی ہے۔ احباب اس بزرگ عالم کی صحت عاجلہ کاملہ کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔
- ہمارے محترم دوست کرنل حنیف اختر ملّی کے پسر کیپٹن ودیع بن حنیف کا نکاح مسنون ہمراہ عائشہ ریاض بنت کرنل ریاض احمد درک مؤرخہ ۲ فروری ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک بمقام لاہور چھاؤنی شام ۸ بجے انجام پایا۔ خطبہ نکاح خود کرنل موصوف نے پڑھا جو تمام موجود خواتین و حضرات نے سراہا فالحمد للہ علیٰ ذالک اس خوشی میں کرنل موصوف نے انجمن کو ۱۰۰ روپے عنایت کیے ہیں۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ نکاح مذکور کی کامیابی کے لیے دعا کریں تاکہ یہ رشتہ جانبین کے لیے خیر و برکت کا باعث ہو۔ آمین۔

النبوۃ فی الاسلام۔

اسلام میں نبوت، رسالت، مجددیت و محدثیت کے مقامات کی قرآن مجید، احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں وضاحت اور مسئلہ ختم نبوت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو مرزا غلام احمد بانی تحریک احمدیت کی [illegible] حوالے دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ [illegible] نبوت منسوب کیا جاتا [illegible]

خواتین کا صفحہ

جماعت کے متعلق احمدی خواتین کے فرائض

تنظیم ایک نہایت مبارک اور ضروری کام ہے۔ ہماری جماعت دین کی فوج کا درجہ رکھتی ہے جس کا مقصد دین کی خدمت اور حفاظت ہے۔ اس فوج کی تنظیم استحکام وقت میں دین کا فائدہ ہے۔

عورتیں بھی مردوں کی طرح جماعت کا حصہ ہیں۔ کوئی جماعتی تحریک اس وقت تک صحیح معنوں میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک عورتیں بھی اس میں حصہ نہ لیں اور اپنے دائرہ عمل کے اندر اس کے لیے کوشش نہ کریں۔ لہٰذا تنظیم جماعت کی کامیابی کے لیے احمدی مردوں اور نوجوانوں کے علاوہ احمدی خواتین کی مساعی بھی ضروری ہیں اس کام کو کس طریق پر کرنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں جماعت کے مختلف طبقات کے کیا فرائض ہیں؟ وہ کچھ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ احمدی خواتین انفرادی اور مجموعی دونوں حیثیتوں سے جماعت کا مفید اور سرگرم حصہ بننے کی کوشش کریں۔ ہر ایک احمدی خاتون اور لڑکی اپنے عمل اور کردار کے لحاظ سے دین کا صحیح نمونہ ہو۔ پابندی شریعت، غیرت دینی اور دین کے لیے قربانی، قومی تحریکات میں خود حصہ لینا اور اپنے خاندان کے مردوں اور بچوں کو حصہ لینے کی ترغیب دینا اس کا شعار ہو۔

۲۔ احمدی عورتوں کو اپنے مردوں کے خانگی تفکرات اور گھر کے اخراجات کم کرنے کی انتہائی کوشش کرنا چاہیئے تاکہ مرد دینی کاموں کے لیے زیادہ وقت اور روپیہ دے سکیں۔ اس کے لیے ہمیشہ سادہ معاشرت اختیار کرنی ہو گی۔ اور شادی غمی کی فضول رسموں کو قطعی طور پر ترک کرنا ہو گا۔

۳۔ ہر ایک احمدی خاتون اپنے لڑکوں کی طرح اپنی لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھے۔ جن بہنوں کی بچیاں انگریزی سکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں وہ اس طرف خاص توجہ دیں۔ ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ ہر ایک احمدی لڑکی قرآن و حدیث اور کتب سلسلہ سے لازمی طور پر ضروری واقفیت حاصل کرے۔

۴۔ خواتین کو جماعت کی مالی تحریکات میں حصہ لینے کی حتی الامکان کوشش کرنا چاہیئے اور اس بارہ میں مردوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا چاہیئے۔

۵۔ احمدی خواتین کو آپس میں زیادہ سے زیادہ میل ملاقات رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ عورتیں مردوں کی نسبت آپس میں زیادہ جلد اور زیادہ اچھے مراسم پیدا کر لیتی ہیں۔ سو احمدی بہنیں جہاں تک حالات اجازت دیں آپس میں جلد جلد ملاقات کریں۔ تقریبات میں ایک دوسرے کو بلائیں۔ بیمار بہنوں کی عیادت کو جائیں۔ غریب اور مصیبت زدہ بہنوں کی حتی الامکان امداد کریں۔ جن مقامات پر ہماری باقاعدہ جماعتیں ہیں، وہاں مردوں سے کہہ کر جمعہ اور عیدین کی نمازوں اور قرآن کریم کے درس میں عورتوں کی شرکت کا انتظام کرائیں۔ تعلیم یافتہ بہنیں گھروں میں عورتوں اور بچوں کو خود قرآن کریم کا درس دیں اور سلسلہ کی کتب پڑھ کر سنائیں۔ اگر بڑی جماعتوں میں انجمن خواتین کی شاخیں قائم ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔

۶۔ جلسہ سالانہ دعائیہ پر مردوں کی طرح خواتین بھی باقاعدگی اور شوق سے مرکز میں آیا کریں اور اپنی اجتماعی کوششوں سے نمائش دستکاری کی تحریک کو کامیاب بنائیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ تنظیم جماعت کے سلسلہ میں ہمیں خاطر خواہ کامیابی دے اور مردوں کی طرح خواتین جماعت کو بھی اس کار خیر میں سرگرم حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

سیکرٹری

تنظیم خواتین الاحمدیہ

لاہور

از محترم ابوالمنان صاحب ۔ لاہور

تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں

ع آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اس کا علاج

یہ خدا کا فضل ہے کہ اُس نے ہم میں سے اکثر کو بلا واسطہ احکا عطا کئے جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"جو شخص تم میں سے (میری امت میں پیدا ہونے والے) عیسیٰ ابن مریم کا زمانہ پائے اس کو میرا سلام پہنچائے۔ سلام کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ وہ اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈالے۔"

وہ مامور وقت جب تشریف لائے تو انہوں نے اعلان فرمایا۔ ؎

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

کتنی بڑی حقیقت اور صداقت ہے جس کی طرف حضرت بانیٔ سلسلہ بنی نوع انسان کو اطلاع دیتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ نے جتنے معیار و نشان ایک مامور وقت کی صداقت کو پہچاننے اور پرکھنے کے لئے بیان فرمائے ہیں وہ ایک اور ایک دو کی طرح حضرت مسیح موعود پر من و عن صادق آتے ہیں۔ اور جو تعلیم آپ نے دی ہے اس میں فرمایا:

"سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امید وار ہو جاؤ خدا تعالیٰ کی طرف۔ پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔ اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح اُفتاں و خیزاں اس کی رضا کے دروازے تک اپنی تئیں پہنچاؤ اور اگر یہ بھی نہیں تو مردہ کی طرح اُٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ خیرات کی راہ پیدا کرو نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے آگے محض زبانی لاف و گزاف سے تم بَری نہیں ہو سکتے ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دور کرو۔ بے حیائیوں اور بخلوں اور بد زبانیوں سے پرہیز کرو۔ اور تقویٰ اس کے کہ وہ قوت آوے کہ انسانوں کو دیوانہ سا بنا دے بے قراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔ عجب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان کی چالاکیوں پر سارا دار و مدار ہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ سو تقویٰ سے لو یا حقیر ہو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔" (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۷۵)

اور اس کے رحم کو جذب کرنے، اس کی نعمتوں کا مورد و مصدر بننے کے لئے، اور حقیقی عبد بننے کے لئے جو روحانی پیدا کرنا ضروری ہیں۔ اُن میں علم۔ معرفت۔ اطاعت کے ساتھ ساتھ عملی کیفیت انسان کی ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت کا غلبہ دل پر ہو اور اس میں ایک رقت اور گدازش پیدا ہو کر خدا کے لئے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے تو وہ یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ پس انسان اس سے دھوکہ نہ کھائے کہ میں بہت روتا ہوں اس کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھ دکھنے آجائے گی اور یوں امراضِ چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ لیکن یہ گریہ و بکا نصیب نہیں ہوتا جب تک خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول نہ سمجھے اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو نہ صرف اطلاع بلکہ ایمان۔

طبیب جیسے ایک مریض کو جلاب دیتا ہے اور اس کو ہلکے ہلکے دست آتے ہیں۔ وہ مرض کو ضائع نہیں کرتے جب تک بگری دست نہ آویں جو اپنے ساتھ تمام مواد ردیہ اور فاسدہ کو نے کر نکلتے ہیں۔ اور زخم کی عفونتیں اور زہریں جنہوں نے مریض کو اندر ہی اندر مضمحل اور مضطرب کر رکھا تھا ان کے ساتھ نکل جاتی ہیں تب اس کو شفا ہوتی ہے۔ اس طرح یہ بگری گریہ و بکا آستانہ الوہیت پر ہر ایک قسم کی نفسانی گندگیوں اور مفسد مواد کو لے کر نکل جاتا ہے اور اس کو پاک و صاف بنا دیتا ہے۔ اہل اللہ کا ایک آنسو جو توبۃ النصوح کے وقت بہے ہوا وہوس کے بندے اور ریاکار اور ظلمتوں کے گرفتار کے ایک دریا بہا دینے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے لئے ہے۔ اور یہ خلق کے لئے یا اپنے نفس کے واسطے۔"

(ملفوظات جلد اوّل جدید ص ۲۹۲-۲۹۳)

موجودہ حالات میں ہمارے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عملی تجویز کیا وہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

"تمہارا کام اب یہ ہونا چاہئے کہ دعاؤں اور استغفار اور عبادت الٰہی اور تزکیہ اور تطہیر نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اور اس طرح اپنے تئیں مستحق بناؤ۔ خدا تعالیٰ کی ان عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی مگر تم خواہ مخواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد، کینہ، بغض، غیبت اور کبر اور رعونت اور فسق و فجور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متقیوں کا ہوتا ہے۔" (کشتی نوح [illegible])

پھر فرماتے ہیں۔

"میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو"۔

اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرے تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بد نفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہیں کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنج وقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ ...

(مجموعہ اشتہارات [illegible])

حاصلِ مطالعہ

محمد صالح نور صاحب، کراچی

حضرت مولانا نور الدینؒ کی باتیں

(۱)

"میرے مکرم دوست عبدالرحمان خان مالک مطبع نظامی میرے بھائی کے دوست تھے۔ ان کے پاس کانپور میں ٹھہرا۔ انہوں نے حکیم علی حسین صاحب لکھنوی کی بہت تعریف کی اور دوسرے دن گاڑی میں سوار ہو کر لکھنو روانہ کیا۔ کچی سڑک اور گرمی کا موسم، گرد و غبار نے مجھے خاک آلودہ کر دیا تھا کہ میں لکھنو پہنچا۔ جہاں وہ گاڑی ٹھہری تھی اس کے سامنے ہی حکیم صاحب کا مکان تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اسی وحشیانہ حالت میں مکان میں جا گھسا۔ ایک بڑا ہال نظر آیا۔ ایک فرشتہ خصلت دلربا، حسین، سفید ریش، نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک گدیلے پر چار زانو بیٹھا ہوا۔ پیچھے اس کے ایک نہایت نفیس تکیہ اور دونوں طرف چھوٹے چھوٹے تکیے۔ سامنے پاندان۔ اگالدان، خاص دان۔ قلم دوات، کاغذ دھرے ہوئے ہال کے کنارے کنارے جیسا کوئی التحیات میں بیٹھتا ہے۔ بڑے خوشنما چہرے قرینے سے بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ نہایت براق چاندی کا فرش اس ہال میں تھا۔ وہ قمقمہ دیوار دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ کیونکہ پنجاب میں کبھی ایسا نظارہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا بہر حال اس کے مشرقی دروازے سے اپنا بستہ اس دروازہ ہی میں رکھ کر حضرت حکیم صاحب کی طرف جانے کا قصد کیا۔ گرد آلود پاؤں جب اس چاندنی پر پڑے تو اس نقش و نگار سے میں خود ہی محجوب ہو گیا۔ حکیم صاحب تک بے تکلف جا پہنچا۔ اور وہاں اپنی عادت کے مطابق زور سے السلام علیکم کہا جو لکھنو میں ایک نرالی آواز تھی۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ حکیم صاحب نے وعلیکم السلام زور سے یا دبی آواز سے کہا مگر میرے ہاتھ بڑھانے سے انہوں نے ضرور ہی ہاتھ بڑھایا اور خاک سار کے خاک آلود ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آلودہ کیے۔ اور میں دو زانو بیٹھ گیا۔ یہ میرا دو زانو بیٹھنا بھی اس چاندنی کے لیے جس عجیب نظارہ کا موجب ہوا وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے جو اراکین لکھنو سے تھا اس وقت مجھے مخاطب کر کے کہا کہ :

"آپ کس غریب ملک سے تشریف لائے ہیں۔"

میں تو اپنے تصور کا پہلے ہی قائل ہو چکا تھا مگر "خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد" میں نے نیم نگاہی کے ساتھ اپنی جوانی کی ترنگ میں اس کو یہ جواب دیا۔

"یہ بے تکلفیاں اور السلام علیکم کی بے تکلف آواز وادی غیر ذی زرع کے اُمّیؐ اور بکریوں کے چرواہے کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس میرے کہنے کی آواز نے بجلی کا کام کیا اور حکیم صاحب پر وجد طاری ہوا۔ اور وجد کی حالت میں اس امیر کو کہا کہ :

"آپ تو بادشاہ کی مجلس میں رہے ہیں کبھی ایسی زک آپ نے اٹھائی ہے۔"

اور تھوڑے وقفہ کے بعد مجھ سے کہا کہ آپ کا کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور پڑھانے سے مجھے ایک انقباض ہے میں خود تو نہیں پڑھا سکتا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ اب نہیں پڑھاؤں گا۔ میری طبیعت ان دنوں بہت جوشیلی تھی اور اور حق تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہی کام ہوتے ہیں۔ منشی محمد قاسم صاحب کی فارسی تعلیم نے یہ تحریک کی کہ میں نے جوش بھری اور دردمند آواز سے کہا کہ :-

ما شیرازی حکیم نے بہت ہی غلط کہا : رنجانیدن دل جہل است وکفارۂ یمین سہل"

اس پر ان کو دوبارہ وجد ہوا۔ اور چشم پرآب ہو گئے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا :

"مولوی نور کریم حکیم ہیں اور بہت لائق ہیں آپ کو ان کے سپرد کر دوں گا اور وہ آپ کو اچھی طرح پڑھائیں گے۔"

اس پر میں نے عرض کیا کہ :-

"ملکِ خدا تنگ نیست وپائے مرا لنگ نیست۔"

تب آپ پر تیسری دفعہ وجد کی حالت طاری ہوئی اور فرمایا :

"ہم نے قسم توڑ دی۔"

(۲)

ہم جب مسجد بیت اللہ میں داخل ہوئے تو مطوف کی پہلی آواز یہ تھی کہ یا بیت اللہ اس کی آواز پر میں نے کہا کہ مسنون دعائیں جانتا ہوں میں خود پڑھ لوں گا تو دوسری آواز یہ تھی یا رب البیت۔ اس کی ذہانت پر اس قدر تعجب ہوا کہ آج تک وہ تعجب دور نہیں ہوا۔ تمام مراتب میں اس نے سنن کو نہایت احتیاط سے مدنظر رکھا۔"

میں نے کسی روایت کے ذریعہ سنا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ میں علوم کا اس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف و قوی روایتوں میں امتیاز کرتا میں نے یہ دعا مانگی کہ :-

"الٰہی میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون کون سی دعا مانگوں پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر۔"

روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہو گئی۔ بڑے بڑے نیچریوں۔ فلاسفروں اور دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی حاصل ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوتی گئی۔"

(۳)

"شاہ جی عبدالرزاق صاحب ایک بزرگ تھے میں ان کی خدمت میں اکثر جایا کرتا تھا ایک زمانہ میں مجھ سے سستی ہوئی اور کچھ دنوں کے بعد ان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ نورالدین تم بہت دنوں میں آئے اب تک کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم طالب علموں کو اپنے درس و تدریس کے اشغال سے فرصت بھی کم ہی ملتی ہے۔ کچھ مجھ سے سستی بھی ہوئی۔ فرمانے لگے۔

"کبھی تم نے قصاب کی دکان بھی دیکھی ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ گوشت کاٹتے کاٹتے جب اس کی چھریاں کند ہو جاتی ہیں تو وہ دونوں چھریاں لے کر ایک دوسرے سے رگڑتا ہے۔ چھریوں کی دھار پر جو چربی جم جاتی ہے اس طرح رگڑنے سے وہ دور ہو کر چھریاں پھر تیز ہو جاتی ہیں اور قصاب پھر گوشت کاٹنے لگ جاتا ہے اور اس طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چھریوں کو آپس میں رگڑ کر تیز کرتا رہتا ہے۔"

میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ سب کچھ دیکھا ہے مگر آپ کا اس سے کیا مطلب ہے فرمایا :-

"کچھ ہم پر غفلت کی چادر چھا جاتی ہے کچھ تم پر، جب تم آجاتے ہو تو کچھ تمہاری غفلت دور ہو جاتی ہے کچھ ہماری ۔ اور اس طرح دونوں تیز ہو جاتے ہیں پس ہم سے ملتے رہا کرو اور زیادہ عرصہ جدائی اور دوری میں نہ گذارا کرو ۔"

ان کی اس بات نے مجھے بہت ہی بڑے بڑے فائدے پہنچائے اور ہمیشہ مجھ کو یہ خواہش رہی کہ نیک لوگوں کے پاس آدمی کو جا کر بیٹھنا چاہیئے اس سے بڑی بڑی سستیاں دور ہو جاتی ہیں ۔

(۴)

میں ایک شہر میں مدرس تھا ۔ میرے پاس ایک دوست آکر ٹھہرے اس شہر میں پانی دریا سے لاتے ہیں کنوؤں کا رواج نہیں ۔ دریا پر جانے کا رستہ مدرسہ کے سامنے کو تھا دریا سے کچھ ہندو عورتیں پانی لا رہی تھیں صاف ستھری ساڑھیاں باندھے خوبصورت لباس پہنے اور پیتل کی چمک دار گاگریں سروں پر رکھے آرہی تھیں ان کے پیچھے چند مسلمان عورتیں نیلے نیلے میلے میلے کپڑے پہنے اور مٹی کے کثیف گھڑے سروں پر رکھے آرہی تھیں ۔ میرے وہ دوست باہر کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے انہوں نے مجھ کو آواز دی کہ جلدی باہر آؤ میں گھبرا کر جلدی سے باہر آیا تو مجھ سے کہا کہ :-

"کیا یہ پیچھے جانے والی آگے جانے والیوں سے یہ کہہ سکتی ہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ ۔"

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ کی خواہش

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کو توجہ دلائی ہے کہ "محترم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی ایک معزز و ممتاز شخصیت تھے ۔ ان کی زندگی احمدیہ تحریک سے نہ صرف متاثر تھی بلکہ جماعت کو بھی انہوں نے اپنے علم، اپنے قلم، اپنے مال اور اپنے وقت میں سے بہت کچھ دیا ۔ انجمن اور جماعت کے کاموں میں ان کی پرجوش لگن، بے لوث جدوجہد اور انتھک مساعی [illegible] حیثیت رکھتی تھی ۔ مرحوم موصوف کی وفات کے موقعہ پر انجمن کے پاس اخبار و رسائل کی جملہ آسانیاں حاصل نہ تھیں اس وجہ سے ان کی زندگی، ان کے کام اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر کے مرحوم کی مغفرت کے لئے اپنی دعاؤں اور ان سے محبت کا رسمی اظہار نہ کر سکے ۔ اب جبکہ ہمارے اردو انگریزی اخبار و رسائل کا اجراء ہو چکا ہے ۔ میری خواہش ہے کہ احباب جماعت اور دیگر متعلقین حضرات کچھ وقت کی قربانی دے کر مرحوم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مضامین و تاثرات لکھیں اور جماعتی اخبارات میں شائع ہوں تاکہ جماعت کو بالخصوص نوجوانوں کو ڈاکٹر صاحب کے بارے تعارف ہو اور ان کی زندگی سے اپنے لئے کچھ زاد راہ حاصل کریں ۔"

(ادارہ پیغام صلح حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حوالہ سے احباب و خواتین سے گذارش کرتا ہے کہ وہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور کے بارے میں مضامین ارسال فرما دیں جو شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع ہوں گے)

(بسلسلہ ۱۵ صفحہ)

اپنی ذات و صفات کی نشاندہی کر کے قلب کو اپنی معرفت کے نور سے منور کر دیا ہے ۔ انسان کی طبیعت میں کمالات کی تعریف کرنے اور احسانات کا شکریہ ادا کرنے کی صفات بھی رکھی ہیں ۔ جوں جوں انسان اس کائنات کے رازوں کے علوم سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے ویسے ہی وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت کا معترف ہوتا جاتا ہے ۔

اس نے ہر چیز جس کی تم کو طلب تھی پیدا کر رکھی ہے ۔ انسان کو اپنی تمام حاجات کا کبھی علم نہیں ہوا اور نہ ہو گا ۔ انسان کو کیا علم ہے کہ اس کے جسم کو کیلشیم اور پوٹاشیم اور لوہا اور گندھک اور فاسفورس اور پانی وغیرہ کی کتنی مقدار کی ضرورت ہے ۔ ہر چیز جو ہم نے پیدا کی ہے اس میں اندازہ اور تناسب ملحوظ رکھا ہے ۔ اور اندازہ سے چیزیں پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ یکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ النازعات میں "لوگو تمہارا پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان اور اجرام کا ۔ خدا نے اس کی بلندی کو خوب اونچا کیا اور اس کے نظام فلکی کی تخلیق کو کمال تک پہنچایا ۔ اہل زمین کے آرام کے لئے رات کو تاریک بنایا اور اس کی معاش کیلئے روشنی پیدا کی ۔ پھر زمین کو سورج میں سے نکال پھینکا ۔ اور زمین میں سے پانی نکالا ۔ پھر چارہ نکالا اور پہاڑوں کو بطور لنگر کے ڈال دیا ۔ فرمایا کہ پانی سے سب سے پہلے سبزیاں پیدا ہوئیں پھر کیڑے مکوڑے پھر حیوانات پھر انسان معرض وجود میں آیا ۔

اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے "کُن" اور وہ چیز ہو جاتی ہے ۔ خدا کی شناخت کا دوسرا ذریعہ وحی و الہام ہے ۔ خدا اپنے مقرب بندوں کو الہام کے ذریعے سے آنے والے واقعات سے آگاہ کر دیتا ہے تاکہ لوگوں کو خدا کے ہونے اور بولنے اور سننے پر یقین کامل ہو جائے، حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے بڑے زور کے ساتھ لوگوں کو دعوت دی کہ جس نے خدا کو دیکھنا ہے وہ میرے پاس آئے ۔ حضرت صاحب نے اپنی سچائی کے طور پر ہزاروں پیشگوئیاں بیان کیں ۔ جو حرف بحرف پوری ہوئیں ۔ فرماتے ہیں مضمون بالا رہا ۔ کون انسان ایسا کہہ سکتا ہے ۔ جب تک کہ خدا اسے نہ بتلائے ۔ پھر لیکھرام کی موت کی خبر دیتے ہیں

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کو بخار ہو جاتا ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ شاید طاعون ہو گیا ہے ۔ حضرت صاحب کو علم ہوتا ہے تو فرماتے ہیں اگر محمد علی کو طاعون ہو جائے تو میرا دعویٰ جھوٹا ہے ۔ جاتے ہیں ہاتھ لگاتے ہیں تو بخار غائب ہو جاتا ہے ۔

عام انسان کے مشاہدے میں بھی خدا کی قدرتیں آتی ہیں ۔ بسا اوقات انسان کسی ایسے حادثے سے بچ نکلتا ہے جس میں سے بچ نکلنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا ۔ یا جان لیوا بیماری سے شفایاب ہوتا ۔ ایسی باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ خدا خالق ہونے کے ناطے اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے ۔ اور اپنی صفت رحمیت کے تقاضے سے اپنی مخلوق پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے جس طرح انسان اپنی اولاد کی نافرمانی پر اسے محض اس کی بہتری کے لئے سزا تجویز کرتا ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو خالق ہے وہ اپنے بندوں کو سیدھی راہ پر چلانے کیلئے بندوں کو سرزنش بھی دیتا ہے ۔

پس ہمیں چاہئیے کہ ہم تقویٰ اختیار کریں اور اللہ سے ڈر کر زندگی بسر کریں ۔ اسی پر بھروسہ کریں اور اس کی تسبیح کرتے رہیں ۔ نماز قائم کریں اور برائیوں سے بچیں ۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد ۷۳ | بتاریخ ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ - بمطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء | شمارہ: ۵-۶

ارشادات حضرت بانیٔ سلسلہ

رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی توفیق ملنا خدائی نعمت ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا اس لئے ہے کہ اس سے روزے کی توفیق ملتی ہے خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ وہ قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جا رہا ہے تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں اس لئے اس سے توفیق طلب کرے، مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہتا تو دوسری اُمتوں کی طرح اس امت میں بھی کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھے۔ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور اس حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔

جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ تو ایسا شخص جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔

بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کر اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شئے ہے حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ ص۱۷۵)

تراجم قرآن کریم
عالمی زبانوں میں

حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور کا قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر پہلی مرتبہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمہ نے اپنوں اور غیروں سے دادِ تحسین حاصل کی۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی جنہوں نے بعد میں خود بھی قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، نے حضرت مولانا موصوف کے ترجمہ کے متعلق ۱۹۴۳ء میں فرمایا تھا:

"مولانا محمد علی صاحب نے قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہتم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔"

حقیقت میں حضرت مولانا کا انگریزی ترجمہ غیر زبانوں میں آئندہ تراجم کی بنیاد بنی۔ سب سے پہلے انڈونیشیا جماعت نے اس کا ڈچ ترجمہ ۱۹۳۴ء میں شائع کیا۔ پھر چند سال بعد اسی جماعت نے جاوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۳۹ء میں برلن مغربی جرمنی سے قرآن مجید کا جرمن زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ انڈونیشیا کی آزادی کے بعد انڈونیشیا کی جماعت نے قرآن مجید کا انڈونیشی زبان میں ترجمہ ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد ڈچ، جرمن۔ اور انڈونیشی زبانوں کے تراجم کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۱۹۸۴ء میں مرکزی انجمن نے اس اہم کام کی طرف خصوصی توجہ دی۔ چنانچہ میجر جنرل (ریٹائرڈ) عبداللہ سعید مرحوم و مغفور کی کوششوں سے ہسپانوی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ میکسیکو سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا۔ بیرونی جماعتیں گذشتہ کئی سالوں سے اس سلسلہ میں نہایت جوش اور جذبہ سے مصروف عمل ہیں۔ سرینام جماعت ڈچ ترجمہ کی نظرثانی کر کے دوبارہ شائع کرنے کے انتظامات میں مصروف ہے۔

کینیڈا اور امریکہ جماعت کے اشتراک سے قرآن مجید کا جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ جرمن زبان میں جو ترجمہ شائع ہوا تھا اس پر پھر سے نظرثانی ہو رہی ہے۔ روسی، چینی اور فرانسیسی زبانوں میں تراجم قرآن پر چند ماہ قبل سے کام جاری ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

کلامِ امامؑ

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مُشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دُوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفندیار

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

ہم نے یہ مانا کہ ان کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید
آیتِ لاتیئسوا رکھتی ہے دل کو استوار
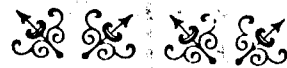
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احباب کے نام

احباب وخواتین سلسلہ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

امید ہے آپ مع اہل وعیال بخیریت ہوں گے۔ رمضان کا مبارک مہینہ مارچ کے آخر میں شروع ہونے کو ہے۔ عبادت الٰہی اور رجوع الی اللہ کیلئے اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تحریک ہوتی ہے اور استجابت دعا کے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گھر میں اور جماعتی طور پر روزے، پنج وقتہ نمازوں، تراویح اور قیام الیل کا التزام کریں ان ایام اللہ میں تلاوتِ قرآن وحدیث وکتب سلسلہ کا مطالعہ کریں۔ اپنی جماعت کی فلاح، دین کے غلبہ، اپنے ملک کی سلامتی واستحکام، امّت مسلمہ کی بھلائی اور بنی نوع انسان کی عمومی بھلائی کیلئے نیم شبی دعائیں کریں۔

ہمارے سیّد ومولا آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"رمضان آتا ہے تو خدا کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، اولیاء امّت حضرت مسیح موعود اور ہماری جماعت کے بزرگوں کی پاک زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں

انسان تو ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے۔ تاہم ہماری جماعت اپنے مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نسبتاً زیادہ محتاج ہے۔ لہذا ہم اپنی نیتوں، ارادوں کو اللہ کے لئے خالص کر لیں۔ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس کے آستانہ پہ جھک جائیں۔ اپنے گداز دل اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اس کے آگے اپنا ہاتھ پھیلائیں اور اللہ کے دین کی نصرت وغلبہ کے لئے دعائیں کریں۔ کہ یہی ہماری جماعت کے قیام کی غرض وغائیت ہے۔ ہم نے حضرت امام زمان کے ساتھ یہی عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے ہم اس عہد کی پاسداری کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ یہ عہد کوئی معمولی عہد نہیں ہے "ان العھد کان مسئولا" عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔

میں اپنی جماعت کے تمام احباب وخواتین، تمام نوجوانوں سے اور تمام بچے بچیوں کو جو اکناف عالم میں جہاں کہیں بھی رہتے ہوں، گزارش کرتا ہوں کہ رمضان کے مبارک لمحات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اپنے دلوں کو اللہ کے لئے، اس کے دین کے لئے اور اس کی راہ میں گامزن جماعت کے لئے پاک وصاف کر لیں۔ ایک ہو جائیں رنجشیں، کدورتیں اور دیگر قسم کے شکوے شکایات چھوڑ کر جماعتی اخوت ومحبّت کا مظاہرہ کریں۔ اور جماعتی کاموں کو اتفاق ویک جہتی کے ساتھ اور ایثار وقربانی کے ساتھ سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نفوس واموال میں برکت ڈالے۔ اور اپنی راہوں پہ چلنے کی توفیق دے۔ والسّلام والدعا

دعا گو

سعید احمد

دارالسّلام۔ لاہور

پندرہ روزہ پیغام صلح — لاہور — مورخہ مارچ ۹۰

برکات کا مہینہ

مارچ کی آخری تاریخوں میں ماہِ رمضان کا آغاز ہو رہا ہے اس مبارک مہینہ کی برکات، عظمت، اہمیت، فضیلت اور خصوصیات کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو روشنی ڈالی گئی ہے ان کو پڑھ کر کون ہے جو اس کی عظمت و برکت کا قائل نہ ہو اس مہینے میں قرآن کریم کا نزول ہوا جو آسمانی شریعتوں میں سب سے آخری جامع و مکمل اور دنیا جہان کے لئے ہے یہ خاتم الکتب ہے جو اللہ کے اس نبی و رسولؐ پر اترا جس پر سب نبوتوں اور رسالتوں کا اتمام و اختتام ہوا۔ اسی لئے آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی و رسول نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ گویا یہ مہینہ ایک طرح سے نزول قرآن کریم کے حوالہ سے قرآن کریم کی سالگرہ کا مہینہ ہے جہاں ہم دیگر طرح طرح کے ایام مناتے ہیں وہاں یوم القرآن منانا بھی ایک مستحسن تقریب ہے جو ... احمدیہ لاہور کے سامنے تو ہمیشہ جہاد بالقرآن کا فریضہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دنیا کی ... بڑی زبانوں میں تراجم قرآن کریم کر کے خدمت دین کا حق ادا کیا ہے اور اس جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہے ایسے قرآن کریم کے تراجم کے بارے میں پچھلے شمارے میں ایک مختصر سا خاکہ شامل ہے۔

اس ماہ کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر ہے جس رات کی عبادت کو ہزار رات کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تمھارے پاس رمضان آیا جو بابرکت مہینہ ہے اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اس میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے جو شخص اس کی بھلائی کے حصول سے محروم ہوا حقیقت میں وہی بے نصیب ہوا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا۔ دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلنے کی وجہ یہ ہے کہ روزہ دار روزہ کی حالت میں ہر برائی سے دور رہتا ہے۔ ایک ماہ کی مشق سے انسان نیکیوں کے راستہ پر گامزن ہو جاتا ہے چنانچہ اس مہینہ کے شروع ہوتے ہی عام طور پر دلوں میں پاکیزگی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے لوگ عبادات الٰہی میں معروف ہو جاتے ہیں نماز تراویح میں انہماک کے ساتھ قرآن کریم سنتے اور درود و وظائف میں شامل ہوتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس مہینہ بھر کی مشق و مشقت کی غرض یہی ہوتی ہے کہ نیکی و پاکیزگی کی عادات اس طرح مستحکم ہو جائیں کہ سال کے گیارہ مہینے انہی فضائل پر قائم رہنے کی عادت پڑ جائے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ رمضان میں نیکی و پاکیزگی کی جو لہر پیدا ہوتی ہے وہ اس مبارک مہینہ کے اختتام کے بعد عام طور پر ختم ہو جاتی ہے اور پھر وہی فسق و فجور اور اخلاقی و معاشرتی برائیاں عود کر آتی ہیں جو رمضان سے پہلے پائی اور پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ چاہیئے تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ماننے والے رمضان شریف کی غرض و غایت کو سمجھ کر ہمیشہ کے لئے پاکیزہ زندگی اختیار کر کے دین کا صحیح نمونہ دنیا میں پیش کریں تاکہ غیر اقوام ان کو دیکھ کر دین کی عظمت کی قائل ہو جائیں۔

رمضان کے ذکر میں ایک بڑی خوش خبری اجابت دعا کے بارے میں بھی دی گئی ہے۔ یہ بھی رمضان شریف کی برکتوں میں سے ایک ہے اور یقیناً ایک بڑی اور اہم ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے :- ترجمہ آیت :-

" اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں "

اس خوش خبری کی طرف ان لوگوں کی خصوصی توجہ درکار ہے جنہوں نے اپنے آپ کو حضرت بانی جماعت کے دامن سے وابستہ کر رکھا ہے اور اس پاک انسان کے ارشاد کے ماتحت خدمت دین کا عظیم الشان کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اس کام کی عظمت اور ہماری کوتاہ دامنی اس بات کی متقاضی ہے کہ ان مبارک ایام میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں اور نصرتِ الٰہی کے حصول کیلئے مجاہدہ کریں۔ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ نے مجاہدہ رمضان کے بارے میں احبابِ جماعت کو جو تلقین فرمائی ہے وہ بھی اس شمارے میں ہدیہ قارئین ہے اس کو پڑھیں اور اس کے مطابق مجاہدہ کریں بالخصوص آج جبکہ ہم پر بڑا نازک وقت ہے حضرت بانی جماعت کے نام اور آپ کی جماعت کے قیام کے متعلق جماعت ربوہ نے جو خیالات و معتقدات پیدا کئے اور ان پر عامۃ المسلمین کا جو ردعمل ہوا ان کا نتیجہ ہے کہ آج عام طور پر حضرت صاحب اور آپ کا ماننے والا ہر فرد اپنے ہی پیارے وطن پاکستان میں ہزار مشکلات کا شکار ہے وہ پیارا وطن جو اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر رمضان شریف کے مہینہ میں عطا فرمایا تھا جس کی جدوجہد، کوشش، مطالبہ، قیام اور استحکام میں ہماری فکری علمی قلمی مالی اور جانی ایثار و قربانی اور نیم شبی دعاؤں کا حصہ دوسروں سے کسی بھی قدر کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو ایک آزاد خداداد مملکت عطا کی اور یہ عطیہ رمضان شریف کے آخری عشرے میں ہی ملا۔ رمضان کے مہینہ کی یہ بھی ایک برکت ہے۔ الٰہی عجائبات میں سے ہے کہ پاکستان کے عالم وجود میں آنے کی رات ٹھیک ۲۷ رمضان کی رات ہے جو روحانی انعامات کے بارش کی رات ہے ۱۴-۱۵ اگست کی درمیانی رات ستائیسویں رمضان کی ہے۔ گو لیلۃ القدر کو ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں رات میں تلاش کرنے کا حکم ہے اور اکثر صلحاء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ستائیسویں ہی ہے اور بالخصوص یہ ستائیسویں جمعۃ الوداع کی رات تھی گویا پاکستان کی پیدائش لیلۃ القدر میں ہو رہی ہے۔

یہ مبارک گھڑی اس بات کی متقاضی ہے کہ یوم آزادی اسلامی کیلنڈر کے حوالے سے اس برکتوں والے مہینے کی ۲۷ ویں تاریخ کو منایا جائے۔ امید ہے ارباب مجاز اس پہلو پر غور کریں گے۔

اپنی مخصوص مجبوریوں اور بعض محرومیوں کے حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان مبارک ایام میں خصوصیت کے ساتھ مجاہدہ کریں اور بڑے الحاح کے ساتھ احکم الحاکمین کی عدالت میں داد فریاد کریں کہ وہ اپنے وعدہ لا نبقی لک من المخزیات شیئاً کے مطابق تنفر کو مہر و محبت میں بدل دے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کی خوشخبری عملی رنگ میں وارد ہو اور اس کے برگزیدہ انسان کی صداقت و عظمت دنیا پر روشن ہو۔ آمین ! ثم آمین !

۲۳ مارچ اور ہماری جماعت

۲۳ مارچ پاکستان کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے مسلم لیگ نے حضرت قائد اعظمؒ کی زیر قیادت اس دن ۱۹۴۰ء میں لاہور کے سالانہ اجلاس میں ایک قرار داد پاکستان پاس کی۔ اس قرار داد میں مستقبل کا لائحہ عمل طے کیا گیا اور حصول پاکستان مسلم لیگ کی منزل قرار پائی۔ یہ اجلاس لاہور کی بادشاہی مسجد کے ساتھ منٹو پارک یا اقبال پارک میں منعقد ہوا۔ یہ ایک یادگار اجلاس تھا اس پارک میں اب بلند و بالا مینار پاکستان اسی تاریخی اجلاس کی یاد دلاتا ہے۔

کافی سالوں کی مسلسل اور پیہم جدوجہد کے نتیجہ میں پاکستان کی خداداد مملکت معرض وجود میں آئی۔ اس وقت برصغیر میں منجملہ دیگر جماعتوں کے دو بڑی جماعتیں سیاسی طور پر سرگرم عمل تھیں ایک انڈین نیشنل کانگریس جس کی تشکیل انگریز حکومت کی حوصلہ افزائی پر عمل میں آئی تھیں جو شروع کے بیس سال میں اعتدال پسند جماعت رہی مگر بعد میں اس پر انتہا پسند غالب آ گئے اس کے ابتدائی جلسوں میں چند مسلمانوں نے بھی شرکت کی جب دیکھا گیا کہ یہ جماعت ہندو مفادات کے تحفظ اور مسلم کش پالیسی پر گامزن ہے تو بیس سال بعد مسلمانوں نے اپنی تنظیم قائم کر لی جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ رکھا گیا جس کے قیام کے اغراض و مقاصد میں مسلمانوں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ شامل تھا اور اس نے مسلمانوں کی ایک الگ سیاسی جماعت کے طور پر مسلمانوں کی بھرپور ترجمانی کی اور مسلمانوں کے جذبات کی عکاسی کی۔ ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہو گئی تھی۔ انگریزوں کے لئے بڑا نازک دور تھا کانگریس نے حکومت کو زیر کرنے کے لئے تشدد کی مہم شروع کر دی۔ کانگریسی وزارتوں کے دوران مسلمانوں سے سلوک ابھی مسلمانوں کے ذہن سے محو نہ ہوا تھا۔ اس نازک موقع پر مسلم لیگ نے حکومت پر دباؤ ڈالا اور قرار داد پاکستان منظور کر لی۔

جماعت احمدیہ لاہور اپنے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے خالصتاً دینی اور تحریکی جماعت ہے تاہم اس نے مسلم مفادات و حقوق کا ہمیشہ خیال رکھا اور سماجی و سیاسی مسلم تنظیموں سے ... تعاون کیا ہے برطانوی دور حکومت میں برصغیر ہند و پاک کی مسلم تنظیمیں دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی تھیں۔ ایک حصہ آل انڈیا کانگریس کا ہمنوا تھا جبکہ دوسرے حصہ کی ہمدردیاں مسلم لیگ سے وابستہ تھیں۔

جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ہمیشہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا اس کے مفادات کو سامنے رکھا اس کی اغراض و مقاصد کو آگے بڑھایا اور اس کے لئے کام کیا۔

اس سال قرار داد پاکستان کی پچاس سالہ جوبلی تقریبات پاکستان میں منائی جا رہی ہیں اور مختلف سیاسی، مذہبی اور سماجی حلقے اپنے اپنے طور پر مختلف الانواع مجالس کا انعقاد کر رہے ہیں اخبار و ملکی اور ابلاغ عامہ کے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بھی خصوصی اشاعتیں اور پروگرام پیش کر رہے ہیں۔ پیغام صلح کے اس شمارے میں ہم اس موضوع پر محترم شیخ حفیظ الرحمن صاحب ایم اے کا ایک مقالہ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

جماعتی خبریں

• اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت نسبتاً بہتر ہے آپ حسب معمول کارِ دینیہ میں مصروف رہتے اور جماعتی امور کی رہنمائی فرماتے رہتے ہیں ملاقات اور مراسلات کا سلسلہ بھی جاری رکھتے ہیں۔ احباب سے استدعا ہے کہ وہ اپنے امیر کی درازیٔ عمر، صحت و تندرستی کے لئے نیم شبی دعائیں کریں۔

• امریکہ کے جناب ڈاکٹر نعمان الٰہی صاحب ماہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں ہونے والی تیسری انٹرنیشنل رابطہ کے اجلاس میں بروقت شرکت نہ کر سکے تھے تاہم آپ گذشتہ جنوری کے دوران پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے تراجم قرآن منصوبہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی۔ مسز تمینہ ساہو خان صاحبہ (جو کینیڈا انجمن احمدیہ کی صدر ہیں) مذکورہ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لائی تھیں مگر انہوں نے واپسی کا سفر ملتوی کر دیا تھا وہ بھی اس گفتگو میں شریک تھیں۔

ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی راہنمائی میں تراجم قرآن منصوبہ کے تحت ۔ دی ریلیجن آف اسلام، محمدؐ دی پرافٹ، اور مسلم پریئر بک، یہ تین کتابیں بھی جرمن زبان میں تیار ہو جائیں گی۔ اور جولائی ۱۹۹۰ء کے تیسرے عشرے میں برلن (مغربی جرمنی) میں ہونے والے احمدیہ کنونشن کے موقعہ پر شائع ہو جائیں گی۔

دعائے صحت

ہماری جماعت کے بزرگ عالم حضرت مولانا شیر محمد خوشابی صاحب گذشتہ ماہ اپنے آبائی شہر خوشاب تشریف لے گئے تھے وہاں پہنچتے ہی ان کو دل کا دورہ پڑا اور وہ صاحب فراش ہو گئے اگرچہ ان کو قدرے افاقہ ہے تاہم مولانا موصوف کی کمزوری بڑھ گئی ہے۔ مولانا گذشتہ چند مہینوں سے عارضہ قلب میں مبتلا ہیں مناسب علاج معالجہ کے باوجود تاحال صحت کاملہ نہیں ہوئی احباب اس معمر اور بلند پایہ عالم فاضل کی صحت عاجلہ کاملہ کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ آپ ہسپتال سے فارغ ہو کر مارچ کے ابتدائی دنوں میں خوشاب تشریف لے گئے ہیں۔

درخواست دعا

لندن مشن کے امام شیخ شریف احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مانچسٹر کے نہایت مخلص و محترم دوست سعید عزیز صاحب کو عارضہ قلب لاحق ہوا اور انہیں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کی ہدایت کی ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بھائی کی صحت عاجلہ کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

الحاج امام اسحاق کی رحلت

ہمارے قارئین کے لئے یہ خبر نہایت رنج و افسوس کی موجب ہوگی کہ تائیوان (فارموسا) کے علاقہ ٹیپی کلچرل مساسک کے الحاج امام اسحاق انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت کے ایک نہایت مخلص و خادم رکن تھے۔ انہیں قرآن کریم کی تفہیم اور عربی زبان پر خوب دسترس حاصل تھی، ان کی وفات حسرت آیات چینی جماعت کے لئے ایک نہایت عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر فتوح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ہم لواحقین و پسماندگان بالخصوص مرحوم کے فرزند ارشید ادر ٹیپی کلچرل ماسک کے اسسٹنٹ امام محترم ایوب صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرحوم امام اسحاق لاہور احمدیہ تحریک کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر ۱۹۶۵ء میں احمدی وفد کے ساتھ پاکستان تشریف لائے تھے۔ مسز تمینہ ساہو خان گذشتہ سال ماہ مئی میں تائیوان گئی تھیں۔ اس وقت اگرچہ مرحوم امام اسحاق کسی قدر عارضہ قلب کے باعث صاحب فراش تھے۔ تاہم انہوں نے قرآن پاک اور دیگر کتب کے چینی زبان میں ترجمہ کے منصوبہ میں گہری دلچسپی لی تھی۔ احباب جماعت سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم

نبی پاک سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ اور آپؐ کی تعلیمات مطہرہ پر مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علیؒ کی ایک جامع اور لائق قدر تالیف ۔ زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم ۔ پہلے پہل انگریزی زبان میں ۱۹۴۸ء میں ایک معروف برطانوی فرم "کمیل اینڈ کمپنی" نے شائع کیا اس وقت سے یہ دلپذیر تالیف عربی اور فارسی سمیت دنیا کی بیشتر زبانوں میں چھپ کر تقسیم ہو چکی ہے۔ حال ہی میں یو۔ ایس۔ اے۔ اور کینیڈا کی جماعتوں کے باہمی اشتراک و ایثار سے اس بہت ہی مقبول کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔

دعاؤں کا مجاہدہ

پیغام صلح کے آئندہ شمارے کی اشاعت و تقسیم سے پہلے ہی برکتوں والے مہینے رمضان کا آغاز ہو چکا ہو گا۔ اس لئے اس شمارے میں ماہ رمضان کے بارے میں چند مضامین شامل ہیں تاکہ احباب ان سے مستفید و مستفیض ہوں۔ ہم اپنے قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ اس مہینے میں خصوصی طور پر دعاؤں کا مجاہدہ کریں۔ اس شمارے میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا اس سلسلہ میں احباب کے نام ایک مکتوب گرامی بھی درج ہے۔

لمحۂ فکریہ

ہمارا پیارا ملک جن مصائب و مشکلات کا شکار ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ سیاسی، مذہبی، اخلاقی، سماجی معاشرتی اور زندگی کے تقریباً سب ہی پہلوؤں میں نہایت ہی دکھ دہ صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ ملک و قوم نہایت ہی ذہنی اضطراب کا شکار ہے اخلاق و قانون میں اور دین کے اوامر و نواہی کی طرف سے جس قدر بے رغبتی و بے حرمتی ہو رہی ہے ماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ تقریباً ہر برائی، بدعملی، بدنگری اور بدامنی نے رواج پالیا ہے اخلاق باختگی کی ہر صورت جلوہ گر ہے۔ فرد اور معاشرہ کا چین و قرار لٹ کر رہ گیا ہے۔ من جملہ ان برائیوں اور قباحتوں کے جو ہمارے پیارے ملک و قوم کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے ایک وبائِ فرقہ واریت کی ہے۔ نت نئے دن فرقہ وارانہ فساد برپا ہے۔ اس وباء نے ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور اموال و نفوس کا اتلاف ہو رہا ہے۔ نہایت قیمتی جانیں اس کی نذر ہو چکی اور ہو رہی ہیں۔ مذہبی رہنماؤں کے قتل کا افسوسناک وقوعہ یکے بعد دیگرے ہو رہا ہے۔ اور انتقام در انتقام کا بازار گرم ہے۔ نہ جانے یہ سلسلہ کہاں جا کر ختم ہو گا افسوس تو یہ ہے کہ یہ خون ناحق دین کے نام پر اور دین کی خاطر ہو رہے ہیں۔ اس دین کے نام پر اور اس دین کی خاطر جس نے اپنے دینی بھائیوں کا خون ان کی عزت اور ان کا مال ان پر حرام قرار دیا ہے۔

ہم اپنے ملک کے تمام مذہبی طبقوں کو نہایت دردمندی اور نہایت دل سوزی کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ دین کے نام پر اور دین کی خاطر ہو رہے ہیں اس دین کے نام پر اور اس دین کی خاطر اس رجحان کی حوصلہ شکنی کریں۔ دینی اخوت و بھائی چارہ کی فضاء پیدا کریں باہمی محبت و اتحاد کو فروغ دیں۔ فرقہ وارانہ اور فروعی مسائل و اختلافات میں صبر و تحمل اور تفہیم و برداشت سے کام لیں۔ انتہاء پسندی اور شدت سے احتراز کریں ہمارا یہ ملک آج کل جن نازک اور پریشان کن حالات سے گذر رہا ہے وہ دین دار دلوں کا باہمی سر پھٹول کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دنیا بھر کی نظر میں آپ کے ملک اور آپ کی قوم پر ہیں۔ وہ ملک جو نظریاتی ملک اور وہ قوم جو نظریاتی قوم ہے ذرا اپنے اندر جھانک کر تو دیکھیں کیا اپنے ان اعمال سے اس نظریہ کی تردید اور تحقیر اور تضحیک کر رہے ہیں؟ آخر ان اقدامات سے دینی، قومی، ملکی اور انسانی تاریخ میں کونسا اور کیسا باب رقم ہو گا اور آئندہ کا انسان کیا سوچے سمجھے گا!

روزہ کے آداب

۱۔ ذکر الٰہی اور صدقات

احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں تلاوت قرآن مجید، ذکر الٰہی اور صدقات و خیرات کثرت سے کیا کرتے تھے آپ نے رمضان کے مہینے کو شھر المواساۃ (ہمدردی کا مہینہ) فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم) "جب رمضان کا مہینہ آتا تو کسی قیدی کو پابند نہ رکھتے۔ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے۔" (مشکوٰۃ کتاب الصوم)

"رسول صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فیاض تھے لیکن آپ کی فیاضی رمضان کے مہینہ میں اور بڑھ جاتی۔" (بخاری شریف)

۲۔ حرام اور ممنوع چیزوں سے اجتناب

ویسے تو اسلام نے ہر حالت میں حرام اور ممنوع چیزوں سے مجتنب رہنے کی تعلیم دی ہے لیکن روزے کی حالت میں خاص تاکید کی گئی ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"جب تو روزے رکھے تو تیرے کان، آنکھ اور تیری زبان، تیرے ہاتھ اور تمام اعضاء ناپسندیدہ اور حرام باتوں سے رکے رہیں۔"

"اور جس کسی نے روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا یا اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے۔" (بخاری شریف)

روزہ کے احکام

۱۔ روزہ کی حالت میں صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانا پینا . . . حرام ہے۔

۲۔ روزہ ہر بالغ، مقیم اور تندرست پر فرض ہے۔ مریض تندرست ہونے پر اور مسافر سفر سے واپسی پر، حیض والی عورت دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے پہلے پورے کریں۔ ارشاد خداوندی ہے

"جو کوئی اس مہینے کو پائے تو چاہیئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں سے روزوں کی گنتی کو پورا کرے۔" (۲ : ۱۸۵)

۳۔ شھد منکم الشھر (جو تم میں سے اس مہینے کو پائے) کے الفاظ نے ان تمام مقامات کو خارج کر دیا ہے جہاں دن رات بہت لمبے ہونے کی وجہ سے مہینوں کی تقسیم نہیں ہوتی اور کئی کئی دن تک، مہینوں تک سورج نہیں نکلتا یا غروب نہیں ہوتا کیونکہ وہاں . . . مہینہ شمار ہی نہیں ہوتا۔

۴۔ بوڑھے مرد، عورتیں، حاملہ عورتیں، دودھ پلانے والی عورت، معذور و اپاہج لوگ، دائم المریض لوگ جن کی بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ مزدور طبقہ جو سخت مشقت سے معاش حاصل کرتا ہے اس قسم کے لوگوں کے لئے اسلام نے آسانی کے طور پر روزہ کے بدلے صرف ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ مقرر کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

"اور جو روزہ رکھنے میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا فدیہ دیں۔" (۲ : ۱۸۴)

۵۔ آدمی بھول چوک سے کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا

۶۔ بے اختیار کچھ قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ ایسی قے آئے کہ روزہ کو جاری رکھنے میں جان یا صحت کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑ دے اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے۔

۸۔ جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ . . . . ۶ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر ساٹھ روزے رکھے۔

فوائد و ثمرات

انفرادی فوائد :

۱۔ روحانی قوت تیز ہوتی ہے :

ماہ رمضان میں روزہ دار کی روحانی قوت تیز ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے صوفیائے کرام ماہ رمضان کو تنویر قلب کا مہینہ کہتے ہیں اس ماہ میں سچی رویا اور مکاشفات کا دروازہ کھلتا ہے روزہ دار خدا کی محبت اور قدرت کا کرشمہ دیکھتا ہے خدا کے مخفی بھیدوں پر اطلاع پاتا ہے۔ قرآن مجید نے روزہ رکھنے والوں کو بھی اسی وجہ سے سائح کہا ہے۔ سائح کے معانی ہیں روحانی منازل طے کرنے والا۔

۲۔ وقت کی پابندی

روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے لئے وقت کی پابندی لازم ہے ایک ماہ کی یہ مشق انسان کو وقت کی پابندی کا عادی بنا دیتی ہے۔

۳۔ تعمیر سیرت

روزہ صرف کھانے پینے کو . . . ترک کرنے کا ہی نام نہیں بلکہ ہر قسم کی برائیاں ترک کرنے کا نام ہے اس وجہ سے جو لوگ برائیوں سے اجتناب نہیں کرتے اور صرف بھوک پیاس کی ہی مصیبت جھیلتے ہیں ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کتنے روزہ دار ہیں جن کو روزہ سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔" (مشکوٰۃ)

۴۔ ضبط نفس

روزہ ضبط نفس کی تعلیم دیتا ہے روزہ دار صبح صادق سے قبل سحری کھا لیتا ہے اور غروب آفتاب تک کسی کھانے پینے والی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا سکتا اور جنسی خواہش سے باز رہتا ہے۔ خواہش راحت پسندی بھی اس کی زد میں آجاتی ہے اس لئے تراویح پڑھنے اور سحری کے لئے اٹھنے سے بھی اس پر کاری ضرب پڑتی ہے۔

۵۔ اللہ کا تصور : روزہ دار اللہ کی ہستی کا تصور زیادہ راسخ کرتا ہے اسلام کی تمام عبادات کی روح اور مقصد اللہ کی ہستی کا تصور انسان کے دل میں جاگزین کرنا ہے کیونکہ اللہ کا تصور ہی انسان کو بدی سے بچاتا ہے جب انسان روزہ رکھتا ہے، بھوک پیاس کے باوجود پوشیدگی میں کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے تو اس کا یہ اجتناب صرف اللہ کو علیم و خبیر جاننے کی وجہ سے ہے کیونکہ روزہ دار جانتا ہے کہ پوشیدہ طور پر کھانے پینے سے لوگوں کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن علیم و خبیر ہستی کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

۶۔ اطاعت امر الٰہی : روزہ اللہ کے احکام کی اطاعت کی مشق کراتا ہے۔ روزے دار اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ماہ تک معینہ وقت کے دوران حلال چیزوں سے اجتناب کرتا ہے اور ایک ماہ تک کی مشق سے انسان کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ راسخ ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"جس شخص نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں وہ بھوکا پیاسا رہے۔" (صحیح بخاری)

۷۔ سادہ زندگی : روزہ انسان کو عیش و تنعم کی زندگی سے نکال کر سادہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

۸۔ طبّی فوائد : جس طرح حد سے زیادہ فاقہ جسم کو کمزور کر دیتا ہے اس سے کہیں زیادہ حد سے زیادہ کھانا پینا انسان کے جسم کو مختلف امراض میں مبتلا کر دیتا ہے جیسا کہ تجربات سے یہ ثابت ہے کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا صحت کے لئے ضروری ہے مختلف بیماریوں کا علاج ہے روزہ سے انسانی بدن میں رطوبت ردّیہ اور غلیظ مواد تحلیل ہو جاتے ہیں۔

اجتماعی فوائد

۱۔ انسانی ہمدردی : ماہ رمضان انسانی ہمدردی اور مواساۃ کا پیغام لیکر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کو "ہمدردی و مواساۃ کا مہینہ" فرمایا ہے۔ انسانی فطرت کے تحت اسلام نے امراء کو بھوک اور پیاس کا عملی احساس دلانے کے لئے روزوں کی تعلیم دی ہے

(دعائیہ اجتماع کے بعد ارتجالاً کہے گئے چند اشعار)

خدا کے دین کے جو ہیں منادی
نویدِ صبح ان سب کو سنا دی
جنہوں نے اک صدی تجدید لٹا دی
وہ ہیں تیرے "قلیلٌ مِن عِبادی"

شرابِ عشق مستوں کو پلا دی
بشارت آسمانی بادہا دی
یہی اک آگ سینوں میں لگا دی
بڑھے جاؤ وہ جنگل ہو کہ وادی

نہ دیکھو گے کبھی تم نامرادی
تمہیں قربانیوں کی یہ جزا دی
جو سیدھی راہ تھی تم کو بتا دی
مخالف جو تھی وہ قوت مٹا دی

دلوں میں جذبہ اور ہمت بڑھا دی
جو تھی دیوار رستے سے گرا دی
یہ ہوگا بالیقیں "قسمے خدا دی"
"تمہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی"

خدا کے فضل نے قسمت بنا دی
عجب اک نہر حکمت کی بہا دی
کلام اللہ کی گھر گھر صدا دی
ہے سیدھی راہ بھٹکوں کو دکھا دی

ترے دیں کی کریں گے جو منادی
کلام پاک نے اُن کو دعا دی
بشارت ان کو جنت کی سنا دی
انہیں کہہ کر پکارا "یا عِبادی"

"یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اَخزی الاعادی"

(محمد صالح نور صاحب کراچی)

افادات حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

صیامِ رمضان اور انکی اصل غرض

روحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

تشہد و تعوذ کے بعد :- یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون .... فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون (۲: ۱۸۳ - ۱۸۶)

ترجمہ :- "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ چند دن، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پاتے ہیں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق اور باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کو، جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔"

ماہِ رمضان کیلئے روحانی غذا

ماہِ رمضان شروع ہونے والا ہے، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں، گو یہ باتیں اس سے پیشتر بارہا سنائی جا چکی ہوں گی لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے اسی طرح یہ روحانی سلسلہ بھی ہے، یہ روحانی غذائیں ہیں جو بار بار ملنی چاہئیں۔ انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اس کی بھلائی کی ہوں انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پرانی باتوں کو بھول جاتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے وہ یہاں سے جا کر نہیں رہتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا اسی طرح درحقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اُسے کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے۔

رویتِ ہلال رمضان کے مہینے میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگرچہ اس زمانے میں لوگ پورے تیس دن ہونے نہیں دیتے یا واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے۔ یا لوگ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں، بہرحال میرے تجربے میں یہی بات آئی ہے۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھے گا اُسے ایک روزہ رکھنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے۔

سحری و افطاری کا وقت صبح ایک وقت ہوتا ہے جسے پو پھٹنا کہتے ہیں یہ صبح سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت سے لے کر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے۔ بعض لوگ بہت جلدی کھا لیا کرتے ہیں لیکن ایک تو اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ دوسرے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت کا انتظار کرتے اور پو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے۔ آجکل چاہیئے کہ انسان ۲ بجے رات اُٹھے۔ آدھ گھنٹہ تک نماز پڑھ لے پھر ڈیڑھ گھنٹہ میں دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر چار بجے کھانا کھا لے۔ جب صبح بین ہو جائے اس وقت کھانا ترک کر دینا چاہیئے۔ بعض لوگ اذان سُن کر چھوڑ دیتے ہیں لیکن تحقیق کر لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں گو آجکل زیادہ تر اذان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے مگر اذان اگر بعض وقت پہلے ہی مل جائے تو اُٹھ کر دیکھ لینا چاہیئے اور پو پھٹنے کا انتظار کرنا چاہیئے۔

روزہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم افطاری پیشتر سے تیار کرا کر رکھتے تھے۔ ہمارے ملک میں لوگ اندھیرے کا انتظار کرتے ہیں مگر جس وقت آفتاب غروب ہو جائے روزہ کھول لینا چاہیئے سُرخی کو غروبِ آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ممنوعاتِ صوم روزوں میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کر دینا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اس قدر ضروری نہیں۔

روزوں کی غرض روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے؟ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو۔ اسلام ہرگز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو۔ پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے تو انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے کہ وہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتا دی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ :- یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ تم پر روزے لکھے گئے ہیں جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے تاکہ تم تقوٰے اختیار کرو، معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقوٰے اختیار کرنا ہے اب اگر کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے لیکن تقوٰے اختیار نہ کرے اس نے کچھ نہ کیا جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتا دی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اس کو اس کی غرض و غایت تک نہ پہنچائے جو اسے بتائی گئی تھی یا جو اس کا مقصود اصلی تھا اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں، مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا تو وہ اس کو وصول تو کرے لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اسکا وہ وصول کرنا کسی کام کا نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا پکڑا جائے گا۔

ہر حکم کی حکمت اسلام کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم۔ الخ۔ تمام قربانیوں کی غرض و غایت اللہ تعالےٰ کا تقوٰے اختیار کرنا ہے۔ رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کے لئے ترک کر دو، ایک تمہاری حلال اور طیب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے۔ تم سخت پیاسے ہو۔ پھر تمہیں بھوک ہے۔ روٹی موجود ہے تم ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں سوائے خدا کے کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی نہیں۔ پھر باوجود اس کے تم نہ کچھ کھاتے ہو اور نہ کچھ پیتے ہو۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں۔ غرض تقوٰے

(بقیہ بر صفحہ ۱۳)

راہِ وفا کے مسافر

حضرت حکیم شاہ نواز مرحوم و مغفور

آپ وطن منٹگمری کے زمیندارہ گھرانہ نظام الدین کھٹی راجپوت کے گھر ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے ۔ کم سنی میں ہی اپنے بڑے بھائی سردار خان کی معیت میں تحصیل علم کے شوق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے ۔ متعدد شہروں اور قصبوں کی بادہ پیمائی کی جس جگہ کسی جید عالم کا پتہ چلتا وہاں چلے جاتے آخر کار "میرا شریف اور گنڈہ کس" ضلع کیمبل پور کے دو دیہاتوں میں تکمیل علم کی ۔ حافظِ قرآن تھے ۔ عربی، فارسی، قرآن، حدیث فقہ اور دیگر شرعی علوم کے علاوہ علم طب میں بھی کمال حاصل کیا ۔ اپنی خداداد قابلیت شرافت اور ذہانت کی بدولت 'گنڈہ کس' کے استاد محترم کا قرب حاصل کر لیا ۔ اور شادی بھی ان میں ہی کے رشتہ داروں میں کر لی ۔ روحانی وابستگی کے سلسلہ میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے بڑے بھائی سردار خان جیسا کہ بعض بزرگوں نے بیان کیا پیر صاحب کے خلیفہ بن گئے اور خود حکیم صاحب نے خداداد علم کی بدولت پیر صاحب سے "آسمانی ملاں" کا خطاب پایا ۔ علم دین اور طب کی تکمیل کے بعد راولپنڈی تشریف لے آئے اور طب کا پیشہ اختیار کیا نہایت قلیل عرصہ میں حیرت انگیز شہرت حاصل کر لی اس دوران روحانی طور پر تسکین قلب نہ ہوئی کسی ہمدرد نے براہین احمدیہ مطالعہ کیلئے دی ۔ پڑھنے کے بعد قادیان تشریف لے گئے اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے ہاتھ پر ۱۸۹۶ء میں بیعت کر لی ۔ اس پر بڑے بھائی سردار خان بگڑ گئے اور درپے آزار ہوئے نیز پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے مریدوں کا تختۂ ستم بن گئے لیکن کوئی ابتلا بھی لغزش کا باعث نہ بن سکا ۔ آخر کار بفضلِ ایزدی بڑے بھائی بھی احمدی ہو گئے ۔ بیعت کے بعد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو عملی جامہ پہنایا ۔ عیسائیوں آریوں، دہریوں و دیگر مذاہب کے علماء سے بحث و مناظرہ و تبادلہ خیالات کا سلسلہ شروع ہو گیا، درس قرآن باقاعدگی سے جاری کر دیا اور درس طب کا آغاز بھی کر دیا، مرزا غلام ربانی صاحب سکنہ موضع قبیل تحصیل گوجر خان بیان کرتے ہیں کہ حکیم صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۱۲ء میں ہوئی ان دنوں مجھے احمدیوں سے سخت نفرت تھی ایک دن کا واقع ہے کہ میں آریہ سماج کے سامنے سے گذر رہا تھا وہاں جلسہ کی وجہ سے بے شمار ہجوم تھا ایک آریہ مقرر دین حقہ پر اعتراض کر رہا تھا اور چیلنج پہ چیلنج کر رہا تھا کہ کوئی مولوی ہے جو میرے اعتراضات کا جواب دے لیکن ہر طرف سے خاموشی تھی یہ نظارہ دیکھ کر مجھے سخت صدمہ ہوا اور کچھ لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا کہ یہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ اس کا جواب نہ دیا جائے ہمارے ایک آدمی نے کہا کہ کیلیاں والی جامع میں بہت سے علماء جمع ہیں ان کو اطلاع کر دو میں وہاں گیا عالموں کے درمیان قضائے عمری پر بحث ہو رہی ہے ۔ میں نے ان کو مخاطب کر کے سارا ماجرا بیان کیا سب خاموش ہو گئے اور ایک مولوی نے کہا کہ آریوں کو بکنے دو ۔ میں پریشان حالت میں واپس ہونے لگا کہ ایک آدمی نے کہا کہ حکیم شاہ نواز احمدی کے پاس جاؤ میں فوراً ان کی خدمت میں پہنچا ۔ حکیم صاحب مریضوں کو دیکھ رہے تھے مجھے سراپا سوال دیکھ کر نہایت محبت سے آمد کی غرض پوچھی میں نے سارا قصہ بیان کر دیا فرمانے لگے فوراً آریہ سماج چلے جاؤ اور جو جو اعتراض وہ آریہ کرے حوالہ مانگ کر نوٹ کرتے جاؤ، میں بھی آیا، میں جلدی سے وہاں پہنچا ۔ آریہ نے اعتراض کیا میں نے زور سے کہا کہ حوالہ بتاؤ میری اس غیر متوقع آواز پر تمام مجمع پر ایک سکوت طاری ہو گیا اور تمام نگاہیں بیک بار میری طرف اٹھیں، آریہ نے گھبراہٹ سے میری طرف دیکھا، حوالہ بتایا، میں نے لکھ لیا پھر جو جو اعتراض وہ دین حقہ پر کرتا میں حوالہ پوچھ کر لکھتا جاتا ۔ اتنے میں حکیم صاحب تشریف لے آئے مناظرہ شروع ہو گیا، حکیم صاحب کے مدلل اور مسکت جوابات پر لوگوں نے جزاک اللہ اور مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند کیں آریہ گھبرا گیا اور اسے جان چھڑانی مشکل ہو گئی، آخر کار ٹال مٹول کر کے لیکچر بند کر دیا اس وقت سامعین کی خوشی کا اندازہ لگانا مشکل تھا پھر مرزا غلام ربانی صاحب نے ایک عیسائی پادری کا واقعہ بیان کیا جو دین حقہ اور قرآن پر اعتراض کرتا تھا اس کے اعتراضات کا بھی تسلی بخش جواب حکیم صاحب سے ملا اس سلسلہ کو دیکھ کر حکیم صاحب نے فرمایا کہ تم ہمارے درس قرآن میں آیا کرو اور جو جو اعتراضات مخالفوں کی طرف سے دین پر کئے جاتے ہیں وہ پیش کر کے جواب لیتے جایا کرو اور یہ بھی کہا کہ میرے جوابات پر تمہیں جرح کرنے کا بھی اختیار ہے ان حالات اور درس میں شمولیت کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ پکے مؤمن ہیں ۔ پھر جوں جوں میں قریب ہوتا گیا میرے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے مجھے توفیق دی کہ میں نے قریباً بیس سپارے حکیم صاحب کے درس میں شامل ہو کر پڑھے، جو لذت میں نے ان کے درس قرآن میں حاصل کی اس کا اندازہ کوئی دوسرا کیسے لگا سکتا ہے اور ان کے معارف قرآن بیان کرنے پر مولانا روم کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

من ز قرآن مغز را برداشتم
استخوان پیش سگاں انداختم

مرزا غلام ربانی صاحب نے فرمایا کہ حکیم صاحب کی معیت میں خارق عادت نظارے دیکھنے میں آئے آپ دین حقہ کے عاشقِ زار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے، با خدا اور خدا نما انسان تھے جو بھی ان کی صحبت میں آیا اکثر کو با خدا بنا دیا ۔

ع صحبت صالح ترا صالح کند

پھر ایک واقعہ علم طب کے متعلق یوں بیان کیا کہ ایک مریض آیا جو غریب تھا دوا دی اور دو آنے وصول کئے اتفاق سے اس کے بعد ایک اور آدمی آیا جو امیر تھا اس نے وہی بیماری بتائی جو پہلے غریب آدمی کو تھی دوا دی اور پانچ روپے وصول کئے ۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی کہ مرض ایک جیسی اور قیمت میں اتنا فرق کیوں ؟ فرمانے لگے میرے پاس اس مرض کے سستے اجزاء والی دوا بھی ہے اور قیمتی اجزاء والی دوا بھی ہے ۔ پہلا مریض غریب تھا اس کو اس کی حیثیت کے مطابق سستے اجزاء والی دوا دی گئی اور دوسرے مریض کو قیمتی اجزاء والی دی، دونوں دواؤں کا فائدہ تقریباً ایک جیسا تھا اگر امیر آدمی کو سستی دوا دی جاتی تو وہ یہ گمان کرتا کہ اس نے مجھے کیا فائدہ دینا ہے

میاں شریف احمد صاحب سکنہ راولپنڈی نے بتایا کہ ان کے والد میاں محمد اسماعیل صاحب کے دل میں ان کے ایک آزاد خیال دوست دین محمد کے منطقیانہ خیالات سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے ان کو رفع کرنے کیلئے اکثر علماء کے پاس گئے لیکن وہ لاحول ولا قوۃ پڑھ کر جواب دینے سے انکار کر دیتے آخر کار کسی نے کہا کہ حکیم شاہ نواز احمدی کے پاس جاؤ چنانچہ وہاں پہنچے حکیم صاحب نے پوچھا کیسے تشریف لائے ہیں ۔ جواباً کہا کہ حکیم صاحب آپ جسمانی طبیب تو ہیں کیا روحانی علاج بھی کرتے ہیں ؟ حکیم صاحب نے کہا فرمایئے کیا بات ہے میاں صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کچھ شکوک پیدا ہو گئے ہیں حکیم صاحب نے کہا ہر معقول انسان کو اعتراض پیدا ہو جاتے ہیں ۔ پھر ان کے اعتراضات کو سن کر تسلی بخش جواب دے کر کہا کہ جو دہریہ آپ کو ملا ہے وہ ان پڑھ ہے اب میں آپ کو عالم دہریہ کے اعتراضات سنا کر ان کے جوابات سناتا ہوں جن سے آپ کی مکمل تشفی ہو جائے گی سو ایسا ہی کیا اس سے میاں صاحب کی تسلی و تشفی ہو گئی دو تین دن تک یہ مجلس ہوتی رہی پھر حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ مرض ایسا نہیں ہے جس کا فوری طور پر علاج ہو جائے اس میں وقت لگتا ہے لہٰذا آپ میرے درس قرآن میں آیا کرو، درس قرآن میں شمولیت کے بعد حکیم صاحب نے براہین احمدیہ کا ایک نسخہ منگوا کر اور اس کی خوبصورت جلد کروا کر میاں صاحب کو دیا اس کے مطالعہ سے تمام دہریت کا زہر دھل گیا اس دوران حکیم صاحب سے والہانہ محبت ہو گئی، آخر کار حکیم صاحب نے حضرت مولوی نور الدین اعظم کے ہاتھ پر بیعت کروا دی پھر ہمارے خاندان کے اکثر افراد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے پھر شریف احمد صاحب نے ایک اور واقعہ بیان کیا ۔ فرمایا پرانا قلعہ پر دو ذلیوں کا ایک خاندان تھا جو پیر جماعت علی شاہ کے مرید تھے جب حکیم صاحب کے علم اور درس قرآن کا چرچا عام ہوا اور جو عالم بھی

مقابلہ پر آیا اس نے شکست کھائی اس کے مدِنظر ایک بار جب پیر جماعت علی شاہ راولپنڈی درزیوں کے ہاں آئے۔ درزیوں نے ان سے استدعا کی کہ آپ حکیم صاحب سے حضرت بانیٔ سلسلہ کے متعلق بحث فرمائیں وہ بڑے عالم ہیں اس پر شاہ صاحب نے کہا کہ مرزائی اور عالم یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ درزیوں نے کہا نہیں جناب وہ بہت بڑا عالم ہے۔ بہرحال پیر صاحب کو بحث پر آمادہ کرلیا۔ پھر درزی حکیم صاحب کے پاس آئے اور بحث کے لئے کہا۔ حکیم صاحب نے ان کو کہا پیر صاحب کو جاکر کہو کہ آج رات کا کھانا میرے ہاں ہی تناول فرمائیں اس کے بعد تبادلہ خیال بھی کرلیا جائے گا۔ اس پر شاہ صاحب نے کہا کہ میں مرزائی کا کھانا نہیں کھاؤں گا اس کو یہاں لے آؤ بہرحال حکیم صاحب مقررہ وقت پر گئے کمرہ میں قدم رکھا پیر صاحب چادر کا گھونگٹ نکالے بیٹھے تھے۔ گھونگٹ اُٹھا کر حکیم صاحب کی طرف جھانکا اور ان کی داڑھی کا مذاق اُڑایا کہا داڑھی بہت چھوٹی ہے، حکیم صاحب نے فوراً جواب دیا کہ اگر جنت داڑھیوں کی لمبائی پر ملتی ہے تو سکھ سارے جنت میں جائیں گے اس پر شاہ صاحب شرمندہ ہو کر رہ گئے اس کے بعد گفتگو کا آغاز ہوا تو شاہ صاحب نے "صرف نحو" کا ایک قاعدہ پیش کر دیا۔ حکیم صاحب خاموش ہو گئے شاہ صاحب بڑے اُچھلے کود کہ جواب کیوں نہیں دیتے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہ تو بچوں کی ابتدائی تعلیم کا قاعدہ ہے میں تو آپ کے ساتھ امام الوقت کی صداقت پر گفتگو کرنے آیا ہوں اس پر پیر صاحب نے کہا کہ میں پہلے آپ کے علم کا امتحان تو کرلوں۔ بعد میں گفتگو کروں گا کیونکہ میں بے علم انسانوں سے گفتگو نہیں کیا کرتا اس پر حکیم صاحب نے "صرف نحو" کی تمام کتب کے حوالے بتاتے ہوئے وضاحت کی۔ پیر صاحب خاموش ہو گئے اور کہنے لگے تو تو عالم ہے اس کے بعد حکیم صاحب نے کہا اب مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپ کے علم کا امتحان لوں، ساتھ ہی "صرف نحو" کا ایک سوال پیش کر دیا پیر صاحب گھبرا گئے اور خاموش ہو گئے اور ایسے خاموش ہوئے کہ کوئی جواب نہ بن آیا۔ حکیم صاحب نے درزیوں کو کہا کہ پیر صاحب کو کہو کہ جواب دیں لیکن پیر صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے اسی کشمکش میں درزیوں نے کہا پیر صاحب دیکھئے آج تک تو آپ ہمارے پیر تھے۔ اس وقت سے آپ ہمارے پیر نہیں ہیں بلکہ مہمان ہیں اب ہم حکیم صاحب کے ساتھ چلے اس کے بعد درزیوں کے تمام خاندان نے احمدیہ جماعت میں ــ ــ ــــــــ ــ ــ ــ۔

ــ ایک اور واقعہ میاں شریف احمد صاحب نے یہ بیان دیا کہ یہاں راولپنڈی میں ایک مولوی جس کو ٹالی والا مولوی کہا کرتے تھے وہ ٹالیوں پر چڑھ کر حضرت بانیٔ سلسلہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہا کرتا تھا اس کے پیش نظر حکیم صاحب نے اس پر مقدمہ کرکے اس کو شہر بدر کروا دیا۔ راقم کا خیال ہے کہ حضرت صاحب نے اپنی کتاب حقیقت الوحی میں اپنی صداقت کا جو نشان نمبر ۱۰۸ درج فرمایا ہے اغلباً اسی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وہ نشان صداقت مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے

"سردار خان برادر حکیم شاہ نواز خان جو ساکن راولپنڈی ہیں۔ میری طرف لکھتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں ان کے بھائی شاہ نواز کی معہ ایک فریق مخالف کے عدالت میں ضمانت لی گئی جس میں مجھ سے بعد اپیل دُعا کرائی گئی تھی۔ اور ہر دو فریق نے اپیل کیا تھا چنانچہ دعا کی برکت سے شاہ نواز کی اپیل منظور ہو گئی اور فریق ثانی کی اپیل خارج ہو گئی قانون دان لوگ کہتے تھے کہ اپیل کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ بالمقابل ضمانتیں ہیں۔ یہ دعا کا اثر تھا کہ دشمن کی ضمانت قائم رہی اور شاہ نواز ضمانت سے بری کیا گیا۔

میاں شریف احمد صاحب نے فرمایا کہ جس وقت مولینا نورالدین صاحبؓ کی بیعت ہوئی حکیم شاہ نواز صاحب نے مخالفت کی اور اعتراض کیا کہ خلیفہ کا خلیفہ کیا معنی رکھتا ہے کسی نے کہا حرج ہی کیا ہے اگر خلیفہ تسلیم کرلیا جائے تو فرمانے لگے تمہیں نظر نہیں آتا کہ "اونٹ کے بعد ٹوڈا بھی ہے" پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے ان کو نورالدین صاحبؓ کی بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہے لہذا آپ نے بیعت نہ کی اس سلسلہ میں مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے مجھے بتایا کہ کچھ لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے اور اب آپ کی بیعت نہیں کی ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا جن لوگوں نے میری بیعت کی ہے وہ میرے مرید ہیں اور جن لوگوں نے بیعت نہیں کی وہ میرے پیر بھائی ہیں۔

بابو عبدالحق جہلمی نے بیان فرمایا کہ حکیم شاہ نواز صاحب اکثر جہلم آیا کرتے تھے اور میرے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ دورانِ قیام باقاعدہ درسِ قرآن دیا کرتے تھے پھر فرمایا کہ جن ایام میں جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب بیمار ہو گئے تو جو مریض بھی آپ کے پاس جاتا اس کو کہا کرتے اب تم حکیم شاہ نواز کے پاس جایا کرو اس کے علاوہ بعض دوسرے بزرگوں نے بیان کیا کہ بیماری کے ایام سے قبل بھی جب کبھی راولپنڈی کے علاقہ کا کوئی مریض آپ کے پاس جاتا اس کو کہا کرتے تمہیں حکیم شاہ نواز کی موجودگی میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے۔

ایک دفعہ پہاڑ کا رہنے والا ایک مولوی راولپنڈی آیا اور اپنے ملنے والوں کو کہنے لگا کہ میں صرف نحو کا بڑا عالم ہوں۔ اگر راولپنڈی میں کوئی عالم ہو تو میرا اس سے مقابلہ کروا دیں اس کے دوست اس کو حکیم شاہ نواز کے پاس لے آئے اور آنے کی غرض بتائی، حکیم صاحب نے اس مولوی کو عربی میں کہا کہ ہم اور تم عربی میں گفتگو کریں گے۔ اس پر مولوی گھبرا گیا اور بات چیت کئے بغیر چلا گیا۔

حکیم صاحب ۲۷، دسمبر ۱۹۱۸ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے آپ کے فوت ہونے پر جو خلاء پیدا ہوا اس کو یکم جنوری ۱۹۱۹ء کے پیغام صلح میں ذیل کے الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔

"موت العالِم موت العالَم۔ عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ ہمارے قارئین کرام حکیم شاہ نواز راولپنڈی کے نام نامی سے خوب واقف ہیں آپ سلسلہ عالیہ کے ان بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے جو علم اور اہل علم سے نہ صرف دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ جنہیں علم کا گہوارہ کہنا بجا ہے۔ کتب دینیہ میں شاید ہی کوئی کتاب ہو گی جس پر آپ کا عبور نہ ہو اور پھر حافظہ اس قدر تیز تھا کہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے حوالہ جات بوقتِ ضرورت بلا تکلّف بتا دیتے تھے ہمیں بسا اوقات کئی ایک مشکل اور اہم ترین مسائلِ دینیہ اور مخالفین کے جواب دینے میں آپ سے استفادہ کی ضرورت پڑی اور ہمیشہ ہی آپ کے علم و فضل سے ہمیں بہرہ وافر حاصل ہوا۔

علومِ دینیہ کے علاوہ فنِ طبابت میں بھی آپ کو کامل دسترس حاصل تھی اور دُور دُور سے لوگ نہ صرف خود چل کر ہی آپ کے پاس علاج کے لئے آتے تھے بلکہ بخوشی خود گرانقدر رقوم بطور فیس آپ کی نذر کر دیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دستِ شفاء عطا کیا تھا۔ افسوس اس قدر خوبیوں کا بزرگ اس قحط الرجال کے زمانہ میں آج ہم سے اُٹھتا ہے اور اپنے پیچھے کوئی بھی اپنا قائم مقام نہیں چھوڑتا۔ قوم کی بدقسمتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ایسے ایسے عالم اس میں سے اُٹھتے چلے جائیں اور کوئی ان کی قائمقامی کرنے والا پیدا نہ ہو

حکیم صاحب موصوف عرصہ سے ضعف قلب کی خطرناک بیماری میں مبتلا تھے، جس کا آخری نتیجہ گذشتہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۸ء کو آپ کی موت کی شکل میں ہوا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

نمازِ جنازہ غائبانہ

جامع مبارک راولپنڈی میں مورخہ ۲/۹ ۹ بعد از نماز جمعہ سید سلطان علی شاہ صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا اور اس کے بعد مجلس میں احباب نے گہرے دُکھ و رنج کا اظہار کیا اور افسوس کیا کہ انجمن کو ان کی رحلت سے ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ اور بوجہ ان کی خدمات جو انہوں نے بطور آڈیٹر و رکن مجلس معتمدین منتظمہ انجام دیں ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی گئی۔

ــــــ ٭٭٭ ــــــ

مجاہدۂ رمضان میں تہجّد کی دعائیں

بہترین دُعا سورت فاتحہ ہے۔ تنہائی کی نماز میں اس کے بعض حصص کو بار بار دہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ انسان کے دل پر ان کا پُورا اثر ہو اور خشوع کی حالت پیدا ہو جائے۔ الحمد للہ رب العالمین کو پڑھتے وقت اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان احسانات اور انعامات پر نظر ہو۔ بعض وقت انسان مصیبت میں ہوتا ہے تو اسے جاننا چاہیئے کہ کئی قسم کی ربوبیت مصائب کے ذریعہ سے بھی ہوتی ہے۔ پھر ایک انسان کی تکلیف سے بعض وقت دوسروں کی ربوبیت ہوتی ہے پھر اس کی وسعتِ ربوبیت پر بھی نظر ہو کہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق سے لے کر اعلےٰ سے اعلےٰ تک کی ربوبیت فرماتا ہے۔ اور باوجود اس کے اس کی وسعتِ مخلوق میں انسان ایک ذرّہ ناچیز ہے۔ پھر بھی وہ اس کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ اصل غرض حمد کی یہ ہے کہ انسان کے دل میں راحت اور سکون پیدا ہو۔ پس یہاں تک حمدِ الٰہی کرے ... ت اسکے قلب میں پیدا ہو جائے۔

(۲) رحمن رحیم مالک کا ذکر کرے تو اس کی بے پایاں رحمتوں پر نظر ہو۔ کس قدر وسیع رحمت ہے۔ کہ مانگے بغیر بھی وہ رحم کرتا ہے۔ مانگنے پر بھی رحم کرتا ہے۔ پھر انسان سے قصور ہو جائے تو مالک کا معاملہ کرتا ہے۔ اور دل میں یہ تڑپ ہو کہ ہمارے ساتھ بھی اللہ تعالےٰ اپنے رحم اور عفو کا معاملہ کرے اس کی ایک نظرِ رحمت سے ہماری ہر قسم کی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔

(۳) ایاک نعبد وایاک نستعین۔ سورۃ فاتحہ کا گویا مرکزی نقطہ ہے اس میں اور اس سے اگلی دُعا میں اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی شامل کرے۔ خدا کی عبادت بھی خدا کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وہی توفیق دے تو انسان غیر اللہ سے امید و بیم سے آزاد ہو کر اس کے آگے گرتا ہے۔ اس موقعہ پر اس عظیم الشان مقصد کو بھی اپنے سامنے لائے جس کے لئے یہ جماعت دنیا میں کھڑی ہوئی ہے۔ اے خدا ہم تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے۔ تیرے کلام کو دنیا میں پہنچانے کی۔ تیرے دین کو دنیا میں پھیلانے کی آرزو رکھتے ہیں اور اس کے لئے اپنے مال اور جان سے تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں مگر تیری نصرت کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔

(۴) اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیہم یہ بہت وسیع دُعا ہے۔ ہر کام میں صراطِ مستقیم کی ضرورت ہے۔ خدا کو پانے کے لئے بھی اس کی ضرورت ہے۔ صحیح رستے سے انسان کا قدم ادھر اُدھر ہو تو ساری کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ اے خدا تیرے وہ بندے بھی ہوئے ہیں جن پر تیری نظرِ رحمت اور توجہ ہوئی۔ جنہیں تو نے خود اپنے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے چُن لیا۔ جن کے دلوں کو تُو نے اپنے فضل سے پاک اور صاف کر دیا۔ جو تیرے ہو گئے ہم اس لائق نہیں مگر انہی پاک اور نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی تڑپ ہمارے دلوں میں ہے ہم بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔ تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنا چاہتے ہیں تو ہماری اس راہ پر راہنمائی فرما۔ اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پھیلانے والے کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

بلکہ تیری نصرتوں اور تیرے انعامات کے مورد ہوتے رہے تو ہمارے اندر وہی تڑپ پیدا کر اور انہی کی طرح ہماری نصرت فرما۔ اور ہمیں کامیابی کے بلند مینار پر پہنچا دے۔ جن لوگوں کے دلوں میں کبھی یہ وساوس پیدا ہوتے ہیں کہ خدا جانے ہم سے کچھ ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ اُن کے لئے صراط الذین انعمت علیہم والا فقرہ ایک تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ جو کوئی بھی خدا کا نام دنیا میں پھیلانے کے لئے اُٹھا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالےٰ کے خاص انعامات کا مورد ہوا ہے۔

فاتحہ کے علاوہ دوسری دُعائیں

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کو بھی سورۃ فاتحہ کی طرح عظمت دی گئی ہے۔ ان کو نمازِ تہجد میں قرأت کے طور پر، یا قنوت کے طور پر پڑھیں۔ آخری آیت دُعا ہی دُعا ہے۔

لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔

نسیان اور خطا انسان کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔ ان کے بدنتائج سے حفاظت ہونی چاہیئے۔ اپنے لئے بھی اور اپنے بھائیوں کے لئے بھی لا تحمل علینا اصراً۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عہد شکنی کے ارتکاب سے بچائے عہد شکنی انسان اور قومیں رد کر دی جاتی ہیں۔ ہم نے بھی ایک کام کو اپنے ذمہ لیا۔ خدا کے ایک مامور کے ہاتھ پر اقرار کیا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ دینی ضرورتوں کو دنیوی ضرورتوں پر ترجیح دیں گے۔ اے خدا تو ہی ہمیں توفیق دے کہ اس عہد پر قائم رہیں۔

اپنے لئے۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اپنے سارے بھائیوں کے لئے دلی درد سے دُعا کریں کہ عہد شکنی کے ارتکاب سے بچے رہیں۔ لا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ اے خدا تو ہمارے ساتھ آسانی کا معاملہ فرما۔ ایسی کوئی تکلیف اور بوجھ ہم پر نہ ڈالیو جس کی برداشت کی طاقت ہم میں نہ ہو۔ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا۔ ہمیں معاف فرما۔ اور جو خطائیں ہم سے ہوئیں اُن کی سزا سے ہمیں بچا اور آئیندہ کے لئے خطاؤں سے ہماری حفاظت فرما۔ اور اپنے رحم اور کرم کی نظر ہم پر فرما کہ ہماری مشکلات کو آسان کر دے۔ فانصرنا علی القوم الکافرین۔ یہ ساری سورت کا خلاصہ ہے۔ یہ وہ صحیح جذبہ ہے جو اللہ تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ ہر مسلمان اور کفر اور اسلام کا مقابلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ اس زمانے میں اسلام انتہا درجہ کی بے کسی کی حالت کو پہنچ گیا ہے۔ اور کفر کی موجیں ہر چیز کو اپنے سامنے بہائے لئے جارہی ہیں۔ دنیا کی زینت اور آرائش کے سب سامان کفر کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر قسم کا غلبہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد یہ کفر اور اسلام کی جنگ کا تاریک زمانہ نظر آتا ہے۔ خود مسلمان بجائے دین کی نصرت کرنے کے کفر کی رَو میں بہے جارہے ہیں۔ اے خدا تو اپنے دین کے نامردوں کی جماعت کی نصرت فرما۔

تیرا وعدہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ۔ یہ دُعا کرتے وقت ہماری نظر اس دجال کی طرف بالخصوص ہو جس کے لئے حضرت اقدس تشریف لائے۔ اور دل میں یہ تڑپ ہو کہ یورپ اور امریکہ کے کفرستان میں اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوں۔

اسی قسم کی دوسری قرآنی دُعائیں جن میں اپنی اور اپنے بھائیوں کی ثابت قدمی کی دُعا ہے مغفرت کی دُعا ہے سکینت کے نزول کی دعا ہے۔ قرأت کے اندر پڑھی جائیں یا قنوت کی حالت میں۔

سجدہ:۔ وہ عاجزی کی انتہائی حالت جب انسان اپنا سر اپنے مالک کی چوکھٹ پر رکھ دیتا ہے۔ دُعاؤں میں سوز و گداز پیدا ہونے کے لئے بہترین حالت ہے۔ اس وقت اپنی زبان میں یا عربی زبان میں جس طرح چاہے دُعائیں کرے۔

انسان کی اصلاح سوائے زندہ خدا پر زندہ ایمان کے نہیں ہو سکتی

خطبہ جمعہ

فرمودہ مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء بمقام جامعہ احمدیہ، دارالسلام کالونی، لاہور

تشہد و تعوذ کے بعد:

سورۃ النساء کی آیات ۵۸ و ۵۹ : انّ اللہ یامرکم ان تؤدّوا الامٰنٰت الیٰ اھلھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذٰلک خیرٌ وّاحسن تاویلًا ہ کی تلاوت کرتے ہوئے اردو میں مندرجہ ذیل ترجمہ کیا:

"اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کیا کرو جو ان کے اہل ہوں۔ اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا کرو، تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ بے شک یہ بہت ہی عمدہ بات ہے جس کی تمہیں اللہ نصیحت کرتا ہے۔ اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلعم) کی اور اپنے میں سے ان کی جو صاحبانِ امر ہوں اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں آپس میں جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول (صلعم) کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے۔"

اور آپ نے فرمایا کہ:

ہم آجکل ۔۔ واقعات کو پیدا ہوتے دیکھ رہے ہیں جبکہ دنیا میں اہم تغیرات بلکہ انقلاب پیدا ہو رہے ہیں۔ پہلے زمانہ میں حکومت عام طور پر فوج کشی سے حاصل کی جاتی تھی۔ اور پھر وہ وراثت میں چلتی تھی۔ عامۃ الناس حکومت بنانے میں اپنا کوئی حق نہیں سمجھتے تھے پھر موجودہ زمانہ میں جمہوریت طلوع ہوئی اور عوام نے حکومت کو بنانا یا توڑنا اپنا حق سمجھا مگر کم لوگوں کو علم ہے کہ موجودہ زمانہ میں اس کی ابتداء اسلام سے ہوئی جیسا کہ آیاتِ قرآنی مذکورہ بالا کی تشریح میں میں عرض کروں گا۔ اور پہلے تو ووٹ زبانی اظہارِ رائے سے یا ہاتھ یا آواز اٹھا کر دیا جانے لگا۔ اور اب تو ووٹ لکھ کر یا نشان لگا کر دیا جانے لگا ہے۔ مگر سب سے حیرت انگیز وہ انقلاب ہیں جو کمیونسٹ یعنی اشتراکی ممالک میں ان دنوں پیدا ہو رہے ہیں یعنی وہ لوگ جو کمیونسٹ نظام کی زنجیروں میں قیدی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے اب ان زنجیروں کو توڑ کر آزادی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جمہوریت کی ہوا ساری دنیا میں چل رہی ہے۔ اور عوام اب اپنا حق سمجھنے لگے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ ان پر حکومت کون کرے۔

دین اور جمہوریت:

مگر سب سے زیادہ حیرت اس بات سے ہوتی ہے کہ آج سے چودہ سو سے زیادہ سال سے پہلے جب ملوکیت کا دور دورہ تھا اور حکومت وراثت میں حاصل ہوتی تھی قرآن پاک نے جمہوریت کی شمع کو روشن کیا جب اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی میں پہلی تو یہ بات فرمائی (تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) کہ "امانتیں ان کے سپرد کیا کرو جو ان کے اہل ہوں"۔ جب لفظ "امانتیں" کی تشریح حضور سرورِ کائنات صلعم نے خود فرما دی کہ امانتوں سے مراد حکومت کے معاملات ہیں (صحیح بخاری ۸۱ : ۳۵) تو پھر کسی اور معنوں کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ حضورؐ دینی احکام اور اجتہادات اور غیب کی خبریں اللہ تعالےٰ سے وحی خفی پاکر دیتے تھے جیسا کہ قرآن کریم نے خود فرمایا ہے کہ وما ینطق عن الھوٰی ہ ان ھو الا وحی یوحیٰ ہ (النجم ۵۳ : ۳، ۴) حضورؐ کی تفسیر کو کسی تصدیق کی ضرورت نہ تھی مگر ضمناً میں کہنے میں حرج نہیں سمجھتا کہ حضورؐ کی تشریح کی تائید مندرجہ ذیل باتوں سے بھی ہوتی ہے۔

الف: اس ہی رکوع میں آیت ۵۴ میں مسلمانوں کو سلطنت دیئے جانے کی پیشگوئی ہے

ب: اس ہی آیت میں اگلا حکم رعایا سے انصاف کرنے کا ہے۔

ج: اور اگلی آیت میں اولامور کے علاوہ جن کو صاحب اختیار قوم نے بنایا ہے اُن کی اطاعت کا ذکر ہے بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے خلاف کوئی بات نہ کہیں۔ اس حکم کی تشریح میں آگے بھی کروں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت کو "امانت" کیوں کہا۔ اس لیے کہ زمین اور آسمانوں کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے اور جس نے ان کو پیدا کیا اور جس کے قوانین اس میں رائج ہیں اس کے سوا اور کون اصلی بادشاہ ہے؟ اسی بات کو سورہ آل عمران میں یوں الفاظ واضح فرمایا ہے قل اللّٰھم مٰلک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک من تشآء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (آیت ۲۵) یعنے کہو کہ "اے اللہ جو ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے تو ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک کو واپس لے لیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ تو ہر چیز پر قادر ہے"۔ میں اس آیت کی بلیغ حکمت کو ایک پچھلے خطبہ میں حال ہی میں واضح کر چکا ہوں۔ تو جو ملک یعنے حکومت کو دیتا ہے اور جب مناسب سمجھے واپس لے لیتا ہے تو ثابت ہوا کہ حکومت کو وہ بطور امانت ہی کسی قوم یا فرد کو دیتا ہے۔ اسی بات کو دوسری جگہ یوں فرمایا ہے کہ واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ (البقرۃ آیت ۲۹) یعنے انسان زمین میں اللہ تعالےٰ کا محض خلیفہ ہے اور اس لیے وہ خود بادشاہ نہیں بلکہ بادشاہ تو اللہ تعالےٰ ہے جیسا کہ میں کبھی بتا آیا ہوں۔

امانت کیا ہے؟

تو قرآن حکیم پہلی بات تو یہ تمام حاکموں پر واضح فرماتا ہے کہ حکومت اللہ تعالےٰ کی امانت ہے۔ اور امانت میں خیانت کرنا کس قدر بری بات ہے یہ سب جانتے ہیں دوسری بات یہ فرمائی کہ رعایا جس نے تمہیں اپنے پر حکومت سونپی ہے ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے معاملات کو انصاف سے طے کیا کرو۔ اس لیے ایسا نہ ہونے دو کہ رشتہ داری، دوستی، طرفداری یا اس قسم کی کسی وجہ سے تم انصاف نہ کرو۔ قرآن کریم تو وہ عجیب کتاب ہے کہ اس نے دشمن تک سے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے کہ ولا یجرمنّکم شنآن قومٍ علیٰ الّا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ ز واتقوا اللہ ط انّ اللہ خبیرٌ بما تعملون (سورۃ المائدۃ: آیت ۸) یعنے "کسی قوم کی دشمنی (یا اس سے نفرت) تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ کے محاسبہ یا سزا سے اپنے آپ کو بچالو۔ بیشک

اللہ تم جو عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔" اس سے زیادہ کیا عدل و انصاف پر زور دیا جاسکتا تھا تو جب دشمن سے انصاف کرنے پر اس قدر زور دار تحدید قرآن پاک نے دی ہے تو جو حاکم اپنے لوگوں سے بے انصافی کریں یا رشوت کھا کر بے انصافی کریں اُن سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے "اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے" کے الفاظ جو اس خطبہ کے شروع میں مَیں نے پڑھے تھے ان کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو تمہاری باتوں کو سنتا ہے اور جو تم عمل کرو اسے دیکھتا ہے وہ اسی زندگی میں بے انصافی کی سزا دے سکتا ہے۔ آخرت میں انسان کا محاسبہ تو اس کے نامہ اعمال کے مطابق ہوگا۔

عدل وانصاف:

اسلامی حکومت کے لیے پہلی ضرورت جو قرآن کریم نے مقرر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ہر معاملہ میں عدل و انصاف قائم ہو تبھی امن قائم ہوسکتا ہے۔ اور جن لوگوں کو کوئی اختیار حاصل ہو یا وہ کسی بھی برتری کے مالک ہوں وہ اپنے اختیارات کو انصاف سے استعمال کریں تو ہی لوگ چین پاسکتے ہیں جو ایک اچھے ملک کی پہلی ضرورت ہوتی ہے۔ دُوسری بات جو کتاب اللہ نے اسلامی حکومت کے لیے ضروری ٹھہرائی ہے وہ اس خطبہ کی دوسری آیت میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ اسلامی سلطنت کہلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں قوانین وہ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول (صلعم) نے دیئے ہیں یعنی اس کے قوانین قرآن حکیم اور سنت کے مطابق ہوں۔ اور اس کے بعد اولی الامر (صاحب اختیار) لوگ مثلاً دینی رہبر۔ یا حکومت کی قانون ساز اسمبلی یا میونسپل کمیٹی یا حکومت کے کسی محکمہ کے بنائے ہوئے قوانین کی فرمانبرداری بھی ضروری ہے۔ مگر اگر ان میں سے کسی قانون یا حکم سے کسی کو اختلاف یا شکایت ہو تو فردّوہ الی اللہ والرسول یعنے اللہ اور اس کے رسول (صلعم) کی طرف رجوع کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اور سنت کے مطابق اس معاملہ کا فیصلہ کرو۔

جمہوریت کی تعریف:

یہاں ایک غلط خیال کو جو بہت عام ہے دور کرنا ضروری ہے اور وہ غلط خیال یوں پیدا ہوا کہ مشرقی ممالک پر عرصہ دراز تک مغربی اقوام کی حکومت رہی ہے اور ان حاکموں نے ہمارے دل و دماغ میں بات ٹھونس دی کہ جو اہلِ مغرب کرتے ہیں وہی ٹھیک ہوتا ہے۔ اگرچہ اب مغربی اقوام کی سیاسی غلامی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دور ہو گئی ہے مگر وہ ذہنی غلامی جو وہ پیدا کر گئے تھے وہ ابھی تک دور نہیں ہوئی۔ اور جب تک وہ ذہنی غلامی دور نہ ہوگی مشرقی ممالک اصل معنوں میں آزاد نہیں ہوں گے۔ اسی ذہنی غلامی کی وجہ سے مغرب زدہ لوگ جمہوریت کی تعریف وہ کرتے ہیں جو اہلِ مغرب نے کی ہے اور جس کے الفاظ شاید یوں ہیں:۔

GOVT. OF THE PEOPLE, FOR THE PEOPLE, BY THE PEOPLE

جس کا لفظی ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے کہ:

"حکومت عوام کی ہو، عوام کے لیے ہو اور عوام خود حکومت کریں۔"

اگر اس تعریف کو عملی جامہ پہنانے میں احتیاط نہ کی جائے تو اس کا نتیجہ MOB RULE (طوائف الملوکی) ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ یعنے یا تو ہر شخص جو چاہے وہ کرتا ہے یا عوام کی بنائی ہوئی حکومت جو چاہے وہ کرتی ہے اور اس کا نتیجہ مثلاً ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض مغربی حکومتوں نے خلاف فطرت افعال کو بھی جائز قرار دیدیا ہے۔ انسان چاہے وہ ایک فرد ہو یا لوگ وہ مل کر بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ سبحان یعنے غلطیوں سے پاک ہے اور اس کا رسول (صلعم) اسکی وحی خفی پا کر دینی راہنمائی کرتا ہے اس لیے ان کے فیصلہ میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہوسکتا۔ یعنے قرآن پاک اور اس کی مطابقت میں احادیث نبوی میں اطاعت ہو تبھی لوگ فلاح یعنے دینی اور دنیوی کامیابیاں حاصل کرسکتے ہیں اور یوں وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرسکتے ہیں ورنہ ان کی تخلیق بے کار جاتی ہے جس کا نقصان وہ خود اٹھا کر دنیا اور آخرت میں دُکھی ہوتے ہیں حالانکہ بروئے قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی جنت یعنے سکھ اور خوشی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت میں لوگوں کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اور ان کی اطاعت میسر نہ آنے کی وجہ سے ہی دنیا میں آج بدامنی، بے چینی، اتباع ہوا و ہوس بدکاری اور اس کے نتیجہ میں ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ آج دنیا کو اسلام کی ضرورت ہے۔ اس خوبصورت نام کے دو معنی ہیں اور ان دونوں میں نسلِ انسانی کی پوری رہنمائی آجاتی ہے۔ یعنے اسلام کے ایک معنے تو فرمانبرداری کے ہیں اور وہ اسی کی ہونی چاہیئے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس لیے وہی جانتا ہے کہ اس نے کس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا ہے اور کس طریقہ سے وہ اس مقصد کو پاسکتا ہے۔ اسی معنوں میں اللہ اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کرنے کا حکم مضمر ہے اور لفظ اسلام کے دوسرے معنے "امن" میں داخل ہوجانے کے ہیں۔ دونوں معنوں کو ملا کر لفظ اسلام میں انسان کی پوری رہنمائی آجاتی ہے کہ اگر وہ دنیا اور آخرت میں سکھ اور چین میں رہنا چاہتا ہے تو اسے اللہ اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت میں وہ دونوں مل سکتے ہیں۔

اولی الامر

تیسری اطاعت جس میں انسان کی بھلائی ہے وہ یہ ہے کہ وہ "اولی الامر" (جن کی تشریح میں پچھلے پیراگراف میں کر آیا ہوں) کی اطاعت کرے۔ مگر جیسا کہ پچھلے پیراگراف میں مَیں نے اس بارہ میں جو قرآنی حکم ہے اس کی تشریح میں عرض کیا تھا "اولی الامر" کی اطاعت ایسی ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی راہ پر چلنے میں انسان کی خیر اور اچھا انجام مضمر ہے جیسا کہ آج کی آیت مبارکہ میں فرمایا کہ ذٰلک خیرٌ و احسن تاویلا۔ انسان بذاتِ خود کچھ نہیں جانتا کہ اس کی خیر کس میں ہے ورنہ آج دُنیا دُکھی کیوں ہوتی؟ اور نہ انسان جانتا ہے کہ جو وہ کر رہا ہے اس کا کل انجام کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہی یہ دونوں باتیں بتا سکتا ہے۔

قرآن حکیم نے آج سے چودہ سو سال سے زیادہ قبل ایک اور جمہوریت کا زرّین اصول مقرر فرمایا جس کی نظیر دنیا کی کسی اور الہامی کتاب میں نہیں ملتی جب فرمایا کہ وامرھم شوریٰ بینھم (الشوریٰ آیت ۳۸) جس میں فرمایا کہ اپنے امور مشورہ سے طے کیا کرو۔ یا فرمایا کہ وشاورھم فی الامر (آل عمران آیت ۱۵۸) یعنے ان کو اپنے مشوروں میں شامل کرلیا کرو۔ اور حضور سرورِ کائنات نے اس پر ایسا عمل کرکے دکھایا کہ آپؐ تمام اہم معاملات میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے سوائے اس کے کہ وحی الٰہی سے کوئی حکم یا ہدایت نازل ہوئی ہو۔

حاکم کون ہو؟

کچھ اور باتیں قرآن کریم میں حاکموں کے بارہ میں ملتی ہیں۔ ایک موقعہ پر جب بنی اسرائیل نے اس وقت کے اپنے نبیؑ سے کہا کہ ہمارے لیے بادشاہ آپ مقرر کریں تو انہوں نے طالوت کو نامزد کیا۔ مگر بنی اسرائیل کے اس زمانہ کے سردار جو توقع رکھتے تھے کہ ان میں سے کسی کو چنا جائے گا معترض ہوئے کہ انی یکون لہ الملک

۔۔۔۔ فی العلم والجسم (البقرۃ ۲۔ ۲۴۷) یعنے انہوں نے کہا کہ اسے (طالوت) کو ہم پر بادشاہی کس طرح مل سکتی ہے اور ہم اس کی نسبت بادشاہی کے زیادہ حقدار ہیں (بلحاظ خاندانی ہونے کے) اور اسے مال و دولت کی فراخی بھی میسر نہیں۔ تو نبیؑ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اسے چند امور میں تم پر فضیلت دی ہے۔ اور وہ ہیں (۱) نیکی یعنے عمدہ کریکٹر (۲) حکومت یا انتظامی معاملات کا علم (۳) عمدہ صحت (۴) اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایسا دل دیا ہے کہ وہ وقت پڑنے یا مصیبتوں میں پرتسکین رہتا ہے۔ ان میں سے آخری دو امور کی میں کچھ مزید تشریح کروں۔ میں نے اپنی سروس کے دوران سربراہانِ مملکت کو قریب سے دیکھا ہے۔ اول شرط عمدہ صحت کی ہے سو میں نے دیکھا ہے کہ سربراہِ مملکت کی اگر صحت ٹھیک نہ رہتی ہو تو حکومت کے معاملات چوپٹ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسری شرط بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ سربراہِ مملکت اگر مشکل یا مصیبت کے وقت گھبرا جائے تو بہت سے نقصان ہو جاتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے حالات میں وہ تسکین قلب سے اور خدا تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے فیصلہ کرے۔

انسان کی جوابدہی

احادیث نبویؐ بھی حکومت کے بارہ میں کئی ایک ہدایات دیتی ہیں۔ اول تو یہ کہ ہر حاکم سے قیامت کے روز سوال کیا جائے گا یعنے ہر حاکم اپنی حکومت کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کے آگے جوابدہ ہوگا۔ جب حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنے صرف بادشاہ یا سربراہِ ملک ہی خدا تعالےٰ کے آگے جوابدہ نہ ہوگا بلکہ قوم کا ہر فرد پوچھا جائے گا جس کی حضورؐ نے تشریح خود فرما دی کہ ہر گھر کا سربراہ اپنی بیوی بچوں بلکہ ملازموں تک کے بارہ میں جوابدہ ہوگا۔ اس لیے کہ بیوی بچے اور ملازم اس کے ماتحت ہیں اور وہ ان کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں یا ان سے کیسا سلوک کرتا ہے اس کے بارہ میں وہ جوابدہ ہوگا۔ اسی طرح حضورؐ نے ہر بیوی کے بارہ میں بھی فرمایا ہے کہ وہ بھی خاوند کے مال اور عزت اور بچوں اور ملازموں کے بارہ میں پوچھی جائے گی۔ اسی طرح ہر ملازم بھی جوابدہ ہوگا اس لیے کہ اپنے مالکوں کے مال و عزت کا وہ بھی امین ہوتا ہے۔

حاکم اور رعایا

اسی طرح اور بھی ہدایات احادیث نبویؐ میں ملتی ہیں مثلاً یہ کہ (۱) رعایا پر ایسا ٹیکس نہ لگایا جائے جسے وہ برداشت نہ کر سکے۔ (۲) مسلم اور غیر مسلم رعایا سے برابر کا سلوک کیا جائے۔ (۳) جابر یا ظالم حاکم کے آگے حق بات کہنا افضل جہاد ہے (۴) حکومت کی ہر پالیسی میں رعایا کی بھلائی مدنظر ہونی چاہیئے۔ (۵) رعایا سے نرمی برتی جائے اور ان کو مایوس کرنے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے (۶) حاکم سادہ زندگی بسر کیا کریں اور لوگ ان کو آسانی سے مل سکیں (۷)۔ اسلام میں موروثی بادشاہت ممکن نہیں۔ سربراہانِ مملکت کا انتخاب قابلیت اور اہلیت کی بنا پر قوم کے بہترین شخص کا ہونا چاہیئے خواہ وہ پچھلے سربراہ کا رشتہ دار ہو یا کوئی اور شخص۔۔۔۔

مذہبی آزادی

آزادیٔ مذہب ایک اور سنہرا اصول اسلام کا ہے۔ اس کے بارہ میں قرآن حکیم اور احادیث نبویؐ میں بہت سی آیات یا احادیث ہیں مگر خطبہ کے محدود وقت کے باعث میں صرف اس بنیادی حکم کا ذکر کرتا ہوں جو اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں نہیں ملتا۔ اور وہ ہے لا اکراہ فی الدین یعنے دین کے بارہ میں کسی پر کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ یہ مذہبی آزادی کا عظیم چارٹر MAGNA CARTA ہے اور اس کے اندر تمام دوسری مذہبی آزادی کی آیات اور احادیث بھی آ گئیں۔

مسئلہ دفاع

چونکہ خطبہ کا وقت ختم ہو رہا ہے اس لیے میں نہایت اختصار کے ساتھ دو اہم مملکت کے اصولوں کے بارہ میں قرآن حکیم کے احکامات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ اول تو مملکت کے دفاع کا اہم مسئلہ ہے۔ اور دوئم خارجہ پالیسی کا۔ جہاں تک دفاعِ مملکت کا سوال ہے تو قرآن حکیم وہ واحد الہامی کتاب ہے جس میں مملکت کے دفاع کے بارہ میں صریح اور مکمل ہدایات ہیں۔ انسان میں اپنی کمی سے حسد کی آگ سلگ پڑتی ہے اس لیے دفاع کے بارہ میں احکام کی وجہ سے اسلام کے معترضین کا یہ سب میں پہلا اعتراض ہوتا ہے کہ اسلام نعوذ باللہ وہ خونی مذہب ہے جو تلوار سے پھیلا۔ اس کا جواب تو آیت مذکورہ بالا یعنے لا اکراہ فی الدین میں آجاتا ہے مگر اس کے سوا بہت سی قرآنی آیات ہیں جن کا حوالہ میں قلتِ وقت کے باعث اس خطبہ میں نہیں دے سکتا مگر ایک دو سن لیجئے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ط (سورۃ الحج آیت ۳۹) یعنے جنگ کی اجازت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن پر ظلم کیا گیا (کہ ان پر حملہ کیا گیا) یہ آیت مبارکہ جنگ کے احکام میں سب سے پہلی ہے۔ اس حکم کی تشریح دوسری جگہ یوں آتی ہے کہ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۰) یعنے "اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم پر جنگ مسلط کرتے ہیں اور حد سے نہ گذرنا۔ بے شک اللہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" لفظ اسلام میں بھی صلح و امن کے معنی مضمر ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم یہاں تک حکم دیتا ہے کہ صلح کر لو اگرچہ اس میں اپنے لیے کوئی خطرہ ہی ہو جب فرمایا کہ وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ ط انہ ھو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ط (سورۃ الانفال آیات ۶۱ / ۶۲) یعنے "اگر دشمن صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور اگر (تمہیں خطرہ ہو کہ) دشمن تمہیں دھوکا دیں گے تو اللہ تمہارے لیے کافی ہے۔ اس کے بعد کون انصاف پسند انسان کہہ سکتا ہے کہ اسلام تلوار کا مذہب ہے۔

خارجہ پالیسی:

دوسرا اہم معاملہ خارجہ پالیسی کا ہے۔ یہ بہت وسیع اور مشکل مضمون ہے خطبہ کے مختصر وقت میں صرف ایک دو ضروری باتیں عرض کروں گا۔ میں نے جو دفاع کے بارہ میں آیاتِ قرآن کا حوالہ دیا ہے ان میں ایک رنگ میں خارجہ پالیسی بھی آجاتی ہے مثلاً آخری آیت جو میں نے پڑھی تھی اس میں صلح پسندی پر کس قدر زور ہے صلح جوئی اسلام کی خارجہ پالیسی کی بنیاد ہے۔ آج جو چیز سب میں زیادہ خطرہ میں ہے وہ بین الاقوامی امن ہے۔ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے معمولی جنگیں تو آئے دن ہوتی رہتی ہیں مگر ہماری زندگیوں میں دو عالمگیر اور ہولناک جنگیں ہو چکی ہیں اور اب تو ایٹمی جنگوں کا خطرہ ہر وقت ہے۔ اور ان کی تباہ کاری کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ پچھلی جنگ میں جاپان پر جو دو ایٹم بم پھینکے گئے تھے ان کی تباہی کے حالات پڑھو تو انسان کا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مگر وہ تو بہت معمولی سے پٹاخے تھے ان خوفناک ایٹمی اور ہائیڈروجن اور نیوٹران بموں کے مقابلہ میں جو اب ایجاد ہوئے ہیں ماہرین کی رائے ہے کہ اگر

خدانخواستہ ان بموں سے عالمگیر جنگ ہوئی تو نسلِ انسانی کا آدھے سے زیادہ حصہ تباہ ہو جائے گا اور جو بچے گا بھی وہ بھی موت سے بدتر حالت میں زخمی یا مسخ ہو جائے گا اس انتہائی ہولناک صورت حال کے پیشِ نظر پہلی عالمگیر جنگ کے بعد تو بین الاقوامی ادارہ لیگ آف نیشنز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنایا گیا مگر اس کی ناکامی کا ثبوت دوسری اور زیادہ خطرناک عالمگیر جنگ ہوئی جس کے بعد یو. این ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا بین الاقوامی ادارہ بنایا گیا۔ مگر پہلا ادارہ فیل ہو گیا تو دوسرا ادارہ جو اسی کی نقل ہے اس نے کہاں کامیاب ہونا ہے؛ تو کیا ان خطرات کا کوئی علاج ہے؟

انسانیت کی نجات:

ہاں وہ ہے خدائے واحد پر زندہ ایمان میں، اور انسان کے اندر کے حیوان کو قابو میں لانے سے۔ اور یہ کام صرف مذہب کر سکتا ہے۔ مگر اس کے برعکس آج کل دہریت اور حیوانیت کا دور دورہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب ایسے نہیں رہے کہ انسان اس علم اور سائنس کی روشنی کے زمانہ میں قبول کر سکے۔ اسلام نے پہلے بھی جاہلیت کے زمانہ کے عربوں کو جو صدیوں سے آپس میں بھیڑیوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے بیس سال کے قلیل عرصہ میں ایسا بھائی بھائی بنا دیا کہ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور اب بھی اسلام ہی نسلِ انسانی کو تباہی سے بچا سکتا ہے۔

خارجہ پالیسی کی تمام کتابوں میں خارجہ پالیسی کی بنیاد SELF-INTEREST (یعنے اپنا نفسانی فائدہ) بتایا جاتا ہے۔ مگر وہ تو حیوان ہے جو ہر چیز اپنے لیے مانگتا ہے۔ اس سے بین الاقوامی جنگیں ہوتی ہیں۔ اسلام واحد مذہب ہے جس نے بتایا ہے کہ انسان کی پہلی حالت واقعی حیوانی ہوتی ہے اور اس کا نفس (نفسِ امّارہ) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

زندہ خدا پر زندہ ایمان اور اس کے نتیجہ میں خدا کو پانا انسان کو نفسِ امّارہ کی سٹیج سے اٹھا کر نفسِ لوّامہ (وہ نفس جو انسان کو ملامت کرے) کی سٹیج پر لے آتا ہے اور اس سے انسان کی حیوانیت ختم ہو کر انسانیت اس میں آ جاتی ہے۔ اور خدا سے تعلق نفسِ مطمئنہ پر انسان کو پہنچا دیتا ہے جو انسان کو صلح پسندی اور قناعت پر قائم کرتا ہے۔ اسی میں بین الاقوامی صلح دنیا میں قائم ہو سکتی ہے۔

دنیا کے کاروبار کو چلانے والا انسان ہے اور انسان کو چلانے والا اس کا قلب ہے۔ اس لیے دنیا کی اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسانوں کی اصلاح نہ کی جائے اور انسان کی اصلاح سوائے زندہ خدا پر زندہ ایمان کے نہیں ہو سکتی۔ ایمان وہ واحد چیز ہے جو انسان کے اندر داخل ہو کر اس کے قلب کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اور وہ اس علم اور روشنی کے زمانہ میں سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ دنیا کی نجات آج اسلام کے سوا کسی اور راستہ پر چلنے میں نہیں ہے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

(باقی از صفحہ)

اختیار کرنا روزوں کی غرض و غایت ہے۔ روزے رکھ کر تم متقی بن سکتے ہو۔ یہ تیس دن مجاہدے اور ریاضت کے دن ہیں۔ دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں۔ ایک مہینہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہارے روحانی قویٰ ترقی کریں۔ انسان دوسری باتوں میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اس لئے اسے کسی قدر بھوکا رکھ کر اللہ تعالےٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے۔

رمضان میں دعائیں خاص کر قبول ہوتی ہیں

اسی لئے فرمایا کہ:۔ واذا سالک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اس آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر لانا بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں۔ خدا نے تمہیں راستہ بتا دیا ہے من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بے شک کمزور رہ جاتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف

رمضان کے آخری دس یوم میں اگر اللہ تعالےٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ دس دن مسجد میں بیٹھے اور دنیوی اشتغال کو ترک کر دے ہماری اس مسجد میں بھی خدا کرے کوئی اس سال اعتکاف میں بیٹھنے والا ہو۔ انسان کو جس قدر اپنے قویٰ پر بھروسہ ہو مجاہدہ کرے، بیمار کے قویٰ چونکہ مضمحل ہو جاتے ہیں اسلئے اس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بیس روزوں کے بعد اعتکاف کا حکم دیا۔

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ گائے یا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ حدیث میں یہی ہے کہ غریب پانچسو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ امیر کو مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہیئے

رمضان کے روزوں کو معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ کی عبادت کیساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا علی الذین یطیقونہٗ فدیۃ طعام المسکین۔ جو رکھتا ہو وہ خرچ بھی کرے مسکین کو کھانا کھلائے۔ نبی کریمؐ کی نسبت آیا ہے کہ کان اجود الناس یعنی آپ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے لیکن رمضان میں آپ کی حالت بتائی گئی ہے کہ کان اجود فی رمضان یعنی رمضان میں آپ اس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے۔ تو روزوں میں کچھ نہ کچھ خیرات بھی ضرور کیجائے۔ سب سے بڑھ کر مسکین اسوقت اسلام ہے۔ اسکو بھی کچھ دو۔

قیام رمضان

پھر ابتدائے رات کیوقت کچھ قرآن سن لیا کرو۔ اور پھر تو پچھلے پہر بھی کچھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے ان دنوں میں عبادت اور دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں پس اپنے آپ کو تیار کرو اپنی زبانوں کو روکو۔ استغفار اور درود شریف بہت پڑھا کرو اور زیادہ باتیں کرنا چھوڑ دو۔

احباب کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی فکری و عملی ترجمانی کا موثر ترین ذریعہ ہمارا اخبار پیغام صلح ہے یہی ایک ذریعہ ابلاغ ہے۔ جو جماعتی تاریخ و عمل کے تسلسل کو جاری رکھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اخبار دوبارہ جاری ہونے کے بعد ایک سال سے آپ کی خدمت کر رہا ہے۔ اور احباب کی آرا کے مطابق اس کا معیار اچھا ہی رہا ہے لیکن اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ ایڈیٹر ہی تمام ۲۴

۲۴ مضامین نہیں لکھتا بلکہ قارئین کی امداد کے بغیر جماعتی خیالات کی ترجمانی ممکن نہیں۔

اس لیے میں خاص طور پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ دینی مسائل دین ۔ ۔ ۔ کی روشنی میں حالات حاضرہ کے متعلق آپ کا تجزیہ اسلامی تاریخ یا اور جو آپ مناسب سمجھیں اس پر مضامین تحریر فرمائیں تاکہ آپ کا اخبار ایک ہی ذہنی فکر کا شکار نہ ہو جائے۔ میں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا

خاکسار

منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

دارالسلام کالونی۔ لاہور

— * * * * * —

محترم حفیظ الرحمٰن ایم اے کے قلم سے

"اظہارِ خیال" یہ کالم ایسی سنجیدہ بحث کے لئے مخصوص ہیں جن کا تعلق ہماری زندگی کے مسائل سے ہے ہمارے گرد و پیش مختلف النوع مسائل موجود ہیں۔ ذاتیات اور فروعی مسائل میں اُلجھے بغیر ہم اہلِ علم و قلم حضرات کو ان کالموں میں اظہارِ خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کے نقطۂ نظر سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں لیکن ہر سنجیدہ اور معیاری تحریر کے لئے یہ کالم حاضر ہیں۔ (ادارہ)

تحریکِ قیامِ پاکستان اور دینِ حقہ کا مرکزی تصوّر

ہماری دینی تاریخ میں انیسویں اور بیسویں صدیاں بڑی اہمیت کی حامل ہیں ان میں زوال پذیر اُمّت کے جمود کو توڑنے اور احیائے دین کے لئے متعدد دینی تحریکاتِ نے جنم لیا۔ ان تحریکات نے امت کی بیداری اور ان کی روحانی و ایمانی قوتوں کو نئی زندگی عطا کرنے کے لئے انقلاب آفریں اقدامات کئے۔ گو اپنے اپنے مقصود کے حصول کی خاطر ہر تحریک نے اپنے کسی خاص طریقہ کار کو اپناتے ہوئے اپنا اپنا بنیادی تصوّر پیش کیا مگر سب کی منزلِ مقصود ایک ہی تھی۔ اور وہ یہ کہ دین کی تمام امت کو من حیث القوم منظم و متحد کر کے ایک ہی لڑی میں پرو دیا جائے تاکہ نہ ایرانی رہیں باقی نہ تورانی۔ بلکہ رنگ و نسل، علاقائی، گروہی، لسانی اور فرقہ پرستی کے تمام تر امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب کے سب دین کے مرکزی تصوّر پر جمع ہو کر ایک امت کے رشتے میں منسلک ہو جائیں۔

مہدی سوڈانی نے جذبۂ جہاد کو متحرک کیا اور اپنی تحریکِ جہاد کے زیرِ اثر فوجی قوّت کے ذریعے امت کے کھوئے ہوئے غلبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ سیّد جمال الدین افغانی نے احیائے دین اور امّت کی بیداری کے لئے اپنا ایک مخصوص نظریہ پیش کیا وہ امّت کے زوال کا سبب اُن کی سائنسی اور تیکنیکی علوم سے دوری کو قرار دیتے تھے۔ آپ کی چلائی ہوئی تحریک "پین اسلام ازم" نے امّت کو خوابِ غفلت سے جگانے، ان میں سیاسی شعور بیدار کرنے اور زوال زدہ اور منتشر مسلم حکومتوں کو ایک وحدت میں منظم کرنے میں قابلِ قدر کوششیں سرانجام دیں۔ سر سیّد احمد خان نے امّت کے زوال کے اسباب جہالت اور علومِ جدیدہ سے لاعلمی قرار دیئے۔ اور مغربی علوم کی ترویج سے ان کے جمود کو توڑنا چاہا۔

مہدی سوڈانی کی تحریک جس حربے کو لے کر اُٹھی تھی اسی حربے سے اختتام پذیر ہو گئی۔ پین اسلام ازم۔ تحریک قومیت پرستی کے سیلاب کا شکار ہو گئی۔ سر سیّد احمد خان کا خیال تھا کہ امّت کے زوالِ حقیقی کا سبب جہالت ہے جب تک یہ جہالت دور نہ کی جائے گی امّت پر طاری جمود کو توڑا نہیں جا سکے گا۔ انہوں نے امّت کو علومِ جدیدہ سے آگاہی کی جانب راغب کرنے کی کوششیں کیں مگر ان کی علمی تحریک کا نتیجہ عقلیت پرستی اور تشکیک کے سوا کچھ نہ نکلا۔

ہمیں ان جملہ تحریکات کی جزوی افادیت سے انکار ہرگز نہیں ہے ان کے زیرِ اثر امّت میں ایک تحرک نے ضرور جنم لیا جس نے صدیوں کے چھائے ہوئے جمود کے خول کو توڑنے میں ایک حد تک کام تو کیا، مگر یہ تحریکات امّت کو ایک خاص مقام سے اُوپر نہ اُٹھا سکیں اور امّت کے حقیقی دینی تشخص اور مذہبی خصوصیات پرستی تصوّرِ قومیت کا احیاء کرنے سے قاصر رہیں۔ اس کی بنیادی

وجہ یہ ہوئی کہ درحقیقت امّت کی عظمت اور شوکت کا راز اُس زمانے میں نہ تو فوجی قوّت میں تھا نہ سیاسی وحدت میں اور نہ ہی احیائے علوم میں تھا، بلکہ ان کی ترقی اور بیداری کا انحصار اگر تھا تو صرف دین کے "مرکزی تصوّر" سے کامل وابستگی پر تھا۔ یہ ایک ایسی بنیادی ضرورت تھی کہ جس کی اہمیت سے روگردانی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ایک مرتبہ علاّمہ مصطفےٰ مراغی شیخ الازہر نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"فرزندانِ اسلام کو آج جن مصائب کا سامنا ہے اس کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہٹ گئے ہیں
اسلام کو جن لوگوں نے حقیقی صورت میں صحیح طور پر اختیار کیا
وہ چشمے کی طرح اُبھرے اور سمندر کی طرح موجزن ہوئے
اور آسمانِ عظمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔ وہ تیز رفتار دریاؤں
کی طرح رواں دواں ہوئے۔ اور امواجِ سمندر کی مانند پھیلے
اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ہر گوشے پر چھا گئے . . . .
. . . . آج سوال یہ ہے کہ مسلمان پریشان حال کیوں ہیں؟ —
انہیں اطمینانِ قلب کیوں حاصل نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے
کہ وہ اسلام سے دُور ہیں۔ قرآن سے دور ہیں اور آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے دور ہیں۔ وہ زبان سے
لا إله إلا الله تو کہتے ہیں مگر دل و جان سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری
نہیں کرتے، جس دن یہ جدائی یہ دوری مٹ جائے گی جس روز
وصال کی نعمت حاصل ہو گی اُس روز دنیا دیکھ لے گی کہ اسلام
کی تاثیر کیا ہے۔"

علاّمہ مصطفےٰ مراغی شیخ الازہر کا یہ ارشاد حرف بہ حرف درست تھا امّت کے زوال، پستی اور انتشار کا سبب نہ تو اُن کی تکنیکی اور سائنسی علوم سے عدم واقفیت تھی اور نہ علومِ جدیدہ سے دوری بلکہ ان کے زوال کا اصل سبب ان کی قرآن اور دین سے دوری تھی کیونکہ جب تک امّت من حیث القوم ایک ہو کر قرآن اور دین کے "مرکزی تصوّر" سے ہم آہنگی اختیار نہیں کرتی اُس وقت تک ان میں زندگی اور بیداری کی صحیح علامات پیدا نہیں ہو

سکتی تھیں ۔ اور نہ ہی انہیں اپنی عظمت رفتہ حاصل ہو سکتی تھی یہی وہ انقلابی نقطہ تھا جس سے مہدی سوڈانی، جمال الدین افغانی رح اور سر سید احمد خان کی تحریکات نے استفادہ نہیں کیا ۔ لہٰذا انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی ۔

قرآن اور دین کے انقلاب آفرین "مرکزی تصوّر" کی اہمیت و افادیت برِ صغیر میں ایک ہستی کی سمجھ میں آگئی اس ہستی کا نام محمد علی جناح ہے جسے بعد میں قائدِ اعظم کے نام سے تاریخ نے اپنے صفحات میں جگہ دی ۔ حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح رح نے قرآن اور اسلام کے اسی "مرکزی تصوّر" کو دو قومی نظریے کی بنا بنا کر دین ...... کو امّت کا محور و مرکز ثابت کیا اور قوم کی زبوں حالی اور حالات کی ساز گاری کا علاج اسی تصورِ قومیت کو اپنانے میں تجویز کیا ۔ ابھی تک تو اقوامِ عالم کے پیشِ نظر قومیت کا ایک ہی مسلّمہ تصوّر تھا اور اس کی بنا پر قومیں، نسل، رنگ، زبان ۔ یا وطن وغیرہ کی وحدت پر وجود میں آتی تھیں ۔ مگر قائدِ اعظم رح نے دین کے اشتراک پر قومیت کی بنا کو تسلیم کرنے پر زور دیا ۔ اور مسلم قومیت کا ایک نیا تصوّر دنیا کے سامنے پیش کر دیا ۔ مادیت اور عقلیت کے انتہائی عروج کے اس زمانے میں مسلم قومیت کا یہ تصوّر بڑا تعجب انگیز ثابت ہوا ۔ اور واقعی اسے ایک اچنبھے کی بات ہونا ہی چاہیئے تھا ۔ کیونکہ غیر مسلم اقوام تو درکنار خود امّت بھی مغربی تعلیم و تہذیب کے غالب اثرات کے تحت اور ہمارے ملاؤں کی تنگ نظری و علمِ دین میں کم فہمی کے باعث دین کی وحدت و قومیت پر اپنا تشخص قائم کرنے کی بجائے دنیاوی رشتوں پر فوقیت کا نظریہ استوار کرنے پر ہی ترجیح دے رہی تھی ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قیادت و رہنمائی میں امّت نے دینی اخوّت کی بنا پر ایک عالمگیر سلطنت کے قیام کا تصوّر دنیا میں رائج کیا تھا ۔ اور اس پر باقاعدہ اُس عظیم الشان مملکت کی بنیاد بھی رکھ دی تھی جو جغرافیائی حدود کی قیود سے بالکل آزاد تھی ۔ اور ہمیشہ وسیع سے وسیع تر ہونے والی نظریاتی سرحدوں کے آفاقی اصول پر استوار تھی مگر بیسویں اور بیسویں صدیوں تک نسلی، لسانی اور جغرافیائی یا وطنی بنیادوں پر قومیتوں کے تصورات کو اپناتے ہوئے اس سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے گئے ۔ اور امّتِ واحدہ کا شیرازہ بکھیر دیا گیا مسلمان جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کے افراد قرار دیا تھا اور انہیں ایک قوم کی حیثیت سے ہمیشہ اپنا وجود برقرار رکھنے کی تلقین فرمائی تھی خود کو ترک، عرب، شامی، مصری، ایرانی، افغانی، تورانی میں تقسیم کر کے الگ الگ قومیں قرار دے چکے تھے باوجود اس حقیقت کے کہ وہ سب دینِ واحد کے پیروکار تھے ، یہی وہ بیماری تھی جس نے امّت کی ملّی وحدت کو پارہ پارہ کر رکھا تھا ۔ قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی فہم و فراست نے اس انقلاب آفریں نقطہ کے حقائق کو پا لیا جس کے باعث آپ نے دین کے مذہبی رشتۂ اتحاد پر مسلم اُمّت کا تصوّر پیش کر کے نظریاتی سرحدوں کی حامل ایک نئی مملکت کا مطالبہ کر دیا ۔ جس کی سرحدیں پھیل تو سکتی ہیں سمٹ نہیں سکتیں ۔

تحریکِ پاکستان ایک عظیم الشان سیاسی و ثقافتی تحریک تھی جس کا مقصدِ وحید ہندوستان میں ایک مملکت کا قیام تھا جس میں امّت کی سیاسی آزادی اور سماجی و ثقافتی زندگی کو تحفظ فراہم کرنا مقصود تھا ۔ علاوہ ازیں، اس مملکت کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانانِ ہند کو ہندو کے استبداد اور استحصال سے نجات دلائی جائے ۔ یہ تحریک قائدِ اعظم محمد علی جناح رح کی ولولہ انگیز قیادت میں پورے ہندوستان میں اپنے پورے زور شور سے چلی ۔ پاکستان کے تصوّر اور مسلم قومیت کے عقیدے پر ہندوستان کے مسلمانوں کی اکثریت متحد و منظم ہو گئی ۔ اور ان کے سینوں میں دین کی روحانی قدروں پر ایک غیر متزلزل یقین و ایمان پیدا ہو گیا ۔ اور دینی قومیت کی بنیاد پر ایک نئی مملکت کے قیام میں مصروف ہو گئے ۔

دین کے بارے میں قائدِ اعظم رح کا نقطۂ نظر بڑی ہمہ گیریت کا حامل تھا ۔ تحریکِ حصولِ پاکستان کی کامیابی کا سبب بھی اس نقطۂ نظر کی یہی ہمہ گیریت تھی ۔ دین کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے گاندھی کے نام اپنے ایک خط میں تحریر کیا تھا کہ:-

"قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے ۔ اس میں مذہبی، مجلسی، دیوانی، فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی، معاشرتی غرضیکہ سب شعبہ ہائے حیات کے احکامات موجود ہیں ۔ مذہبی امور سے لے کر روز کے امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر فعل، ہر قول اور ہر حرکت پر مکمل احکامات کا مجموعہ موجود ہے ۔ لہٰذا جب میں کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات اور مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں"

یہی وہ "مرکزی تصوّرِ دین" تھا جسے قائدِ اعظم رح نے اپنے پیش کردہ دو قومی نظریے کی بنیاد بنا کر مملکتِ پاکستان کا مطالبہ کیا تا کہ اس آزاد دینی ریاست میں قرآن و سنت کے پیش کردہ عقائد و نظریات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں ۔

تقسیم سے قبل قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک پر مسلمانانِ ہندوستان نے یومِ نجات منایا تھا جس کا مقصد اُس قومی تشخص کے عزم کا اعلان کرنا تھا جسے دین کے "مرکزی تصوّر" کی اساس پر وضع کیا گیا تھا ۔ یومِ نجات کی تقریب کے بعد گاندھی جی نے حضرت قائدِ اعظم رح کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ "کانگرس کے ساتھ آپ کے اختلافات مجھے چنداں متاثر نہیں کر سکے" اس پر بانیٔ پاکستان نے کانگرس کے رہنما گاندھی کو نہایت بیباکی سے یہ جواب دیا تھا ۔ کہ:-

"ہندوستان نہ تو ملک یعنی وطن ہے ۔ نہ ہی اس کے باشندے اس بنا پر ایک قوم ہو سکتے ہیں ۔ یہ ایک ذیلی بڑا عظم ہے جس میں متعدد قومیں آباد ہیں جن میں ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں آج آپ کو انکار ہے کہ قومیت کے تعین میں مذہب بہت اہم ہوا کرتا ہے ۔ لیکن اس سے پیشتر جب آپ سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کی زندگی کا کیا مقصد ہے ! کیا چیز آپ کے افعال کی محرک ہے ؟ آیا وہ مذہب ہے یا معاشرت یا سیاست تو آپ نے جواب دیا تھا کہ "خالص مذہب"

اس اقتباس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مسلم قومیت میں قائدِ اعظم رح کے نزدیک دین کی کیا اہمیت تھی ۔ گذشتہ دینی تحریکات کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اس کا بنیادی سبب صرف یہ تھا کہ ان تحریکات میں امّت کی محض ظاہری زندگی کے بعض پہلوؤں پر ہی زور دیا گیا تھا ۔ لیکن وہ امّت کے حقیقی عارضہ کی تشخیص نہیں کر سکی تھی ۔ امت اپنے مزاجِ عقلی میں دوسری اقوامِ عالم سے بالکل مختلف ہے ۔ امت کی عالمگیر برادری کی بنیاد دینِ حقہ کے بلند تصور پر ہے ۔ قائدِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس حقیقت کا بخوبی احساس کر لیا تھا کہ جب تک اس تصوّر کو زندہ نہ کیا جائے اس وقت تک دینی برادری بھی زندہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دنیا میں قوت پکڑ سکتی ہے ۔ ان کے نزدیک امت کی زندگی دینِ حقہ کے احیاء سے وابستہ تھی کیونکہ دینِ حقہ ہی امت کے قلوب میں تزکیہ نفس اور ضبطِ نفس کی اعلیٰ ترین خصوصیات پیدا کر سکتا ہے جس سے یہ امت اس قابل ہو سکتی ہے کہ زندگی کے ہر گام پر مشکلات اور مخالف قوتوں کا مقابلہ کر سکے

یہی وجہ ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ نے تحریکِ پاکستان کو محض سیاسی اور ثقافتی احساس تک محدود نہ رہنے دیا بلکہ اس کی بنیاد کو دینِ حقہ کے "مرکزی تصوّر" پر استوار کر کے اُمّت کو نہ صرف اپنی عظمتِ رفتہ کو ہی حاصل کرنے کی راہ پر گامزن کیا بلکہ دین میں دخیل تمام مفاسد کا استیصال کرنے کی ترغیب بھی دی ۔ اور اس طرح پوری دنیا کی اُمّت کو یہ تعلیم دی کہ وہ من حیث

حیث القوم باہم ہو اِمّتِ واحدہ " بن کر اپنی روایات، تہذیب اور تمدّن کی گرتی ہوئی عظیم الشان دی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک مردِ مومن کی نگاہ نے اس قوم کی تقدیر بدل ڈالی۔ کیا اس حقیقت میں ذرا بھر بھی شک کرنے کی گنجائش موجود ہے کہ نظریۂ ۔ ۔ پاکستان میں جو عہد آفرین قوت کار فرما تھی وہ یہی " قومیت" کا دینی تصوّر تھا جسے تب تک ہرگز پیدا نہ کیا جا سکتا تھا جب تک کہ دین کے اصولوں، عقائد اور نظریات پر دلوں میں یقین محکم پیدا نہ کر لیا جاتا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اس دورِ ابتلاء میں آخر وہ " مردِ مومن " کون تھا اور کہاں تھا۔ جس کی توجہ اور عقیدت نے ایمان کو دلوں میں راسخ کر دکھایا۔ بعض کوتاہ اندیشوں نے اس کی مخالفت میں کہا کہ ایمان و یقین کی باتوں کو قیامِ مملکت اور امورِ سلطنت میں کیا تعلق ہو سکتا ہے ان بے خبروں کو کیا معلوم تھا کہ ؎

ولایت پادشاہی علمِ اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

اسی " نکتہ ایمان" کی تفسیر پیش کر کے امّتِ ہند کو حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دینی نظریۂ قومیت پر متحد کیا اور عظیم الشان علمی جہاد کے ذریعے، کہ جس پر تمام بیرونی انقلابات کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں اور جو دینی تعلیم کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ بالآخر ایک آزاد مملکتِ پاکستان کو جنم دیا۔ عہدِ خلافتِ راشدہؓ کے بعد خالص دینی جمہوری بنیادوں پر اس نظریاتی تنظیم کو استوار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اسے بڑے تدبّر اور عمیق فکری عمل سے متحرک کیا گیا تھا اسی منصوبے کا پہلا اعلان علامہ محمد اقبال نے الٰہ آباد کے مقام پر اپنے تاریخی خطبے میں یوں کیا۔

" ہندوستان میں جماعتی تشکیل کی بنا پر جغرافیائی حدود نہیں ہیں ۔۔۔ یہاں یورپی اصولوں کے مطابق جمہوریت کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہاں مختلف فرقوں کی جداگانہ ہستی کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔ لہٰذا مسلمانوں کا مطالبہ بالکل حق بجانب ہے کہ مسلم قومیت کی بنیاد پر ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہند کو معرضِ وجود میں لایا جائے۔"

(خطبۂ الٰہ آباد از علامہ محمد اقبالؒ)

اس تاریخی اعلان کے بعد ہندوستان میں ایک " اسلامی ہند" یعنی مملکتِ اسلامیہ پاکستان کو وجود میں لانے کی تحریک کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا تھا جس کی قیادت حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ جیسے مدبّر انسان کے انقلاب آفرین ہاتھوں میں تھی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ دین محض ایک سیدھے سادے مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ دین ایک مکمل ضابطۂ حیات اور عظیم الشان دستورِ حیات کا نام ہے جس میں صرف عبادت و ریاضت کے اصول ہی نہیں بیان کئے بلکہ یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ انسانوں کے آپس میں تعلقات کیسے ہوں۔ خاندان میں میاں بیوی بچوں کا ایک دوسرے سے کیا برتاؤ ہونا چاہئے۔ ملازمت میں ماتحتوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے۔ حکام کو اپنے اختیارات کے استعمال میں کون سے طریقۂ کار پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ عدالت کی کرسیوں پر بیٹھنے والے احباب کو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے کن اصولوں کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اور کاروباری طبقے کے افراد کو تجارت کن قواعد و ضوابط کے تحت کرنی چاہیئے۔ غرضیکہ دین نے ہر شعبۂ حیات کے لئے رہنما اصول بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے مرتب کر کے پیش کر دیئے ہیں۔ جن پر اب روئے زمین پر رہنے والی تمام امّت کی نجات کا انحصار ہے۔ حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عظیم الشان رہنما اصولوں کو " اسلامی سوشلزم" کا نام دیا تھا وہ جانتے تھے

کیونکہ یہ ضابطۂ حیات [illegible] حق تعالیٰ [illegible] پر مرتب و مدوّن ہونے والے تمام ضابطوں سے اعلیٰ اور افضل ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جس ضابطۂ حیات کی تدوین وحیٔ الٰہی کی بنا پر نہ ہوئی ہو۔ بلکہ اسے محض زمینی تعلق ہی سے مرتب کیا گیا ہو تو ایسا دستور انسانوں کی فلاح و بہبود، کامیابی و کامرانی اور نجات کا موجب ہرگز نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ایسا دستور خامیوں اور نقائص سے مبرّا نہیں ہو سکتا خواہ اسے کتنے بڑے حکیم یا فلسفی کی عقل و خرد کے نتیجے میں کیوں نہ وجود میں لایا گیا ہو۔ البتہ اس کے برعکس جس ضابطۂ حیات کی بنیاد وحیٔ آسمانی پر ہو گی اس کا نعم البدل دنیا میں ہرگز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت قائدِ اعظمؒ کو اس حقیقت کا بخوبی ادراک حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تحریکِ قیامِ پاکستان کی بنیاد بھی اسی ضابطۂ حیات پر استوار کی جسے قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ اور جسے ایک عظیم ترین وحیٔ آسمانی کے زیرِ اثر مرتب کیا گیا تھا۔ اور جو ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک و صاف ہے اسی وجہ سے آپ اسی ضابطۂ حیات کو " اسلامی سوشلزم " کے نام سے مملکتِ پاکستان میں عملاً نافذ کرنے کے خواہشمند تھے۔ گویا " اسلامی سوشلزم " کا تصوّر کوئی نیا تصوّر نہ تھا۔ بلکہ اسے آج سے چودہ سو سال پیشتر عرب کے ریگزاروں میں مبعوث ہونے والے ایک ہادیٔ برحق پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلّم نے پیش کیا تھا۔

اپریل ۱۹۴۸ء میں بانیٔ پاکستان حضرت قائدِ اعظمؒ نے مشرقی پاکستان (جو ہماری کوتاہ اندیشیوں سے اور دشمنوں کی سازش سے اب ایک سیکولر ریاست " بنگلہ دیش " بن چکا ہے) کا دورہ کیا تھا۔ اس دورے میں قائدِ اعظمؒ کی خدمت میں چٹاگانگ کے مسلمانوں نے سپاسنامۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے بعض دوسرے امور کے علاوہ یہ بھی درخواست کی تھی کہ پاکستان کی بنیاد صحیح معاشرتی عدل اور اسلامی سوشلزم پر قائم کی جانی چاہیئے۔ تاکہ مملکتِ پاکستان میں ہر شہری کو آزادانہ ترقی کے یکساں مواقع میسر آ سکیں۔ حضرت قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

" آپ لوگوں نے ٹھیک ٹھیک میرے خیالات و جذبات کی ترجمانی کی ہے ہمیں صرف اسلامی سوشلزم ہی مطلوب ہے۔ اور کوئی " ازم " ہمارا مقصود نہیں ہے۔ اسلامی سوشلزم ہی نوعِ انسانی کی مساوات پر اور اخوت پر زور دیتا ہے۔ ہم نے انہی مقاصد کے لئے پاکستان حاصل کیا ہے اسی کے لئے ہم نے جدوجہد کی تھی تاکہ ہم اپنے معاملات کا انصرام اپنی روایات کے مطابق کر سکیں اخوت مساوات اور محبت باہمی ہی ہمارے مذہب ثقافت اور تہذیب کے بنیادی اصول ہیں۔"

کس قدر صاف الفاظ ہیں ان میں کسی قسم کی ایچا پیچی اور ابہام سے کام نہیں لیا گیا اور " اپنی روایات " ۔۔۔ " ہمارے مذہب " ۔۔۔ " مساوات و اخوت " ۔۔۔ کے الفاظ استعمال کر کے حصولِ پاکستان کے مقصد کی واشگاف الفاظ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں " سوشلزم " کے ساتھ " اسلامی " کے لفظ کا سابقہ لگا کر ایک نئی اصطلاح " اسلامی سوشلزم " ۔۔۔ وضع کر کے اور " نہ کوئی اور ازم " کہہ کر بتا دیا گیا ہے کہ یہاں صرف اسلامی روایات اور مذہب ہی کا ذکر کیا جا رہا ہے

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کپار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۷۳ | بتاریخ ۴ رمضان ۱۴۱۰ھ ۔ بمطابق یکم اپریل ۱۹۹۰ء | شمارہ: ۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

روزہ سے تزکیۂ نفس ہوتا اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں

روزہ دار کو چاہئے

کہ خدا تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رہے

... پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اُس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا ایک اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جسقدر کم کھاتا ہے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالےٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دُوسری کو بڑھاؤ۔

ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے، بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو جائے۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے۔ جو رُوح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خُدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجاور فی العشر الاواخر من رمضان ویقول تحرّوا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلے اللہ علیہ وسلّم اذا دخل العشر شدّ مئزرہ واحیا لیلہٗ وایقظ اھلہٗ

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب (آخری) عشرہ آجاتا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی کمر مضبوط باندھ لیتے۔ رات کو جاگتے اور گھر والوں کو جگاتے۔

حمدِ باری تعالیٰ

از حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدا الانوار کا ، / بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہوگیا / کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے / مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف / جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں۔ / ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک / اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص / کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں / کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی / ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا

چشمِ مست ہر حسین ہر دم دکھاتی ہے تجھے / ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب / ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز / جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں / تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا / جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

آج دنیا میں پھر ظلم و فساد کا دور دورہ ہے

نفس پرستی، بندوں کو خدا سے دُور لے جا رہی ہے۔

تم خدا تعالیٰ کی طرف اسی تیز رفتاری سے بڑھو جس تیز رفتاری سے لوگ خدا سے دُور جا رہے ہیں

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جو حالت فساد کی دنیا میں پیدا ہوئی۔ وہ آج تمام دنیا میں مسلم ہے۔ کہ وہ زمانہ ایک سخت ترین تاریکی کا زمانہ نظر آتا ہے۔ شرک۔ بُت پرستی۔ توہم پرستی۔ یہ تو خیر عقائد سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں۔ مگر اعمال کے رنگ میں دنیا بدترین حالت تک پہنچ چکی ہے۔ ظلم اور استبداد کا دور دورہ تھا۔ کمزوروں اور غریبوں کے حق کو دنیا میں پہچانا نہیں جاتا تھا۔ اس کے لئے دلوں میں درد پیدا نہ ہوتا تھا۔ بلکہ طاقتور اور دولت مند جہاں تک ممکن تھا غریبوں اور بے کسوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے اور یہ حالت ساری دنیا کی تھی۔ اخلاق کی پستی اور فواحش کا ارتکاب کھلا نظر آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اور خدا کے درمیان کوئی بڑا سخت پردہ حائل ہو گیا ہے۔ اور دُنیا خدا سے دُور بھاگی جا رہی ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور وہ ایک شخص پر اپنی رُوح نازل فرما کر دنیا کی ان بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔ کس قدر زبردست انقلاب ہے۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی اس روح کے نزول کی وجہ سے پیدا ہوا۔ کون سی طاقت ایسی تھی جو اِن بدیوں کا علاج کر سکتی۔ صرف وہ رُوح جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس نے آہستہ آہستہ اول ملک عرب میں اور اس کے بعد اس کے ذریعہ سے تمام دُنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔

توحید کا شور بلند ہو گیا۔ ظلم اور استبداد کی جگہ رحم اور غریبوں اور بے کسوں کی حق رسی نے لے لی۔ طاقت ور اور کمزور کو یکساں کر دیا گیا۔ دولت مند اور غریب میں فرق مٹا دیا گیا۔ بڑا عظیم الشان انقلاب ہے۔

پیغمبر یا مصلح کی رُوح اس کے پَیروؤں میں سرایت کر جاتی ہے

پھر وہ انسان اور دیگر اسی قسم کے انسان جن پر خدا کی رُوح نازل ہوتی ہے وہ آخر انسان ہوتے ہیں۔ اپنی زندگی کا پیمانہ ختم کر کے اپنے مولا کی طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ رُوح جو پیغمبر یا مصلح پر نازل ہوتی ہے وہی رُوح اگر اس کی امت کے اندر سرایت نہ کر جائے تو پھر بھی کام نہیں چل سکتا۔ سو وہ رُوح اِن کے پیروؤں کے اندر سرایت کر جاتی ہے۔

- - - - - - - - - - - - -

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ایک چھوٹا سا خطبہ ہے جو نہایت جامع ہے۔ اسی خطبہ میں یہ بھی لفظ ہیں کہ:۔

”تم میں سے قوی تر انسان میرے نزدیک کمزور ترین ہے۔ یہاں تک کہ میں وہ حق جو اس کے ذمہ ہے اس سے لے لوں۔ اور تم میں سے کمزور ترین انسان میرے نزدیک قوی ترین ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اُسے دلا دوں۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہاں خدا کا نام بلند کرتے تھے دوسری طرف استبداد اور ظلم کو مٹاتے بھی تھے۔ یہ لفظ بتاتے ہیں کہ دنیا میں استبداد کا دور دورہ نہ رہنے کو مذہب کی عظیم الشان اغراض میں سے ٹھہرایا۔

صحابہؓ کے ذریعہ یہ رُوح تمام دنیا میں پھیلی نیکی کا دور دورہ شروع ہوا۔ اور ۔ ۔

- - - - - - - - - - - - -

آج پھر ظلم و فساد کا دور دورہ ہے

ظھر الفساد فی البرّ و البحر۔ آج پھر ہم کو اسی کا نظارہ نظر آتا ہے۔ کہا جائیگا کہ آج کی دنیا میں شرک نہیں۔ بُت پرستی نہیں ممکن ہے کہ آج پتھروں کے بنائے ہوئے بُتوں کی پوجا نہ ہو مگر یہ سچ ہے کہ آج بھی شرک اور بُت پرستی عام ہے۔ کہیں ملک اور وطن بُت بنا ہوا ہے۔ کہیں طاقت بُت بنی ہوئی ہے۔ کہیں مال اور دولت بنا ہوا ہے۔ یہ بُت ہیں جن کی آج پوجا ہو رہی ہے۔ اور وہ یورپ کی مادی تہذیب۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ درحقیقت ان تمام بتوں کی پوجا ہے خدا کی عبادت چھوڑ کر اس کا نتیجہ آج ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ آج دنیا میں پھر ایک طرف شرک پھیلا ہوا ہے۔ تو دوسری طرف ظلم کا دور دورہ ہے۔

- - - - - - - - - - - - -

طاقتور کمزور کو کھانے اور دولت مند غریب کا خون چوسنے کے لئے تیار ہیں۔ دنیا میں یہ آپ کو صاف نظر آ جائے گا۔ ہاں یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس ظلم اور استبداد کے دور میں مسلمان سب سے بڑھ کر کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ یہ کیوں ہے؟ بما کسبت ایدی الناس خدا ظلم نہیں کرتا۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ آج بھگت رہے ہیں۔

ایک برادری بنائی گئی تھی اور یہ برادری کا بنانا۔ ایک عالمگیر برادری کا بنانا دین کے عظیم الشان کارناموں میں سے تھا۔ ملک، زبان، رنگ، نسل جن سے کوئی برادری نہیں بن سکتی ان سب حد بندیوں کو توڑ کر ایک وسیع اخوت کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خدا نے ہماری اس جماعت کو کھڑا کیا۔ کس غرض کے لئے؟ اس غرض کے لئے کہ دنیا جو خدا سے دور جا رہی ہے اُسے خدا کی طرف واپس لایا جائے۔ کتنا بڑا کام ہے۔ ایک بے کس جماعت جس کی تعداد کچھ نہیں، جس کے پاس مال نہیں۔ ایک طرف وہ ہے اور دوسری طرف دنیا اپنے سارے ساز و سامان سے خدا سے دور جا رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ تم بھی زیادہ ہمت اور کوشش سے کام کرو۔

۔۔۔۔ ٭٭٭ ۔۔۔۔

آپس کی باتیں

مکتوب بنام حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اخبار پیغام صلح کے تازہ شمارے میں محترم سید سلطان علی شاہ کی رحلت کا پڑھ کر دل صدمہ اور قلبی رنج ہوا۔ موت سے کس کو رستگاری ہے؟ ایک نہ ایک دن ہم نے اس راستہ پر پڑنا ہے یہ امر اللہ اور امر حق ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کو فد ا اور مخلص کارکنوں سے محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جو خلا پیدا ہو جاتا ہے اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پنشن یاب احباب جو دوسری جگہ خاطر خواہ معاوضہ پا سکتے ہیں۔ بلا معاوضہ یا قلیل مشاہرہ پر انجمن میں آکر جس لگن اور خلوص سے اپنے تجربہ سے انجمن کی کارگذاری بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں اس کا اجر تو انہیں رب قدیر علیم وخبیر ہی دے گا مگر جماعت بھی ان کی خدمات کو بھلا نہیں سکتی۔ یہ شمع نے چراغ روشنی اور رونق کا باعث ہوتے ہیں۔ کاش ان دیوں سے نئے دیے روشنی لیتے رہیں۔

شاہ صاحب جماعت کے رکن ہی نہ تھے بلکہ جماعت کے مخیر احباب میں شمار ہوتے تھے۔ طبیعت کے اختلاف کی طرح اختلاف رائے ایک حقیقت ہے ایسے مواقع بھی آئے کہ ان کے اصرار سے بزرگوں کی طبائع پر ناخوشگوار اثر پڑا مگر چونکہ فریقین میں نیک نیتی اور اخلاص کا خمیر ہوتا ہے اس لیے وہ دورانیہ دور ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب نے سیکرٹریٹ میں طویل اور بے داغ پاک وقت گزارا تھا۔ ان کی ذہانت، امانت اور دیانت کی داستانیں سننے میں آتی ہیں۔ مولے کریم نے انہیں دنیا میں بھی حسنہ عطا کیا اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی ان کے لیے حسنہ ہیں۔ خدا کرے ان کے پسماندگان جماعت سے وابستگی استوار کر کے مرحوم کی روح کو راحت اور سکینت پہنچانے کا باعث ہوں جماعت کے ایک مخلص بزرگ کی مفارقت ہماری برداشت سے باہر ہے مگر ہم خدائے بزرگ وبرتر کے ان تسلی آمیز الفاظ کو دل سے ادا کرنے کے سوائے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

چونکہ میرے نزدیک دینی اعتبار سے مرحوم کے حقیقی وارث آپ ہیں اسلیے اظہار غم کے لیے یہ چند الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ کارساز حقیقی آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اس دست وبازو کا نعم البدل۔

آپ کے غم میں شریک
فخر الدین احمد۔ راولپنڈی

* * *

مکتوب فیجی

بنام جنرل سیکرٹری صاحب

$\frac{1}{89}$ ۲۸ سے $\frac{2}{9}$ ۱۲ تک ویسٹرن سائڈ کے داؤ نڈ پر تھا وہاں مختلف مواقع پر درس قرآن دیا اور کچھ موضوعات پر تقاریر ٹیپ کروائیں۔ جو ہمارے ایک نوجوان وکیل آسٹریلیا لے گئے قاعدہ یسرنا القرآن کی ٹیپ تیار کر کے احباب با کو دی اور ایک پارے کی تلاوت بھی ٹیپ کر دی گئی۔ تاکہ وہاں کے طلبا استفادہ کر سکیں مارہ میں کئی ایک مقامات پر درس قرآن دیا گیا جو موثر ثابت ہوا۔ سامعین نے کہا کہ آج ہمیں قرآن کریم کے حقائق معلوم ہوئے ہیں بہرحال وہاں کا دورہ مفید رہا ہے کئی ایک کو قرآن پاک مفت تقسیم کیا گیا۔ ایک مصری عالم جناب سرحان گوہر سے سوا فیجی میں ملاقات ہوئی امید ہے کہ ان سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ انہیں قرآن پاک اور دوسری کتب پیش کروں گا۔ ان سے دونوں زبانوں عربی اور انگلش میں ایک گھنٹہ تک گفتگو جاری رہی ہے۔ جناب حافظ رضا صاحب تعلیم قرآن پاک اور کتب کے سلسلہ میں مالی اعانت فرماتے ہیں خدا انہیں جزائے خیر دے۔

سوا میں درس قرآن پاک اور تدریس قرآن پاک کا سلسلہ جاری ہے اور کچھ بچوں نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا ہے دوسرے احباب خواتین بھی اس نیکی میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

شفقت رسول سووا۔ فیجی

محترم احباب گرامی ومجلس معتمدین کے نام

اسلال انٹرنیشنل رابطہ کمیٹی نے اپنے سالانہ اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ بیرونی جماعتوں کی ضرورت کے مطابق مرکز میں واعظین تیار کیے جائیں اس امر کی ضرورت محتاج بیان نہیں کہ اس وقت ہماری جماعت میں واعظین معدودے چند رہ گئے ہیں اور وقت کا یہ تقاضا ہے کہ حضرت صاحب کے مشن کو جاری رکھنے کے لیے اور جو وعدہ ہم نے اپنے خدا سے کر رکھا ہے اس کے پیش نظر اپنی قیمتی متاع یعنی اپنی اولاد کو خدمت دین کے لیے پیش کریں ایسے نوجوان جو اپنی زندگی خدمت دین کے لیے وقف کرنا چاہیں انہیں مرکز کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انہیں دنیاوی علوم کے حصول کے لیے مقامی تعلیمی اداروں میں داخلہ کی کوشش کی جائے گی۔ دوران تعلیم معقول رقم اخراجات کے لیے دی جائے گی۔

ہر دو قسم کی تعلیم مکمل ہونے پر انہیں اندرون وبیرون ملک خدمات سونپی جائیں گی۔ جہاں رہائش کے علاوہ پرکشش تنخواہ دی جائے گی۔

* * *

اپنے قارئین کرام سے

ہم اپنے قارئین کرام سے پیغام صلح مجریہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء کے اداریہ کے مندرجات کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اداریہ استجابت دعا کے موضوع پر رقم کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ کے موقف کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی تھی آخر مضمون میں ضمناً سرسید احمد خان کا موقف بھی درج کیا گیا تھا جو وہ دعا اور استجابت دعا کے بارے میں رکھتے تھے۔ سرسید احمد خان مرحوم کا جو موقف دعا کے بارے میں تھا اس کا اظہار انہوں نے اپنے کتابچہ "الدعاء والاستجابۃ" اور "تحریر فی اصول التفسیر" میں کیا تھا حضرت بانی سلسلہ نے اس کی تردید وتصحیح اور دعا اور استجابت دعا کی حقیقت پر ایک مدلل کتاب برکات الدعا۔ کے نام سے تحریر فرمائی۔ چنانچہ اشتباہ کو دور کرنے کے لئے وضاحتاً تحریر ہے کہ اداریہ کے آخری سطور میں سرسید احمد خان کے خیالات کی ترجمانی ہے نہ کہ حضرت بانی سلسلہ کی۔

"ماھنامہ لائٹ"

انجمن کے انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ" کا شمارہ بابت ماہ فروری ۱۹۹۰ء پیش نظر ہے۔ سرورق پر مفسر قرآن حضرت مولینا محمد علی رح کا فوٹو ہے۔ بیس صفحات پر مشتمل اس شمارے میں ایک روسی سکالر کا حضرت مولینا محمد علی مرحوم کو ان کی دینی خدمات کے سلسلہ میں ہدیہ تبریک، اداریہ، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور مسز الفت صمد صاحبہ کے بلند پایہ مضامین شامل ہیں۔ ایک خصوصی فیچر "حقوق انسانی اور پاکستانی اقلیتیں"۔ اور اندرون وبیرون پاکستان کی خبریں بھی اس شمارہ کا حصہ ہیں۔

جہاد بالقرآن

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کا ایک تازہ کتابچہ۔ جہاد بالقرآن ــ مرکزی انجمن خدام القرآن۔ ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن ــ لاہور نے شائع کیا ہے جو ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کی قیمت ۔/۵ روپے درج ہے۔ "جہاد بالقرآن" ــ میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے جہاد بالقرآن پر زور دیا ہے۔ جہاد کے بارے میں ڈاکٹر صاحب محترم کی یہ تالیف احمدی نقطہ نظر کی حامل ہے تاہم کتابچہ کے صفحہ نمبر ۳۷ کی سطور ــ "اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بھی ہے کہ جس قوم کی طرف رسول مبعوث کیا جاتا ہے وہ قوم اگر رسول کا انکار کر دے چند لوگ ہی ایمان لائیں تو اہل ایمان کو بچا کر اس قوم کو عذاب استیصال کے ذریعہ اسی دنیا میں ہی تباہ وبرباد اور ہلاک کر دیا جاتا ہے حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ انہوں نے آنجناب ؑ کا انکار کیا لیکن انہیں عذاب استیصال سے نا حال نیست ونابود نہیں کیا گیا۔ یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دلیل ہے۔ حضرت مسیحؑ قرب قیامت میں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے اور انشاء اللہ انہی کے ہاتھوں تمام یہودی عذاب استیصال وہلاکت کا مزہ چکھیں گے" ــ پر غور وبحث کی بہت گنجائش ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات ووفات پر احمدیہ

فرمودات حضرت بانیٔ سلسلہ

ہماری جماعت کو چاہیئے!!

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ہمت نہ ہار بیٹھے یہ بڑی مشکلات نہیں ہیں۔ میں تمہیں یقیناً کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکلات آسان کر دی ہیں کیونکہ ہمارے سلوک کی راہیں اور ہیں۔ ہمارے ہاں یہ حالت نہیں ہے کہ کمریں جھک جائیں، یا ناخن بڑھا لیں یا پانی میں کھڑے رہیں اور چلہ کشیاں کریں یا اپنے ہاتھ خشک کر لیں۔ اور یہاں تک نوبت پہنچے کہ اپنی صورتیں بھی مسخ ہو جائیں۔ ان صورتوں کے اختیار کرنے سے بعض لوگ بخیال خویش با خدا بننا چاہتے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایسی ریاضتوں سے خدا تو کیا ملنا ہے؟ انسانیت بھی جاتی رہتی ہے۔

ہمارے سلوک کا یہ طریق ہرگز نہیں ہے بلکہ (دین) نے اس کے لئے نہایت آسان راہ رکھ دی۔ اور یہ وہ کشادہ راہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ یہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائی ہے۔ تو ایسے طور پر نہیں کہ دعا تو سکھا دی لیکن سامان کچھ بھی مہیا نہ کیا ہو۔ نہیں بلکہ جہاں دعا سکھائی ہے وہاں اس کے لئے سامان بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اس سے اگلی صورت میں اس قبولیت کا اشارہ ہے۔ جہاں فرمایا ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ یہ گویا ایسی دعوت ہے جس کا سامان پہلے سے تیار کر رکھا ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ جو قویٰ انسان کو دیئے گئے ہیں اگر وہ ان سے کام لے تو یقیناً ولی ہو سکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس امت میں بڑی قوت کے لوگ آتے ہیں جو نور اور صدق اور وفا سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے کوئی شخص اپنے آپ کو ان قویٰ سے محروم نہ سمجھے کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی فہرست شائع کر دی ہے جس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمیں ان برکات سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنیوالا کبھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کے کئی مواقع ہیں رکوع۔ قیام۔ سجدہ وغیرہ پھر آٹھ پہروں میں ۵ مرتبہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور عشاء ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔

نمازوں کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے جیسا ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ رونا دھونا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کسقدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا درد بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کا خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا۔ بالکل غلط ہے۔ اور باطل ہے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرات نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے۔

خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آ جاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ۔ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لا انتہا فضل اور برکات ہیں۔ مگر ان کو دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے۔ اور تائیدیں کرتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ محبت اور اخلاص خدا تعالیٰ سے ہو۔ خدا کی محبت ایک ایسی شے ہے جو انسان کی زندگی کو جلا کر اسے ایک نیا اور مصفا انسان بنا دیتی ہے۔ اس وقت وہ کچھ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا۔ اور وہ وہ کچھ سنتا ہے۔ جو پہلے نہیں سنتا تھا غرض خدا تعالیٰ نے جو کچھ فائدہ فضل و کرم کا انسان کے لئے تیار کیا ہے۔ اس کے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کیلئے استعدادیں بھی عطا کی ہیں۔ اگر وہ استعدادیں تو عطا کرتا لیکن سامان نہ ہوتا تب بھی ایک نقص تھا۔ یا اگر سامان تو ہوتا لیکن استعدادیں نہ ہوتیں تو کیا فائدہ ہو سکتا مگر نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اس نے استعدادیں بھی دی ہیں اور سامان بھی مہیا کیا ہے۔ جس طرح پر ایک طرف روٹی کا سامان پیدا کیا تو دوسری طرف آنکھ۔ زبان۔ دانت اور معدہ دیا اور جگر اور امعاء کو کام میں لگا دیا اور ان کاموں کا مدار غذا پر رکھ دیا۔ اگر پیٹ کے اندر ہی کچھ نہ جائے گا تو دل میں خون کہاں سے آئے گا کیلوس کہاں سے بنے گا۔ اسی طرح پر سب سے اول اس نے یہ فضل کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حنیف جیسا کامل دین دے کر بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا اور قرآن شریف جیسی کامل اور خاتم الکتاب عطا فرمائی جس کے بعد قیامت تک نہ کوئی کتاب آئیگی اور نہ کوئی نیا نبی نئی شریعت لے کر آئے گا۔ پھر جو قویٰ سوچ اور فکر کے ہیں۔ ان سے اگر ہم کام نہ لیں اور خدا تعالیٰ کی طرف قدم نہ اٹھائیں تو کسقدر سستی اور کاہلی اور ناشکری ہے۔ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہلی ہی سورت میں ہمارے لئے کس قدر مبسوط طریق پر فضل کی راہ بتا دی ہے اس سورۃ میں جس کا نام فاتحۃ الکتاب اور ام الکتاب بھی ہے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انسانی زندگی کا کیا مقصد ہے۔ اور اس کے حصول کی کیا راہ ہے۔ ایاک نعبد۔ گویا انسانی فطرت کا اصل منشاء ہے۔ اور وہ ایاک نستعین پر مقدم کر کے یہ بتایا ہے کہ پہلے ضروری ہے کہ جہاں تک انسان کی اپنی طاقت، ہمت اور سمجھ میں ہو خدا تعالیٰ کی رضامندی کی راہوں کے اختیار کرنے میں سعی اور مجاہدہ کرے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں سے پورا کام لے اور اس کے بعد پھر خدا تعالیٰ سے اس کی تکمیل اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے دعا کرے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اور غرض صراط مستقیم پر چلنا اور اس کی طلب ہے جس کو اس سورۃ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ یا اللہ ہم کو سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ یہ وہ دعا ہے جو ہر نماز میں اور ہر رکعت میں مانگی جاتی ہے۔ اس دعا کا اس قدر تکرار ہی اس کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔

ہماری جماعت یاد رکھے۔ کہ یہ معمولی سی بات نہیں ہے۔ اور صرف زبان سے طوطے کی طرح ان الفاظ کا رٹ لینا اصل مقصود نہیں ہے بلکہ یہ دعا انسان کو انسان کامل بنانے کا ایک کارگر اور خطا نہ کرنے والا نسخہ ہے۔

* * *

رمضان اور اس کی برکات کے ذکر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔۔۔ انی قریب ۔۔۔
"میرے بندو! میں تم سے بہت قریب ہوں ۔ اجیب دعوۃ
الداع اذا دعان کوئی مجھے پکارے میں دُعا کو قبول کرتا ہوں"
اور ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں" رمضان آتا ہے
تو رحمت کے دروازے کُھل جاتے ہیں" یہ ایک حقیقت تھی
جس پر ہمارے ہادیؐ اور آپ کے صحابہؓ کی زندگیاں گواہ ہیں ۔ اور آج

یہ ایک قصّہ ہے

اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کے لئے تڑپ پیدا نہیں ہوتی ہمارے
جسم خُدا کے آگے گرتے ہیں مگر دل نہیں گرتے اور دل میں تڑپ
پیدا ہونے کا نام ہے ۔ آیئے اس رمضان میں ہم لوگوں کے ظلموں
پر نہیں اپنے ظلم پر آنسو بہائیں کہ اے خُدا ہم نے تیری قدر نہیں کی تیرے
کلام کی قدر نہیں کی ہم نے تیرے پیغام کو چھپا کر رکھا ہوا ہے ہم نہیں
چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے
وقف ہوں نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دنیا میں پہنچانے
میں صرف ہوں وہ کام کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کا کھلا وعید ہے
اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں : تیری رحمت کے دروازے ہم پر کُھل جائیں ۔
مُنہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے مگر دل تجھ سے اتنی دور ہیں کہ اس سے دُور تر
کوئی چیز نہیں ۔ ہمارے ماتھے تیری دہلیز پر ہوتے ہیں جہاں جنّت ملنی چاہیے
اور دل جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کا ورد کر رہے ہوتے
ہیں ۔ زبان پر یہ ہوتا ہے ہم تیرے غلام ہیں انا عبدك اور جو ہمارا مال
ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے ۔ اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے
کہ تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں
تو وہ ہمیں پہاڑ نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے
ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جُدا نہ ہو ۔ اے خدا تو اس جھوٹی زندگی سے ہمیں
باہر نکال ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے
ہمیں یہ آواز آتی ہے کہ " تو نے اپنے ریاکاری کے سجدوں سے مجھے
ناپاک کر دیا" اے خدا تو ہمیں اپنی جناب میں سجدہ کرنے کی توفیق دے
ہمیں اپنا غلام بنا لے کہ ہمیں تیرا نام دنیا میں بلند کرنے کے سوائے کوئی
فکر نہ ہو اور تو ہمارا رب بن جا کہ تیری توجہ امتِ محمدیہ کو دنیا میں سربلند
کرنے کی طرف ہو جائے ۔

خاکسار : محمد علی

(محترم ملک [illegible] اللہ خان صاحب)

خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

آج بھی ہو گر براہیمؑ کا ایماں پیدا + آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

واذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین

جب اس کے رب نے اسے اسلم کہا کہ تو فرمانبردار ہو جا تو ابراہیمؑ نے کوئی سوال کسی قسم کا نہ کیا اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی کہ میں کس امر میں فرمانبرداری اختیار کروں بلکہ ہر ایک امر کے لئے خواہ وہ کسی رنگ میں دیا جائے اپنی گردن کو آگے رکھ دیا اور جواب میں کہا۔

اسلمت لرب العالمین۔ کہتے ہیں میں تو رب العالمین کا تابعدار ہو چکا۔ ابراہیمؑ کی یہی فرمانبرداری اپنے رب کے لئے تھی جس نے اُسے خدا کی نظروں میں برگزیدہ بنا دیا۔ پس وہ لوگ جو دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ غور کریں کہ خدا کی فرمانبرداری سے ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتا ہے ہر قسم کی عزت ابراہیمؑ کو حاصل ہے اور یہ سب کچھ اسلمتُ کا نتیجہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام، اسلام کی وجہ سے دنیا میں مکرم و معزز ہوئے اسلام ایک قوت ہے جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلنا، پھرتا، سنتا، دیکھتا نہیں (مؤمن) نہیں ہوتا۔

اسلام، اللہ تعالےٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آجانے کا نام ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔

(مؤمن) وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدوں کسی اُمید یا لالچ کے من اسلم وجہہ للہ فھو محسن یعنی مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ مشقت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور حلاوت کی کشش ہو جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔

حقیقی (مؤمن) اللہ تعالےٰ سے پیار کرتا ہے یہ سمجھ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا محسن ہے اس لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ ایک سچے (مؤمن) کو اگر کہا جائے کہ ان اعمال کے بدلے میں اُسے کچھ نہ ملے گا اور نہ کوئی بہشت نہ دوزخ نہ آرام نہ لذت تب بھی وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبتِ الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ اس کی عبادات اور اللہ تعالےٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا ثبت

کسی اجر یا ثواب کی بنا اور اُمید پر نہیں بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ فی الحقیقت اللہ تعالےٰ ہی کی شناخت اور محبت و اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اور بجز اس کے کوئی مقصد اور غرض ہے ہی نہیں، اس لئے وہ اپنی تمام خداداد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد کیلئے صرف کرتا ہے تو اُسے اپنے محبوبِ حقیقی کا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔

بہشت، دوزخ، عذاب اور ثواب پر اس کی نظر نہیں ہوتی۔ اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت سے پورا حصہ لے اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو صرف زبان سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا مثلاً جس طرح کوئی شخص صرف مصری کا نام لیتے لیتے شیریں کلام نہیں ہوتا یا اگر زبان سے کسی شخص کی دوستی کا اعتراف کرے اور مصیبت اور وقت پڑ جانے پر اس کی امداد و دستگیری کرنے سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی محض زبانی اقرار موجود ہو تو اس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ زیادہ درکار ہے اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو اور یہی حقیقی (دین) ہے

پس جو شخص اس چشمہ کے قریب نہیں آتا جو خدا تعالےٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس جاری چشمہ کے کنارے پر اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ خدا تعالےٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ الوہیت پر نہ گر پڑے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی وہ خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ کا یہی بڑا اخلاص تھا کہ خدا کی رضا کے لئے بیٹا قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ (دین) کا منشاء بھی یہی ہے کہ بہت سے

(بقیہ بر ص ۱۳)

بچوں کا صفحہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر خورشید عالم ترین ۔ سرینگر

ایک حبشی غلام کا ایثار

اور خدا ترسی

پیارے بچو! آج ہم آپ کو ایک حبشی غلام کا سچا قصہ سناتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ کے دور خلافت میں کوفہ کے کسی شخص کا ایک باغ تھا۔ باغ طرح طرح کے پھلدار درختوں سے آراستہ تھا۔ اس کی خوبصورتی کا چرچا پورے علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ لوگ دُور دور سے اس کو دیکھنے کے لئے آتے باغ کی دیکھ بھال ایک حبشی غلام کے سپرد تھی۔ غلام مسلمان تھا۔ وہ باغ کا سارا کاروبار بڑی ایمانداری اور پُوری تندہی سے انجام دیتا تھا۔

ایک دن ایک مشہور رئیس ابوالاحمد باغ کی سیر کرنے آیا۔ حبشی غلام اس وقت روٹی کھا رہا تھا سامنے ایک کُتّا بیٹھا تھا۔ غلام ایک لقمہ کتے کو کھلاتا اور ایک خود کھاتا تھا۔ لقمہ توڑتے وقت وہ اس بات کا پُورا خیال رکھتا تھا کہ روٹی کے ٹکڑے چھوٹے بڑے نہ ہوں۔ رئیس دُور کھڑا یہ ماجرا دیکھتا رہا۔

جب غلام کھانے سے فارغ ہوا تو ابوالاحمد اس کے قریب آیا اور پوچھا ”کیا یہ کتّا تمہارا پالتو ہے؟“ غلام نے جواب دیا ”جی نہیں! یہ اجنبی کُتا ہے۔“ بھوک کے مارے میرے سامنے بیٹھ کر ہانپنے لگا میں کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ خدا کی ایک مخلوق میرے سامنے بھوکی بیٹھی رہے اور میں پیٹ بھر کر کھانا کھا لوں۔ اس لئے اس کو بھی کھلا دیا۔“ ابوالاحمد نے کہا ”کھلانا تو ٹھیک لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم لقمے کاٹنے میں جانچ تول کیوں کر رہے تھے؟“ غلام بولا۔ ”حضور میں نے نیت کر لی تھی کہ اپنی روٹی میں سے آدھی خود کھاؤں گا اور آدھی کُتے کو کھلاؤں گا اسی لئے احتیاط برت رہا تھا کہ کہیں لقمہ چھوٹا بڑا نہ ہو جائے اور میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک وعدہ خلاف لکھا جاؤں۔“ یہ جواب سُن کر رئیس بے حد خوش ہوا۔ اس کے دل میں غلام کے لئے بے پناہ عزت پیدا ہو گئی۔ وہ اُسی وقت باغ اور غلام کے مالک کے پاس گیا اور دونوں کو خرید لیا۔

سودا طے کر لینے کے بعد رئیس دوبارہ باغ میں آیا اور غلام سے کہا۔

”تمہاری نیک نیتی اور ایثار سے میرا دل بے حد خوش ہوا۔ اسی لئے میں نے تم کو اور اس باغ کو خرید لیا ہے۔ اب میں تم کو آزاد کرتا ہوں اور یہ باغ بھی تم کو دیتا ہوں۔“

غُلام نے رئیس کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

”مجھے آزاد کر کے آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے لیکن اس احسان کا بدلہ چکانے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ بس یہی باغ بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر غلام باغ چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔

پیارے بچو! غلام نے اللہ کی ناراضگی کا خیال کر کے بے زبان مخلوق سے ہمدردی کھائی اللہ نے اس کی نیکی کے بدلے غلام کو غلامی کے بندھن سے ہی آزاد کر دیا۔ اگر ہم بھی اللہ کی رضامندی پانے اور مخلوقِ خدا سے عمدہ سلوک کرنے میں سرگرمی دکھائیں تو اللہ ہماری مشکلات بھی دور کر سکتا ہے۔

پس ہمیں چاہیئے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ میاں ناراض ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں مخلوقِ خدا کی خدمت بھی کرنی چاہیئے۔ ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے بھی انہی دو چیزوں کا نام اسلام رکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ دین کا خلاصہ (العظمت لامر اللہ وَالشّفقۃ علیٰ خلق اللہ) ہے۔ یعنی اللہ کے احکام کی عظمت دل سے ماننا اور اللہ کی پیدا کردہ مخلوق سے نیک سلوک کرنا۔

احمدی مسلمان ہونے کے ناطے ہمیں ان باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔

حضرت محمّد صلے اللہ علیہ وسلّم کا بچّوں سے سلوک

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم بچّوں کے ساتھ بہت ہی پیار کرتے تھے۔ ان پر شفقت کرتے اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور ان کی بھلائی کے لئے دُعائیں کیا کرتے تھے۔ بچے قریب آتے تو ان کو گود میں اُٹھا لیا کرتے۔ بڑے پیار سے اُن سے باتیں کرتے اور بڑی محبت سے ان کو کھلاتے پلاتے تھے۔ کبھی بچّے کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے تو بچہ بہت خوش ہوتا۔ ان کے ساتھ ہنسنے ہنسانے کی باتیں کرتے۔

اگر کئی ایک بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو ان کی قطار بنا دیتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے۔ بچوں کو فرماتے کہ تم سب بھاگ کر آؤ۔ جو بچہ سب سے پہلے ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو یہ یہ چیزیں انعام دیں گے۔ بچے خوشی خوشی بھاگم بھاگ آپ کے پاس آتے۔ اس طرح بچّوں کے ساتھ کھیل کھیل کر دل بہلاوہ فرماتے۔

بچّوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ جب بچے تھے۔ ان کو دو کان والا کہہ کر پکارتے۔ حضرت انسؓ کے ایک بھائی ابوعمیر تھے۔ انہوں نے ایک ممولا پالا ہوا تھا۔ وہ مر گیا۔ ابوعمیر کو بہت افسوس ہوا۔ حضرت نبی کریم صلعم کو معلوم ہوا تو آپؐ ابوعمیر کے پاس اظہار افسوس کے لئے تشریف لائے اور فرمایا۔ ”ابا عمیر ما فعل النغیر۔ اے ابوعمیر تمہارے ممولے نے کیا کیا۔“

ہمارے رسولؐ سب بچوں سے ایک جیسا سلوک کرتے تھے۔ امیر، غریب، رشتہ دار، غیر رشتہ دار آزاد اور غلام کے بچے سب کے سب حضورؐ کی نظر میں ایک ہی مقام رکھتے تھے۔ جس طرح اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ سے محبت اور پیار کرتے اور ان کو اپنی گود میں لیتے کندھوں پر بٹھاتے۔ اسی طرح اپنے غلام زادہ اسامہؓ سے بھی سلوک فرماتے۔ ایک گود میں اپنا نواسا ہوتا تو دوسری گود میں اسامہؓ کو بٹھا لیتے۔ اور دونوں سے ہنسنے ہنساتے۔ کھیلتے کھلاتے۔

پیارے بچو! یہ تھے ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم۔ حضورؐ سب بچّوں سے پیار کرتے اور بچے بھی حضورؐ سے پیار کرتے تھے۔ تمہیں چاہیئے کہ اپنے پیارے رسولؐ سے پیار کرو۔ تمہارا پیار یہی ہے کہ حضورؐ کی باتوں پر عمل کرو۔ نیک بنو۔ بڑوں کا ادب کرو۔ سچ بولو۔ گالی گلوچ سے کام نہ لو۔ نماز پڑھو۔ اور قرآن پڑھنا سیکھو اور اس طرح خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلّم کو خوش کرو۔

~~~ ✦ ~~~

٭ بہترین عمل بروقت ادائے نماز ہے۔ (حدیث نبویؐ)
~~~

مولانا حافظ شبیر محمد خوشنابی

فکر و نظر

صرف احباب جماعت کے لئے

۴ *

مدیر اخبار میونسپل گزٹ لاہور کی شہادت

"مرزا صاحب علم و فضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے تحریریں کبھی دانی تھی۔ بہر حال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک تھے نہایت رنج ہوا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔"

(اخبار میونسپل گزٹ لاہور ۱۹۰۸ء)

اس موضوع پر اور بھی بزرگان دین کی آراء ہیں لیکن انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک یہ صحافی، اہل علم اور علماء کرام تھے جن کے علم کا آج تک اسلامی دنیا میں طوطی بولتا رہا اور جو اپنے زمانے میں آسمان علم پر ستارے بن کر چمکے اور ان سے دنیا نے جہان تے علمی روشنی حاصل کی جو نہ صرف حضرت مرزا صاحب کے ہم عصر تھے بلکہ انہوں نے مجدد صد چہاردہم کو قریب سے کبھی دیکھا تھا انہوں نے بعض عقائد سے اختلاف رکھنے کے باوجود بغیر خوف لومۃ لائم محض خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت خلوص، دیانت داری اور وسعت قلبی سے آپ کے تبحر علمی، نیکی، تقویٰ اور دینی خدمات کے متعلق بے لاگ تبصرہ کیا۔ اور سچی گواہی دی جو تاریخ کے صفحات پر آج تک محفوظ ہے۔

دوسری طرف موجودہ دور کے بعض صحافی، قلم کار اور سیاست دان ہیں جنہیں قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کماحقہٗ علم ہے، نہ اسلامی لٹریچر کا کوئی وسیع مطالعہ ہے۔ نہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں اور نہ انہیں تحریک احمدیت سے کوئی واقفیت ہے اور نہ ہی انہیں اس زمانہ اور ماحول کا کوئی پتہ ہے جس میں بقول مولینٰا ابوالکلام آزاد حضرت مرزا صاحب نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر دین کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور نہ صرف دین کی مخالف تحریکات اور مذاہب کا مقابلہ کیا بلکہ آپ نے دین کو غالب کرنے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ دکھانے، قرآن کریم کی صداقت اور اشاعت کرنے اور لوگوں کی اصلاح کرنے کے لیے جماعت بنائی۔ اس طرح اس عظیم الشان تحریک نے جنم لیا۔ اب دشمنانِ احمدیت ہیں کہ مخالفین کا لٹریچر پڑھ کر حضرت امام الزمان مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد کے خلاف طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں اور اپنی دنیوی، سیاسی اور معاشی اغراض کے پیش نظر مخالفت کی آگ بھڑکا کر لوگوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

اب قارئین کرام خدا تعالےٰ کے خوف اور یوم الحساب کی بازپرس کو سامنے رکھ کر خدا لگتی بات کہیں اور ان حقائق اور اصل واقعات کو سامنے رکھ کر جو چاہیں فیصلہ کریں اور یہ بات یاد رکھیں کہ اپنے ان تمام اقوال اور اعمال کے ساتھ ایک دن خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

از قلم نصیر احمد فاروقی، لاہور

ایک دوست کی یادیں

سید سلطان علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور جو چند روز ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے میرے دوست تھے مگر یہ دوستی محض للہ تھی۔ مرحوم سے میری واقفیت ۱۹۷۱ء سے ہوئی جب میں ریٹائرڈ ہو کر لاہور آیا اور میں نے چند عزیزوں کے اصرار پر مسلم ٹاؤن میں درس قرآن شروع کیا۔ میں نے اپنے درس کا نہ تو کوئی پروپیگنڈا کیا اور نہ کوئی اپیل مگر شاہ صاحب مرحوم نے خدا جانے کس طرح پتہ لگا لیا اور نہ صرف میرے درس قرآن میں آنا شروع کر دیا بلکہ جمعہ کے لیے بھی احمدیہ بلڈنگس کی بجائے مسلم ٹاؤن میں آنا شروع کر دیا۔ مگر جس بات نے میرے دل میں ان کی عزت کو دن بدن بڑھایا وہ ان کی باقاعدگی تھی بارش ہو یا بادل، سردی ہو یا گرمی، شاہ صاحب مرحوم نے کبھی کوئی جمعہ یا درس یا کوئی علمی دینی محفل ایسی نہ تھی جس میں حاضری نہ دی ہو۔ اور وہ بھی وقت پر۔ اور یہ باقاعدگی اس معذوری کے باوجود تھی جو انہیں اغلباً کسی حادثہ کی وجہ سے ایسی چمٹی کہ اس نے ان کا ساری عمر ساتھ نہ چھوڑا وہ کچھ لنگڑاتے تھے اور اس حالت میں سکوٹر پہ آنا اور وہ بھی سخت گرمی یا بارش میں نہایت قابلِ تعریف تھا۔ میں نے ایک دفعہ ان کے سکوٹر کو مسلم ٹاؤن میں بارش کے بعد کیچڑ میں پھسلتے دیکھا مگر شاہ صاحب مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کا باقاعدگی سے اور وقت پر ان حالات میں آنا ہم سب کے لیے نمونہ تھا۔ اگرچہ ہم میں سے کچھ لوگوں نے اس سے سبق نہ سیکھا۔ شاید ان کے قابلِ تقلید نمونہ کو ایسے لوگوں نے دیکھا ہی نہیں۔

مرحوم نے قوم کی خدمت مختلف رنگوں میں کی۔ وہ ہمارے سب سے بڑے ادارے یعنی مجلسِ معتمدین کے ممبر رہے۔ پھر مجلس منتظمہ کے بھی مفید ممبر ثابت ہوئے جن ذیلی اداروں کا ان کو ممبر بنایا گیا ان کی میٹنگوں میں وہ ضرور ہوتے۔ سب سے بڑھ کر یہ خدمت تھی کہ وہ انجمن کے آڈیٹر مستقل طور پر رہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کام کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کام کیسا ناخوشگوار اور تلخ ہوتا ہے کوئی بھی تو آڈیٹر سے خوش نہیں ہوتا بلکہ بہت سے لوگ اس سے شاکی اور بعض تو ناراض ہوتے ہیں۔ آڈیٹر کا کوئی دوست نہیں ہوتا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے نفس امارہ کو مار لیا ہو۔ انگریزی میں تو آڈیٹر کو میونسپل کمیٹی کی گندی نالیوں کا انسپکٹر کہتے ہیں۔ باوجود اس ناخوشگوار ڈیوٹی کے شاہ صاحب مرحوم نے اسے نہایت ذمہ داری سے سال ہا سال ادا کیا۔ کبھی کبھی وہ دل شکستہ ہو کر مجھ سے کہتے کہ میں اب لوگوں کے اعتراضات اور عدم تعاون سے تنگ آ گیا ہوں۔ مگر میں نے ہمیشہ انہیں تسلی دی اور کہا کہ اس سے بڑھ کر کیا کارِ ثواب ہو سکتا ہے کہ قوم کے پیسہ کے محافظ ہیں۔ اور آپ کا کام تو آخرت کے محاسبہ کی ابتدا دکھلانے کا مستحق ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ کی رضا کو تلاش کریں اور اہل دنیا کے ردعمل کی پرواہ نہ کریں۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

مہمانداری ایسی صفت ہے کہ وہ آنحضرت صلعم میں بوجہ کمال تھی۔ حضورؐ کے غلام ہونے ہوئے شاہ صاحب مرحوم بھی مہمانداری کے معاملہ میں بہتوں سے بڑھ کر تھے۔ دوستوں کو تحائف بھی بھیجتے تھے اور اس میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ اپنے درخت سے پھل یا عید قربان کے موقعہ پر مجھ جیسے نااہل انسان کو بکرے کی ران بھیجنا نہ بھولتے تھے۔ اس نفسانفسی کے زمانہ میں یہ خوبیاں کم نظر آتی ہیں۔ خفیہ طور پر وہ مستحقین کی کیا امداد کرتے تھے وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس سے بڑھ کر کون ان باتوں کی قدر کرتا ہے یا اجر دیتا ہے۔

سب سے بڑھ کر قابلِ رشک خوبی جو شاہ صاحب مرحوم کو لوگوں سے ممتاز کرتی

(باقی بر صفحہ ۱۳)

"روحانیات"

ماہِ رمضان کے مجاہدات

حضرت مولانا محمد علی (امیر مرحوم) کے خطبات اور تحریرات میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے اور وہ ہر ماہِ رمضان میں جماعت کو ایک مجاہدہ کی تلقین ہے جو عموماً دو رنگ میں تھا ایک تو خدا کے آگے گرنا اور نمازِ تہجد میں اشاعت اسلام اور قرآن کو پھیلانے کی توفیق کے لئے رونا اور دوسرے مالی قربانی اس ضمن میں آپ نے اپنے ان خطوط میں جو پیغام صلح میں چھپتے تھے بڑی پُردرد اور رقت انگیز دعائیں لکھی ہیں۔ اور جماعت کے ہر فرد سے التجائیں کی ہیں کہ وہ کم از کم ماہِ رمضان میں تہجد کو اپنے اوپر لازم کر کے خدا کے آگے کریں مثلاً ستمبر ۳۹ء میں تین قسم کی دعائیں آپ نے تجویز کیں جو کہ ایک چوکھٹے کی صورت میں اخبار کے متعدد پرچوں میں شائع ہوتی رہیں اور وہ دعائیں یہ تھیں۔

۱۔ الحمد للّٰہ رب العالمین، اے خدا کہ تیری ربوبیت کائنات کے ذرے ذرے پر حاوی ہے تو نے انسان کو ان کی جسمانی ربوبیت کے بہتر سے بہتر سامان عطا فرمائے ہیں تو اب بھی اس مخلوق کو دکھ سے چھڑا رہی ہے اور طرح طرح کی ظلمتوں میں گرفتار ہو کر اپنی ہلاکت کی طرف دوڑی جارہی ہے اپنے قرآن کے ذریعے سے ربوبیت فرما۔ اور ان کے دلوں کو اس لذت سے آشنا کر جو تیرے در پہ گرنے سے ملتی ہے۔

اے خدا کہ جس نے محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کو وہ بے نظیر کامیابی عطا فرمائی کہ ان کے ذریعے سے ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ دی تو آج ہماری اور ہماری جماعت کی ربوبیت فرما کہ اسے قرآن کو دنیا میں پھیلانے میں کامیابی کے بلند مینار پر کھڑا کر دے ....

۲۔ کفر پر غلبہ کی دعا: ...! اے خدا کفر دنیا پر غالب ہے، دنیا اور مال کی محبت انسانی دلوں کو اپنے قبضہ میں لے چکی ہے جسمانی طاقت ... مادی سامانوں اور ظاہری زیب و زینت سے انسانوں کو گمراہی کی طرف لے جایا جارہا ہے مگر اے خدا تیرا وعدہ ہے کہ تو دین کو دنیا پر غالب کرے گا تیرا وعدہ ہے کہ ایک عظیم الشان ضلالت اور گمراہی کے بعد لوگ پھر تیری طرف جھکیں گے سو تو آج اپنے اس وعدے کو پورا فرما اور حق کو باطل پر غالب فرما۔

اے خدا کفر اور ضلالت کی فوجیں بہت زور سے حملہ آور ہو رہی ہیں۔ تیری طاقت پہلے بھی کمزور انسانوں کے ذریعے ظاہر ہوتی رہی ہے آج اس چھوٹی سی جماعت کے ذریعے اسے ظاہر فرما۔ ہم کمزور گنہگار اور عاجز ہیں مگر دل میں یہ تڑپ ہے کہ دینِ کفر پر غالب آئے تو ہماری خطاؤں کو معاف فرما ہماری حفاظت فرما، ہمیں ٹھوکروں سے بچا تو ہمارا مددگار بن اور یہ چھوٹی سی کمزور جماعت کو کفر کی بے پناہ طاقتوں پر غالب فرما۔ اے خدا تو قرآن کو دنیا میں غالب فرما، محمد رسول اللہ صلعم کو غالب فرما، دین کو غالب فرما اور کفر اور ضلالت کی فوجوں کو ہٹا دے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے دعا: ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اے خدا ہم اپنی طاقت کے مطابق یہی کوشش کرتے ہیں کہ تیری ہی فرمانبرداری کریں اور تیرے نام کو اور تیرے کلام کو دنیا میں پہنچائیں مگر ہم کمزور ہیں اور تیری فرمانبرداری کا حق ہم سے ادا نہیں ہوتا سو تو ہماری مدد فرما اور اپنی فرمانبرداری کی زبردست قوت ہمارے اندر پیدا کر دے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا وہ بلند کام ہے جس کے لئے تو اپنے خاص بندوں کو کھڑا کرتا رہا اور تیری ہی مدد سے وہ اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ ایک ایسے ہی تیرے بندے نے ہمیں بھی اس کام پر لگایا ہے۔ ہم تھوڑے ہیں کمزور ہیں سامان پاس نہیں۔ بیگانے تو ایک طرف اپنے بھی ہماری مخالفت کرتے ہیں اور اس رستے میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ تو محض اپنے کرم سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی وہ قوت ہمارے اندر بھر دے جو تو اپنے پاک بندوں کے اندر بھرتا رہا ہے اور وہ نور ہمارے دلوں میں پیدا کر دے جس سے تو اپنے پاک بندوں کے سینوں کو منور کرتا رہا ہے۔

اے خدا تیرے نام کو دنیا میں پہنچانا سب کاموں سے مشکل کام ہے اور جب بھی دنیا میں یہ انقلاب پیدا ہوا ہے کسی انسان یا کسی فوج کی قوت سے نہیں بلکہ تیری نصرت اور تائید سے پیدا ہوا ہے اس لئے ہم تجھ سے اس مدد اور نصرت کے طالب ہیں جو تو اپنے پاک بندوں کو عطا فرماتا رہا ہے۔"

"حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور"

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ کی خواہش

حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کو توجہ دلائی ہے کہ "محترم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور ہماری جماعت کی ایک معزز و ممتاز شخصیت تھے۔ ان کی زندگی احمدیہ تحریک سے نہ صرف متاثر تھی بلکہ جماعت کو بھی انہوں نے اپنے علم، اپنے قلم، اپنے مال اور اپنے وقت میں سے بہت کچھ دیا۔ انجمن اور جماعت کے کاموں میں ان کی ذاتی لگن، بے لوث جدوجہد اور انتھک مساعی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ مرحوم موصوف کی وفات کے موقعہ پر انجمن کے پاس اخبار و رسائل کی جملہ آسانیاں حاصل نہ تھیں اس وجہ سے ان کی زندگی، ان کے کام اور ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کر کے مرحوم کی مغفرت کے لئے اپنی دعاؤں اور ان سے محبت کا رسمی اظہار نہ کر سکے، اب جبکہ ہمارے اردو انگریزی اخبار و رسائل کا اجراء ہو چکا ہے۔ میری خواہش ہے کہ احباب جماعت اور دیگر متعلقین حضرات کچھ وقت کی قربانی دے کر مرحوم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مضامین و تاثرات لکھیں اور جماعتی اخبارات میں شائع ہوں تاکہ جماعت کو بالخصوص نوجوانوں کو ڈاکٹر صاحب کے بارے تعارف ہو اور ان کی زندگی سے اپنے لئے کچھ زادِ راہ حاصل کریں۔"

(ادارہ پیغام صلح حضرت امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حوالہ سے احباب و خواتین سے گذارش کرتا ہے کہ وہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش مرحوم و مغفور کے بارے میں مضامین ارسال فرمادیں جو شکریہ کے ساتھ اخبار میں شائع ہوں گے)

ضروری اطلاع

جمعۃ المبارک مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۰ء کو مکرم محترم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پہلی رکعت میں سورۃ آل عمران کی آیات نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵ اور دوسری رکعت میں سورۃ الانعام کی آیات نمبر ۴۲ تا ۴۵ کو تلاوت میں شامل فرمایا۔ بعد میں حضرت ممدوح نے اپنی ایک دلی کیفیت کی بنا پر حاضرین کو ان کی طرف متوجہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ سب احباب و خواتین سلسلہ ان آیات کریمہ کو غور سے پڑھیں انہیں اپنے اوپر وارد کرنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ جماعت کے تمام احباب کو اس مجاہدے میں شرکت کی دعوت ہے۔

اجنبی خلائی تہذیب

(روس) کے ایک خلاء باز نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے ایک اجنبی خلائی تہذیب کا سراغ لگا لیا ہے اس تہذیب کے باشندوں نے بقول اس خلاباز کے رہائش کا مسئلہ بھی حل کر لیا ہے کیونکہ یہ لوگ ایک سیارے پر رہائش پذیر ہیں اور دوسرے پر انہوں نے اپنے کارخانے لگائے ہوئے ہیں اس خلاباز الیکسی آرنی یوف نے سرکاری خبر رساں ایجنسی تاس کو بتایا کہ اس نے متعدد تجربات کے دوران آسمان کے شمالی حصے سے آنے والی پراسرار ریڈیائی لہروں کے ماخذ کا سراغ لگا لیا ہے

ریڈیائی لہریں وہاں کسی جگہ کسی خلائی تہذیب کے قائم کردہ بجلی کارخانوں میں ہونے والی زبردست کام کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں یہ لہریں اتنی طاقتور ہیں کہ سورج سے آنے والی وہ کل توانائی جو زمین جذب کرتی ہے اس سے بھی سو گنا زیادہ طاقت کی حامل ہے اور اتنی طاقت خارج کرنے والے میں کوئی ذی روح قیام نہیں کر سکتی جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ کارخانے ربوٹ چلاتے ہیں اور انسان کسی اور جگہ بستے ہیں (!)

محترم میاں رحیم بخش صاحب

سالانہ دعائیہ فیچر

نظریہ ارتقاء بروئے قرآن کریم

میری تقریر کا موضوع ہے نظریہ ارتقاء بروئے قرآن کریم۔ اسی نسبت سے میں نے شروع میں سورۃ فاتحہ تلاوت کی ہے۔ یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے جو قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کی صداقت کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ سائینسی تحقیقات سے جن حقائق کا انکشاف ہوا ہے اور ہو رہا ہے وہ قرآن مجید میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ موجودہ تحقیقات سے ایک نظریہ ارتقاء (تھیوری آف ایوولیوشن) قائم ہوا ہے جس کی رو سے انسان اور تمام جاندار ابتداءً اپنی موجودہ صورت میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کی اولین پیدائش ایک ادنیٰ صورت میں ہوئی اور ایک عرصہ دراز میں تدریجاً نشو و نما پا کر موجودہ صورت اختیار کی۔

اس نظریہ کی تمام توجیہات میں جانے کی ضرورت نہیں مگر یہ ارتقائی اصول ایک مسلمہ حقیقت پر مبنی ہے اس ارتقائی نظام کی وضاحت ایک بیج اور درخت کی مثال سے ہوتی ہے۔ یہ ایک تدریجی عمل ہے جو ہر روز ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے کہ کس طرح ایک بیج جو ایک ناچیز شے ہے مگر بونے سے وہ ابتداءً ایک کونپل کی صورت میں پیدا ہوتا ہے اور کس طرح بعد میں تدریجاً بڑھتے بڑھتے ایک شاندار، پھول اور پھل دار درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک ارتقائی عمل کے نتیجہ میں ہوتا ہے جس پر نظریہ ارتقاء مبنی ہے۔ یہ نظریہ موجودہ سائینس کا ایک انقلابی انکشاف سمجھا جاتا ہے مگر یہ کس قدر حیران کن حقیقت ہے کہ اس کا انکشاف قرآن کریم نے چودہ سو برس پہلے کیا جبکہ دنیا کے وہم و گمان میں بھی یہ مسئلہ نہ آسکتا تھا۔ گویا سائینسی تحقیقات سے جو انکشاف آج ہوا ہے وہ قرآن کریم کی صداقت کا ایک واضح ثبوت ہے۔ اس صداقت کو سورۃ فاتحہ کی ابتدائی آیت میں چند الفاظ میں واشگاف کر دیا گیا ہے جہاں فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

یہاں دو الفاظ رب العالمین قابلِ غور ہیں۔ بیان القرآن میں ان دو الفاظ کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

رب اصل مصدر ہے جس کے لغوی معنی یوں ہیں کہ ایک چیز کو ایک ادنیٰ حالت سے دوسری اعلیٰ حالت کی طرف نشو و نما دینا۔ یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچ جائے۔ پس رب وہ ذات ہے جو ایک چیز کو تدریجاً نشو و نما دیکر اس کو اپنے کمال تک پہنچاتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ رب استعمال کرنے سے مسئلہ ارتقاء کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے

دوسرا لفظ قابل تشریح عالمین ہے جو وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ عالم کی جمع ہے اور علم سے مشتق ہے۔ کل مخلوق یا موجوداتِ کائنات کو اس لئے عالم کہا جاتا ہے کہ وہ ایک صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ مخلوق کی ہر قسم کو بھی عالم کہا جاتا ہے۔ کل انسان بھی ایک عالم ہے۔ اور اس کی جسمانی اور روحانی حالت بھی ایک عالم ہے۔ ہر ایک قوم بھی ایک عالم ہے بلکہ ہر زمانہ کے لوگوں کو بھی ایک عالم کہا جاتا ہے۔ گویا دونوں الفاظ رب العالمین ایک وسیع لیکن منـ[illegible] طور پر استعمال ہوتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہے [illegible] تمام کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اسے ایک ادنیٰ حالت سے تدریجاً اسکے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے جس سے اسے کمال حاصل ہو۔ رب العالمین کی یہ تشریح خود قرآن میں موجود ہے چنانچہ سورۃ اعلیٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سبح اسم ربك الاعلى۔ الذی خلق فسوّی والذی قدّر فھدی

یعنی اپنے رب جو بہت بلند ہے کے نام کی تسبیح کر جس نے (ہر چیز) کو پیدا کیا۔ پھر ٹھیک بنایا۔ پھر جس نے (ایک حد) کا اندازہ لگایا۔ یعنی اس میں ایسی استعدادیں رکھیں اور اس راہ پر چلایا جس پر چل کر وہ اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔

گویا اس آیت میں مسئلہ ارتقاء مکمل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس نتیجہ پر سائینس کی تحقیق آج پہنچی ہے جس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آسمان پر جو لاتعداد روشن ستارے نظر آتے ہیں۔ وہ ابتداء میں ایک نیبولا کی حالت میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ نیبولا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف سورج اور کرّوں کی صورت اختیار کرتا گیا۔ اور یہ عمل اب بھی جاری ہے۔ اور اب یہ سیارے اور ستارے اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ ان کرّوں میں جہاں تک نظام شمسی کا تعلق ہے سورج کے ایک شعلہ سے زمین وجود میں آئی جس کی حرارت کم ہو کر اس میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے جو ایک عرصہ دراز میں ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ صورت اختیار کر چکے ہیں۔

چنانچہ الفاظ رب العالمین میں قدرت کے قانون ارتقاء کو بیان کر دیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام کائنات اور مخلوقات ایک نظام ارتقاء سے وابستہ ہیں۔ یہ کائنات جو موجودہ صورت میں جمادات، نباتات اور حیوانات بشمول انسان پر مشتمل ہے وجود میں آنے کے بعد ایک مقررہ ارتقائی منازل کو طے کرنے پر گامزن ہے۔ اسی طرح انسان پر بھی اس قانون ارتقاء کا اطلاق ہوتا ہے۔ گویا انسان نے بھی تخلیق کے بعد ایک ادنیٰ حالت سے ترقی کرتے ہوئے موجودہ صورت اختیار کی ہے اور اسکی ترقی کا سلسلہ بلحاظ جسمانی و روحانی ترقیات سے ایک اعلیٰ مقام حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔

کرّہ ارض پر زندگی کس طرح ظہور پذیر ہوئی اور نوعِ انسانی کس طرح وجود میں آئی یہ راز ابھی تک نہیں کھل سکا۔

بہرحال یہ کرشمہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے معرضِ وجود میں آیا لیکن قرآن کی رو سے اور موجودہ سائینسی تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ انسان بلحاظ اپنی جسمانی ذہنی اور روحانی حالت سے ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور ارتقاءِ انسان کی موجودہ صورت کا قرآن کی سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے

ان آیات کی تشریح کرنے سے پہلے چند قابل غور باتیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے سب سے پہلی بات جس کے سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات میں تخلیق آدم کا بیان نہیں ہے بلکہ آدم وجود میں بہت پہلے آچکا تھا۔ اور ان آیات میں اس کو خلیفہ یعنی اللہ تعالیٰ کا زمین پر جانشین بنانے کا ذکر ہے۔ گویا آدم یعنی بنی آدم نے ارتقاء کا وہ مقام حاصل کرنا ہے جس سے وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کرتا ہے۔

دوسری بات جس کو ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات میں جو اللہ تعالیٰ فرشتوں اور آدمؑ سے مکالمہ کی صورت بیان کی گئی ہے یہ انسانی مکالمہ کی صورت نہیں ہے۔ بلکہ مکالمے کی صورت میں ان واقعات کو ذکر کیا گیا ہے جس سے انسان ارتقاء کے ذریعہ اعلیٰ مقام حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا نائب بن جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انسان کس طرح ارتقائی منازل طے کر کے ترقی کا راستہ اختیار کر کے نجات حاصل کر سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کر سکتا ہے جو اس کی اعلیٰ ترین منزل ارتقاء ہے۔

ان نکات کے مدنظر ان آیات کی تشریح سے انسان کے ارتقاء کا مسئلہ بخوبی سمجھ میں

آجائے گا۔ اور موجودہ سائنٹیفک تحقیقات کے نتیجہ میں جو مسئلہ ارتقاء ثابت ہوا ہے اس سے کہیں بہتر اور مکمل اور بامقصد طور پر اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو قرآن مجید کے کلام الٰہی کا ایک واضح ثبوت ہے۔

اب ان آیات کی تفصیلاً تشریح سے انسانی ارتقاء کا نظریہ بروئے قرآن واضح ہو جاتا ہے۔ انسان کی پیدائش بلکہ زندگی کا معرضِ وجود میں آنا تاحال صیغہ راز میں ہے انسان کب اور کس طرح وجود میں آیا۔ بلکہ زندگی کے آثار کیسے نمایاں ہوئے۔ یہ محض قیاس آرائی پر منحصر ہے کچھ روایات کی بنا پر یہ مفروضہ قبول کیا گیا ہے کہ انسان ایک ادنیٰ حالت میں لکھوکھا سال قبل پیدا ہوا۔ اور ایک عرصہ دراز میں ارتقائی منازل طے کر کے موجودہ صورت میں نمودار ہوا لیکن قرآن مجید میں بنی انسان کی ابتدائے پیدائش کی طرف یوں اشارہ ہے :۔

" جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو سوکھی ہوئی مٹی، سیاہ کیچڑ سے جو متغیر ہو چکا ہو پیدا کرنے والا ہوں "

مگر یہ ظاہر ہے کہ انسان پہلے ایک وحشیانہ اور خونخوار حالت میں رہتا تھا۔ وہ ان حواس اور شعور سے عاری تھا جس سے وہ اشیاء کو پہچانتا اور ان سے استفادہ کرنا جانتا ہے۔ نہ اس میں قوت گویائی تھی بلکہ عام جانوروں کی درندانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ جیسا کہ مثال کے طور پر اس زمانہ میں بھی کئی وحشیانہ قبائل جنگلوں میں رہتے ہیں۔ لیکن پیدائش کے ایک عرصہ تک بعد میں ارتقائی منازل طے کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اس حالت میں پہنچا جس کا ذکر سورۃ البقرۃ کے چوتھے رکوع میں ہوا ہے۔

چنانچہ یہ رکوع یوں شروع ہوتا ہے۔

واذ قال ربك للملٰئكة یعنی جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ میں آدم کو یعنی بنی آدم کو اپنا جانشین بنانے والا ہوں یعنی اس کو اعلیٰ صفات سے متصف کرنے والا ہوں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کا زمین پر ایک نمائندہ کی صورت اختیار کرے گا تو فرشتوں نے کہا۔ یعنی انسان جو اس وقت ایک وحشیانہ اور درندانہ حالت میں تھا اور آپس میں لڑائی جھگڑوں اور قتل و خونریزی میں مبتلا رہتا تھا کیسے یہ صورت اختیار کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسے ایک ایسے اعلیٰ مقام انسانیت کے حصول کی ایسی توفیق عطا کرے جس کا ابھی کسی کو علم نہ تھا۔ گویا بنی آدم کے لئے یہ پہلا ارتقاء کا حصول تھا جس کو اگلی آیت میں بیان کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے یعنی بنی آدم میں وہ عقل اور شعور عطا کیا جس سے وہ تمام اشیاء کا علم حاصل کرے۔ اس میں حصول علم کی استعداد پیدا کی گئی جس کے ذریعہ انسان کو تمام کائنات پر برتری حاصل ہوئی اور اس میں تمام کائنات کو مسخر کرنے کی استعداد پیدا ہوئی۔ یہ مفہوم آیت کے ان الفاظ سے پیدا ہوتا ہے جہاں فرمایا :

واذ قلنا للملٰئكة اسجدوا لاٰدم فسجدوا۔

لیکن کائنات کی تسخیر کے باوجود وہ اپنی بدخواہشات پر قابو نہ پاسکا اس لئے جب وہ اس قابل ہو گیا کہ کائنات کو مسخر کرنے پر وہ دنیا کو اپنے لئے ایک جنت بنائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت ہوئی کہ وہ اپنی بدخواہشات پر عمل پیرا ہونے سے احتراز کرے کیونکہ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس جنت سے نکال دیا جائے گا۔ اس جگہ گویا شیطان انسان کی سکون کی جنت میں دخل انداز ہوتا ہے اور اپنی وسوسہ اندازی سے انسان کو بداعمالیوں پر اکساتا ہے۔ اور انسان اپنا اطمینانِ قلب کھو کر اس جنت سے نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آپس میں عداوت اور کشت و خون میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن بہر صورت اپنی بداعمالیوں کے باوجود وہ اپنے حصول علم کے ذریعہ دنیاوی فوائد سے متمتع ہوتا ہے

گو اپنے سکون اور اطمینانِ قلب سے عاری ہو جاتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ اس کھوئی ہوئی جنت کے حصول کے لئے انسان کو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے جو بذریعہ وحی اور الہام ہوتا ہے جس کے لئے انبیاءؑ مبعوث ہو کر ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں :

یہ مفہوم آیت کے اس حصہ سے اخذ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فتلقّٰی آدم من ربّه ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فلا خوفٌ علیهم ولا هم یحزنون

ان آیات سے بعثت انبیاءؑ کی ضرورت پر روشنی پڑتی ہے کہ دنیاوی علوم و فنون سے دنیاوی فوائد اور آرام و آسائش تو مل جاتی ہے لیکن اطمینانِ قلب کی جنت کا حصول بذریعہ وحی و الہام ہی ہوتا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنا اعلیٰ مقام روحانیت حاصل کر سکتا ہے جو انسان کا آخری ارتقائی مقام ہے جہاں انسان تمام خوف و حزن سے آزاد ہو کر قرب الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے۔

موجودہ زمانہ ایک دورِ جدید سے گذر رہا ہے جس کا آغاز دینِ حقہ کی آمد کے بعد شروع ہوا۔ دینِ حقہ سے پہلے مختلف عالم انسانیت قوموں میں بٹی ہوئی تھی اور ہر قوم اپنے دائرہ میں محدود تھی۔ دینِ حقہ کے آنے کے بعد تمام قوموں میں ایک رابطہ پیدا ہونے لگا۔ مومن ایک غیر معروف ملک عرب سے پیغام حق لے کر تمام دنیا کے کناروں تک پھیل گئے۔ اقوامِ مغرب بھی دنیا کے تمام ممالک سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے چاروں طرف نکل کھڑی ہوئیں۔ اس طرح تمام دنیا کی اقوام کا آپس میں میل پیدا ہو کر دنیا سمٹ کر انسانیت کے ایک دائرے میں داخل ہو گئی۔ اور نعمائے دنیا سے مالا مال ہونے لگی حتیٰ کہ دنیا ایک جنت کا نمونہ بن گئی جس کا نقشہ ان آیاتِ منقولہ میں پیش کیا گیا ہے۔

وقلنا یٰآدم اسکن انت وزوجك الجنّة وكلا منها رغدًا حیث شئتما۔

یعنی انسان نے اپنے علم و فہم کے ذریعہ دنیا میں وہ تمام نعمتیں حاصل کر لیں اور وہ تمام عیش و آرام کے سامان مہیا کر لیے جس سے یہ دنیا اس کے لئے ایک جنت ہو گئی۔

مگر اس عیش و عشرت میں منہمک ہو کر اللہ تعالیٰ کے اس انتباہ کو نظر انداز کر دیا جس سے انسان کو آگاہ کیا گیا تھا یعنی ولا تقربا هٰذه الشجرة۔ اس بدی کے شجر سے اپنے آپ کو بچائے کیونکہ بدی کے ارتکاب سے انسان ظالم ہو جاتا ہے اور زمین پر فسق و فساد پھیلاتا ہے جس کی وجہ سے یہ جنت اس سے چھن جاتی ہے اور آپس میں دشمنی پیدا ہو کر قتل و غارت اور فتنہ و فساد برپا ہو جاتا ہے۔

گویا انسان برائی کا ارتکاب کر کے اپنی اطمینانِ قلب کی جنت کو کھو دیتا ہے۔ یہ نقشہ موجودہ زمانہ کی حالت کا کھینچا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں انسان نے گو اپنے علم اور فہم کے ذریعہ دنیاوی زندگی کو عیش و عشرت کا گہوارہ بنا لیا ہے مگر وہ اطمینانِ قلب سے محروم ہو گیا ہے۔ اور اس کی تلاش میں وہ سرگرداں ہے جو اس کے ارتقاء کی اصل منزل ہے جس کے حصول کے لئے وہ وحی الٰہی کا محتاج ہے جو انبیاءؑ کی بعثت سے اور اللہ کے کلام سے حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ فرمایا :

فتلقّٰی آدم من ربّه كلمٰتٍ فتاب علیه

اسی لئے بنی آدم کی ہدایت کے لئے ہر زمانہ میں اور ہر مقام پر اور ہر قوم کے لئے انبیاءؑ مبعوث ہوتے رہے اور ان پر جو کلام الٰہی نازل ہوا وہ انسان کے لئے رشد و ہدایت کا باعث ہوا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے انسان جب کبھی تمہارے لئے انبیاءؑ کے ذریعہ ہدایت ملے اور تم اس کی پیروی کرو گے تو تمہیں اطمینانِ قلب کی وہ جنت حاصل ہو جائیگی

جہاں کوئی خوف اور حزن باقی نہیں رہتا۔ لیکن ساتھ ہی اس کو متنبہ بھی کرا دیا کہ جو اس ہدایت کا انکار کرے گا۔ اور اس سے روگردانی کرے گا وہ اس اطمینانِ قلب کی جنت سے محروم ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت آدم سے ایک سلسلہ انبیاءؑ کا جاری ہوا جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی ہدایات حاصل کیں اور اس کو اپنے لوگوں تک پہنچایا۔ یہ سلسلہ انبیاءؑ حضرت آدمؑ سے جاری ہوا اور تمام دنیا میں مختلف قوموں اور مختلف اوقات میں انبیاءؑ مبعوث ہوتے رہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت اپنی قوموں کو پہنچاتے رہے۔ کچھ انبیاءؑ کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے مثلاً حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت داؤدؑ۔ حضرت عیسیٰؑ حتیٰ کہ دینِ حقہ کی آمد پر ایک ہی قوم انسانیت کی صورت اختیار کر گئی اور اللہ تعالیٰ کا ایک عالمگیر آخری پیغمبر ختم الرسلؐ کی صورت میں مبعوث ہوا اور اللہ تعالیٰ کے مکمل دین پر مشتمل ایک کتاب لے کر تمام انسانیت کو اس کی طرف بلایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل یا یہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

اور قرآن شریف ایک مکمل کتاب کی صورت میں نازل ہوا جس سے دین کی تکمیل ہوئی جو انسان کے لیے تاقیامت ایک ہدایت نامہ ہے جس پر وہ عمل پیرا ہو کر اپنی اعلیٰ ترین منزل حاصل کر سکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کو قرآن کریم نے فرمایا:

ولاخوف علیہم ولا ھم یحزنون

یعنی یہ وہ مقام ہے جہاں انسان تمام ہموم و غموم سے آزاد ہو جاتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام ہے جس کے لیے فرمایا انا الیہ راجعون۔

الغرض دین مکمل ہو گیا۔ اور دنیا کا آخری پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر دنیا کے لیے اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ اس لیے نبوت اختتام کو پہنچی اور قرآن کریم دنیا کے لیے ایک مکمل اور آخری ہدایت نامہ اور شریعت نازل ہو چکا۔ اب نہ نبوت کی ضرورت رہی اور نہ قرآن کے بعد کسی اور شریعت کی ضرورت رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے دینِ حقہ کی تجدید اور توسیع کے لیے ایک سلسلہ اولیاء و مجددین قائم کیا جو وقتاً فوقتاً مبعوث ہو کر دین کی تقویت کا باعث ہوئے۔ چنانچہ دینِ حقہ کی آمد کے بعد ہر صدی اور ہر مقام پر اولیاء کرام و مجددین مبعوث ہوتے رہے۔ جن میں حضرت مجدد الف ثانی رح کے نام سے دنیا اچھی طرح واقف ہے اور ان کے فیضان سے فیضیاب ہوئی۔

اسی سلسلہ مجددین میں چودھویں صدی کے مجددؒ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مبعوث ہوئے۔ اور انہوں نے ترویج و تجدید دین کا بیڑا اٹھایا۔ اور جماعت احمدیہ کے قیام سے خدماتِ دینیہ کا آغاز کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو توفیق دے کہ حضرت مجدد وقت کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر خدمت دین کا حق ادا کرے اور اس کی تقویت کے لیے کوشاں رہے آمین!

حدیثِ نبویؐ:

"ایماندار تاجر قیامت کے روز نبیوں کی صف میں ہوگا"

(بقیہ از صفحہ)

ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنے۔

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکا ہو کر گذرنا پڑیگا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو گی تو بہت مشکل ہے اگر اس دروازے سے گذرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت اگر خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اُسے چاہیئے کہ اس گٹھڑی کو فوراً پھینک دے تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور راست باز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ دوست ہلاک ہو گا۔ جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اُسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو تم پر خدا تعالیٰ کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوئی ہے۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ اس نے کوئی نشان نہیں دیکھا پس خدا کے الزام کے نیچے ہو اس لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اور خشیت تم میں سب سے زیادہ ہو جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتا اور اس کے حدود و احکام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیں جو زیادہ نہیں پڑھ سکتا وہ دو رکعت ہی پڑھ لیا کرے کیونکہ اس طرح سے اُسے بہرحال دعا کرنے کا موقعہ مل جایا کرے گا۔

پچھلی رات کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک کسی شخص کے دل میں ایک خاص سوز اور درد نہ ہو وہ کب خواب راحت سے آخری حصہ رات میں بیدار ہو سکتا ہے پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔"

(باقی از صفحہ ۹)

تھی، وہ ان کا انفاق فی سبیل اللہ تھا۔ ماہوار چندوں کا تو مجھے علم نہ ہوا مگر ہمارے سالانہ اجتماعوں پر جب میرے ذمہ لوگوں سے خصوصی چندوں کا فرض سپرد کیا جاتا تو میں نے نہایت خوشی سے دیکھا کہ اگرچہ شاہ صاحب مرحوم متوسط طبقہ میں سے تھے مگر وہ اپنے اور اپنے لڑکوں کی طرف سے کبھی بیس ہزار روپے دیتے کبھی ہاتھ تنگ ہو تو دس ہزار تک دیتے۔ وفات سے پہلے ایک روز بھی انہوں نے ایک خطیر رقم بطور چندہ بھیجی۔ انہوں نے کبھی خدا کے رستہ میں مال کو دل کھول کر دینے میں بخل نہیں کیا۔ اس دولت پرستی اور مہنگائی کے زمانہ میں کتنے لوگ ہیں جو یہ نمونہ پیش کر سکتے ہیں۔

کچھ ایسی ہی یادیں ہیں جنہوں نے مجھ سے یہ مضمون لکھوا دیا۔ اور میں نے محض اس نیت سے قلم اٹھائی کہ شاید ان خوبیوں کو پڑھ کر اوروں کے دلوں میں بھی تحریک ہو کہ وہ اپنی آخرت کی فکر کریں۔ اور یوں ابدی خوشی اور راحت کو پانے کی کوشش کریں

گاہے گاہے باز خواں ۔۔۔۔۔

ڈاکٹر خورشید عالم تزین کے قلم سے ۔

احمدیت کی صداقت کا سب سے بڑا نشان

میرے دوست احباب اکثر پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی واقعی سچے تھے تو پھر یہ مخالفت، تکفیر اور تفسیق کیسی؟ سوال بظاہر وزن دار ہے۔ لیکن حقائق سے ایک دم دور ہے۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ (ترجمہ) "ہائے افسوس بندوں پر! کوئی رسولؐ ان کے پاس نہیں آتا۔ مگر وہ اس سے ہنسی کرتے ہیں" (۳۶ : ۱۳) جب مخالفت اور استہزاء نبیوںؑ کے ساتھ بھی ہوا تو پھر اُن کے مامور مجدد اس سُنّت دائمہ سے کس طرح باہر رہ سکتے ہیں یہ سلسلہ مخالفت قیامت سے پہلے ختم ہونے والا نہیں تاریخ کا کوئی ورق اُٹھائیے، آپ کو وہاں کسی نہ کسی بے گناہ مردِ خدا کے خونِ ناحق کے چھینٹے ضرور نظر آئیں گے۔ خلفائے راشدینؓ اور اہل بیت کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا اس کو یاد کر کے انسانیت آج بھی شرمسار ہے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رح، جن کی مقبولیت کا چار دانگ عالم میں ڈھنکا بجتا ہے۔ یہ مقبولیتِ عامہ حضرت ابوحنیفہ رح کو اپنے جیتے جی حاصل نہ ہوسکی۔ اس زمانے کے علماء ظاہر حضرت امام کو جاہل، بدعتی اور زندیق ہی قرار دیتے تھے (نعوذ باللہ)۔ آپ کو قید و بند کی اذیتناک صعوبتیں سہنا پڑیں۔ قید میں ہی زہر دے کر شہید کئے گئے۔ مرنے کے بعد بھی چین نصیب نہ ہوا۔ شاہ اسماعیل نامی حاکم نے بیس پچیس برس بعد آپ کی قبر کو کھدوایا آپ کی ہڈیوں کو نکالا اور جلوا دیا۔ آپ کی قبر میں کتا دفن کر کے اوپر سے بیت الخلاء بنوا دیا۔ امام شافعیؒ بھی کم پایہ کے بزرگ نہیں۔ ان کو اضر من ابلیس اور رافضی کہا گیا۔ یمن سے بغداد تک بڑی بے عزتی سے قید کر کے لے جایا گیا۔ راستے میں لوگ آپ پر تھوکتے، گالیاں دیتے۔ امام مالکؒ کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ آپ پچیس برس تک جمعہ و جماعت کیلئے باہر نہ نکل سکے۔ ذلت کے ساتھ قید کئے گئے۔ ایسی بے رحمی سے آپ کی مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ آپ کو کوڑے بھی لگوائے گئے یہ قرونِ اولیٰ کا حال ہے بعد کے زمانے میں تو حال اور بھی برا ہو گیا۔

ہمارے قریب کے زمانہ میں حضرت سید محمد جونپوریؒ پر طرح طرح کے اتہام اور الزام لگائے گئے۔ اور آخر کار آپ کو قتل کر کے شہید کر دیا گیا۔ گیارھویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی رح) کو مکار اور دھوکے باز کہا گیا۔ آپ کی پُر معارف مکتوبات کو خرافات کا نام دیا گیا۔ آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید بھی ہونا پڑا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، جنہوں نے بارھویں صدی ہجری کیلئے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، ان کو بھرپور ستایا گیا۔ جب تکفیر و تفسیق کے گند ہتھیار ناکام ہو گئے۔ تو آپ کے انگوٹھے کٹوا ڈالے تاکہ آپ کچھ لکھ نہ سکیں۔ لیکن اللہ کے متوالے اعلائے حق سے باز آنے والے نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی تصانیف املا کروانا شروع کر دیں۔ غرض انسان کس کس دور کے مظالم گنواتا چلا جائے مولانا عبید اللہ سندھی رح نے کتنی پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"یہ جو تاریخ اسلام میں تم اکثر پڑھتے ہو کہ فلاں ملحد تھا فلاں زندیق تھا فلاں نے اسلام کو یوں نقصان پہنچایا فلاں سے مسلمانوں کو یہ گزند پہنچا وغیرہ وغیرہ۔ تو یاد رکھو ان میں اکثر ایسے تھے جو اپنے اپنے زمانہ میں مروجہ مفاسد کی اصلاح کرنا چاہتے تھے لیکن برسرِ اقتدار طبقے کے مفادات پر اس سے زد پڑتی تھی۔ چنانچہ اس کی طرف سے ان کے خلاف مذہبی حربہ استعمال کیا گیا۔ اور اس کے جواب میں بھی مذہب ہی میدان میں آیا۔۔۔۔ اسلام میں مذہبی فرقوں کی ابتدا اسی طرح ہوئی" (ملفوظاتِ سندھیؒ ص ۱۲۷ مرتبہ پروفیسر محمد سرور)

اب بھلا حضرت میرزا صاحب جنہوں نے اپنے مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سنتِ الٰہیہ سے کس طرح باہر رہ سکتے تھے؟ عجیب بات ہے کہ آثار و احادیث میں مسیح موعود اور مہدی کی مخالفت کو ہی اُس کی صداقت اور اُس کے من جانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا نشان ٹھہرایا ہے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آنے والے مسیح کے بارے میں صاف صاف کہہ دیا تھا۔

"نزدیک ہے کہ ظاہری علماء اس کے (یعنی آنے والے مسیح کے۔ ناقل) اجتہادات سے بوجہ اُن کے دقیق ہونے اور باریک ہونے کے۔ انکار کر جائیں۔ اور الٹا ان کو قرآن اور سنّت کے برخلاف جانیں۔

(مکتوبات ج ۲ مکتوب ۵۲ ترجمہ از فارسی)

اسی طرح مشہور عالمِ دین نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالیؒ نے لکھا ہے کہ

"جب مہدی سُنّت کے زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کے واسطے مقاتلہ کریں گے۔ تو علمائے وقت جو فقہاء کی تقلید کے عادی اور اپنے گدی نشینوں اور اپنے باپ دادا کی تقلید کے عادی ہیں کہیں گے کہ یہ شخص ہمارے دین اور ملت کو برباد کرنے والا ہے اور مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنی عادات کے موافق اُن پر کفر اور گمراہی کا حکم صادر کر دیں گے۔ (حجج الکرامہ ص ۳۶۳)

سبحان اللہ! اس پیشگوئی کا ایک ایک حرف سچ نکلا۔ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت و مہدیت پر بعینہٖ یہی رویہ اختیار کیا گیا۔ آپ کے ذمے طرح طرح کے بے بنیاد عقائد و نظریات منسوب کر کے تکفیر کا بازار گرم کیا گیا۔ ویسے بھی علمائے ظواہر کا جو فوٹو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل کھینچا ہے وہ کم عبرتناک نہیں مشہور اہل حدیث لیڈر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں۔

"حضرت علی رض سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا اور قرآن کا رسم خط۔ اس وقت کے مولوی آسمان کے تلے بدترین مخلوق ہوں گے سارا فتنہ و فساد انہی کی وجہ سے ہوگا ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج کل وہی زمانہ آگیا ہے۔"

(اخبار اہلحدیث امرتسر۔ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۱۲ء)

مولوی ثناء اللہ نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مشکوٰۃ کے "کتاب العلم" والے باب میں موجود ہے۔

غرض حضرت مرزا صاحب کے خلاف عالمگیر مخالفت و مخاصمت دراصل حضرت مرزا صاحب کے من جانب اللہ مامور مجدد مسیح اور مہدی ہونے کا ہی زبردست ثبوت ہے کیونکہ یہ مخالفت بھی مُخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔

ایک درخواست

احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ جماعتی مفاد کے پیشِ نظر اپنے جماعتی اخبار پیغام صلح کے شمارے برائے سال ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء دفتر انجمن کو عنایت کریں یا عاریتاً دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ احباب سے فراہمی کا انتظام بذمہ دفتر ہوگا۔

(منصور احمد)
جنرل سیکرٹری
دارالسلام

خطبہ جمعہ

فرمودہ مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۲ مارچ ۱۹۹۰ء بمقام جامعہ احمدیہ، دارالسلام کالونی، لاہور

تشہد اور تعوذ کے بعد:

وھوالذی جعلکم خلٓئف الارض .... وانہ لغفور رحیم (سورۃ الانعام ۶۔ آیت ۱۶۶)

ترجمہ: "اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے تم کو زمین میں حاکم بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا ہے تیرا رب جلدی (بدی کی) سزا دینے والا ہے اور یقیناً بخشنے والا اور رحم کرنے والا (بھی) ہے۔"

وقال اللہ تعالیٰ:

اھم یقسمون رحمت ربک .... خیر مما یجمعون (سورۃ الزخرف ۴۳۔ ۳۲)

ترجمہ: "کیا وہ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کے درمیان (ان کی) دنیا کی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے، اور ایک کو دوسرے پر درجات میں بلند کیا ہے۔ تاکہ (ان میں سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔ اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جہاں اور جذبات اور خواہشات کو رکھا ہے وہاں مال و دولت کمانے کی خواہش کو بھی رکھا ہے تاکہ انسان اپنے لیے اور اپنے بیوی بچوں کے لیے روزی کمائے اور زندہ رہ سکے۔ یہ خواہش محبت کا رنگ رکھتی ہے اور دوسرے جذبات اور خواہشات کی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائے تو وہ مال و دولت کی اندھی محبت بن جاتی ہے، اور اس لیے انسان مال و دولت کو زیادہ سے زیادہ کمانے اور جمع کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قومی سطح پر مال و دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی رہی اور یوں capitalism یا سرمایہ داری نظام دنیا میں رائج ہو گیا۔ اس نظام کا نقص یہ تھا کہ مال و دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع ہونے کی وجہ سے وہ لوگ تو امیر و کبیر بن گئے اور باقی کے لوگ غریب کے غریب رہے حالانکہ محنت دونوں فریق برابر کرتے رہے۔ بلکہ غریب زیادہ محنت کرتا تھا اس کی وجہ کیا تھی؟

اس کی وجہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ جو میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھیں تھیں کہ یہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ضروری حاجت کے لیے امیر اور غریب کا فرق رکھا ہے تاکہ انسان ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور دنیا کا نظام چل سکے۔ اور اس فرق کی وجہ سے لازماً کچھ لوگوں کا درجہ دوسروں سے بلند ہو گیا جیسا کہ پہلی آیت مبارکہ میں فرمایا ہے۔

مگر جہاں یہ فرق پیدا ہونا لازمی تھا کیونکہ اس کے بغیر دنیا کے کاروبار چل نہیں سکتے تھے وہاں انسانوں کی مال و دولت کی اندھی محبت اور نفس پرستی کی وجہ سے اس نظام میں بعض نقائص بھی پیدا ہو گئے۔ اور وہ یہ تھے کہ:-

ا: امیروں نے اپنی دولت کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔

ب: پھر ان امیروں میں تکبر اور تفاخر اور رعونت جیسی خصلتیں بھی پیدا ہونے لگیں۔

ج: غریب اپنی غربت کی وجہ سے بعض وقت اپنی ضروریات زندگی کو حاصل نہ کر سکتے تھے۔

د: اور غریب جب امیروں کے عیش و عشرت کو دیکھتے تھے (حالانکہ وہ دونوں ایک جیسے انسان تھے) تو ان کے دلوں میں امیروں سے حسد اور دشمنی پیدا ہونے لگی اور یوں class war (طبقاتی جنگ) یعنی دونوں فریق میں کشمکش اور فتنہ و فساد بعض وقت پیدا ہونے لگے۔ حالانکہ انہوں نے نہ سمجھا کہ امیر اور غریب کا فرق جہاں دنیا کے نظام کے لیے ضروری تھا وہاں اس میں دونوں فریق کے لیے آزمائش بھی تھی جیسا کہ پہلی آیت میں جو میں نے پڑھی ہے مذکور ہے۔ امیر کے لیے آزمائش یوں تھی کہ کہیں وہ مال و دولت کمانے کو اپنی زندگی کا مقصد نہ سمجھنے لگے اور اس کی محبت میں تکبر اور تفاخر اور رعونت وغیرہ کی مکروہ اخلاقی بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے امیر کو زیادہ دولت دے کر اور غریب کو کم دے کر امیر کو موقعہ دیا تھا کہ وہ غریب کی تکالیف کو دیکھ کر اپنے اندر ہمدردی اور رحم اور قربانی جیسی اعلیٰ صفات یوں پیدا کرے کہ وہ اپنے مال کو غریبوں پر ہمدردی اور رحم کی وجہ سے خرچ کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت، رحمانیت اور رحیمیت کو اپنے اندر پیدا کرے بلکہ اپنی آخرت کے لیے بھی سامان کرے۔

اور غریب کے لیے یہ آزمائش رکھی تھی کہ وہ اپنی غربت کے باوجود صبر اور رضا اور دیانت داری اور ایمانداری جیسی اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا کرے اور چوری چکاری غبن، اور رشوت ستانی اور سمگلنگ وغیرہ کی مجرمانہ کمزوریوں میں نہ مبتلا ہو جائے حالانکہ روز اول سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل اور فطرت صحیحہ جیسی نعمتیں دیکر ان تمام عیوب اور جرائم کو برا اور مکروہ دیکھنا انسان کے لیے آسان کر دیا تھا۔ مزید برآں روز اول سے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو بھیج کر اور وحی والہام کے ذریعہ بھی انسان کی راہنمائی فرمائی تھی۔ کہ وہ امیری اور غربت کے مذکورہ بالا نقائص سے بچے، اپنے اندر وہ صفات عالیہ پیدا کرے جن میں سے چند کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یوم حساب کی سزا اور رسوائی سے اپنے آپ کو بچائے۔

تو بجائے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے انسان نے اپنی ناقص عقل کی بنائی ہوئی راہ کو اختیار کیا یعنی کمیونزم یا اشتراکیت کے نظام سے امیر و غریب کے فرق کو دور کرنا چاہا۔ مگر تجربہ نے بتایا ہے کہ کمیونزم یا اشتراکیت میں بھی وہی نقائص ہیں جو کہ سرمایہ داری نظام میں تھے۔ کہ دولت وہاں بھی برابر، برابر نہ تقسیم ہو سکی۔ اور امیر امیر ہی رہے اور غریب، غریب بلکہ اشتراکی نظام بدتر ثابت ہوا کہ مال و دولت بجائے متفرق ہاتھوں کے صرف ایک ہاتھ میں یعنی حکومت State کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور اس نے اس کا بہت ناجائز فائدہ اٹھا کر دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ ہم نے پچھلے ساٹھ ستر سالوں میں دیکھا ہے اور

بجائے ان خوبیوں اور اعلےٰ صفات کو حاصل کرنے کے جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے انسانوں میں نفس پرستی اور سخت دلی پیدا ہو گئیں اور وہ آزادی رائے اور آزادی عمل کی عمدہ حالتوں کو کھو کر ایک مشین کے بے جان پرزے کی طرح ہو کر رہ گئے۔ الغرض ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

تو امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا وہ طریق صحیح نہیں جو کہ انسان نے اپنی ناقص عقل سے وضع کیا ہے بلکہ صحیح طریق وہ ہے جو اسلام نے بتایا ہے کہ جہاں اس نے مال و دولت کو کمانے کی آزادی انسان کو دی ہے وہاں اس پر وہ بندشیں لگا دی ہیں جو کہ قرآن کریم میں مذکور ہیں کہ رزق (جس لفظ کے معنے صرف روٹی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالےٰ سے انسان کو ملتی ہے اور یوں مال و دولت بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں فرمایا ہے جن میں سے چند میں نے پڑھی ہیں) اس رزق کو کماؤ اور کھاؤ، بشرطیکہ وہ حلال اور طیب ہو جیسا کہ فرمایا کہ:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ز (سورۃ بقرۃ۔ آیت ۱۶۸)

اور پھر اس رزق کو صرف اپنا حق سمجھ کر اپنی ذات اور اپنے بیوی بچوں تک محدود نہ رکھو بلکہ ان تمام خیراتی کاموں پر بھی صرف کرو جن کی تفصیل قرآن حکیم میں مذکور ہے کیونکہ رزق دینے والا اللہ تعالےٰ ہے اور اس لیے اس کے احکام کو ماننا ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا رزق اس کی امانت ہے اور امانت میں خیانت کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ رزق تو ہر شخص اپنی قابلیت اور محنت سے کماتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر رزق کمانا انسان کے بس کی بات ہوتی تو یہ کیوں ہوتا ہے کہ دو انسان جو قابلیت میں برابر ہیں اور محنت بھی ایک جیسی کرتے ہیں مگر ان میں سے ایک تو امیر ہو جاتا ہے اور دوسرا غریب کا غریب ہی رہتا ہے۔

مجھے اپنی سرکاری ملازمت کے دوران بمبئی اور کراچی جیسے شہروں میں بطور ڈپٹی کمشنر لگایا گیا۔ مگر میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ جو لوگ بمشکل اپنا دستخط کر سکتے تھے اور معمولی قابلیت اور ذہنیت کے مالک تھے وہ نواب نہیں اور کھرب پتی نظر آتے تھے اور بڑے بڑے اقتصادیات اور بزنس چلانے کی ڈگریاں رکھنے والے بمشکل اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا گذارا کر سکتے تھے حالانکہ وہ سخت محنت اور تگ و دو بھی کرتے تھے۔ اس لیے مال و دولت کمانا انسان کے بس کی بات نہیں اور یہ اسی کی دین ہوتی ہے جو نہ صرف انسان کو پیدا کرتا ہے بلکہ اس کی زندگی پر مکمل اختیار رکھتا ہے۔ انسان تو خالی ہاتھ دنیا میں آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ مال و دولت اسی کے اختیار میں ہوتے ہیں جو انہیں زمین اور آسمان کے تعاون سے پیدا کرتا ہے۔

اگر اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریقوں پر مال و دولت کمانے اور خرچ کرنے کے باوجود انسان کے پاس سال کے آخیر میں مال و دولت جمع ہو جائے تو اسی سے سرمایہ داری پیدا ہوتی ہے اور میں عرض کر چکا ہوں کہ سرمایہ داری کا علاج نہ تو اشتراکیت کر سکی اور نہ سرمایہ داری capitalism کر سکی۔ اس کا علاج بھی اسلام نے بتایا ہے اور وہ یہ ہے:۔

۱۔ زکوٰۃ اور صدقات:

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ تو اللہ تعالےٰ اور رسول پاک صلعم کی بتائی ہوئی خیرات ہے اور جس کے ادا نہ کرنے کے بارہ میں سخت وعید اسلام میں آتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ایک قسم کی ہوتی ہے۔ جیسے کہ پراویڈنٹ فنڈ تمام سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں ایک لازمی چیز ہوتی ہے اور انسان کے اپنے فائدہ کے لیے ہی ہوتی ہے کہ آخر میں کام آئے۔ اور صدقات دینے یا نہ دینے کا اختیار انسان کی مرضی پر چھوڑا گیا ہے۔ زکوٰۃ اور صلوٰۃ کے احکام قرآن کریم میں کئی بار اکٹھے آئے ہیں۔ ان کے اکٹھا آنے میں قرآن حکیم نے یہ علم انسان کو دیا ہے کہ جو باطنی پاکیزگی انسان میں نماز سے پیدا ہوتی ہے (جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ اور رسول اللہ صلعم کی حدیث ہے کہ جس شخص کے صحن میں سے ایک نہر گزرتی ہو اور وہ اس میں پانچ بار نہائے تو وہ پاک لازمی طور پر ہو جاتا ہے اور یہی اثر نماز کا انسان کے باطن پر ہوتا ہے) وہ باطنی پاکیزگی مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ انسان زکوٰۃ ادا نہ کرے کیونکہ زکوٰۃ کے دو معنے ہیں۔ ایک تو تزکیہ یعنے گناہوں سے اپنے نفس کو پاک و صاف کرنے کے ہیں اور دوسرے زکوٰۃ کے معنے پودے کے نشو و نما پانے کے ہیں تو پہلے معنے تو اسی بات کی تائید کرتے ہیں جو میں نے ابھی کہی ہے کہ باطنی تزکیہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ادا کیے جائیں اور دوسرے معنے بھی نہایت عمدہ ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کے معنے جہاں پاکیزگی کے ہیں وہاں پودہ کے اگنے کے ہیں یعنے نشو و نما پانے کے لیے بھی لفظ زکوٰۃ آتا ہے تو اس دوسرے معنوں میں یہ اشارہ ہے کہ انسان جو زکوٰۃ دیتا ہے اس کے اور صدقہ کے اجر میں اگلے عالم میں ایک پودہ اگ کر نشو و نما پانے لگتا ہے جو بڑا ہو کر اس انسان کے لیے بہشت کے باغ کا ایک پودہ بن جاتا ہے بلکہ زیادہ پودے بن جاتے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ "ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے آپ کو ایمان پر مضبوط رکھنے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اسی باغ کی مثال کی طرح ہے جو سطح مرتفع (یا اعلیٰ قسم کی زمین) کی ہے جس پر زور کی بارش برسے تو وہ دوگنا پھل دیتی ہے۔" (سورۃ البقرۃ۔ آیت ۲۶۴) اور اس سے بڑھ کر اجر کا ذکر اسی سورت کی آیت ۲۶۱ میں یوں ہے کہ "ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی مثال ہے جو سات بالیں اگائے، اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ تو جس کے لیے چاہے (اس کا اجر) دوگنا کر دیتا ہے اور اللہ کشائش والا، جاننے والا ہے۔" اور حدیث شریف میں اس کو یوں فرمایا ہے اَلدُّنْیَا حَرْثُ الْاٰخِرَۃِ یعنے دنیا آخرت کے لیے کھیتی ہے جو یہاں بوؤ گے آخرت میں اگا ہوا پاؤ گے۔

۲۔ جائیداد یا ترکہ کی تقسیم جس سے جمع شدہ دولت بجائے چند ہاتھوں میں رہنے کے ساری قوم میں بٹتی چلی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے رواج، لالچ اور نفس پرستی یا بیوی بچوں کی اندھی محبت یا عزیز و اقارب سے نفرت نے اس حکم الٰہی کی تعمیل کو بالکل پوری طرح نہیں ہونے دیا۔ مگر غیروں نے اس کی خوبی کو پہچانا ہے مثلاً لندن یونیورسٹی کے دو اقتصادیات کے پروفیسروں نے چند سال ہوئے یہ اخباروں میں بیان دیا تھا کہ دنیا کی اقتصادی مشکلات کا حل اسلام کے جائیداد کی تقسیم کے نظام میں ہے۔

۳۔ سود کی ممانعت: سود سے بڑھ کر کوئی چیز سرمایہ داری پیدا کرنے والی نہیں جس کے نتیجہ میں چند لوگ تو امیر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور اکثر لوگ دن بدن قرض کی زنجیروں میں پھنس کر تباہ حال ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ دنیا کی اکثریت غریب لوگوں کی ہی ہے۔ سود کی بدترین مثال ہندو بنیے اور یہودی ہیں کہ ان سے بڑھ کر سخت دل، خونخوار اور ظالم لوگ دنیا میں کم ہوتے ہیں۔

تو اسلام کے بتائے ہوئے یہ تین علاج دنیا کی مالی مشکلات، سرمایہ داری اور عوام کے مالی دکھوں اور مصیبتوں کا حل ہیں اور کسی نظام میں ان کی مثال نہیں مل سکتی۔ مگر ان تینوں علاجوں کی کامیابی خدا خوفی، نیک نیتی اور آخرت کا (جو ہمیشہ کا گھر ہے) ہر آن خیال رکھنے میں ہے اور سچ پوچھو تو ان باتوں کا اجر اسی دنیا میں دل کی جنت پیدا کرنے کی شکل میں شروع ہو جاتا ہے جو چاہے آزما کر دیکھ لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

٭٭٭

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس متصل ٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد: ۷۳	بتاریخ ۱۸ رمضان المبارک و ۵ شوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۵ اپریل و یکم مئی ۱۹۹۰ء	شمارہ (۸/۹)

ارشاداتِ حضرت مجدد صد چہاردہم

ایمانی قوت سے انسان راہِ حق میں پیش آنیوالی تکالیف پر غالب آسکتا ہے

ہر ایک قدم جو صدق اور تلاشِ حق کے لئے اٹھایا جاوے اس کے لئے بہت بڑا ثواب اور اجر ملتا ہے۔ مگر عالم ثواب مخفی عالم ہے جس کو دنیا دار کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ باوجود آشکارا ہونے کے نہاں در نہاں ہے اور اس لئے الغیب بھی اس کا نام ہے۔ اسی طرح پر ایمان بالغیب بھی ایک چیز ہے جو گو مخفی ہوتا ہے مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایمان بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں وہ صدق و حق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔ خدا کی راہ میں سختی برداشت کرنا مصائب و مشکلات کے جھیلنے کے لئے ہر تن تیار ہو جانا ایمانی تحریک سے ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرامؓ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوئے تو وہ کون سی بات تھی جو ان کو امید دلاتی تھی کہ اس طرح پر ایک بے کس ناتوان انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ جس کا نتیجہ صریح معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اس طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے۔ مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مرجانا ان کی نگاہ میں ایک راحت تھی انہوں نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دور تھا۔ وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر وہ ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے اور جس کو ناتوان اور بے کس کہتے تھے اس نے اس ایمان کے ذریعہ ان کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلے مخفی تھا پھر اب آشکارا ہوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت وہ جماعت صحابہؓ کی نہ تھکی اور نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوتِ ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم کام کر دکھائے۔

صحابہؓ نے غیب الغیب خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دین کے لئے بے نظیر قربانیاں کر دکھائیں۔ میں پھر صحابہؓ کی حالت کو نظیر کے طور پر پیش کر کے کہتا ہوں کہ وہ خدا جو غیب الغیب ہستی اور جو باطل پرست مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ اور نہاں ہے انہوں نے اپنی آنکھ سے ہاں آنکھ سے دیکھ لیا ہے۔ ورنہ بتاؤ تو سہی کہ وہ کیا بات تھی جس نے ان کو ذرا بھی پرواہ نہ ہونے دی کہ قوم چھوڑی۔ ملک چھوڑا۔ جائیدادیں چھوڑیں۔ احباب و رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا۔ وہ صرف خدا پر بھروسہ تھا۔۔۔۔۔ ایمان تھا اور صرف ایمان تھا اور کچھ نہ تھا۔

(ملفوظاتِ احمدیہ)

کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں

دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش ربّ العالمیں	قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
دوستی بھی ہے عجب جس سے ہو آخر دوستی	آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار
دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے	ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں	طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشت خار
اس کے پانے کا یہی اے دوستو اِک راز ہے	کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار
تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں	تیر اندازو! نہ ہونا سست اس میں زینہار
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے	ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل	اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار
وہ کتابِ پاک و برتر جس کا فرقاں نام ہے	وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار
جن کو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں وہ لوگ	آدمی کیونکر کہیں جب ان میں ہے حمقِ حمار
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر	کر دیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار
مغزِ فرقانِ مطہّر کیا یہی ہے زہدِ خشک	کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار
منہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح	فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں	پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے	باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار
دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں	جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار
نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے	لیک سو پردے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار

(کلام الامام)

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۱۵ اپریل ۹۰ء

پیغامِ عید

دنیا کی تمام اقوام میں سال بھر کے اندر ایک نہ ایک دن ایسا آتا ہے جو خوشی اور مسرت کا دن کہلاتا ہے اور اس خوشی و مسرت کے اظہار کیلئے ہر قوم میں مختلف قسم کے رسوم و رواج مقرر ہیں جو کم و بیش ان تہواروں کی نوعیت کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً ہندو قوم کے تہوار بالعموم موسموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے لوہڑی کا تہوار جو سخت جاڑے میں منایا جاتا ہے اور اس دن عام طور بازاروں اور گلیوں میں لکڑیاں جلا کر جاڑے کو بھگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر ہولی کا تہوار ہے جو موسم بہار سے تعلق رکھتا ہے اس دن بہار کی خوشی میں ہولی کھیلی جاتی ہے اور ایک دوسرے پر رنگ پھینکا جاتا ہے۔ بعض تہوار ایسے ہیں جو مختلف شخصیتوں کے جنم دن سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً کرسمس کا تہوار جو جناب مسیح کے جنم دن سے منسوب ہے۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کی ولادت گرمیوں میں ہوئی تھی جب کھجوریں پکتی ہیں۔ یا دسمبر کے شدید جاڑوں میں لیکن تمام مسیحی دنیا نے ۲۵ دسمبر ہی کو ولادت مسیح کا دن قرار دیا ہے

ان سب کے بالمقابل ان تہواروں کو دیکھیئے جو سال بھر میں دو دفعہ منائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک عیدالفطر کا تہوار ہے جو رمضان شریف کے بعد آتا ہے یہ تہوار نہ کسی خاص موسم سے تعلق رکھتا ہے نہ کسی شخصیت سے اس کا تعلق ہے۔ نہ کوئی غیر شائستہ رسوم و رواج اس کے لئے مقرر ہیں۔ یہ دن اس تیس دن کے مجاہدہ کی خوشی میں منایا جاتا ہے جو رمضان کے مہینہ میں دن کو روزہ رکھنے اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر کرنے کی صورت میں عمل میں آیا۔

پھر اسی رمضان کے مہینہ کی ایک عظیم الشان رات ہیں جو اپنے انوار و برکات کے لحاظ سے ہزار مہینہ کی راتوں سے بڑھ کر عظمت و شرف رکھتی ہے، قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور فی الحقیقت اس رات کے انوار و برکات اسی ہدایت الٰہی سے ہی تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں دنیا کو ملی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تعلیمات دنیا کو تمام رذائل سے پاک کرنے اور ہر قسم فتنہ و فساد سے نجات دلانے کا موجب بن سکتی ہیں۔ افسوس ہے کہ دنیا نے اس کی طرف توجہ بہت کم کی ہے۔ ورنہ اگر اس پر عمل پیرا ہوتے تو ہر قسم کے نسلی دلونی و وطنی فسادات ختم ہو کر تمام نسل انسانی ایک وحدت کی صورت اختیار کر لیتی۔

عیدالفطر اسی مجاہدہ رمضان، اسی نزول ہدایت اور انہی انوار و برکات کے حصول کی خوشی میں منائی جاتی ہے اور اس کے منانے کی کیا صورت ہے، کیا کوئی ناپاک کھیل تماشے، کوئی غیر مہذب رنگ رلیاں جو دوسروں کے قومی تہواروں میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ عید کی رسم و رواج میں بھی داخل ہیں۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اس قسم کی کوئی بات اس موقع پر دیکھنے میں نہیں آتی۔ سب سے پہلا کام جو اس موقع پر کیا جاتا ہے وہ ہر جگہ، ہر ملک اور ہر شہر اور ہر قریہ میں مل کر خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونا ہے۔ گویا عید کی سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہوں۔ اس کی بارگاہ میں شکر یے کے دو نفل ادا کئے جائیں کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک مجاہدہ کی توفیق عطا فرمائی اور ان انوار و برکات سے متمتع ہونے کا شرف عطا فرمایا جو قرآن کریم کے نزول اور لیلۃ القدر کے ورود سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ ہے اصل عید اور اس کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ اس پاک کتاب کو جس کے نزول کی خوشی میں یہ عید منائی گئی اور جس کو مہینہ بھر نماز تراویح میں سنا اور خود بھی تلاوت کرتے رہے نہ صرف خود اپنا وظیفہ عمل بنائیں اور اس کی ہدایات پر عمل پیرا ہو کر تزکیہ و طہارت اور تقویٰ کی زندگی بسر کریں بلکہ اس کی ہدایت سے دوسری اقوام کو بھی مستفید کرنے کی کوشش کریں۔

یہ وہ پیغام ہے جس پر حضرت بانی سلسلہ نے عمل کرتے ہوئے ایک ایسی جماعت پیدا کی جو قرآن کریم کو لے کر دنیا میں نکل کھڑی ہوئی جس کو خدا کے فضل سے یورپ اور دوسرے ممالک میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے

رمضان المبارک کا آخری عشرہ آنے کو ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اسی عشرہ میں وہ بابرکت رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ایام مجاہدہ اور حصول برکت و سعادت کے لئے رمضان کے دیگر ایام سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔ اس قیمتی وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے متعلق گذشتہ شمارے میں جو تحریک فرمائی تھی ہمیں امید ہے کہ تمام مقامات کے اکثر احباب و خواتین اس پر عمل کر رہے ہوں گے۔

آخری عشرۂ رمضان میں تمام وابستگان سلسلہ کو مجاہدہ میں زیادہ باقاعدہ و مستعد ہو جانا چاہیئے اور اگر کوئی ایسے افراد ہوں جو کسی مجبوری کی وجہ سے پہلے بیس ایام میں مجاہدہ میں شرکت نہیں کر سکے وہ ان باقی دس دنوں کو ہرگز ہرگز رائیگاں نہ جانے دیں۔ پچھلی رات سب لازمی طور پر اٹھیں اور نماز تہجد کو اپنے اوپر فرض کر لیں۔ دعاؤں میں پہلے سے زیادہ زور دیں۔ غلبہ دین کی دعا کو سب سے مقدم کریں خدا کے آگے روئیں اور گڑگڑائیں تاکہ وہ ہمیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہم قارئین کرام کی خدمت میں عید مبارک کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

آٹھویں آئینی ترمیم

پاکستان میں سیاسی سطح پر دیگر مسائل میں شامل ایک مسئلہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں آٹھویں ترمیم کا بھی ہے جو حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اس میں پاکستان پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد دو بڑے فریق ہیں۔ جبکہ مولانا فضل الرحمٰن اور نوابزادہ نصراللہ خاں کے گروپ کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ برسر اقتدار پارٹی بوجوہ اس ترمیم کے مکمل خاتمہ کی خواہاں ہے۔ دوسرا فریق بھی اصولی طور پر اس ترمیم کو ختم کرنے پر متفق ہے لیکن اس کے بعض حلقے اس کے مکمل خاتمے کے حق میں نہیں ہیں جبکہ کچھ کا خیال یہ ہے کہ پی پی پی کے دور اول میں کی جانے والی ترمیموں کے خاتمہ پر بھی بات ہونی چاہیئے۔ اور ضیاء دور کی بعض ترامیم کو جوں کا توں رکھا جائے۔ اور ان میں کسی قسم کی کوئی ترمیم نہ کی جائے اور نہ انہیں ختم کیا جائے

اس مسئلہ پر اب تک دونوں حلقوں کی جانب سے کوئی فیصلہ کن پیش رفت نہیں ہوئی

اس طرح آٹھویں ترمیم کی حمایت بھی ہو رہی ہے اور مخالفت بھی۔ انتہا پسند حلقے مخالفت کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آٹھویں آئینی ترمیم سے امتناع قادیانیت آرڈیننس غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گا جس سے قادیانیوں کو فائدہ پہنچے گا اور ملت اسلامیہ کی طرف سے عقیدۂ ختم نبوت کے نفاذ کے سلسلہ میں صدر ضیاء کے کئے گئے اقدامات بے اثر ہو جائیں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس ترمیم سے آئینی خلا پیدا ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ کہ ترمیمی ڈھانچہ جو سب کچھ ختم کر دیا جائے۔ لیکن مذکورہ آرڈیننس اور نفاذ شریعت آرڈیننس جوں کا توں برقرار رہے۔ جبکہ کچھ طبقے جو قانون و آئین پر نظر رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک مسٹر جسٹس ریٹائرڈ دراب پٹیل ہیں انہوں نے کہا ہے کہ آئین کی آٹھویں ترمیم قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے منافی ہے۔ اس لئے اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمہ سے کوئی آئینی خلا پیدا نہیں ہوگا۔

جہاں تک ۷۳ء کے آئین میں ترامیم کا تعلق ہے اس آئین کی منظوری کے فوراً بعد پی پی پی کی حکومت نے اس میں پے در پے ایسی ترامیم کیں جن پر اس وقت کی قومی اسمبلی میں اپوزیشن ارکان کے علاوہ قانون دان حلقوں نے بھی خاصی نکتہ چینی کی تھی لیکن بہرحال اس آئین کا یہ وقار اپنی جگہ موجود رہا کہ عوام کے منتخب نمائندوں نے مکمل اتفاق رائے سے اس کی منظوری دی تھی لیکن ۱۹۷۷ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سابق صدر ضیاء الحق نے اس آئین میں مسلسل اور بلا جواز ایسی تبدیلیاں اور ترامیم کیں جن کا بنیادی مقصد صرف اپنے اقتدار کو طول دینا اسے مستحکم کرنا اور تمام اختیارات اپنی ذات میں مرتکز کر کے ہر قسم کی جوابدہی سے مکمل آزاد ہونا تھا۔ یہ تمام ترامیم ایک فرد واحد نے کیں اور اس طرح وہ آئین جو عوام کے منتخب نمائندوں نے تیار کر کے اپنے منظور کیا تھا اس کا حلیہ بگڑ گیا۔

صورت حال کچھ ایسی ہے کہ جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک عوام مسلسل مطالبہ کرتے چلے آتے ہیں کہ یہ ملک جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا اس کو پورا کیا جائے مگر یہی سیاستدانوں نے اور مذہبی ٹھیکیداروں نے اس منزل سے دور رکھا جس پر اہل دانش پہنچانا چاہتے تھے وہ منزل ہے ایک صحیفۂ قرآنی ماحول میں رضائے الٰہی کا حصول اور اس کی راہ ہے قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اور سچی ہدایت و راہنمائی کی کامل پیروی۔ کوئی آئین ہو یا کوئی آئینی ترمیم۔ پاکستان کے موجودہ آئین میں قادیانیوں کے ساتھ تو لاہوری احمدیوں کی حیثیت متعین کی گئی ہے اور جیسے اقوال و اعمال کے مجموعہ پر جو تعزیرات لاگو ہیں ان سب کے پیش نظر ہم یہ گذارش کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمیں وہ آئین اور وہ ترمیم عزیز و پسند ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر ہو۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا پیغام عید احباب و خواتین جماعت کے نام

احباب و خواتین سلسلہ۔ سلام مسنون

امید ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ ارشاد الٰہی اور سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت رمضان کے مجاہدات میں مصروف ہونگے۔ ہمارا تعلق ایک ایسی جماعت سے ہے جسکی نماز جسکی قربانی، اور جس کا جینا اور جس کا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے لہٰذا اس مبارک اور مستجاب الدعوات مہینہ بالخصوص اسکے آخری عشرے کی سعید ساعتوں میں مجاہدہ کے رنگ میں نیم شبی دعائیں کریں کہ اے اللہ! ہمیں اس جماعت کے اہل بنا اور اہل ثابت کر، تو ہمارا حافظ و ناصر ہو جا اور اس جماعت کے مفاد و مقاصد میں برکت ڈال۔ علاوہ ازیں دنیا بھر کے اقوام و ممالک بالخصوص ہمارا پیارا پاکستان، مسلم امہ اور برادر ممالک جس بے چینی اور اضطراب کا اسوقت شکار ہیں اور جو ابتلائیں اور وبائیں اسوقت اپنا منہ کھولے کھڑی ہیں انکے پیش نظر ہم حیثیت الجماعت دعا کریں کہ اے اللہ! ہم اس دھرتی پر اور اس پر بسنے والے بنی نوع انسان پر اور کل مخلوق پر رحم فرما۔ انکے قصوروں خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرما۔ اپنی رحمت کا سایہ دراز کر، میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس مبارک مہینہ کے افضال و انوار سے وافر حصہ عطا کرے اپنے مقبول و منظور بندوں میں شامل کرے ہمارے نفوس و اموال میں برکت دے۔ دین و دنیا کی حسنات سے متمتع فرمائے اور عید کی حقیقی خوشیوں سے بہرہ ور کرے۔

میں مرکزی انجمن اور اپنی طرف سے لاہور احمدیہ تحریک سے تعلق رکھنے والے دنیا بھر کے سب احباب و خواتین اور بچے بچیوں کو عید مبارک پیش کرتا ہوں۔ والسلام ز الدعا

طالب دعا ( ) امیر جماعت احمدیہ دار السلام کالونی۔ لاہور

شبان کے شب و روز

۲۳۔ مارچ کو شبان الاحمدیہ کی ایک تقریب

۲۳ مارچ بروز جمعۃ المبارک جامعہ احمدیہ دار السلام لاہور میں شبان الاحمدیہ لاہور کا دوسرا ماہانہ پروگرام ہوا۔ اس پروگرام کو "یوم تشکر" کے طور پر منایا گیا۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم میاں فضل احمد صاحب تھے۔ تقریب کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ محترم انوار احمد صاحب نے تلاوت کلام پاک کی۔ جبکہ محترم چوہدری محمد حیات صاحب نے منظوم کلام سنایا۔ محترم عثمان نذیر صاحب نے ملفوظات مسیح موعود پڑھ کر سنائے۔

بعد ازاں بچوں نے تقریریں، منظوم کلام وغیرہ سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ ایک بچی جمیلہ سلام نے ۲۳ مارچ کے حوالہ سے تقریر کرتے ہوئے کہا "پاکستان بنانے میں ہمارے آباؤ اجداد کا بہت ہاتھ رہا ہے۔ اور بعض اہم کام سرانجام دیے۔ اس ضمن میں مولانا محمد علی صاحب کی مثال دیتے ہوئے کہا آپ نے پاکستان بنانے میں نہایت اہم کام انجام دیے تھے۔ اور قائداعظم محمد علی جناح خود آپ سے ملنے آتے تھے۔ اس بچی نے کہا کہ یہ ہمارا پیارا وطن ہے، اور ہم بحیثیت جماعت وقت پڑنے پر ملک دشمن عناصر سے نمٹنے سے کسی قسم کا دریغ نہیں کریں گے۔

اس دوران بچوں کا ذہنی آزمائش کا مقابلہ بھی ہوا جس میں بچوں نے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ نتائج کے مطابق اول: سعدیہ رحمان، دوم عتیق الرحمان اور سوم فائزہ جمیل قرار دیئے گئے۔

بعد میں نوجوانوں میں سے عامر عزیز نے جنوبی افریقہ میں ہماری جماعت کی روئیداد پر ایک تقریر کی۔ محترم بزرگ جناب ڈاکٹر اصغر حمید صاحب نے جنوبی افریقہ میں جماعت کے بارے چیدہ چیدہ باتوں سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حاضرین سے اختتامی خطاب فرمایا اور نوجوانوں اور بچے بچیوں کو قیمتی نصائح سے نوازا۔

تقریب کے اختتام پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا فرمائی اور پروگرام میں شامل بچوں کو انعامات سے نوازا۔

عزیز احمد، صدر شبان الاحمدیہ لاہور

* * *

بقیہ: برلن مشن

برلن کے ایک سکول کے ۲۹ بچے دو ٹیچروں کے ہمراہ جامع میں ایک گھنٹہ گزارنے آئے۔ اس سال باری باری بہت سے سکول اپنے بچے مشن ہاؤس بھیج رہے ہیں تاکہ وہ دین حقہ کے بارے میں واقفیت حاصل کریں۔ مذہبی پیریڈ میں یہ مختلف عبادت گاہوں میں جاتے ہیں اس طرح یہ بچے بڑے ہو کر مذہبی تعصب کا شکار نہیں ہونگے۔ ہر ہفتہ کے دوران مشرقی برلن سے کافی زائرین آتے ہیں۔ مسٹر شاڈ و معہ اہلیہ دو روز کے لیے برلن آتے ہیں تاکہ آرکیٹکٹ سے مل کر آئندہ کے لیے امداد حاصل کرنیکا پروگرام بنا سکیں اور اگلا شمارہ میگزین اکٹھا تیار کر سکیں۔ مشن ہاؤس میں نماز تراویح شروع ہے زیادہ تر بوسنیا کے مسلم خواتین و حضرات آ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مقامی احباب بھی شامل ہوتے ہیں۔

ارشادات حضرت مولٰنا محمد علیؒ مرحوم

صیامِ رمضان اور اُنکی اصل غرض

رُوحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

تشہد و تعوذ کے بعد ۔ یا ایّھا الّذین اٰمنوا کُتب علیکم الصّیام کما کُتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتقون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلّھم یرشدون (۱۲ : ۱۸۳ - ۱۸۶)

ترجمہ ۔ "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو ۔ چند دن ، پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پُوری کی جائے ۔ اور جو اس میں مشقت پاتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں ۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو ۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق اور باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں ۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیئے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں سے گنتی پُوری کی جائے ۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا ۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو ۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں ، میں دُعا کرنے والے کی دعا کو ، جب وُہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں ۔"

ماہِ رمضان کیلئے رُوحانی غذا

ماہِ رمضان شروع ہونے والا ہے ، اس لئے مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں ، گو یہ باتیں اس سے پیشتر بارہا سنائی جا چکی ہوں گی لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے اُسی طرح یہ رُوحانی سلسلہ بھی ہے ، یہ رُوحانی غذائیں ہیں جو بار بار ملنی چاہئیں ۔ انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اُس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اُس کی بھلائی کی ہوں انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پُرانی باتوں کو بھول جاتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ ! جب ہم آپؐ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے جو یہاں سے جا کر پھیر ہوتی ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا اسی طرح درحقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اُسے کوئی نصیحت کرنے والا ہو ۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے ۔

رویتِ ہلال

رمضان کے مہینہ میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگرچہ اس زمانے میں لوگ پُورے تیس دن ہونے نہیں دیتے یا واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے ۔ یا لوگ جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں ، بہرحال میرے تجربے میں یہی بات آئی ہے ۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھے گا اُسے ایک روزہ رکھنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے ۔

سحری و افطاری کا وقت

صُبح ایک وقت ہوتا ہے جسے پَو پھٹنا کہتے ہیں یہ صبح سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے ۔ اس وقت سے لے کر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے ۔ بعض لوگ بہت جلدی کھا لیا کرتے ہیں لیکن ایک تو اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ دُوسرے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت کا انتظار کرتے اور پَو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے ۔ آجکل چاہیئے کہ انسان ۲ بجے رات اُٹھے ۔ آدھ گھنٹہ تک نماز پڑھ لے پھر ڈیڑھ گھنٹہ میں دیگر ضروریات سے فارغ ہو کر چار بجے کھانا کھا لے ۔ جب صُبح بیّن ہو جائے اس وقت کھانا ترک کر دینا چاہیئے ۔ بعض لوگ اذان سُن کر چھوڑ دیتے ہیں لیکن تحقیق کر لیا جائے تو کوئی ہرج نہیں مگر آجکل زیادہ تر اذان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے ۔ مگر اذان اگر بعض وقت پہلے ہی مل جائے تو اُٹھ کر دیکھ لینا چاہیئے اور پَو پھٹنے کا انتظار کرنا چاہیئے ۔

روزہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افطاری پیشتر سے تیار کرا کر رکھتے تھے ۔ ہمارے ملک میں لوگ اندھیرے کا انتظار کرتے ہیں مگر جس وقت آفتاب غروب ہو جائے روزہ کھول لینا چاہیئے سُرخی کو غروبِ آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔

ممنوعاتِ صوم

روزوں میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کر دینا چاہیئے ۔ اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اس قدر ضروری نہیں ۔

روزوں کی غرض

روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے ؟ (دین) کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو ۔ (دین) ہرگز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو ۔ پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے تو انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے کہ وُہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتا دی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ :- یا ایّھا الّذین اٰمنوا کُتب علیکم الصّیام کما کُتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتقون ۔ تم پر روزے لکھے گئے ہیں جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے تاکہ تم تقوےٰ اختیار کرو ، معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقوےٰ اختیار کرنا ہے اب اگر کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے لیکن تقوےٰ اختیار نہ کرے اس نے کچھ نہ کیا جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتا دی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اس کو اس کی غرض و غایت تک نہ پہنچائے ۔ جو اسے بتائی گئی تھی یا جو اس کا مقصودِ اصلی تھا اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں ۔ مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا ۔ تو وہ اس کو وصول تو کرے لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اس کا وہ وصول کرنا کسی کام کا نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا پکڑا جائے گا ۔

ہر حکم کی حکمت

(دین) کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولٰکن ینالہ التقوٰی منکم ۔ الخ ۔ تمام قربانیوں کی غرض و غایت اللہ تعالےٰ کا تقوےٰ اختیار کرنا ہے ۔ رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کے لئے ترک کر دو ، ایک تمہاری حلال اور طیّب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے ۔ تم سخت پیاسے ہو ، پھر نہیں بھوک ہے ۔ روٹی موجود ہے تم ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں سوائے خُدا کے کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی نہیں ۔ پھر باوجود اس کے تم نہ کچھ کھاتے ہو اور نہ کچھ پیتے ہو ۔ یہ کیوں ؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں ۔ غرض تقوےٰ اختیار کرنا ، روزوں کی غرض و غایت ہے ۔ روزے رکھ کر تم متقی بن سکتے ہو ۔ یہ تیس دن مجاہدے اور

ریاضت کے دن ہیں۔ دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں۔ ایک مہینہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے روحانی قوی ترقی کریں۔ انسان دوسری باتوں میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اس لئے اسے کسی قدر بھوکا رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے۔

رمضان میں دعائیں خاص کر قبول ہوتی ہیں

اسی لئے فرمایا کہ۔ واذا سالک عبدی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اس آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر رکھ کر بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں۔ خدا نے تمہیں راستہ بتا دیا ہے من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بے شک کمزور رہ جاتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف

رمضان کے آخری دس یوم میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ دس دن جامع میں بیٹھے اور دنیوی اشغال کو ترک کر دے ہماری اس جامع میں بھی خدا کرے کوئی اس سال اعتکاف میں بیٹھنے والا ہو۔ انسان کو جس قدر اپنے قویٰ پر بھروسہ ہو مجاہدہ کرے، بیمار کے قویٰ چونکہ مضمحل ہو جاتے ہیں اسلئے اس کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بیس روزوں کے بعد اعتکاف کا حکم دیا۔

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ گائے یا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ حدیث میں بھی ہے کہ غریب پانچسو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ امیر کو مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہیئے

رمضان کے روزوں کو معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام المسکین۔ جو رکھتا ہو وہ خرچ بھی کرے مسکین کو کھانا کھلائے۔ نبی کریم کی نسبت آیا ہے کہ کان اجود الناس یعنی آپ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے لیکن رمضان میں آپ کی حالت بتائی گئی ہے کہ کان اجود فی رمضان یعنی رمضان میں آپ اس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے۔ تو روزوں میں کچھ نہ کچھ خیرات ضرور کیجائے۔ سب سے بڑھ کر مسکین اسوقت (دین) ہے۔ اسکو بھی کچھ دو۔

قیام رمضان

پھر ابتدائے رات کیوقت کچھ قرآن سن لیا کرو۔ اور پھر تو پچھلے سے پیشتر بھی کچھ نماز پڑھ لیا کرو۔ بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے ان دنوں میں عبادات اور دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں پس اپنے آپ کو تیار کرو اپنی زبانوں کو روکو۔ استغفار اور درود شریف بہت پڑھا کرو اور زیادہ باتیں کرنا چھوڑ دو۔

* * *

"حضرت مسیح کی صلیب سے پہلے اور بعد کی زندگی" اس شمارے کا خصوصی مضمون ہے۔

وفات : گلاب علی صاحب معاون دفتر مرکزی انجمن لاہور مورخہ ۱۱-اپریل ۱۹۹۰ء کو وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم نے تقریباً ۵ سال انجمن کے دفتر میں خدمات انجام دی ہیں۔ آخری عمر میں بیمار رہنے لگے تھے۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

محترم ملک غلام علی صاحب شیخ محمدی سے اطلاع دیتے ہیں کہ محترم ناصر احمد صاحب آف شیخ محمدی کی والدہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

جماعتی خبریں

- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت اچھی ہے۔ فروری اور مارچ کے مہینوں میں حضرت موصوف نے مجلس منتظمہ کے جملہ اجلاسوں کی صدارت فرمائی۔ ایک اجلاس میں انٹرنیشنل رابطہ کمیٹی کے تیسرے سالانہ اجلاس میں کیے گئے فیصلوں پر تفصیلی غور ہوا۔ ماہ جولائی میں برلن، جرمنی میں ہونے والی مجوزہ احمدیہ کنونشن کے سلسلے میں مختلف تجاویز کی روشنی میں طے شدہ فیصلوں اور متعلقہ پہلوؤں پر نظر ثانی کی۔ اور طے کیا کہ ہونے والے کنونشن کو بامقصد اور کامیاب بنانے کے لیے اسے آئندہ سال کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپنی کمزوری صحت کے باوصف جماعتی امور کی بجا آوری میں بیشتر وقت مصروف رہتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو خدمت دین و جماعت کا بیش از بیش موقعہ عطا فرمائے۔

احباب حضرت ممدوح کی صحت اور درازی عمر کے لیے رمضان کے اس مبارک مہینہ میں نیم شبی دعا فرمائیں۔

- محترم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب ہر جمعہ کو پر معارف خطبہ ارشاد فرماتے ہیں۔ گذشتہ جمعہ دوران خطبہ وہ کچھ نقاہت محسوس کر رہے تھے احباب ان کی صحت و تندرستی کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

- جماعت کے بزرگ حضرت مولانا شیر محمد خوشابی صاحب بعارضہ قلب علیل ہیں ان دنوں وہ اپنے شہر خوشاب میں اقامت پذیر ہیں۔ احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا فرمائیں۔

- **نماز تراویح و درس** :

ماہ رمضان کے دوران جامع دارالسلام، لاہور میں حسب سابق نماز تراویح ادا کی جارہی ہیں۔ اور درس بھی ہوتا ہے جس میں احباب و خواتین شامل ہوتی ہیں۔

- **فطرانہ عید**

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس سال فطرانہ عید سات روپے فی کس تجویز فرمایا ہے احباب فطرانہ مرکزی انجمن میں قبل ادائیگی نماز عید جمع کرائیں۔

جامع دارالسلام، لاہور اور جامع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز عید آٹھ بجے صبح ادا کی جائے گی۔ احباب پابندی وقت کا خیال رکھیں۔

- **کشتی نوح** :

جن احباب جماعت کے پاس حضرت مسیح موعود کی کتاب کشتی نوح (جس کا دوسرا نام دعوت الایمان اور تیسرا نام تقویت الایمان ہے) نہ ہو اور انہوں نے اپنے ایمان کو تقویت پہنچانی ہو تو خط لکھ کر پتہ ذیل سے حاصل کر سکتے ہیں۔

محمد حسن خان
۴۸-۵۵ ایچ بلاک نارتھ ناظم آباد کراچی ۳۳

- **ماہنامہ لائٹ**

مرکزی انجمن کا معروف انگریزی ماہنامہ دی لائٹ کا تازہ شمارہ بابت ماہ مارچ پیش نظر ہے۔ ۲۸ صفحات پر مشتمل اس خوبصورت مجلہ میں اداریہ سمیت محترمہ مسز الفت صمد صاحبہ، مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب مکرم مولانا حافظ شیر محمد صاحب اور محترم ایم اے صمد صاحب کے عالمانہ اور فاضلانہ مضامین شامل ہیں جبکہ ایڈیٹر کے نام خطوط، نقد و نظر، کتابوں پر تبصرہ اور پاکستان و بیرون پاکستان کی خبریں بھی اس شمارے کا حصہ ہیں۔ آرٹ پیپر پر سرورق پر حضرت مسیح علیہ السلام کی شبیہہ کا فوٹو ہے۔ ایک معروف محقق و ادیب مسٹر ہولگر کا لکھا ایک محققانہ اور تنقیدی مضمون ۲۲

آیت الکرسی

خطبہ جمعہ فرمودہ محترم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی دامت برکاتہ بتاریخ ۹ مارچ ۱۹۹۰ء بمقام مرکزی جامع احمدیہ، دارالسلام کالونی۔ لاہور

تشہد اور تعوذ کے بعد سورۃ البقرۃ ۲ کی آیت کریمہ ۲۵۵۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو۔۔ الخ۔۔۔ کی تلاوت کرتے ہوئے جناب فاروقی صاحب نے فرمایا:۔

یہ آیت مبارکہ آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے اور حدیث شریف میں اس کی بڑی عظمت مذکور ہے۔ ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھنے کی تاکید ہے۔ اس کی عظمت اور اہمیت کیوں ہے؟ اس لیے کہ اس چھوٹی سی آیت میں اللہ تعالیٰ کی بہت سے صفات مذکور ہیں۔ گویا کوزہ میں سمندر کو بند کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس مقدس کتاب میں نہ صرف خدا کا اسم ذات (اللہ) بتایا گیا ہے بلکہ بے شمار اسماء صفات بھی مذکور ہیں۔ اور یہ فخر کسی اور الہامی کتاب کو میسر نہیں۔ ان دونوں قسم کے ناموں کی یہ اہمیت ہے کہ کسی الہامی کتاب کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ بتلائے کہ اُسے کس نے بھیجا ہے اور بھیجنے والا کن صفات کا مالک ہے تبھی جا کر اس ذات گرامی کے پورے تعارف کا حق ادا ہوتا ہے جیسے کہ ہم کسی انسان کا بھی تعارف کریں تو پہلے تو اس کا نام بتاتے ہیں اور پھر بتاتے ہیں کہ وہ کون ہے۔ ورنہ تعارف نہ ہونے کے برابر ہی کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے صرف ایک دفعہ ہی یہ حق ادا نہیں کیا بلکہ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ان میں سے دو کا حوالہ دیتا ہوں۔

ایک تو سورۃ فاتحہ کو پڑھیے اور دوسرے اسی آیت الکرسی پر نظر ڈالیے۔ اگر ایک الحمد للہ سے لے کر مٰلک یوم الدین تک صرف تین آیات میں، اور دوسری محض ایک آیت میں یہ حق کچھ حد تک ادا کرتی ہے۔

اگر سورۃ فاتحہ کی تین آیات اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات بتاتی ہیں جن پر دنیا اور آخرت کا سب نظام اور انسان کے لیے مکمل ہدایت کا جامع علم دیا گیا ہے تو آیت الکرسی کی ایک آیت دوسرے نمبر پر ان ضروری باتوں میں سے کچھ پر روشنی ڈالتی ہے۔ اگر سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی تو آیت الکرسی کو ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے۔ پھر دونوں آیات اپنے، اپنے رنگ میں اس قدر جامع ہیں کہ پچھلے چودہ سو سال میں اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں اور سب اپنی، اپنی جگہ بہت عمدہ ہیں۔ اس لیے میری یہ بہت بڑی جسارت ہو گی کہ میں اس موضوع پر کچھ کہوں مگر میں نے دو جمعہ ہوئے کہ وعدہ کیا تھا کہ چونکہ آیت الکرسی پر کچھ روشنی ڈالے بغیر قرآن حکیم کے اس حصہ کا مضمون مکمل نہیں ہوتا اس لیے میں آیت الکرسی کے مضامین پر بھی کچھ عرض کروں گا۔ اور اسی وجہ سے یہ فرض میں ۔۔۔۔ آج ادا کرنے کی کوشش کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

آیت الکرسی کے معنے

اس آیت کریمہ کو "آیت الکرسی" اس لیے کہتے ہیں کہ لفظ کرسی اس میں ایک خاص مقام رکھتا ہے جو بعد میں واضح ہو جائے گا۔ لفظ کرسی کے اندر تین مفہوم ہیں۔ اوّل تو عام لوگ اس لفظ سے مراد کرسی لیتے ہیں جس میں بیٹھا جاتا ہے۔ دوئم جو لوگ علم رکھتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ اس کے معنے تخت کے کرتے ہیں۔ اور تیسرے معنے "علم" کے ہیں جسے وہ لوگ اختیار کرتے ہیں جو حدیث شریف اور عربی زبان کے محاورہ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ مجھے تیسرے معنے زیادہ پسند ہیں اگرچہ باقی کے دونوں معانی بھی اپنے اپنے رنگ میں لیے جا سکتے ہیں۔ اور وہ یوں کہ کرسی (جس میں بیٹھا جاتا ہے) کا لفظ بھی محاورہ میں "حکومت" کے معنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ اخباروں میں ہم پڑھتے ہیں کہ سیاسی کشمکش دراصل کرسی کے لیے ہوتی ہے۔ تو اس سے مراد لکڑی کی کرسی نہیں ہوتی بلکہ سیاسی عہدوں کی حکومت ہوتی ہے۔ اسی طرح لفظ "تخت" بھی حکومت کے معنوں میں عام بول چال میں بطور محاورہ کے لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی کہے کہ ملکہ الزبتھ انگلستان کے تخت پر کئی سال سے بیٹھی ہیں تو اس کے معنے یہ نہیں کہ وہ ان تیس، چالیس سال سے مسلسل کسی لکڑی یا سونے چاندی کے تخت پر بیٹھی رہتی ہیں بلکہ یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ اتنے عرصہ سے برسر سلطنت فائز ہیں۔

تیسرے معنے "علم" کے اس لیے بہترین ہیں کہ اول تو عربی محاورہ میں لفظ "کرسی" علم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ کسی عالم کے لیے اہل کرسی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں یا خیر الناس الکراسی کے معنے یہ ہیں کہ لوگوں میں علماء بہترین مقام رکھتے ہیں۔ دوئم بخاری شریف میں حضرت ابن عباس یا حضرت ابن جبیر (مجھے اسوقت ٹھیک یاد نہیں کہ کس بزرگ نے) کرسی کے معنے "علم" کے کیے ہیں۔ سوئم یہی معنی اس آیت قرآنی میں جو برسر عنوان ہے اپنے سیاق اور سباق کے لحاظ سے موزون ترین ہے جیسا کہ میں آگے چل کر عرض کروں گا۔

بہر حال تینوں معانی میں حکومت کے علاوہ عزت کا مفہوم بھی ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں صاحب گورنر صاحب کے دربار کے کرسی نشین ہیں۔ یا ہم جو حاکم یا تخت نشین ہو جیسے کہ بادشاہ یا ملکہ اس کی اس کے عہدہ کی وجہ سے عزت کرتے ہیں۔ مگر یہ دونوں قسم کی عزتیں ہیچ ہوتی ہیں اس عزت کے مقابلہ میں جو اہل علم کی ہوتی ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ کرسی اور تخت نشینی سے ہمیشہ عزت نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو وہ مل کر کھوئی بھی جا سکتی ہے مگر جبکہ صحیح معنوں میں عالم کی ہمیشہ عزت ہوتی ہے (اس لیے کہ علم کبھی کھویا نہیں جاتا) اور صحیح معنوں میں عالم کی عزت دل سے کی جاتی ہے نہ کہ محض کرسی یا تخت نشینی کی وجہ سے۔ ان تمام وجوہ سے میں "کرسی" کا لفظ جو آیت الکرسی میں آیا ہے اس کے معنے "علم" کے زیادہ پسند کرتا ہوں۔

لا الٰہ کے معنے

اب اس آیت مبارکہ کے معانی پر غور فرمائیں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو یعنے اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ الٰہ کے معنے معبود، محبوب اور مطلوب یا مقصود کے ہیں۔ کیا حیرت انگیز تصور ہے جو اس مختصر مگر جامع لفظ نے دنیا کے آگے پیش کیا! اس لیے کہ جب قرآن کریم اور حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود، محبوب اور مطلوب یا مقصود نہیں تو اُس وقت دنیا میں یہ عظیم الشان تصور تھا ہی نہیں۔ لوگ یا تو اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بے جان بتوں کو پوجتے تھے یا جانوروں مثلاً گائے یا بندر یا بلّی وغیرہ کو پوجتے تھے یا زیادہ سے زیادہ اپنے جیسے انسانوں کو خدائی کا درجہ دے کر ان سے اپنی حاجات مانگتے تھے

حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہوتے تھے۔ اور مشرک کہ زمین سے اٹھے تو وہ ستاروں یا چاند یا سورج کو پوجتے تھے حالانکہ سائنس نے ثابت کیا ہے کہ اجرامِ فلکی محض بے جان سیارے یا سورج کی طرح جلتے کھولتے آگ اور مختلف گیسوں کے گولے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جو ان سب کا خالق اور مالک ہے (جو کہ اب سائنس تک نے مانا ہے اور جو کہ خود انسان کا بھی خالق اور مالک ہے) صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔

اب لفظِ معبود یعنے جس کی عبادت کی جائے کے صحیح معنے جاننا ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ عبادت کے لفظ سے مراد نماز کے لیتے ہیں مگر نماز کے لیے قرآن کریم میں لفظ "صلوٰۃ" آتا ہے۔ اور "عبادت" کے لغوی معنے عاجزی سے فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ ان دونوں الفاظ کو اکٹھا لاکر قرآن کریم نے ان دونوں کے معانی میں فرق کو واضح کر دیا ہے جب فرمایا کہ فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۴) یعنے میری فرمانبرداری کر اور نماز کو قائم کر مجھے یاد رکھنے یا یاد کرنے کے لیے، اور ایک اور جگہ فرمایا کہ الم اعھد الیکم یٰبنی آدم ان لا تعبدوا الشیطٰن (سورۃ یٰسین ۳۶ - ۴۰) یعنے "اے بنی آدم کیا میں نے تم کو حکم نہ دیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟" اب اس آیت مبارکہ میں لفظ "عبادت" کے معنے تو ہرگز نماز پڑھنے کے نہیں ہو سکتے کیونکہ کوئی بھی شیطان کے آگے ہاتھ باندھ کر یا رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز نہیں پڑھتا۔ مگر شیطان کی بدقسمتی سے اکثر لوگ فرمانبرداری کرتے ہیں۔

دولت پرستی

یہ کیوں فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں؟ اس کا جواب پچھلی آیت پر نظر ڈالنے سے ملتا ہے۔ وہاں فرمایا کہ یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنٰکم یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو (خدا کے رستہ میں)"۔ بالفاظِ دیگر اگر تم اللہ پر ایمان لاتے ہو تو پھر اپنے ایمان کو اپنے عمل سے سچا کر دکھاؤ۔ یہ عجیب علم قرآنِ حکیم نے انسان کو دیا ہے کہ ایمان سے نیک اعمال پیدا ہوتے ہیں اور پھر اعمالِ صالحہ سے ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایمان آپ سب جانتے ہیں کہ انسان کے سینہ میں مخفی ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی حالت کا پتہ نہیں لگ سکتا سوائے اس کے کہ وہ انسان کے عمل سے ظاہر ہو۔ اور نیّت تو اس سے بھی بڑھ کر مخفی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو انسان کی ایمان کی حالت اور نیّت کو بخوبی جانتا ہے۔ بلکہ اس کے در پردہ بھی کوئی اور حالتیں ہیں جنہیں انگریزی میں "سب کانشس" Subconscious Mind (یعنے تحت الشعور) کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تو ان سب راز دل کو جانتا ہے جیسا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کئی دعاؤں میں فرمایا ہے کہ وما انت اعلم بہٖ منّی یعنے وہ راز جن کو تو مجھ سے بھی بڑھ کر جانتا ہے۔ اور ان تمام مخفی امور کا پتہ لگانے کا سوائے انسان کے عمل کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ اور عمل میں بھی قربانی بہترین طریقہ ہے خصوصاً مالی قربانی کیونکہ اس میں انسان اپنے لیے نہیں بلکہ اوروں کے لیے اپنے نفس پر چھری پھیر کر اپنے قلب کے مخفی رازوں کا پتہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیوں ان رازوں کو فاش کرتا ہے جبکہ ان کا اسے بخوبی علم ہوتا ہے؟ اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ انسان کو بھی پتہ لگ جائے کہ اس کے باطن کی کیا حالت ہے۔ تبھی وہ چاہے تو اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ ان باتوں کو حضور نبی کریم صلعم نے کس خوبی سے اپنی ایک دعا میں ادا کیا ہے۔ جب حضورؐ نے دعا کی کہ اللّٰھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت وما اسرفت وما انت اعلم بہٖ منّی یعنے "اے اللہ معاف فرما دے جن (گناہوں) کو میں نے آگے بھیجا ہے اور جو بعد میں مجھ سے سرزد ہوں اور ان باتوں کو جنہیں میں نے ظاہر کیا اور جنہیں میں نے چھپایا اور جن باتوں میں میں حد سے گذر گیا اور ان باتوں کو بھی جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے"۔ میں نے مالی قربانی کا اس لیے ذکر کیا کہ مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت انسان کو روکتی ہے۔ اسے دوسروں کے (بلکہ اللہ تعالیٰ کے) لیے بھی اپنی دولت کو خرچ کرنے سے۔ تو انسان کا لا الٰہ الا اللّٰہ پر سچا ایمان ہو تو پھر وہ کیوں مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ہچکچاتا ہے؟ اسی لیے نہ کہ دراصل ایسے انسان کا الٰہ مال و دولت ہوتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سب سے محبوب چیز یعنے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کر کے اپنے سچے عارف باللہ کا ثبوت دیا اسی طرح انسان جب تک اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ خرچ کرے تب تک اللہ تعالیٰ اس کا الٰہ ثابت نہیں ہوتا۔ مگر آج کل تو مال کی محبت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ انسان بالکل دولت پرست بن گیا ہے جو کہ شرک کی بدترین شکل ہے کیونکہ وہ عام ترین ہے اسی لیے قرآن کریم نے فرمایا کہ اپنے مال میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو کیونکہ انسان کا اصل الٰہ تو اللہ تعالیٰ ہونا چاہیئے نہ کہ مال و دولت جیسا کہ آیت الکرسی کی ابتدا میں فرمایا۔

حی و قیّوم

مال و دولت تو آنی جانی شئے ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ حیّ و قیّوم ذاتِ والاصفات ہے۔ حیّ کے معنے ہیں وہ ذات بابرکات جو ہمیشہ سے زندہ چلا آرہا ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور دوسری ہر قسم کی زندگی اُسی نے پیدا کی ہے۔ تو انسان کو سب سے زیادہ طلب ہوتی ہے اپنی زندگی کی۔ اس لیے فرمایا کہ وہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ بناؤ نہ کہ مال کو کہ وہ آج نہیں تو کل ختم ہو سکتا ہے اور بہرحال انسان کی موت پر وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مومن بھی ایک نہ ایک دن وفات پا جاتا ہے مگر وہ اسی راہ سے ابدی حیات کو پا لیتا ہے اور وہ بھی جنّت کی اعلیٰ ترین سکھ اور آرام کی زندگی میں۔ اس کا وعدہ نہ صرف تمام الہامی کتابوں نے کیا ہے بلکہ انسان کی فطرت میں بھی ہمیشہ کی زندگی چاہنا ہی ثبوت ہے کہ ابدی زندگی اس کے مقدر میں ہے ورنہ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ انسان کے اندر کوئی خواہش ہو جسے پورا کرنے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و عطا سے باہر اس کا سامان نہ کیا ہو۔ مثلاً اگر انسان کے اندر بھوک ہے تو باہر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہر قسم کی نعمتیں مہیا کی ہیں۔ اگر انسان کو دن بھر کی محنت کے بعد آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے باہر رات کا اندھیرا بنایا ہے تاکہ انسان آرام سے سو سکے اس لیے یہ کہاں ممکن تھا کہ انسان کی سب سے بڑی خواہش یعنے ابدی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی زندگی نہ رکھی ہوتی۔ تمام الہامی کتابوں نبیوں اور اولیاء اللہ نے متفق طور پر گواہی دی۔ مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی ہے اور وہ ابدی ہے۔

ابدی زندگی مل بھی جائے مگر اسے قیام نہ ہو تو انسان کبھی خوش نہیں رہتا۔ مگر اس دنیا میں ابدی قیام ملنا ناممکن ہے جبکہ موت اس کے گرد ہر وقت منڈلا رہی ہے۔ مگر لفظ قیّوم کے معنے اس سے بہت زیادہ ہیں۔ قیّوم کے معنے ہیں نہ صرف وہ ذات جو ہمیشہ سے اپنی ہستی میں قائم ہے اور باقی کائنات کو بھی اسی نے قیام بخشا ہے۔ یہی معنے ہمارے پیر و مرشد نے بھی اپنی کتاب "نور القرآن" میں بتاتے ہیں۔ اور اب تو سائنس نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ کائنات قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر یہ کسی Universal Mind (محیطِ کُل قلب) میں قائم نہ ہو۔ (دیکھو کتاب "دی مسٹرس یونیورس" مصنفہ سر جیمز جینز جو کبھی لندن کی سب سے بڑی سائنس کی سوسائٹی کا صدر تھا۔) وہ دہریہ تھا۔ اس لیے اس نے خدا تعالیٰ کا نام تو نہیں لیا مگر بے اختیار اس کی قلم سے "محیطِ کُل" کے الفاظ

نکل گئے۔ مگر پھر بھی وہ کہہ وہی بات گیا جو ایک مؤمن کہتا ہے کیونکہ ساری کائنات پہ حاوی کوئی نہیں ہو سکتا سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے۔ اور اب تو دنیا کے بیشتر سائنسدان مشہور عالم سائنسدان آئن سٹائن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں کہ اس عظیم الشان کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ایک ہے کیونکہ تمام کائنات ایک ہی نظام کے ماتحت چل رہی ہے۔ اور اس کا چلانے والا بھی وہی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ یہی لفظ قیوم کا بھی مفہوم ہے۔

مگر قیوم کے معنے صرف قائم رکھنا نہیں بلکہ قائم رکھنے کے تمام سامان کو بھی مہیا کرنا ہے سو اس ذاتِ بابرکات نے اپنے فضل و کرم سے انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کے لیے تمام اسباب فراہم کیے ہیں۔ یہ کہ یہ تمام بندوبست صرف اللہ تعالیٰ نے کیے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان سامانوں کو انسان خود حاصل نہیں کر سکتا۔ ورنہ ہر شخص کبھی بیمار نہ ہوتا۔ یا کبھی کبھو کا نہ رہتا۔

سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

جس خدا پر دنیا اور آخرت کی تمام کائناتوں کا اپنی زندگی اور قیام اور ان کی ضروریات مہیا کرنے کا انحصار ہے اگر اسے اونگھ آ جائے یا وہ سو جائے تو دنیا اور آخرت دونوں کا یکدم خاتمہ ہو جائے۔ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو حیّ و قیّوم ہے اور اسی پر دنیا و آخرت زندہ اور قائم ہیں اسے کبھی اونگھ یا نیند نہیں آتی۔ یہ کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کے جو بھی شریک انسانوں نے خود بنائے ہیں وہ سب تو اونگھ یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے تم سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کی عبادت (فرمانبرداری) بالکل غلط ہے۔

جو خدا کے شریک جانداروں میں سے تھے وہ تو سب اونگھتے بھی تھے اور سوتے بھی تھے خواہ وہ انسان ہوں یا جانور۔ مگر کوئی پوچھ سکتا ہے کہ سب میں عام شریک تو پتھر کے بت بنائے جاتے ہیں۔ بظاہر تو پتھر کے بت نہیں اونگھتے یا سوتے۔ مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہر مندر کے دروازہ پر ایک گھنٹی لٹکی ہوتی ہے اور ہر پجاری بت کے حضور میں حاضر ہوتے وقت اس گھنٹی کو زور سے بجاتا ہے اور "ٹن، ٹن" کی آوازیں نکلتی ہیں یہ وہ کیوں کرتے ہیں؟ یہ سوال میں نے اپنے ہندو ڈپٹی کمشنر سے کیا۔ جب میں سورت (صوبہ بمبئی) میں اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ ہم دونوں معائنہ کے لیے ایک ہندو گاؤں میں گئے تھے۔ وہاں ایک مقامی مندر کی گھنٹی کو بجا کر ڈپٹی کمشنر صاحب نے جب بت کی پوجا کر لی تو میں نے پوچھا "سر (Sir) آپ نے یہ گھنٹی کیوں بجائی ہے؟" تو وہ مسکرائے اور کچھ شرمندہ سے نظر آئے اور فرمانے لگے کہ "ہمارے دیوتا جو عام طور پر اندھیری جگہ میں رکھے ہوتے ہیں وہ اندھیرے اور ٹھنڈک کی وجہ سے اونگھ جاتے بلکہ سو بھی جاتے ہیں جب کوئی پجاری ان سے پیار تھنا نہ کر رہا ہو تو ان کو گھنٹی بجا کر جگایا یا ہوش میں لایا جاتا ہے تاکہ وہ پجاری کی دعا کو سنیں۔ یہ کہہ کر ڈپٹی کمشنر صاحب دوسری طرف منہ کر کے چل پڑے۔

تو اسلام کس قدر اعلیٰ تصور پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مشرکوں کے بنائے ہوئے شریکوں کی طرح اونگھ یا نیند آ کر غافل نہیں کر دیتے بلکہ وہ دن ہو یا رات ہر وقت اپنی تمام مخلوق کائناتوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اکثر انسان کو رات کے وقت مصیبتیں آتی ہیں۔ اگر خدا نعوذ باللہ اونگھ یا نیند کا شکار ہو جاتا تو وہ کس کو مدد کے لیے پکارتا؟ بلکہ دنیا اور آخرت اسی دم تباہ و برباد ہو جاتے۔

زمینی اور آسمانی زندگیاں :- اس کے بعد فرمایا کہ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ یعنے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اس کی تائید میں پہلی بات تو یہ ہے جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کا ہے جس نے زمین کے اندر اور باہر ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ انسان تو خود مٹی میں سے پیدا ہوتا، خالی ہاتھ دنیا میں آتا اور خالی ہاتھ دنیا سے واپس مٹی میں جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ زمین اور اس کی ہر چیز جن کی عجائبات کا سائنس روز بروز نئے سے نئے حیرت انگیز انکشافات کر رہی ہے وہ یہ بتاتے ہیں کہ انہیں کسی بہت علم و حکمت رکھنے والے خالق نے پیدا کیا ہے اور وہ خود بخود وجود میں نہیں آئیں جیسا کہ سائنسدانوں نے صدیوں تک خیال کیا تھا۔ باقی رہا آسمان تو اس کے متعلق بھی علم فلکیات روز بروز ایسے حیرت انگیز انکشافات کر رہا ہے کہ انسان ان کو جان کر دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے۔ آسمانوں کی کائنات اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس کی تفصیلات پہ ہزاروں لاکھوں کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہیں مگر وہ ختم نہیں ہونے میں آتیں۔ میں ان کا مزید ذکر نہیں کروں گا کیونکہ ان کو ایک محدود خطبہ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ دوسرے سمٰوٰت کے ایک اور معنے بھی ہیں اور وہ ہیں اگلی زندگی کے سات آسمان جن میں انسان کے لیے مرنے کے بعد جا کر لامحدود اخلاقی اور روحانی ترقیات کرنی مقدر ہیں جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی صلعم سے ثابت ہوتا ہے۔ میری حقیر رائے میں اس دنیا کی مادی کائنات میں رہتے ہوئے ان لامحدود مادی آسمانوں سے انسان کا واسطہ بظاہر نہیں پڑتا۔ مگر مرنے کے بعد اگلی زندگی کے سات آسمانوں کی زندگیوں سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے اس لیے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کا یہ مفہوم ہے کہ جو کچھ اگلی زندگیوں میں اور اس زمینی زندگی میں انسان کو چاہیے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اس لیے سوائے اس کے کسی اور شریک کی عبادت (فرمانبرداری) جائز نہیں۔

شفاعت

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں جو شفاعت کے بارہ میں آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ، مومن اور فرشتے اللہ تعالیٰ کا اذن ملنے پر اس کے حضور میں شفاعت کریں گے مجھے اس کے بارہ میں آج کچھ نہیں کہنا۔ وہ ایک بہت بڑا مضمون ہے اور خطبہ کا محدود وقت اجازت نہیں دیتا کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اور نہ اس کی یہاں ضرورت ہے آیت الکرسی میں جو آیا ہے کہ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ یعنے "کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کر سکے سوائے اس کی اجازت کے"؟ وہ ایک خاص سیاق و سباق میں آیا ہے۔ وہاں ذکر چل رہا ہے شرک کا۔ اس لیے اسی موضوع کی روشنی میں میں کچھ عرض کروں گا کہ ان شریکوں کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کی شفاعت روز قیامت کام آئے گی؟ یاد رہے کہ یہ خدا کے شریکوں کا ذکر ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ، مومنوں اور فرشتوں کا۔ (وہ شریک ہوتے ہیں پیر، فقیر، اور مجذوب لوگ (مگر نیک لوگ، فرشتے وغیرہ کی شفاعت کے بارہ میں بھی یہی اصول ہے جیسا کہ) قرآن کریم فرماتا ہے کہ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ... إِلَّا بِمَا شَاءَ (یعنے ان کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کی ضرورت ہوگی پہلے اس کے کہ وہ شفاعت کر سکیں) اس لیے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی علم رکھتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ اور اس کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ ان الفاظ کے کیا معنی ہیں؟ میری حقیر رائے میں ان کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی علم رکھتا ہے کہ انسان کے آگے (یعنے حال اور مستقبل) اور اس کے پیچھے (یعنے ماضی میں) کیا عمل یا حالات اس کے آگے پیش آئیں گے یا پیش

(باقی بر صفحہ ۱۲)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ڈاک سے

مخدوم المکرم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے!

امید ہے آنجناب بفضل الٰہی خیروعافیت سے ہوں گے۔ پیغام صلح کا ۸ فروری کا پرچہ پرسوں موصول ہوا۔ مختلف مذہبی اور علمی مضامین پڑھنے سے معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔ بعض مضامین اس قدر دلچسپ تھے کہ آنکھوں کی تکلیف کے باوجود ان کو شروع سے آخر تک پڑھ لینا مناسب خیال کیا۔

پیغام صلح میں محترم سید سلطان علی شاہ کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر گہرا صدمہ ہوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ جب بھی خاکسار کو پاکستان آکر دارالسلام میں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ خاکسار نے مرحوم کو پیرانہ سالی کے باوجود انجمن کے دفتر میں مصروف پایا۔ مرحوم نے جو پرتکلف دعوت اپنے دولت خانہ پر کی تھی اور خاکسار کے علاوہ انجمن کے اراکین کو بھی اس دعوت پر بلایا تھا اس کا نقشہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس دعوت کے بعد ہمارے تعلقات پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ میں تقریبًا اپنے ہر ایک خط میں جو دارالسلام بھیجتا تھا اس کے ذریعہ شاہ صاحب کو سلام ضرور بھیجتا تھا۔ افسوس انجمن شاہ صاحب کی بے لوث اور مخلصانہ خدمات سے محروم ہو گئی اور ان کی رحلت سے ایسا خلا چھوٹ گئی ہے جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ اللہ تعالے مرحوم کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور ان کی اولاد کو اپنے مرحوم والد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے۔

محترم شاہ صاحب کے بڑے صاحبزادہ کا اسم گرامی اور ایڈریس نہیں جانتا ورنہ ان کو الگ تعزیت نامہ بھیجتا۔ ہماری طرف سے آپ کو اور شاہ صاحب کی اولاد اور لواحقین کو گہری ہمدردی ہو۔

والسلام، خاکسار محمد عبداللہ بوالیس اے

*****

میرے نہایت ہی پیارے واجب الاحترام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اللہ تبارک وتعالے آپ کو بہت لمبی اور کارآمد زندگی عنایت فرمائے۔ آمین آپ کا پیغام پڑھا آپ نے جس درد اور سوز سے ہماری بہتری کے لیے ہمیں توجہ دلائی ہے اس کے جواب میں مختصرًا عرض کر دوں۔

لبیک اللّٰھم لبیک یا امیر، رب کریم آپ کو ہماری راہنمائی کے لیے بہت لمبی عمر عطا فرمائے ساری جماعت کو رب کریم آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اور ہم ہمیشہ آپکی دعاؤں سے ہم سب روحانی پاکیزگی حاصل کرنے والے بن جائیں۔

حضرت امام الزماں نے فرمایا تھا ساری قومیں دنیائی دلفریبیوں میں مست ہیں۔ اور اللہ تعالے کو پانے کے لیے میدان صرف تمہارے لیے خالی ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ تاکہ ہلاکت سے بچ سکو۔

آپ نے سچ فرمایا اگر ہماری اپنی جماعت کے تمام احباب وخواتین تمام نوجوان بچے بوڑھے جہاں کہیں بھی رہتے ہیں رمضان کے مبارک لمحات سے فائدہ اٹھائیں۔ اپنے دلوں کو اللہ کے لیے اس کے دین کے لیے اور اس کی راہ میں گامزن جماعت کے لیے پاک صاف کر لیں ایک ہو جائیں رنجشیں کدورتیں اور شکوے چھوڑ کر جماعتی اخوت ومحبت کا مظاہرہ کریں اور جماعتی کاموں کو اتفاق اور یک جہتی اور ایثار وقربانی کے ساتھ سرانجام دیں اللہ تعالیٰ پر پیر الیقین محکم ہے کہ اس رب العزت کے حکم سے ساری جماعت کے نفوس واموال میں لاانتہا برکت ہوگی۔

ہمارا ایک پیارا مرکز ہے اور اس کے پاکیزہ ماحول کو وسعت دینے والا ہمارا ایک واجب الاطاعت امیر ہماری ہر الجھن کو دور کرنے کے لیے ہمہ وقت موجود ہم سب کے لیے درد دل سے دعائیں کرنے والا ہمارا آقا، ہماری فکر میں دن رات ہم سب کی بہتری کے لیے نئی نئی راہیں تلاش کر رہا ہے تو ہمارا بھی ہر مرد وعورت بچے بوڑھے کا فرض ہے کہ ایسے پاک وجود کے لیے اس مبارک مہینہ میں بڑے سوز سے آپ کے لیے دعائیں کرتے چلے جائیں۔ تا اس کا مبارک سایہ بہت لمبے عرصہ تک ہمارے سروں پر قائم رہے لیکن شرط ہے کہ ہم خلوص دل سے اپنے امیر سے محبت کرنیوالے اور اس کے ہر حکم پر چلنے والے بن جائیں کسی نے کیا خوب کہا ہے

ایک آواز پہ جب قوم کے سارے فرزند ... مل کے بڑھتے ہیں تو طوفان بھی تھم جاتا ہے
دشمنِ امن وامان دشمنِ دین وایمان ... زندہ قوموں کی نگاہوں ہی سے جل جاتا ہے

اگر آپ اس مبارک مہینہ کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی جامعہ دارالسلام میں اجازت عنایت فرمادیں تو یہ امر میرے لیے باعث صد افتخار ہوگا میری شدید خواہش ہے عید الفطر کی نماز پڑھ کر واپس لوٹ آؤں گا۔ آخر پہ دعا ہے کہ اللہ تعالے آپ کو حضرت میاں فاروقی صاحب کو حضرت مولانا نصیر صاحب اور دیگر تمام احباب وخواتین اور بچوں بالخصوص نوجوان طبقہ کو ہر وقت ہمیشہ اپنے سایہ عاطفت میں رکھے ہر شر سے بچائے۔ آمین!

ملک سعید احمد لاہور

★ سیدی وآقائی حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بندہ دیر سے تحریری طور پر حاضر خدمت ہونے پر معذرت خواہ ہے اس سے قبل بندہ ۲۲ جنوری ۹۰ء میں بذریعہ عریضہ حاضر خدمت ہوا تھا۔ بعدازاں کچھ ایسی مصروفیات رہیں اور ساتھ ہی کچھ صحت بگڑی رہی اب بحمداللہ عافیت سے ہوں۔ اور فرائض منصبی کی انجام دہی حتی المقدور کر رہا ہوں۔ اس دوران کچھ تقاریر بھی ریڈیو فیجی میں ریکارڈ ہوئی ہیں اور آج بھی ان شاء اللہ دو تقاریر ریکارڈ ہونگی ایک رمضان المبارک کے روزوں کی برکات اور احکامات سے متعلق ہے اور دوسری والدین کی اہمیت پر ہے۔ آج ایگزیکٹو کی میٹنگ بھی ہے بندہ کو حضور کے متعلق پیغام صلح اور لائٹ میں عافیت کی خبر مل جاتی ہے اس سے اطمینانِ قلب حاصل ہوجاتا ہے۔ خداتعالے آپکو اپنی حفظ وپناہ میں رکھے اور توفیق خدمت دین بیش از پیش مرحمت فرمائے بندہ حضور سے دعا کا ملتجی ہے۔ یہاں کے ڈاکٹر آف لاشمس الدین اور صدرالدین ساہوخان اور نظیم الدین ساہو خان کی والدہ محترمہ زہرہ اللہ کو بیاری ہوگئی ہیں وہ ۹/۱۴ کو وفات پاگئیں اور ۹/۱۶ کو با (BA) کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئیں وہ نہایت ہی مخلص خاتون تھیں ان کی تعریف کچھ بچہ کرتا ہے۔ خواہ وہ کسی دھرم کا ہو۔ کیونکہ وہ نہ صرف جماعت احمدیہ کی سرگرم کارکن تھیں بلکہ سوشل ورکر اور معلم بھی تھیں دین کی خدمت میں وہ کبھی پیچھے نہیں رہیں۔ آپ سے انکی مغفرت کے لیے درخواست ہے، نماز جنازہ غائبانہ بھی ادا ہو تو مومن کی مخلصی کا باعث ہوتا ہے اور یہاں اب حصول تعلیم کے خواہاں لوگ بحمداللہ بکثرت ہو رہے ہیں۔ غلام نبی دین صاحب آنکھوں کے معائنہ کے لیے آسٹریلیا گئے ہیں ان کے لیے دعا فرمائیں۔ حضرت مولانا محمد علی جامع میں ٹیوب ویل لگوا دیا گیا ہے جسکی مشینری کے اخراجات شمس الدین ساہو خان صاحب ادا کریں گے وہ بہت مخلص شخصیت ہیں خدا ان پر اپنی عنایات کی بارش کرے تاکہ مزید خدمت دین کے لیے مستعد ہوں۔ آمین

بندہ کے پاس عیسائی دوست بھی آتے رہتے ہیں ان سے سلسلہ گفت وشنید جاری رہتا ہے بندہ ان کی زبان میں مفصل بات سمجھا دیتا ہے اور کئی ایک کو ان کے معیار کے مطابق کتب دیتا ہوں تاکہ وہ حقیقت دین کو جانیں۔ کئی ایک احباب کو حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن پاک ترجمہ انگریزی دیا گیا ہے۔

والسلام　　　خادم شفقت رسول خان شفیق

✓✓✓✓✓

محترم ملک سعید احمد صاحب کے قلم سے،

رمضان المبارک کے روحانی وجسمانی فوائد وثمرات

طالب علمی کے ایام میں میرا ایک ہندو دوست ہریش چندر چوہان ساکن انبالہ شہر اور میں ایک ہی ہوسٹل میں رہائش پذیر تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ اور چاند نظر آنے کا اعلان ہوتے ہی چوہان میرے کمرہ میں آگیا۔ کہنے لگا کل سے روزے شروع ہو رہے ہیں آپ کے میس نو کھانے کا انتظام ضرور ہوگا۔ اس لیے آپ دو چار بار یہیں دو کھانے لے لیا کریں اور جب تک روزے ۲۹ یا ۳۰ یوم کے ہوں گے سحری کے وقت فالتو ایک کھانا میرا لیتے جائیں شام کو ضرورت نہیں مغرب کے بعد چوہان نے کہا وہ اپنے ہندو میس سے کھانا کھایا کرے گا۔

میں نے حیرانگی سے پوچھا ہم - - - - - پر روزے فرض ہیں لیکن آپ ہندو ہیں اس لیے ان ایام میں سحری کے وقت اٹھنے اور کھانے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔ تو بڑی سنجیدگی سے چوہان نے جواب دیا جو یوں ہے :

بچپن میں جب ۶/۷ سال کا بچہ تھا تو معدہ کی کسی بیماری کی وجہ سے ایسا بیمار پڑا کہ والدین نے ایلو پیتھی۔ یونانی، وید ک ہر قسم کے علاج کروائے لیکن بجائے فائدہ کے بیماری بڑھتی چلی گئی۔ ان کے والد دہلی میں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل کے عہدہ پر تعینات تھے اور ایک انگریز سول سرجن سے ان کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ شہر انبالہ میں ان کی بہت بڑی جائیداد تھی اور آموں کا ایک باغ تھی۔ دوکانات، مکانات کرایہ پر اٹھا رکھے تھے۔ چوہان کی پیدائش سے پہلے کئی بچے پیدا ہوئے اور مر گئے۔ ان کی نانی زندہ تھی اور اکثر بیمار رہتی تھیں اس لیے چوہان کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ اپنی ماں کی تیمار داری اور خدمت کے جذبہ کی وجہ سے دہلی میں سرکاری بنگلہ کے باوجود انبالہ ہی میں رہائش رکھے ہوئے تھیں جب چوہان کے علاج معالجہ کے باوجود مایوسی کی کیفیت پیدا ہو گئی تو ان کے والد نے انگریز سول سرجن سے جو ان کے بے تکلف اور گہرے دوست تھے اپنے بچہ کی بیماری اور علاج معالجہ کا ذکر کیا۔ سول سرجن نے مشورہ دیا دہلی لے آویں تاکہ چیک اپ ہو سکے۔ تب چوہان کو لے کر ان کی ماں دہلی گئیں۔

چوہان کہتے ہیں کہ ان کے خون پیشاب وغیرہ کا معائنہ کرنے کے بعد سول سرجن نے ان کے والد کو بتلایا کہ آپ کے بچہ کے معدہ میں زہر ہے اور اس کا علاج دواؤں سے نہیں بلکہ لگاتار ایک ماہ تک فاقہ سے ہوگا۔ یہ سن کر ان کے ماتا پتا گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ نہایت کمزور لاغر دبلا پتلا لڑکا چند یوم میں ہی ختم ہو جائے گا۔

سول سرجن نے تسلی دی کہا کہ تمہارے بنگلہ کے پاس جو - - - - آفیسر رہتے ہیں ان سے رابطہ پیدا کرو۔ وہ تمہاری مدد کریں گے علی الصبح سحری کے وقت جب وہ اٹھیں تو اسی وقت آپ اپنے بچہ کو ہلکی اور زود ہضم غذا کھلا دیا کریں لیکن سارا دن سخت نگرانی کرنا ہوگی کسی قسم کا پھل مٹھائی، دودھ حتیٰ کہ پانی بھی نہ دیا جائے۔ ہاں شام کو سورج غروب ہونے پر جب مسلمان روزہ کھولتے ہیں اسی وقت اس بچہ کو بھی ہر چیز کھانے کی آپ دیدیا کریں۔ نیز یہ بھی تاکید کی کہ اس چھوٹی سی عمر میں ایک لمبا عرصہ تک بیمار رہنے کی وجہ سے اس کا معدہ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ جب تک زندہ رہے گا اس کو ہر سال میں ایک ماہ تک اس پر عمل کرنا ہوگا۔ ورنہ کسی وقت پھر معدہ میں اثر پیدا ہو سکتا ہے اور تمہارا یہ نحیف ولاغر بچہ زندگی کھو بیٹھے گا تب چوہان کے بقول ان کے والد نے کہا سول سرجن صاحب معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کو ہر سال روزہ ایک ماہ جو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یہ بھگوان کی اس قوم پر خاص کرپا ہے اور انگریز سول سرجن نے بتلایا کہ جب وہ ولایت میں تھے ووکنگ مشن میں ان کا آنا جانا تھا اور وہاں انہوں نے انگریزی زبان میں قرآن خریدا بڑی دلچسپ سحر انگیز اور مفید روحانی کتاب ہے اور حد یہ کہ کسی مذہب کے خلاف نہیں بلکہ اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے سارے مذاہب سچے تھے اور ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد جب ان میں سچائی مسخ کر کے مذہبی لوگوں نے اپنے مطلب کی باتیں شامل کر لیں تب خدا نے دنیا کی اصلاح کے لیے اپنا نبی بھیجا اور یوں نہ ہندو مذہب جھوٹا تھا نہ یہودی مذہب اور نہ عیسائی مذہب، سب سچے تھے لیکن بعد زمانہ کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہوئے اور لوگ تمام مذاہب کی سچائی سے دور ہوتے چلے گئے۔ سول سرجن نے ان کو بتلایا کہ دین تمام مذاہب کا خلاصہ یعنی نچوڑ ہے اور صلح وامن وآشتی کا علمبردار ہے۔ چوہان کے والد نے کہا تب آپ کیوں اس دین میں داخل نہیں ہو گئے۔ اس پر وہ انگریز بولا اس کا ملک سخت سرد علاقہ ہے اور اس دین والوں کو صبح سے رات تک پانچ بار نماز پڑھنے کی سخت تاکید ہے جو میرے بس کا روگ نہیں۔ چوہان کے والد بولے لیکن ہندوستان میں موسم اتنا سرد نہیں اس کے باوجود لوگ اپنے مذہب پر عمل نہیں کرتے بلکہ دوسری ساری قوموں کے مقابلہ میں ان کی روحانی، اخلاقی سماجی، اقتصادی زندگی بے حد ناگفتہ بہ ہے۔ اور یہ قوم سخت اکھڑ، جاہل اور متشدد ہے انگریز سول سرجن نے جواب دیا ہاں یہ وہ بھی دیکھتے ہیں لیکن اسی ملک میں ایک جماعت ایسی ہے جو دین کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ووکنگ مشن میں حضرت خواجہ کمال الدین کو بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ قانون دان ہونے کے باوجود اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر رکھی ہے اور ان کے اندر ایک نہایت ہی قابل انسان اعلیٰ تعلیم یافتہ موجود ہے۔ وہ بھی قانون دان ہے لیکن دین کے لیے زندگی وقف ہے اور ایسا اعلیٰ پایہ کا لٹریچر اس کے قلم سے نکل رہا ہے ایک وقت آئے گا اس عظیم انسان کا لٹریچر سارے زمانے میں پھیل جائے گا اور بالخصوص قرآن جس رنگ میں ترجمہ کیا ہے دل پگھل جاتے ہیں۔ یہ سن کر ان کے والد بہت متاثر ہوئے۔ جب ان کو علم ہوا کہ ان کے اپنے محکمہ میں اسی جماعت کا ایک آدمی موجود ہے تو مرتے دم تک اس سے بے پناہ تعلقات قائم رہے۔ میں طوالت کے خوف سے یہیں ختم کرتا ہوں۔ اب اصل مطلب کی طرف آتا ہوں۔ انگریز سول سرجن کے مشورہ پر میرے دوست ہریش چندر چوہان برابر ہر ماہ سختی سے روزے رکھا کرتے سخت گرمی ہو یا سخت سردی کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔ ۱۹۴۵ء تک ان سے خط وکتابت رہی ایک بار ان کے ماتا اور پتا سے بھی ان کے گھر میں ملاقات ہوئی۔ بہت محبت سے پیش آئے تین چار یوم ان کے گھر رہا ہر قسم کی آسائش میسر تھی۔ ہاں یہ بیان کر دوں کہ اس انگریز سول سرجن سے متاثر ہو کر چوہان صاحب کے پتا جی نے بھی انگریزی ترجمہ قرآن کریم خریدا۔ اور محمدی پاکٹ بک چوہان دوست نے بتلایا تھا کہ میں احمدی ہوں اور ہمارے دینی اور روحانی راہنما حضرت مرزا صاحب ہیں انہوں نے ساری دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کے لیے پیغام صلح آخری کتاب لکھی ہے - - - - اس پر عمل کریں تو آپس میں قوموں کی نفرت ہمیشہ کے لیے ختم ہو سکتی ہے۔ تو یہ ہے روزوں کا اقوام عالم پر اثر، اللہ تعالیٰ ہم سب کو احکامات خداوندی پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(باقی از صـــ ۹ـــ)

آ چکے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ایسے انسان کو سزا دی جائے یا اسے معاف کر دیا جائے۔ اس لیے اس کی اجازت کے بغیر شفاعت ایک رنگ میں گستاخی اور بے ادبی ہے ''آگے اور پیچھے'' کے الفاظ کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ ''آگے'' کے معنے ''اگلے عالم'' کے ہیں اور ''پیچھے'' کے معنے اس دنیا کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مگر بہر صورت اس کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا علم ہی احاطہ کیے ہوئے ہے انسان کے تمام حالات کا اور صرف وہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس انسان کو بخشا جائے یا سزا دی جائے۔

اب وہ الفاظ آتے ہیں جن کی وجہ سے اس آیت کو ''آیت الکرسی'' کہا جاتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض (یعنے صرف اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔) ''کرسی'' کے بہترین معنے جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں ''علم'' کے ہیں۔ تو معنے یہ ہوئے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی انسان کی آسمانی اور زمینی زندگیوں کا علم رکھتا ہے۔ اور صرف وہی فیصلہ فرما سکتا ہے کہ اس انسان کو معافی دی جائے یا سزا دی جائے۔

پھر فرمایا کہ ولا یؤدہ حفظہما یعنے آسمانوں کی وسعت اور زمین کی حفاظت اللہ تعالیٰ کو تھکاتی نہیں۔ یعنے تم اپنی طاقت اور مقدرت پر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اندازہ مت کیا کرو کیونکہ وہ اس ساری کائنات کا خالق اور چلانے والا ہے جبکہ تم اس کے ذرہ بھر مٹی سے پیدا کیے گئے ہو۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ علم سے قدرت اور ہر قسم کی طاقتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اہل مغرب نے اللہ تعالیٰ کے تھوڑے سے عطا کردہ علم کو حاصل کر کے زمین بلکہ اب تو ہوا پر اڑتے ہوئے چاند تک بھی رسائی حاصل کر لی ہے اور اس کی وجہ وہ قدرت ہے جو اس حاصل کردہ علم سے انہوں نے پائی ہے تو اس تھوڑے سے علم کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے لا انتہا علم اور قوتوں کا اندازہ مت کرو۔

پھر فرمایا کہ وھو العلی العظیم۔ العلی کے معنے صفات باری تعالیٰ ہیں۔ کیونکہ صفاتِ عالیہ سے ہی ہر قسم کا علو یعنے بلندی اور عزت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ تر صفات کس کی ہو سکتی ہیں؟ اس لیے اس سے بڑھ کر حسن و احسان کا مالک کون ہو سکتا ہے؟ اور صفاتِ عالیہ سے ہی عزت ملتی ہے جیسا کہ فرمایا: فان العزۃ للہ جمیعًا۔

اور العظیم سے مراد عظمت اور بڑائی ہیں۔ تو جب آپ سبحٰن ربی العظیم اور سبحٰن ربی الاعلیٰ کہیں تو ان خوبیوں کا خیال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے آگے سر جھکائیں۔ اور اس کی لا انتہا عظمت سے مرعوب ہو کر دعا کریں کہ تو میرے دل میں اپنا خوف اور تقویٰ عطا فرما کیونکہ تو میرا پروردگار ہے۔ اور جب کہیں کہ سبحٰن ربی الاعلیٰ تو اسے دعا سمجھ کر کہیں کہ اے میرے رب (یعنے مجھے ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے والے رب) جس طرح تو تمام خوبیوں سے متصف ہے مجھ میں بھی زیادہ سے زیادہ خوبیاں پیدا فرما۔

ان تمام شان و شوکت والے خدا کا کسی کو شریک بنا کر انسان کیا کچھ کھوتا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

* * * * *

ماہ دسمبر و جنوری میں برلن کے شب و روز

برلن مشن کے نائب امام عبدالعزیز صاحب نے مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری صاحب کے نام مکتوب میں وہاں سے مشن کے ۔۔۔ شب و روز کا تذکرہ کیا ہے جس کی اجمالی تفصیل ہدیہ قارئین کرام ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے شب و روز مصروف گزر رہے ہیں یوگوسلاویہ کے احباب اتوار کے علاوہ اب جمعرات کو بھی آنے لگے ہیں۔ جامع میں انہوں نے لاؤڈ سپیکر بھی نصب کر دیئے ہیں۔ ایسٹ برلن سے بھی عیسائی لوگ یہاں آتے ہیں اور مذہبی دلچسپی کے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ پولینڈ کے ۔۔۔ سنٹر کے امام صاحب نے تحریک کی ہے کہ مولانا محمد علی مرحوم کی کتب ''اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی'' اور ''دی ریلیجن آف اسلام'' کی چھپائی کا انتظام کیا جائے اور اسی طرح جرمن ترجمۃ القرآن کے بارے میں بھی انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

برلن مشن کے میگزین کا دوسرا شمارہ شائع ہو کر تقسیم ہو چکا ہے۔ حسب معمول اتوار کو عربی کلاس جاری رہتی ہے۔ مغربی جرمنی کے چند احباب کی فرمائش پر انہیں مطلوبہ کتب و لٹریچر فراہم کیا گیا۔ تحریک احمدیہ کی دو جماعتوں کے بارہ میں بعض ملاقاتیوں نے تفصیلات مانگی اس موضوع پر ان سے سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

یہاں کی عدالتوں سے کچھ کیس ہمارے مشن میں آتے ہیں جنکی تصدیق مطلوب ہوتی ہے بیشتر کیسوں کی نوعیت بالکل جعلی ہوتی ہے یہاں تک کہ فائلوں میں ہمارے مشن کے جعلی سرٹیفکیٹ لف ہوتے ہیں ایسے کیسوں کی تصدیق وغیرہ کا کام جاری رہتا ہے۔ اب میں جرمن زبان میں ہی ایسے کیسوں کو نمٹا دیتا ہوں۔ یہاں کے چند اچھے دوست بڑی راہنمائی کرتے ہیں۔ دسمبر کے تیسرے ہفتہ کے دوران ایک سکول ٹیچر طلبا کے ساتھ آئیں ان سے دین کے اجمالی پہلوؤں پر گفتگو ہوئی اور چند سوالوں کے جواب بھی دیئے گئے۔ ایک طالبہ نے ہمارے دین میں عورت کے مقام پر سوالات کیے جن کے کافی و شافی جوابات دیئے گئے۔ انہوں نے کچھ کتب بھی خریدیں۔ برلن میں محمد عبداللہ مرحوم کی کتاب ''اسلام میں عورت کا مقام'' بہت مقبول ہے۔ وہ ان کو دی گئی۔

ماہ دسمبر کے آخری عشرے میں ایک سنگیاپی جوڑے کی نکاح کی تقریب کا اہتمام ہوا۔ خطبہ نکاح خاکسار نے دیا۔ اور کتب و لٹریچر بھی فراہم کیا۔ شادی کی خوشی میں جوڑے نے ۵۰ جرمن مارک مشن کو عطیہ دیا۔ ان دن جمعہ تھا۔ خطبہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات و وفات کے موضوع پر دیا گیا۔ کرسمس کے ایام میں عیسائیوں نے ہمیں اپنی مختلف تقاریب میں مدعو کیا تھا۔

اوائل جنوری میں یہاں سال نو کی تعطیلات تھیں۔ رخصت و فرصت کے ان ایام میں مختلف لوگ ہمارے مشن میں آتے رہے اور دلچسپی کے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ جنوری کے دوسرے ہفتہ میں ایک خاتون سوشل ورکر ۳۵ افراد کے گروپ کے ساتھ ہمارے مشن ہاؤس آئیں۔ جامع دیکھی مختلف سوال و جواب ہوئے۔ جرمن لٹریچر ساتھ لے گئیں۔ جامع کے لیے کچھ چندہ بھی انہوں نے دیا۔ انہی ایام میں دو ترک نوجوان آئے۔ سلسلہ احمدیہ کے بارے میں انہوں نے تفصیلات چاہیں اور مزید ملاقاتوں کے اجراء کا وعدہ کر گئے۔ جنوری کے آخری عشرے میں ہم نے اور یوگوسلاوی احباب نے جامع، باغیچہ اور مشن ہاؤس کی صفائی کا کام کیا۔ اگلے روز ایک سنگیاپی نوجوان جرمن خاتون سے نکاح کے خواہاں تھے اور دین کے بارے میں آگاہی چاہتے تھے انہیں دین کے بارے میں تفصیل معلومات دی گئیں ک

بقیہ بر صـــ ۲ـــ

مرتبہ: مکرم ڈاکٹر خورشید عالم ترین۔ ایم بی بی ایس سرینگر (بھارت)

فلسفۂ دُعا اور فضائلِ دُعا

* نماز ایک دُعا ہے جس کو نماز میں دُعا نصیب نہیں اُس کی نماز نماز ہی نہیں۔
* نماز میں تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دُعا ہی نماز کا معراج ہے۔
* خُدا سے مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔
* خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو! کہ وہ دُعا جس کے لئے ادعونی استجب لکم (المومن ۴۰ - ۶۰) فرمایا ہے اس کے لئے مستی اور تذلل کی سچی رُوح مطلوب ہے۔ اگر انسانی تضرع اور خشوع میں حقیقت کی رُوح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں۔
* اللہ کے حضور صدق اور یقین کے ساتھ ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع اور عاجزی سے اُٹھائے ہوئے ہاتھ کبھی خالی واپس نہیں لوٹتے۔
* دُعا ایک علاج ہے جس سے گناہ کی زہر دور ہو جاتی ہے۔
* پس چاہیئے کہ دُعا کے وقت رُوح پانی کی طرح بہہ جاوے ایسی ہی دُعا دل کو پاک صاف کر دیتی ہے۔
* یاد رکھو! دُعا اسوقت تک اثر نہیں کر سکتی جب تک انسان پورا اور کامل پرہیزگار نہ ہو۔
* جہاں گناہ سے بچنے کے لئے دُعا کی جائے وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے۔
* شریعت نے اسباب کو منع نہیں کیا ہے اور سچ پوچھو تو کیا دُعا اسباب نہیں ہے؟ یا اسباب دُعا نہیں؟ تلاش اسباب بجائے خود ایک دُعا ہے۔ اور دعا بجائے خود عظیم الشان اسباب کا سرچشمہ ہے۔
* میرا تو یہ مذہب ہے کہ دعا میں دشمنوں کو بھی باہر نہ رکھے جس قدر دعا وسیع ہوگی اسی قدر فائدہ دُعا کرنے والے کو ہوگا اور دعا میں جس قدر بخل کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور اصل تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عطیہ کو جو بہت ہی وسیع ہے جو شخص محدود کرتا ہے اس کا ایمان بھی کمزور ہے۔
* جب تک دشمن کے لئے بھی دُعا نہ کی جائے پُورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔ دشمن کے لئے دُعا کرنا۔ یہ بھی سنت نبوی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی سے مسلمان ہوئے۔
* دنیا کی دولت اور سلطنت رشک کا مقام نہیں بلکہ رشک کا مقام دُعا ہے۔
* جو شخص دعا کو نہیں چھوڑتا وہ ایک ایسے قلعے میں محفوظ ہے جس کے ارد گرد مسلح سپاہی ہر وقت حفاظت کرتے ہیں۔
* قبولیت دُعا کے لئے یہ امر لازم ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوءِ ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ نہیں ہوگا۔
* میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر تیس چالیس برس تک گذر جاویں تب بھی نہ تھکے اور باز نہ آوے خواہ جذبات بڑھتے ہی جاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ دُعا کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔

ضرورتِ دُعا

یہ جو قرآن مجید کی ابتدا بھی دُعا سے ہی کی ہے اور پھر اس کو ختم بھی دُعا پر ہی کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب تک انسان کو خدا تعالیٰ سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب مُردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے۔ اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے۔

قرآن شریف میں ہے:۔

خلق الانسان ضعیفًا (النساء ۴: ۲۸)

یعنی انسان کمزور مخلوق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بدوں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا وجود اس کی پرورش اور بقاء کے سامان سب کے سب اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہیں۔ احمق ہے وہ انسان جو اپنی عقل و دانش یا اپنے مال و دولت پر ناز کرتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ وہ کہاں سے لایا۔ غرض دُعا کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ انسان اپنے ضعف اور کمزوری کا پورا خیال کرے۔ جوں جوں وہ اپنی کمزوری پر غور کرے گا اسی قدر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج پائے گا۔

ہم ایک قدم کیا ایک سانس بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ہمارے جسم میں کیا کیا قوے ہیں لیکن کیا ہم اپنی طاقت سے ان سے کام لے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جو لوگ اپنے قوتِ بازو پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنے نہیں کہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے بلکہ خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے کام لینا اور اس کے عطا کردہ قوٰی کو کام میں لگانا۔ پھر نتیجہ کے لئے خُدا پر بھروسہ کرنا یہی حقیقی راہ ہے۔ اور خُدا تعالیٰ کی قدر ہے۔ جو لوگ خدا داد قوٰی سے کام نہیں لیتے اور صرف مُنہ سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ بلکہ خُدا تعالیٰ کو آزماتے اور اس کی عطا کردہ قوتوں اور طاقتوں کو لغو قرار دیتے ہیں اور اس طرح پر اس کے حضور شوخی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اور ایاک نعبد کے مفہوم سے دُور جا پڑے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ بغیر اس پر عمل کئے ایاک نستعین کا ظہور چاہتے ہیں۔

یہ ہرگز مناسب نہیں بلکہ جہاں تک ہو سکے اور انسان کے امکان اور طاقت میں ہو رعایت اسباب ضرور کرنی چاہیئے لیکن ان اسباب کو اپنا معبود اور مشکل کشا قرار نہ دے۔ بلکہ اُن سے کام لے کر پھر انجام تفویض الی اللہ کرے۔ اور اس بات پر سجدات شکر بجا لائے کہ خدا نے اس کو وہ طاقتیں اور قوٰی عطا فرمائے ہیں۔

انسان کی کمزوری کا تو کچھ بھی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ ایک قدم بھی خدا تعالیٰ کے فضل و تائید کے بغیر نہیں چل سکتا۔ میں تو یہاں تک یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آسے مدد نہ ملے تو وہ رفع حاجت کے بعد ازار بند تک بھی باندھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

طبیبوں نے ایک مرض لکھی ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ انسان جب چھینک لے تو اس کے ساتھ ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

خلق الانسان ضعیفًا

(النساء ۴: ۲۸)

انسان کا اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ سر سے پاؤں تک اپنے اعضا نہیں رکھتا۔ جس قدر اس کو امراض لاحق ہوتے ہیں۔ جب وہ اتنی کمزوریوں کا نشانہ اور مجموعہ ہے تو پھر اس کے لئے امن و عافیت کی یہی سبیل ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ صاف ہو اور وہ اس کا سچا اور مخلص بندہ بن جائے۔

صلاحِ نیک

* مارنا چاہتے ہو تو نفسِ امارہ کو مارو۔
* بولنا چاہتے ہو تو ہمیشہ سچ بولو۔
* سننا چاہتے ہو تو حق کی آواز اور مظلوم کی پکار کو سنو۔
* کچھ کرنا چاہتے ہو تو عدل و انصاف کرو۔
* کمانا چاہتے ہو تو حلال اور طیب رزق کماؤ

فطرانہ اور مسائل عید الفطر

پیغام صلح کا اگلا شمارہ یکم مئی کو شائع ہوگا اس وقت عید گذر چکی ہوگی۔ اندرون پاکستان تو یہ شمارہ قبل از عید ہی انشاءاللہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہوگا۔ مگر بیرون ملک ممکن ہے بعض احباب کو عید کے بعد یہ تقسیم ہو اس لئے ادارہ اپنے دور افتادہ بہن بھائیوں کو پیشگی عید مبارک عرض کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ماہ رمضان کی برکتوں اور عید کی گوناگوں مسرتوں سے وافر حصہ عطا فرمائے اپنے حفظ و امان میں رکھے ان کے ہم و غم دور کرے وہ ان کی امیدوں کا امین ہو اور دعاؤں کو سنے اور انہیں اپنے افضال و اکرام سے نوازے اور انہیں دین متین کی خدمت کا بیش از بیش موقعہ عطا فرمائے۔

"فطرانہ اور مسائل عید الفطر" کے یہ کالم ہم اگلے شمارہ میں دینا چاہتے تھے مگر اپنے دور افتادہ بہن بھائیوں کی سہولت اور ان کی بروقت رہنمائی و مطالعہ کے لئے اسی شمارے میں درج کر رہے ہیں۔

ایک دفعہ کسی صحابیؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "ما الاسلام یا رسول اللہ" تو آپؐ نے فرمایا کہ:۔ امر الٰہی کی تعظیم کی جائے اور خلق اللہ پر شفقت کی جائے۔ بالفاظ دیگر اسلام کی ساری تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہر کام کے سامنے جھکے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری کرے ان کا کامل احترام ہو اور اس کا عملی ثبوت یہ ہو کہ بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ کل مخلوق خدا کی بھی ہمدردی اس کا شیوہ ہو۔ غربا، ضعیف، نادار، مفلس، مظلوم، محکوم سب پر شفقت کرتا ہو۔ فی الحقیقت تمام اسلامی احکام کے اندر یہی ایک روح کارفرما ہے۔ نماز میں یہی دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ گو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا پہلو بھاری نظر آتا ہے لیکن اپنی نمازوں اور دعاؤں میں تمام امت بلکہ بنی نوع انسان کو شامل کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مومن جب نماز پڑھ رہا ہو اس وقت بھی شفقت علیٰ خلق اللہ پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے۔ زکوٰۃ میں شفقت علیٰ خلق اللہ کا رنگ زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی صلوٰۃ میں اگر ایک پہلو زیادہ اہم نظر آتا ہے تو زکوٰۃ میں دوسرا۔ روزہ میں یہ یکساں طور پر پائے جاتے ہیں کیونکہ روزے کا مقصد صرف بھوک و پیاس سے رکنا نہیں اور نہ ہی یہ کہ انسان زیادہ عبادت کرے بلکہ اگر ایک طرف یہ روزے کا اہم اور ضروری جزو ہے تو دوسری طرف انفاق فی سبیل اللہ بھی اس کا ویسا ہی اہم اور ضروری جزو ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل اس بات پر شاہد ہے کہ اگر آپ اس ماہ میں ایک طرف عبادت میں حد سے زیادہ مشغول رہتے تھے قرآن کریم کی تلاوت معمول سے زیادہ کرتے تھے تو دوسری طرف آپ کی سخاوت بھی انتہا میں کمال کو پہنچی ہوئی ہوتی تھی۔

دین حقہ کی یہ بڑی بھاری خوبی ہے کہ ہر کام کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک حصہ کو فرض اور ضروری قرار دیا ہے اور دوسرے حصہ کو ہر ایک فرد کی مرضی اور استطاعت پر چھوڑا ہے۔ نماز اور دعا میں یہی حال ہے۔ روزوں اور زکوٰۃ میں یہی حال ہے۔ ماہ رمضان میں گو سخاوت اور صدقات کی ترغیب تلقین کی ہے اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ موجود ہے کہ آپؐ اس مبارک مہینہ میں حد درجہ کی سخاوت کرتے تھے لیکن تاہم یہ ہر ایک کی مرضی استطاعت اور حالات پر چھوڑا ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ میں کس قدر اور کس حد تک انفاق فی سبیل اللہ کرے لیکن صدقۃ الفطر کو سنت مؤکدہ اور ضروری قرار دے کر اس صدقہ کو ایک نظام کے تحت لایا گیا ہے جس کا مقصد وحید صرف اس قدر ہے کہ ہر مومن ماہ رمضان میں بھی شفقت علیٰ خلق اللہ کا عملی ثبوت دے کر اپنی جماعت کے مفلس، غریب اور نادار بھائیوں کو بھی عید کی خوشی میں شریک ہونے کا موقع دے اسی غرض سے اس صدقۃ الفطر کا نماز عید سے قبل ادا ہو جانا اشد ضروری ہے۔ بلکہ افضل صورت یہی ہے کہ اسی مبارک مہینہ میں اس کو ادا کر دیا جائے۔ تاکہ عید سے پہلے پہلے مستحق لوگوں تک یہ پہنچ سکے۔ اور وہ بھی عید کے موقعہ پر ہماری خوشی میں شریک ہو سکیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ فریضہ بھی جس قدر جلد ممکن ہو ادا ہو جاوے۔

صدقہ فطر اور عید فنڈ

حدیث بخاری میں ہے۔ عن ابن عمر فرض النبی صلعم صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثی والحر والمملوک صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر۔

یعنی نبی کریم صلعم نے صدقہ فطر اور صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھہرایا۔ یا ایک صاع کھجور اور ایک صاع جو۔ احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔

اس حدیث سے اور دیگر متعدد احادیث سے صدقہ فطر کی اہمیت خوب واضح ہوتی ہے اور حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ یہ صدقہ عید سے ایک یا دو دن پہلے ادا کر دیتے تھے لیکن آج لوگوں نے اس فریضہ کو فراموش کیا ہوا ہے۔ یہ صدقہ کسی انتظام کے ماتحت جمع نہیں ہوتا جہاں کسی کا جی چاہا۔ کسی نے دیدیا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ امتیاز صرف جماعت احمدیہ کو ہی حاصل ہے۔ کہ اس کا ایک بیت المال ہے اور نہایت اہتمام اور انتظام کے ساتھ ایسے مال کو جمع کیا جاتا ہے۔ جو جماعتی زندگی کا موجب ہے اس لیے سب احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی فضیلت اور امتیاز کو ہر جگہ قائم رکھیں اور نہایت احتیاط کے ساتھ صدقہ کو جمع کیا جائے اور مرکزی بیت المال میں بھجوایا جائے۔ صدقہ فطر کے موجودہ نرخ کے حساب سے انجمن نے [illegible] روپے فی کس مقرر کیے ہیں جملہ احمدی احباب کو چاہیئے کہ وہ اس فریضہ پر نہایت فرمانداری کے ساتھ عمل پیرا ہوں کیونکہ اپنی فرائض کی پابندی میں جماعت کی زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔ ؎

دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں

صدقہ فطر کے علاوہ ہمارے ہاں جامع فنڈ بھی ہے۔ اس فنڈ کا مقصد یہ ہے کہ جہاں ہماری جماعتوں کے پاس اپنی جامع و مرکز نہیں ہیں وہاں اس فنڈ سے مدد دی جائے بعض جگہوں پر اس کی سخت ضرورت ہے اس لئے اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت واضح ہے ہمارے ہاں عید فنڈ بھی ہے یہ فنڈ حضرت صاحب نے خود قائم کیا تھا۔ عید کے دن اشاعت دین کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہمیں اپنی جماعت کے اس نازنین شعبہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

اوقات نماز عید الفطر

جامع احمدیہ، دارالسلام لاہور

۸ بجے صبح

جامع احمدیہ، احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

۸ بجے صبح

مرکزی تنظیم خواتین
کی طرف سے
اپنی بہنوں کو
عید مبارک

اہل قلم سے گذارش

اللہ کرے آپ اس کے فضل و کرم سے بخیریت ہوں میری مخلصانہ دعائیں آپ کے شامل حال ہیں۔

آپ کے اپنے پیغام صلح کا ۱۵ رمئی ۱۹۸۹ء کا شمارہ خصوصی اشاعت کا حامل ہوگا۔ آپ کے لئے اپنے محبوب و محسن امام حضرت بانی سلسلہ کو قلمی رنگ میں خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ غنیمت موقع ہے۔ اس لئے آپ سے بصد اصرار گذارش ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت اپنے امام سے محبت میں صرف کر کے اپنے رشحات قلم جلد از جلد دفتر پیغام صلح دارالسلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

امید ہے آپ حضرت امام سے عشق کے اظہار کے پیش نظر میری محبت بھری گذارش کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ اور شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

۲۶ رمئی کو حضرت صاحب کا یوم وصال ہے یہ دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اگر صحیح طریق پر کوشش کی جائے تو اس دن کو رابطہ جماعت کا ایک کامیاب ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری تمام جماعتیں ۲۶ رمئی کو [illegible] اجتماع کریں۔ جن میں حضرت صاحب کی سیرت اخلاق، دینی خدمات، دعاوی اور عقائد و تعلیمات پر تبادلہ خیال کریں۔

علاوہ ازیں احمدیہ جماعت کے متعلق لٹریچر کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہوگا۔ حضرت امیر مرحوم کی کتاب "تحریک احمدیت" اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تاریخی تالیف "مجدد اعظم" اس غرض کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی ہم خاص طور پر سفارش کریں گے۔ سلسلہ کی کتب نہایت ارزاں ہدیہ پر یعنی اصل قیمت سے ۴۰ فیصد رعایت پر دستیاب ہیں۔ اس تقریب کے سلسلہ میں پیغام صلح کا خاص نمبر بھی آئندہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جو دوست یہ کتابیں خرید نہیں کر سکتے ہیں ان کے لئے اس میں حصہ لینا حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ برسیاں منانے کے ہم قائل نہیں نہ یوم وصال کا مقصد برسی منانا ہے بلکہ اس کا مقصد خدمت دین کرنے والے احباب کا ایک جگہ اکٹھا ہو کر باہمی میل ملاپ اور خدمت دین کرنے کے عہد کی تجدید ہے۔

والسلام: فضل احمد، گلبرگ لاہور،

راہِ وفا کے مسافر

الحاج شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب
الحاج شیخ میاں مولا بخش صاحب

لائلپور کی چند مکرم و محترم شخصیتیں جماعت احمدیہ کے لئے خاص طور پر وجہ افتخار ہیں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے کاروبار میں اس قدر ترقی عطا فرمائی کہ مالی لحاظ سے وہ بام عروج پر پہنچ گئے بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ ان کے اموال مخلوق خدا کی ہمدردی اور جماعتی تحریکات میں امداد کا موجب ہوتے ہیں۔

یہ دونوں بزرگ نہایت ادنےٰ حالت سے اٹھے۔ بہت ہی چھوٹے پیمانے سے روئی کا کاروبار شروع کیا اور اپنی محنت، دیانت، معاملہ فہمی راستبازی کی وجہ سے دن بدن ترقی کرتے ہوئے اس عروج پر پہنچ گئے کہ لائل پور اور پنجاب کے دوسرے مختلف شہروں میں ان کی بڑی ملیں Mills بن گئیں، جو بے شمار دولت و ثروت اور مال و متاع پیدا کرنے کا موجب ہوئیں۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کی عزت و عظمت محض اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ بہت بڑے صنعت کار اور بڑے صاحب مال تھے بلکہ اس مال و دولت سے بے پناہ انہوں نے مخلوق خدا کو پہنچایا اور خدا کے دین کے لئے جو کچھ خرچ کیا اور صاحب مال ہو کر جن پاکیزہ اخلاق کا اظہار کیا۔ اور غریب سے غریب آدمی کے ساتھ بھی جس ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کیا وہ ان کی عزت و عظمت کو چار چاند لگانے کا موجب ہے۔ دولت مند دنیا میں اور بھی ہو سکتے ہیں اور شاید ان سے بڑھ کر دولت مند اب بھی موجود ہیں لیکن دولتمند ہو کر فقیروں کی زندگی بسر کرنا اور نخوت و تکبر کو پاس نہ پھٹکنے دینا یہ انہی پاکیزہ لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں دین کی چنگاری روشن ہو۔

یہ دونوں بھائی شروع ہی سے نیک فطرت رکھتے تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب ۱۹۰۳ء میں امام وقت کی آواز ان کے کانوں میں پہنچی تو وہ دوڑ کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہو کر دین کے فدائی بن گئے۔ قرآن کریم کا عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی اور اس کے لئے انہوں نے اپنی جان و مال سے خدمت دین میں پورا حصہ لیا۔

الحاج شیخ میاں محمد اسماعیل صاحب کے حالات میں لکھا ہے کہ

"اگرچہ آپ شروع ہی سے سعید الفطرت، نیک طبع اور دیندار تھے مگر تحریک احمدیت سے وابستگی نے آپ کے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا تھا آپ کی عبادات میں سوز و گداز حضرت امام وقت کی ہی محبت اور فیض نظر کا نتیجہ تھا۔ حضرت مجدد وقت کی محبت اور مجالس کا رنگ کچھ وہی لوگ جانتے ہیں۔ جن کو خوش قسمتی سے ان مجالس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ جو بھی خلوص نیت سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ (دین) کے درد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے سرشار ہو کر نکلا روحانی طور پر اس کی کایا ہی پلٹ جاتی اور اس کی عبادات میں سوز و گداز کا رنگ پیدا ہو جاتا۔ یہ لوگ جہاں بھی ہوتے جذب عشق اور سوز و گداز کی وجہ سے پہچانے جاتے۔ اور ایک قسم کا نورانی پرتو ان کے شامل حال ہو جاتا۔ آپ کو بھی شروع میں ایک ایسے ہی بزرگ کو دیکھ کر حضرت مجدد وقت کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ کے چھوٹے بھائی الحاج میاں محمد صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں ہماری کپاس لاہور اور قصور جایا کرتی تھی۔ ہمارے بڑے بھائی صاحب کپاس کے بھگتان کے لئے اکثر لاہور میں رہا کرتے تھے۔ ان دنوں آپ اکثر پرانی انارکلی کی ایک مسجد میں نمازیں پڑھنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے وہاں پر آپ نے مولوی فضل الٰہی صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا جو کہ احمدی تھے۔ آپ خود بھی حد درجہ عبادت گزار تھے مگر آپ نے جب مولوی صاحب موصوف کی نمازوں کا رنگ اور سوز و استغراق دیکھا تو حد درجہ متاثر ہوئے اور ان سے راہ و رسم پیدا کر لی۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ آپ کو حضرت مجدد وقت کے پیغام کا تفصیلی طور پر علم ہوا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ فی زمانہ اعلائے کلمۃ الحق اور (دین) کی خدمت کے لئے تحریک احمدیت میں شمولیت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ معہ برادران حضرت مجدد وقت کے دست حق پرست پر بیعت کر کے تحریک احمدیت میں شامل ہو گئے۔"

حضرت امام الزمان کی پر انوار شخصیت میں کچھ ایسی کشش تھی کہ جو ایک بار دیکھ لیتا بار بار ملنے کا متمنی رہتا آپ بھی اکثر روحانی تسکین اور فیض حاصل کرنے کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اس ضمن میں آپ کے چھوٹے بھائی الحاج میاں محمد صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قادیان تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا قادیان میں حضرت اقدس کی ملاقات نہایت سہل تھی ایک تو پانچ وقت نمازوں میں حضور کے نیاز حاصل ہو سکتے تھے دوسرے کسی وقت بھی دروازہ کھٹکھٹانے پر حضرت اقدس جس حالت میں ہوتے باہر تشریف لے آیا کرتے تھے چنانچہ دستک دینے پر حضرت اقدس تشریف لے آئے اور دعا سلام کے بعد ہمیں اندر آنے کو کہا مسجد مبارک کے ساتھ والا کمرہ تھا جس میں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی اور کچھ کتابیں بھی چارپائی پر پڑی تھیں نہایت سادگی تھی دریوں، قالینوں

اور فرنیچر سے آراستہ کمرہ نہ تھا حضرت اقدس کا قاعدہ یہ تھا کہ مہمانوں کو چارپائی کے سرہانے کی طرف بیٹھنے کو کہتے اور خود پائنتی کی طرف بیٹھتے۔ لیکن اکثر ملاقاتی اور عقیدت مند یہ گوارا نہ کرتے کہ وہ خود تو سرہانے کی طرف بیٹھیں اور حضور پائنتی کی طرف! لہٰذا اس مشکل کو حل کرنے کے لئے اس دن حضرت اقدس دالان سے ایک بنچ لینے کے لئے تشریف لے گئے یہ بنچ کافی بھاری تھا کہ اس بنچ کو اٹھانے کے لئے مہمانوں کو آواز دی جائے۔ اور اس وقت کوئی اور بھی پاس نہ تھا۔ کہ جو اس وزنی بنچ کو اٹھانے کے لئے حضور کی مدد کرتا حضور اکیلے ہی اس بنچ کو اٹھانے کی کوشش میں مصروف تھے کہ ناگاہ بڑے بھائی صاحب کی نظر حضور پر پڑی۔ اور ہم لپک کر حضرت اقدس کی امداد کو پہنچے اور بنچ کو اٹھا کر کمرے میں لائے۔ چنانچہ حسب ارشاد ہم بنچ پر بیٹھ گئے اور حضور چارپائی پر۔

ایک اور ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے الحاج شیخ میاں محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم قادیان گئے بڑے بھائی صاحب کو وہاں پہنچ کر محسوس ہوا کہ احمدیہ چوک کے قریب کوئی کنواں نہیں۔ اور لوگوں کو پانی پینے کیلئے دور جانا پڑتا ہے لہٰذا آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبلغ تین صد روپیہ اس غرض کے لئے دیا کہ احمدیہ چوک کے قرب و جوار میں ایک کنواں بنا دیا جائے۔ ان دنوں تین صد روپیہ سے پختہ کنواں بن جاتا تھا مگر حضرت اقدس (دین) کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اور ہر وقت (دین) پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات پر مشتمل لٹریچر شائع کرنے میں مصروف تھے۔ فرمانے لگے شیخ صاحب! پانی تو لوگ ادھر ادھر سے تکلیف اٹھا کر لے آتے ہیں۔ اور وقت گزر رہا ہے اس وقت اس روپیہ کی (دین) کو زیادہ ضرورت ہے کنواں بعد میں بھی بن سکتا ہے چنانچہ حضور کے فرمان پر بڑے بھائی نے سر تسلیم خم کر دیا۔

حافظ عبدالروف راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب (میاں محمد اسمٰعیل صاحب) نے مجھ سے ذکر کیا کہ ابتدائی ایام میں غالباً ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں جب کہ ہمارا کاروبار وسعت اختیار کر رہا تھا اور کاروبار کی توسیع کے لحاظ سے روپیہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت میں بذریعہ چٹھی دعا کیلئے عرض کیا حضور نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے دعا کی ہے روپیہ کی فکر نہ کریں روپیہ خدا تعالےٰ بہت دے گا چنانچہ حسب فرمان حضرت اقدس خدا تعالےٰ نے مجھے بے حد نوازا اور مجھے اس قدر روپیہ عطا فرمایا کہ کاروبار کے سلسلہ میں مجھے خدا تعالےٰ کے فضل سے کبھی بھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

یہ تو شیخ صاحبان کے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ تعلقات کی چند مثالیں ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۱۴ء میں جب جماعت میں اختلاف رونما ہوا اور قادیانی جماعت نے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوائے نبوت منسوب کیا۔ تو آپ چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبوت کے قائل نہ تھے اور دل کی گہرائیوں سے ختم نبوت پر یقین رکھتے تھے اس لئے آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ وابستگی اختیار فرمائی اور آخر وقت تک اس سے وابستہ [illegible] جہاں کہیں کوئی غریب نظر آیا ہندو ہو یا مسلمان، احمدی ہو یا غیر احمدی بلا امتیاز مذہب و ملت ان کا دست کرم کھل جاتا تھا۔ اس کی بے شمار مثالیں ان کے مطبوعہ حالات زندگی میں پائی جاتی ہیں

یہ تو ان دونوں بھائیوں کا مخلوق خدا کے ساتھ سلوک تھا۔ عبادت الٰہی اور قرآن دانی میں بھی وہ سبقت لے گئے تھے۔ راتوں کو اٹھ کر دیر تک اللہ تعالےٰ کے حضور میں کھڑے رہنا۔ جائے نماز میں رو رو کر دعائیں کرنا، ان کا روزانہ شغل تھا اور قرآن کے ساتھ صرف لگاؤ ہی نہیں ان کی محبت عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی اور اس پر غور و فکر کرکے حقائق و معارف بیان کرتے تھے جن سے سننے والے بہت متاثر ہوتے تھے۔ غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے وہ امیر کبیر ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں اور برکت سے ولایت کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور اعلےٰ علیین میں جگہ دے شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو واصل باللہ ہوئے اور شیخ میاں مولا بخش صاحب نے ان سے پہلے ۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء میں انتقال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عیدالفطر کے مسائل

۱۔ عیدالفطر کے دن صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگا اور نماز عید کو جانے سے پہلے ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲۔ نماز عید کو جاتے ہوئے ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۵۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے۔ اس میں اذان تکبیر و اقامت کوئی نہیں ہوتی۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں

۶۔ نماز عید کے بعد خطبہ مسنون ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے

۷۔ عید کے دن آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو حسب توفیق ہدایہ یا تحائف دینا اور طعام میں شریک کرنا باہمی محبت بڑھانے میں نہایت ہی مستحسن چیز ہے۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ سے شائع کیا۔

بشکریہ رشیدہ حسن صاحبہ

جلد: ۷۳ | بتاریخ ۱۹ شوال ۱۴۱۰ھ بمطابق ۵ مئی ۱۹۹۰ء عیسوی | شمارہ (۱۰)

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو!

سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہ ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہ ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔

سو خبردار رہو، ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمنوں کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا۔ اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اس کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اسی کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔ عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔

(کشتی نوح)

* * * * *

فرمودات حضرت بانی سلسلہ

دعا اور صدقات بلا کو ٹال دیتے ہیں

قضائے معلق اور مبرم کا ماخذ اور پتہ قرآن کریم سے ملتا ہے الفاظ گو نہیں مثلاً قرآن کریم میں فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ ترجمہ: "دعا مانگو میں قبول کروں گا"۔ اب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو سکتی ہے۔ اور دعا سے عذاب ٹل جاتا ہے اور ہزارہا کیا کل کام دعا سے نکلتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اللہ تعالے کا کل چیزوں پر قادرانہ تصرف ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے پوشیدہ تصرفات کی لوگوں کو خبر ہو یا نہ ہو مگر صدہا تجربہ کاروں کے وسیع تجربے اور ہزارہا دردمندوں کی دعا کے صریح نتیجے بتلا رہے ہیں کہ اس کا ایک پوشیدہ اور مخفی تصرف ہے وہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے۔ ہمارے لئے یہ امر ضروری نہیں کہ ہم اس کی تہ تک پہنچنے اور اس کی کنہ اور کیفیت معلوم کرنے کی کوشش کریں جبکہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ ایک شے ہونے والی ہے اس لئے ہم کو جھگڑے اور مباحثے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالے نے انسان کے قضا و قدر کو مشروط بھی کر رکھا ہے۔ جو توبہ، خشوع خضوع سے ٹل سکتی ہیں۔ جب کسی قسم کی تکلیف اور مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو وہ فطرتاً اور طبعاً اعمال حسنہ کی طرف رجوع کرتا ہے اپنے اندر ایک قلق اور کرب محسوس کرتا ہے۔ جو اسے بیدار کرتا اور نیکیوں کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے اور گناہ سے ہٹاتا ہے جس طرح پر ہم ادویات کے اثر کو تجربے کے ذریعے سے پا لیتے ہیں اسی طرح پر ایک مضطرب الحال انسان جب خدا تعالے کے آستانہ پر نہایت تذلل اور نیستی کے ساتھ گرتا ہے۔ اور ربی ربی کہہ کر اس کو پکارتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ رویائے صالحہ یا الہام صحیحہ کے ذریعہ سے ایک بشارت اور تسلی پالیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جب صبر اور صدق سے دعا انتہا کو پہنچے گی تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ دعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے۔ اور کروڑہا صلحا اور اتقیا اور اولیاء اللہ کے ذاتی تجربے اس امر پر گواہ ہیں۔

نماز کی حقیقت

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالے کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کے غنائے ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان۔ دعا، تسبیح اور تہلیل میں مصروف رہے بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آجکل عبادت اور تقوا ی اور دینداری سے محبت نہیں ہے اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالے کی محبت سرد ہو رہی ہے۔ اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہیئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالے نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوشذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں اللہ تعالے نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالے نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربے سے خوب سمجھ سکتے ہیں مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کئے ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں۔ کیا وہ خوبصورت اشیاء دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑا پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی دکھلائی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں مگر اس میں ان کے لئے ایک حظ اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پرواہ اور خیال نہیں کرتے بلکہ ان کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالے کی علت غائی بندوں کو پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا۔ اور ضمناً اس میں ایک حظ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔ اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ سے بالاتر ہے جیسے عورت اور مرد کے باہمی تعلقات میں ایک لذت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد اپنے قوائے صحیحہ رکھتا ہے۔ ایک نامرد اور مخنث وہ حظ نہیں پا سکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے۔ اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کمبخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا۔

عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے میں کہتا ہوں کہ حقیقی، ابدی اور لذت مجسم جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالے کا ہے مجھے سخت اضطراب ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزہ نہ آئے طبیب کے پاس جاتا ہے اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا۔ روپیہ خرچ کرتا دکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزہ حاصل ہو وہ نامراد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا بعض اوقات گھبرا گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں مگر آہ! وہ مریض دل وہ نامراد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی؟ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی۔ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا کس قدر بے نصیب ہے۔ کیسا ہی محروم ہے!!

کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلیم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔

چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری سے اپنے تئیں ... بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔

پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور ایک جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اور اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر باریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔"

بالآخر میں اس دعا پر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل اور رحم سے ان راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جماعت کے نوجوانوں سے ایک اپیل کرتا ہوں اور اپنے ایک شعر کو اپنے نوجوان ساتھیوں کے نام کرتا ہوں کہ: ؎

جو نہ بجھنے دیں امام وقت کی قندیل کو
آؤ اپنے درمیاں وہ نوجوان پیدا کریں

"تم مجھے چھ چیزوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) عہد کرو تو وفا کرو (۳) بدکاری سے بچو (۴) بدنظری سے بچو
۵۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو (۶) امانت میں پورے اترو"

(حدیث نبویؐ)

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں

ملک کی مختلف سیاسی اور مذہبی تنظیموں کی طرف سے "انقلاب انقلاب اسلامی انقلاب"، "مصطفوی انقلاب"، ایسے نعرے جو پڑھنے اور سننے میں آ رہے ہیں انہیں سرسری طور پر نہ لیا جائے۔ وہ لوگ جنہوں نے جدوجہد حصول پاکستان میں سرگرم حصہ لیا ہے یا اس کے محرکات و اسباب کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کی اصل غرض یہاں دینی فلاحی معاشرے کی تشکیل اور مثالی دینی نظام کی ترویج تھی تاکہ دوسرے دینی ممالک اس کی تقلید کرتے ہوئے اپنے ہاں ایسے معاشرے اور نظام کو اپنائیں اور ان اقدامات کے مفید نتائج و ثمرات کو دیکھ کر دیگر اقوام دین کی طرف راغب ہوں۔ چونکہ یہ مقاصد ابھی تک حاصل نہیں کیے جا سکے اس لیے مذکورہ نعرے ان مقاصد کے حصول کی نسبت یہاں کے لوگوں کی دلی خواہشات کے مظہر ہیں۔ اور یہی خدا تعالیٰ کو اس ملک میں منظور و مقصود ہے۔ مشہور مقولہ ہے "زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو"۔ مشرقی یورپی ممالک روس، افغانستان، کشمیر، مشرق وسطیٰ، اور دنیا کے بہت سے دوسرے علاقوں میں تیزی سے جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں انہیں ایک عالمگیر دینی تبدیلی کی جانب پیش رفت تصور کیا جانا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کریم (۴۸ : ۱۴) میں اس آئندہ عالمگیر تبدیلی کی بابت ارشاد ہوا ہے کہ یہ تبدیلی ایسی ہوگی کہ گویا زمین و آسمان بدل گئے ہوں۔ تاہم پیشتر اس کے ایسی تبدیلی ظہور میں آئے دنیا کو بڑے ہی پُرخطر اور مشکل حالات سے گزرنا پڑیگا۔ ان آئندہ حالات و واقعات کے متعلق قرآن کریم میں بدیں الفاظ پیشگوئی آئی ہے: وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیٰمۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً ؕ کان ذالک فی الکتاب مسطوراً (۱۷ : ۵۸) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح خلق اور دنیا میں غلبہ دین کے سلسلہ میں قیامت سے پہلے ایسے حالات و واقعات ظہور پذیر ہوں گے کہ جن کے سبب کئی شہروں قصبوں اور دیہات پر سخت تباہی آئے گی اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے اور جو بچیں گے وہ بھی ان حالات و واقعات سے کسی نہ کسی رنگ میں شدید طور پر متاثر ہوں گے۔

پچھلے دنوں خاکسار کو ایک کتابچہ بنام اسرائیل اور قرآنی پیشگوئیاں، جو ادارہ شیخ غلام علی اینڈ سنز اردو مارکیٹ چوک انارکلی لاہور کا شائع کردہ ہے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ظہور یاجوج ماجوج اور فتنہ مسیح الدجال کے متعلق بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے پیروکاروں کے پیش کردہ نکتہ نظر کو بغیر حوالہ دیئے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے علاوہ ختم نبوت کے ضمن میں حضرت عیسیٰؑ کو وفات یافتہ تصور کیا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے

(خاکسار محمد انور ملہی۔ رکن جماعت احمدیہ لاہور)

یوم وصال نمبر:-

حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں وفات پائی۔ آنکی یاد میں جماعتیں ہر جگہ جلسے منعقد کر کے دین کے اس فتح نصیب جرنیل کو خراج عقیدت پیش کرتی ہیں۔ اخبار پیغام صلح اس موقعہ پر خصوصی نمبر ہر سال شائع کرتا ہے۔ امسال بھی خاص نمبر کا اہتمام ہو رہا ہے۔ حضرت اقدس کے محب صاحب قلم احباب سے قلمی معاونت کی استدعا ہے۔ براہ کرم اپنے مضامین بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔ یقین ہے کہ آپ اپنے رشحات قلم میں جدید تقاضوں اور دور حاضر کے مسائل و مصائب کو حضرت اقدس کے علم الکلام کی روشنی میں حل فرمائیں گے۔

(ادارہ)

کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ اور اُسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو۔ اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔

چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری سے اپنے تئیں ..... بچا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو۔

پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور ایک جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اور اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر باقی ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو اپنے تئیں دھوکا دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو۔ کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔"

بالآخر میں اس دعا پر اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل اور رحم سے ان راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جماعت کے نوجوانوں سے ایک اپیل کرتا ہوں اور اپنے ایک شعر کو اپنے نوجوان ساتھیوں کے نام کرتا ہوں کہ:

جو نہ بجھنے دیں امام وقت کی قندیل کو
آؤ اپنے درمیاں وہ نوجواں پیدا کریں

"تم مجھے چھ چیزوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) عہد کرو تو وفا کرو (۳) بدکاری سے بچو (۴) بدنظری سے بچو
۵۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو۔ (۶) امانت میں پورے اترو"
(حدیث نبویؐ)

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں

ملک کی مختلف سیاسی اور مذہبی تنظیموں کی طرف سے "انقلاب انقلاب اسلامی انقلاب "، "مصطفوی انقلاب"، ایسے نعرے جو پڑھنے اور سننے میں آ رہے ہیں انہیں سرسری طور پر نہ لیا جائے۔ وہ لوگ جنہوں نے جدوجہد حصول پاکستان میں سرگرم حصہ لیا ہے یا اس کے محرکات و اسباب کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کا اصل غرض یہاں دینی فلاحی معاشرے کی تشکیل اور مثالی دینی نظام کی ترویج تھی تاکہ دوسرے دینی ممالک اس کی تقلید کرتے ہوئے اپنے ہاں ایسے معاشرے اور نظام کو اپنائیں اور ان اقدامات کے مفید نتائج، وثمرات کو دیکھ کر دیگر اقوام دین کی طرف راغب ہوں۔ چونکہ مقاصد ابھی تک حاصل نہیں کیے جا سکے اس لیے مذکورہ نعرے ان مقاصد کے حصول کی نسبت یہاں کے لوگوں کی دلی خواہشات کے مظہر ہیں۔ اور یہی خدا تعالیٰ کو اس ملک منظور و مقصود ہے۔ مشہور مقولہ ہے "زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو"، مشرقی یورپ روس، افغانستان، کشمیر، مشرق وسطیٰ، اور دنیا کے بہت سے دوسرے علاقوں میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں انہیں ایک عالمگیر دینی تبدیلی کی جانب پیش رفت کیا جانا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن کریم (۱۴:۴۸) میں اس آئندہ عالمگیر تبدیلی ارشاد ہوا ہے کہ یہ تبدیلی ایسی ہوگی کہ گویا زمین و آسمان بدل گئے ہوں۔ تاہم پیشتر اس کے ظہور میں آنے دنیا کو بڑے ہی پرخطر اور مشکل حالات سے گزرنا پڑیگا۔ ان آئندہ حالات کے متعلق قرآن کریم میں بدیں الفاظ پیشگوئی آئی ہے: وان من قریۃ الا نحن قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا ط کان ذالک فی الکتاب (۱۷: ۵۸) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح خلق اور دنیا میں علیہ میں قیامت سے پہلے ایسے حالات و واقعات ظہور پذیر ہوں گے کہ جن کے سبب قصبوں اور دیہات پر سخت تباہی آئے گی اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے وہ بھی ان حالات و واقعات سے کسی نہ کسی رنگ میں شدید طور پر متاثر ہ

پچھلے دنوں خاکسار کو ایک کتابچہ بنام اسرائیل اور قرآنی پیشگوئیاں، جو ادارہ اولی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور کا شائع کردہ ہے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ظہور فتنہ مسیح الدجال کے متعلق بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے پیروکاروں کے پیش کردہ نکتہ نظر کو بیان کیا گیا ہے علاوہ ختم نبوت کے ضمن میں حضرت عیسیٰ کو وفات یا فتہ تصور کیا گیا ہے

(خاکسار محمد انور دہلوی - رکن جماعت

یوم وصال نمبر:-

حضرت اقدس بانئے سلسلہ احمدیہ نے ۲۶ مئی ... پائی۔ انکی یاد میں جماعتیں ہر جگہ جلسے منعقد کر کے جرنیل کو خراج عقیدت پیش کرتی ہیں۔ اخبار پیغام صلح اس موقعہ پر خصوصی نمبر بھی خاص نمبر کا اہتمام ہو رہا ہے۔ حضرت اقدس کے محب صاحب قلم احباب اپنے مضامین بھیج کر عند اللہ ماجور ہوں ہے۔ براہ کرم آپ اپنے رشحات قلم میں جدید تقاضوں اور دور حاضر کے مسائل و مص... علم الکلام کی روشنی میں حل فرمائیں گے۔ (ادارہ)

برلن مشن

کے ماہ مارچ کے شب و روز

جنرل سیکرٹری صاحب کے نام مکتوب

برلن مشن میں متعین نائب امام محترم عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں:۔

امید ہے آپ بمع دیگر بزرگان جماعت بخیریت ہوں گے۔ ہم بھی خدا کے فضل سے بالکل خیروعافیت سے ہیں۔ ماہ فروری کے آمد و اخراجات کی تفصیل ارسال خدمت ہے مشن کی سرگرمیوں اور مصروفیات کے بارے میں محترم امام صاحب مفصل رپورٹ بھیج رہے ہیں۔

گذشتہ ہفتہ میلے سے مسٹر شاڈو (جنرل سیکرٹری بمع اپنی والدہ اور مسٹر فرانسس ووائس پریذیڈنٹ) بمع اپنی اہلیہ تشریف لائے تھے اور انہوں نے تین چار روز یہیں قیام فرمایا تھا۔ مسٹر فرانسس نے یہاں پر دین اور دوسرے مذاہب اور ان کی ثقافت کے بارے میں ایک مقالہ پڑھا جو کہ دلچسپی کا باعث بنا۔ ہفتہ کی شام کو یہ تقریب ہوئی تھی اس میں شمولیت کے لیے کئی کرسچین لوگ آئے تھے۔ علاوہ ازیں یوگوسلاویہ کے لوگوں نے مسٹر حیدالن کی تقریب منائی۔ تفصیلات محترم امام صاحب تحریر کریں گے۔

پیغام صلح کے شمارے اس مرتبہ تاخیر سے موصول ہوئے ہیں۔ سید سلطان علی شاہ صاحب کی وفات کا سن کر بہت رنج ہوا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آنے والے جمعہ کو نماز جنازہ غائبانہ پڑھائیں گے انشاء اللہ۔

حضرت امیر کی خدمت میں مؤدبانہ سلام عرض کریں اور درخواست دعا کریں۔

برلن مشن کے امام محترم چوہدری سعید احمد صاحب اپنے مکتوب مورخہ ۲۷۔ مارچ میں لکھتے ہیں کہ:۔

برلن میں خواتین کی جیل سے ایک خاتون کی درخواست آئی کہ کئی عرب اور جرمن خواتین نماز پڑھنا چاہتی ہیں۔ ان کی مذہبی ضروریات پوری کرنے کے لیے مجھے بلایا گیا چند ملاقاتوں میں انہیں قرآن کریم جرمن زبان میں لٹریچر، نماز کی کتاب اور ماہ صیام سے متعلقہ امور پر لٹریچر دیا گیا۔

اپنی جماعت کے لوگ جو مغربی جرمنی میں چھوٹے شہروں میں رہتے ہیں ان کا اصرار تھا کہ میں ان سب سے ملاقات کروں۔ اپنی تحریک وسلسلہ کی وضاحت کروں چنانچہ مارچ کے دوسرے ہفتہ میں شہر فلڈا میں عنایت الرحمٰن صاحب سے ملا۔ ان کے ہمراہ ایک قصبہ ہلڈرس میں رات بسر کی۔ وہاں جناب ملک اختر حسین اور جناب عارف صاحب کے گھر میں ایک الماری میں لائبریری بنائی۔ ان کے ہاں قادیانی لوگوں کا آنا جانا بھی رہتا ہے انہیں برلن جامع کی تاریخ اور اہمیت بتائی۔ اگلے دن فرینکفرٹ گیا۔ دو قادیانی دوستوں کے ساتھ ایک دن گذارا۔ ان دونوں حضرات نے ہمارا لٹریچر پڑھا ہے اور ہمارے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس سلسلہ میں اختلاف کی وجوہات کا اردو لٹریچر کافی تعداد میں یہاں تقسیم کرنا چاہیئے۔ بہت صاحبان کو مولانا محمد علی مرحوم کے بارہ میں کچھ علوم نہیں لیکن یہاں پر کتاب "مجدد اعظم" اور "مجاہد کبیر" کی بہت مانگ ہے۔

جمعہ کا خطبہ اب عبدالعزیز جرمن زبان میں دیتے ہیں اور سکول گروپس کو بھی جرمن زبان میں دینی معلومات دیتے ہیں۔ اس طرح مجھے اب دینی کاموں کے لیے زیادہ وقت مل جاتا ہے آجکل مشرقی برلین سے کافی زائرین آتے رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے عیسائیت اور کمیونزم دونوں کو پرکھا ہے اب ان میں دینی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ ان کی دلچسپی کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیا ہے کہ اپنے سہ ماہی رسالے کے اگلے شمارے میں حضرت مولانا مرحوم کی کتاب "نیو ورلڈ آرڈر" کا جرمن ترجمہ شائع کر دیا جائے۔ یہ ساڑھے تین ہزار رسالہ چھاپنے کا خرچ پرنٹر نے چھ ہزار مارک بتایا ہے۔ شاید بجٹ کے لیے کچھ کم چھاپیں۔ دو قسطوں میں بل دیں گے۔

ہالینڈ اور انگلستان میں چندہ کے لیے اپیل کی ہے تاکہ لوگ صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ برلن بھیج دیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بارے میں اپیل پیغام صلح اور لائٹ کے ذریعہ احباب سے کی جائے۔ تاکہ اس طرح مالی امداد کی کچھ صورت پیدا ہو جائے۔

مغربی جرمنی سے ایک ٹیچر پندرہ طالبات وطلباء کو لایا اور قریب ایک گھنٹہ دین پر معلومات لیں۔ طلباء نے بھی کچھ سوال وجواب کیے۔

مغربی جرمنی سے مسٹر اسماعیل فرانسن مع فیملی آئے اور مشتہر پروگرام کے مطابق رات کو جامع میں بین الطبقاتی کلچر اور سائکالوجی پر لیکچر دیا۔ اس لیکچر میں انہوں نے حضرت مولانا محمد علی اور حضرت مرزا صاحب کی تحریروں سے استفادہ کیا۔ لیکچر کے بعد کافی دیر تک بحث وتمحیص ہوتی رہی۔

برلن کے تین سکول ٹیچر طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی کلاسوں کے چالیس لڑکے لڑکیوں کے ہمراہ آئے اور جامع میں ایک گھنٹہ سمینار ہوا۔ محترم عبدالعزیز نے جرمن میں دین پر معلومات فراہم کیں بعد میں سوال وجواب ہوتے رہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جرمن میں بچوں کے ذہن پر اس بات کا دباؤ نہیں کہ وہ ضرور عیسائیت پر قائم رہیں۔ گو یہاں پہ دین کے خلاف پرپیگنڈہ خوب کیا جاتا ہے بچوں کے دل ودماغ کھلے ہیں کہ ہر چیز کا مشاہدہ کریں۔

مغربی جرمنی میں احمدی احباب سے ملاقات کے لیے دورہ پر روانہ ہوا۔ لاہوری اور قادیانی جماعتوں کے متعدد حضرات سے ملاقات کی۔ قصبہ ہلڈرس میں ایک چھوٹی سی لائبریری بنائی ۱۲۔ مارچ کو واپس برلین پہنچا۔

برلن کے ایک سکول ٹیچر۔ سو بچوں کے ساتھ آئیں انہوں نے تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد جامع میں گزارا۔ محترم عبدالعزیز نے جرمن زبان میں لیکچر دیا۔ اور سوالوں کے جواب دیئے اسی روز ایک جرمن بنام ڈیٹر سٹراؤس نے مشن ہاؤس آکر دین حقہ میں شمولیت کی۔ دو گھنٹہ سے زائد یہ صاحب مختلف پہلوؤں پر سوال پوچھتے رہے اور بہت متاثر ہوئے پھر آئیکا وعدہ کیا بیگم اور عبدالعزیز ہمبرگ میں احباب جماعت سے ملنے اور جماعت کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لیے گئے۔ اور جناب شیخ اکرام صاحب کے ہاں رہائش پذیر ہوئے۔

مغربی جرمنی سے قریب پچاس جوان اور عمر رسیدہ لوگوں کا گروپ آیا۔ اتفاق سے اسی دن ایک پاکستانی مترجم صاحب ملنے آئے تھے۔ انہوں نے میری بات چیت کا ترجمہ کیا گروپ قریباً ایک گھنٹہ جامع میں گذارنے کے بعد کچھ لٹریچر لے کر واپس ہوا۔

مارچ کے آخری عشرے میں طے شدہ پروگرام کے مطابق جان ایف کینیڈی امریکن سکول کے ۵۰ بچے دوپہر کو ٹیچر کے لے کر جامع میں دین حقہ پر معلومات حاصل کرنے آئے میں چونکہ ایک دن کے لیے ہمبرگ روانہ ہو چکا تھا۔ جناب ابراہیم نے ان بچوں کو ایک جرمن زبان میں لکھی ہوئی تقریر سنائی جو میں اس مقصد کے لیے ان کو دے گیا تھا۔

اسی دن شام کو ہمبرگ میں جناب عامر جمال صاحب کے گھر پہ تمام ممبران جماعت اکٹھے ہوئے تاکہ ایک ہی وقت میں احمدیہ انجمن جرمنی کے آئین کو پڑھ سن کر اس پر دستخط کر دیں!

نماز باجماعت اور دین کیلئے جذبۂ قربانی

ہماری جماعت کی تنظیم کے ۲ دو بنیادی پتھر ہیں

قوتِ عمل اور جذبۂ قربانی کے بغیر علم بے فائدہ ہے

احمدی نوجوان اپنے دلوں میں خدا و رسول کی محبت پیدا کریں اور کچھ کام کر کے دکھائیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء فرمودہ حضرت مولینا محمد علی رح

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ :-

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح مجھ سے دو تین مرتبہ فرمائش کر چکے ہیں کہ میں ایک خطبہ تنظیم پر دوں - ان کی فرمائش کی تعمیل میں یہ چند الفاظ کہہ رہا ہوں -

تنظیم کی تعریف

تنظیم کسی غرض کے حصول کے لئے مجموعی کوشش یا جماعت اور قوم کی کوشش کا نام ہے پھر جیسی جیسی غرض ہو اس کے مطابق تنظیم کا رنگ بھی الگ ہوتا ہے -

ہماری جماعت کی غرض اعلائے کلمۃ اللہ ہے

ہمارے سامنے کیا غرض ہے ؟ سب سے پہلے یہی معین کرنے کی چیز ہے اور میں سمجھتا ہوں اس کے لئے ہمیں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے اسے سب جانتے ہیں اعلائے کلمۃ اللہ قرآن کا دنیا میں پہنچانا یہی ہماری جماعت - - کی اصل غرض ہے اسی غرض کے لئے ہماری جماعت قائم ہوئی ہے - اسی غرض کیلئے اس کی تنظیم درکار ہے -

نماز باجماعت سے بہتر اور کوئی تنظیم کا ذریعہ نہیں ہے

جو تنظیم خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی بلکہ الٰہی ارادہ اور منشاء کے ماتحت فرمائی وہ نماز باجماعت کے رنگ میں نظر آتی ہے - قوم کے افراد کو دن میں پانچ وقت ایک جگہ لا کھڑا کرنا اور ایک صف میں لا کھڑا کرنا اس طرح کہ کوئی چھوٹائی بڑائی کا خیال ان میں نہ رہے کامل مساوات قائم ہو جائے یہ ہے نماز باجماعت کی غرض تو میں سمجھتا ہوں کہ جس جماعت کا مقصد ہی اعلائے کلمۃ اللہ ہے اس کے لئے اس نماز سے بہتر اور کوئی تنظیم کا ذریعہ نہیں ہے یوں تو جیسے میں نے ابھی کہا ہے ہر مقصد کیلئے ایک خاص رنگ کی تنظیم کی ضرورت ہوتی ہے کسی ملک کی حفاظت کے لئے ایک رنگ کی تنظیم یعنی فوجی رنگ کی تنظیم درکار ہوگی - ایک پولیٹیکل پارٹی کے لئے دوسرے رنگ کی تنظیم درکار ہوگی - لیکن اعلائے کلمۃ اللہ کا مقصد رکھنے والی جماعت کے لئے نماز باجماعت ایسی تنظیم ہے - جو دین کی اصل بنیاد ہے -

تنظیم کی دو لازمی شرطیں

کسی غرض کو حاصل کرنے اور مجموعی کوشش سے حاصل کرنا دو باتوں کو چاہتا ہے -

(۱) ایک افراد میں قوت عمل

(۲) دوسرے اس قوت عمل کو ایک خاص قاعدہ اور نظم کے ماتحت لا کر اس سے کام لینا -

ایمان اور اعمال صالح قرآن کریم کو اگر دیکھا جائے تو دو ہی باتیں ہیں جن کی طرف بار بار - - بلایا گیا ہے - (۱) ایمان (۲) اعمال صالح -

ایمان کیا چیز ہے ؟ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ماننا - اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ برگزیدہ انسانوں پر اس کے پیغام آنے کو ماننا - اعمال کی جزا و سزا کو تسلیم کرنا - پس یہی موٹی موٹی باتیں ہیں -

ایمان سے قوت عمل ترقی کرتی ہے

شائد بظاہر کسی کو معمولی معلوم ہوں لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قوت عمل انسان کے اندر ایمان سے پیدا ہوتی ہے - اور جس قدر ایمان ترقی کریگا اسی قدر انسان کی قوت عمل بھی ترقی کریگی

ترقی ایمان کے ذرائع —— دعا اور قربانی

ایمان کی ترقی کن ذرائع سے ہو سکتی ہے ؟ دو چیزوں سے ایک دعا اور دوسرے قربانی - دعا کو نماز کہہ لو اور قربانی کو ومما رزقنٰھم ینفقون کہہ لو ان دو چیزوں سے ہی انسان کے اندر قوت عمل پیدا ہوتی ہے - اور ان دو چیزوں کے ساتھ ہی قرآن کی ابتدا ہوئی ہے - ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون غرضیکہ دعا اور قربانی ان دو چیزوں سے انسان کا ایمان ترقی کرتا اور انسان کے اندر زبردست قوت عمل پیدا ہوتی ہے

اسلام میں دعا کی اہمیت

دعا کے متعلق کوئی شبہ نہیں کہ عام طور پر دوسرے مذاہب نے بھی دعا پر زور دیا ہے لیکن اس بارہ میں بھی (دین) زبردست خصوصیت رکھتا ہے - دعا کی غرض و غایت صرف اتنی ہی نہیں ہوتی جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے - کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی کچھ حاجات مانگ لیں - بے شک یہ دعا کا ایک حصہ ہے - لیکن دعا کا اصل مقصد اس سے بہت بلند اور اعلیٰ ہے - خدا کے ساتھ تعلق کا اصل اور بہترین ذریعہ بھی دعا ہے - اسی لئے (دین) نے دعا پر اس قدر زور دیا ہے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی —— یہ ہماری پانچ وقت کی نماز بھی دعا ہی ہے - پھر تہجد ہے یہ بھی بہت تنہائی کے اوقات کی دعا ہے -

دیگر مذاہب میں دعا کے متعلق غلط فہمیاں

میں سمجھتا ہوں کہ کئی مذاہب میں دعا کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں بھی موجود ہیں - ہمارے ملک ہندوستان میں روحانیت جن لوگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے - ان میں گاندھی جی کی شخصیت کو (جہاں تک ہندو قوم کا تعلق ہے) سب سے زبردست مانا گیا ہے اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں گاندھی جی نے جس قدر اپنے عمل سے دعا پر زور دیا ہے وہ دوسرے لوگوں کے اندر کیا چیز ہے

دعا کے متعلق گاندھی جی اور ایک بدھ ڈاکٹر کا مکالمہ

بدھ مذہب کے ایک یورپین پیرو کوئی ڈاکٹر فیری ہیں گاندھی جی اور ان ڈاکٹر فیری کے درمیان دعا کے موضوع پر ایک مکالمہ شائع ہوا ہے - اس مکالمہ کو پڑھ کر مجھے سخت تعجب ہوا - اسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے - کہ (دین) کے سوا صحیح روشنی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی اس زمانہ میں نہیں مل سکتی -

گاندھی جی کی متضاد باتیں

دعا کے متعلق کچھ سوالات ڈاکٹر فیری نے گاندھی جی پر کئے ہیں ان کے جواب میں گاندھی جی نے کبھی ایک پہلو اختیار کیا ہے اور کبھی دوسرا - سب سے پہلے یہ بتاتے ہوئے کہ دعا کیا چیز ہے گاندھی جی لکھتے ہیں - کہ نفس ادنیٰ اور نفس اعلیٰ یہ دو چیزیں میرے اندر ہیں - جب میں دعا کرتا ہوں تو گویا نفس اعلیٰ سے نفس ادنیٰ کے لئے طاقت اور قوت چاہتا ہوں - اس طرح گاندھی جی نے خدا کو گویا اپنے اندر ہی ایک چیز قرار دیا ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اقرار کیا ہے - کہ جب میں تضرع سے دعا کرتا ہوں تو اپنی ہستی کو بالکل فراموش کر دیتا ہوں کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بہت دور سے کوئی چیز اور قوت و طاقت حاصل ہو رہی ہے —— وہ لکھتے ہیں کہ انسانی خیال بجلی اور روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے - وہ اس طاقت تک بھی آن کی آن میں پہنچ جاتا ہے - جس کا فاصلہ بہت زیادہ ہے - اور بیان میں نہیں آ سکتا ہے - ان متضاد خیالات کو پڑھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا ایک شخص جس کو اس زمانہ کا بہت بڑا روحانی آدمی سمجھا جاتا ہے - (دین) کے بغیر کس طرح تاریکی میں ہے -

حضرت مسیح موعود اور فلسفہ دعاء

اس کے مقابلہ پر (دین) کے اندر ایک اور شخص اٹھتا ہے یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آپ کی کتابوں میں اس قدر دعا کا فلسفہ پایا جاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے آپ نے (دینی) تعلیمات کے مطابق دعا پر بے حد زور دیا اور اس مسئلہ کو اس قدر صاف اور واضح طور پر بیان کیا کہ کوئی الجھن اور اعتراض باقی نہیں رہنے دیا -

اصلی عارفانہ دعا

اس زمانہ میں مجدد وقت نے دعا کا جو فلسفہ بیان کیا ہے اس کے بغیر خدا کے آگے گرنا اور دعا کے حربے کو استعمال کرنا میسر نہیں آ سکتا اس میں کوئی شک نہیں آپ نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جب ایک شخص اپنی پوری کوشش اور کامل توجہ سے کسی مقصد کے حصول میں لگ جاتا ہے تو وہ بھی ایک قسم کی دعا ہے - لیکن وہ عارفانہ دعا نہیں ہے - کیونکہ وہ دنیوی اسباب اور سامانوں پر بھروسہ کرنے ہوئے کسی چیز اور مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے اصلی دعا یہ ہے کہ انسان انتہائی بیکسی کی حالت میں پوری عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے گر جائے - اور اس سے قوت و طاقت اور سامانوں کا طالب ہو —— اصل بات یہ ہے کہ (دین) کی تعلیم بہت صحیح اور حکیمانہ ہے - اس کی روشنی کے بغیر مسئلہ دعا کو سمجھنا اور اس روحانی حربہ سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہے —— دعا کے مسئلہ کو تو میں نے ضمناً بیان کر دیا ہے میرے اس خطبہ کا اصل موضوع تنظیم ہے -

محبت سے قوت عمل پیدا ہوتی ہے

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے - کہ ہماری جماعت کی تنظیم اور نظام دو باتوں پر قائم ہے اور انہی دو باتوں پر قائم رہنا چاہیے -

(۱) ایک خدا سے دعا کرنا اس کے آگے گڑگڑا امداد مانگنا
(۲) دوسرے قربانی۔

ان دو چیزوں سے ہی خدا اور اُس کے رسولؐ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبت سے قوتِ عمل پیدا ہوتی ہے خوب یاد رکھیں کہ محبت کے سوا قوتِ عمل پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ اس سردی کے موسم میں رات کے وقت باہر نکلنا۔ نیند کو چھوڑنا گرم لحاف کی بجائے باہر ٹھنڈی ہوا اور کہر میں پھرنا کس قدر مشکل ہے۔ لیکن معمولی سی محبت انسان سے یہ سب کچھ کرا لیتی ہے کسی کا بچہ یا بیوی بیمار ہو جائے تو دیکھ لیجئے اس کے اندر کس قدر قوتِ عمل پیدا ہو جاتی ہے اسوقت وہ ہر قسم کی تکلیف کو ہیچ سمجھتا ہے۔ راتوں کو جاگتا بھی ہے۔ گرم لحاف اور بستر کو چھوڑ کر باہر ڈاکٹر اور دوا کے لئے بھی چلا جاتا ہے —— اس کے ساتھ ہی آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ قوتِ عمل مفقود ہوتی ہے محبت کے نہ ہونے سے۔ کسی شخص یا قوم کے اندر قوتِ عمل کا ہونا یا نہ ہونا یا کمزور ہونا بالکل محبت پر منحصر ہے۔

زمانہ سلف اور دورِ حاضر کے لوگوں میں کیا فرق ہے!!

یہی وہ فرق ہے جو پہلے مسلمانوں میں اور آج کل کے مسلمانوں میں نظر آتا ہے۔ صحابہ کرام رضکے حالات کو دیکھئے ان میں ماسوا اللہ کی محبت پر اللہ کی محبت غالب تھی۔ وہ خدا کے راستے میں اور اس کے دین کے لئے ہر چیز قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اور قربانی کرتے تھے۔ خدا کے کام کے لئے انہیں ہر قسم کی مصیبت اور تکلیف راحت معلوم ہوتی تھی۔ اگر انسان اپنے بیمار بچے کی محبت میں اُٹھ کر راتوں کو جاگ سکتا ہے اور اپنا روپیہ اور آرام قربان کر سکتا ہے۔ تو جب اس کے دل میں اللہ اور رسولؐ کی محبت صحیح معنوں میں جاگزیں ہو جائے تو پھر خدا اور اُس کے دین کے راستہ میں ہر قسم کی قربانی اس کے لئے آسان بلکہ موجب راحت بن جاتی ہے۔

محبت انسان سے سب کچھ کرا لیتی ہے

محبت انسان سے سب کچھ کرا لیتی ہے مجھے اپنے ابتدائی زمانے کے واقعات یاد ہیں۔ ہم یہاں لاہور سے چند دوست ہر ہفتے یا ہر پندرھویں دن جب کبھی تھوڑی سی فرصت ملتی قادیان جاتے شام کی گاڑی میں سوار ہوتے جو گیارہ بارہ بجے کے قریب بٹالے پہنچتی تھی اسی وقت پیدل قادیان کی طرف چل پڑتے رات کے دو اڑھائی تین بجے وہاں پہنچتے اور جہاں جگہ ملتی پڑ رہتے نہ ہمیں چارپائی اور بستر کی تلاش ہوتی اور نہ کوئی تکلیف محسوس ہوتی اور نہ ہی دل میں کوئی شکایت پیدا ہوتی غرضیکہ دین کے لئے تکلیف اٹھانے اور قربانی کرنے کا انحصار سراسر خدا اور رسولؐ کی محبت پر ہے۔ ایک شخص کے دل میں خدا اور رسولؐ کی محبت ہوگی تو وہ دین کے لئے قربانی کرنے اور تکلیف اٹھانے میں کوئی بار اور دکھ محسوس نہیں کریگا۔

نوجوان اپنے دل میں خدا اور رسولؐ کی محبت پیدا کریں

یہ وہ چیز ہے جس کی طرف میں اپنے نوجوانوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ خوب اچھی طرح یاد رکھیں کہ ان کے اندر وہ قوتِ عمل جس کی کہ دین کے لئے ضرورت ہے ہرگز پیدا نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اپنے دلوں میں خدا اور رسولؐ کی محبت پیدا نہیں کرتے۔ خدا اور رسولؐ کے لئے تکلیف اٹھانا اور اس کو راحت سمجھنا یہی وہ چیز ہے جس کی کہ ہمارے نوجوانوں کو ضرورت ہے۔ اس کے بغیر تمہاری کوئی تنظیم نہ قائم ہو سکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ اور اس چیز کے بغیر کسی تنظیم کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ کوئی ایسوسی ایشن بنا لینا اور اس میں لیکچر دے دینا یہ بھی ایک حد تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس طرح علم بڑھتا ہے۔ لیکن تم علم سے فائدہ بھی اسی صورت میں اٹھا سکتے ہو جب تمہارے اندر قربانی کی روح اور خدمتِ دین کا جذبہ موجود ہو۔ تمہیں خدا اور رسولؐ کے ساتھ محبت ہو تم دین کے لئے تکلیف اٹھانے کو موجب راحت سمجھو۔

نوجوان جلسہ کے انتظام میں حصہ لیں

اگلے دن ہی مجھے افسر جلسہ نے کہا کہ ہمارے سکول کے بہت سے غیر احمدی طلبا تو جلسہ کے انتظامات میں حصہ لیتے ہیں لیکن بہت سے احمدی نوجوانوں کو اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ کوئی کام اپنے ذمہ لیکر اسے انجام دیں۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے نوجوان عزم کر لیں کہ انہوں نے جلسہ کے تین دن مہمانوں کی خدمت کرنی ہے اگر وہ یہ عزم کر لیں تو اس سے نہ صرف خود انہیں خوشی حاصل ہوگی بلکہ انکا یہ عزم ان کے بزرگوں اور قوم کے لئے بھی خوشی کا موجب ہوگا۔

اپنے اندر خدمت کا جذبہ پیدا کرو

اپنے اندر خدمت کا کوئی جذبہ پیدا کرو۔ یہ لوگ (جلسہ سالانہ کے مہمان) یہاں تکلیف اٹھا کر خرچ برداشت کرکے آتے ہیں وہ یہاں کچھ لینے نہیں آتے بلکہ سارا سال دیتے رہنے کے باوجود کچھ دینے آتے ہیں۔ انہیں محض خدا کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ ان کی خدمت کرنا اپنے لئے باعث فخر و سعادت سمجھو۔

قوتِ عمل اور جذبہ قربانی کے بغیر علم بیفائدہ ہے

میں اپنے نوجوانوں سے پھر کہونگا کہ کچھ عملی کام کرکے دکھاؤ اگر تم نے علم پڑھ بھی لیا لیکن قوتِ عمل اور جذبۂ قربانی سے محروم رہے تو اس علم کا کیا فائدہ۔ عالم تو بڑے بڑے موجود ہیں۔ لیکن ان میں عمل اور قربانی کی روح موجود نہیں ہے۔ اس لئے ان کا ہونا نہ ہونے سے بدتر ہے۔ اگر ہمارے نوجوان اپنی تنظیم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں یہی طریق اختیار کرنا چاہئے۔

وقت اور قوٰے کی قربانی

شاید وہ کہیں کہ ہم قربانی کیا کریں ہمارے پاس تو مال ہی نہیں ہے۔ ہم ابھی تک تعلیم حاصل کر رہے ہیں بے شک اکثر نوجوانوں کے پاس جو کہ زیر تعلیم یا بے روزگار ہیں مال نہیں ہے۔ لیکن ان کے پاس وقت اور قوٰے تو ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بعض موقعوں میں مال کے علاوہ وقت اور قوٰی کی بھی قربانی آجاتی ہے۔

نوجوان نماز اور دعا سے غافل نہ ہوں

ہمارے نوجوانوں کو ان دو باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ایک نماز اور دوسرے قربانی۔ زمانے کے اثر کی وجہ سے نوجوانوں کو نماز سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ یہی نماز اور دعا ہی ہے جس سے انسان کے اندر وہ قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے جو کسی اور ذریعہ سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہم نوجوانوں کو کوئی ایسی بات نہیں کہتے کسی ایسی چیز کی طرف نہیں لے جاتے جسکا نمونہ کہ پہلوں میں موجود نہ ہو۔

نماز سے نوجوانوں کی قوتیں بیدار ہو جائینگی

یہی نماز باجماعت بنیادی پتھر ہے تمہاری تنظیم کا۔ اس سے تمہاری سوئی قوتیں جاگ اٹھیں گی اس وقت تمہاری طاقتیں سوئی ہوئی ہیں ان کو نماز اور دعا کے ذریعہ بیدار کرو۔

قربانی کو اپنا شعار بناؤ

دوسرے قربانی کو اپنا شعار بناؤ۔ نوجوانوں کے پاس مال نہیں تو وہ وقت اور قوٰی کی قربانی کریں۔ کئی سال ہو گئے ہمیں یہ سنتے کہ ہمارے نظام میں یہ نقص ہے وہ نقص ہے لیکن اگر نوجوان اٹھیں اور اپنے دوستوں کی قوم کے بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کی خبرگیری کا کام اپنے ذمہ لیں تو بہت سی ایسی شکایات کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

تنظیم کا پہلا قدم اور بنیادی پتھر

خوب یاد رکھو تمہاری تنظیم انہی ذرائع سے ہوگی جو کہ میں نے بیان کئے ہیں۔ کسی پیرید قواعد اور خاص وردی کے ذریعہ نہیں ہوگی۔ وہ لوگ جن کی اغراض پولیٹیکل ہیں۔ ان کی تنظیم ان

(باقی بر صٓ ۸)

تنظیم

از جناب مولانا مرتضےٰ خانصاحب حسن۔ بی اے

ذرّوں کے اشتراک سے قائم ہوا جہاں
قطروں کے اجتماع سے بنا بحرِ بے کراں
دیکھو فلک پہ نظم کواکب کی خوبیاں
کیا جگمگا رہا ہے اندھیرے میں آسماں
شمس و قمر میں گردشِ لیل و نہار میں
کیا نظم ہے صنائع پروردگار میں

تنظیم سے ہی ملتِ بیضا کا ہے قیام
حبل متیں یہی ہے نہیں جسکو انفصام
تنظیم سے ہی قوم کا عزّ و وقار ہے
یہ باغِ دیں کی دوستو بادِ بہار ہے
تنظیم میں ہی قوم کی قوت کا راز ہے
اس راز کو جو سمجھے وہی سرفراز ہے

حضرت مسیح موعود نے تنظیم کو زندہ کیا

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

بلند نصب العین کی ضرورت

کسی قوم میں تنظیم پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے نصب العین کی بلندی ہے۔ دنیا میں ہر ایک انسان میں باوجود اتحاد جنسی وفطری اختلاف موجود ہے جس طرح ظاہری شکلوں میں اختلاف ہے۔ اسی طرح خیالات اور آراء میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مٹ نہیں سکتا۔ جو اس اختلاف کو مٹانا چاہے وہ انسانی فطرت کو نہیں جانتا۔ پس ایک عقلمند انسان جب ایک قوم میں تنظیم پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے نصب العین کو بلند کر دیتا ہے یعنی انسان کی توجہ کو انفرادیت سے ہٹا کر جماعت کی طرف کر دیتا ہے یعنی وہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ لوگ ہر امر میں بجائے اپنے نفس کے مفاد کو مقدم کرنے کے قوم یا وطن کے مفاد کو مقدم کریں اور جب لوگ اس اصول پر چلنے لگتے ہیں اور قومیت یا وطنیت کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہیں تو انفرادی آراء کا اختلاف خود بخود مٹ جاتا ہے اور ایک قوم کے مختلف افراد میں اتحاد اور تنظیم پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً جرمنی نے جب گذشتہ جنگ عظیم میں سخت زک اٹھائی اور بظاہر بظاہر وہ مٹ گیا تو ہٹلر نے اس کو پھر زندہ کیا۔ وہ یہی اصول تھا۔

جرمن اور ہندو قوم کی مثال

ہٹلر نے قوم کا یہ اصول بنایا کہ قومی مفاد کو تمام انفرادی مفاد پر مقدم رکھا جائے اور ہر ایک بوڑھے بچے جوان مرد اور عورت سب کو یہ اصول ذہن نشین کرایا گیا کہ چند سالوں میں وہ قوم پھر ایک عظیم الشان تنظیم اور اتحاد کے ساتھ دنیا کے لئے ایک خطرہ بن کر کھڑی ہو گئی۔ جب قوم کا ایک ایک فرد اپنے اختلافات کو پس پشت پھینک کر اس بات کے لئے آمادہ ہو جائے کہ ہم نے قوم یا وطن کے مفاد کے لئے اپنے خیالات، اپنی آراء، اپنے جان و مال اور ہر ایک انفرادی چیز کو قربان کر دینا ہے تو پھر اتحاد اور تنظیم تو خود بخود پیدا ہو گئی۔ ہندوؤں نے جب اپنا یہ اصول بنا لیا کہ خیالات، آراء، مذہب میں خواہ کتنا ہی اختلاف ہو ایک ہندو نے ہندو قوم کے لئے سب کچھ قربان کر دینا ہے اور ہندو قوم کو مقدم رکھنا ہے تو تنظیم تو خود بخود پیدا ہو گئی۔ یہی حال سکھوں کا ہے۔

مسلمانوں کی غیر منظم حالت کی ذمہ داری اس امر پر مبنی ہے کہ ہر ایک شخص کو قومی مفاد پر اپنا ذاتی مفاد مقدم ہے۔ مسلمانوں میں ایسے آدمی آپ کو کم نہیں ملیں گے جو چند مربعوں کے لئے یا ایک خطاب کے لئے مسلمان قوم کے مفاد کو ذبح کر دیں گے۔ اپنی وزارت کے لئے مسلمانوں کا خون بہا دیں گے۔ اپنی ممبری کیلئے مسلمان قوم کو دشمن قوم کے ہاتھ بیچ دیں گے۔ پھر تنظیم کہاں سے پیدا ہو۔ اور اتحاد کی شکل کیا ہو۔

بلند ترین نصب العین کیا ہے؟

ایک بات مسلمانوں سے ایسی مخصوص ہے جو اور کسی قوم میں پائی نہیں جاتی۔ اور وہ یہ کہ اسلام کسی ملک یا کسی قوم سے مخصوص نہیں۔ وہ تمام دنیا کی قومیت اور وطنیت کو مٹا کر اپنی ایک عالمگیر قومیت قائم کرنا چاہتا ہے۔ پس مسلمان کی قومیت اس کے مذہب سے الگ نہیں ہو سکتی۔ دوسرے لفظوں میں دین ہی اس کی قومیت ہے اور اس کا نصب العین اس کی قومیت اور وطنیت سے بہت بلند ہے یعنی اس کا نصب العین اسلام ہے اور خود اسلام نے مسلمانوں کے سامنے جو نصب العین رکھا ہے وہ ہے لا الٰہ الا اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی اس کا معبود و مطلوب و مقصود و محبوب نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان کا نصب العین ایک بلند ترین نصب العین ہے۔

قومیت اور وطنیت کو نصب العین بنانے کے نتائج

قومیت اور وطنیت کو نصب العین بنانے والی قومیں آپس میں قومیت اور وطنیت کی بنا پر ایک دوسرے کی دشمن اور ایک دوسرے پر تفوق حاصل کرنے کے لئے مصروف پیکار رہا کرتی ہیں۔ جیسا کہ آجکل یورپ کا حال ہے۔ گویا قومیت اور وطنیت کو نصب العین بنانے سے انفرادی طور پر تو اتحاد اور تنظیم پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن قوموں کے افتراق و انشقاق کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ بلکہ منافرت اور منافست کو بھی ازحد ترقی ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی تنظیم کس طرح برباد ہوئی

لیکن ایک سچے مسلمان کا نصب العین اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اس کے ماتحت نہ صرف انفرادی اختلافات مٹ جاتے ہیں۔ بلکہ قومیت اور وطنیت کے اختلافات بھی مٹ کر انما المومنون اخوۃ کے ماتحت تمام دنیا کے مسلمان خواہ وہ کسی قوم کے ہوں یا کسی وطن کے باشندے ہوں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ جب تک مسلمانوں کا نصب العین لا الٰہ الا اللہ رہا یعنی خدا ان کا مقصود تھا اور اس کی رضا انہیں مطلوب تھی اور اس کے نام کو دنیا میں بلند کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا مسلمانوں کا اتحاد اور تنظیم قابل رشک اور عدیم المثال تھی۔ لیکن جب ان کا نصب العین اپنی بلندی سے نیچے گر گیا اور دنیا دین پر مقدم ہونے لگی تو اتحاد و تنظیم بھی ان سے رخصت ہو گئی۔ بات بات میں نفس اور اپنا ذاتی مفاد قوم یا دوسرے لفظوں میں مذہب پر مقدم ہونے لگا۔ نہ صرف سیاسی اور تمدنی رنگ میں بلکہ مذہبی رنگ میں بھی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مختلف مولوی اور سجادہ نشین اپنے حلوے مانڈے اور نذرانوں کی خاطر مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ مسائل پر آپس میں لڑوانے لگے اور اس طرح اپنے بازار کی رونق بڑھانے لگے مسلمانوں کے اس نصب العین کے گر جانے نے انہیں تباہ و برباد کر دیا

حضرت مسیح موعود کا سب سے بڑا کارنامہ

حضرت مسیح موعود کی مسیحائی اور امامت کا سب سے بڑا کارنامہ یہی تھا کہ وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مرض کو بھانپ گئے اور ایک حاذق حکیم کی طرح اس کا جو علاج تشخیص کیا وہ یہی تھا کہ نصب العین کو بلند کیا جائے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی جو انہوں نے اپنی بیعت کی آب زر سے لکھنے کے قابل شرط خصوصی یہ رکھی کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" یعنی رضائے الٰہی کی خاطر، اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اپنے تمام اختلافات شخصی و ذہنی و قومی کو قربان کر دوں گا۔ یہ نصب العین کی بلندی وہ چیز تھی کہ حضرت اقدس کی جماعت میں مختلف خیالات و آراء کے لوگ آپس آپس میں بھائی کی طرح رہتے اور کبھی آپس میں فروعی مسائل پر نہ جھگڑتے۔ کوئی آمین زور سے کہتا کوئی آہستہ۔ کوئی ہاتھ سینہ پر باندھتا کوئی ناف پر۔ کوئی کسی سے معترض نہ ہوتا۔ فروعی مسائل میں اختلاف برابر چلتا تھا جنہیں بھی بعض دفعہ بحثیں ہو پڑتی تھیں۔ مگر محض علمی اور تحقیقی رنگ میں۔ اس سے آپس کی اخوت و اتحاد و تنظیم میں کوئی فرق نہ پڑتا۔

محمودی جماعت کا نصب العین

جس طرح ابتدائے اسلام میں جب مسلمانوں کے ایک گروہ کا نصب العین نیچے گر کر خلافت ہو گیا تو شیعوں کا گروہ پیدا ہو گیا اور ایسا تفرقہ پڑا کہ قیامت تک اس فتنہ کا دروازہ بند ہوتا نظر نہیں آتا اسی طرح جب احمدی جماعت میں بھی ایک گروہ کا نصب العین نیچے گر کر خلافت ہو گیا تو محمودیوں کا گروہ پیدا ہو گیا اور ایسا تفرقہ پڑا کہ خدا ہی ہے جو اس فتنہ کو مٹا دے۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس گروہ کا نصب العین چونکہ خلافت ہے اس لئے افراد میں باہمی تنظیم کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے لیکن اس کا نام (دینی) تنظیم نہیں کیونکہ اس کا نصب العین لا الٰہ الا اللہ نہیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ نہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے۔ تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق (دین) کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ بہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے (دین) کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور وہ ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف ۔ ۔ ۔ نہ ہوں۔ اور نہ نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نا اتفاقی کی وجہ سے (دین) کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوب صورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو (دینی) ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور (دینی) کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار رہیں اور تمام کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عامہ برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان کا پاک چشمہ ہر ایک کے دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے ۔

بلکہ نصب العین خلافت ہے۔ بلکہ ہر ایک کلمہ گو کو جو خلافت محمودیہ کا قائل نہیں اسے کافر اور فاسق قرار دیکر ان لوگوں نے کلمۃ اللہ کی سخت توہین کی۔ پس جب اعلائے کلمۃ اللہ نصب العین نہیں تو یہ ایک قومی یا جماعتی تنظیم کہلائے گی اسے اسلامی تنظیم نہیں کہہ سکتے۔

جماعت لاہور صحیح معنوں میں (دینی) تنظیم پیدا کرنا چاہتی ہے

حضرت مسیح موعود نے چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کی بنا پر تنظیم قائم کی تھی۔ اس لئے وہ صحیح معنوں میں (دینی) تنظیم تھی اور انہی معنوں میں لاہوری احمدی جماعت دنیا میں تنظیم پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اگر اس ایک نصب العین کو تمام لوگ سامنے رکھ لیں تو فرقہ بندی کے اختلافات ایک چشم زدن میں مٹ کر رہ جاتے ہیں۔ جماعتوں کے اندر اختلاف آرا کی بنا پر مختلف فریق پیدا ہو جانے کوئی مستبعد امر نہیں لیکن اس سے اس وقت تک اتحاد و تنظیم میں فرق نہیں آسکتا۔ جب تک کہ دونوں کا نصب العین بلند ہے اور نیچے نہیں گرتا لیکن جہاں ان میں سے کسی ایک فریق کا نصب العین نیچے گرا وہ تفرقہ پیدا ہوا اور تنظیم میں خلل آگیا۔

اپنے نفس اور ذات کو نصب العین نہ بناؤ

علی ہذا القیاس ایک جماعت میں مختلف افراد کے اختلاف آرا سے بھی وحدت و تنظیم میں فرق نہیں آسکتا جب تک کہ ان میں سے کسی کا نصب العین نیچے نہیں گرتا۔ جہاں کسی ایک فرد کا نصب العین نیچے گرا اور وہ شخص موجب فتنہ اور باعث تفرقہ ہوا۔ احمدی جماعت کا نصب العین چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا اس کا طریق کار ہے جب تک کہ ہر ایک فرد کا یہ نصب العین رہے گا جماعت میں وحدت اور تنظیم بے نظیر رہے گی۔ لیکن جہاں بعض افراد کا نصب العین نیچے گرا اور تفرقہ نے اپنی منحوس صورت دکھائی۔ مثلاً اگر کسی شخص نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمیں اس جماعت سے کیا فائدہ پہنچا۔ ہماری ملازمت کی کوئی صورت نہ نکلی۔ ہمارے فلاں کام میں جماعت نے مدد نہیں کی۔ ہم بیمار پڑے تو ہمیں فلاں فلاں شخص بیمار پرسی کے لئے نہیں آئے یا فلاں احمدی نے ہمارے خلاف مرضی کام کیوں کیا یا جماعت کے فلاں شخص سے ہمیں نقصان کیوں پہنچا۔ غرضیکہ جہاں نصب العین اپنا نفس اور اپنی ذات ہو گیا وہیں شکایات کا دفتر کھلا اور ایسا شخص جماعت کے لئے ابتلا اور موجب تفرقہ بنا۔

اس سے میرا مطلب یہ نہیں کہ جماعت کے افراد کو باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری نہیں۔ نہیں۔ نہایت ضروری ہے کہ جماعت کے مختلف افراد اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا مظہر ہوں یعنی کفار کے مقابلہ میں نہایت مضبوط اور آپس میں نہایت مہربان اور ہمدرد ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آنے والے۔ سکھ اور دکھ کے ساتھی ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے۔ جہاں تک ممکن ہے اپنے بھائی کو نفع پہنچانے والے کہ تنظیم کے لئے ان امور کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جب تک وہ رحماء بینھم نہ ہوں گے تنظیم نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیونکہ جماعت کا ہر ایک آدمی یکساں مضبوط ایمان اور کیرکٹر کا آدمی نہیں ہوتا۔ بیچ میں کمزور آدمی بھی ہوتے ہیں۔ جن کو معمولی معمولی باتوں پر ٹھوکر لگا کرتی ہے۔

ہر فرد جماعت کا منتہائے نظر کیا ہو؟

بس میرا مطلب فقط اس قدر ہے کہ جماعت کے ہر ایک فرد کا منتہائے نظر یہ ہونا چاہئے کہ اس کا نصب العین لا الٰہ الا اللہ ہو۔ خدا کی رضا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سوا اور کچھ مقصود خاطر نہ ہو۔ اس لئے جب کسی بھائی کی کمزوری سے اسے کوئی نقصان پہنچے یا اس کا سلوک اس کے حسب منشا و پسند نہ ہو۔ یا جماعت کسی موقعہ پر اس کی مدد نہ کر سکے تو اس کے ایمان میں تزلزل نہ آئے اور اس کے پائے استقامت میں فرق نہ آئے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب اس کا نصب العین بلند ہو یعنی سوائے لا الٰہ الا اللہ کے اور کچھ نہ ہو۔ یہ جو مصیبتوں کے آنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا مومنوں کی شان بتائی گئی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے جو مصیبت بھی مومن پر آ جائے اور کیسا ہی نقصان مالی اور جانی کیوں نہ ہو جائے مومن کے نصب العین میں جو خدا کی رضا ہے فرق نہیں آتا وہ یہی کہے چلا جاتا ہے کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ پس نصب العین کی بلندی سے ہی حقیقی پیدا ہوتی ہے اور اسلامی تنظیم منحصر ہے اس امر پر کہ لا الٰہ الا اللہ کو اپنا نصب العین بنایا جائے کہ انسان کے لئے اس سے بلند تر اور

ملفوظات حضرت مسیح موعود

تقویٰ اور اعمال صالحہ کی ضرورت

میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی۔ خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمال صالحہ ہیں الیہ یصعد الکلم الطیب خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں لیکن فتح و نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ خدا تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے کان حقا علینا نصر المؤمنین۔ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے اور لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ اسی لئے یاد رکھو کہ تمہاری فتح تقویٰ سے ہے ورنہ عرب تو ترے بیکار اور خطیب اور شاعر ہی تھے۔ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے ان کی امداد کیلئے نازل کئے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اسے نظر آجائیگا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب تم کو کوئی بتاوے کہ انسان ایسا کر سکتا ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ متقی کے معنی ہیں ڈرنے والا ..... متقی کا کام یہ ہے کہ برائیوں سے باز آوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ اتمام خیر کا ہے جس کو یہاں محسنون کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے۔ پورا راستباز انسان تب ہوتا ہے کہ جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کونسی کی ہے۔

(تقریر ۱۹ / جنوری ۱۸۹۸ء)

کوئی نصب العین ممکن نہیں۔

ہر ایک احمدی کا فرض

اور یہی نصب العین حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کا قرار دیا تھا اور اس کے حصول کے لئے طریق کار اس ایک فقرہ میں بتلا دیا تھا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" پس ہر ایک احمدی اپنی اپنی جگہ اپنے ایمان اور اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ کہاں تک اس نصب العین کو اس نے سامنے رکھا ہوا ہے اور اگر اس نصب العین کو نیچے گرتا ہوا دیکھے تو بہت استغفار سے کام لے اور سعی اور دعا سے اسے سنبھالنے کی کوشش کرے۔ اس کا نتیجہ وہ ۲۲

۲۲ وحدت و تنظیم ہوگی جس سے بہتر اور برتر تنظیم ممکن نہیں اور جو حقیقی معنوں میں (دینی) تنظیم کہلانے کا مستحق ہے۔

(بقیہ خطبہ جمعہ)

طریقوں سے ہو سکتی ہے لیکن جنکا مقصد خدمت دین ہے ان کی تنظیم کے یہی ذرائع ہیں۔ تمہاری قواعد پریڈ خدا اور رسولؐ کے لئے تکلیف اٹھانا ہی ہے۔ تم اپنے اوپر خدا اور رسول کی محبت اسقدر غالب کر لو کہ تمہیں اس راستہ میں کوئی تکلیف ہراساں نہ کرے بلکہ تم خود چاہو کہ ہمیں یہ تکلیف پہنچے اور پہلے لوں یہی چیز ہماری تنظیم کا بنیادی پتھر اور پہلا قدم ہے اور یہ دن رات بحث مباحثہ اور نکتہ چینی میں لگے رہنا اس سے کچھ نہیں ہوتا یہ قوت عمل کو کمزور کرنے والی چیزیں ہیں ان سے بچو۔

خدا کے حضور عاجزانہ گرو

محمد رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرامؓ کی تاریخ تمہارے سامنے ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دعا اور نماز کے ذریعہ ہی طاقت حاصل کی اور اسی ذریعہ سے ان کی تنظیم ہوئی۔ وہاں تو تلوار کا مقابلہ بھی درپیش تھا۔ لیکن باوجود اس کے محمد رسول اللہ صلعم نے کوئی فوج بنائی نہ قواعد پریڈ پر زور دیا۔ زور دیا تو نماز باجماعت اور تقویٰ پر اسی ذریعہ سے صحابہ کرامؓ نے طاقت حاصل کی اور وقت آنے پر دشمنوں کا تلوار سے بھی مقابلہ کیا سو خدا کے آگے عاجزانہ گرو۔ عاجزانہ اپنا سر آستانہ الٰہی پر رکھ دو اس سے تمہیں وہ طاقت حاصل ہوگی جو دنیا کے کسی ساز و سامان اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

فضول بحث و مباحثہ اور نکتہ چینیوں سے پرہیز کرو

دوسری بات یہ ہے کہ نوجوان بحث مباحثہ اور نکتہ چینیوں سے پرہیز کریں ان سے کسی انسان اور قوم کے اندر طاقت و تنظیم پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ چیزیں انسانوں اور قوموں کو تباہ کرنے والی ہیں۔ کیونکہ ان میں پڑ کر انسان کے بلند قویٰ کی نشوونما نہیں ہو سکتی اس لئے قرآن کریم نے نکتہ چینی کو بند کیا ہے۔ ان کو چھوڑ دو۔

نوجوان جلسہ پر اپنی تنظیم کا کوئی عملی ثبوت دیں

اگر آج تک تم سے غفلت ہوئی ہے تو آج سے ہوشیار ہو جاؤ۔ خدا کے آگے گرنا سیکھو اور خدا کے کام میں اپنے قویٰ اور اپنی طاقتوں کو لگانا سیکھو۔ بیماروں اور مصیبت زدہ افراد قوم کی خدمت کرو۔ اپنی ایسوسی ایشن کو صحیح رنگ دو اور اس کی سرگرمیوں کو صحیح راستے پر لگاؤ۔ یہ جلسہ سالانہ ایک اچھا موقعہ ہے نوجوان اس موقعہ پر اپنی قوت عمل کا ثبوت دیں جلسہ کا کوئی کام اپنے ذمہ لے لیں مثلاً افسر جلسہ سے کہیں کہ مہمانوں کو کھانا ہم کھلائیں گے آپ یہ کام ہمارے سپرد کر دیں۔ اور دن رات جاگ کر اور محنت کر کے اس کام کو انجام دیں۔ اور اس طرح اپنی تنظیم کر کے دکھائیں یہ آئندہ کیلئے ان کے اندر قوت عمل پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوان محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

محترم ملک ظفر اللہ خاں صاحب،

سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت

میں نے اس لیے چند کلمات کے بیان کرنے کی ضرورت سمجھی کہ موت کا اعتبار نہیں اور کسی شخص کو یقینی طور پر یہ علم نہیں ہے کہ اس کی زندگی اور کتنے دن باقی ہے اس لیے یہ اندیشہ بار بار پیدا ہوتا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی اس بات سے ناواقف نہ رہ جائے کہ اللہ تعالےٰ کی اس سلسلہ کے قائم کرنے سے کیا غرض ہے اور ہماری جماعت کو کیا کرنا چاہیئے وہ اس غلطی پر نہ رہیں کہ رسمی طور سے بیعت میں داخل ہونے سے نجات مل جاتی ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ میں تم کو اصل غرض بتا دوں کہ خدا تعالےٰ کیا چاہتا ہے اور وہ کن باتوں سے راضی ہوتا ہے سب لوگ یاد رکھو کہ رسمی طور پر بیعت میں داخل ہونا یا مجھے امام مان لینا صرف اتنی بات نجات کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ دلوں کو دیکھتا ہے نہ کہ زبانوں کو نجات کے واسطے جو ضروری ہے وہ خدا تعالےٰ نے خود ہی بار بار فرما دیا ہے کہ انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھے اور آنحضرتؐ کو سچا نبی یقین کرے۔ قرآن شریف کو کتاب اللہ مانے اور یہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اب قیامت تک کوئی اور کتاب یا شریعت نہ آوے گی اور نہ نئے احکام ملیں گے یہی شریعت اور احکام قیامت تک رہیں گے۔

جب خدا تعالےٰ حقیقی ضرورت کے وقت کسی اپنے بندہ کو برگزیدہ اور مامور کرتا ہے تو مکالمات الہیہ کا شرف اسے دیتا ہے اور غیب کی خبریں اُسے بتاتا ہے اس لحاظ سے اس مامور پر کبھی نبی کا لفظ بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ نئی شریعت اور نئے احکام لاتا ہے اور نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کی شریعت حقہ کو منسوخ کرتا ہے بلکہ یہ جو کچھ اسے ملتا ہے وہ آنحضرتؐ کی سچی اور کامل اتباع سے ہی ملتا ہے اور بغیر آنحضرت صلعم کے اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے کہ وہ ان باتوں کو پا سکے ہاں یہ ضروری ہے اور قدیم سے سنت اللہ اسی طرح سے چلی آئی ہے کہ جب زمانہ میں گناہ کثرت سے ہوتے ہیں اور دنیا ایمان کی حقیقت سے بے خبر ہو جاتی ہے۔ اور شریعت کا صرف پوست یا ہڈی ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے مغز اور لُب سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ایمانی قوت کمزور ہو جاتی ہے شیطان کا تسلط اور غلبہ بڑھ جاتا ہے تو ایسے وقت میں خدا تعالےٰ ایک بندہ کو انتخاب کرتا ہے جو کہ اس کی سچی اتباع (اطاعت) میں فنا اور محو شدہ ہوتا ہے۔ اور اپنے مکالمہ کا شرف اسے بخشتا ہے۔ اور اب اسوقت اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اس میں محبت الٰہی بالکل دلوں میں سرد ہو گئی ہے اور اس کی جگہ دنیا نے لے لی ہے غور سے دیکھو کہ جس قدر --- ہیں سب --- ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہر ایک لا الہ الا اللہ کا قائل ہے نبوت کی بھی تصدیق کرتا ہے نماز، روزہ، وغیرہ بھی اکثر ادا کرتے ہیں لیکن ان تمام باتوں اور عملوں میں جو روحانیت چاہیئے وہ ہرگز نہیں ہے۔ ایک طرف تو یہ اعمال بجا لاتے ہیں دوسری طرف ایسے افعال کرتے ہیں جو ان کے بالکل مخالف ہوتے ہیں اور وہ افعال ہی اس امر کا ثبوت ہیں کہ روحانیت نہیں ہے۔ جب نماز روزہ وغیرہ میں روحانیت نہ ہوگی تو کوئی ثمرہ اور فائدہ نہ ہوگا۔ اعمال صالحہ اس وقت اعمال صالحہ ہوتے ہیں جب تک ان کی ضد واقع نہ ہو صلاح کے مقابل فساد باقی ہے۔ وہ یاد رکھیں کہ ان کی نمازیں نمازیں نہیں ہیں وہ آسمان کے اوپر نہیں جاتی کہ ان کے واسطے خیر و برکت کا موجب ہوں۔ مخالفوں میں بہت سے آدمی ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے ارکان (دین) بجا نہیں لاتے پھر کون سی نئی بات ہے جو ہمیں تمہارے امام کی بیعت سے حاصل ہو جاوے گی وہ اصل میں لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ہماری جماعت کے بعض کچے آدمی ایسے دھوکوں میں بھی آ جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ وہی ہے تو اس پھوٹ کی کیا ضرورت تھی ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا کام پھوٹ نہیں ہے یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے اس وقت جب روحانیت بالکل نہ رہی تھی خبر لی اگر وہ اس وقت پورے غور سے کام لیں اور سوچیں تو ان کو حقیقت واضح ہو جائے یہ ایک وسوسہ ہے جو کہ دلوں میں گذرتا ہے اور اکثر لوگوں نے اعتراض کے رنگ میں یہ باتیں لکھ کر بھی روانہ کی ہیں کہ جس حالت میں دوسرے (لوگ) عملی ارکان کی بجا آوری میں ویسے پابند ہیں جیسے کہ ہم تو پھر کیا وجہ ہے کہ صرف اپنے سلسلہ میں ہی نجات کو کہا جاتا ہے وہ لوگ کیوں نجات نہ پاویں گے۔ چونکہ ان لوگوں کو اعتراضوں کا جواب نہ آیا اسی لیے یہاں لکھ بھیجا اور ایسے وساوس بعض وقت سحر کی طرح کارگر بھی ہوتے ہیں لیکن غور کرنے کا مقام ہے کہ جب پیغمبر خدا آنحضرت صلعم آئے کیا یہود نے اپنے شعائر اور ارکان اور رسوم کو ترک کر دیا تھا۔ وہ سب بجا لاتے تھے اور جب وعدہ توریت ان ارکان کی بجا آوری پر نجات کا وعدہ بھی تھا۔ بلکہ یہود تو اب تک توریت پر عمل کر رہے ہیں۔ وہی قبلہ وہی نماز اسی قسم کی مساجد جیسے کہ اسوقت بعض اب بھی موجود ہیں اور توریت میں نجات کے وعدے لکھے ہوتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم آئے اور آپ پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنی ضروری امور ٹھہرے اور پھر جو منکر رہ کر توریت احکام بجا لانے رہے یا لاتے ہیں وہ کیوں نجات کے مستحق نہیں ہیں۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ اسوقت بھی توحید کا قائل موجود تھا اب بھی ہے ان کے پاس بھی کتاب موجود ہے۔ غرضیکہ ایک باریک نکتہ غور کرنیوالوں کے لیے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ روحانیت کو پسند کرتا ہے اور اس کی نظر اسی پر پڑتی ہے۔ ظاہری اعمال پر وہ نظر نہیں کرتا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے نماز، روزہ، تہجد بھی وہ ادا کرتا ہے اور بظاہر ابرار اخیار کے اعمال اس سے صادر ہوتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ اس سے وہ خدا کی نظر میں بھی ابرار اخیار لکھا جاوے ایک انسان تو اس سے دھوکا کھا سکتا ہے مگر خدا نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ اس کی نظر پوست پر نہیں وہ تو روحانیت کو چاہتا ہے جو کہ مغز ہے نہ کہ قشر کو بیوفا آدمی جو کہ خدا کو چھوڑ دیتے ہیں کتوں کی طرح ہوتے ہیں کہ مطلب کے یار ہوتے ہیں اگر ان کی آرزوئیں اور مرادیں پوری ہوتی رہیں تو وہ خدا کو مانتے رہیں گے اور اگر پوری نہ ہوں تو پھر اس سے ناراض اور شکایت کا دفتر کھلا ہے تو جن کی یہ حالت ہے اور ان میں صدق و وفا نہیں ہے خدا ان کی نمازوں کو کیا کرے وہ خدا کے نزدیک ہرگز نمازی نہیں ہیں اور ان کی نمازیں سوائے اس کے کہ زمین پر ٹکریں ماریں اور کچھ حکم نہیں رکھتیں خدا کے نزدیک نمازی اسی وقت ہوگا جبکہ وہ سچا اور صدق و وفا کا تعلق اس سے باندھے گا اور خدا کی رضا اور اطاعت میں اس قدر محو ہو کہ دین کو دنیا پر یہاں تک مقدم رکھے کہ جان دینے کو بھی تیار رہے جب اسکی صدق و وفا کی نوبت اس حد تک ہوگی تو اسوقت اس کی نماز خدا کے نزدیک نماز ہوگی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ مخلوق کے نزدیک راست باز ہیں متقی ہیں۔ نیک بخت ہیں لیکن اُن کا تعلق خدا سے صاف نہیں ہے۔ اور وہ محویت اور دین کا تقدم دنیا پر جو خدا چاہتا ہے ان میں نہیں ہے اس لیے خدا کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ سچے ایمانداروں کی جو علامات ہیں اگر ان سے تم ان کو پرکھو تو ایک بھی ان میں نظر نہ آوے گی۔

ایک بڑی علامت سچے ایماندار کی یہ ہے کہ انسان دنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اور اسے ردی جان کر اس سے الگ ہو جاوے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے الگ ہوتا ہے اسی طرح سے جب وہ اپنے نفس کی کینچلی سے الگ ہو وے تو حقیقی --- ہوتا ہے خدا تعالےٰ کی معیت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور وہ خدا کے نزدیک مومن --- ٹھہرتا ہے جیسا خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

ایڈیٹر کا مراسلہ نگاروں کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں ۔ ادارہ

مسیحیوں کا ایسٹر

ایڈیٹر صاحب ! سلام مسنون

مسیحی برادری ہر سال ۲۶ مارچ کو ایسٹر کا تہوار مناتی ہے۔ ایسٹر ایک دیوی کا نام تھا جس کو "ڈان گاڈیس" کہا جاتا تھا۔ اس کا مطلب ہے صبح کی روشنی کی دیوی، مسیحیوں کی دیوی کے پجاریوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے مسیح ؑ کے جی اُٹھنے کو ایسٹر کا نام دیا گیا۔ مسیحی عقیدہ کے مطابق مسیح یسوع تیسرے دن صبح ہونے ہی موت کے اندھیرے پر فتح پا کر جی اٹھے اور دنیا کے لئے ہدایت اور نور مہیا کیا۔ سو ایسٹر کا لفظ مسیحیوں نے مسیح کے جی اُٹھنے کے بارے میں استعمال کیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق لفظ ایسٹر قدیم جرمن زبان کے لفظ اوسٹرس سے بگڑ کر انگریزی لغت میں داخل ہوا ہے۔ اینگلو سیکسن اقوام کی موسم بہار کی دیوی کا نام ایسٹر تھا۔ جب ان اقوام نے عیسائیت اختیار کی تو انہوں نے اس دیوی کی پوجا کو ترک کر دیا۔ لیکن موسم بہار ہی میں مسیحی تہوار "پاسکا" جو یسوع مسیح کے مردوں میں زندہ ہو جانے کی یاد میں منایا جاتا تھا۔ اس کو ایسٹر کا نام دیا۔ اس طرح تمام مغربی عیسائیوں میں ایسٹر کا رواج ہو گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس عید کو عید قیامت مسیح کا نام دیا گیا ہے۔ اور کچھ لوگ اس کو بالکل سادگی سے یسوع مسیح کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی عید کا نام دیتے ہیں۔

بہرحال کرسمس حضرت مسیح کی پیدائش کی یاد میں منایا جاتا ہے اور ایسٹر آپ کے مردوں میں سے زندہ ہونے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

پاکستان میں بھی یہ تہوار بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ منایا گیا۔ گرجوں میں ہونے والی تقریبات روزناموں میں چھپیں۔ قومی اخبارات نے بالتصویر خصوصی ایڈیشن نکالے ملکی زعماء نے مسیحیوں کو مبارکباد کے پیغامات ارسال کئے۔ اور خیرسگالی اور نیک تمناؤں کا تحفہ پیش کیا۔ پاکستان ٹیلی وژن نے بھی اس شب ایسٹر کو پر کشش دی۔ روزنامہ ______ کی رنگین باتصویر اشاعت خصوصی میں پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک بشپ پادری اور دیگر مسیحی زعماء کے بیانات اور پیغامات درج ہیں۔ جن میں مسیحی معتقدات اور تعلیمات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے ملکی پیمانہ پر بالواسطہ طور پر مسیحی دعوت و تبلیغ کی تشہیر ہوئی ہے۔ پادری ایڈگرام کے مطابق "ایسٹر اور کرسمس دونوں کا تعلق حضرت عیسیٰؑ کی ذات سے ہے۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے خود ہی فرمایا تھا کہ میں دنیا کے لئے کفارہ ادا کرنے آیا ہوں۔ میں مر جاؤں گا اور پھر میں مردوں میں دوبارہ زندہ کر لیا جاؤں گا۔ اور ایسٹر کی تقریبات اس لئے بھی زیادہ خوشی سے منائی جاتی ہیں کہ اس روز تمام دنیا کی نجات پر مہر لگ جاتی ہے اور یسوع دنیا میں نجات دہندہ بن کر آئے۔ اس کے لئے قربانی دے کر چلے گئے۔

رومن کیتھولک ______ کے مطابق مسیحیوں کے عقیدہ کے مطابق یسوع مسیح کو مصلوب کیا گیا کیونکہ وہ اپنے کو خدا کہتے تھے۔ اور صداقت ایک کڑواہٹ ہے جو ازل ہی سے ناقابل قبول رہی ہے۔ تاہم یہودی کہانت اور قیادت کو یہ ہرگز منظور نہ تھا۔ بدیں وجہ ان پر فتوے لگایا گیا اور اس فتوے کے مطابق انہیں صلیبی موت کی سزا دی گئی۔ مسیحیوں کے ایمان کے مطابق از روئے انجیل مقدس یسوع مسیح تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھے اور چالیس روز جلوہ نمائی کے بعد آسمان پر صعود فرما گئے۔ مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا مسیح یا انسان کا روپ دھار کر اس دنیا میں آیا اور صلیبی موت سہہ کر تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھ کر اس نے دنیا کو ابدی نجات کا یعنی حیات نو کا پیغام دیا۔ انسان، ایک دکھی انسان کی صورت میں بار بار خدا سے مطالبہ کرتا رہا کہ خدا کبھی انسان بن کے انسان کے دکھ دیکھے۔ خدا انسانوں کا دکھ بانٹنے کے لئے اپنے آپ کو اس دنیا میں لے آیا اور اپنے ازلی پروگرام کے مطابق کنواری مریم سے جنم لیا۔

مسیحیوں کے عقیدے کے مطابق یسوع مسیح کی قیامت کا مطلب ہے گنہگار انسان اور خدا کا آپس میں ملاپ قیامت مسیح انسان کا مکمل اور بھرپور کفارہ ہے یعنی ان گناہوں کا کفارہ جو بنی اسرائیل قوم بھیڑوں اور بکروں سے ادا کرتے تھے یسوع مسیح نے اپنا خون دے کر ہمارا کفارہ دیا۔ بنی اسرائیل اور موسوی شریعت کے مطابق گناہ کا کفارہ بھیڑے اور بکرے کے خون سے دیا جاتا ہے مگر وہ کوئی دائمی کفارہ نہ تھا۔ بلکہ متبادل کفارہ تھا۔ بس ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی بہتر اور افضل کفارہ پیش کرے اور یہ صرف ذات خداوندی کے مقدر میں تھا۔ اس لئے کہ خدا ہی انسان سے اتنا پیار کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پیش کرے پیلاطوس رومی حاکم نے اور اس کی ملکہ نے بساط سے بڑھ کر کوشش کی کہ وہ یسوع مسیح کو مصلوب ہونے سے بچائے مگر چونکہ خدا کا اپنا یہ پروگرام تھا کہ بنی نوع انسان کا کفارہ دے اور وہ خدا جو قربانیوں کی اصل تھا خود ہی بھیڑوں اور بکروں کا خون لے کر نہیں بلکہ اپنا خون لے کر پاک مکان میں ایک ہی بار داخل ہو گیا۔ اور ابدی خلاصی کرائی۔

یہ سب کچھ ہفتہ بھر ہوا اور ملک پاکستان کے اندر ایک نہایت تاریخی مقام پر یسوع مسیح کی منادی کھلم کھلا سرعام ہوئی۔ غالباً یہ اس لئے ہوا کہ یہاں اقلیتوں کو پورا تحفظ حاصل ہے۔ ان کے مذہبی عقائد کا احترام کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہفتہ بھر کی مسیحی تحریک و تبلیغ کے خلاف پاکستان بھر میں کسی حلقہ سے کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔

بہرحال آج پاکستان میں عیسائیت جس سرعت سے پھیل رہی ہے اس کا اندازہ شاید ہمارے مذہبی حلقہ کو نہیں مسیحی مشنری ادارے صحت، تعلیم اور رفاعی کام کے نام پر مسیحیت کی دعوت و تبلیغ کو عام کر رہے ہیں۔ اور اس سے پاکستان کا مذہبی لحاظ سے نابالغ اور مالی لحاظ سے کمزور طبقہ بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ پنجاب سمیت سندھ و کراچی کے علاقوں میں مسیحیوں کی مسیحی فوج (سالویشن آرمی) ایمان کی لوٹ کھسوٹ میں معروف ہے۔ فادر و پادری "بیماروں" کو شفا بخشنے بخشتے عیسائیت کی عددی قوت میں حیرت انگیز طور پر اضافہ کر رہے ہیں۔

ان "شانیوں" کی سالانہ کامرانیوں، رپورٹوں اور سرگرمیوں جو وہ اپنے روحانی مراکز میں بھیجتے ہیں کا مطالعہ و جائزہ لیا جائے تو صدر جہ پریشان کن اور فکر انگیز ہوتا ہے۔

(عابدہ بشیر، گلبرگ لاہور)

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن نمبر ۷۲۰ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ:

"صیغہ اغراض عام میں ایک مد جہیز فنڈ" قائم کر کے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاؤنٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کی بیاہ شادی میں امداد دی جایا کرے" یہ فیصلہ اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کر کے متدعی ہوں کہ:

اس کار خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ سمجھتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے۔ اور ایک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

ایک درخواست

احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ جماعتی مفاد کے پیش نظر اپنے جماعتی اخبار پیغام صلح کے شمارے برائے سال ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء دفتر انجمن کو عنایت کریں یا عاریتاً دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ احباب سے فراہمی کا انتظام بذمہ دفتر ہوگا۔

(منصور احمد)

جنرل سیکرٹری

دار السلام

شبان الاحمدیہ کا صفحہ

حضرت لقمان علیہ السلام کے ارشادات اور ہماری نوجوان نسل

محمد صالح نور صاحب، کراچی

یوں تو قرآن مجید کے جملہ ارشادات وفرمودات ہمارے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتے ہیں مگر بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو خاص طور پر مخاطب فرما کر بات کی ہے۔ سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی اور حکیم حضرت لقمان علیہ السلام کی زبانی ابنائے قوم کو مخاطب فرمایا ہے اور بعض امور کی نشاندہی کی ہے کہ کن امور کو اپنی زندگی میں بالخصوص اپنانا چاہیئے۔ اور کن امور کو ترک کر دینے میں ہی راہ نجات ہے۔ سورۃ کے ابتدا میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کو اُن کے انجام کی خبر دی گئی ہے جو یوں ہے:

۱ — وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار کرتے ہیں اور یوم آخرت اور حساب کتاب پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ دراصل اپنے رب کی طرف سے راہِ ہدایت پر قائم ہیں اور انہیں کو فلاح کی بشارت دی جاتی ہے

۲ - دوسرا گروہ وہ ہے جو فضول اور کھیل کود کے امور میں دلچسپی رکھتے ہیں تاکہ یہ امور ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے علم نہ حاصل کر سکنے کی وجہ سے گمراہی کی طرف لے جائیں اور وہ خدا کے بتلائے ہوئے راستوں کا مذاق اڑاتے ہیں ان لوگوں کے لئے رسوا کر دینے والا عذاب ہوگا

اس سورت میں حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بچوں کو جو اعلیٰ درجہ کی نصائح فرمائی ہیں انہیں ہم دس نصیحتوں کے طور پر یہاں بیان کرتے ہیں۔ یہ امر کسی صاحب بصیرت کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے کہ آج کے نوجوان ہی آئندہ جا کر قوم کی باگ ڈور سنبھالنے والے بنیں گے اور جس قسم کے درخت آج ہم لگائیں گے اس نوع کے پھل آئندہ نسل کو کھانے کو ملیں گے۔ ایسی قوم جو نوجوان نسل کی مناسب تربیت سے غافل رہتی ہے، اسے آئندہ کے سہانے خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور قرآن کریم سے بہتر اور کوئی تعلیم نہیں جو ہمیں موجودہ اور آئندہ دور کے متعلق صحیح راستہ متعین کرنے میں مددگار ہو سکے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے ابتداءً یہ نصیحت فرمائی ہے کہ۔

۱ - ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لاتا ہے وہ محض اپنے نفس اور اپنی جان کی بھلائی کیلئے شکر بجا لاتا ہے کیونکہ اگر وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ تو کسی کا محتاج نہیں حتیٰ کہ وہ اس بات کا بھی محتاج نہیں کہ کوئی اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔"

دوسری جگہ کلام الٰہی اس طرح آتا ہے کہ

"اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو میں اپنی نعمتوں کو تم پر زیادہ نازل کروں گا۔ اور اگر تم ان نعمتوں پر اپنے عمل سے ناشکری کی راہ پر قدم مارو گے تو پھر تم بہت بڑے عذاب کو دعوت دو گے"

اگر ہم ذرا بھی غور کریں تو ہم کس قدر خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں میں پیدا کیا اور قرآن پاک جیسی تعلیم ہماری راہنمائی کیلئے نازل فرمائی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اپنے زمانہ کے امام کی راہبری میں اس کلام الٰہی کے معانی کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ تو کیا ہی اچھا ہو کہ ہم خدا کی ان نعمتوں پر شکر گزاری کے طور پر اس کے تمام احکام کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیں اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہمہ وقت اپنے آپ کو تیار پائیں۔

۲ - دوسری نصیحت حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ فرمائی کہ

"اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

ایک مقام پر کلام الٰہی میں یوں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا سوائے شرک کے۔ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے ساتھ کسی کو اس کی صفات میں، ذات میں، اس کی نعمتوں کے نزول میں، آفات سماوی اور ارضی کو دور کرنے میں، رزق عطا کرنے میں، اولاد دینے میں، اس تمام عالم کے نظم و نسق چلانے میں کسی اور ذات کو شریک سمجھا جاوے۔ کیونکہ تمام نعمتوں، امتحانات اور مصائب کا منبع اس کی ذات ہے۔ انسان چونکہ جلدباز ہے وہ مقصد کے حصول کے لئے عجلت میں کسی اور در پر جھک جاتا ہے۔ اور خدا کے در کو بھول جاتا ہے۔ اس لئے نصیحت فرمائی کہ ہمیشہ اس کے در پر جھکو کہ وہی ہر درد کا درماں ہے۔

۳ - تیسری نصیحت حضرت لقمان نے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کی خدمت گزاری کی فرمائی کہ۔

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے حق میں تاکیدی حکم دیا ہے اس کی ماں ضعف پر ضعف کی حالت میں اسے اٹھاتی ہے اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے۔ کہ اول میرا شکر کرو پھر اپنے ماں باپ کا۔"

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے۔

"اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے نیکی کرو اور اگر تیرے سامنے وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف نہ کہو اور نہ ان کو ڈانٹو اور ان سے ادب سے بات کرو اور دونوں کے آگے رحم کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکاؤ اور کہو کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جس طرح اُنہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا تھا۔"

حدیث رسول ﷺ میں بھی اس ارشاد کو یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ جو ہم میں سے چھوٹوں پر شفقت اور رحم سے پیش نہیں آتا اور بڑوں کی عزت اور توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۴ - چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ اعمال کی جواب دہی پر یقین کامل رکھو، جزا سزا کا ایک دن مقرر ہے اس روز اچھے اعمال کے بدلے میں خدا تعالیٰ انعامات سے نوازے گا اور بداعمالیوں پر ہر کسی کو سزا کا سامنا کرنا ہوگا، دین کا یہ سبق اس قدر اثر انگیز سبق ہے کہ اس سے انسان اپنی زندگی کی راہوں کو اچھے اور احسن خطوط پر استوار کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ یقین رکھے کہ اس کا ہر قدم جو اس زندگی میں اُٹھ رہا ہے اس کا حساب اسے آئندہ زندگی میں خدا کے حضور دینا ہوگا۔ اس لئے فرمایا:—

"اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا
پھر خواہ وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمان پہ یا زمینوں میں ہوگا
اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا۔"

ایک دوسری جگہ کلامِ الٰہی یوں ہے کہ:۔

"جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کی بھلائی کے لئے بجالاتا
ہے اور جو بداعمالیاں کرتا ہے تو اس کا اسے خمیازہ بھگتنا پڑے گا"

۵۔ پانچویں نصیحت نماز قائم کرنے سے متعلق ہے کہ نماز کو باقاعدگی سے ادا کرو۔ ایک مقام پر نماز کے فوائد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

"یقیناً نماز فحش اور منکرات سے انسان کو بچا کر رکھتی ہے"

نماز کے بارے میں ایک شرط خاص یہ ہے کہ نماز باقاعدگی اور حضورِ قلب سے ادا کی جاوے۔ عادت کے طور پر یا بطور رسم ادا ان کے نہ ادا کی جاوے۔ اس یقین کامل سے نماز ادا کی جاوے کہ یہ بندے اور اس کے خدا کا ملاپ ہے۔ اور اس ذریعے سے وہ خدا کے حضور حاضر ہو کر اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی اور آئندہ سے نیکی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق طلب کر سکتا ہے اسے زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کا نام دیا گیا ہے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ احسان کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ:۔

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرے کہ گویا تو اسے
دیکھ رہا ہے اور اگر وہ تجھے نظر نہیں آ رہا تو اس یقین کامل سے نماز
ادا کرو کہ وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے۔"

۶۔ چھٹی نصیحت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بیان فرمائی ہے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو نیکی کی راہوں پر چلنے کی تلقین کرو اور برائی کے راستوں سے اجتناب کرنے کا سبق دو۔ ایک دوسرے مقام پر اس کا ذکر یوں آتا ہے کہ:۔

"اور ضروری ہے کہ تم میں سے ایک گروہ ایسا ہر وقت موجود رہے
جو بھلائی کی طرف دعوت دیتا رہے اور لوگوں کو نیکی کے امور پر چلنے
کی تلقین کرتا رہے اور برائی کی باتوں سے دور رہنے کی نصیحت کرتا ہے"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام انبیاء کا کام ہے اور جو قومیں انبیاء کا کام اپنے ذمہ لیتی ہیں وہ یقیناً فلاح اور کامیابی حاصل کرنے والی ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

"اگر تم کوئی برائی کی بات دیکھو تو اسے اپنے ہاتھ سے دور کرنے کی
کوشش کرو۔ اور اگر ہاتھ سے دور نہ کر سکو تو زبان سے اسے
مٹانے کی سعی کرو اور اگر اس پر طاقت نہ ہو تو دل میں اسے برا جانو
مگر یہ بہت کمزور قسم کا ایمان ہے۔"

نیکی کے کاموں کی تلقین کرنا اور برائیوں سے بچتے رہنے کا سبق دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے اگر ہم سے اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالیں اور شب و روز اس پر عمل کرنے کا عزم دل میں رکھیں تو یقیناً اس میں کامیابی پاسکیں گے۔ حضور علیہ السلام نے تو راستہ سے ناموزوں چیزوں کو ہٹا دینا بھی اس میں شامل فرمایا ہے۔ اور ایسا کرتے رہنا یقیناً ہمارے اختیار میں ہے۔

۷۔ ساتویں نصیحت مصائب اور آلام پر صبر کا نمونہ پیش کرنا ہے۔ فرمایا:۔

"اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر کہ صبر کرنا ہی باہمت
لوگوں کا کام ہے۔"

اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے اور ذرا سی مشکل اور مصیبت میں ہمت ہار جانا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا، جزع فزع سے کام لینا، یہ باہمت لوگوں کا کام نہیں ہے۔ ہر مشکل وقت کے بعد ایسا وقت ضرور آتا ہے شرط یہ ہے کہ انسان ہمت نہ ہارے اور صبر و شکر کا دامن تھام کر رکھے۔ جو لوگ مشکلات اور مصائب میں بھی اپنے خالق و مالک کے در پر جھک جاتے ہیں وہ ضرور ان کا دامن پکڑ کر ان کا والی و ناصر ہوتا ہے۔ اور کامیابی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔"

۸۔ آٹھویں نصیحت حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یوں فرمائی ہے کہ:۔

"اور لوگوں سے بے رخی نہ کر۔ اور زمین میں اکڑتا ہوا مت چل
اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔"

تکبر کے متعلق جس قدر بھی لکھا جائے وہ کم ہے ایک اچھے بھلے انسان کو کبر و ریا کی راہیں ذلت و ادبار کے اتھاہ کنویں میں دھکیل دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایک جیسا پیدا فرمایا ہے۔ اس کے نزدیک اگر کوئی وجہ فضیلت ہے تو وہ تقویٰ ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے کسی گورے کو کالے
پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر وہ فضیلت صرف تقویٰ ہے۔"

اور قرآن پاک میں اسے بہت وضاحت سے یوں فرمایا گیا ہے کہ:۔

"تم میں سے معزز اور مکرم وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ
متقی ہے۔"

لہٰذا کسی کو کسی رنگ میں حقیر جاننا اس کو اپنے سے کم تر شمار کرنا، اسے گری ہوئی نظروں سے دیکھنا، یہ سب غرور و تکبر کی علامات ہیں جن سے روکا گیا ہے۔ اور آج دنیا سے اگر چھوٹے اور بڑے کی تمیز اور غرور و کبر و ریا کی یہ نشانیاں مٹ جائیں تو دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

۹۔ نویں نصیحت اپنی چال ڈھال میں میانہ روی اختیار کرنے کیلئے کی گئی ہے۔ ایسے لوگ جو زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں اور غرور اور تکبر کی علامت بن کر زندگی گزارتے ہیں وہ قطعاً عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ یہ دنیا کا مال و متاع، جاہ و جلال، حکومت اور حکمرانی سب عارضی چیزیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو لوگ اسباب دنیوی وجاہت اور مال و دولت کے حصول کے بعد حسنِ اخلاق سے پیش آتے ہیں اور بلند رتبہ اور مقام پا جانے کے بعد دوسروں کے سامنے غریبوں کی طرح چلتے اور حلیموں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں کہ یہی طریق خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔

۱۰۔ دسویں نصیحت جو حضرت لقمان علیہ السلام کی زبان سے کی گئی وہ یوں ہے۔

"اور اپنی آواز کو نیچا رکھ کیونکہ تمام آوازوں سے بری آواز گدھے
کی آواز ہے۔"

اس نصیحت میں گفتگو کا اندازِ خطاب بات چیت میں ملائمت اور سنجیدگی اور آہستہ روی سے کلام کرنا، دوسروں کی آواز سے بلند آواز نہ نکالنا۔ الفاظ کی ادائیگی میں خوبصورتی اور خوش گفتاری کو مدِنظر رکھنا سکھلایا گیا ہے۔ آدابِ محفل اور تقاضائے مجلس کو ملحوظ رکھنا بھی اچھے اوصاف میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان تمام اوصاف اور عادات حسنہ کو اپنانے سے ایک انسان اپنے احباب میں اچھی۔ ۔ ۔ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔"

مندرجہ بالا دس نصائح جو حضرت لقمان علیہ السلام کی زبانی قرآن کریم نے بیان فرمائی ہیں، کا تذکرہ کرنے کے بعد اس موضوع سے انصاف کرتے ہوئے میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت امام الزمان کے چند قیمتی کلمات بھی نوجوان نسل کے گوش گزار کردوں کہ قرآن پاک کی تشریح امام وقت سے بڑھ کر اور کون کر سکتا ہے

"سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی
کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے

پندرہ روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۹۰ء

امن کی تلاش

مشرق وسطیٰ ہو یا برصغیر پاک و ہند، افریقہ کا کوئی ملک ہو یا مغربی دنیا کا کوئی خطہ، اس وقت ہر جگہ اضطراب و بے چینی کا دَور دَورہ ہے۔ ہر قلب بے اطمینانی و عدم سکون کا شکار ہو رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ ازمنہ گذشتہ کی نسبت عصر حاضر میں بے نظیر ذہنی و مادی ترقی ہوئی ہے، خوشحالی کے ایسے ایسے سامان میسر آئے ہیں جو کبھی خواب و وہم میں بھی نہ آسکتے تھے۔ مگر باوجود اس کے قلوب سے امن و چین مفقود ہو رہا ہے، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ہر طرف خوف و ہراس اور بے اطمینانی و گھبراہٹ کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں۔ ایسی خارق عادت ترقی و خوشحالی کے باوجود پھر ایسی عالمگیر بے امنی و اضطراب کیوں؟ ہر دم دل کی دھڑکن کے یہ خطرات کس لئے!؟

امن و سلامتی اور ترقی و خوشحالی دونوں درحقیقت لازم و ملزوم صفات ہیں کیونکہ امن کے بغیر ترقی ممکن نہیں اور ترقی کے نتیجہ میں امن و عافیت کا ہونا لازم آتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ان میں باہم توازن برقرار رکھا جائے، بقائے باہمی کے اصول کے مطابق نہ تو ترقی کی خواہش اور دوڑ ایسی تیز ہو کہ جس سے قلبی امن و سکون برباد ہو جائے، نہ ہی سلامتی و عافیت کا مطلب یہ ہو کہ جس سے جمود و بے حسی اور بے حرکتی پیدا ہو۔ جب تک ان ہر دو انسانی صفات کو مناسب جگہ و مقام اور موزون اہمیت دی جاتی ہے تب تک ان میں اعتدال و توازن قائم رہ کر ایک طرف امن و سلامتی اور دوسری طرف ترقی و خوشحالی نصیب ہوتی ہے لیکن جب توازن کا پلڑا ایک طرف یا دوسری طرف جھک جاتا ہے تو یہی توازن کے مفقود ہوجانے سے فساد و خرابی کا واقع ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

انفرادی رنگ میں یہ حقیقت ایسی ہی صحیح و درست ہے جیسی قومی سطح یا بین الاقوامی میدان میں۔ اگر کسی فرد میں ترقی کی خواہش حد سے زیادہ بڑھ جائے یا اس کی سعی و جہد میں ایسا اضافہ ہو جس کی اجازت گرد و پیش کے حالات نہ دیتے ہوں۔ تو ظاہر ہے کہ یا تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا یا اس کا جسم کسی مرض کا شکار ہو جائے گا۔ قومی پیمانہ پر بھی یہی اصول صادق آتا ہے، اگر افراد اپنے ہمعصروں کے حقوق سے بے پرواہ ہو کر ان کو بے محابہ روندتے ہوئے چلے جائیں تو بالآخر قومی امن و سکون قائم نہ رہ سکے گا۔ بین الاقوامی میدان میں بھی یہی کچھ پیش آتا ہے، جب کوئی قوم اپنی ترقی و خوشحالی کا مطلب یہ سمجھتی ہے کہ اسے دوسری ہمسایہ اقوام کے منصفانہ حقوق سے بے نیاز ہو کر اس راستہ میں ایسی ترقی یا توسیع پسندی کی جارحانہ پالیسی اختیار کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ اس خطہ یا ملک سے امن و سلامتی مفقود ہو جاتی ہے، اور اس کے فقدان کے سبب خود توسیع پسند قوم یا ملک کی ترقی و خوشحالی بھی نہ صرف رُک جاتی ہے بلکہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ گویا جس طرح ذہنی عدم توازن کا نتیجہ بالآخر فرد کی خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے یہی حالت قومی اور عالمگیر سطح پر ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

واقعات ہمارے سامنے اس حقیقت کو پیش کر رہے ہیں، برصغیر میں تنازعہ کشمیر جب فریقین اور اقوام متحدہ کی متفقہ قراردادوں کے مطابق طے نہ کیا گیا تو نتیجہ کیا نکلا؟ پاک و ہند میں متعدد بار جنگ کے شعلے بھڑکے۔ ان سے کس قوم یا ملک کی ترقی یا خوشحالی میں اضافہ ہوا؟ ہند و پاک دونوں ملک ۔ ۔ ۔ گرانی اور پسماندگی غربت کا شکار ۔ ۔ ۔ ہیں۔ اس وقت اسرائیل اور عرب اقوام میں تصادم و خونریزی جاری ہے، اسرائیل نے اقوام متحدہ کے فیصلوں سے انحراف اور توسیع پسندانہ عزائم پر عمل پیرا ہو کر کونسی ترقی و خوشحالی دیکھ لی یا آئندہ کے لئے اسے ان کی توقع ہے؟ پہلے زمانوں کی لڑائیوں کی نسبت موجودہ زمانہ کی جنگوں پر تو یہ مقولہ نہایت نمایاں رنگ میں صادق آتا ہے کہ جس فریق نے شکست کھائی وہ بھی ہارا اور جس نے فتح حاصل کی وہ بھی یکسر خسارہ میں رہا۔ اس حالت میں جب کہ دونوں متحارب فریق کی تباہی و بربادی یقینی ہے، کونسی دانشمندی و ترقی پذیری کا تقاضا ہے کہ خودکشی کے ایسے اقدامات پر اصرار کیا جائے، مگر انصاف و حق پسندی کی مسلمہ انسانی اقدار کے اصولوں پر عمل پیرائی نہ کی جائے؟ کیا یہ از حد تعجب کی جگہ نہیں کہ چودھویں صدی کا انسان جو ذہنی نشوونما میں ترقی کے باعث چاند پر پہنچ گیا ہو، انسانی و اخلاقی اقدار کے معاملہ میں اس قدر جاہل و وحشی واقع ہوا ہے! ایسے وسیع پیمانہ پر خونریزی و بربادی کے منصوبوں پر عامل ہے جن کے مہلک نتائج سے اس کی اپنی قوم و ملک بھی محفوظ نہیں! ترقی و خوشحالی کے یہ کونسے نظارے ہیں جہاں متحارب فریقوں کے شہروں اور آبادیوں کو نیست و نابود اور تہس نہس کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جاتی! کیا یہی وہ کمال تہذیب و تمدن ہے جس پر فخر کیا جاتا ہے! کیا اسی کو معراج ترقی و خوشحالی کے خوشنما الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے؟!!

جب تک انسانی خوشحالی اور ترقی و برتری کے لئے مادیت پر قابض ہونے میں سبقت اختیار کرنے کا نظریہ اور کمزوروں کے منصفانہ حقوق کو پامال کرنے کی خود غرضانہ ہوس کے جذبات قوموں میں موجزن ہیں تب تک دنیا میں امن و سلامتی کو تلاش کرنا موہوم اُمید ہے۔ یورپ میں دو عالمگیر جنگوں سے جو عظیم بربادی فاتح و مفتوح اقوام دونوں پر آئی اس سے مغربی اقوام کو شاید اتنا سبق تو حاصل ہو گیا ہے کہ یہ اقوام اب مغربی ملکوں میں باہم جنگ جوئی سے گریزاں ہیں، اب ان اقوام نے اپنے تصادم و آویزش کے لئے ایشیا اور مشرق کو تختۂ مشق بنایا ہے، لیکن آخر یہ کب تک۔ یاجوج اور ماجوج یا باہم براہ راست تصادم ہو کر ہی ٹلیگا یا پھر مشرق میں بھی یہ ایسے فساد و فتنۂ عظیم بپا کرنے سے باز آئیں گے۔ "خدا تعالےٰ کے زور آور حملوں" سے بالآخر ان کی آنکھیں کھلیں گی، مادیت کے نظریات کی بجائے انسانی و اخلاقی اقدار کے اسلامی نظریات کو تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ رہے گا۔

لفظ اسلام کے لغوی معنی بھی امن و سلامتی کے ہیں اور اس نے جو نظریۂ حیات دیا ہے وہ مقدم طور پر خدا کے قوانین کی فرمانبرداری اور انسانوں کی باہمی سلامتی و خیر خواہی پر قائم ہے، جس نے ترقی و خوشحالی کو امن و سلامتی کی برقراری پر موقوف و منحصر کیا ہے۔ مادیت اور اخلاق و روحانیت کی اس وقت درحقیقت ایک جنگ ہو رہی ہے۔ دین اسلام نے ان کا باہمی متوازن و معتدل ایک امتزاج پیش کیا ہے۔ جس سے دین و دنیا دونوں کو ہم آہنگی و مطابقت اور ترقی حاصل ہوتی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ترقی و خوشحالی کی رفتار کو انصاف و عدل اور ہمسایہ کے حقوق کے ماتحت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اگر آج امن کی تلاش انفرادی، قومی یا بین الاقوامی سطحوں پر مقصود و منظور ہو تو وہ دین کی تعلیم کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ یہی وہ دین حقہ ہے جو ہر معاملہ میں توازن و اعتدال اور میانہ روی کی ہدایت دیتا ہے، جو انتہائی نظریات کا مخالف اور ان میں انسانی بربادی و تباہی کو دیکھتا ہے اور ان راہوں سے بچنے و محفوظ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ چنانچہ اس عظیم نظریۂ حیات کو قرآن کریم نے پنجوقتہ نماز میں سورۃ فاتحہ کی بے نظیر دعا کی صورت میں دہرانے کا حکم دیا ہے۔ **صراطِ مستقیم** دو انتہائی و متضاد راستوں کے مابین ایک درمیانی وسط کی راہ ہے جو ہر معاملہ میں ہر قسم کی افراط و تفریط کی متضاد راہوں سے پاک و مبرا اور توازن و اعتدال کے پہلوؤں کو لئے ہوئے جملہ انسانی اقدار کو ان کی مناسب اہمیت و قدر کے پیش نظر ان کو صحیح مقام و درجہ دیتا ہے۔ ترقی اور مسابقت مفاد کی دوڑ میں بھی دین کا نظریہ حیات یہی ہے کہ امن و سلامتی، عافیت و صلحکاری کی راہوں کو بہرحال مقدم رکھا جائے، وگرنہ انہیں نظر انداز کر کے جو ترقی روا رکھی جائے گی انجام کار وہ ترقی معکوس اور ہلاکت و بربادی کا موجب ثابت ہوگی۔

بدل دردیکہ دارم از برائے طالبانِ حق ÷ نمی گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوقِ خدا دارم ÷ ازیں در لذتم کز درد مے خیزد زدل آہم
مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است ÷ ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نہ من از خود نہم در کوچۂ پند و نصیحت پا ÷ کہ ہمدردی بردآنجا بجبر و زور و اکراہم
غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کاراست ایں ÷ گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر میخواہم

جماعتی خبریں

مکرم و محترم حضرت امیر جماعت دامت برکاتہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔ الحمد للہ صحت اچھی ہے۔ حسب معمول کار دینیہ میں مصروف ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انہیں کام والی لمبی عمر عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ حضرت امیر احباب و خواتین کو دعاؤں بھرا سلام لکھواتے ہیں۔

- **رمضان وعید کی تقریبات :**

مرکزی انجمن لاہور اور اندرون و بیرون پاکستان کی جماعتوں کی اطلاع کے مطابق اُن کی جماعات اور جماعتی مراکز میں رمضان وعید کی تقریبات بخیر و خوبی انجام پائیں۔ احباب و خواتین نے روزوں، نماز تراویح، اعتکاف اور دعاؤں کا التزام رکھا

- **پیغام صلح کی خصوصی اشاعت**

یکم جون ۱۹۹۰ء کا شمارہ حضرت مسیح موعود نمبر کی خصوصی اشاعت پر مشتمل ہوگا۔

- جماعت کے بزرگ حضرت مولانا شیر محمد خوشابی صاحب بعارضہ قلب علیل ہیں ان دنوں وہ خوشاب میں اقامت پذیر ہیں۔ احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا فرمادیں۔
- یوٹریکٹ (ہالینڈ) کے نبی بخش مرحوم کی وفات کی خبر پاکر محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ لکھتی ہیں کہ مرحوم نبی بخش ایک موقعہ پر سالانہ دعائیہ پر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے میرے ہاں قیام کیا تھا اور اس سال جوبلی تقریبات کے موقع پر میں اُن کے ہاں ٹھہری تھی۔ وہ وہاں کی جامع اور جماعتی مرکز کے چابی بردار تھے۔ سب سے پہلے آتے اور سب کے بعد جاتے۔ اپنے پوتوں نواسوں کو نماز، دین کی باتیں اور درثمین سے منظوم کلام یاد کراتے۔ جماعت اور دین کے عاشق تھے۔ دین و تحریک کی باتیں کرنے لگتے۔ تو ان پر رقت کا عالم طاری رہتا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

آہ! گلاب علی مرحوم

ہمارے ایک نہایت پیارے بھائی اور انجمن کے مخلص کارکن گلاب علی ۱۱ اپریل ۱۹۹۰ء کو اچانک دل کی تکلیف سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۰ ۷ سال تھی۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنی رحمت اور کرم سے نوازتا رہے۔

ہماری جماعت کے ایک نہایت متقی، علم دوست، اور شاعر بزرگ ملک غلام سرور صاحب تھے۔ جن کا تعلق کنجاہ سے تھا۔ احمدیت سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ ہمہ تن مختلف انداز میں اس کی دعوت و تحریک اور خدمت میں مصروف رہتے۔ دین حقہ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے انتہائی عقیدت اور عشق تھا۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے شاہنامہ اسلام کو پنجابی زبان میں منتقل کیا: تاکہ اس میں مندرجہ واقعات اور روح پرور کیفیات کو عوام الناس تک پہنچا سکیں۔ محترم غلام سرور صاحب کی یہ کوشش کافی مقبول ہوئی۔

گلاب علی انہی بزرگ کے نواسے تھے۔ ان کا آبائی گھر الہ آباد تھا لیکن وہ ملک غلام سرور سے گہری عقیدت اور تعلق کی وجہ سے لاہور آ گئے تھے اور ریلوے میں ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن نانا کے اصرار پر کہ اس دینی انجمن کی خدمت کرو۔ ریلوے کی ملازمت چھوڑ کر بزرگوں کی خدمت کی خاطر انجمن کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور آخیر عمر تک اس عہد کو پورا کیا۔

گلاب علی پڑھے لکھے نہ تھے۔ حتیٰ کہ دستخط بھی ہندی میں کرتے تھے لیکن بے حد محنتی اور ذہین تھے۔ انجمن کے محاسب کے دفتر کے ریکارڈ کو نہایت خوش اسلوبی سے ترتیب دیتے اور ان مندرجات کو ذہن میں محفوظ کر لیتے۔ اس کے علاوہ انہیں انجمن کے قواعد اور ریزولیوشنز بھی خوب یاد رہتے۔ کئی دفعہ ہمیں کوئی بات یاد نہ آتی تو ہم گلاب علی سے پوچھتے اور انہیں اکثر وہ بات یاد ہوتی تھی۔

گلاب علی دفتر نہایت باقاعدگی سے پہنچتے۔ گرمی ہو یا سردی۔ بارش ہو یا طوفان سب سے پہلے پہنچنے والے گلاب علی ہوتے تھے۔ کئی دفعہ وہ بغیر ناشتہ کیے دفتر آجاتے اور اگر سواری نہ ملتی یا سواری کے لیے ان کے پاس پیسے نہ ہوتے تو دھرم پورہ سے پیدل ہی دفتر آجاتے۔ مالی کمزوری کے باوجود نہایت غیرت مند اور قناعت پسند تھے۔ اپنے ساتھیوں سے نہایت محبت اور ہمدردی رکھتے۔ اور اپنے پس انداز کی ہوئی رقم میں سے غربت کے باوجود ان کی مدد کرکے خوشی محسوس کرتے تھے۔

ایک موقعہ پر جب چند کاغذات جلانے پر مخالفین نے فساد برپا کردیا وہ گرفتار ہو گئے اور سی آئی اے والے ان کو سخت اذیت دیتے رہے حتیٰ کہ بجلی کے جھٹکے بھی دیئے اور اصرار کیا کہ وہ جماعت کے کسی عہدہ دار کا نام لے جس کے کہنے پر انہوں نے ایسا کیا لیکن انہوں نے سخت اذیتوں کو برداشت کیا اور اپنی جان بچانے کی خاطر کسی کا نام نہ لیا۔

آہ! یہ مخلص، محنتی اور غریب النفس کارکن انجمن اب اپنے مالک حقیقی کے پاس جا چکا ہے۔ خدا اس کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازے۔

(سید ناصر احمد، ایڈیٹر لائٹ لاہور)

ایک سوال کی وضاحت

محترم مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کا مکتوب ایک دوست کے نام!

مکرم و معظم جناب عبدالحی صاحب   سلام مسنون

آپ کا خط مؤرخہ یکم فروری ۱۹۹۰ء جو آپ نے بمبئی سے جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے نام لکھا تھا وہ دارالسلام کالونی لاہور سے ہوتا ہوا مجھ تک پہنچا ہے تاکہ میں اس کا جواب لکھوں اور میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہ میری ہی تجویز تھی کہ اس مہنگائی کے زمانہ میں جبکہ والدین کے لیے دن بدن مشکل ہوتا جا رہا ہے کہ اپنی لڑکیوں کی شادی بیاہ کو خاطر خواہ طور پر کرسکیں انجمن ان کی کچھ نہ کچھ امداد کرے، اس لیے مناسب ہے کہ میں ہی آپ کے خط کا جواب لکھوں۔

سو مکرمی آپ نے بہت اچھا کیا کہ یہ سوال پوچھا ہے کیونکہ یہی سوال اور بہت سے دلوں میں پیدا ہوتا ہوگا۔ خصوصاً بھارت میں جہاں کچھ عرصہ سے یہ سننے میں آیا ہے کہ جو لڑکی اپنے سسرال والوں کے خیال میں کافی جہیز لیکر نہ آئے اسے کسی نہ کسی بہانہ سے موت

(باقی بر صفحہ ۱۶)

ڈاکٹر خورشید عالم ترین

پادری زدیمر کی ووکنگ میں آمد

پادری زدیمر بڑا اخرانٹ آدمی تھا۔ بیس سال اُس نے مصر اور شام وغیرہ میں رہ کر عربی میں کمال حاصل کیا اور دین کی مخالفت میں لکھنا شروع کر دیا۔ وہ وہاں مولویوں کے پاس جاتا اور ان سے سوال کرتا تھا کہ کیا حضرت عیسیٰ "روح اللہ" ہیں؟ مولوی صاحب کہتے جی ہاں! کیا حضرت عیسیٰ مُردے زندہ کیا کرتے تھے؟ جی ہاں۔ مولینا کیا وہ پرندوں کے خالق تھے؟ جی ہاں۔ کیا وہ غیب کی باتیں جانتے تھے؟ مولوی صاحب کہتے جی ہاں۔ مولینا! وہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور آخری زمانہ میں دُنیا کی اصلاح کیلئے آئیں گے؟ مولوی صاحب جواب دیتے۔ جی ہاں وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور وہی آخری زمانے میں آئیں گے۔ بس یہ باتیں کر کے وہ چلا جاتا۔ ایک دن جب ووکنگ مسجد میں آیا تو کہنے لگا۔ کہ میں آپ کو اپنی دوستی کا پیغام پیش کرتا ہوں۔ وہ غصے سے کھڑے ہو گئے اور غضبناک ہو کر کہا تم نے بیس سال میرے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ آپؐ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں میرے آقا کے خلاف تیرے دل و دماغ میں زہر بھرا ہوا ہے اور تو مجھے اپنی دوستی کا پیغام دیتا ہے۔ حضرت مولنا مرحوم نے اس قدر زور سے پاؤں زمین پر مارے کہ وہ گھبرا گیا۔ کہ شاید مولینا ابھی خنجر جیب سے نکال کر ہم پر وار کر دیں گے۔ اُس کی عورت بھی سراسیمہ ہو گئی۔

استغفار کا فلسفہ

اس نے جرأت کی اور پوچھا۔ مولوی صاحب! کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے ——— وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (المومن ۴۰، ۵۵) کہ اپنے گناہوں کیلئے بخشش چاہو۔ اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ گنہگار تھے۔ کہ انہیں استغفار کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت مولینا نے کہا سنو پادری صاحب! اس میں ایک فلسفہ ہے جس سے نہ تم خود واقف ہو اور نہ تمہارے آباؤ اجداد واقف تھے۔ عربی میں غفر کے معنی ہیں ڈھانپ لینا۔ ہم نماز کے بعد استغفار کرتے ہیں۔ کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم نے کوئی بدکاری کی ہے جس پر ہم نادم ہیں۔ اور استغفار پڑھتے ہیں۔ نہیں بلکہ بسا اوقات عبادت کرتے کرتے انسان بہک جاتا ہے اور اس کے سر میں غرور و تکبر پیدا ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ کہ ہم بڑے نمازی اور پرہیزگار ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ استغفار پڑھا کرو۔ تاکہ غرور اور تکبر اور کوئی شیطانی خیال تمہارے قریب نہ آئے۔ یہ فلسفہ ہے اس سے تم ناآشنا ہو۔

قرآن کریم میں ہے۔ ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آگئی اور تُو نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس کی حفاظت مانگ۔ وہ رجوع برحمت کرنے والا ہے۔ (۱۱۰ : ۱-۳)

جب مکہ فتح ہو گیا۔ سارا عرب مسلمان ہو گیا اور جب خدا کا نام بلند ہوا۔ بدکاری، بداخلاقی، بے حیائی اور بے شرمی مٹ گئی۔ تو خدا تعالیٰ کا مشن پورا ہو گیا۔ اور جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور حکومت اور بادشاہت ہو گئی۔ ایسے موقع پر جب دولت اقتدار اور عہدہ ہاتھ آجائے اور بادشاہت مل جائے تو دماغ خراب ہو جاتا ہے دل میں تکبر و نخوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے فرمایا وَاسْتَغْفِرْهُ ۔ استغفار پڑھا کرو۔ تاکہ دماغ میں غرور پیدا نہ ہو۔

عورت کا مقام

اس پر پادری صاحب نے پینترا بدلا۔ اور کہا کہ دین میں عورت کی قدر نہیں کی گئی۔ حضرت مولینا نے کہا۔ دین نے عورت کو جو عزت دی ہے وہ اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ جو تمہارے مذہب میں اس کی بے قدری کی گئی ہے۔ حضرت مولینا نے اس کی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ تمہاری عورت ہے۔ تمہارا ایمان ہے کہ یہ گناہ کی جڑ ہے اگر یہ نہ پیدا ہوتی تو نسلِ انسانی گناہگار نہ ہوتی حضرت آدمؑ کو جنت سے نہ نکالا جاتا۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ یہ عورت شیطان کی نانی ہے اور تمام گناہ اسی سے دنیا میں آیا۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں کے قدموں میں جنت ہے دیکھا آپؐ نے جنت کو عورت کے قدموں میں گرا دیا۔ یعنی عورت کا مقام جنت سے اعلیٰ ہے۔ کیا یہ عورت کی تعظیم و تکریم ہے یا بے قدری؟! لیکن تمہارے نزدیک ——— از روئے کتاب۔ عورت کا یہ حقیر مقام ہے کہ وہ گناہ کی اصل جڑ ہے۔ یہ سن کر پادری کہنے لگا۔ میں کل پھر آؤں گا۔ حضرت مولینا نے شدت سے کہا کہ آپ کل نہیں آسکتے کیا جو شخص شکست کھا کر جائے وہ پھر آسکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دوسرے دن اس کا کارڈ آگیا جس میں لکھا تھا کہ میں نہیں آسکتا۔

اسلامی اُصول کی فلاسفی

یہ کتاب اس مقالہ پر مشتمل ہے جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں ذیل کے پانچ سوالوں کے جواب میں پڑھا گیا۔

۱۔ انسان کی جسمانی، روحانی اور اخلاقی حالتیں

۲۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

۳۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح پوری ہو سکتی ہے

۴۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

۵۔ علم یعنی گیان و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس مقالہ کے شروع میں بانی تحریک احمدیت نے یہ شرط پیش کی کہ ان سوالوں کے جوابات میں دلائل صرف اپنی اپنی کتب مقدسہ سے پیش کیے جائیں، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کونسی مذہبی کتاب زندگی کے ان اہم مسائل پر کس حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ خدا نے پیش از وقت حضرت مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ ان کا مضمون بالا رہے گا اور بعد میں ایسا ہی ہوا۔

ملنے کا پتہ

دار الکتب علمیہ ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

اگر آپ نے ابھی تک اخبار کا چندہ ارسال نہیں کیا تو جلد از جلد بھجوانے کا انتظام کریں۔

اہلِ قلم سے گذارش

اللہ کرے آپ اس کے فضل و کرم سے بخیریت ہوں میری مخلصانہ دعائیں آپ کے شامل حال ہیں۔

آپ کے اپنے پیغام صلح کا یکم جون ۱۹۹۰ء کا شمارہ خصوصی اشاعت کا حامل ہوگا۔ آپ کے لئے اپنے محبوب و محسن امام حضرت بانی سلسلہ کو قلمی رنگ میں خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ غنیمت موقع ہے۔ اس لئے آپ سے بصد اصرار گذارش ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت اپنے امام سے محبت میں صرف کر کے اپنے رشحاتِ قلم جلد از جلد دفتر پیغام صلح دار السلام کالونی۔ ۵ عثمان بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں امید ہے آپ حضرت امام سے عشق کے اظہار کے پیش نظر میری محبت بھری گذارش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔ اور شکر گذاری کا موقعہ دیں گے۔

۲۶ مئی کو حضرت صاحب کا یوم وصال ہے یہ دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اگر صحیح طریق پر کوشش کی جائے تو اس دن کو رابطہ جماعت کا ایک کامیاب ذریعہ بنایا جا سکتا ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری تمام جماعتیں ۲۶ مئی کو اجتماع کریں۔ جن میں حضرت صاحب کی سیرت اخلاق۔ دینی خدمات، دعاوی اور عقائد و تعلیمات پر تبادلہ خیال کریں۔

علاوہ ازیں احمدیہ جماعت کے متعلق لٹریچر کا مطالعہ بھی نہایت مفید ہوگا۔ حضرت امیر مرحوم کی کتاب "تحریک احمدیت" اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی تاریخی تالیف "مجدد اعظم" اس غرض کے لئے نہایت موزوں ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی ہم خاص طور پر سفارش کریں گے۔ سلسلہ کی کتب نہایت ارزاں ہدیہ پر یعنی اصل قیمت سے ۸۰ فیصد رعایت پر دستیاب ہیں۔ اس تقریب کے سلسلہ میں پیغام صلح کا خاص نمبر بھی آئندہ شائع کیا جا رہا ہے۔ جو دوست یہ کتابیں خرید نہیں کر سکتے ہیں ان کے لئے اس میں حصہ لینا حصول ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ برسیاں منانے کے ہم قائل نہیں نہ یوم وصال کا مقصد برسی منانا ہے بلکہ اس کا مقصد خدمت دین کرنے والے احباب کا ایک جگہ اکٹھا ہو کر باہمی میل ملاپ اور خدمت دین کرنے کے عہد کی تجدید ہے۔

والسلام، فضل احمد۔ گلبرگ لاہور۔

(باقی از صفحہ ۴)

کے گھاٹ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس لیے بھارت کی عورتوں میں بدیں وجہ ایک ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ جہیز دینے کا دستور قدیم زمانہ سے دنیا کی اکثر بلکہ تمام قوموں میں چلا آ رہا ہے۔ خود ملک عرب میں جہاں اکثر لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، جو لڑکیاں نہ ماری جاتی تھیں ان کو شادی کے موقعہ پر جہیز ضرور دیا جاتا تھا۔ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بلند ترین منصب پر فائز ہونے سے قبل اور بعد میں بھی جب اپنی صاحبزادیوں کی شادی کی تو ان سب کو اپنی مقدرت کے مطابق جہیز دیا، جو حضور کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی پر حسب ذیل تھا۔ بان کی ایک چارپائی چمڑے کا ایک گدا، (جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے) ایک چھاگل، ایک مشک دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے اور ضروری کپڑے،

اگرچہ لڑکی کو جہیز دینے کی تائید میں مجھے قرآن کریم کی کوئی صریح آیات نہیں ملیں۔ مگر قرآن شریف میں شریعت کے تمام احکام نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ وحی خفی نے ان کو اور ان کی تفصیل کو رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہو کر ہمیں یہ سبق دیا کہ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسولؐ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ بعض غلطی خوردہ لوگوں نے کیا ہے۔ اور اس کی تائید مندرجہ ذیل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔

۱۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول (جو کئی جگہ آیا ہے)

۲۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

۳۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

۴۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

۵۔ وما ینطق عن الھویٰ ۰ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۰

علاوہ بھی کئی آیات ہیں۔ یہی فرمان الٰہی قرآن کریم میں ملتا ہے۔ مگر میں نے مندرجہ بالا آیات کی گواہی اس بارہ میں کافی سمجھی ہے کہ جو نمونہ رسول اللہ صلعم نے ہمارے لیے قائم فرمایا وہ عین منشاء الٰہی کو پورا کرتا ہے۔

یہاں علم فقہ کے ایک عالمگیر اصول کو بھی بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شرعی یا دنیاوی قانون کسی بات کو واضح طور پر منع نہ کرے تو وہ بات جائز ہوتی ہے۔ اور یہ اصول نہ صرف دنیا کے تمام قوانین کی بنیاد ہوتا ہے بلکہ عقل انسانی اور فطرت انسانی بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی قانون آج کے دن تک شادی بیاہ کو منع نہیں کرتا تو وہ جائز ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی صریح حکم آن کر انہیں منع کر دے اور قرآن حکیم اور سنت نبویؐ اس کی کھلم کھلا تائید کرتے ہیں جس کی ایک مثال میں نے اوپر لکھی ہے۔

مزید برآں دنیا کی تمام قوموں میں لڑکی کو جہیز دینے کا دستور بذات خود اس بات کی گواہی ہے کہ نہ صرف فطرت انسانی بلکہ اس کی عقل بھی اسے پسند کرتی ہے۔ اگر یہ عالمگیر رواج غلط ہوتا تو وحی الٰہی ضرور آن کر اس کو منع کرتی جیسا کہ اس نے دوسری غلط باتوں کی اصلاح وقتاً فوقتاً کی ہے۔ مگر منع تو کیا کرنا، وحی الٰہی نے اس کی تصدیق کی ہے جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے۔ اس دستور کا فائدہ یہ ہے کہ لڑکی کو گھر کی ضروریات حتی الامکان مل جاتی ہیں۔ اگر ان ضروریات کو بالکل دولہا پر چھوڑا جائے تو اس میں نقص یہ ہوتا ہے کہ اکثر مرد اتنی مقدرت نہیں رکھتے کہ وہ انہیں پورا کر سکیں۔ اور دوئم لڑکی کے گھر کی کچھ ضروریات کو ساتھ لانے سے اس لڑکی کی عزت قائم ہوتی ہے جبکہ اس کا اپنے خاوند پر مکمل انحصار اس کی پوزیشن کو کمزور کرتا ہے اور دولہا دلہن کو مل جل کر رہنے اور گھر چلانے کا یہ پہلا سبق ہوتا ہے۔

مختصراً آپ کے سوالات کا جواب یہ ہے کہ لڑکی کو جہیز دینا عین دین حقہ کے مطابق ہے۔ اگرچہ جہیز کی مقدار لڑکی کے والدین کی مقدرت سے زیادہ نہیں ہونی چاہیئے اور ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ لڑکی کے والدین کو قرض لے کر جہیز دینا پڑے۔ مگر اگر کوئی لڑکا لڑکی اپنی خوشی سے جہیز کے بغیر شادی کرنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر لڑکی کو شادی کے بعد طعن و تشنیع کرنا یا اذیت دینا اس بنا پر کہ وہ جہیز نہیں لائی یا کم لائی بالکل دین حقہ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور عند اللہ بھی قابل مواخذہ ہے اور لڑکی کو قتل تک کر دینا تو دنیاوی قوانین کے ماتحت بھی سنگین جرم ہے۔

• تنظیم خواتین کے رابطہ دورے

۲۔ مارچ کو تنظیم خواتین کی ممبران بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ، بیگم صفیہ سعید صاحبہ، بیگم بانو انور صاحبہ، بیگم سلمیٰ انوار صاحبہ، بیگم منا زسیف صاحبہ، اور اس خاکسار نے فیصل آباد کا دورہ کیا۔ بیگم میاں مسعود صاحبہ کے گھر قیام اور طعام کے بعد جمعہ کی نماز کے لیے جامع فیصل آباد میں گئے۔ نماز کے بعد میٹنگ شروع ہوئی۔ بیگم جبارت نذر صاحبہ نے بہنوں کو خوش آمدید کہا۔ صدارت بیگم میاں شریف صاحبہ نے کی۔ بیگم راشدہ ٹیپو صاحبہ نے تلاوت قرآن پاک کی۔ رابعہ شمس نے درثمین سے نظم پڑھی۔ رافعہ جبین نے نظم پڑھی مدیحہ رسول نے تقریر کی۔ بیگم جبارت نذر صاحبہ نے سب بہنوں کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔ آخر میں بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم زندہ خدا کے زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم کو ماننے والے ہیں۔ نبوت و رسالت حضور صلعم پر ختم ہو چکی ہے۔ حضور اکرم صلعم کے بعد ہر صدی کے سر پر مجددین کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔ وہ مسیح موعود بھی ہیں۔ حضرت عیسےٰ وفات پا چکے ہیں۔ حضرت صاحب نے دین حقہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لگائے اعتراضات کے جواب براہین احمدیہ میں دیئے ہیں۔ اور دین حقہ کا روشن چہرہ دکھایا ہے۔

محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ نے بہنوں کو تاکید کی۔ کہ مہینے میں ایک دفعہ اسی طرح میٹنگ کیا کریں اور ایک دوسرے کو ملتے ملاتے رہیں اور دین کے کاموں کو تنظیم کے تحت جاری رکھیں۔ آخر میں صدر صاحبہ نے دعا کرائی۔ بچیوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سالانہ تربیتی کورس کے دوران انہیں رہائشی سہولت دی جائے تاکہ وہ زیادہ تعداد میں مرکز میں اس کورس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ خواتین کی مجلس منتظمہ میں اس مسئلہ پر غور کیا گیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا۔ کہ بیگم جبارت خانم صاحبہ اس سال اپنے گھر واقع دارالسلام میں بچیوں کی رہائش اور دیکھ بھال کا بندوبست کریں۔ کھانے کا انتظام ہوسٹل سے ہو جائے گا۔ اس کام کا انہیں تجربہ بھی ہے۔ اور وہ اسے بہتر طریقہ پر کر سکیں گی۔ پروگرام سے انہیں اطلاع دے جائے گی۔

تنظیم خواتین احمدیہ کے رابطے کا دوسرا مرحلہ علاقہ ملتان زیر قیادت بیگم ذکیہ شیخ صاحبہ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور ۱۵ مارچ کو تھا۔ وفد میں بیگم زبیدہ احمد صاحبہ، بیگم رضیہ مدد علی صاحبہ اور خاکسار تھا۔ بیگم غزالہ فاروق صاحبہ کے ہاں دو روز قیام کیا۔ ۱۶ مارچ کو بعد نماز جمعہ خواتین کا اجلاس جماعتی مرکز میں ہوا جس میں بیشتر احمدی خواتین نے شرکت کی۔ وہاں کی سابقہ سیکرٹری بیگم نصرت مبارک صاحبہ نے بہنوں کو خوش آمدید کہا۔ محترمہ رضیہ بیگ نے تلاوت قرآن پاک کی۔ بیگم زبیدہ احمد صاحبہ نے بہنوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب ایک جماعت سے وابستہ ہیں۔ ہمارے درمیان ایک جذبہ موجود ہے۔ ہمیں نہایت جذبے اور جوش سے جماعت کو منظم کرنا چاہیئے۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد: ۷۳ | بتاریخ یکم جون و ۱۵ جون ۱۹۹۰ء بمطابق ۷ ذیقعدہ، ۲۱ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ | شمارہ ۱۱/۱۲

نذرانۂ عقیدت

حضرت بانی جماعت اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور میں حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ مرحوم کے مکان میں فروکش تھے۔ احمدیہ بلڈنگس میں جہاں اب جامع ہے وہاں اس وقت میدان تھا۔ اس پر شامیانہ لگا کر اور دریاں بچھا کر نماز جمعہ ہوا کرتی تھی اور روزانہ حضرت مولانا نورالدین مرحوم درس قرآن دیتے تھے۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت بانی سلسلہ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور اسی روز رات کو جنازہ بذریعہ ریل قادیان لے جایا گیا۔ تمام جماعت نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو حضرت صاحب کا جانشین تسلیم کیا۔ حضرت صاحب کی وفات ایک طرف تو جماعت کے لئے انتہائی صدمہ کا موجب تھی دوسری طرف مخالفین نے ایک طوفان اٹھا رکھا تھا۔ جماعت احمدیہ کے لئے وہ وقت ایک سخت امتحان کا وقت تھا۔ لاہور کے قیام میں حضرت صاحب نے اپنی آخری تصنیف "پیغام صلح"، تحریر فرمائی تھی اور آپ کی وفات کے بعد جب "پیغام صلح"، لاہور کے یونیورسٹی ہال میں ۲۱ جون کو پڑھا جانا تھا تو کثرت سے احمدی احباب لاہور میں جمع ہو گئے تھے اس موقع پر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے احمدیہ بلڈنگس میں ایک نہایت مؤثر اور پرجوش تقریر کی اور حضرت صاحب کا ذکر کر کے فرمایا:- (ادارہ)

"کتنا بڑا اور کتنا عظیم الشان مقصد ہے جو آپ لوگوں کے سامنے ہے گویا ایک عظیم الشان پہاڑ آپ کے رستے میں ہے جسے اٹھا کر آپ نے راستہ صاف کرنا ہے۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا آسان ہے مگر یہ کام اس سے بھی اہم تر ہے۔ جو ہمارے امام نے ہمارے سپرد کیا ہے (دین) کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام ہے یہ کوئی آسان بات ہے؟ مگر تسلی دینے والی جو بات ہے وہ یہی ہے کہ خود خدا کا وعدہ ہے کہ میں اس جماعت کے ذریعے (دین) کو غلبہ دوں گا۔ پس گھبرانے اور بزدلی دکھانے کی کوئی بات نہیں حضرت اقدس نے خود اپنی تحریروں میں لکھا ہے کہ خدا جانے میں نے کن دشوار گذار گھاٹیوں، خاردار بیابانوں اور سنسان جنگلات میں سے گذرنا ہے پس جس کے پاؤں نازک ہیں اس کو چاہیئے کہ ابھی مجھ سے الگ ہو جائے۔ دوستو! اب وہ وقت آ گیا ہے اور وہ مشکلات کی کٹھن گھاٹیاں اور خاردار جنگل اور ڈراؤنے بیابان ابھی ہمارے آگے ہیں جن کو طے کر کے ہمیں اپنے امام پاک اور ہادیٔ برحق کے بتائے ہوئے منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ اس سے پہلے تو ایک ایسا وجود ہم میں موجود تھا جو اپنے ہاتھوں تمام کاروبار کو بڑے سلیقے اور احسن طریقے سے انجام دیتا تھا۔ دراصل سچ پوچھو تو بات یہی تھی کہ ہم اس وقت مزے کی نیند سوتے تھے اور وہ پاک نفس اور خدا کا برگزیدہ انسان ایک شفیق ماں سے بڑھ کر ہمیں آرام دیتا تھا۔ اور ہر مشکل کے لئے خود ہمارا سپر بن جایا کرتا تھا۔ اور ہم مطمئن اور بے فکر تھے .... اب وہ وقت گذر گیا ہے۔ اور ہمارے سارے بوجھ اپنے سر پر اٹھانے والا پاک وجود خدائی وعدوں کے مطابق اپنا کام کر کے خدا کو جا ملا ہے۔ اور وہ تمام بوجھ آپ لوگوں نے اپنے سروں پر اٹھانے ہیں اور آپ ہی لوگوں نے اس کام کو انجام دینا اور اس کی تکمیل کرنی ہے ....

حضرت صاحب کا وجود اس زمانے میں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ابر رحمت اور سایۂ کرم تھا۔ آپ نے ہمیں بدیوں سے ہٹا کر نیکی پر قائم کیا۔ ہماری دہریت اور خشک ایمان کو تازہ اور زندہ ایمان سے بدل دیا اور ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت فولاد کی طرح بھر دی۔ ہماری عملی حالتیں ناگفتہ بہ تھیں مگر اس نے کچھ ایسا شربت پلایا کہ نماز اور ذکر الٰہی میں ہمیں لذت اور سرور آنے لگا اور قرآن مجید کی محبت ہمارے دلوں میں موجزن ہوئی۔ اور ہر ایک نفس نے اپنی مقدور اور استعداد کے مطابق نیکی میں ترقی کی ....

پس ہمیں آپ کی اس وفات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ مبارک ہیں وہ جو اس وقت پاک تبدیلی اور ثبات قدم کا بہترین نمونہ دکھائیں۔ مومن کی نشانی یہی ہے کہ وہ دکھ کے وقت بھی آگے ہی قدم اٹھاتا ہے ......"

"باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے وہ خدا کا مامور لاکھوں انسانوں کو اپنی بات منوا گیا۔ اور آپ لوگوں میں اپنی روح پیدا کر گیا۔ اگر اس کو لے کر ہم یہ کام کریں تو روحانی فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے جائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر رضو و عمر رضو نے کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں۔ کیونکہ ان کی روح صحابہ رضہ میں کام کرنے لگی تھی۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کی وفات کے ساتھ یہ سلسلہ بند نہیں ہو گیا اور ہم لوگوں کا فرض ہے کہ اس مقصد عالی کو سامنے رکھ کر کام کریں

("الحکم"، ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء)

چند ناقابلِ فراموش یادیں

حضرت مولانا صدر الدین امیر مرحوم کے قلم سے ،

میں نے جس ماحول میں ہوش سنبھالا وہ دینی تھا۔ گھر میں قرآن شریف کی تعلیم کا التزام تھا چنانچہ میں بڑا ہوا تو مجھے بھی قرآن حکیم کی تعلیم دی جانے لگی۔ میں مڈل تک بلا ترجمہ قرآن ذوق و شوق سے پڑھتا رہا جن دنوں تھرڈ مڈل میں تھا حضرت مولانا عبدالکریم کے درس قرآن کا شہر بھر میں شہرہ تھا۔ آپ مسجد حسام الدین میں درس دیتے تھے۔ میں تین چار سال تک حضرت مولانا کے درس میں باقاعدہ شریک ہوتا رہا۔ آپ درس کے دوران حضرت مرزا صاحب کے متعلق بھی فرماتے تھے۔ آپکا طرز بیان سحر کن تھا چنانچہ مجھے حضرت صاحب کی صداقت کا انہی ایام میں کامل یقین ہو گیا۔ اس تمام عرصے میں والدین نے اشارے کنائے سے بھی درس میں شرکت سے نہ روکا اور نہ ہی حضرت صاحب کی صداقت کا اقرار کرنے سے منع کیا۔ محلہ میں ہماری خاندانی پوزیشن ایسی نہ تھی کہ کوئی شخص مجھ پر کوئی اعتراض کر سکتا۔ مولانا موصوف اکثر حضرت صاحب اور حضرت مولانا نورالدین کا ذکر کرتے رہتے اور اس طرح ان ہر دو کی عظمت کا نقش میرے دل میں قائم ہو گیا۔ بی اے کرنے کے بعد میں نے ٹریننگ کالج میں ایس اے وی کلاس میں داخلہ لے لیا۔ ان دنوں بی ٹی کلاس ابھی نہیں جاری ہوئی تھی۔ مسٹر بل ڈائرکٹر تھے۔ وہ بڑے فیاض اور بلند اخلاق بارعب اور عظیم انسان تھے۔ انہوں نے پہلی بار ہمارے لئے بی ٹی کلاس کھول دی اور بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی اور گورنر صاحب سے اجازت حاصل کر لی۔ تکمیل کے بعد میں کچھ عرصہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر رہا اور کچھ عرصہ ٹریننگ کالج میں انگلش کا پروفیسر رہا۔ حضرت صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا نورالدین نے وفد بھیجا کہ میں ملازمت چھوڑ کر قادیان خدمتِ عالی میں حاضر ہو جاؤں۔ وفد میں حضرت مولوی محمد علی صاحب، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب، حضرت ڈاکٹر محمد حسین صاحب، حضرت ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب شامل تھے۔ میں ان کے کہنے پر قادیان جانے پر رضامند ہو گیا۔ پھر وفد نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مجھے قادیان چلے جانے کی اجازت دے۔ چنانچہ میں قادیان چلا آیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی ہیڈ ماسٹری کا فریضہ مجھے سونپا گیا۔ ان ہی ایام میں مولانا محمد علی صاحب تفسیر قرآن کے کام میں منہمک تھے چنانچہ انجمن کی اجازت سے وہ سیکرٹری کے عہدے سے الگ ہو گئے اور یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال دی گئی قادیان میں میرا قیام ۵ سال تک رہا۔

یہ سارا عرصہ قادیان میں یہی چرچا رہا کہ حضرت صاحب مجدد ہیں لیکن حضرت مولانا نورالدین کے آخری ایام میں میاں محمود احمد صاحب نے اس امر کی ابتدا کی کہ آپ نبی تھے اس پر حضرت خواجہ صاحب نے یہ لکھا کہ میاں محمود احمد کا لفظ کافر کہنے سے مراد اصطلاحی کافر نہیں بلکہ منکر مراد ہے مگر میاں صاحب نے خواجہ صاحب کے اس وضاحتی اعلان کے بعد صاف لکھا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت صاحب کو نبی نہ مانے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حضرت مولانا نورالدین نے ایک مرتبہ قادیان میں جس میں میں بھی حاضر تھا خطبہ کے دوران فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نورالدین خطبوں میں مرزا کا نام نہیں لیتا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے "جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے سامنے جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل سکڑ جاتے ہیں" "اور جب خدا کے سوا ان کے حضرتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں" اس میں آپ نے توحید کامل کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی مرزا کی قبر پر نہیں گیا۔ اس طرح آپ نے توحید کامل کی زوردار طریق سے تلقین فرمائی۔

حضرت مولانا نورالدین نے حضرت صاحب کی موجودگی میں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ میں خطبے میں مرزا صاحب کا نام نہیں لیتا اس موقعہ پر آپ نے قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا ذکر کیا۔ حضرت صاحب سن رہے تھے۔ آپ کے سکون کو دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ پیر اور مرید دونوں کا اس بارے میں ایک ہی مذہب ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی صداقت معلوم کرنے کیلئے دعائے استخارہ

حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب تحفہ بغداد میں اپنے مخالفین کو دعوت دی ہے کہ اگر دلائل وغیرہ سے میرے دعوے کی صداقت سمجھ نہیں آتی تو دعائے استخارہ کے ذریعہ سے میرے صدق و کذب کے متعلق جناب الٰہی سے اطلاع حاصل کرنے کی درخواست کی جائے۔ حضرت مرزا صاحب کی یہ دعوت بجائے خود ان کے صدق پر واضح دلیل ہے کسی مفتری کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس قسم کی دعوت اپنے مخالفین کو دے۔

بہرحال جو دعائے استخارہ آپ نے لکھی وہ حسب ذیل ہے۔

"اپنے سینے سے ہر قسم کی بدظنی نکال دے پھر اٹھ اور وضو کر اور دو رکعت نماز ادا کر اور (رسول اللہ صلعم) پر درود و سلام بھیج اور استغفار پڑھ توبہ کرنے والے کے استغفار کی طرح پھر اپنی جائے نماز پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ جا اور اپنے مولا کے حضور فریاد کر اور اللہ تعالےٰ سے میرے حال کے منکشف کرنے کا سوال اور میرے قول کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے پوچھ۔ پھر یہ کہتے ہوئے سو جا۔ يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ فِيْ اَمْرِ اَحْمَدَ بْنِ غُلَامِ مُرْتَضٰى الْقَادِيَانِيْ اَهُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَكَ اَوْ مَقْبُوْلٌ اَهُوَ مَلْعُوْنٌ عِنْدَكَ اَوْ مُكَرَّمٌ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِكَ وَلَا تَخْفٰى عَلَيْكَ وَاَنْتَ خَيْرُ الشَّاهِدِيْنَ۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ عِلْمًا جَاذِبًا اِلَى الْحَقِّ وَنَظَرًا مَانِعًا مِنْ نَقْلِ الْخَطَوَاتِ اِلٰى خُطَطِ الْخَطِيَّاتِ وَاَدْخِلْنَا فِي الْمُوَفَّقِيْنَ مَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّتَقَدَّمَ بَيْنَ يَدَيْكَ اَوْ نَتَصَرَّفَ فِيْ سَرَائِرِ عِبَادِكَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَافْتَحْ عُيُوْنَنَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ يُعَادُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَوْ يُحِبُّوْنَ الْمُفْسِدِيْنَ، آمین ثم آمین

ترجمہ،

"اے خبیر مجھے احمد بن غلام مرتضےٰ قادیانی کے بارے میں مطلع فرما کیا وہ تیری بارگاہ میں مردود ہے یا مقبول ہے کیا وہ تیرے ہاں ملعون ہے یا عزت دیا گیا ہے۔ یقیناً تو جانتا ہے جو تیرے بندوں کے دلوں میں ہے۔ تیری نگاہ خطا نہیں کرتی اور تو سب سے بہتر شاہد ہے۔

اے ہمارے رب اپنے حضور سے ہمیں علم عطا فرما جو حق کی طرف کھینچ لے اور ایسی نگاہ عطا کر جو گناہوں کے راستے کے غلط اقدام سے محفوظ رکھے اور ہمیں موافقت کرنے والے گروہ میں داخل فرما۔ ہم تیرے آگے پر نہیں مار سکتے۔ اور تیرے بندوں کے بھیدوں میں تصرف نہیں کر سکتے اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش اور ہمیں ہمارے معاملات میں تجاوز کرنے سے روک اور ہماری آنکھوں کو کھول اور ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنا جو تیرے اولیاء سے عداوت رکھتے ہیں۔ یا فسادیوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ آمین ! ثم آمین۔"

اے میرے بھائی ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک استخارہ کر اور ان دو رکعتوں کے علاوہ تہجد بھی ادا کر۔ (تحفہ بغداد)

مسیح وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے

(حضرت مولینا مرتضیٰ خان حسن)

مسیح وقت کا جس دم زمانہ یاد آتا ہے
بہت مشکل سے قابو میں دل ناشاد آتا ہے

کہاں ہے اے مسیحا! تو ہمیں ماں باپ سے پیارے
کہاں ہیں اے مسیحا! وہ تری شفقت کے نظارے

محبت سے ہمیں تیرا بلانا یاد آتا ہے
نگاہیں نیچی اور وہ مسکرانا یاد آتا ہے

ہمیں پہلو میں اے حضرت! بٹھانا یاد آتا ہے
خدا کے نور کا جلوہ دکھانا یاد آتا ہے

خدا کے عشق کی باتیں سنانا یاد آتا ہے
بوقت گفتگو موتی لٹانا یاد آتا ہے

مسیحا! وہ تری پیاری ادائیں یاد آتی ہیں
لب شیریں کی وہ پیاری صدائیں یاد آتی ہیں

وہ آنا حضرت والا کا مسجد میں دریچے سے
تعال اللہ! رخِ تاباں دکھانا وہ دریچے پر

اذاں سن کر وہ لانا آپ کا تشریف جلدی سے
نکل آیا ہے گویا چودھویں کا چاند بدلی سے

دلوں میں لہر اٹھتی تھی خوشی کی اور راحت کی
نہ تھی کچھ انتہا اس دم محبت کی مسرت کی

یہی دل چاہتا تھا آپ پر قربان ہو جائیں
نثار مہدیؑ والا گہر ذی شان ہو جائیں۔

جب آتے آپ (جامع) نور سے معمور ہو جاتی
خدائے پاک کے افضال سے بھرپور ہو جاتی

ہیں یاد آتے ہم کو مولوی عبدالکریم اے دل
تلاوت کا سبھی پر ان کا وہ لطفِ عمیم اے دل

تلاوت کیا تھی گویا سحر تھا اعجاز تھا ہمدم
خدا کے عشق کا پوشیدہ اس میں راز تھا ہمدم

نمازیں ختم ہو جاتیں تو پھر دربار لگتا تھا
خوشی کی مے سے پھر ہر جام دل گویا چھلکتا تھا

عجب شان و شکوہ سے مہدی ذیشان بیٹھے ہیں
جلو میں حضرت والا کے نکتہ دان بیٹھے ہیں۔

یہی معلوم ہوتا باغ کو گھیرا بہاروں نے
مہ انور کو جیسے گھیر رکھا ہو ستاروں نے

جو باتیں دین کی اے دوستو! حضرت سناتے تھے
تو دریا اک حقائق اور معارف کا بہاتے تھے

کلام پاک حضرت میں کچھ ایسا درد تھا ہمدم
کہ سننے والے سنتے اور روتے جاتے تھے پیہم

ہمیں شوق نماز اے دوستو! اتنا زیادہ تھا
کہ (جامع) اوڑھنا تھا اور (جامع) ہی بچھونا تھا

جو آدھی رات کو بھی (جامع) میں ہم چلے جاتے
سبھی کو سجدۂ پیہم میں مصروف دعا پاتے

غرض رہ رہ کے حضرت کا زمانہ یاد آتا ہے
ہمیں گذرا ہوا پیارا فسانہ یاد آتا ہے

جناب پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب

"باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا"

دن رات اور موسموں کا تغیر و تبدیل ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور یہ سب کچھ ایک قانونِ فطرت کے ماتحت ابتدائے آفرینش سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اور انتہاءِ حیاتِ ارضی تک جاری رہے گا۔ ہر رات کے بعد دن چڑھتا اور ہر خزاں کے بعد بہار آتی ہے۔ جو خزاں دیدہ چمن کے تنِ مردہ میں زندگی کی نئی روح پھونک جاتی اور صحنِ گلستاں کو اس طرح مہکا دیتی ہے کہ اس کی خوشبو کو بادِ صبا مستانہ وار اڑا کر دور دراز تک لے جاتی ہے۔ اور سارے ماحول کو معطر کر دیتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ جب خزاں آتی ہے تو چھوٹے بڑے درختوں کے وہ پتے جو ان کے لئے ایک مدت تک زندگی کا سامان فراہم کرتے رہتے ہیں زرد پڑ جاتے ہیں۔ ان کے اور انکی شاخوں کے درمیان ایک رکاوٹ کے ذریعے تعلق ختم ہو جاتا ہے اور ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے ڈھیروں ڈھیر پتے زمین پر گر پڑتے ہیں۔ شجر و حجر پر مایوسی اور موت کی سی حالت طاری ہوتی ہے۔ زندگی کے آثار کہیں نظر نہیں آتے۔ چھوٹے موٹے جانور بھی اپنے بچاؤ کی خاطر اپنے تنگ و تاریک بلوں میں گھس جاتے ہیں لیکن قانونِ قدرت کے مطابق یہ دور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جب بہار لوٹتی ہے تو ہر چیز میں زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں پودوں اور درختوں میں نئی کونپلیں اور شگوفے پھوٹتے ہیں۔ کلیاں چٹک کر پھول بن جاتی اور ہر طرف اپنی خوشبو بکھیرتی ہیں۔ اور یہی پھول بالآخر پھلوں کا روپ دھار کر انسان کے لئے خوش ذائقہ اور خوشگوار غذا بن جاتے ہیں۔ ہر انسان کا جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ بہار ہی رہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ قوانینِ قدرت سوائے امرِ الٰہی کے بدل نہیں سکتے۔

قوموں کی زندگی میں بھی خزاں اور بہار کے موسم آتے ہیں۔ ان پر بھی عروج و زوال کا دور آتا ہے۔ ان پر بھی مایوسی اور ناامیدی کا زمانہ آتا ہے۔ ان پر بھی ایک ایسی عارضی موت طاری ہو جاتی ہے جب وہ اخلاقی اور روحانی گراوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور ان سے قوتِ عمل چھین جاتی ہے وہ زندگی کے حقیقی مفہوم سے بیگانہ ہو کر ان راستوں پر چل نکلتی ہیں جو بظاہر بڑی دلکش منزل کی طرف لے جانے والے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ تباہی و بربادی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں سورہ یونس کی آیت ۲۴ میں اسی کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ:-

"دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح ہے جسے ہم بادل سے اتارتے ہیں۔ پھر اس سے زمین کا ملا جلا سبزہ نکلتا ہے جسے چارپائے اور لوگ کھاتے ہیں۔ زمین اس سبزہ (اور پھولوں) کے ہار سنگار سے خوبصورت بن جاتی ہے اور اس کے مالک اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ سبزہ ہمیشہ اسی طرح قائم رہے گا اور ہم اس پر پوری طاقت رکھتے ہیں (یہ ہے موسم بہار) لیکن ہمارا حکم رات یا دن کو اس پر آتا ہے تو ہم اسے کٹی ہوئی کھیتی کی طرح کر دیتے ہیں گویا کل وہ تھی ہی نہیں۔" (یہ ہے موسم خزاں)

جب کسی قوم پر ایسا موسم خزاں آتا ہے اس کی اخلاقی اور روحانی گراوٹوں کی وجہ سے اس کا عروج زوال میں بدل جاتا ہے۔ اس کی سیاسی شان و شوکت اس کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ اس پر مایوسیوں اور ناامیدیوں کی لمبی تاریک رات چھا جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے تحت اس کے اندر اسی میں سے ایسا انسان کھڑا کرتا چلا آیا ہے جس نے اس کی خزاں کو بہار، اس کی مایوسی کو امید اور اس کی رات کو روشن دن میں بدل دیا۔ یہ بھی ایک قانونِ فطرت ہے جو آج تک جاری رہا ہے اور آئندہ جاری رہے گا۔

ملتِ اسلامیہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس جاری و ساری قانون سے باہر نہیں رہی۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں یہ بھی موافق و ناموافق حالات و انقلابات سے دوچار رہی ہے اور آج بھی دوچار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی رہی ہے کہ اس نے جب بھی اس ارشاد باری تعالیٰ کی کہ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا" کی خلاف ورزی کی اور جب بھی اسے "نفسانی خواہشوں۔ عورتوں۔ بیٹوں۔ ڈھیروں ڈھیر سونے اور چاندی۔ پلے ہوئے گھوڑوں۔ مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت بھلی دکھائی دی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کھو بیٹھی جس کا المناک نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہر مل کر مخالف قوتوں کے جذبہ انتقام کے سامنے نہ ٹھہر سکی لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کے اندر ایسے انسان پیدا کرتا رہا جو اسے قرآن کے پیغام کی طرف بلاتے رہے اور ان کی کوششوں سے اس کی گری ہوئی حالت سنبھلتی رہی۔ اگر اسے یوں کہیں کہ روضہ ملت میں خزاں کے بعد بہار آتی رہی تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ روحانی انسان۔ اولیاء اللہ، مجددین اور مامورین الٰہی ہر صدی میں بہار میں پھولوں کی مانند کھل کر روضہ ملتِ بیضا کو اپنی خوشبو سے معطر کرتے رہے اور اس میں زندگی کی نئی روح پھونک کر یہ ثابت کرتے رہے کہ:-

سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے ہر طرف میں نے دیکھا بستاں ہرا یہی ہے

تاریخدان، ادبا، شعراء اور صحافی سبھی بتاتے ہیں کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں بھی (تیرہویں صدی ہجری) ــ ــ ــ خزاں کا موسم تھا۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ "خزاں" کے لفظ میں وہ سب کچھ مضمر ہے جس کے اظہار کے لئے صفحوں کے صفحے سیاہ کئے جا چکے ہیں۔ قوم مسلم کے تنزل کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے بیان سے ایک حساس انسان کا سینہ شق اور جگر خون ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ برصغیر ہند و پاک پر تقریبًا آٹھ سو سال بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت سے حکومت کرنے والی قوم ہزاروں میل سمندر پار سے آنے والی خدا اور رسولؐ کی اشد ترین دشمن کافر قوم کی غلام بن گئی اور اس قوم نے مسلمانوں کے دین اور اس کی تہذیب و تمدن کا نام و نشان تک مٹانے کے لئے جو جو ذلیل ترین حربے اختیار کئے ان کے ذکر سے تو نوکِ قلم بھی آتش بداماں ہو جاتی ہے انیسویں صدی کے اواخر میں پیدا ہونے والا انسان اس ظلم و ستم کا جو اس مغربی قوم نے مسلمانوں پر ڈھائے اندازہ تک نہیں کر سکتا اور آج کا نوجوان یہ واقعات تاریخ کے صفحات میں تو پڑھ سکتا ہے لیکن انہیں پڑھ کر اس کا خون کھول نہیں سکتا۔ خون تو صرف ان لوگوں کا کھولا ہوگا جن پر یہ سب کچھ بیت گیا اور جنہیں ان سنگدلوں کے ہاتھوں لگائے گئے زخموں کے لئے کوئی مرہم کبھی نہ ملا ہوگا۔ البتہ وہ اس سے اس کا اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں کہ جاتے جاتے اس قوم کا ایک فرد پاکستان کو ایک آخری زخم بھی دے گیا۔

یہ حالات تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی غیرت نے اس وعدہ کے مطابق "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون" جوش مارا اور اپنی سنتِ قدیمہ کے مطابق باغِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ایسا پھول کھلایا جو رنگ و بو میں نرالا اور اپنی رعنائی اور شان و شوکت میں بہت بڑھ کر تھا کیونکہ

اس کی خوشبو اور ثمرات صرف برصغیر تک ہی محدود نہ تھے بلکہ ساری دنیا کو اس سے مستفید ہونا تھا جیسی خزاں کی شدت تھی ویسی ہی بہار کی شدت ضروری تھی۔ جس قدر رات گہری اور تاریک تھی اسی قدر روشنی کا تیز ہونا ضروری تھا۔ اور جس قدر مایوسیوں کے بادل گہرے اور گھنے تھے اسی قدر ہوا میں شدت اور تیزی کی ضرورت تھی تاکہ انہیں اڑا کر کہیں دور لے جائے اور سورج کا صاف اور روشن چہرہ نظر آجائے۔

یہ "گلِ رعنا" ملت کے باغ میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ۱۸۸۵ء میں قادیان کے ایک غیر معروف قصبے میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم کی حسین و جمیل صورت میں کھلا اور اس کی خوشبو کے اولین جھونکے ان الفاظ کی شکل میں لوگوں کے سامنے آئے:۔

"دنیا میں منجانب اللہ اور سچا مذہب جس کے ذریعے سے انسان خدا تعالیٰ کو ہر ایک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اس کی تمام پاک اور کامل صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے وہ فقط اسلام ہے جس میں سچائی کی برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ اور دوسرے تمام مذاہب ایسے بدیہی البطلان ہیں کہ نہ عقلی تحقیقات سے ان کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے ایک ذرہ روحانی برکت و قبولیتِ الٰہی مل سکتی ہے بلکہ ان کی پابندی سے انسان نہایت درجہ کور باطن اور سیاہ دل ہو جاتا ہے۔ جس کی شقاوت پر اسی جہان میں نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں"

لیکن ـــــ رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں + کہ "مرزا" نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

(اکبر الٰہ آبادی کی روح سے معذرت کے ساتھ)

یہ وہ پہلی آواز ہے جو آج سے ۱۰۰ سال قبل نفاذِ دین اور دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کے لئے اٹھی تھی کہ سیاسی شان و شوکت اور اقتدار کی روحانی طاقت اور قوت کا رہینِ منت ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ جب بھی سیاسی زوال آیا اس کی روحانی طاقت نے اسے عروج میں بدل دیا۔ اس ۔ ۔ ۔ کا سرچشمہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا:۔ ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام لو تو تمہاری ہر بیماری کا علاج اس میں موجود ہے۔ آج ہر طرف سے یہ آواز آ رہی ہے کہ ہماری مشکلات اور مسائل کا حل قرآن و سنت پر عمل کرنے میں ہے لیکن کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس زمانے میں ایسی کوئی آواز اٹھی تھی کہ اپنی مشکلات اور مسائل کا حل قرآن کریم میں تلاش کرو۔ بلکہ اس وقت تو اپنے آپ کو مسلمان کہنا ایک عار سمجھا جاتا تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ بہت سے "مسلمان علماء" ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عیسائیت اختیار کر چکے تھے۔

آپ کے سامنے ۔ ۔ ۔ ۔ سیاسی زوال، مذہب سے بیگانگی، اخلاقی گراوٹ اور آپس میں تفرقہ بازی اور تکفیر بازی کی نہایت بھیانک تصویر تھی سب سے بڑھ کر یہ کہ عیسائیت کی بے پناہ یلغار کے سامنے دین کا نام لینے والے بے بس اور بے یار و مددگار تھے۔ لاکھوں ۔ ۔ ۔ نے دین کو ترک کر کے عیسائیت کے دامن میں پناہ لینے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی اس طوفانِ بلا کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم کے مطابق تحریک احمدیت کی بنیاد رکھی۔ یہ احیاء دین اور تجدید دین کی تحریک تھی جس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"تجدید دین کے یہ معنی نہیں کہ کم یا زیادہ کیا جاوے اس کا نام تو نسخ ہے بلکہ تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائد میں فتور آگیا ہے اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمالِ صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آگئی ہے۔ یا جو اصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل مرجاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور ذوق اور شوق اور خضوع و خشوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ رو بہ دنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع و اقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے۔ اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے۔ اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔" پھر فرماتے ہیں:۔

"حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے جب تک یہ دونوں نمایاں انوارِ ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچا۔ فتدبروا و تفکروا۔"

مختصراً یہ کہ:۔

۱:۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان اور اس سے تعلق پیدا کرنا۔

۲:۔ عقائدِ حقہ میں داخل ہونے والے فتور۔ زوائد۔ اعمالِ صالحہ بجا لانے میں سستی اور غفلت، دلوں میں محبت الٰہی کا سرد ہو جانا۔ عجب۔ پست ہمتی۔ بد بدعات کا دور کرنا۔

۳:۔ دین آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات اور قرآن کریم پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید اور دین کی برتری ثابت کرنا اور

۴:۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تفرقہ بازی کی لعنت کو ختم کر کے ۔ ۔ ۔ اتحاد، محبت۔ اخوت اور یگانگت و یک جہتی پیدا کرنا ـــــ یہ تھے تحریک احمدیت کے اعلیٰ و ارفع مقاصد،

ظاہر ہے جس تحریک اور اس کے بانی کے یہ مقاصد اور اغراض ہوں انہیں ایک غیر ملکی حکومت کس طرح پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ سکتی تھی۔ انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ سیاست کے میدان میں سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کو مسلمان غداروں کے ہاتھوں شکست دلوا کر وہ ہندوستان کی آزادی سلب کر چکا تھا۔ اس کے پاس "آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو" کا بڑا موثر اور کارگر ہتھیار تھا۔ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ان کی طاقت اور کمزور کرنا بلکہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ تحریک احمدیت سے اندر ہی اندر بہت خائف تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی تو بہت جلد اس کے اقتدار کی صف لپیٹ دی جائے گی کیونکہ اس تحریک کا نشانہ اس کے مذہب کی کھوکھلی بنیادیں بھی تھیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جب تک مسلمان حاملِ قرآن بن کر ایک رہے وہ ایک ناقابلِ تسخیر طاقت رہے اور جب انہوں نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے اور فرقے فرقے ہو گئے۔ جنہیں بڑی آسانی سے دشمنوں نے ہڑپ لیا۔ تحریک احمدیت ۔ ۔ ۔ پھر خدا رسولؐ۔ قرآن اور دین کی طرف لانا چاہتی ہے۔

۱۸۹۱ء تک یہ تحریک برداشت کی جاتی رہی اور عوام میں کسی حد تک مقبول بھی ہوتی رہی لیکن اسی سال جونہی بانئے تحریک احمدیت نے یہ اعلان کیا کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور احادیث میں جس مسیح کے آنے کے متعلق پیشگوئی ہے خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ میں ہی ہوں تو حکومت دفعتہً کو

اپنا ہتھیار استعمال کرنے کا موقع مل گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ مسلمان کو مسلمان کے ہاتھوں ہی شکست دی جا سکتی ہے۔ اس اعلان میں اُسے عیسائیت کی موت اور اسلام کی زندگی نظر آتی تھی۔ چونکہ یہ سیاسی جنگ نہیں تھی اس لئے مذہب کو مذہب کے میدان میں شکست دینے کے ارادے سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے لگائے گئے۔ ہزارہا مباحث اور دلائل کے باوجود جب یہ طوفان نہ تھما تو آپ نے ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار "قطعی فیصلہ کے لئے" کے عنوان سے شائع فرمایا جس میں ہندوستان بھر کے چار چوٹی کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اگر آپ لوگ مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہیں تو یوں فیصلہ کر لو کہ آپ لوگ یہ دُعا کریں کہ اگر آپ لوگ سچے ہیں تو آپ لوگوں کی تائید میں اللہ تعالےٰ کوئی زبردست نشان ایک سال کے اندر ظاہر کرے اور میں بالمقابل یہ دُعا کروں گا کہ اگر میں سچا ہوں تو اللہ تعالےٰ میری تائید میں ایک سال کے اندر کوئی زبردست نشان ظاہر کرے ...... میں چاہتا ہوں کہ اس طریق سے یہ روز کے جھگڑے طے ہوں۔ اور ہم سب متفق ہو کر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کریں۔"

اسی اشتہار میں آپ نے امرتسر اور لاہور کے مسلمان اکابر سے بھی اپیل کی کہ "خدا کے لئے اٹھو اور انصاف سے فیصلہ کرو اور ہمارے آپس کے جھگڑوں کو طے کرا کے اسلام اور مسلمانوں پر رحم کرو اور اتحاد اور اتفاق کی بنیاد ڈالو"۔ لیکن ایک خفیہ ہاتھ کے اشاروں پر ناچتے ہوئے مسلمان آپس میں لڑتے اور کمزور ہوتے رہے۔ اس کے برعکس تحریکِ احمدیت چونکہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا تھا جس کا بیج "ملت کے باغ میں کھلے ہوئے گُلِ رعنا" سے پیدا ہوا تھا اس لئے وہ پھلتا پھولتا اور بارآور ہوتا رہا۔ اس کی خوشبو کو طوطیاں اور قمریاں اُڑا کر دُور دُور تک لے گئیں اور آج ؎

"چمن میں جا بجا بکھری پڑی ہے داستاں میری"

ہم آج اپنوں اور بیگانوں سب سے برملا اور علی وجہ البصیرت یہ عرض کرتے ہیں کہ تحریکِ احمدیت احیائے دین اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی علمبردار تحریک تھی اور ہے۔ یہ تحریک دینِ حقہ کے عالمگیر نظام کے نفاذ کے لئے جہاد میں مصروف ہے۔ یہ زمان و مکان، وطن اور ملک کی حدود سے بے نیاز پانی سے بوجھل اُن بادلوں کی مانند ہے جو ہواؤں کے دوش پر اڑتے ہوئے مردہ زمین پر برس کر اُسے زندہ کر جاتے ہیں۔ اُن کا مصفا پانی ترستی ہوئی آنکھوں اور خشک ہونٹوں کی پیاس بجھا دیتا ہے۔ کیا کوئی انسانی طاقت ان بادلوں اور ہواؤں کے راستے میں روک بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ادارہ "پیغام صلح" اس پیغام کی یاد دہانی کے لئے ہر سال ... ایک خصوصی نمبر شائع کرتا ہے۔ جذباتی اور لچھے دار تقریریں کر لینا۔ جلسے منعقد کرنا۔ اور مرصع اور مسجع تحریریں لکھنا اور شائع کر دینا۔ نظمیں پڑھ کر سر دُھن لینا آسان ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نظر ہمارے دلوں اور اعمال پر ہے۔ اس تحریک سے وابستگی کا دعوےٰ کرنے والے ہم لوگوں پر خود احتسابی کی بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا ہماری وفاداریوں کا رُخ صدقِ دل سے حضرت صاحب کی طرف ہے؟ اور اگر نہیں تو ہمیں یہ رُخ درست کرنا ہو گا۔ اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بن کر اگر ہم جماعتی تحریک کو جو سینکڑوں طوفانوں سے سلامتی کے ساتھ گذر چکی ہے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بلکہ ہم اپنا ہی کچھ بگاڑ لیں گے۔

فارسی کلام حضرت بانیٔ تحریکِ احمدیہ **ھدیہ نعت** منظوم ترجمہ محمد اعظم علوی

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

ہیں جان و دل فدائے جمالِ محمدی — میں ہوں نثار کوچۂ آلِ محمدی

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

دُنیا کی وسعتوں میں جہاں بھی نظر گئی — ہر چیز سے عیاں تھا جلالِ محمدی

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم — یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

کیوں میرے فیضِ عام سے سیراب ہیں آپ — ہے یہ تو موجِ بحرِ کمالِ محمدی

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است

یہ نور، آفتابِ محمدؐ کا عکس ہے

ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است

یہ فیضِ عام آبِ زلالِ محمدی

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر + بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

— حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؒ

قرآن کا پڑھنا زندگی کا جزو بنالو

"خود اپنے طور پر قرآن پڑھو اور اس پر غور و فکر کرو۔ قرآن کا پڑھنا ہر ایک احمدی کی زندگی کا لازمی جزو ہو جائے۔ اپنی اولاد کو قرآن پڑھاؤ معنی اور مفہوم کے ساتھ۔ زیادہ نہیں تھوڑا چند آیات ہی سہی لیکن اس کو اپنی زندگیوں کا جزو بنالو...... میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ میں سے کس کو خدا قرآن کریم کا ایسا مفہوم سمجھا دے جو دُنیا کے لئے مفید ہو۔ اپنے دلوں کے اندر وہ تڑپ پیدا کرو۔ جو محمد صلعم کے ساتھ تمہاری نسبت پیدا کرے وہ تعلق باخع نفسک کی تڑپ ہے کہ تو اپنی جان کو ان کے پیچھے غم میں ہلاک کر دیگا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ جو بھی اس تڑپ کو پیدا کریگا وہ نبی کریمؐ سے اپنی نسبت پیدا کر لے گا۔ اسکے اپنے اندر بھی انقلاب پیدا ہوگا اور وہ دُنیا کے اندر بھی انقلاب پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا...... اللہ تعالےٰ قرآن کے متعلق کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا میں ایک معمولی درجہ کا انسان ہوں محض ایک شخص کی قوتِ قدسی نے دل میں ایک تڑپ اور لگن پیدا کر دی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کچھ خدمتِ قرآن کی توفیق دی۔ میں جب اپنی طرف دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اے اللہ! میں ناکارہ اور کمزور بندہ اور مجھ سے خدمتِ قرآن کا یہ کام ہو جائے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام کی بدولت کس قدر نعمت عطا فرمائی...... خدمتِ قرآن کی بدولت عزت کا وہ مقام دیا کہ مخالف بھی ایک رنگ میں اسکے آگے جھکنے پر مجبور ہیں۔"

دُور دیس کے احوال

سہ ماہی رسالہ "دی مسلم تھنکر"

ہمارے لندن مشن نے حال ہی میں ایک سہ ماہی رسالے "دی مسلم تھنکر" جاری کیا ہے اس رسالے کے پہلے شمارے (بابت ماہ اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۸۹ء) میں بڑے علمی اور دلچسپ مضامین شائع ہوئے ہیں مشمولات میں ایک مضمون "لاہور احمدیہ ایسوسی ایشن رپورٹ" خاص طور پر لائق مطالعہ ہے جس میں لاہور احمدیہ تحریک کی ووکنگ مسلم مشن انگلستان کے خصوصی حوالہ سے خدمات، عقائد اور تاریخ وغیرہ پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے امید واثق ہے کہ اس رسالے کی اشاعت سے ریاست ہائے متحدہ کے ممالک میں لاہور احمدیہ تحریک کے بارے میں علم و تعارف میں اضافہ ہوگا۔

ٹورنٹو جماعت کا کنونشن

مقامی احمدیہ جماعت ٹورنٹو کا ایک نہایت کامیاب کنونشن ماہ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ مسٹر وزیر شریف کی سربراہی میں مقامی جماعت کے تمام احباب و خواتین نے اس کنونشن کے لیے حتی الامکان جد و جہد کی۔

کیلیفورنیا جماعت

مقامی جماعت کے زیر اہتمام جاری دینی کلاسیں باقاعدگی سے جاری ہیں جس کے طلبا سیرت و حیات نبی صلعم پڑھ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ قرآن کریم کی آخری دس سورتیں بھی زبانی یاد کر رہے ہیں۔ دینی اور جماعتی موضوعات پر تیاری کے بعد کوئیز پروگرام بھی کیے جاتے ہیں اور بچوں سے سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ان کے تحریری امتحانات بھی لیے جاتے ہیں۔ ہماری محترم بہن فریدہ رجب علی اور ان کے شوہر ڈاکٹر محمد رجب علی صاحب کلاسوں کے انعقاد میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں۔

نیو یارک جماعت

احمدیہ انجمن یو ایس اے کے ایک سرکلر نیوز لیٹر بابت جنوری ۱۹۹۰ء کے مطابق احمدیہ انجمن یو ایس اے اور احمدیہ انجمن کینیڈا کا سالانہ کنونشن ۵، اور ۶ مئی ۱۹۹۰ء کو نیو یارک میں منعقد ہو رہا ہے۔ نیو یارک کی جماعت میزبانی کے فرائض انجام دے گی۔ ہمیں یہ معلوم کر کے دلی خوشی ہوئی ہے کہ کیلیفورنیا جماعت کے ساتھ ساتھ اب نیو یارک کی جماعت بھی پھل پھول رہی ہے اس کا سہرا ریٹائرڈ میجر برادرم باز خاں صاحب، محترم عبدالرشید خان صاحب اور مجلس منتظمہ کے دیگر احباب کے سر ہے۔

انڈونیشیا جماعت کی سالانہ کانفرنس

احمدیہ انجمن انڈونیشیا کی ایک نہایت ہی کامیاب سالانہ کانفرنس دسمبر ۱۹۸۹ء کے آخری عشرے میں جوگجکارتہ میں منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس احمدیہ تحریک کی صد سالہ تقریبات کے حوالہ سے منعقد ہوئی۔ ایک روز پہلے ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس کے موضوعات احمدیہ تحریک، اس کا ماضی، حال اور مستقبل تھا۔ اس سیمینار کی صدارت ہمارے ایک عالم فاضل بھائی محترم مسٹر ایس علی یاسر صاحب نے کی۔ تفصیلات کا انتظار ہے۔

جکارتہ جماعت

مقامی جماعت کے تحت ہر ماہ درس کا سلسلہ جاری ہے۔ بنات الاحمدیہ جکارتہ کی تنظیم کے ساتھ ایک خصوصی اجلاس ہوا جس میں رمضان المبارک کی تقریبات کو آخری شکل دی گئی۔ انڈونیشیا کے علاقوں کی جماعتوں کیڈیری، جوگیا کارتہ، اور پرورکیٹو وغیرہ کے احباب کو بھی ان تقریبات میں بالفعل شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ ان تقریبات کا ایک خاص پروگرام "ہفتہ خدمت باہمی" بھی ہے جس کے مطابق ہفتہ بھر جماعت کے مستحق و معذور احباب کے لیے رقوم، کپڑے اور سکول کتب وغیرہ اکٹھی اور تقسیم کی جائیں گی۔

سہ ماہی "افراد" کی اشاعت

ہالینڈ کی احمدیہ انجمن نے ایک سہ ماہی رسالہ "افراد" نامی شائع کیا ہے اسکی اشاعت کو دوسرا سال جاری ہے ایک لائق فائق نوجوان محترم اے ایس حسینی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ ڈچ براڈ کاسٹنگ سسٹم نے حال ہی میں مقامی انجمن کے رکن محترم مولوی محمد احمد علی صاحب کا ایک انٹرویو لیا ہے۔ یہ انٹرویو اس وقت لیا گیا جبکہ جماعت کی اجتماعی عبادات کا پروگرام جاری تھا۔ انٹرویو والے یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ اس میں خواتین بھی شامل ہیں نمازیں ادا کر رہی ہیں انہوں نے کچھ سوالات کیے اور دین میں عورت کے مقام و مرتبہ کے حوالہ سے گفتگو کی اور سوال و جواب کیے۔ یہاں کی ایک دوسری ٹیلیویژن کارپوریشن نے مقامی جماعت کے صدر مکرم اے ایس حسینی صاحب کا بھی انٹرویو لیا۔ اس دوران مقامی جماعت کی سرگرمیوں اور احمدیہ تحریک کے مقاصد و مشن پر بھی تفصیلی بات ہوئی۔ صدر صاحب موصوف نے اس موقعہ پر ختم نبوت کے موضوع پر وضاحت سے روشنی ڈالی اور کہا کہ نہ صرف یہ کہ حضرت نبی کریمؐ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی و رسول نہیں آسکتا بلکہ تمام قسم کی نبوتیں اور رسالتیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں جمع اور ختم ہو چکی ہیں۔ اس پروگرام میں ہماری کتب و لٹریچر کی بھی نمائش دکھائی گئی جس میں ڈچ زبان میں ترجمہ شدہ کتب بالخصوص قرآن کریم، دی ریلیجن آف اسلام اور لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جماعت کے دو ذہین نوجوان

سیٹینگ ہالینڈ جماعت کے سیکرٹری مسٹر نور محمد سردار کے فرزند رشید مسٹر ایم ایس سردار نے حال ہی میں ٹیکنیکل ڈگری حاصل کی ہے جبکہ مسز بیا ایم کے ڈاکٹر انور صہیب علی صاحب نے ہالینڈ یونیورسٹی سے میڈیکل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ احباب ان نوجوانوں کے کامیاب و شاندار مستقبل کے لیے دعا فرمادیں۔

ایک بہن کی علمی خدمات

اونٹاریو (ٹورنٹو) کی ایک جماعتی بہن محترمہ رابعہ علی صاحبہ دینی موضوعات پر بہت سے تحقیقاتی اور علمی مضامین لکھتی رہی ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے کی خدمت محترم میں اپنی ایک تازہ تحقیقی تبصرہ کے لیے بھجوائی ہے۔ حضرت امیر نے اس بہن کی

مساعی جمیلہ کی تعریف فرمائی ہے اور اس کو ایک لائق قدر اور قیمتی علمی تحقیق قرار دیا ہے۔

احمدیہ انجمن نیدرلینڈ

احمدیہ انجمن نیدرلینڈ ایک مقامی مراسلہ باقاعدگی سے جاری کیا کرتی ہے اس کا ۷ مارچ کا شمارہ پیش نظر ہے اس کے مطابق جماعت کے رہنما محترم الیس الٰہی بخش صاحب مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری صاحب کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ الحمد للہ ہم یہاں جماعت کے جملہ احباب بخیر و عافیت ہیں۔ امید ہے حضرت امیر ایدہ اللہ آپ اور دیگر حضرات و احباب بھی بخیریت ہوں گے۔ ہماری مقامی جماعت کی ایک میٹنگ ۱۸۔ فروری کو ہوئی۔ اس بارے آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ کارروائی کا آغاز ہم نے ایک عمومی تقریب سے کیا۔ ہم نے قبل از وقت ہی احباب کو خاص خاص موضوعات بنا دیئے تھے۔ چنانچہ جنرل سیکرٹری صاحب نے انتظامی امور کی تفصیلات بتائیں جبکہ خزانچی صاحب نے مالی صورتحال سے آگاہ کیا تقریب کے اختتام پر احباب نے سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھا اور کچھ وضاحتیں اور تفصیلات وغیرہ بیان ہوئیں۔ وقفہ کے بعد تقریب معراج النبیؐ کا آغاز ہوا۔ اس میں احباب نے مناسب حال مضامین پڑھے اور تقاریر کیں۔ یوٹرچ کی جماعت کے چیئرمین صاحب نے بھی معراج النبیؐ کے مفہوم و مطالب پر روشنی ڈالی۔ یہ بڑا سبق آموز تھا ہمارے عربی سکول کے بچوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ سامعین ان کی تلاوت سے بہت خوش ہوئے تقریبات کے اختتام پر سب احباب و خواتین نے کھانا کھایا۔ مقامی جماعت کی تاریخ میں یہ ایک کامیاب و بامراد دن تھا اور دن بھر تمام پروگرام بڑے نظم و ضبط سے جاری رہا۔

پولش زبان میں ترجمہ

احباب یہ پڑھ کر خوش ہوں گے کہ اب ہماری کتب و لٹریچر کے پولش زبان میں بھی تراجم ہو رہے ہیں۔ یہ پولینڈ کے ہمارے نہایت ہی عالم فاضل اور سرگرم بھائی محترم امام محمد طلحہ زک صاحب کی مخلصانہ مساعی سے ممکن ہوا ہے کتاب "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" کا ترجمان پہلے تو مقامی ماہنامہ "الاسلام" میں ہوا۔ اب امام صاحب موصوف حضرت مولانا محمد علیؒ کی معروف و مقبول کتب کے تراجم کا بھی اہتمام کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک عالم فاضلہ خاتون نے جو ہماری تحریک میں شامل ہیں "دی ریلیجن آف اسلام" کا بھی پولش زبان میں ترجمہ کر دیا ہے جس پر ایک ماہر لسان نظر ثانی کر رہے ہیں۔

ٹرینیڈاڈ جماعت

ویسٹ انڈیز، ٹرینیڈاڈ کے علاقہ فائربرن کی مقامی جماعت اپنی سماجی اور دینی سرگرمیوں میں بتدریج اضافہ کر رہی ہے۔ اس کی ترجیحات میں پہلا کام نامکمل جامع کی تعمیر ہے اس جماعت کی مقامی خواتین نے جامع کی تعمیر کے لیے ایک فنڈ قائم کیا ہے اس کے تحت وہ مختلف سماجی، دینی اور معاشرتی تقریبات کے اہتمام عطیات جمع کریں گی۔ گذشتہ نومبر انہوں نے ڈیبرویلا کے قریب ایک ساحلی مقام مادگریٹ میں ایک سہ روزہ تقریب کا اہتمام کیا اور ایک خطیر رقم جمع کر لی۔

کینیڈا جماعت

احمدیہ انجمن کینیڈا کی صدر محترمہ مسز ثمینہ ساہو خان صاحبہ گذشتہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں سالانہ دعائیہ کے موقعہ پہ پاکستان تشریف لائی تھیں۔ اس دوران انہوں نے تیسری انٹرنیشنل رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں بھی شرکت کی پاکستان میں اپنے مختصر سے قیام کے دوران انہوں نے پاکستان میں مختلف جماعتوں کا دورہ کیا۔ تراجم قرآن کے سلسلہ میں ان کی جو خدمات جاری ہیں جماعتوں نے ان کو مبارکباد دی۔ ان کی ان گرانقدر خدمات کو بہ نظر استحسان دیکھا اور جماعتی تعاون و امداد کا یقین دلایا۔ جیسا کہ احباب کو علم ہے یہ لائق قدر خاتون یو ایس اے کے ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر نعمان الٰہی ملک صاحب سے مل کر اس پراجیکٹ پہ کام کر رہی ہیں پاکستان سے کینیڈا واپسی پر محترمہ مسز ثمینہ ساہو خان صاحبہ نے مرکزی انجمن کو تعریفی خطوط ارسال کیے ہیں جن کے مطابق انہوں نے لکھا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سالانہ دعائیہ ایک بار پھر ایک کامیاب اور بامراد تقریب تھی ہمارے محترم و مکرم امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی دل کی گہرائی سے نکلی دعائیں بزرگ و برتر خدا کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہوئیں۔ میری مخلصانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرکزی انجمن پر اپنی برکات اور افضال نازل فرمائے آمین۔

میں یہ دیکھ اور محسوس کر کے بے حد متاثر ہوئی ہوں کہ ہمارے معزز و مکرم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے معمر بزرگ مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی بظاہر ناسازگار و تکلیف دہ اوقات میں احمدیہ تحریک کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے کس صبر و استقلال اور کس حوصلے اور عزم کے ساتھ کر رہے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ یقیناً اس وقت تحریک کے دو بڑے ستون اور اثاثہ ہیں۔ ہم میں ایک اور بزرگ حضرت مولانا شیر محمد خورشانی ہیں جو مرکزی انجمن کے ایک بڑے نہایت ہی عالم فاضل اور محترم و معزز بزرگ ہیں۔ جن کی مدافعت دین و تحریک کے سلسلہ میں قلمی، لسانی اور علمی خدمات علم و فہم، آگاہی اور روحانی غذا کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور عمر دراز کرے۔ آمین ثم آمین

اس موقعہ پر میں تنظیم خواتین الاحمدیہ کے صدر اور اراکین کی بھی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتی کہ وہ دین و جماعت کے مفاد و مقاصد کے لیے بڑے جوش و جذبہ اور لگن و خلوص کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ میں کراچی جماعت کے صدر اور احباب کی بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میری نہایت محبت و شفقت کے ساتھ میزبانی کی۔ مجھے عزت دی۔ اور تراجم قرآن پراجیکٹ کے لیے لائق قدر عطیات دیئے۔

دارالسلام لاہور میں سالانہ دعائیہ کی سہ روزہ تقریبات کے دوران میں میں فجر کی نمازوں میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی خوش الحان اور روح پرور تلاوت قرآن کریم سے روحانی طور پر بہت متاثر رہی۔ ان لمحات کی یادیں اور محسوسات اب بھی مجھ پر طاری و جاری ہیں علی الصبح مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کا درس میرے لیے روح کی غذا تھی۔ اور میرے علم میں اضافہ در اضافہ کا موجب رہا

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہم پر اس کا فضل ہو اور ہمیں اس ارشاد الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے جس میں فرمایا ہے کہ بیشک ہماری نمازیں اور ہماری قربانیاں ہماری زندگی اور موت سب کچھ رب العالمین کے لیے ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ

* " اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

اعتذار

بعض دشواریوں کے باعث جو مضامین خاص نمبر میں شائع نہیں کئے جا سکے انہیں آئندہ شمارہ میں شائع کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ (ادارہ)

فضل الرحمان

آخری زمانہ کے مجدّد
مسیح موعود و مہدی معہود

ضرورتِ مجدّد

خدا تعالیٰ نے جب ارادہ کیا کہ اس زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرے جو بنی نوعِ انسان جو کہ اس کرۂ ارض کی اشرف المخلوقات تھا کی راہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دے اور بندے کو خالق سے ملائے پس خالق کون و مکان نے فرشتوں کو جمع کیا اور اُن سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ میں اس زمین میں اپنا ایک خلیفہ مقرر کرنے لگا ہوں جو انسانوں میں سے ہو گا اور ان کی ہدایت کے لیے مقرر ہو گا۔ خلافت آدم کے بارے قرآنِ پاک میں ایک مکالمہ مخاطبہ بیان کیا گیا ہے جو کچھ اس طرح ہے:

"میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں فرشتوں نے حیران ہو کر جواب دیا جو کہ سوالیہ تھا کہ کیا تو اس کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہے جو زمین پر فساد بپا کرے گا اور اس پر خون بہائے گا۔"

جہاں تک انسان کو علم دیا گیا ہے اس کے مطابق فرشتے خود کوئی ارادہ نہیں رکھتے نہ ہی ان کا اپنا ذاتی علم ہے وہ تو صرف عبادتِ الٰہی اور احکاماتِ خداوندی کی بجاآوری پر مقرر ہیں چہ جائیکہ ان کو غیب کا علم ہوتا پس اُن کا یہ جواب کہ انسان تو فسادی ہے اور خون بہاتا ہے۔ ان کے مشاہدے کی بات تھی یعنی انسان کی تخلیق ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب یا خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ فرشتوں پر ظاہر کیا۔

ابتداء میں یہ سنت اللہ رہی ہے کہ وہ انسان کی تعلیم و تربیت کے لیے اس کے ذہن اور عقل و فہم کے مطابق اپنے خلفاء یعنی انبیاء محدود آبادی اور قبائل کی طرف مبعوث فرماتا رہا۔ جوں جوں انسان کا دماغ اور عقل و فہم بلوغت پاتا گیا انبیاء کا دائرہ کار وسیع تر ہوتا چلا گیا چنانچہ آسمانی کتب کے مطالعہ سے آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایک ہی وقت میں کئی کئی نبی قریب قریب علاقوں میں رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام تک یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اقوام عالم کے درمیان وسیع تر رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ ایک ملک سے دوسرے ملک لوگوں کا آنا جانا ہو چکا تھا۔ علم ترقی پا رہا تھا۔ انسانی ذہن اپنی معراج کو پہنچ چکا تھا پس اب ضرورت تھی کہ ایک عالمگیر حیثیت کا نبی یا خلیفہ مقرر کیا جاتا جو اس زمین پر بسنے والے تمام انسان کے لیے دنیاوی اور روحانی تعلیم دینے والا ہوتا۔

چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام اقوام عالم کے لیے ہادی و راہنما مقرر کیا اور تمام مذہبی تعلیمات کو یکجا کر کے قرآن حکیم کی شکل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی فرمایا۔ قرآن حکیم کا غور و فکر سے مطالعہ کیا جائے تو اس میں دنیا جہان کے تمام علوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خاندانی مسائل سے لے کر حکومت کے کاروبار تک اور طب اور سائنس کے مسائل کو اس طرح بیان کیا ہے کہ دنیا جدید علوم اور سائنسی دریافتیں ان کے سامنے ہیچ ہیں۔

پس اللہ تعالےٰ نے فرما دیا الیوم اکملت لکم دینکم بے شک میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ دین کیا ہے۔ دین وہ علم ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے خواہ وہ اس کی زندگی کا سیاسی پہلو ہو یا معاشی، یا روحانی پہلو ہو ہر پہلو میں انسان کو قرآن حکیم سے جو کہ دین اسلام کی اساس ہے راہنمائی ملے گی بشرطیکہ تدبر کرنے والا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ یہ کتاب بے شک ہدایت دینی ہے مگر ان کو جو واقعی ہدایت پانا چاہتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلسلہ نبوت مکمل کر دیا گیا اور کوئی نیا یا پرانا نبی اب آ نہیں سکتا پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسان بغیر استاد کے راہنمائی حاصل کرے گو کہ قرآن حکیم اور حدیث نبوی ہمارے پاس موجود ہیں مگر ان کے علوم کو جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کوئی استاد کامل رہنمائی نہ کرے پس اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے امت مسلمہ میں سلسلہ اولیاء کرام۔ محدثین، مجددین کا جاری و ساری کیا گیا۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد کی حدیث۔ فرمایا نبی کریم صلعم نے:

ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

بے شک اللہ تعالےٰ مبعوث فرمایا کریں گے اس امت کے ہر سو سال کے سر پر ایک مجدد جو اس امت کے دین کی تجدید کر دیا کرے گا۔

اس حدیث سے پوری طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس امت کے لیے اللہ تعالےٰ نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ انبیاء کی بجائے مجددین کا تقرر ہوا کرے گا اور یہ تقرر اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوا کرے گا پس جب کسی ہستی کا تقرر خدا کی طرف سے ہوا کرے گا۔ تو وہ ہستی اپنے تقرر کی اطلاع بھی لوگوں کو دیا کرے گی ورنہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون سی ایسی ہستی ہے جو اس صدی کے لیے انسانوں کی ہدایت کے کام پر مامور کی گئی ہے جب تک وہ ہستی یہ نہ کہے انا مامور من اللہ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجدد دعوے نہیں کیا کرتے وہ غلط کہتے ہیں۔

چودہویں صدی کا مجدّد کون ہے؟

سلسلہ نبوت کی ارتقائی زندگی سات ہزار سال مقرر شدہ ہے۔ نہ جانے اس کے بعد کیا ہو۔ بعثت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک پانچ ہزار شمسی سال سے کچھ کم گزر چکے تھے۔ حضرت مرزا صاحب کے مقام مجددیت پر فائز ہونے کے وقت تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے تھے اور آخری ہزار شروع ہو چکا تھا۔ اسی لیے آپ خاتم الخلفاء ٹھہرے اور تمام موعود مقامات ماموریت آپ کو عطا ہوئے یعنی مسیح مہدی کرشن۔ گوتم وغیرہ تمام مذاہب کے موعود ان کی شخصیت آپ کی ذات میں ودیعت

کر دی گئی ۔ آپ کے بعد ایک ہزار سال تک کوئی مجدد نہ ہوگا مگر جو بھی مصلح آئیں گے وہ آپ کے مصدق ہونگے کیونکہ یہ آخری مسیح محمدی کا دور ہے اور یہ مقام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نصیب ہوا ہے۔

جس طرح نبوت درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے حضرت صلعم پر مکمل ہو کر ختم ہو گئی ۔ اور مزید نبی آنے کی ضرورت باقی نہ رہی اسی طرح مقام مجددیت حضرت عمر بن عبدالعزیز سے شروع ہو کر درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے حضرت مرزا صاحب پر آکر مکمل ہو گیا اور آپ خاتم الخلفاء ٹھہرے ۔ یہ بات تمام اہل سنت علماء مانتے ہیں کہ آخری زمانہ کا مجدد مسیح و مہدی ہوگا اور اس کا مقام نبوت کے قریب تر ہوگا ۔ اسی لیے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں ایک پہلو سے نبی ہوں اور ایک پہلو سے امتی ۔ اور بجز پیروی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مقام ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا ۔

آپ کے خاتم الخلفاء ہونے کی وجہ اور آپ کی سچائی کے ثبوت

۱۔ اٹھارہویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ یہ زمین جس پر ہم آباد ہیں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بہ وجوہ اپنی وسعت اور فاصلوں کے سمیٹ دی گئی تھی ۔ فاصلے اور دوریاں کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں ایک قوم دوسری قوم سے مل چکی تھی رنگ ونسل کے فرق مٹانے کی کوشش ہو رہی تھی یہ تمام کاروائیاں اسلام اور اس کی تعلیمات کی سچائی کی دلیل تھیں کیونکہ ایسی تعلیم سوائے اسلامی تعلیمات کے اور کسی مذہب وملت میں نہیں پائی جاتی ۔

یہ وہ دور تھا جب اسلام پر باوجودیکہ دین حق ہونے کے چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے ۔ عیسائی پادری ، ہندو مت سے اٹھنے والی مذہبی تحریکیں مثلاً آریہ سماج برہمو سماج ، سکھ وغیرہ اہل یہود سب کے سب اسلام اور اس کی تعلیمات کے دشمن ہو چکے تھے کوئی نہ تھا جو اسلام کی وکالت کرتا ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مامور کیا جن کو ان تمام مخالف مذاہب کا علم دیا گیا تاکہ اسلام کی حفاظت میں جو ضروری دلائل اور براہین تھے وہ آپ کے علم میں ہوں ۔

چنانچہ ۱۸۸۲ء تا ۱۹۰۸ء تک کے اخبارات ورسائل اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام باطل علماء کو جو اسلام کے خلاف صف آرا تھے ۔ شکست فاش دی اور ان کا زور نہ صرف توڑ دیا بلکہ آئندہ کسی وقت بھی ان کو اسلام کے خلاف آواز اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا ۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کی سچائی کو ثابت چھیاسی کے قریب کتب تحریر فرمائیں ۔

۲۔ آپ کے دعاوی

۱۸۸۵ء کے اوائل میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے مجدد ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار کیا ۔ یہ اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی زبان میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا ۔ اسی اشتہار میں آپ نے اپنے آپ کو مثیل مسیح بھی قرار دیا۔

۱۸۹۰ء میں آپ نے خداوند کریم سے بذریعہ الہام اطلاع پائی کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بجسد عنصری زندہ جو تھے آسمان پر موجود ہیں ایک باطل عقیدہ ہے ۔ چنانچہ آپ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات آیات قرآنی سے ثابت کی ہے ۔ نیز آپ نے مسلمانوں کی توجہ ابن ماجہ کی حدیث لا مہدی الا عیسیٰ کی طرف مبذول کرائی کہ جس امت کے لیے جس مہدی کا وعدہ کیا گیا ہے وہی عیسٰی بھی ہوگا ۔ حیات مسیح اور وفات مسیح ایک ایسا نازک مسئلہ ہے کہ امت مسلمہ اس کے لیے تیار نہ تھی اور حضرت مرزا صاحب کے خلاف مولوی ، پیر اور سجادہ نشین سب اٹھ کھڑے ہوئے مگر حضرت صاحب کے براہین اور دلائل قاطع کے سامنے ان سب کی کوئی پیش نہ گئی ۔ ایک اور بات مسلمانوں کی مخالفت کی وجہ بنی وہ ہے لفظ نبی کا استعمال ۔ جو کہ حضرت صاحب کی تحریرات میں بار بار آیا ہے اگر حضرت صاحب شہرت کے بھوکے ہوتے اور صرف اپنی عزت ومنزلت کے چاہنے والے ہوتے تو یہ سب کچھ ان کو مل چکا تھا ۔ مسلمانان ہند کے ہیرو وہ بن چکے تھے ۔ یہ مسئلہ بھی آپ کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے ۔

آپ نے ایک ایسے مسئلہ کو بیان کیا یعنی وفات مسیح اور نبوت کا جس سے تمام مسلمان علماء آپ کے مخالف ہو گئے ۔ حضرت صاحب کا اصل دعویٰ مہدی اور مسیح ہونے کا ہے اور چونکہ مسیح علیہ السلام نبی تھے اور مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آنے والا مسیح امتی نبی ہوگا ۔ چنانچہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خود نبی اللہ کے خطاب سے نوازا ہے ۔ آپ کا اپنا دعویٰ ایسا ہرگز نہیں چنانچہ آپ نے بارہا تحریر کیا کہ اگر لفظ نبی کے استعمال سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے تو اس لفظ کو کاٹا ہوا جانیں ہمارا دعوےٰ ہرگز نبی ہونے کا نہیں ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :-

"یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ہے اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے ، مگر وہی جو پہلے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی ۔"

(تجلیات الہٰیہ ص ۲۴-۲۵)

براہین احمدیہ ص ۴۹۸ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے :

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ایک غلطی کا ازالہ تحریر کرنے کی ضرورت بھی اس لیے پیش آئی کہ مخالفین لفظ نبی کو لے کر فتنہ پیدا کر رہے تھے اور حضرت صاحب کے بعض مریدجن کو حضرت صاحب کے دعاوی کا پورا پورا علم نہ تھا محض انکار میں جواب دیتے تھے چنانچہ آپ کا یہ لکھنا کہ ایسے دوست باوجودیکہ اہل حق ہونے کے شرمندگی اٹھاتے ہیں ۔ اب یہاں پر لفظ اہل حق ہونے کے ، توجہ طلب ہے یعنی ان کا یہ کہنا کہ حضرت صاحب مدعی نبوت نہیں ہیں بھی درست ہے اور جو مرید ایسا کہتے ہیں وہ حق پر ہیں مگر جہاں تک لفظ نبی کے استعمال کا تعلق ہے اس سے انکار درست نہیں جن معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا اس کے مطابق جواب دینا ضروری ہے تاکہ مخالفین کی تسلی ہو جائے ۔

آپ کی سچائی کے چند واقعات

سب سے بڑی سچائی تو آپ کا وہ اعلان ہے جو آپ نے جہاد بالسیف کے بارے میں کیا ۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔۔۔ دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و قتال

اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے　　دین کیلئے اب تمام جنگوں کا اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے　　اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

اس وقت دنیا میں ۹۰ کروڑ سے زائد مسلمان ہیں مگر ان کو ہمت نہیں کہ دین کے نام پر جنگ کر سکیں تمام دنیا میں دین کے نام پر جنگ نہیں ہو سکتی۔ دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے بھی اقوامِ عالم جنگ کرنے سے گریزاں ہیں۔ بات چیت سے اختلافی مسائل کو حل کرنے پر زور دیا جاتا ہے پھر کیونکر مسلمان دین کے لیے حربی جہاد کا اعلان کر سکتے ہیں۔ ان کے وسائل ہی کیا ہیں یہ دجّال کے عروج کا زمانہ ہے اس وقت دینِ اسلام کا غلبہ صرف اُن حربوں سے ہو سکتا ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود نے رہنمائی فرمائی تھی یعنی آپ کے مہیا کردہ علم الکلام سے ہی دینِ اسلام کا غلبہ ممکن ہے۔ خواہ یہ علم الکلام اپنوں کے ذریعہ دوسروں تک جائے یا غیروں کے ذریعہ غیر ارادی طور پر،

دوسرا سچائی کا بڑا نشان دو عالمی جنگیں ہیں جو حضرت صاحب کی وفات کے بعد لڑی گئی مگر ان جنگوں کا نقشہ آپ نے اس وضاحت سے تصویر کشی کیا ہے کہ جیسے آپ کے سامنے یہ لڑائیاں لڑی جا رہی تھیں آپ کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اور پہلی جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں ہوئی اور دوسری جنگ ۱۹۳۹ء میں۔

۱۹۰۸ء میں لڑائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گو انسان ہوا میں اڑنے کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی کوشش میں مصروفِ عمل تھا۔ گیس کے غباروں کے ذریعہ اڑانیں بھری جا رہی تھیں ۱۹۰۳ء ۱۷ دسمبر کو امریکہ کے رائٹ برادران نے انجن سے چلنے والا ایک ہوائی جہاز تیار کیا جو ۵۷ منٹ تک اڑا اور ایک سو میٹر کا فاصلہ طے کر سکا۔ حضرت صاحب نے ۱۹۰۴ء میں ان جنگوں کے بارے میں ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا "الانذار" یہ اشتہار ۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو دوبارہ شائع کیا گیا۔ ملاحظہ ہو براہینِ احمدیہ ص۱۲

آپ فرماتے ہیں:

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں　　سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار
مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس　　زار بھی ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

جس وقت حضرت صاحب نے یہ اشعار تحریر فرمائے تھے۔ زارِ روس اپنے زمانہ عروج پر تھا مگر ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جو حشر زارِ روس کا ہوا۔ اس کی بیوی اور بیٹیوں پہ جو بنا اس حالت کا کوئی وہم بھی نہیں کر سکتا تھا۔

۱۹۳۹ء کی جنگ کے بارے جو اشعار ہیں وہ یوں ہیں:-

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر کیا شجر کیا حجر اور کیا بحار

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خون کی چلیں گی جیسے آبِ رود بار

(حقیقۃ الوحی ص۲۵۶)

یہ منظر ہیروشیما پر جو ایٹم بم گرائے گئے تھے ان سے جو تباہی ہوئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے اور کیا حرف بحرف یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ آپ نے نام لے کر کہا تھا:

"اے یورپ والو تم بھی امن میں نہیں رہو گے"

اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔"

ان نشانات کے حرف بحرف پورا ہونے کے باوجود جو لوگ شک و شبہ میں ہیں وہ مردہ ہیں۔ اے دوستو جاگو خوابِ غفلت سے حضرت صاحب کے مقام کو با وضاحت دنیا کے سامنے پیش کرو تا ہم فلاح پاؤ۔ منافقت میں کچھ نہیں رکھا مشکلات سے جان بچانا کوئی کامیابی نہیں ایسا جینا کوئی جینا نہیں جینا ہے تو مردوں کی طرح جیو حضرت صاحب کے مشن کو بانگ دہل آگے چلاؤ۔

بقیہ ارشاداتِ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ۔ (آمدہ ص۵)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار،　　جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب　　کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار،　　ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار،

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے
(نشانِ آسمانی)

جو مجھ میں داخل ہوتا ہے:.......

اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!

جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی اور اپنا آرام اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کر سکتا تاکہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔ میرا دوست کون ہے؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے۔ مجھے کون پہچانتا ہے؟ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دنیا سے نہیں ہوں مگر جن کی فطرت کو اس عالم کا حصہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔

اس زمانہ کا حصنِ حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے۔ اور کجی کو چھوڑتا ہے اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا ایک بندۂ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔　(فتح اسلام)

کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہِ دُنیا کے لئے　　جاہِ دُنیا کب تلک دُنیا ہے خود ناپائیدار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم)

جناب ملک ظفر اللہ خاں صاحب

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

بعثتِ مجدّدین ۔ خلفائے محمدی

نبی اور مجدّد کے کام کی مطابقت

انبیاء کے اس دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خداتعالیٰ کو شناخت کریں۔ پس اس وقت بھی خدا نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور مجھے اس نے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب انبیاء کی تھی یعنی میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ خداتعالیٰ کیا ہے بلکہ اس خدا کو دکھانا چاہتا ہوں نیز گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

بیا مدم کہ رہ صدق را درخشانم

بدلستان برم آں راکہ پارسا باشد

انسان کے لئے سب سے اول اس بات کا دیکھنا ضروری ہے کہ نجات ہے کیا چیز؟ نجات کی اصل غرض تو صرف اسقدر ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے۔ اور جو فاسقانہ خیالات اس کے دل کو سیاہ کرتے ہیں ان کا سلسلہ بند ہو کر سچی پاکیزگی حاصل ہو

اِنسان گناہوں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔؟

یہ سوال درحقیقت ہر ایک انسان کے دل میں اٹھتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح پر نفس انسانی بے قابو ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے خیالاتِ فاسدہ آآکر اسے گھیر لیتے ہیں۔ ان خیالاتِ بد سے بچنے کے لئے ہر قوم و مذہب نے کوئی نہ کوئی تدبیر بنا رکھی ہے۔ ہم گناہ کا علاج جو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں سوائے اسکے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے اور وہ یہی ہے کہ لوگوں کو خداتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو تمام سعادت مندیوں کا مدار خداشناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خداتعالیٰ کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے اور وہ بڑا قادر ہے وہ ذو العذاب الشدید ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمردانہ زندگی پر ایک بھسم کر دینے والی بجلی گرا دیتا ہے پس جب تک انسان آمنت باللہ کی حدود سے نکل کر عرفت اللہ کی منزل میں قدم نہیں رکھتا تب تک اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے۔ پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو کوئی اور طریق گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کر سکتا۔ اب اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب گناہوں سے بچنے کے لئے سچی معرفت اور چمکتے ہوئے یقین کی ضرورت ہے جو خداتعالیٰ کی عظمت اور گناہ کے خطرناک زہر سے آگاہ کرے تو ایسا یقین کیونکر پیدا ہو؟ تو ایسے یقین کے خواہشمند کیلئے ضروری ہے کہ وہ کونوا مع الصّٰدقین سے حصہ لے۔ صادق سے صرف یہی مراد نہیں کہ انسان زبان سے جھوٹ نہ بولے۔ یہ بات تو بہت سے دیگر مذاہب مثلاً ہندوؤں اور دہریوں میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ صادق سے مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے تمام حرکات و سکنات و اقوال سب صدق سے بھرے ہوئے ہوں۔ گویا یوں کہو کہ اس کا وجود ہی صدق ہو گیا ہو اور اسکے اس صدق پر بہت سے تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔

چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے جو شخص ایسے آدمی کے پاس جو اپنے حرکات و سکنات و اقوال و افعال میں خدائی نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے صحت نیت اور پاک ارادے اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے گا تو یقین کامل ہے کہ اگر وہ دہریہ بھی ہوگا تو آخر خداتعالیٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا۔ کیونکہ صادق کا وجود خدانما وجود ہوتا ہے۔ انسان اصل میں اُنسان کا مجموعہ ہے یعنی دو محبتوں کا۔ ایک اُنس وہ خداتعالیٰ سے کرتا ہے اور دوسرا اُنس بنی نوع انسان سے چونکہ انسانوں کو تو اپنے قریب پاتا ہے اور دیکھتا ہے اور اپنی نوع ہونے کیوجہ سے اُن سے فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک کامل انسان کی صحبت اور صادق کی معیت اسے وہ نور عطا کرتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ انسان کے دراصل دو وجود ہوتے ہیں ایک وجود تو وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے اور جیسے ہم اور تم دیکھتے ہیں۔ جیسے کہ وہ رحم مادر سے باہر آتا ہے۔ اور یہ وجود بلاکسی فرق کے سب انسانوں کو ملتا ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور وجود بھی انسان کو دیا جاتا ہے دوسرا وجود جو صادق کی صحبت میں تیار ہوتا ہے یہ وجود بظاہر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اسے چھو کر یا ٹٹول کر دیکھ لیں مگر وہ ایسا وجود ہوتا ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر اس مادی وجود پر ہر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ خیالات و حرکات و افعال جو اس سے پہلے صادر ہوتے تھے یا دل میں گذرتے تھے یہ ان سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور شبہات سے جو اس کے دل کو تاریک کئے رہتے تھے ان سے اسے نجات مل جاتی ہے اور یہ وجود ہی حقیقی نجات ہوتا ہے جو سچی پاکیزگی کے بعد ملتا ہے کیونکہ جب تک شبہات سے نجات نہیں اُسے تاریکی سے نجات نہیں اور اسے سچی پاکیزگی میسر نہیں اور وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ خداتعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص اس دنیا میں خداتعالیٰ کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت کو بھی محروم ہی ہوگا جیسا کہ خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی اس سے مراد یہ تو نہیں ہو سکتی کہ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ قیامت کو بھی اندھے ہی ہوں گے بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خداتعالیٰ کو ڈھونڈنے والوں کے دل نشانات سے ایسے سوز کئے جاتے ہیں کہ وہ خداتعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی ساری عظمتیں اور بزرگیاں اُن کی

نگاہ میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

اب جبکہ یہ حال ہے کہ دل کی پاکیزگی کا حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک منہاج نبوت پر آئے ہوئے پاک انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے اس کی صحبت کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک اولاً انسان یہ یقین نہ کرے کہ وہ ایک مرنے والی ہستی ہے یہی ایک بات ہے جو اسکو صادق کی صحبت کی توفیق عطا کرتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر واعظ یہ ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین کی حقیقت کو سمجھ لے۔

از بندگان نفس رہے آں لیگاں مپرس
ہر جا کہ گرد خاست سوارے دراں بجو
آں کس کہ ہست از پئے آں یار بیقرار
رو صحبتش گزیں وقرارے دراں بجو

مولانا روم نے ایک حدیث شریف منظوم فرمائی ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است + من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در دل مومن بگنجم اے عجیب + گر مرا خواہی دراں دلہا طلب

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

یک زمانہ صحبت با اولیا + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارا و مرمر شوی + چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ڈاکٹر اقبال نے یوں کہا ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے + اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر + شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

رسم و عادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جبکہ عرصہ دراز تک صادقوں کی صحبت میں رہے اور اُن کے نقش قدم پر چلے۔

فلسفہ دُعا

خدا تعالےٰ نے فیض رسانی کی چار صفات اپنی ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے۔ اور بغیر دُعا کے کسی طرح نہیں مل سکتا۔

ظاہر ہے کہ امر مقدم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ خدا شناسی ہے۔ اور اگر ہماری خدا شناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکیلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدا شناسی جب تک صفت رحیمیت کی صفت کے ذریعہ ہمارا چشم دید واقعہ نہ بن جائے تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔

دُنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا باتیں کرے۔ انسان ہر وقت ایک سیلاب میں پڑا ہوا ہے اور دُعا ہی ایک ایسی شے ہے جو کہ اس کو اس سے نجات دلا سکتی ہے اور یہ فخر اسلام کو ہی ہے کہ وہ دعا کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس میں بار بار دعا کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور تاکید کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ پھر آگے اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

جب میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں اور مجھ کو پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہوں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اس کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے۔ اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور پھر بار بار دور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفےٰ اور روشن کر دیتا ہے۔ اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے اور نفس امارہ کے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفس امارہ کو امارگی کے زنداں سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے۔ اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی گندی زندگی سے طبعًا بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دُعا جو معرفت اور فضل کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ آخر رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دُعا کے لئے پگھلتی اور آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی

ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاویگا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے نہایت کریم و رحیم۔ حیادار صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنیوالا۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو۔ تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

ہماری جماعت کو لازم ہے کہ نیکی میں ترقی کرے ایمانی قوت کو بڑھانے کے لئے دعا کو ہاتھ سے نہ دے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں جو کہ اس کے ذریعہ حل نہ ہو اور کوئی بیماری ایسی نہیں جو دعا سے نہ جائے۔ پس بڑا ہی خوش قسمت وہ انسان ہے جو کہ دعا پر بھروسہ کرتا ہے اور تمہارا کوئی کاروبار دعا کے سوا نہ ہو اکر سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دعا کی عادت ڈالو اور اس سے غافل ہرگز نہ ہو ہمارا تو سارا دارومدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پا سکتا ہے اللہ تعالے نے مومن کو دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے۔

عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالے ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور ایک رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہیئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں یاد رکھو کہ کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا پاک نہ کرے۔ جب تک کہ اتنی دعا نہ کرے کہ مر جاوے تب تک سچی تقوای حاصل نہیں ہوتی اس لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی سے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر وبال ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو نماز کا مزہ دنیا کے ہر مزے پر غالب ہے۔ لذات جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔

انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں اور بعض لوگ ان ہی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ان کو خدا راضی کرنے اور گناہ سے بچنے کی دعا کا موقعہ ہی نہیں ملتا نہیں آتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے دعا صرف خدا کو راضی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے دعا ہی ہے۔ اس پیرانہ سالی میں گوناگوں تجارب سے یہی حاصل ہوا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی شے نہیں۔ نہ سفید کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ نہ پرانے کو نیا پس لازم ہے کہ توکل کو ہاتھ سے نہ دے۔

اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضا سے اضطراب ہوتا ہے مگر وہ خاصہ بشریت ہے اور سب انبیاء بھی اس میں شریک ہیں جیسے کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا مگر عام لوگوں میں اور انبیاؤں میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاؤں کے اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہ کریگا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہو گا کہ آگ ہے اس سے انسان جل جاتا ہے۔ مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی یا نار کونی بردًا وسلامًا علیٰ ابراھیم لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے۔ خدا پر ان کو توقع نہیں ہوتی اور یہ کفر ہے جسے بشریت سے جو خوف خدا اور اضطراب پیش کرتی ہے۔ ایمان اسے دفع اور ذب کرتا ہے۔

ایمان کا ثمرہ عرفان ہوتا ہے۔ عرفان سے مراد مکاشفات صحیحہ اور وحی الٰہی ہے کہ مصفا اور خالص کلام الٰہی انسان پر نازل ہو کوئی آمیزش شیطانی اس میں نہیں ہوتی اس میں وہ نور ملا ہوتا ہے کہ انبیاء کے وحی اور مکالمہ میں ہوتا ہے جب وحی الٰہی بکثرت ہو تو یہ ایک نعمت الٰہی ہے اس کا نام کسب نہیں ہوتا بلکہ موہبت ہے لیکن ایمان ایک کسبی شے ہے جب ہی بار بار تاکید ہوتی ہے کہ یہ عمل کرو وہ عمل کرو یہ ایک مجاہدہ ہوتا ہے اس کے بعد موہبت ہوتی ہے یعنی اول ایمانی حالت میں انسان خدمت کرتا ہے اس کے بعد موہبت الٰہی سے اُسے فیض ملتا ہے اس لئے انسان کو اپنے اعمال اور عبادات میں کشوف وغیرہ کی غرض نہ رکھنی چاہیئے انسان کا کام عمل کرنا ہے اس کے اوپر خود ہی جزا مرتب ہوتا ہے۔

پس اگر ایک شخص تمام عمر کشوف وغیرہ کا مرتبہ نہ پاوے تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر خدا کی محبت کو محسوس نہ کرے تو بے شک حرج ہے جیسے عاشق جب تک معشوق کو ایک نظر نہ دیکھے تو اس کی جان جاتی ہے نہ کھانا سوجھتا ہے نہ پینے کو جی چاہتا ہے اس کی ایک نظر پر زندگی کا مدار ہوتا ہے۔

پس یہ تعلق محبت ایک چیز ہے جو کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہماری جماعت میں زیادہ ہو جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ وہ محبت جس کا نام عشق ہے اس نے اُسے سرشار کر دیا ہے تب تک اس نے کچھ نہیں پایا۔ ہزار کشوف وغیرہ ہوں کچھ شے نہیں ہیں ہم تو ایک دمڑی کو نہیں خریدتے کیا عمدہ کہا ہے۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

نعت

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

وہ امّی ہے مگر علم و حکمت میں بے نظیر ہے اس سے زیادہ اسکی صداقت پر اور کیا دلیل ہو گی

ہر کہ بے او دو قدم در دین نہد
کرد در اوّل قدم گم معبرے

وہ جس نے اسکے بغیر دین کو حاصل کرنا چاہا اس نے پہلے ہی قدم میں گھاٹ کو کھو دیا۔

(حضرت اقدس)

از قلم :۔ محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ

"تو مجھے یاد آیا"

پونے ساڑھے چار ماہ کے بعد اللہ کے فضل سے میرا مشرق کا دورہ خیر سے ختم ہوا تھا۔ اور میں پھر اپنے چھوٹے سے گھر میں انگلستان کی ہری بھری وادی میں آ بیٹھی تھی۔ اس دورے کے دوران میں جہاں گئی۔ جن سے ملی۔ جو گذری وہ سب یادیں کچھ خوشگوار کچھ ناخوشگوار اب سرمایۂ دل بن گئی ہیں۔

میری خوش قسمتی کہ مجھے احمدیہ انجمن ـــ ـ ـ ـ لاہور کے جلسۂ سالانہ میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ یہ جلسہ باوجود نرم گرم حالات کے ہمیشہ کی طرح کامیاب اور مبارک ثابت ہوا سچ ہے قوم کی زندگی کے لئے ایسے اجتماع آبِ حیات کا اثر رکھتے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

پاکستان سے نکل کر مجھے ـ ـ ـ عرب جانے کا موقعہ ملا۔ وہ ملک جہاں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس مقامات واقع ہیں جن کے لئے ہر ـ ـ ـ کے دل میں ایک خاص محبت و عقیدت اور زیارت کی تمنا موجود رہتی ہے۔

اس مذہبی اور تاریخی تقدس کے علاوہ ملک عرب آج اپنی تیل کی بے حد و شمار دولت اور طاقت کی بناء پر کم سے کم وقت میں ایک معجزہ کی طرح عرب کے بے آب و گیاہ صحرا کو دنیا کی ترقی یافتہ اور جدید ترین بستیوں کے مقابل لا رہا ہے۔ اس کی مشہور بندرگاہ جدّہ سے لے کر ریاض اور وہاں سے آگے مشرقی صحرا تک جہاں تیل کی گنگا بہہ رہی ہے ہر جگہ سنجتہ خوبصورت عظیم الشان عمارتیں۔ فلیٹ۔ دفاتر۔ دوکانیں۔ بڑے بڑے سٹورز۔ کیفے۔ رلیستوران۔ خوبصورت اور وسیع ہوٹل۔ ولا۔ بنگلے۔ میلوں میل کنکریٹ کی لمبی سڑکوں پر پرے جمائے کھڑے ہیں۔ سڑکیں چوڑی چکلی بھی ایسی کہ میں تو کبھی کبھی ان کو پیدل پار کرنے کی ہمت نہ کروں۔ اور میں کیا کوئی بھی وہاں ایسا نہیں کرتا یہ سڑکیں موٹروں پر پار کی جاتی ہیں۔ جہاں دنیا کی مہنگی ترین۔ تیز رفتار۔ طاقت ور کاریں عام لوگوں سے لے کر امیر امراء کو میسر ہوں۔ اور بے حد سستا پٹرول مہیا ہو۔ وہاں بے چارے پاؤں کو کیا تکلیف دینی۔ بس یہ گمان گذرتا ہے کہ انسان کسی بڑے مغربی ملک یا امریکہ کے مشہور شہروں میں آ گیا ہے۔

دوسری چیز جس کا عربوں کو جنون کی حد تک شوق ہے وہ ہے بجلی کی روشنی۔ گھر ہو یا باہر۔ بازار ہو یا چوراہا۔ جہاں ایک بجلی سے کام چلے وہاں بلا مبالغہ درجن بھر بتیاں لگائی جاتی ہیں۔ خوبیٔ تقدیر یا اتفاق سے میں ملکوں ملک پھری ہوں۔ مگر جو بھر مار اور حیرت انگیز کثرت بجلی کی روشنی کی میں نے گھروں۔ بازاروں شہروں۔ فیکٹریوں اور حد ہے کہ جگہ جگہ صحراؤں میں عرب میں دیکھی ہے اس کی مثال کہیں نہیں۔ اور یہ نہیں کہ کبھی کبھار جشن یا خوشی پر۔ ہر دن ہر رات یہی چراغاں نظر آتی ہے۔ بعض جگہ تو کچھ بھی نہیں کھلے میدان میں برساتی پودوں کی طرح بجلی کے قمقمے اُگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ روشنی کے اس سیلاب میں وہاں کے سٹورز دکانیں۔ ہوٹل۔ کیفے جگمگ جگمگ کرتے ہیں۔ یہ سٹورز دُنیا بھر کے بہترین ساز و سامان۔ مال و متاع۔ کپڑے لتّے۔ کھانے پینے اوڑھنے اور جدید آرائشوں اور مشینوں سے لے کر سونے چاندی اور جواہرات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان شہروں میں ہر ملک ہر خطۂ دنیا اور ہر مذہب و ملت کے انسان چلتے پھرتے، رہتے نظر آتے ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ روپے اور کمائی کی ضرورت اور کشش انسان کو کہاں سے کہاں لئے پھرتی ہے۔ شہر کی بڑی بڑی سڑکوں اور بازاروں میں شام کو تو ایک بین الاقوامی میلے کا گمان ہوتا ہے۔

لیکن میں جب بھی اس سب دنیاوی شان و شوکت اور نگاہوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی کو دیکھتی ہوں تو مجھے اس کی ایک طرف بالکل گہنائی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ دین وہاں سے پھیلتا نظر نہیں آتا۔ اس میں شک نہیں کہ عرب ـ ـ ـ ـ بذاتِ خود بہت پکے اور پابند دین ـ ـ ـ ـ ہیں۔ وہاں کی ایک خوبی کی تو جس قدر تعریف ہو کم ہے۔ وہ یہ کہ جیسے ہی موذن کی صدائے اللہ اکبر فضا میں بلند ہوتی ہے حکومت کے حکم پر سب دنیاوی کاروبار بند ہو جاتے ہیں۔ خرید و فروخت ختم۔ اور دکانوں کی روشنیاں گل ہو جاتی ہیں۔ ہر کوئی نزدیک کی مسجد یا کھلی نماز کی جگہ کا رُخ کرتا ہے نماز ہو جانے پر پھر کاروبارِ دنیا چل پڑتے ہیں۔ پابندی سے پانچ وقت یہی نقشہ نظر آتا ہے لیکن ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ان میں کوئی بھی ایسا مبلغ ـ ـ مجھے نظر نہیں آتا جو دین کو پھیلانے اور دوسری قوموں میں دین سکھانے کا کام کرتا ہو۔

قدرت کا قانون ہے کہ جو چیز ترقی نہ کرے۔ نہ بڑھے۔ نہ پھیلے وہ آہستہ آہستہ سکڑ کر اور محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ دُنیا کے کئی مذہب اسی باعث یا تو محدود یا مٹ کر رہ گئے۔

لیکن باوجود اس کے کہ دنیا کی مسلمان سلطنتیں اور طاقتیں اجتماعی طور پر اشاعت دین نہیں کرتیں۔ دین پھر بھی اللہ کے فضل سے دنیا میں پھیل رہا ہے۔ مشرق سے نکل کر مغرب اور دنیا کے دور دراز کونوں کو چھو رہا ہے۔ اس کی وجہ معلوم کرنے کی فکر میں حال کو چھوڑ کر ماضی کی گہرائی میں جھانکنے کو۔ ع

"میں نے سر کو جو جھکایا تو مجھے یاد آیا"

وہ ایک "مقدس انسان" جس نے دین کی خاطر اس وقت ایک آواز بلند کی جب یہ ہر طرف سے خطرے میں گھرا ہوا تھا۔ وہ وقت جب چودھویں صدی کی ابتداء میں اس پر ایک بہت ہی نازک اور پُر خطر وقت آ گیا تھا۔ تمام دُنیا میں ـ ـ ـ دنیاوی طاقتیں گر گئی تھیں۔ سب سے بڑی مسلمان سلطنت مغل امپائر ہندوستان میں ختم ہو گئی تھی۔ دوسری مسلمان سلطنتوں کا بھی حال بُرا تھا۔ اپنی بے بسی اور کس مپرسی میں عام لوگ مذہب کی طرف سے غافل تھے۔ رہے علماء۔ مولوی مُلّا تو وہ آپس میں اُلجھنے اور ان جھگڑوں میں پڑے تھے کہ آمین نماز میں بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ سے۔ پاجامہ پاؤں کے ٹخنے سے کتنا اونچا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ذرا ذرا

یہی بات پر اچھے خاصے کلمہ گو کافر قرار دیدیئے جاتے تھے۔ اس غفلت نے دین کو دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیت کے لئے ایک بہت پرکشش نشانہ بنادیا تھا عیسائیت جو ہمیشہ سے دین کو سب سے بڑا رقیب اور اپنے لئے خطرہ سمجھتی تھی۔ سب سے بڑا ہتھیار دین کے خلاف ان کے ہاتھ میں [illegible] ۔ ۔ ۔ یہ عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح کو جسم سمیت زندہ اللہ میاں نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ جہاں سے وہ چودہویں صدی میں دوبارہ دنیا میں اتریں گے اور ۔ ۔ ۔ مدد کریں گے۔ دین کو فتح دلوائیں گے اور اس طرح حضرت مسیح کو ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلعم پر یہ برتری مل گئی کہ ہمارے نبی کریم صلعم تو وفات پاگئے مگر حضرت مسیح زندہ اور دین کی مدد آکر انجام دیں گے۔"

یہ دین پر سخت خطرے اور بے بسی کا نازک وقت تھا۔ لوگ غافل تھے مگر خدا کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ وہ یوں کہ ہندوستان کے ایک دور دراز کونے میں ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان میں جہاں نہ پکی سڑکیں تھیں۔ نہ بلند و بالا عمارتیں۔ نہ بجلی کی روشنی وہاں ایک تن تنہا بندے کو مشیت ایزدی نے چنا کہ وہ دین کو بچانے کے لئے کھڑا ہو اور اس مقدس انسان کا نام حضرت مرزا غلام احمد صاحب تھا۔

آپ نے نہ صرف بذریعہ تحریر و تقریر دین کا دفاع کیا بلکہ تمام عیسائی اور آریہ سماج مشنریوں کو مقابلے پر بلایا کہ وہ رُو در رُو ہو کر ان سے بذریعہ دلائل حقائق اور قرآن اور ان کی اپنی کتابوں کی تحریروں سے مقابلہ کریں۔ بجائے جھوٹا پروپگنڈا پھیلانے اور ناواقف لوگوں کو بہکانے کے۔ ان کی اس للکار پر اول تو کوئی آیا نہیں اور آیا تو آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن کی آیات اور تاریخ کی شہادت سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح ہر انسان اور دوسرے پیغمبروں کی طرح وفات پاچکے ہیں اور کشمیر میں ان کا مزار ہے۔ رہا یہ کہ حضور نبی کریم صلعم کی احادیث میں چودہویں صدی کے مجدد کو مسیح موعود کہا گیا ہے تو وہ اس مناسبت سے کہ چودہویں صدی کا مجدد دین کے خلاف عیسائیت کے چڑھتے ہوئے طوفان کا زور توڑ دیگا۔ وہ وعدے کا مسیح خود حضور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کے شیدائیوں اور غلاموں میں سے ہوگا اور وہ خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب تھے۔ آپ کے بعد واقعات نے ثابت کردیا کہ آپ کے دعوے سچے تھے۔ آپ کی تحریر و تقریر سے عیسائیت کی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ اب خود عیسائی تاریخ دان اس حقیقت کو مان گئے ہیں کہ حضرت مسیح فوت ہوچکے ہیں اور کشمیر میں مدفون ہیں۔ ویسے بھی چودہویں صدی ختم ہوگئی۔ مگر حضرت مسیح تو زندہ جسم سمیت آسمان سے اترتے کسی کو نظر نہ آئے۔ آتے بھی کیسے۔ آنے والا تو بر وقت ۔ ۔ ۔ کے فرزندوں اور حضور کے غلاموں میں سے آچکا تھا۔

دوسری خدمت حضرت مرزا صاحب کی یہ تھی کہ آپ نے اپنے مریدوں کو بتایا کہ آپس میں چھوٹی بے کار باتوں پر الجھنے کا نام دین کی خدمت نہیں بلکہ دین کا پیغام حق لے کر مغرب اور دور دراز ملکوں میں نکل جانا اور خدا کے متلاشی بندوں کو یہ سیدھا راستہ دکھانا ہے۔

اسی مقصد کے لئے آپ نے احمدیہ انجمن لاہور ۔ ۔ ۔ کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا قائم مقام قرار دیا کہ آپ کے بعد خدمت دین و [illegible] قرآن کا کام جاری رہے۔ جب سے یہ انجمن اپنی دھن میں لگی ہوئی ہے اور آج جگہ جگہ یورپ اور امریکہ میں اس کے مشن کام کر رہے ہیں۔ اور یوں مجھ پر کھلا کہ دین کو پھیلانے والے دین کے فدائی اور عاجز بندے حکومتوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ آج ایک ایسے ہی خدا کے کھڑے کئے ہوئے خادم دین حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی یاد میں میں اپنا یہ حقیر نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ آپ کے نمونہ سے فائدہ اٹھا کر ہم سب سچے خادم دین بن سکیں۔

تحریک جہیز فنڈ

مکرم و محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کی تحریک پر مجلس منتظمہ نے بروئے رزولیوشن ۲۲۰ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۸۹ء فیصلہ فرمایا تھا کہ۔

" صیغہ اغراض عام میں ایک مد "جہیز فنڈ" قائم کرکے اس کے لئے ایک لاکھ روپے بجٹ میں رکھا جائے۔ یہ رقم اپیل کے ذریعے اکٹھی کی جائے اور وصول شدہ رقم کا خاص ڈیپازٹ اکاؤنٹ کھولا جائے اور اس کے منافع سے نادار بچیوں کے بیاہ شادی میں امداد مہیا کی جایا کرے" یہ فیصلہ۔

اخبار پیغام صلح میں شائع شدہ تحریک "جہیز فنڈ" کی وضاحت میں ارسال خدمت کرکے ملتمس ہوں کہ۔

اس کار خیر کے لئے اپنے عطیہ کو صدقہ جاریہ بناتے ہوئے جلد از جلد توجہ فرمائیں کیونکہ اس کام کو شروع کرنے کے لئے آپ کی طرف سے امداد کا انتظار ہے اور نیک طرح یہ اخراجات مشروط بآمد ہیں۔

امید ہے فوری توجہ دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

منصور احمد

جنرل سیکرٹری انجمن

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو شخص مجھے ان چھ باتوں پر عمل کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں

(۱) بدکاری سے بچو (۲) بدنظری نہ کرو (۳) ظلم نہ کرو (۴) سچ بولو (۵) وعدہ پورا کرو (۶) امانت میں خیانت نہ کرو

بقیہ ہمارے کرنے کے کچھ کام

اطفال الاحمدیہ اور بنات الاحمدیہ کے عہدیداران اور ممبران سے گذارش ہے کہ وہ اپنی تنظیموں کو منعقد و فعال بنائیں تنظیم و تربیت کے پروگرام وضع کریں اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں جماعتوں کے واسطے حضرات اور صدر و سیکرٹری صاحبان بھی دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے جماعتی فلاح و صلاح کے کاموں میں لِلّٰہ فی اللہ ذوق و شوق سے حصہ لیں رابطہ احباب کو مؤثر بنائیں جماعتی اخبار و رسائل اور کتب و لٹریچر کے مطالعہ کا مناسب انتظام کریں جماعتی کاموں کی روئیداد وغیرہ جماعتی اخباروں کو بغرض اشاعت بھجوائیں۔ اس طرح اہل علم و قلم حضرات اپنے رشحات قلم ارسال فرما کر قلمی جہاد میں حصہ لیں۔ اہل ثروت احباب مالی جہاد کے غنیمت موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہماری جماعتی تاریخ قربانیوں سے معمور ہے۔ بڑا چھوٹا مرد اور عورت ایک ایک فرد بڑھ چڑھ کر مالی ایثار کا قابل رشک نمونہ پیش کرتا رہا ہے۔ یہ ہماری جماعت کی ایک روایت اور پہچان ہے، مروجہ قائم ماہوار چندہ کے علاوہ ماضی میں انجمن کی جاری کردہ مختلف مالی مدات مثلاً خواتین فنڈ، بچت فنڈ، بچوں کا فنڈ وغیرہ کی بحالی کی بھی ضرورت ہے۔ ان فنڈوں کے قیام سے افراد جماعت کے جماعتی کاموں میں بالفعل شرکت کی تحریک ہوتی ہے۔

فی الآخر جماعت کے باہمی رشتہ شادی بیاہ کے نظام کو بحال کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ اس پہلو میں جماعت کے خانگی حالات کو کافی فکر مندیوں کا سامنا ہے اس ضمن میں جماعتی بھائی چارے اور باہمی اخوت و مودت کے جذبات کو تحریک کرنے کی سعی کرنی چاہیئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

اس باخدا کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیں

(اعظم علوی)

★

آیا خیالِ یار ہوئے زخمِ دل ہرے — اب نقشِ ماسوا کا بھلا کون دم بھرے
ہوں آستانِ یار کے پہلو میں سر دھرے — فکرِ سخن ہے اور مضامین کے پرے

کیوں کام دے نہ مجھ کو قلم ذوالفقار کا
لکھنے لگا ہوں حال میں اک شہسوار کا

وہ شہسوارِ عرصۂ دینِ (آخری) — سرچشمۂ صداقت و عرفان و آگہی
لایا تھا اپنے ساتھ جو افضالِ ایزدی — آیا تھا بن کے مظہرِ انوارِ احمدی

جو شہسوار، شاہِ اُمم کا غلام ہے
ہاں! وہ مسیحِ وقت ہمارا امام ہے

وہ دورِ یاس و بیم کا غیروں کا شور و شر — کاشانۂ حبیب سے بھٹکی ہوئی نظر
قرآں کو رکھ کے طاق میں (مومن) تھا بیخبر — اُف بے کسی کہ حاملِ جنت ہو در بدر

ایسے میں لایا سطوتِ (ایمان) کا پیام
فرمایا دین کا ہوں مجدّد ہیں لا کلام

آیا ہوں دینِ حق کی حفاظت کے واسطے — قرآن کی جہاں میں اشاعت کے واسطے
فرمانِ مصطفٰے کی صداقت کے واسطے — محبوبِ کبریا کی نیابت کے واسطے

خادم ہوں میں اُسی کا جو ہے رسالت کا آفتاب
"من نیستم رسُول نے آوردہ ام کتاب"

اسرارِ بے خودی کو کیا جس نے واشگاف — اور تار تار کر دیے ظلمت کے سب غلاف
غیروں کا ذکر کیا ہوئے اپنے بھی سب خلاف — وہ شیر مرد کہتا رہا پھر بھی صاف صاف

"بعد از خُدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بُود بخُدا سخت کافرم"

قلب و نظر میں نورِ بصیرت لیئے ہوئے — اپنے جگر میں جوشِ ارادت لیئے ہوئے
جذبِ فلاح و شوکتِ ملّت لیئے ہوئے — سینے میں آسمانِ محبّت لیئے ہوئے

قرآن لے کے ہاتھ میں جو وقت آگیا
حق پورے اہتمام سے باطل پہ چھا گیا

وہ انتہائے شوق میں ڈوبی ہوئی نظر — تسکینِ قلب و نورِ ارادت سے بہرہ ور
لے کر پیامِ شوق جو پہنچی اِدھر اُدھر — ہر باخبر جو ساتھ ہوا اس کے ہم سفر

اس کو خیالِ دُوریٔ منزل نہ رہ سکا
مومن بنا وہ حاملِ باطل نہ رہ سکا

اے (علوی) آکہ نورِ صداقت کا ساتھ دیں — اِس باخدا کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیں

★

اسمعوا صوت السّمآء جآء المسیح جآء المسیح

کلام :- حضرت بانیٔ سلسلہ

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زِندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اَب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں مِلّت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّو وقار

اسمعوا صوت السّمآء جآء المسیح جآء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس بعقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جلد ۷۳ بتاریخ ۷ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۹۰ء شمارہ ۱۳

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

جماعت میں باہمی اتفاق و محبت کی ضرورت

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے ...... یہی تعلیم دی ہے کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑا ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو، برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔

کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ رضؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے اور اس کا انجام اچھا نہیں۔ میں ایک کتاب بنانے والا ہوں اس میں ایسے تمام لوگ الگ کر دیئے جائیں گے جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوتی ہے .... اور اس طرح پر کینہ کا وجود پیدا ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہو گی وہ ضرور ہو گی تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض کا قلع قمع نہ کیا جاوے مرض دفعہ نہیں ہوتا۔

میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہو گی باہمی عداوت کا سبب کیا ہے بخل ہے، رعونت ہے، خودپسندی ہے اور جذبات ہیں۔

میں نے بتلایا ہے کہ میں عنقریب ایک کتاب لکھوں گا اور ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشا کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اس کو سرسبز نہیں کر سکتی بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔

(تصنیفات سلسلہ احمدیہ)

کلام الامام

حُسن و خُلق و دِلبری بر تو تمام

اے خُدا اے چارۂ آزارِ ما — اے علاج گریہ ہائے زارِ ما

اے خُدا۔ اے ہمارے دُکھوں کی دوا۔ — اور اے ہماری گریہ و زاری کا علاج

اے تو مرہم بخش جانِ ریشِ ما — اے تو دلدار دلِ غمگینِ ما

تُو ہماری زخمی جان پر مرہم رکھنے والا ہے — اور تو ہمارے غم زدہ دل کی دلداری کرنے والا ہے

از کرم برداشتی ہر بارِ ما — وز تو از بار و بر اشجارِ ما

تُو نے اپنی مہربانی سے ہمارے سب بوجھ اُٹھا لئے ہیں — اور ہمارے درختوں پر میوہ اور پھل تیرے فضل سے ہے

حافظ و ستّاری از جود و کرم — بے کساں را یاری از لطفِ اتم

تُو ہی مہربانی اور عنایت سے ہمارا محافظ اور پردہ پوش ہے — اور کمال مہربانی سے بےکسوں کا ہمدرد ہے

بندۂ درماندہ باشد دل تپاں — ناگہاں درماں بر آری از میاں

جب بندہ مغموم اور درماندہ ہو جاتا ہے — تو تُو فوراً وہیں سے اس کا علاج پیدا کر دیتا ہے

عاجزے را ظلمتے گیرد براہ! — ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ

جب کسی عاجز کو رستے میں اندھیرا گھیر لیتا ہے — تو یکدم اس کے لئے سینکڑوں سورج اور چاند پیدا کر دیتا ہے

حُسن و خُلق و دلبری بر تو تمام — صحبتے بعد از لقائے تو حرام

حُسنِ اخلاق اور دلبری تجھ پر ختم ہیں — تیری ملاقات کے بعد پھر کسی سے تعلق رکھنا حرام ہے

آں خردمندے کہ او دیوانہ است — شمع بزم است آنکہ او پروانہ است

وہ عقلمند ہے جو تیرا دیوانہ ہے — اور وہ شمعِ بزم ہے جو تیرا پروانہ ہے۔

ہر کہ عشقت در دل و جانش فتد — ناگہاں جانے در ایمانش فتد

ہر وہ شخص جس کے جان و دل میں تیرا عشق داخل ہو جائے — تو اس کے ایمان میں فوراً جان پڑ جاتی ہے

عشقِ تو گردد عیاں بر رُوئے او — بُوئے تو آید ز بام و کوئے او

تیرا عشق اُس کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے — اور اس کے مکان اور کوچہ سے تیری خوشبو آتی ہے

صد ہزاراں نعمتش بخشی ز جود — مہر و مہ را پیشش آری در سجود

تو اس کو اپنے کرم سے لاکھوں نعمتیں بخشتا ہے — سورج اور چاند کو اس کے سامنے سجدہ کرواتا ہے

خود کُنی و خود کُنانی کار را — خود دہی رونق تو آں بازار را

تُو آپ ہی کام کرتا ہے اور آپ ہی کرواتا ہے — اور آپ ہی اس بازار کو رونق دیتا ہے

خاک را در یکدمے چیزے کُنی — کز ظہورش خلق گیرد روشنی

مٹی کو تو یکدم ایک قیمتی چیز بنا دیتا ہے — تاکہ اس کے ظہور سے مخلوقات روشنی حاصل کرے

ہر کسے چوں مہربانی مے کُنی — از زمینی آسمانی مے کُنی

جب تُو کسی پر مہربانی کرتا ہے — تو اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے

صد شعاعش میدہی چو آفتاب — تا نماند طالبِ دیں در حجاب

اس کو آفتاب کی مانند سینکڑوں شعاعیں بخشتا ہے — تاکہ متلاشیٔ دین اندھیرے میں نہ رہے۔

تا ز تاریکی بر آید عالمے — تا نشاں یابند از کویت ہمے

تاکہ ایک عالم اندھیرے سے نکل آئے — تاکہ لوگ تیرے کُوچے کا پتہ لگا لیں

* * *

پندرہ روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ یکم جولائی ۱۹۹۰ء

حج — مساواتِ انسانی اور بین الاقوامی اتحاد کا مظاہرہ

اسلام بین الاقوامی مذہب ہے اور اس کے نزدیک تمام انسان رنگ و نسل اور زبان و وطن کے امتیازات سے بالاتر ایک وحدت اور مساوات کا حکم رکھتے ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے کان الناس اُمۃ واحدۃ (البقرۃ رکوع ۲۶) یعنی تمام انسان ایک ہی جماعت ہیں اور دوسری جگہ فرمایا یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ (الحجرات رکوع ۲)، اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا، یہ سب انسانوں کو خطاب ہے جس میں بتایا ہے کہ پیدائش کے لحاظ سے وہ سب کے سب مرد و عورت ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس حقیقت انسانی میں قبائلی اور گروہی امتیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ ہم نے صرف باہمی تعارف پیدا کرنے کے لئے (نہ کہ کسی برتری کی غرض سے) تم میں مختلف شاخیں اور قبیلے بنا دیئے اور جہاں تک ایک دوسرے پر برتری کا تعلق ہے اس کے متعلق فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک رنگ و نسل اور زبان و وطن کا امتیاز کوئی حیثیت نہیں رکھتا، یہ تمام امتیازات صرف باہمی تعارف کے لئے ہیں۔ بلحاظ انسانیت تمام لوگ باہم مساوات رکھتے ہیں۔

یہی بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمام نسلِ انسانی کی طرف پیغام ہدایت لے کر آئے حجۃ الوداع کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمائی، فرمایا لافضل لعربی علے اعجمی ولا لاعجمی علے عربی الا بتقویٰ اللہ، کسی عرب قوم کو غیر عرب پر کوئی فضیلت حاصل نہیں نہ کسی غیر عرب کو عرب قوم پر فضیلت حاصل ہے فضیلت صرف تقویٰ اللہ سے حاصل ہوتی ہے، خواہ کوئی عرب ہو یا غیر عرب، جو بھی متقی ہوگا، اسی کو اللہ کے نزدیک فضیلت حاصل ہوگی۔

یہ وہ اعلان ہے جس کا عملی نظارہ ہر سال مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر نظر آتا ہے جہاں پاکستانی، افریقی، مصری، شامی، رومی، عراقی، پنجابی، پٹھان، بلوچ، سندھی، ایرانی، کابلی وغیرہ تمام اقوام کے لوگ جو مختلف وطنوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں، کالے ہیں یا گورے ایک ہی بن سلے لباس میں شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور عرفات کے میدان میں جمع ہو کر لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کہتے ہوئے خدائے واحد کے آگے اپنی عبودیت کا اقرار کرتے اور مساوات انسانی اور بین الاقوامی اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ خصوصیت اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں، اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے آج دنیا جنگ و جدال اور باہمی منافرت کے ناپاک جذبات میں مبتلا ہے، اور تو اور خود لوگ بھی جنکو وحدت انسانی کا یہ عظیم الشان سبق پڑھایا گیا تھا، ہر سال مکہ معظمہ میں وحدت و مساوات کا عملی مظاہرہ کرنے کے باوجود قبیلوں اور رنگ و نسل کے امتیازات اور مذہبی تفرقہ میں بٹ کر ایک دوسرے کے گلے کاٹنا، اور گردن زدنی قرار دینا اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، یہی نہیں کئی لوگ عام طور پر حج کے ذریعہ اپنے گناہوں کی معافی کا سرٹیفکیٹ حاصل کر کے جب واپس آتے ہیں تو پھر انہی گناہوں، اسی لوٹ مار، اتلاف حقوق باہمی، سمگلنگ اور اشیاء میں ملاوٹ کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں (الا ماشاء اللہ) جو حج کی خوبیوں اور اس کی اصل غرض و غایت کو ملیا میٹ کرنے کا موجب ہے۔ حکومت پاکستان اس بات کا فخریہ اعلان کر رہی ہے کہ اس نے امسال [illegible] ہزار پاکستانیوں کو حج کا موقعہ فراہم کیا ہے جن میں عوام الناس کے علاوہ حکومت کے بعض ارکان اور مختلف [illegible] پارٹیوں کے لوگ بھی شامل ہیں، یہ فی الواقعہ خوشی کی بات ہے، لیکن سب سے بڑی خوشی یہ ہوگی کہ یہ سب لوگ حج سے واپس آنے کے بعد ہر قسم کے قبائلی اور نسلی و وطنی امتیازات سے بالاتر ہو کر اسی وحدت و مساوات کو اپنا شعار بنائیں جس کا مظاہرہ حج میں کر چکے ہیں، اور باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لے کر اور ایک دوسرے سے برادرانہ تعلقات پیدا کر کے حکومت کے معاملات میں اختلافی امور کو صلح و اتحاد کے ساتھ طے کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

حج کا ایک اور بھی پہلو ہے، جو ایمان باللہ کو تقویت دینے کا موجب ہے، ایک وقت تھا، جب یہی مکہ معظمہ ایک ویران اور بے آب و گیاہ وادی کی حیثیت رکھتا تھا، اس وقت خدا کے ایک بندہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اپنی زوجہ محترمہ (حضرت ہاجرہؑ) اور اپنے ننھے فرزند (حضرت اسمٰعیلؑ) کو اس ویران وادی میں لا بسایا اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات۔ میں نے اپنی ذریت کو اس ویران اور بے آب و گیاہ وادی میں جس میں کوئی زراعت کی پیداوار میسر نہیں لا کر بسایا ہے تاکہ یہ نماز پڑھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکر گذار ہوں۔ اور پھر دعا فرمائی رب اجعل ھٰذا بلدا اٰمنا وارزق اھلہ من الثمرات من اٰمن منھم باللہ والیوم الاٰخر۔ اے میرے پروردگار اس وادی کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس میں رہنے والوں کو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائیں پھلوں سے رزق عطا فرما، اور اللہ تعالےٰ نے جواب میں فرمایا ومن کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الیٰ عذاب النار وبئس المصیر، جو کفر کرے گا اس کو بھی تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے آگ کے عذاب میں مبتلا کروں گا اور یہ برا ٹھکانا ہے۔

آج وہی وادی غیر ذی زرع اس دعا کی قبولیت کا عملی ثبوت پیش کر رہی ہے، دنیا کا کوئی پھل نہیں جو وہاں نہ ملتا ہو، ہر قسم کے رزق سے اللہ تعالےٰ نے اسے مالا مال کر رکھا ہے اور امن کی یہ حالت ہے کہ کوئی چوری چکاری نہیں، کوئی جنگ و جدال نہیں، دوکاندار دکانیں کھلی چھوڑ کر ادائے نماز کے لئے چلے جاتے ہیں اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہاں سے کوئی چیز اٹھا سکے، کیا یہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور اس کی قدرت کا کھلا ثبوت نہیں؟

ایک اور دعا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس وقت فرمائی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں کھڑی کر رہے تھے، وہ یہ تھی، ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۔ اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیج جو ان کو تیرا پیغام پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائے اور انہیں پاک کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ کس قدر خدا تعالےٰ کا فضل اور کرم ہے کہ اس نے اپنے ان مخلص بندوں کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ہزاروں سال بعد اسی مکہ معظمہ میں وہ رسولؐ مبعوث کیا جو دنیا جہان کی طرف پیغام ہدایت لے کر آیا، اس نے امی ہونے کے باوجود کتاب و حکمت کے ایسے اعلیٰ درس دیئے جو دنیا کو محو حیرت کرنے کا موجب ہیں اور یہی نہیں اس قوم کو جو ہر قسم کی بدیوں میں مبتلا تھی، ایسا پاک کر دیا کہ وہ اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے دنیا کے رہنما بن گئے۔

پھر اسی مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان حاجیوں کو دوڑایا جاتا ہے جو اس بزرگ عورت (حضرت ہاجرہؑ) کی یادگار ہے، جنہوں نے اس غیر ذی زرع وادی میں خدا کے حکم سے سکونت اختیار کرنے کے بعد اپنے ننھے بچے اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں ان دو پہاڑیوں پر دوڑ لگائی تھی اور آخر کار اللہ تعالےٰ نے وہاں ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا، جس کا پانی اسمٰعیلؑ ہی کو نہیں ہزارہا سال سے تمام اہل مکہ اور دیگر مخلوق الٰہی کو سیراب کر رہا ہے حاجیوں کا ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا اس بزرگ عورت کی یاد کو تازہ کرتا اور احکام الٰہی کی تعمیل اور راہ خدا میں قربانی کرنے والی صنف اناث کی عظمت کو دلوں میں بٹھاتا ہے۔

ایک اور واقعہ سن لیجئے، جب وہ ننھا بچہ اسمٰعیلؑ جوان ہوا تو حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اسے ذبح کر رہے ہیں، آپ نے اس جوان سے مشورہ کیا کہ میں نے خواب میں ایسا دیکھا ہے تمہاری کیا رائے ہے، اس جوان نے کہا اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم ہوا ہے کر گذر، اور باپ نے عملاً بیٹے کو لٹا کر اسے خدا کی راہ میں ذبح کرنے کے لئے چھری اٹھائی تو اللہ تعالےٰ نے ان کی اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے سے روک دیا اور اس کے بجائے حج کے موقعہ پر بکروں، گائے اور اونٹ وغیرہ کی قربانی رائج کر دیا۔ جو دنیا کے ہر حصہ میں ذی استطاعت [illegible] ہر سال ادا کرتے ہیں، جس سے انہیں یہ سبق دیا جانا مقصود ہے کہ وہ بھی ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی طرح اپنے سفلی جذبات اور خواہشات کو قربان کر کے اللہ تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کو اپنا شعار بنائیں۔

یہ ہے حج اور یہ ہے عید، جو ہر سال [illegible] مناتے ہیں کیا اچھا ہو اگر حج اور عید کی خوشیوں کے

جماعتی خبریں

* اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حسب معمول خدمات دین و جماعت میں مصروف ہیں احباب کرام ان کی صحت و درازیٔ عمر کے لیے دعائیں جاری رکھیں ماہ مئی و جون میں ہونے والی مختلف تقاریب میں آپ نے شمولیت فرمائی۔ گیانا جماعت کے محترم عالم شاہ صاحب سے ملاقات فرمائی اور جماعتی دلچسپی کے اہم امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔ محترم عالم شاہ صاحب مع اپنی اہلیہ پہلی بار مرکزی انجمن میں تشریف لائے تھے وہ مختصر قیام کے بعد واپس بخیریت تشریف لے گئے ہیں انہی ایام میں ہالینڈ کے مولانا عبدالرحیم جگو صاحب بھی تشریف لائے تھے۔

* وفات:

جماعت تلپاٹن کے مستعد و مخلص دوست مکرم الحاج عبدالرشید تجا لہ بعمر ۸۸ سال ماہ فروری میں رحلت فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پیشے کے اعتبار سے سکول ٹیچر تھے۔ انہیں مذاہب عالم پر گہرا عبور حاصل تھا۔ پچاس و ساٹھ کے عشرے میں انہوں نے دی لائٹ کے لیے بیش قیمت مضامین لکھے انہوں نے اپنے علمی و عملی نمونہ سے بہت سے نوجوانوں کو دین کی سچی راہ پر لگایا اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

* جکارتہ جماعت کی سرگرم رکن محترمہ سوکارسی کریم ۷۰ سال کی عمر میں انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نے مسلسل بیس سال تک جکارتہ جماعت کے مرکز دفتر اور پریئر ہال کی نگرانی کے فرائض بڑی باقاعدگی لگن محنت اور خلوص کے ساتھ ادا کیے مرحومہ ہمارے محترم بھائی ڈاکٹر بنکنگ صاحب کی والدہ تھیں۔ ڈاکٹر صاحب دارالکتب الاسلامیہ فاؤنڈیشن کے سابق سیکرٹری اور جکارتہ جماعت کے سابق چیئرمین ہیں۔ احباب ان کی روح کے ایصال ثواب اور مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔

* جون کے پہلے عشرے میں انجمن کی مجلس معتمدین کا اجلاس امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ایدہ اللہ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں اراکین مجلس نے شرکت فرمائی، مرکزی انجمن کے سالانہ بجٹ کے ساتھ ساتھ جماعت کے دیگر امور و معاملات پر بھی غور و خوض ہوا۔

* وفات حسرت آیات

ہمارے محترم بھائی ماسٹر عبدالسلام صاحب و عبدالقیوم صاحب ہیڈ کلرک انجمن کے والد بزرگوار قاسم علی بعمر ۹۳ سال ۱۸ مئی بروز جمعہ انتقال فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے حضرت امیر ایدہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کے جسد خاکی کو احمدیہ قبرستان دارالسلام میں سپرد خاک کیا گیا۔ دیگر جماعتوں کے احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

* تقریبات یوم حضرت مسیح موعود

مئی کے آخری عشرے میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے یوم وصال کے سلسلہ میں مرکزی انجمن و دیگر جماعتوں اور ان کی ذیلی تنظیموں نے تقریبات کا اہتمام کیا جن میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے مقام و کام پر روشنی ڈالی گئی اور آپ کی خدمات دینیہ پر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ تقریبات کی روئیداد موصول ہونے پر حسب موقعہ شائع ہوتی رہیں گی۔

* ماہنامہ لائٹ:

انجمن کے انگریزی ماہنامہ "دی لائٹ" کے دو شمارے بابت ماہ اپریل و مئی ۹۰ء پیش نظر ہیں۔ اپریل کی اشاعت کے سرورق پر سرینام میں ہوئے والی احمدیہ کنونشن کے موقعہ پر دیئے جانے والے "تارد احمدیت ایوارڈ" کی خوبصورت تصویر ہے جبکہ مندرجات میں اداریہ کے علاوہ حضرت مولانا محمد علیؒ، ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب انگلستان، محترمہ مسز الفت محمد صاحبہ مکرم مولانا حافظ شبر محمد صاحب خوشابی، جناب جوہان آفندی انڈونیشیا، کلام محمد آزاد کے لائق قدر مضامین شامل ہیں۔ جائزوں، تبصروں کے ساتھ ساتھ پاکستان و بیرون ملک کی خبریں بھی درج ہیں اس شمارے کا دلچسپ اضافہ وہ صفحہ ہے جس میں بیرون ملک جماعتوں کے محترم دوستوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے مزید برآں جنوبی افریقہ کے معروف مقدمہ کی عدالتی روئیداد بھی لائق مطالعہ ہے۔ مئی کے شمارے کے سرورق پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ملفوظات درج ہیں مندرجات میں اداریہ اور دیگر مضامین سمیت مفصل فیچر شامل ہیں۔

* وفات

بریگیڈیئر عبداللطیف شہید کی والدہ منورہ بی بی صاحبہ ۱۴ مئی ۱۹۹۰ء کو انتقال فرما گئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہمارے بھائی محترم مسعود اختر صاحب کا لکھا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ احباب مرحومہ کی مغفرت کے لیے غائبانہ نماز جنازہ ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

* تحریک دعا

محترم ملک عزیز الرحمن صاحب لاہور اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ان کی دائیں آنکھ پر مونیا اتر آیا ہے لکھنے پڑھنے میں دقت پیش آرہی ہے احباب سے دعائے صحت کی استدعا ہے۔

* شبان الاحمدیہ لاہور کی تقریب یوم مسیح موعود

شبان الاحمدیہ لاہور کی طرف سے مورخہ ۱۸ مئی بروز جمعہ یوم مسیح موعود کے سلسلہ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ عامر عزیز صاحب نے تلاوت کلام پاک کی شبان الاحمدیہ لاہور کے جنرل سیکرٹری عثمان نذیر (راقم الحروف) نے ملفوظات مسیح موعود پڑھے۔ محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب تقریب کے مہمان خصوصی تھے بچوں کے درمیان درثمین خوش الحانی سے پڑھنے کا مقابلہ ہوا۔ اس میں بچوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا منصفین کے فیصلہ کے مطابق اول سعیدہ ضیاء، دوم طیب انوار احمد اور سوم عائشہ انور قرار پائے۔ پھر بچوں کے درمیان ایک تقریری مقابلہ ہوا عنوان تھا "سیرت مسیح موعود" اس میں بھی بچوں نے حصہ لیا۔ اس مقابلہ کے نتائج کے مطابق اول طیبہ نوار احمد، دوم فائزہ جمیل، سوم: سعیدہ ضیاء رہے۔

شبان الاحمدیہ کے مابین بھی ایک تقریری مقابلہ ہوا۔ اس کا عنوان بھی "سیرت مسیح موعود" تھا۔ اول: اکرم احمد صاحب، دوم: عامر عزیز صاحب، اور سوم کاشف انور صاحب کو قرار دیا گیا۔ بعد ازاں مہمان خصوصی نے حاضرین سے خطاب کیا اور اول دوم سوم آنے والے بچوں کو انعامات تقسیم کیے۔ حاضرین کی تواضع مشروبات سے کی گئی۔

عثمان نذیر
جنرل سیکرٹری شبان الاحمدیہ لاہور

"تم مجھے چھ چیزوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔
۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) عہد کرو تو وفا کرو (۳) بدکاری سے بچو (۴) بدنظری سے بچو
۵۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو (۶) امانت میں پورے اترو"

(حدیث نبویؐ)

از : حضرت حکیم الامت مولینا نورالدینؓ

خطبہ عیدالاضحیٰ

(فرمودہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۹ء)

ہر ایک قوم میں کچھ دستور، رسمیں اور عادات ہوتے ہیں۔ منجملہ ان کے میلے بھی ہیں جن کا متمدن اور غیر متمدن دونوں قوموں میں رواج ہے۔

میلے کے دن، خوراک، لباس، میل و ملاقات میں خاص اور نمایاں تبدیلی ہوتی ہے۔

یہ فطرتی چیز تھی مگر اس میں بڑھتے بڑھتے ہوا و ہوس کو بہت دخل ہو گیا۔

بہت سے میلے تجارت کی بنیاد پر قائم ہیں۔ میں نے ہندوستان میں تجارت کے ایسے میلے دیکھے ہیں چنانچہ ہر ہفتے کسی نہ کسی گاؤں میں میلہ ہوتا ہے اور اسے گزری کہتے ہیں وہاں دس دس بارہ بارہ کوس کی چیزیں جمع کر لیتے ہیں۔

بعض تو اپنے گزارے کے لیے میلہ لگاتے ہیں۔ بعض خاص چندے یا نذر و نیاز کے حصول کے لیے اور بعض محض اپنی عظمت و جبروت کے اظہار کے لیے۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جہاں بڑے بڑے احسانات ہیں، ان میں میلوں کی اصلاح بھی ہے چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی اس لیے ان کو ضائع نہیں کیا۔ صرف اصلاح کر دی۔ اور وہ یوں کہ جہاں ہر رسم و رواج کو اللہ تعالےٰ کی تعظیم اور شفقت علی خلق اللہ کے نیچے رکھ لیا۔ وہاں ان میلوں میں بھی یہی بات پیدا کر دی۔

مثلاً عید کا میلہ ہے آپؐ نے اس میں اول تو تکبیر کو لازم ٹھہرایا اور خدا کی تعظیم کے اظہار کے لیے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں۔ صفات میں اکبر سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں۔ اور جامع جمیع صفات کاملہ ہونے کے لحاظ سے اللہ سے بڑھ کر اس مفہوم کو کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔

مخلوق پر شفقت کرنے کے لیے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں حبہ، جاوے کہ اس کو ادا کرے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تاکہ مسکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ پھر یہ عید ہے اس میں مساکین وغیرہم کے لیے سید الطعام لحم، یعنی گوشت کی مہمانی کی ہے۔

پس کیا ہی مستحق ہے صلوٰۃ و سلام کا وہ رسولؐ جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لیے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرائض جو انسان کے ہیں اور جو فرائض مخلوق کی نسبت ہیں ان کو پورا کریں مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو۔ ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔

عید میں تنگی نہیں کی بلکہ فرمایا کہ اگر جمعہ و عید اکٹھے ہو جائیں تو گاؤں کے لوگوں میں جو باہر سے شریک ہوئے ہیں جمعہ کے لیے انتظار کی تکلیف نہ دی جائے۔

وحدت کا مسئلہ بھی خوب سکھایا ہے پہلے تو ہر محلے کے لوگوں کو پانچ بار (جامع) میں اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دفعہ گاؤں کے لوگوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کا ارشاد کیا۔ پھر سال میں عیدین ہیں جن میں مومنوں کا اجتماع لازم ٹھہرایا۔ پھر ساری دنیا کے لیے مکہ مقرر فرمایا جہاں کل جہان کے اہل استطاعت (لوگ) مل کر دعا کریں۔

قربانی جو عیدالاضحیٰ کے دن کی جاتی ہے اس میں بھی ایک پاک تعلیم ہے اگر اس میں مدنظر وہی امر ہے جو جناب الٰہی نے قرآن شریف میں فرمایا: لن ینال اللّٰہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔

قربانی کیا ہے یہ ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم پڑھ سکتے ہیں۔ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں وہ ھو یطعم ولا یطعم ہے ایسا پاک اور عظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے نہ گوشت کے چڑھاوے اور لہو کا۔ بلکہ وہ ہمیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ اور ادنیٰ اعلیٰ کے لیے قربان ہوتا ہے۔

کل دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنےٰ چیز اعلےٰ کے بدلے میں قربان کی جاتی ہے یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔

ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کو سانپ زہریلا کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جاوے تاکہ کل جسم زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔ گویا انگلی کی قربانی تمام جسم کے بچاؤ کے لیے کی جائے۔

۲۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آ جاوے تو جو کچھ ہمارے پاس ہو اس کے لیے قربان کرنا پڑتا ہے۔ گھی، آٹا، گوشت وغیرہ قیمتی اشیا اس پیارے کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

۳۔ اس سے زیادہ عزیز ہو تو مرغے مرغیاں حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کیے جاتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر گائے اور اونٹ تک بھی عزیز مہمان کے لیے قربان کر دیئے جاتے ہیں۔

۴۔ میں نے اپنی طب میں دیکھا ہے کہ وہ تو میں جو جائز نہیں سمجھتیں کہ کوئی جاندار قتل ہو وہ بھی اپنے زخموں کے کئی سینکڑوں کیڑوں کو مار کر اپنی جان پر قربان کر دیتی ہیں

۵۔ اس سے اوپر چلیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ لوگوں کو اعلےٰ کے لیے قربان کیا جاتا ہے مثلاً چوہڑے ہیں آج عید کا دن ہے مگر ان کے سپرد بھی وہی کام ہے بلکہ صفائی کی زیادہ تاکید ہے گویا ادنیٰ کی خوشی اعلےٰ کی خوشی پر قربان ہوئی۔

۶۔ ہندو گئو رکھشا بڑے جوش سے کرتے ہیں۔ لداخ کے ملک میں دودھ تک نہیں پیتے۔ کیونکہ یہ بچھڑوں کا حق ہے اور یہاں کے ہندو تو دھوکہ دے کر دودھ لیتے ہیں مگر پھر بھی اس سے اور اس کی اولاد سے سخت کام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے کاموں کے لیے انہیں مار مار کر درست کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔

۷۔ ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لیے اور وہ افسر اعلےٰ افسر کے لیے اور اعلےٰ افسر بادشاہ کے بدلے میں قربان ہوتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے اس فطرتی مسئلہ کو برقرار رکھا اور اس قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ اعلےٰ کے لیے قربان کیا جاوے۔

۸۔ محبت میں انسان بے اختیار ہوتا ہے مگر اس میں بھی قربانیوں کا ایک سلسلہ ہے چنانچہ محب بھی بتدریج محبوبوں کے مراتب رکھ کر ایک کو دوسرے پر قربان کرتا رہتا ہے۔ اپنا پیسہ یا جان محبوب ہے۔ مگر دوسرے محبوب پر قربان کر دینے میں عذر نہیں۔ انسان کو مال کی محبت ہے۔ بی بی کی محبت، بچوں کی محبت ہے یار و آشنا کی محبت، امن و چین کی محبت ہے۔ اللہ کی کتابوں، اللہ کے رسولوںؑ سے محبت ہے۔ سچے علوم سے بھی محبت ہے۔ ان تمام محبتوں کے مراتب ہیں اور ادنیٰ کو اعلےٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔

میں نے جو آیات پڑھی ہیں ان میں اللہ کا نام ہے رحمٰن کا نام ہے، رحیم کا نام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ۱۱۴ دفعہ قرآن شریف میں بیان کیا ہے۔ ہر (مومن) کو اس کلمہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ایک بار اللہ، رحمٰن، رحیم فرما کر پھر تفصیل کے لیے اللہ کے ساتھ رب اور رحمٰن اور رحیم کے ساتھ مالک بڑھا دیا ہے جس پر غور کرنے سے معلوم

ہوا ہے کہ اللہ ان قربانیوں کی طرف اشارہ فرما رہا ہے۔

اللہ کا لفظ معبود کے لیے ہے۔ معبود عبادت کو چاہتا ہے اور عبادت کیا ہے پرلے درجے کی محبت، پرلے درجے کا تذلل، پرلے درجے کی اطاعت اور ان باتوں کا پتہ مقابلہ میں لگتا ہے۔ ایک شخص ایک طرف حکم کرتا ہے اور دوسری طرف خدا، تو اب جو شخص خدا کے حکم کی طرف سبقت کرے گا اس نے گویا خدا کی اطاعت پر دوسروں کی اطاعت کو قربان کر دیا۔

انسان محتاج ہے کھانے پینے کا، مکان کا، غرض ذرے ذرے میں خدا کے حضور اس کی احتیاج ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا کہ انتم الفقراء الی اللہ ھو الغنی حقیقی غنی اللہ کی ذات ہے اور سراپا احتیاج انسان۔ جو احتیاج میں ہے اس کے برابر کوئی ذلیل نہیں۔ اسی لیے حکم ہے اسے خدا کے حضور تذلل کا، پھر انسان اپنے وجود میں اپنے بقا میں دفع امراض میں، رنج و راحت، عسر و یسر، غرض ہر حالت میں اللہ کا محتاج ہے۔

پس اللہ کا نام انسان کو یہ سمجھاتا ہے کہ حقیقی معبود، حقیقی مطاع، حقیقی غنی وہی ذات ہے اور حقیقتاً محتاج، حقیقتاً ذلیل، حقیقتاً مطیع وہ انسان ہے جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور جو اپنے بقا میں ہر آن اس کے فضل کا محتاج ہے اس فضل کے جذب کے لیے اطاعت فرض ہے۔

اب اس کی اطاعت کی راہیں معلوم کرنے کے واسطے نبیؐ کی ضرورت ہے کیونکہ جب ایک انسان دوسرے انسان کی رضامندی کی راہیں معلوم نہیں کر سکتا تو اس ورا الورا ذات کی رضامندی کی راہیں کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں۔ سوا اس کے کہ وہ خود ہی بتائے۔ چنانچہ اس نے نبوت کا سلسلہ قائم کیا جس کے لیے کارخانے ہیں۔ اس میں کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے عام مخلوق کی محبت انبیاءؑ کی محبت پر قربان کی جاتی ہے۔ اسی طرح انبیاءؑ کی محبت اللہ کی محبت پر قربان کرنی پڑتی ہے۔ تمام انبیاءؑ نے الوہیت کے مسئلہ پر بڑا زور دیا ہے مگر میں نے اکثر واعظوں کو دیکھا ہے کہ وہ خدا کی عظمت و جبروت کے اظہار کے لیے وعظ نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض کا منشا تو یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو رُلا دیں۔ بعض اس بات میں اپنا کمال سمجھتے ہیں کہ ایک روایت سے رلائیں اور دوسری سے ہنسا دیں۔

ابتدائی زمانے میں ایک کتاب میرے پاس تھی جس کا نام تھا بحر ظرافت، ایک مولوی واعظ ہمارے ہاں آئے انہوں نے مجھے کہا یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں نے کہا اسے آپ کیا کریں گے۔ اس میں تو محض تمسخر ہے۔ آپ نے کہا کہ وعظ میں ایک کمال ہنسانے کا ہے جو اس کے ذریعے پورا ہو جائے گا۔ بعض وعظ کا کمال اس میں سمجھتے ہیں کہ ان کے وعظ کے آخر میں کوئی شخص اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ان کے مذہب میں شامل ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وعظ میں عبودیت کا رنگ ہو۔ اللہ کی کتاب پڑھی جاوے۔ اس کی حقیقت بتائی جاوے اور پھر اس کی تعلیم سے دل اس قسم کے بنائے جائیں جو اس تعلیم کے ساتھ مطہر و پاک ہو جائیں۔ ایک بھی ہزار لوگوں میں سے ایسا پیدا ہو جاوے تو غنیمت ہے بلکہ اکسیر احمر ہے۔

بہت سے لوگ ہیں جو امیر ہیں۔ بہت سے لوگ اخلاق ظاہر کرتے ہیں چندے بھی دیتے ہیں بہت سے خوشامد کرتے ہیں اور ایسے ایسے بھاری لقب دیتے ہیں جو شاید ہماری نسل میں سے کسی کو نہ دیے گئے ہوں۔ مگر وہ آدمی جو فرمانبرداری میں غرق اور کسی بات کی پرواہ نہ کرے وہ ملے تو بے نظیر اکسیر ہے۔ فرمانبرداری بڑی اعلیٰ صفت ہے۔ ہاں یہ سمجھ لے کہ جو حکم دیا گیا ہے وہ مال عزت، دین کو نقصان پہنچانے والا تو نہیں یا قرب الٰہی سے دور کرنے والا تو نہیں۔ ایسے شخص کے پاس کبھی ہرگز نہ بیٹھنا چاہیئے۔

اسی طرح اس کے آگے ربوبیت کا درجہ ہے ہم نہ تھے اس نے ہمیں وجود بخشا۔ زندگی دی۔ بیان سکھایا۔ قویٰ دیئے۔ میں اپنے قویٰ پر خود ہی حیران ہوں اور میرا دل رقص میں آجاتا ہے۔ کہ اس نے مجھے کان دیئے ہیں آنکھیں کیسی عطا کی ہیں۔ زبان کیسی دی ہے دماغ کیسا دیا ہے کہ ساری دنیا قربان ہو جائے۔ پر میرے مولیٰ کی بڑائی ہو جاوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت بخشی ہے۔ کہ میرے کسی گوشہ میں آپؐ کی تعلیم آپؐ کی اولاد، آپؐ کی آل سے ذرا بھی بغض نہیں رہا۔ میں نے اتنی تاریخیں پڑھی ہیں۔ خارجی شیعہ رافضی کی۔ مگر پھر بھی کسی صحابیؓ سے مجھے رنج نہیں۔ نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویؓ سے نہ کسی آل اولاد سے رنج ہے اور یہ خدا کا فضل ہے اور اسی کی ربوبیت کی شان سے ہے۔

حضرت صاحب یعنی ہمارے مرزا صاحب فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میں نے چاہا جیسے اور صوفیوں نے کتابیں لکھی ہیں میں بھی لکھوں۔

چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔ مگر خدا کے انعامات کی اتنی برسات میں نے دیکھی کہ شرم سے میرا قلم رک گیا۔ فرمایا کہ اگر برسات کے قطروں کو گن سکتا ہے تو خدا کے احسانات کو بھی گن سکے گا۔ چنانچہ خدا نے فرمایا: ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ ان احسانات میں سے ایک وحدت بھی ہے جس کی نسبت فرماتا ہے کہ اگر ساری زمین سونے چاندی کی بھر کر دے دو تو بھی یہ وحدت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس کا میں نے بھی تجربہ کیا ہے۔ ایک زمانہ میں میرے پاس ہزار روپیہ آتا تھا اور مجھے روپے کی محبت ہرگز نہیں۔ میں اپنی تعریف نہیں کرتا بلکہ اس کے فضل کا اظہار۔

یہ لوگ جو بطور شاگرد میرے پاس رہتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ ان کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے اردگرد بیٹھے رہتے ہیں اور واحدات میں خلا ملا رکھتا ہے ان سے پوچھو لوکہ مال میں میرا مولیٰ کیسا متکفل ہے اور میں اس معاملہ میں اس کی ربوبیت کے بہت بہت سے عجائبات دیکھ چکا ہوں۔

اسی ربوبیت کے چشمے کا فیضان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا نبیؐ ہم میں آیا۔ پھر وہ مذہب ملا جس کی حمایت و نصرت کے لیے ہر صدی میں یقیناً امام آئے۔ جن کی تعلیم دیکھ کر ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کیسے قدم بقدم چلایا ہے اماموں کے متعلق ایک مذہب ہے کہ پچاس برس کے بعد ایک امام آتا ہے۔ دوسرا مذہب ہے کہ پچیس برس کے بعد وہ تعلیم رسالت پناہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ خیر یہ بھی اسی کی ربوبیت کا تقاضا ہے۔

غرض اس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا۔ وجود سے بقا۔ پھر عقل و فہم و ذکا۔ پھر اعضا صحیحہ عطا کیئے۔ پھر ہمیں توفیق دی کہ ہم [illegible] ہوئے۔ میں نے بڑے بڑے ذہین اور ہوشیار آدمی (دین) سے متنفر دیکھے ہیں جن کو میں نے عجیب عجیب طور سے قائل کیا ہے مگر دین کی توفیق نہیں ملی۔ پس توفیق بھی نعمت ہے جناب الٰہی سے [illegible] دیکھا ہے بعض کو دین کا شوق نہیں اور اگر ہے تو ذہن اس قابل نہیں یا ذہن تو ہے مگر سامان [illegible] تو ہے صحت نہیں صحت تو ہے کوئی اور مشکل ہے۔ مثلاً دنیوی علائق کی وجہ سے فرصت نہیں جو فرصت ہے تو پھر یہ دقت ہے کہ کتابیں سچی نہیں ملیں۔ بعض کو توفیق ملتی ہے مگر ارادے میں ثبات نہیں۔ آج نماز کا شوق چرایا ہے زندگی وقف کرنے پر تلے بیٹھے ہیں مگر تھوڑے دن بعد کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ قول بلا عمل کیا ہستی رکھتا ہے۔ غرض سب باتیں موقوف ہیں فضل الٰہی پر جو ربوبیت کی صفت سے فیض لینے پر حاصل ہوتی ہیں۔

میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں بعض لوگ ہیں جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم کی ہے،

۱۔ وقت پر نہیں پہنچتے۔

رگ گل سے بلبل نے باندھا ہے خواں .....

ڈاکٹر خورشید عالم ترین کے قلم سے

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور احمدیت

مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۸۷۲ء تا ۱۹۴۴ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کا شمار برصغیر ہندوپاک کے جید علماء اور مفکرین میں ہوتا ہے آپ نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس سلسلہ میں سالہاسال وطن سے بے وطن ہوئے۔ مسلک کے لحاظ سے آپ دیوبندی تھے لیکن ہٹ دھرم، متعصب اور متشدد نہ تھے۔ مروج تنگ نظری، رجعت پسندی اور جمود آشنا فرسودہ ذہنیت سے سخت نالاں اور بیزار تھے۔ اُن کی یہ بیزاری کبھی کبھی مفادات کا رنگ اختیار کر لیتی۔ خود فرماتے ہیں۔

"دیکھو مجھے دیوبند سے کتنی محبت ہے۔ اور میں کتنا سخت دیوبندی ہوں میں مولانا محمد قاسم اور حضرت شیخ الہندؒ کا نام لیتے نہیں تھکتا۔ مجھے ان بزرگوں سے حد عقیدت ہے اور میں اپنی علمی اور دینی زندگی کو انہیں کا فیض سمجھتا ہوں۔ آپ بھی دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ اور دیوبند کا نظام نظامِ تعلیم اُسی فرسودہ ڈگر پر چل رہا ہے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ موجودہ دیوبندی بعض لغویات میں مبتلا ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر یہی حالات رہے اور دیوبند میں ضروری اصلاح نہ ہوئی تو اس دارالعلوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

میں ان لغویات کے خلاف آواز اُٹھاتا ہوں جن کی زد ان اشخاص پر پڑتی ہے۔ وہ اپنے مفادات کی خاطر مجھے دیوبند کا دشمن، گمراہ اور سرپھرا قرار دیتے ہیں حالانکہ میں دیوبند کا بھلا چاہتا ہوں اپنے استادوں کے لگائے ہوئے پودے کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس فیضِ علمی و دینی کو جاری و ساری دیکھنے کا آرزو مند ہوں۔ میرے نزدیک ضروری اصلاحات کے بغیر یہ چیزیں ممکن نہیں۔"

(افادات وملفوظات۔ ص ۱۷۶)

حق پسندی اور حق گوئی کے معاملے میں مولانا سندھیؒ کسی پس و پیش، مصلحت یا مسلکی دباؤ کو آڑے نہ آنے دیتے۔ "قُولُوا قَولاً سَدِیداً" کی مجسم تفسیر تھے۔

پچھلے دنوں "مولانا عبید اللہ سندھی کے سیاسی مکتوبات" اور "افادات وملفوظات حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ" نامی دو کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ "سیاسی مکتوبات" پروفیسر محمد اسلم، اُستاد شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی لاہور کی ہمت اور سعی کا نتیجہ ہے۔ اسلم صاحب کو اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں جن مشکلات و مزاحمتوں سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ خاصی حوصلہ شکن اور صبر آزما تھیں۔ پروفیسر موصوف کا بیان ہے کہ۔

"مولانا سندھی کے خطوط سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ موصوف اپنے دل میں قادیانیوں اور خصوصاً لاہوری احمدیوں کیلئے ایک نرم گوشہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ان خطوط میں حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد علی لاہوری کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا برملا اعتراف کیا ہے۔ بلکہ ایک موقع پر تو وہ یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ ہجرت سے قبل وہ مولوی محمد علی سے ملے تھے۔ اور اُن کے مشورے اب تک ان کے کام آرہے ہیں ....

مولانا سندھی کے ان خطوط کی اشاعت ایک سرکاری ادارے نے منظور کر لی تھی لیکن اسی "نرم گوشہ" کی بنا پر اس ادارے کے سربراہ گھبرا گئے آج بھی ایک دوست نے ایسے خطوط کو، جن میں قادیانیوں کے ساتھ ملاقاتوں کا ذکر ہے۔ گول کر جانے کا مشورہ دیا ہے۔ لیکن میں مولانا سندھی کے خیالات پر سنسر لگانے کا حامی نہیں ہوں۔ گو میں ان کے خیالات سے متفق نہیں ہوں۔ لیکن انہیں شائع نہ کرنا دیانتداری کے خلاف سمجھتا ہوں۔" (مکتوبات ص-۱۲)

پروفیسر اسلم کے جمع کردہ مکتوبات کو "ندوۃ المصنفین سمن آباد۔ لاہور" نے شائع کیا ہے۔ "افادات وملفوظات" پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامع ملیہ اسلامیہ دہلی کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہے جس کو سندھ ساگر اکادمی لاہور نے چھاپا ہے۔ دونوں ہی کتابوں میں جابجا احمدیت کا ذکر ہے اس سے قبل کہ ہم اصل موضوع کی طرف آئیں مولانا سندھیؒ کی تصنیفات، تحریرات اور ملفوظات کے بارے میں پروفیسر اسلم کا یہ نوٹ نقل کر دینا فرض سمجھتے ہیں۔

"مولانا سندھیؒ کی اب تک جتنی تصانیف شائع ہوئی ہیں وہ سب امالی ہیں۔ وہ خود بہت کم لکھتے تھے اور جب کوئی مضمون ذہن میں آتا تو وہ دوسروں کو املا کروا دیتے تھے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی مسئلہ پر اظہار کرتے تو سامع گھر جا کر اسے اپنے الفاظ میں قلمبند کر لیتا۔ اس لئے اُن کے ملفوظات بڑی احتیاط سے پڑھنے چاہیں۔"

یہ بات مشہور ہے کہ مولانا سندھی کے بعض تلامذہ نے اپنے خیالات کے اظہار کیلئے موصوف کا نام استعمال کیا ہے۔" (مکتوبات سندھی۔ ص ۱۱)

اس پس منظر میں وہ مقامات ملاحظہ ہوں جہاں مولانا سندھیؒ نے احمدیت اور بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مولانا سندھیؒ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کسی بھی دعویٰ کے قائل نہ تھے۔ اس کے باوجود آپ حضرت مرزا صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

(۱) "ایک صاحب سندھ میں مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم جو اس عمر میں اتنی دور دور کی باتیں سوچ رہے ہو کیا ان کے ہونے کا کوئی امکان بھی ہے ... میں نے جواب دیا ابھی کل کی بات ہے یہیں مرزا غلام احمد تھے ان کے زمانے میں مسلمانوں کی چند ضرورتیں تھیں اور اُس دور کے کچھ تقاضے تھے۔ مرزا غلام احمد نے قرآن اور اسلام کی خاص طرح سے تعبیر کر کے انہیں پورا کیا۔ انہوں نے قادیان میں ایک مدرسہ بنایا۔ لنگرخانہ کھولا۔ اور لوگوں کو اپنے ارد گرد جمع کیا۔ آج تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ ان کی ایک جماعت ہے۔ اور وہ کام کر رہی ہے۔ اس کا خاصا اثر بھی ہے ..... کیا تم سمجھتے ہو شاہ ولی اللہ کی تعلیمات مرزا غلام احمد کی تعلیمات سے بھی کم موثر اور کم دور رس ثابت ہوں گی۔ میرا کام تو صرف شاہ صاحب کی تعلیمات کا تعارف کرانا ہے۔

(افادات وملفوظات ص ۱۸۸-۱۸۹)

مطلب یہ کہ حضرت مرزا صاحب جس کام کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ اُسے پورا کر کے ہی واپس لوٹے تھے۔ نیز یہ کہ آپ کی پیدا

کردہ جماعت آج بھی دین کی بے لوث اور موثر خدمت انجام دیئے جارہی ہے میرے خیال میں ایک ایسے دیوبندی عالم سے جو مرزا صاحب کے دعاوی کا سرے سے ہی انکاری ہو، اس سے بڑھ کر داد تحسین ممکن نہیں۔

(ب) امام مہدی کے آنے کا ذکر کتابوں میں تو صدیوں سے ہی چلا آتا ہے۔ سید احمد (بریلوی۔ ناقل) صاحب کے دعویٰ مہدیت کے بعد امام مہدی کا عوام میں بھی بڑے زوروں سے چرچا ہونے لگا انگریز اس سے ڈرنے لگے۔ کیونکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے تو تمام کافروں کا صفایا ہو جائے گا۔ مسلمان پہلے کی طرح سب پر غالب آئیں گے اور تمام دنیا پر ان کی حکومت ہوگی۔۔۔۔۔

ایک طرف سید احمد صاحب کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ دوسری طرف انگریز کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ کوئی اور مہدی بن کر ان کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکا دے گا۔ ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو اس گورکھ دھندے سے نکالا جاتا۔ سرسید نے امام مہدی کے آنے کے بارے میں روایات کی تنقید کی۔ اور ثابت کیا کہ مہدی کے آنے کا عقیدہ بے سروپا اور غلط ہے چنانچہ اب مسلمانوں کو کسی مہدی کے آنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

اس قسم کے روایاتی ماحول اور امام مہدی کے انتظار کی فضا میں حضرت مرزا غلام احمد نے مہدی کے آنے اور نزول مسیح کے عقیدے پر بحث کی۔ اب بجائے اس کے کہ وہ سرسید کی طرح ان روایات کو موضوع قرار دیتے جیسی کہ وہ ہیں وہ خود مہدی اور مسیح بن گئے۔"

(ایضاً۔ ص ۳۵۱)

اس مقام پر پروفیسر محمد سرور مولانا سندھی کا یہ جملہ بھی لائے ہیں۔

" میں امام یا مہدی کے القاب کا سخت مخالف ہوں۔ اس طرح کے القاب سے انسان کے دماغ میں اپنے بارے میں کچھ زعم سا آجاتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو دوسروں سے فائق و برتر سمجھنے لگتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۵۰)

ان عبارتوں سے پروفیسر سرور غالباً یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت خود ساختہ تھا اس کے پیچھے ان کا جذبہ تفوق و سیادت کارفرما تھا۔ اس ضمن میں ہندو پاک کے مایہ ناز انشاء پرداز زبردست نقاد اور متعدد مذہبی، علمی اور ادبی کتب کے مصنف علامہ نیاز فتحپوری کا یہ اقتباس قابل دید ہے۔ لکھتے ہیں۔

" انہوں نے جس وقت احمدیت کی تبلیغ شروع کی اسی وقت صاف صاف کہہ دیا کہ ان کا مقصود اس تحریک سے صرف عملی تعلیمات (دینیہ) کو زندہ کرنا ہے۔ اور اس مقصود کی تکمیل میں دن رات منہمک ہے۔ آپ کو غالباً اس سے انکار نہ ہوگا کہ اس تحریک کے سلسلہ میں انہیں کن کن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری اور آخر کار اُن کا جذبہ خلوص اور صداقت کامیاب ہو کر رہا۔ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ لوگ مرزا صاحب کو بُرا کہتے ہیں صرف اس بنا پر کہ انہوں نے مہدی موعود، مثیل مسیح اور ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کبھی اس کا اعتراف نہیں کرتے کہ انہوں نے کیسی زبردست باعمل جماعت پیدا کردی۔"

(ماہنامہ نگار لکھنؤ۔ بابت اپریل ۱۹۶۰ء)

اس عنوان کے نیچے پروفیسر سرور کا وہ سوال ہے جو انہوں نے مولانا سندھی سے پوچھا تھا۔

" یہ جو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب انگریزوں کے ساختہ پرداختہ ہیں اور جیسا کہ غالب خود انہوں نے کہا ہے کہ میں انگریزوں کا خود ساختہ پودا ہوں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔"

اس کے جواب میں مولانا سندھی رح نے پہلے تو مفتوح اقوام کے اس مذہبی کٹڑپن کی وضاحت کی جو فاتح قوم کی حکومت کے دوام و استحکام کی راہ میں مزاحم بنتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔

" اسی زمانے میں سرسید پیدا ہوئے اُن کی دُور رس نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ برطانوی حکومت آنی جانی چیز نہیں۔ وہ ایک طویل عرصے تک برسرِاقتدار رہے گی اس لئے اگر مسلمانوں کو اسی ملک میں عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنا ہے تو انہیں لازماً انگریزوں سے تعاون کرنا چاہیئے۔ اس وقت اس کی پہلی شرط یہ تھی کہ انگریزوں کے طور طریقوں کو مذہبی نقطہ نظر سے جو اس قدر مردود اور خلافِ اسلام سمجھا جاتا تھا یہ تعصب دُور ہو۔ چنانچہ سرسید نے اسے دُور کرنے کی دعوت دی (یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس قسم کا کوئی سمجھوتا روا نہ رکھا ۔ ناقل) ۔ یہ سرسید کا ذاتی فکر تھا اور خود ان کے غور و تدبر کا نتیجہ۔ لیکن سرسید کا یہ اقدام برطانوی حکومت کے لئے مفید تھا۔۔۔"

اب یہ کہنا کہ سرسید انگریز کے آدمی تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو انگریزوں کے ہاتھ بیچ دیا تھا ٹھیک نہیں ہے۔ اُن کا اپنا ایک مستقل فکر تھا۔ وہ اُسے اسی زمانے میں مسلمانوں کیلئے مفید سمجھتے تھے۔ اتفاق سے اس فکر سے انگریزی حکومت کو وقتی طور پر تقویت ملتی تھی۔۔۔

مولانا نے اس الزام کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

خریدے ہوئے لوگ تحریکوں کے بانی نہیں ہوتے جو شخص دوسروں کے ہاتھ میں بک سکتا ہے وہ کسی تحریک میں جان پیدا نہیں کرسکتا ایک تحریک میں جان وہی ڈالتا ہے جس کے خود اندر سے اس تحریک کیلئے جذبہ اُٹھتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان افراد کے اردگرد ایسے لوگ جمع ہو جائیں جو بکے ہوئے ہوں اور بانیٔ تحریک بھی غیر شعوری طور پر ان کے خیالات کا اثر لے اور ان کے دام میں پھنس جائے۔

سرسید نے اس مذہبی کٹڑپن کو توڑنے کیلئے دلیل و برہان اور مشاہدہ و تجربہ کو ذریعہ بنایا۔۔۔۔ مرزا صاحب نے اس کے لئے مذہب ۔۔ سے کام لیا۔۔۔ حضرت مرزا صاحب کی اس تحریک کے پیچھے ایک راز بھی تھا۔ آپ کی روحانی آنکھ کو مستقبل کا وہ نظارہ کروایا گیا تھا جس کی خالی جھلک پالینا بھی مادی آنکھ کے لئے ممکن نہیں۔ ملکہ وکٹوریہ کے زمانے میں ہی خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو خبر دی تھی۔

" سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال "

دونوں کے سامنے اجنبی حکومت کے خلاف مسلمانوں میں جو مذہبی و قومی تعصب تھا اس کی وجہ سے ان کو جو نقصان پہنچ رہا تھا اور آگے چل کر اس سے مزید نقصان پہنچنے کا جو اندیشہ تھا اُسے دُور کرنا تھا۔۔۔"

اس موضوع پر "مکتوبات" میں بھی بحث ملتی ہے وہاں مولانا سندھی رح رقمطراز ہیں۔

" دو قسم کے مسلمان عالم ہیں۔ ایک سیاسی طاقت ہاتھ میں لینا اسلام کی اشاعت کیلئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اس کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔ مانا کہ وہ ناکام ہوئے ہیں۔ مگر قابلِ ملامت نہیں۔ دوسرے محض وعظ و تبلیغ سے تمام کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ انہیں اپنا کام کرنے سے کوئی نہیں روکتا۔۔۔"

سرسید نے مسلمانوں میں سیاسی جدوجہد کیلئے نئی تعلیم رائج کرنے کیلئے انگریزوں سے اتحاد

...... مسلمانوں میں اشاعتِ اسلام کیلئے بیداری پیدا کرنے کے لئے قادیان کے بزرگوں نے انگریزوں سے اتحاد بنایا.... آپ جانتے ہیں کہ قرآن شریف مولانا ابوالکلام نے بھی پڑھا ہے اور ان کی سیاسی جدوجہد بھی غالباً قرآن کے احکام کی تعمیل میں ہوگی۔ انہیں ہندوؤں سے اتحاد کرنا پڑتا ہے۔ میں بھی اگر اسی سلسلہ میں اپنا نام داخل کر دوں تو میرے نزدیک مثلاً روس سے اتحاد ضروری ہے۔ اب اگر کوئی جماعت اسی مقصد کیلئے انگریزوں سے اتحاد کرتی ہے تو ان پر کیا الزام عائد ہو سکتا ہے) ۔ ایک مقصد کیلئے مختلف نظریات پر لوگ کام کر رہے ہیں۔ ہر ایک کو کام کرنے کا موقع دینا چاہیئے۔ خدا جانے کس طریق سے کامیابی ہوتی ہے۔ (ص ۵۱ ۵۲)

(۲)
حکیم الامّت علامہ نورالدین رح

پروفیسر اسلم نے ان کے متعلق یہ فٹ نوٹ دیا ہے۔

"حکیم نورالدین بھیروی (م ۱۹۱۴ء) مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ اوّل تھے۔ ان کی وفات پر قادیانی جماعت دو حصّوں میں بٹ گئی۔ مولانا سندھی انہیں بہت بڑا عالم سمجھتے تھے اور ہجرت سے قبل ان سے قادیان جا کر ملے تھے" (مکتوبات ص ۴۵)

مولانا سندھی کی ملفوظات میں حضرت علامہ نورالدین کا متعدد جگہ ذکر ملتا ہے۔ چند اہم اقتباس حاضر ہیں:۔

(۱) "بعض دفعہ لوگ مولانا (سندھی) سے جب وہ حرم (کعبہ) میں بیٹھے ہوتے۔ کچھ بےڈھب سے سوال بھی کر بیٹھتے تھے۔ باتوں باتوں میں مولانا نے ایک بار فرمایا کہ حکیم نورالدین بہت بڑے عالم قرآن تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب غصے میں آگئے اور بڑے ناراض ہو کر کہنے لگے۔ کہ مولانا! وہ تو قادیانی تھے۔ مولانا مسکرائے اور بڑے تحمل سے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ حکیم نورالدین قادیانی نہ تھے میں نے جو بات کہی ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے" (ص: ۳۳)

(ب) "دوسرے دن میں نے مولانا کے مکان پر اُن سے حکیم نورالدین کے بارے میں مزید تفصیل چاہی۔ فرمانے لگے کہ میں حکیم صاحب سے قادیان میں متعدد بار ملا۔" واقعی وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے۔ میں تم سے کہوں۔ ہندوستان سے باہر میں کئی اسلامی ملکوں میں رہ چکا ہوں۔ اور یہاں مکہ معظمہ میں مختلف ملکوں سے بڑے بڑے مسلمان علماء آتے رہتے ہیں۔ مجھے ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک علوم قرآن کا اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا جتنے حکیم نورالدین تھے۔ (ص ۳۴)

(ج) ڈاکٹر فضل الرحمٰن سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے بتایا کہ ایک دفعہ مولانا سندھی ہمارے مکان واقع چوبرجی لاہور میں آکر رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد مولانا شہاب الدین صاحب اور مولانا سندھی ایک ہی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ اور دونوں میں کافی دوستی تھی۔ دونوں بزرگ ایک دفعہ ایک ساتھ حکیم نورالدین صاحب سے ملنے قادیان گئے تھے۔ (ص: ۱۲۷)

(د) "نیز یہ عقیدہ کہ قرآن کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں حکیم نورالدین کا تھا۔ اور مولانا سندھی کا بھی یہی عقیدہ تھا"۔ (ص۔ ۳۱۶)

(س) مولانا سندھی مولوی نورالدین کے عقلیت پسندی کے فکری رجحان پر بہت زور دیتے تھے ایک بار اس کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب سمجھدار تھے صاحب فہم تھے۔ ان کو قرآن پر بڑا عبور تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن کی تعلیمات کو جدید عقلی انداز میں دنیا کے معقولیت پسند انسانوں کے سامنے پیش کریں" (ص: ۳۰۴)

یہاں پروفیسر سرور کا ایک فٹ نوٹ بھی ہے جو یوں ہے۔

"لاہور کی جماعت احمدیہ کے امیر مولانا محمد علی نے قادیان سے لاہور منتقل ہو کر نورالدین کے اس کام کو پورا کیا ان کا انگریزی ترجمۂ قرآن دنیا کے ہر حصے میں پہنچا۔ اور اس کی بہت زیادہ نشر و اشاعت ہوئی۔ یہ ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر مولوی نورالدین صاحب ہی کے درسِ قرآن سے مستفاد ہے۔ مولانا محمد علی نے دراصل حکیم صاحب کے کام ہی کو آگے بڑھایا۔ (ایضاً)

مولانا سندھی "مکتوبات" میں لکھتے ہیں۔

(۱) آپ کو معلوم نہیں کہ میں نورالدین مرحوم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوا۔ آپ مولانا محمد علی اور مولانا نورالدین سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ مولانا مرحوم میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ اُن کی دعاؤں کو میں اپنے لئے ایک ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ محض اس وجہ سے میرے دیوبندی دوستوں نے میری تکفیر سے گریز کیا مگر میری محبت اس پارٹی سے کم نہیں ہوئی"
(ص ۴۵)

(ب) "آپ کو یہ بھی معلوم رہے کہ میں جناب مرزا غلام احمد کے دعاوی کو ایک ذرہ برابر بھی قیمت (وقعت!) نہیں دیتا اور مولانا نورالدین مرحوم کو علماء اسلام میں بہت بڑے درجہ پر مانتا ہوں مولانا نورالدین کا مرزا غلام احمد کو ماننا ہی ان کی ایک اجتہادی غلطی مانتا ہوں۔ اس لئے میں نورالدین کے خاص شاگردوں کی بہت عزّت کرتا ہوں میری اس تفریق کو جو لوگ نہیں سمجھتے وہ مجھے برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔" (ص: ۴۷)

(۳)
حضرت مولانا محمد علی رح

ان کے بارے میں پروفیسر اسلم نے یہ نوٹ لکھا ہے۔

"مولوی محمد علی لاہوری (م ۱۹۵۱ء) لاہوری احمدیوں کے امیر تھے۔ انہوں نے قرآن حکیم کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ موصوف کی وفات پر مولوی صدرالدین ان کے جانشین ہو گئے تھے۔ مولانا سندھی ہجرت سے قبل ان سے ملے تھے۔
(مکتوبات ص۔ ۳۷۔ حاشیہ)

مولانا سندھی لکھتے ہیں۔

(۱) "میں مولانا نورالدین مرحوم کے بعد مولانا محمد علی کی بہت عزّت دل میں رکھتا ہوں" (مکتوبات۔ ص ۲۰۴)

(ب) "میں ذاتی طور پر مولانا محمد علی اور ان کے کام کی بہت عزّت کرتا ہوں۔ مولانا صدرالدین سے مجھے زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ مگر آپ کے بتانے پر میں ان سے بھی محبت رکھتا ہوں۔ (ایضاً)

(ج) میں کابل آنے سے پہلے مولانا محمد علی سے خاص طور پر ملا۔ اور ان کی رائے بعض مسائل کے متعلق خاص طور پر حاصل کی۔ اور میں اُسے ایک سند کے طور پر مانتا ہوں۔" (ایضاً ص ۴۵)

ارشاداتِ خداوندی

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

"اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

مکرم جناب مرزا محمد لطیف صاحب شاہد

عیدالاضحیہ میں ایک عظیم الشان سبق

عیدالاضحیہ کی آمد آمد ہے۔ یہ ایک عظیم الشان سبق ہزار ہا سال سے یاد دلاتی ہے کہ کامل اور اصل انسان وہ ہے جو اس سبق پر کاربند ہو کہ کس طرح آج سے چار ہزار برس پہلے ایک باپ۔ ماں۔ بیٹا اس دنیا میں سب سے قیمتی چیز کو بغیر کسی حیل و حجت کے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

ایک شخص جن کے قدم بڑھاپے کی دہلیز پر ہیں ایسے موقع و حالات میں انسانی قوای طبعاً کمزور ہو جاتے ہیں اگلا گھر نظر آ رہا ہوتا ہے۔ پچھلوں کا فکر جوانی کے عالم سے بڑھ کر بار بار دستک دیتا ہے کہ ان کا کچھ کر کے جاؤ۔ وہ ایک رؤیا دیکھتے ہیں۔ جن کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ قال یابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصّٰبرین۔ فلما اسلما وتلّه للجبین وناد ینٰه ان یآبراهیم قد صدقت الرؤیا.... و فدینٰه بذبح عظیم۔ ... سلٰم علیٰ ابراهیم (الصٰفٰت ۳۷۔ ۱۰۲ تا ۱۰۹) کہ اپنے لخت جگر اسماعیل کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں ذبح کر دو۔ اور بچہ بھی اتنی عمر کا ہے کہ باپ کے ساتھ اگر چلے تو اس کے ساتھ قدم ملانے کے لئے بوجہ اپنے بچپن کے ذرا قدم تیز کر کے چلنا پڑتا تھا کہ اے میرے بیٹے میں تجھے اللہ کی رضا کی خاطر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

ذرا دل تھام کر سوچیں اور محاسبہ کریں!

نہ اس رؤیا کے دیکھنے سے باپ گھبراتا ہے نہ یہ سوچتا ہے کہ شاید قوای کی کمزوری کی وجہ سے ایسا خیال آیا ہو گا جس کو میں الٰہی اشارت سمجھتا ہوں۔ نہیں! حکم الٰہی کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور دوسری طرف زبردستی بھی نہیں کرتا۔ جیسے بعض اوقات ہمیں اپنے بچوں کو نیکی کی بات منوانے کے لئے برا اور دبانا پڑتا ہے۔ بیٹے سے مخاطب ہوتے ہیں کہ میں نے ایسی رؤیا دیکھی ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں باپ الٰہی فرمان پا کر کس طرح بیٹے کو بشاشت قلب سے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف بیٹا گھبراتا نہیں۔ ٹال مٹول سے کام نہیں لیتا۔ آنے والی نسلوں کے لئے ایک سنہرا سبق چھوڑتا ہے۔ عالمگیر صداقت سے سرشار قلب و دماغ سے ہمہ تن اطاعت گذار ہو کر باپ کے حضور عرض کرتا ہے۔

یابت افعل ما تؤمر

اے میرے والد محترم! آپ کو جس طرح خدا تعالیٰ نے مجھے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ فوراً اس حکم کو بجا لائیں۔ دنیا میں اولاد بعض اوقات زبان سے والدین کا حکم مان لینے کا اظہار کرتی ہے لیکن بجا نہیں لاتے یا کسی طرح اس کی اور طرح سے تعبیر کرتے ہیں یا کہتے ہیں کسی اور ذریعہ سے اس کو بجا لائیں۔ بلکہ دونوں اسلما ہو گئے۔ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ سلم کا لفظ سچی۔ کامل۔ ظاہری و باطنی ہر رنگ کی فرمانبرداری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ صرف زبان یا عمل کا اقرار نہیں۔

بعض اوقات ایسے نظارے بھی دیکھنے میں آتے ہیں

ظاہری طور پر قربانی کا اعلان کیا جاتا ہے لیکن عمل میں پس و پیش یا لیت و لعل سے کام لیا جاتا ہے یا یہ کہ لوگ کیا کہیں گے۔ ناک کی خاطر، جھوٹے وقار کی خاطر، چلو سوسائٹی میں چلنا جو ہوا۔ کر گزرو! لیکن دل ساتھ نہیں دے رہا ہوتا۔ یہاں تو دل بھی سچے خلوص سے تیار ہو جاتا ہے اور نوبت ایسی آجاتی ہے کہ ایک منٹ بھی زیادہ ہے۔ رشتہ حیات منقطع ہونے کے لئے ایک حرکت کی ضرورت ہے۔

لیکن ایک عالمگیر قانون قائم ہونے کا وقت آگیا۔

مذاہب عالم کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس واقعہ عظیمہ سے قبل انسانی جان مختلف رنگوں میں تقدس و تقرب، ایثار اور وفاداری کے اظہار کے لئے قربان کی جاتی تھی۔ ایک ایسا نمونہ پیش فرما کر کہ ہر رنگ میں اس کے لئے سچے دل سے آمادہ و تیار ہیں... قد صدقت الرؤیا کہ واقعی اطاعت و فرمانبرداری کا آپ نے حق ادا کر دیا ہے۔ یہ آپ نے ایسی قربانی دی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اور اب اس واقعہ عظیمہ جس میں اطاعت، فرمانبرداری کا ایسا بڑا سبق مضمر ہے تخلیہ و تنہائی میں جب انسان بیٹھ کر سوچے تو انسان پر ایک اور کیفیت طاری ہو جاتی ہے

اسوۂ ابراہیم و اسماعیل میں ایک دائمی سبق

ابراہیم و اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام ایک ایسا درس و نمونہ دنیا میں قائم کر گئے ہیں کہ رہتی دنیا تک یہ روشنی ہدایت یا تکمیل انسانیت کے مینار ہیں۔ یہ بھی دنیا میں ایک گھاٹی ہے۔ جب تک انسان اس کو عبور نہ کرے راہِ سلوک و جذب اور رضاء مولیٰ کا حقیقی وارث نہیں بن سکتا۔

لیکن عملاً کیا ہوتا ہے؟

اس سہل سبق میں جب انسان ایک جانور کو ذبح کرتا ہے دل میں یا ماحول میں ایسے رنگ میں پہچانا جاتا ہے کہ اس نے قربانی دی ہے۔ ایسا جانور تھا۔ یا اتنے جانور قربان کئے گئے۔ کیا کبھی غور بھی کیا جاتا ہے کہ وہ اسلما والی کیفیت کے بھی حامل تھے یا کہ نہیں۔ اور یہ مال کہاں سے آیا کس ذریعہ سے اسکو حاصل کیا گیا۔ قربانی دینے والے کی کیا نیت تھی۔ وہ مال کسی کا حق مار کر کسی کو نقصان پہنچا کر یا کسی کا دل دکھا کر تو حاصل نہیں کیا۔ اور پھر جب قربانی دی۔

تو اس کو کس طرح تقسیم کیا گیا۔ کہیں یہ تو نہیں کیا۔ سوچا کہ بھائی اپنے محکمہ کے افسر جس سے کوئی غرض ہے اس کا ڈر یاد کھاوا۔ اونچا اعلان تو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اور وہ لوگ جن میں اس کا اکثر حصہ تقسیم ہونا چاہیئے وہ تو محروم ہے اور جن میں ان کا حصہ جانا چاہیئے۔ تو اکثر حصہ کے حقدار بنے۔ اسلام ان افسروں تعلقداروں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ لیکن بحصہ رسدی!

ہاجرہؓ ایک عظیم خاتون

باپ و بیٹے دونوں نے بڑا اچھا نمونہ دکھایا۔ جتنا بھی ہم سوچیں گے اس میں ہمارے لئے ہدایت کی قندیل روشن سے روشن تر نظر آئے گی۔ لیکن ایک ایسی ہستی جسے عورت کہتے ہیں جس کا دائرہ محدود ہوتا ہے "قوی بھی کمزور ہوتے ہیں لیکن والد سے بڑھ کر کئی گنا بڑھ کر اولاد کی محبت کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ واقعی! ماں کی اولاد سے محبت ماپنے کا آج تک کوئی پیمانہ ایجاد نہیں ہوا۔ وہ اولاد کی خاطر اتنی بڑی قربانی دیتی ہے کہ اس کی مثال نہیں دی جا سکتی۔ مجھے ایک ماں کا ذاتی طور پر علم ہے کہ اپنے لخت جگر کی خاطر چالیس دن تک نہیں سوئی۔

جب اس کے امتحان کا وقت آیا۔ بظاہر اس نے موت کو قبول کر لیا۔ ویرانیوں کی آماجگاہ میں اپنا ڈیرہ ڈال لیا۔ نہ کوئی ساتھی نہ کوئی مونس و غمگسار۔ نہ کھانے کے اسباب نہ پینے کے لئے پانی۔ خاوند چھوڑ کر رخصت ہو رہا ہے۔ جب اس سے پوچھتی ہے کہ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ منہ سے بولتے کیوں نہیں بشریت بھی ساتھ ساتھ کام کر رہی ہے۔ آخری سوال یہ تھا کہ کیا خدا تعالےٰ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ منہ سے نہیں بولتے۔ صرف آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ قربان جائیے اس ہاجرہ رضی اللہ عنہا پر۔ لق و دق صحرا میں اونچی آواز سے بولتی ہے تاکہ خاوند بھی سن لے۔ مکہ کا ذرّہ ذرّہ گواہ رہے کہ اگر یہ بات ہے تو اذاً لا یضیعنا اللہ تعالےٰ۔ یہاں بھی تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اوپر اسلما تثنیہ کا صیغہ آیا تھا۔ باپ اور بیٹا پورے شرح صدر سے قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اب پھر تثنیہ کا صیغہ ہے آپ دیکھیا وادی میں ایک کمزور بچہ اور ماں۔ جو دونوں قدم قدم پر سہارے کے محتاج ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو جاؤ۔ خدا حافظ۔ فی امان اللہ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو کسی صورت میں ضائع نہیں کرے گا۔

واقعی! اسماعیلی درخت کو وہ پھل لگے اب تو ان کا شمار و حساب انسانی عقلوں سے تجاوز کر گیا ہے۔

لمحۂ فکریہ اور محاسبہ

پس اس مبارک موقع پر ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ ایمان پیدا کیا جائے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر تھا۔ عہد کیا جائے کہ ہم ابراہیمؑ کی اپنی عملی زندگی میں تقلید کریں گے۔ اسماعیلؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ اپنی اولادوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور حضرت ہاجرہؓ کی پیروی ہر عورت ہاجرہ بننے کی سعی کرے۔

پس عیدالاضحیہ ہر سال ہمیں یہ سبق دیتی ہے۔ لیکن ہم یہ سبق بھولے ہوتے ہیں۔ اس کو کبھی قریب بھی نہیں آنے دیتے۔ ہم نے کئی پیمانے بنا لئے ہیں۔ زبانی الفاظ۔ ظاہرداری کو اصل عید سمجھ کر اپنے دل کو واہ واہ سے خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ عید جو ایک عظیم الشان سبق لے کر ہمیں جگانے کے لئے آتی ہے ہم اس سے دور بلکہ بہت دور ہوتے جاتے ہیں اور پھر توقع کرتے ہیں کہ

شیریں ثمر

لگیں۔ یہ میٹھے پھل تو سچے دل سے اطاعت کرنے سے ہی لگیں گے۔

اے میرے مولیٰ! اپنے فضل سے ہمیں یہ روح اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق دے تاکہ ہم اس مقام کو حاصل کریں۔ جو انسانیت کی پیدائش کا مقصد عظمیٰ ہے۔

ــــ ٭٭٭ ــــ

قربانی اور عیدالاضحیٰ کے مسائل

۱۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا کھانا پینا خوشی کرنا منشا ہے۔ دن بھر نماز پڑھ کر گھروں میں گھس بیٹھنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۲۔ ۹ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۳۔ قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دل کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ دراصل وہ خدا کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانیہ کو خدا کی رضا کے آگے قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی

۵۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام ضروری ہے۔

قربانی کی کھالیں

عیدالاضحیٰ پر قربانی کی کھالوں کی قیمت خزانہ انجمن میں داخل کی جائے تاکہ اس مالی مد سے خدمات دینیہ کا کام ہو سکے مقامی احباب مرکزی دفتر میں اطلاع دیں تو جماعت کا رکن کھالوں کی وصولی کے لیے بیشگی دئے پتہ پر پہنچ سکیں گے اس مقصد کے لیے احباب پتہ جات لکھوا دیں یا فون ۸۶۲۹۵۶ یا ۸۶۲۳۷۰ پر اطلاع دیں۔

انچارج افسر تحصیل دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

٭ اوقات نماز عیدالاضحیہ

جامع مسجد دارالسلام لاہور صبح ۸ بجے نیز جامع احمدیہ بلڈنگس نشتر روڈ لاہور ۸ بجے صبح

٭ عیدالاضحیٰ کی تقریب نزدیک ہے۔ ادارہ پیغام صلح اس مبارک موقعہ پر احباب کرام کو پیشگی عید مبارک کہتا ہے۔

آہ! والدہ عبداللطیف شہیدؒ

(بریگیڈیئر)

۱۴ مئی ۱۹۹۰ء کی نماز فجر کے وقت ایک فرشتہ سیرت بزرگ خاتون اپنے خالق حقیقی سے جاملیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کا نام منورہ بی بی تھا اور ہم لوگ انہیں 'بی جی' کہہ کر پکارتے تھے۔ مجھے انہیں ربع صدی سے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور میں نے انہیں ایک مثالی خاتون پایا۔ نیک سیرت اولاد ماں کے لیے ایک جیتا جاگتا TRIBUTE ہوتا ہے ان کی تمام اولاد نہایت نیک ایماندار اور محنتی ہے۔ جس ماں نے بریگیڈیئر عبداللطیف شہید مرحوم جیسا بیٹا قوم کو دیا اس میں ضرور کردار کی ایسی خوبیاں تھیں جو اولاد میں منعکس ہوئیں۔

بی جی کا ایک خاصہ ان کی بے پایاں شفقت اور محبت تھی جس کسی سے ملتی تھیں وہ ضرور اس کو پیار کرتی تھیں۔ اور بہت دعائیں دیتی تھیں۔ اور اس میں قوم، ملت، مذہب کسی قسم کی دیوار ان کی راہ میں حائل نہ ہوتی تھی۔ جو کوئی ان سے ملتا دعائیں بکھیر جاتا۔

انسانی ہمدردی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ زندگی کا بیشتر عرصہ انہوں نے تنگ حالی و تنگ دستی میں گزارا تھا۔ لیکن اس حال میں بھی گاؤں کے بھوکے مفلس لوگوں کو ان سے کسی نہ کسی رنگ میں مدد ملتی ہی رہتی تھی اور یہ عادت آخیر عمر تک ان کے ساتھ رہی۔

ماڈرن بچے بوڑھے لوگوں سے اکثر کتراتے ہیں لیکن ان کی بے پایاں شفقت کی طفیل چھوٹے بچے بھی ان سے بہت مانوس ہو جاتے تھے اور پیار کرنے تھے ان کے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں سب ہی بی جی کے شیدائی تھے۔ بڑھاپا انسان کا بہت مشکل دور ہوتا ہے اکثر لوگوں میں چڑچڑا پن۔ ضد اور بچوں جیسی حرکات کرنے کا عنصر غالب آجاتا ہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں خاص طور پر حکم ہے کہ ماں باپ میں سے اگر کوئی بڑھاپا پائے تو بچے ان کو اُف تک بھی نہ کہیں ایسے لوگ خال خال ہی ہوتے ہیں جو اپنے بڑھاپے میں بھی اپنی خوبیوں کو برقرار رکھ سکیں بی جی بلاشبہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھیں۔ ان کو زندگی میں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ابھی بچے چھوٹے ہی تھے کہ خاوند دل کی بیماری کے ہاتھوں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ عبداللطیف صاحب مرحوم اور عبدالستار اس وقت کالج میں طالب علم تھے۔ تین بیٹیاں ابھی سکولوں میں تھیں۔ عبدالکریم صاحب نے ابھی اپرنٹس شپ ہی شروع کی تھی۔ پھر بعد اس کے دو جوان بیٹیاں یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ بڑی بیٹی فوت ہوئیں تو ان کی اولاد کم عمر تھی اور وہ بیٹی کثیر الاولاد بھی تھیں۔ بی جی نے کئی برس تک ان نواسے نواسیوں کو پالا۔ اور اس طرح پالا کہ مائیں کیا پالتی ہیں۔ اب وہ تمام بچے بچیاں اپنے اپنے گھر والے ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ میں جب ۱۹۸۸ء میں پاکستان گیا تو دیکھا کہ بی جی اپنی نواسیوں کی اولاد کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔ نہایت کمزوری اور غمزدگی کی حالت میں بھی ان کی شفقت کا دراز دامن کوتاہ نہ ہوا۔

بی جی میں ایک خوبی ایسی تھی جو شاذونادر ہی کسی خاتون میں ہوتی ہے وہ کبھی کسی کا گلہ نہ کرتی تھیں شاید ہی کوئی ساس ہوگی جس کو اپنی بہو کی شکایت کرتے نہ سنا گیا ہو۔ میں نے پچیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ان کی زبان سے اپنی کسی بہو کی شکایت نہ سنی۔ اگر کوئی دوسرا عزیز شکایت کرتا تو وہ اسے روک دیتی تھیں یا اس محفل سے اُٹھ کر کسی اور کام میں مشغول ہو جاتی تھیں۔

پاکستان سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب چند ماہ کے لیے امریکہ تشریف لائیں تو ان کا اکثر مطالبہ ہوتا کہ مجھے واپس پاکستان جانے دو۔ ہم جب کہتے کہ یہاں بھی آپ کا بیٹا بیٹیاں نواسے نواسیاں ہیں تو جواب میں کہتی تھیں کہ میں اگر یہاں مرگئی تو تم لوگوں نے مجھے یہاں ہی کہیں گوروں کے قبرستان میں دفن کر دینا ہے۔ میں پاکستان میں ہی مرنا اور دفن ہونا چاہتی ہوں۔ مجھے پاکستان واپس بھیج دو۔ میرے بہن بھائیوں اور اپنی بہوؤں کے بہن بھائیوں سے انہوں نے ایسے ہی تعلقات استوار کیے ہوئے تھے جیسے اپنے قریبی عزیزوں رشتہ داروں سے ہوتے ہیں۔ میری بہن نسرین گل محمد سے تو ان کے ایسے ہی تعلقات تھے جیسے اپنی بیٹیوں سے ہوتے ہیں۔

بی جی ایک غیر احمدی گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں۔ بچپن میں قرآن شریف کسی نے نہ پڑھایا۔ احمدی گھرانے میں شادی ہو گئی تو حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جماعت میں شامل ہو گئیں اس بیعت پر تادم مرگ قائم رہیں۔ جب ان کے بچے قرآن شریف کے سبق لینے لگے تو انہوں نے بھی ساتھ ساتھ قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور پھر تو جیسے انہیں قرآن سے عشق ہو گیا جب کبھی فارغ وقت ملتا وہ قرآن شریف پڑھنے لگتیں۔ آخیر عمر میں نظر کمزور ہو گئی زیادہ پڑھنے سے چکر آنے لگتے۔ ڈاکٹر نے پڑھنے سے منع کر دیا۔ لیکن انہوں نے قرآن شریف پڑھنا بند نہ کیا۔ قرآن شریف پڑھتے رہنا جیسے ان کی خوراک بن گیا تھا ایک ماہ میں کئی بار قرآن شریف ختم کیا اور اپنے مرحوم عزیزوں اور جاننے والوں کی روحوں کے ثواب کے لیے ختم قرآن کرتی رہتی تھیں۔ یہ دائرہ بھی ان کی شفقت کی طرح اتنا وسیع تھا کہ جب صدر ایوب خان فوت ہوئے تو ایک قرآن ان کی روح کو ثواب کے لیے ختم کر کے بخشا۔

ایسے انسان اس دور میں اب خال خال ہی باقی ہیں اور جیسے جیسے وہ چند روحیں اللہ کو پیاری ہوتی جا رہی ہیں خلا بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔

چوہدری مسعود اختر صاحب کے قلم سے

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۵۲۲
تار کا پتہ: تبلیغ

مدیر: ریاض احمد

فون نمبر
۸۶۳۲۶۰
۸۶۲۹۵۶
قیمت ۲/۱ ۲ روپے

جلد: ۷۳ | بتاریخ ۲۱۔ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۵ جولائی ۱۹۹۰ء عیسوی | شمارہ: ۱۴

سیّد الشہداء حضرت امام حسینؓ کا مقام

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں

"میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رُو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں، جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے ہیں اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں۔ یا غفلت اور کسل ہو، سب سے اپنے تئیں دور لے جاتے ہیں لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں؟ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔

مگر حسین رضؓ طاہر و مطہر تھا۔ اور بلاشبہ ان برگزیدوں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان و اخلاق و شجاعت و تقویٰ اور استقامت اور محبتِ الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین رضؓ سے بھی محبت کی جاتی۔"

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم

محبتِ رسولؐ کا بحرِ مواج مجددؒ صد چہار دہم کے سینہ میں

عجب نوریست درجانِ محمدؐ ○ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے

زظلمتہا دلے آنگہ شود صاف ○ کہ گردد از محبانِ محمدؐ

دل اسوقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے +

عجب دارم دلِ آں ناکساں را ○ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

میں اُن نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں +

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ○ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

دونوں جہان میں مَیں کسی کو نہیں جانتا جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو +

خدا زاں سینہ بیزار است صد بار ○ کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا اس دل سے سخت بیزار ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کینہ رکھتا ہو +

خدا خود سوزد آں کِرمِ دنی را ○ کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

خدا خود اس ذلیل کیڑے کو جلا دیتا ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں میں سے ہو +

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس ○ بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر تو نفس کی بدمستیوں سے نجات چاہتا ہے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مستانوں میں سے ہو جا +

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت ○ بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تیری تعریف کرے تو تُو تہ دل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مدح خواں بن جا +

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ○ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اگر تو اس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمدؐ ہی خود محمدؐ کی دلیل ہے +

پیغامِ صلح لاہور

مورخہ ۱۵ جولائی ۹۰ء

شہادتِ حسینؓ

حق و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کی علامت

نواسہ رسُول حضرت امام حسینؓ کی شہادت کو اسلامی تاریخ میں جو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے اس سے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی بخوبی واقف ہیں۔ اس واقعہ کی تاریخی اور دینی خصوصیت کے یوں تو اور بھی بہت سے پہلو ہیں لیکن حضرت حسین رضؓ کے نام نامی کے حوالے سے اس واقعہ کو بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے حق و انصاف کے اصولوں کی سربلندی کے لئے حضرت حسینؓ نے کربلا کے میدان میں پامردی، استقامت اور عزم و حوصلہ کی بڑی درخشاں مثال قائم کی ہے جو ایک طرف تو کسی مظلوم طبقہ، مقہور جماعت اور معتوب قوم کے لئے مثالی اور نفسیاتی سہارا ہے اور دُوسری طرف کسی جابر حاکم، قاہر طاقت اور ظالم طبقہ کے لئے درسِ عبرت ہے۔

اسلام کے ابدی اصولوں کی سربلندی کے لئے حضرت حسین رضؓ کی عظیم المثال قربانی آنے والے زمانوں میں اقرار و اعتراف کا ایک بے مثال دفتر ہے جس کی ابتداء کے بارے میں تو یقیناً کوئی دعوٰی کیا جانا ممکن ہے لیکن اس کی انتہا کے بارے میں کچھ کہنا ہرگز ممکن نظر نہیں آتا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے نواسہ رسُول کی عظمت کردار کے نئے سے نئے گوشے سامنے لائے جا رہے ہیں۔ خود عالم اسلام کے برگزیدہ علماء اور تاریخ دان حضرات نے حالات و واقعات کے تناظر میں حضرت حسین رضؓ ابن علی رضؓ کے کردار کو جن الفاظ میں بیان کیا ہے اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نواسۂ رسُول نے تاریخ اسلام کے ایک انتہائی نازک اور فیصلہ کن موڑ پر اپنی جان کی قربانی پیش کر کے حق و انصاف کی ایک ایسی شمع روشن کر دی جس سے آنے والے زمانوں کے انسان رہنمائی حاصل کر سکیں۔

کسی نے اسوۂ حسینی کو بنائے لا الٰہ قرار دیا تو کسی نے میدانِ کربلا میں حضرت حسین رضؓ کے اس کارنامہ کو احیائے اسلام کی بنیاد قرار دیا۔ ۔ نے ضرب ید اللّٰہی کے ساتھ سجدہ شبیری کو بھی اسلام کے دامن کی سب سے بڑی دولت قرار دیا ہے۔ کوئی اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو اسلام کی ابتدا قرار دیتے ہیں تو حضرت حسین رضؓ کے بے مثال کارنامہ کی حیثیت ان کے نزدیک عظمتوں کے اس سفر کی انتہا کی سی ہے۔

غرض یہ کہ واقعہ کرب و بلا محض دو مخالف گروہوں کے مابین لڑی جانے والی کسی جنگ کا نام نہیں بلکہ اصولوں کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی اس جد و جہد کا نام ہے جس کے سرخیل حضرت حسین رضؓ تھے۔ غور کیا جائے تو نواسۂ رسُول کی بے مثال قربانی چونکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی سربلندی اور سرفرازی کے لئے تھی اس لئے اہل نظر کے نزدیک قربانی کا بنیادی مقصد اور اولین تقاضا ان اصولوں کی بنیاد پر ملت کا حق و باطل کی پہچان، حق سے تعاون اور ظلم و جور کی قوتوں کے مقابل سینہ سپر ہونا ہے۔ لہٰذا عاشورۂ محرم بلکہ سال بھر شہادت حسین کے مقصد و پیغام کو سمجھنے اور اس کو اپنی زندگیوں کا شعار بنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے مخالف طاقتیں اس پیغام کی طاقت کو جانتے ہوئے دن رات ملک و قوم کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے کی سازشوں میں لگی رہتی ہیں۔ ہر وہ چیز جو ملک و قوم کے لئے طاقت اور شوکت کا باعث بن سکتی ہو مخالف قوتیں اسے نفاق و انتشار کی بنیاد بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

شہادتِ حسینؓ تو یک جہتی اور یک نظری کا نشان ہونا چاہیئے تھا لیکن اپنی غفلت اور بدخواہوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے ماہِ محرم کے پہلے عشرہ میں فرقہ وارانہ فساد بھڑک اٹھنے کا دھڑکا لگا رہتا ہے حالانکہ حضرت حسین کی شہادت اور کردار مسلمانوں کے بہتر فرقوں کے نزدیک حد درجہ قابلِ احترام اور لائق تقلید سمجھی جاتی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت حسین رضؓ کی ذات سے وابستگی کو حق و باطل میں تمیز اور رشتہ اتحاد و اتفاق کے طور پر استعمال کیا جائے۔

ان دنوں ہمارا پیارا وطن جن غیر معمولی حالات سے گزر رہا ہے ان کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے بنیاد فروعی اختلافات کو بھلا کر ملک و قوم کی طاقت و سربلندی کے لئے کام کیا جائے۔

انسانی تاریخ کی یہ قربانی بلا مقصد نہیں تھی۔ کچھ لوگوں کے نزدیک اس جنگ سے حضرت امام حسین رضؓ کا مقصد حصول تخت و تاج تھا لیکن تاریخی حالات و واقعات اس کی نفی کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے اس جنگ کو بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی دیرینہ دشمنی، مخاصمت اور قبائلی دشمنی کا شاخسانہ قرار دیا ہے جبکہ ابوسفیان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد قبائلی مخاصمت یا دشمنی کا کوئی جواز باقی نہ رہا تھا۔ اور بعض مؤرخین اسے حضرت امام حسین رضؓ کی ضد اور ہٹ دھرمی قرار دیتے ہیں حالانکہ وجہ یہ بھی نہیں تھی۔ تاریخی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس جنگ کے متمنی ہی نہ تھے بلکہ انہوں نے اس دوران ہر موقعہ پر جنگ کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

تاریخ میں کسی انسان کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے وقتی کامیابی یا ناکامی کوئی مؤثر یا مدلل پیمانہ نہیں بلکہ اصل چیز مقصد کی رفعت اور بلندی اور حصولِ مقصد کے لئے کی جانے والی کوششیں اور وہ رفقائے سفر ہوتے ہیں جو مقصد کی صداقت پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے ایسے قافلہ سالاروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک لمبے عرصہ تک اپنی امت کو نیکی کی تلقین کی اور وحی الٰہی کی روشنی میں اسلام کی تبلیغ میں اپنی جان کھپائی لیکن اس طویل کوشش کا حاصل کیا تھا؟ وہ مٹھی بھر ساتھی جو طوفانِ نوح کے وقت ایک کشتی میں ان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ نعوذ باللہ حضرت نوح علیہ السلام کا مشن ناکام ہو گیا۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کا مشن تو اس قدر اعلیٰ اور ارفع تھا کہ سلسلہ انبیاء کے حوالہ سے جب بات کی جائے گی تو یہی کہا جائے گا کہ ان کے مشن کی تکمیل کے لئے تو ہزارہا انبیاء آتے ہیں یہاں تک کہ خاتم الانبیاء حضور نبی کریمؐ کی ذات اقدس کے ہاتھوں وہ مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ نیکی اور بدی کی قوتوں کا جو تصادم آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ بھی انبیاء کے مشن ہی کا حصہ ہے حق و باطل کی معرکہ آرائی کی داستان بڑی طویل ہے بقول شاعر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حضرت سیدنا حسین رضؓ کی شہادت معرکہ کربلا کے حوالے سے بھی حق و باطل کے درمیان اسی تصادم کی ایک کڑی ہے جس کا آغاز روزِ ازل سے ہوا اور ابد تک جاری رہے گا اس میں کامیابی یا ناکامی کو فتح و شکست کا پیمانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سا مقصد تھا جس کے لئے سیدنا حسین رضؓ نے اپنی حیاتِ مستعار سے لے کر شیر خوار بچوں تک کو راہِ خداوندی میں قربان کر دیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے جن ساتھیوں کا انتخاب کیا ان کا معیارِ وفا کیا تھا؟ دراصل اطاعت اور وفا شعاری سے اس بات کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ساتھی اس مقصد کی صداقت پر کس قدر یقین و ایمان رکھتے تھے جو سیدنا حضرت حسین رضؓ کے پیش نظر تھا۔

سیدنا حسین رضؓ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تھی تو اس میں کوئی ذاتی مخاصمت نہ تھی بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اقتدار میں وراثت اور نظامِ ملوکیت کی بدولت وہ تمام برائیاں تیزی سے اسلامی معاشرے میں در آئی تھیں جنہیں مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا اور نظامِ ملوکیت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہ تھی۔

اسلامی شعائر کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور وہ اسلامی معاشرہ جو حضور نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے جاں نثار ساتھیوں نے عظیم قربانیوں کے بعد برپا کیا تھا اس کے خد و خال مسخ ہوتے جا رہے تھے۔ کرب و بلا کی اس قتل گاہ میں امام حسین رضؓ کے ساتھی اطاعت و وفا کے کوہِ گراں ثابت ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید نے تخت نشین ہوتے ہی حاکم مدینہ کو لکھا کہ حسین رضؓ سے میرے لئے بیعت لے لو اور اگر وہ انکار کریں تو اُن کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔

ان حالات میں حضرت امام حسین رضؓ کے لئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ یزید کے ساتھ مفاہمت کر کے کسی صوبہ کا گورنر بن کر ساری زندگی امن و امان میں گزاریں بلکہ حضرت امام حسین رضؓ تو اقتدار نہیں اللہ کی رضا چاہتے تھے۔ وہ دیکھتے تھے کہ یزید کے ساتھ مفاہمت اور اس کی بیعت کے نتائج شریعتِ اسلامیہ اور امتِ محمدیہ کے حق میں انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہوں گے اور یہ کہ سنتِ رسولؐ کے انحراف پر گویا ان کی طرف سے مہرِ تصدیق ثبت ہو جائے گی۔ اور آنے والے ادوار میں ہر نسل یزیدیت کی پیروکار رہے گی اور اس طرح سے وہ شریعت جسے آنحضور صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے جاری کیا اور وہ معاشرہ جسے آنحضور صلعم نے قائم کیا

اور خلفائے راشدین نے جسے مستحکم بنیادوں پر چلایا نیست و نابود ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح سے ہر فاسق و فاجر کی بیعت سنت شبیری بن کر رہ جاتی۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؓ

چنانچہ شہادت حسینؓ سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی فاسق و فاجر کی بیعت کر کے زندہ رہنے سے مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

اس قربانی سے آپ کا مقصد حریت فکر اور آزادئ حیات کا پیغام بھی تھا۔ آپ اپنی شہادت سے آنیوالی نسلوں کو یہ درس حیات بھی دینا چاہتے تھے کہ جابر اور ظالم حاکم کے ساتھ اصولوں پر کبھی سمجھوتہ اور مفاہمت نہ کریں اس کے لئے اپنی ہی نہیں اگر بیٹوں۔ بھانجوں اور بھتیجوں کی بھی قربانی دینی پڑے تو کوئی بات نہیں۔

مولانا ظفر علی خاں اس حقیقت کو اپنے لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی — آزادئ حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر — لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

جنگ کربلا سے یہ بھی درس ملتا ہے کہ فتح سے مراد دشمن کو میدان جنگ میں ختم کر دینا یا شکست سے مراد میدان جنگ میں ہارنا نہیں بلکہ حصول مقصد میں کامیابی و کامرانی ہی اصل فتح ہے۔

حضرت حسینؓ اگرچہ میدان جنگ میں مع تمام انصار کے شہید ہوئے لیکن چونکہ وہ اپنے حصول مقصد میں کامیاب رہے اس لئے فتح انہی کی ہوئی اور یزید کا لشکر اگرچہ کربلا سے دشمن مک فتح کے شادیانے بجاتے گیا لیکن فی الحقیقت یزید اپنی موت آپ مر گیا۔ اس حقیقت کو مولانا محمد علی جوہر یوں بیان کرتے ہیں:

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ضرورت ہے اس امر کی کہ آج اس دور میں جبکہ انسان ضلالت و گمراہی کی انتہاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا ہے جب انسان شرف انسانیت سے عاری ہوتا جا رہا ہے حق کو پس پشت ڈال کر باطل پرستی کی جا رہی ہے مقصد شہادت کا عرفان حاصل کیا جائے اور شہادت حسین رضہ سے درس ہدایت حاصل کیا جائے۔ ذکر حسین کو صرف رونے رلانے گریہ و زاری آہ و بکا تک محدود نہ رکھا جائے۔

داستان غم بہت ہو چکی اور اس پر ایک لمبا عرصہ گذر رہا ہے جواب بھی نا تمام ہے اب گروہی غصے، فرقہ وارانہ انتقام اور جماعتی بڑائی سے بالا تر ہو کر مذہب و ملت کے وسیع تر مفاد کے لئے کام کیا جائے عداوت و مخاصمت کے منفی رویوں کو چھوڑ کر اخوت و شائستگی اور جرأت و بے باکی کے ساتھ دینی اور انسانی قدروں کے فروغ کی فکر کریں۔ یکجہتی اور یک نظری کی بات کریں اور حق کا ساتھ دیں باطل کو دھتکار دیں۔

چنانچہ شہادت حسین ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ سچائی کے راستے پر چلنے والے ہمیشہ اس مثال سے سبق حاصل کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین رضہ نے شہید ہو کر آزادئ حیات کا ایک ابدی اصول زمانے کی رہنمائی کے لئے پیش کیا کہ اگر تمہارے سر کٹ کر نیزے کی نوک پر چڑھ جائیں تب بھی یزیدی طاقت کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ یزید باطل کی علامت ہے اور حسینؓ حق کی۔

یزید ایک ظالم، اور شرعی قیود سے آزاد شخص تھا۔ اس کا انتخاب خلافت بھی غیر شرعی اور اپنی مرضی کا تھا لہٰذا حضرت حسین رضہ نے ایسے شخص کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ یزید نے اپنی بات منوانے کے لئے طاقت کا مظاہرہ کیا۔ مگر حضرت حسین رضہ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ آپ اپنے اصولوں اور مؤقف پر ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ شہادت پائی اور آپ کا سر نیزے پر چڑھا۔ اس طرح حق و باطل کے اس معرکے میں حق نے موت قبول کر کے دنیا کے لئے ایک مثال قائم کی۔

سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک سید الشہداء حضرت امام حسین رضہ کا مقام کیا تھا اس سلسلہ میں ان کے ارشادات پیغام صلح کے سرورق پر ملاحظہ ہوں۔ حضرت صاحب اپنے دکھ دردوں کا علاج حیات حسین میں دیکھتے اور اس راہ میں صبر و استقامت کا سبق شہادت حسین سے سیکھتے ہیں۔ پھر آپ کی جماعت کی سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شیوہ شبیری اور سنت حسینی کی مسلسل تصویر دکھائی دیتی ہے۔ قدم قدم پر ایثار و قربانی ہے لمحہ لمحہ صبر و استقامت کا امتحان ہے۔ گھڑی گھڑی دکھ درد سے واسطہ ہے۔ اور یہ سب کچھ مذہب کے نام پر اور مذہب کی آڑ میں ہوا ہے۔ اس مذہب کے نام پر جو مذہب نہیں بلکہ دین ہے عالمگیر دین، ہمہ گیر دین، ابن آدم کا دین۔ دنیا جہاں کا دین۔ مشرق و مغرب کا دین۔ کالے گورے کا دین۔ عجمی و غیر عجمی کا دین۔ وہ دین جس پر کسی کی ٹھیکیداری جمعداری اور اجارہ داری نہیں ہے۔!

دین کے دیوانے ہیں کہ کرب و بلا کے ان صبر آزما لمحات میں دکھ درد کی صلیب کندھوں پر اٹھائے سوئے منزل گامزن ہیں فرحاں و شاداں۔ اس مقام و منزل کی طرف جو اللہ اور اس کے رسول نے دکھائی ہے۔ رضائے الٰہی کی منزل کی طرف جو قرآن و سنت نبویؐ کی کامل اتباع سے ہی ملتی ہے اور اس منزل کی راہ کی تاریکیوں میں حضرت امام وقت کی شمع ہدایت سے روشنی حاصل کرتے ہیں اس ایمان و عرفان کے ساتھ کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے ہماری کتاب زندہ کتاب ہے اور ہمارا رسول زندہ رسول ہے۔ ہمارا دین زندہ دین ہے۔ یہ دین بالآخر غلبہ پائیگا۔

* * *

بسلسلہ یکم جولائی ۱۹۹۰ء (حضرت عبیداللہ سندھی اور احمدیت) ڈاکٹر خورشید عالم ترین

مزید آگے پڑھنے سے قبل حضرت مولانا صدرالدین صاحب سے متعلق نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

" مولوی صدرالدین (۱۸۸۰ - ۱۹۸۱ء)
مولوی محمد علی لاہوری کی وفات کے بعد ۱۹۵۱ء میں احمدیوں کی لاہوری جماعت کے امیر مقرر ہوئے تھے۔ ان کا انتقال ۱۵۔ نومبر ۱۹۸۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور لاہوری احمدیوں کے قبرستان واقع دارالسلام نزد پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس میں دفن ہوئے۔ راقم نے مولوی صاحب کو اقبال شیدائی مرحوم کے جنازے پر دیکھا تھا۔ مولوی صدرالدین کافی عرصہ تک برلن اور ووکنگ (لندن) میں مبلغ بن کر رہے ہیں۔"
(مکتوبات۔ ص ۴۶ حاشیہ)

(۴)

احمدیت کے دو فریق

" احمدیوں کا ۲ جماعتوں میں بٹ جانا دراصل مولوی صاحب کی ذہنیت والوں کا عام جماعت سے الگ ہو جانا تھا۔ لاہوری جماعت مولوی نورالدین کی ذہنیت کی ترجمان ہے۔۔۔۔ جب مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کے ہم خیال قادیان سے نکل گئے اور مرزا صاحب کے صاحبزادے مرزا محمود احمد نے اپنے باپ کی ظلی نبوت۔۔۔۔ مستقل نبوت بنا دی اور خود صاحبزادہ "مثیل عمر فاروق" بن گیا۔۔۔

اب دیکھئے اس فرقہ احمدیہ میں لاہوری جماعت نے عقل و استدلال سے کام لیا۔ اور وہ ایک قابل رحم اقلیت بن کر رہ گئی۔ خلیفہ محمود نے غیر استدلالی جذبات کی روش اختیار کی۔۔ فرقے کی غالب اکثریت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور اس کے بے تکے دعاوی پر سر دھنے لگے"۔ (ملفوظات۔ ص ۴۰۵ و ۴۰۶)

اور اکثریت کے اس اجتماع کی وجہ بتاتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں۔

" مذہب نام ہی ہے درحقیقت اعصاب زدگی اور جذبات کے طوفان اور ہیجان کا۔ اس میں عقل، استدلال اور منطق تنکوں کی طرح بہہ جاتے ہیں۔"
(ایضاً۔ ص ۴۰۶)

قادیانیوں کی اس غالیانہ روش کے باوجود مولانا سندھی کفر و اسلام کے مسئلہ میں نہیں پڑے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ ہو:۔

" مولانا سندھی اصطلاحی کفر و اسلام کی بحثوں میں کبھی نہیں پڑے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ سید ہاشمی فرید آبادی جامعہ نگر میں مولانا سے باتیں کر رہے تھے۔ باتوں باتوں میں وہ کہنے لگے کہ ہم نے حیدر آباد دکن میں فلاں قادیانی کو مسلمان کیا۔ مولانا نے سنا تو بڑے تاسف انگیز اور پُر درد لہجے میں کہا کہ۔ "سید بھائی! آپ بھی ایسی باتیں کرتے ہیں"؟ (ملفوظات۔ ص ۳۰۴)

ارشادات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

اختتامی تقریر فرمودہ امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء برموقعہ سالانہ دعائیہ اجتماع بمقام جامع دارالسلام۔ لاہور

تشہد و تعوذ اور تسمیہ کے بعد سورۃ ابراہیم کی آیت واٰتٰکم من کل ما سالتموہ ؕ و ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ ان الانسان لظلوم کفار، کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا :

میں نے جو یہ آیت پڑھی ہے اس سے ماقبل آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی اتارا جس کے ذریعے تمہارے لیے پھلوں سے رزق نکالا۔ اور کشتیوں کو تمہارے کام میں لگایا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور دریاؤں کو تمہارے کام میں لگایا۔"

ان نعمتوں کے ذکر کے بعد جو اس نے انسان پر کی ہیں فرمایا ہے سخرلکم الشمس والقمر دائبین۔ وسخرلکم الیل والنہار۔ یعنی سورج اور چاند اور دن اور رات کو جو ایک قانون الٰہی پر چل رہے ہیں تمہارے کام میں لگایا واٰتٰکم من کل ما سالتموہ اور تمہیں وہ سب کچھ عطا کیا جو تم نے اس سے مانگا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم گننا چاہو تو نہیں گن سکو گے۔ اس کے باوجود انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکر گذار ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان ساری نعمتوں کو بڑی جلدی بھول جاتا ہے۔

ہمارے اس دعائیہ اجتماع کی ابتداء اور انعقاد جن حالات میں ہوا ان کے پیش نظر ہیں اور وہ لوگ جن کا تعلق اس جماعت سے ہے اور وہ اس کی بھلائی اور بہتری چاہتے ہیں ان کے دلوں کی عموماً اور میرے دل کی خصوصاً کیفیت کچھ بیم و رجا کے درمیان تھی۔ رجا کی کیفیت اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی امید تھی اور بیم اس لیے کہ ہمارے حالات کچھ ایسے اور مشکلات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کا انعقاد اور اس کے مقاصد کا پورا ہو جانا بڑا بعید نظر آتا تھا۔ خاص کر اس سال حالات کچھ ایسے ہی ناسازگار تھے۔ کہ خوف کی حالت طاری تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اٰتٰکم من کل ما سالتموہ کے مطابق ایک نقشہ ہمیں اس دعائیہ تقریب میں بھی دکھا دیا۔

اس بیم و رجا کی کیفیت میں ان دنوں میرے دل اور زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بڑے اضطرار کی حالت میں نکلتی رہی :

اللھم الیک اشکوا ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین۔ انت ارحم الراحمین

ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میں تیرے سامنے ہی اپنی قوت کی کمی۔ اپنی اور اپنی تدبیر کی کمزوری اور لوگوں کی نظر میں بظاہر اپنی کم حیثیتی اور تذلیل و رسوائی کی شکایت کرتا ہوں۔ میرا رب بھی تو ہی ہے اور ان ستائے ہوئے ضعیف اور کمزور لوگوں کا رب بھی تو ہی ہے جو میرے ساتھ ہیں۔

اسی طرح ایک اور دعا بار بار میرے سامنے آتی تھی اور وہ یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت مولٰنا نورالدین رح کا صاحبزادہ بیمار ہو گیا۔ رات کے وقت انہوں نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ایک رقعہ بھیجا کہ میرا بچہ بہت بیمار ہے اور اس کی حالت تشویشناک ہے آپ اس کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرت مولٰنا نورالدین رح خود بھی مستجاب الدعوات اور حاذق حکیم تھے لیکن آپ نے حضرت صاحب سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے دعا فرمائی اور اسی رقعہ کی پشت پر لکھ بھیجا کہ آپ بھی دعا کریں۔ اور اس کے ساتھ دعا کے الفاظ خود ہی تجویز فرمائے :

وہ الفاظ تو شاید مجھے بعینہٖ یاد نہیں لیکن اندازاً کچھ اس طرح تھے کہ :-

"اے میرے محسن! اے میرے خدا! میں تیرا ایک ناسپاس، خطاکار اور عاجز بندہ ہوں۔ تو نے مجھ سے گناہ پر گناہ دیکھا اور مجھ پر احسان پر احسان کیا۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور طرح طرح کی نعمتوں سے مجھے نوازا۔ اس وقت مجھے یہ مصیبت درپیش ہے اس وقت بھی تو مجھ پر رحم فرما۔"

آپ غور کریں کہ حضرت مسیح موعود حضرت مولٰنا نورالدین رح جیسے عظیم الشان انسان کے منہ سے ایسے الفاظ نکلواتے ہیں تو اس عاجز بندے پر یہ کیفیات لفظاً اور معناً طاری ہوتی نظر آتی ہیں۔ اور بحیثیت جماعت بھی ہمارے موجودہ حالات اور اس ماحول میں یہ الفاظ ہم پر صادق آتے ہیں۔ ان حالات میں یہ دعائیہ اجتماع شروع ہوا اور آج اس کے اختتامی اجلاس میں میں آپ سے جیسا کہ مجھ سے ممکن ہو سکا خطاب کر رہا ہوں۔ مقام شکر ہے کہ ہماری حالت پر رحم فرمایا اور ہمارے اس اجتماع کو بھی گذشتہ اجتماعات کی طرح شرف قبولیت بخشا اور ہمارے سامنے جو معیار رہے اس کے مطابق اسے ہر لحاظ سے بہت کامیاب کیا۔ تمام نمازیں بڑی باقاعدگی کے ساتھ ادا کی گئیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہمت اور توفیق دی کہ میں کھڑے ہو کر چار دن تک نمازوں کی امامت اور مسنون دعائیں کراتا رہا۔ یہ جامع نمازوں اور دعاؤں کے وقت بھری ہوتی تھی۔ کوئی صف بھی خالی نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ سب نماز پڑھنے والوں کی دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور ایک خاص توجہ کے ساتھ کی گئی دعائیں تھیں جو قبول ہوتی ہیں۔ دلوں کے جاننے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اس خانہ خدا کی کیفیت مجھے یوں محسوس ہوتی تھی کہ اس وقت یہ دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔ اگر سب نہیں تو ان میں سے اگر دو چار بندے بھی مستجاب الدعوات ہوں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ سب کی طرف سے دعائیں قبول فرماتا ہے کیونکہ ہماری دعائیں ربنا سے شروع ہوتی ہیں اور ہم سب مل کر دعائیں کر رہے ہوتے تھے۔ ایک

ربنا کہنے والا سب کی طرف سے ربنا کہتا ہے گویا سب کی دعائیں قبول ہوتی ہیں جس سے ہم سب کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی مختلف دعائیں کی گئیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہوتا رہا ہے۔

جہاں تک تقاریر کا تعلق ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے معیاری اور اثر والی تھیں یہ صرف میرا اپنا ہی اندازہ نہیں ہے دوسرے سننے والوں کا بھی یہی کہنا ہے سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اس دوران میں کوئی ناخوشگوار واقعہ یا شکایت نہیں ہوئی۔ صورت حال بڑی پرامن رہی۔ میں نے تو اس بارے میں پیشگی ہی معذرت کر لی تھی کہ متوقع اور مناسب حال انتظام نہ ہو تو ہمیں معذور سمجھا جائے چنانچہ ان ایام کے دوران میں رہائش اور خوراک وغیرہ کی تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی باقاعدگی اور وقت کی پابندی کے ساتھ سارا کام کاج ہوتا رہا ہے میرا خیال ہے کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہوئی بھی ہو گی تو اس نے اسے ضرور للہ فی اللہ برداشت کیا ہو گا۔

مجھے سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ جس بات سے خوشی ہوئی وہ کل رات اطفال الاحمدیہ اور شبان الاحمدیہ کی تقریب تھی۔ ویسے بھی ان ایام اللہ میں یہاں نوجوانوں کی اکثریت دیکھنے میں آئی جو بڑی خوش آئند اور اطمینان بخش بات ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا مقام ہے۔ اطفال الاحمدیہ میں سے ایک بچے نے بہت اچھی تقریر کی۔ پروگرام کے مطابق بچوں نے جس طرح تیاری کی اور کوئز پروگرام میں سوالوں کے جواب دیئے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ امتحان سے متعلق حصہ کا انہوں نے بڑی محنت، توجہ اور کوشش سے مطالعہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے بچوں کی اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی کہ وہ ہر روز بڑی تعداد میں دعائیہ میں شامل ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کا یہ جذبہ بڑا حوصلہ افزا اور امید آفرین ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ اپنے اس جذبہ کو قائم رکھیں اور اس راہ میں اگر ان کو کچھ تکالیف اور مشکلات بھی پیش آئیں تو ان کی پرواہ نہ کریں۔ میں بڑے یقین اور ایمان کی پختگی کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ صحیح راستے پر ہیں اور وہ اپنے آپ کو اس پر بڑی مضبوطی اور استقامت کے ساتھ قائم رکھیں۔

ہم لوگ تو اب باری باری جانے کی تیاری میں ہیں۔ ہماری امیدوں کی آماجگاہ اب یہی بچے ہیں۔ ان کے ذہنی حالات، ان کی کیفیات اور جذبہ اور جوش کو دیکھ کر مجھے بڑی امید ہوئی ہے۔ ہماری آئندہ کی امیدیں انہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ الاعراف میں ارشاد الٰہی ہے: "والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ کذالک نصرف الآیٰت لقوم یشکرون" یعنی اچھی زمین کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب زمین ہے اس سے اگر نکلتا بھی ہے تو ناقص اسی طرح ہم شکر کرنے والی قوم کے لیے یہ باتیں بار بار بیان کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کی زرخیزی اور ویرانی کی یہ مثال بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری یہ زمین زرخیز ہے۔ احمدیوں کی اولادیں زرخیز زمین کی طرح ہیں اس میں اگر تخم ریزی ہو تو اس سے اس کے فضل اور اس کی مہربانی سے بہت ثمرات پیدا ہوں گے لیکن صرف زمین کا زرخیز ہونا ہی کافی نہیں ہوتا۔ اس میں بیج ڈالنے کے ساتھ ساتھ محنت، لگن اور توجہ کے ساتھ اس کی نشوونما کے لیے مناسب وقت پر پانی اور کھاد دینا پڑتی اور کیڑے مکوڑوں سے حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اس لیے جماعت کے ہر مرد و زن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان بچوں کی جسمانی نشوونما پر توجہ اور تربیت کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی تربیت کی طرف بھی کماحقہ توجہ دیں۔ کیونکہ اب یہی ہمارے بزرگوں کے چھوڑے ہوئے قیمتی ورثہ کے مستقبل کے امین ہیں اس امانت کا بوجھ اٹھانے کے لیے انہیں تیار کرنا لابدی ہے۔

میں اپنے دوستوں، بہنوں اور بھائیوں سے بھی کہتا ہوں کہ یہی ورثہ ہمیں اپنے بزرگوں سے ملا ہے اور ہمارے بزرگوں کو ان کے بزرگوں سے ملا انہوں نے اس امانت اور ورثے کو مقدور بھر سنبھالنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی یہ مخلصانہ کوششیں مقبول ہوئیں اور اس نے انہیں بہت پھل لگایا اس کا ایمان افروز تفصیلی بیان آپ شیخ محمد عزیز صاحب کی تقریر میں سن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین اور جماعت کی خدمت کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کے کارنامے مثالی ہیں۔ ان کے علم، قلم اور کوشش سے دین کا پیغام تو دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکا تھا لیکن ان کے بعد ہماری چھوٹی موٹی کوششوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے غیر متوقع طور پر پھل لگایا اور اس میں برکت ڈالی۔ ہماری قلیل کوششوں کے عوض ہمیں کثیر صلہ ملا۔ اس کا کچھ اندازہ آپ کو پچھلے سال بھی ہوا ہو گا۔ اس سال محترمہ نمینہ ساجد خان نے اعداد و شمار کے ذریعہ بتایا ہے کہ دوران سال کیا کام ہوا اور کیا ہو رہا ہے اور آئندہ اس کام کے جاری رکھنے کے کیا کیا امکانات ہیں وغیرہ یہ تفصیلات ازدیاد ایمان کا موجب ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرنے کی جا ہیں۔

یہ باتیں ہماری حوصلہ افزائی کا موجب ہیں۔ اس دور میں نامساعد حالات کے باوجود ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی للہ فی اللہ کوششوں میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دیں۔ آئے دن کی نکتہ چینیوں احساس کمتری اور ذہنی تفکرات سے ہمیں نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ دنیا میں آپ کا بڑا نام اور مقام ہے جو اسی کام کی وجہ سے آپ کو ملا ہے دنیا آپ کی طرف دیکھتی ہے کیونکہ ان کی تشنہ کامی کا علاج آپ کے پاس ہے اور لوگ باوجود دشمنی کے آپ ہی کے بزرگوں کے پیدا کردہ لٹریچر سے اکتساب اور استفادہ کرتے ہیں بلکہ حرفاً حرفاً نقل کر کے اپنے نام سے شائع کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ اس امانت کی جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے پاسبانی کریں اور اپنے چھوٹوں کو اس کا اہل بنائیں۔ ہماری کوششوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ضائع نہیں کیا۔ آپ اس مجاہدہ کو استقلال اور استقامت کے ساتھ جاری رکھیں۔ اور بدقسمتی سے ہمارے اندر جو کمزوریاں اور نقائص کسی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

میں نے اپنی ابتدائی تقریر میں حالات کی نامساعدت اور اپنی مشکلات کا ذکر کیا تھا جن کی وجہ سے ہمارے بعض بھائیوں کی قوت برداشت ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ ان کی معذوری اور مجبوری تھی اس لیے وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ جن لوگوں کا خدا پر ایمان، یقین اور توکل نہیں ہوتا وہ ایسے حالات میں بہت جلد مایوس ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسے ہی حالات کے مدنظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں۔ ان حالات کے وقوع میں آنے سے قبل میں جب بھی دین اور جماعت کی فلاح اور خدمت کے لیے مالی ایثار و قربانی کی اپیل اور تحریک کرتا تھا کہ احباب و خواتین بھرپور جواب دیں گے اور بالعموم ایسا ہی ہوتا تھا کہ میری اپیل کی خوب پذیرائی ہوتی تھی مگر اس بار مجھے احساس تھا کہ میری اپیل پر چندہ کی خاطر خواہ فراہمی نہ ہو سکے گی، مگر آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احباب و خواتین کی طرف سے ویسا ہی جذبہ اور جوش و خروش دیکھنے میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی خطیر رقم جو پہلے سالوں سے کم نہیں جمع ہو گئی۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان اور شکر ہے کہ ہم نے جو سوال اس کی بارگاہ میں کیا تھا وہ قبول ہوا۔ وانشکر من کل

انسان کا مقصدِ حیات

خطبہ جمعہ فرمودہ نصیر احمد فاروقی، مورخہ ۱۳- اپریل سنہ ۱۹۹۰ء بمقام جامعہ احمدیہ۔ لاہور

تشہد اور تعوذ کے بعد:

واذا سالك عبادي عني ..... لعلهم يرشدون

(سورۃ البقرۃ ۲ آیت ۱۸۶)

ترجمہ: "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو میں بہت نزدیک ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔ اس لیے چاہیئے کہ (وہ بھی) میری فرمانبرداری کریں اور چاہیئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔"

انسان نے کبھی سوچا کہ اُسے کس نے پیدا کیا ہے، کیوں پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد وہ کہاں جاتا ہے؟ یا وہ صرف کھائی کر، شادی کر کے اور بچوں کو پال کر مٹی میں مل جانے کے لیے اتفاقاً پیدا ہوا اور اتفاقاً ہی مر جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب نہ کوئی کبھی دے سکا اور نہ دے سکے گا کیونکہ اس کا جواب انسان دے سکتا ہی نہیں تو کیا یہ ہمیشہ عقدہ لاینحل رہے گا؟ ایسا نہیں۔ اس زمین اور آسمان کی تخلیق ایسی عجیب و غریب ہے کہ یہ حیرت انگیز کائنات ضرور کسی فوق البشر ہستی نے بنائی ہوگی۔ انسان کی عقل اس پر اصرار کرتی ہے اور انسان کی فطرت بھی گواہی دیتی ہے کہ اس زمین اور آسمان کا خالق اور مالک کوئی ہے۔

اس کا جواب صرف وہ خلاق العظیم ہی دے سکتا ہے اور اس نے دیا بھی ہے اگر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے تو وہی بتا سکتا تھا کہ اس نے انسان کو کیوں پیدا کیا کیوں اس کی زندگی کی شمع بجھا دیتا ہے اور پھر انسان کو کیا ہونا ہے۔ چنانچہ اس نے انسان کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے اور ناکام و نامراد مر جانے نہیں دیا بلکہ اس کی رہنمائی کے لیے پہلے دن سے راہ دکھانے والے بھیجے جو یہ راز اس سے سیکھ کر آئے جس نے انہیں بھیجا تھا۔ ان پر یہ راز کھلا کہ زمین اور آسمان کا وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے جو ایک ہے اور اسی نے یہ سب کچھ بنایا ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات بھی بنایا ہے۔ اس کے انا الموجود ہونے کی گواہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے۔ اس کا نام ہر ایک راز کو پا لینے والے نے کیا بتایا وہ تاریخ کے اندھیرے میں کھو یا گیا اور لوگوں نے مختلف نام رکھ لیے۔ نام کے علاوہ اس کی بھیجی ہوئی ہدایت بھی بگڑ گئی اور مذاہب میں ہر قسم کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ مگر ان اختلافات کو مٹانے کے لیے وہ انسان کی ہدایت کے لیے بار بار رجوع فرماتا رہا۔ چنانچہ اس نے تمام دنیا کو ایک راستہ پر لانے کے لیے اپنے آخری نبی صلعم کو اپنی آخری اور مکمل کتاب اور آخری دین کو لے کر بھیجا اور یوں تمام رازوں سے پردہ اٹھ گیا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا، اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا

وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یہ مضمون تو بہت تفصیل طلب ہے اور خطبہ کا وقت محدود ہوتا ہے۔ اس لیے میں بات کو نہایت اختصار سے بیان کرتا ہوں کہ اس آخری کتاب نے جہاں اور کئی راز کھولے (اور ایسے کھولے کہ کوئی راز مخفی نہ رہا) اس اہم ترین راز پر سے بھی پردہ اٹھایا کہ انسان کا مقصدِ حیات کیا ہے جو بر سرِ عنوان آیت مبارکہ میں ہیرے کی طرح چمک رہا ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں ہے اور سورۃ فاتحہ کا عطر کھینچ کر اس کی واحد دعا میں رکھ دیا گیا ہے کہ اهدنا الصراط المستقيم یعنی ہمیں سیدھے راستہ پر لے کر چل۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کو ایک راستہ پر چلنا ہے۔ وہ راستہ دنیاوی اتنا نہیں جتنا کہ روحانی اور اخلاقی ہے کیونکہ انسان کی فضیلت اس کی اخلاقی اور روحانی خوبیوں سے ہے نہ کہ کسی دنیاوی خوبی سے۔ مگر اخلاقی اور روحانی راستہ تو انسان کو نظر نہیں آتا اور اس لیے وہ بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ وہ راستہ کیا ہے؟ تو اس راز پر سے بھی قرآن کریم نے پردہ اٹھایا جب فرمایا کہ صراط الذين انعمت عليهم یعنی وہ سیدھا راستہ ان کا تھا جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں۔ تو پھر انسان کے دل میں سوال اٹھتا ہے کہ وہ کون لوگ تھے؟ اس راز کو بھی قرآن شریف نے کھولا جب فرمایا کہ ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا۔ یعنے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ہی ان لوگوں میں سے ہیں جو نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالح لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور کیا ہی اچھے وہ ساتھی ہوں گے۔"

تو پھر اگلا سوال انسان کے دل میں اٹھتا ہے کہ وہ سیدھا راستہ کہاں لے کر جاتا ہے اس کا بھی جواب قرآن مجید نے ہی یوں دیا ہے۔ کہ فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به فسيدخلهم في رحمة منه وفضل ويهديهم اليه صراطا مستقيما (سورۃ النساء ۴) یعنے سو وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اسے مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں تو ان کو اللہ عنقریب (یعنے اسی دنیا میں) اپنی رحمت (یعنے روحانی نعمتوں سے) اور فضل (یعنے دنیاوی نعمتوں) سے نوازے گا۔ تو معلوم ہوا کہ اس سیدھے راستہ کی منزل مقصود خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اچھا کون مطلوب و مقصود ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جسے اللہ مل گیا اُسے سب کچھ مل گیا۔

اور اس طرح ہم آج کی زیر غور آیت مبارکہ پر آن پہنچتے ہیں۔ کیونکہ انسان بے اختیار بول اٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کس طرح پا سکتا ہے۔ اس کا جواب تو سورۃ النساء کی دونوں آیات میں آ گیا جو میں نے ابھی پڑھی ہیں کہ اللہ کو پانے کے لیے اس کی اور اس کے رسول پاکؐ کی، وفاداری میں وہ راہ ہے کہ کچھ ہو جائے اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔

اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سفر کے لیے کیا سامان چاہیئے۔ دنیاوی سامانوں کا تو یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ سفر اخلاقی اور روحانی ہے۔ تو پھر اس سفر کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا بندوبست فرمایا ہے اس کا ذکر اسی رکوع میں ہے

جس کی ایک آیت میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی تھی۔ پہلے تو فرمایا کہ اس سفر کے لیے خدا تعالیٰ نے انسان کا جسم حیوانی بنایا ہے۔ اس جسم کو حرکت میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ جذبات اور خواہشات رکھی ہیں جو اگر حیوان کو حرکت میں لاتی ہیں تو انسان کو بھی تمام حرکات اور کام کاج کے لیے وہی کام آتی ہیں۔ اور ان کی نیچر گرم ہوتی ہے کیونکہ قدرت کی ہر چیز جو حرکت یا کام کاج کرتی ہے وہ گرمی سے ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اس گرمی کو پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے غذا کو رکھا ہے جسے کھانے سے انسان کے جسم کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس جسم کو زندہ رکھنے کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور بقائے نسل کے لیے جنسی تعلقات رکھے گئے ہیں۔

مگر یاد رہے کہ جہاں یہ جذبات اور خواہشات اگر مقررہ حدود کے اندر رہیں تو نہایت مفید اور ضروری ہوتی ہیں وہاں اگر ان حدود سے باہر نکل جائیں تو انسانی ہلاکت کا باعث ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ حدود حیوان کے لیے تو اس کی فطرت میں رکھ دی ہیں مگر انسان کو آزاد چھوڑا ہے جس میں انسان کی بڑی عزت افزائی ہے کیونکہ یہ فخر صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کہ وہ یفعل ما یرید اور فعال لما یرید کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ اس کے برعکس حیوان فطرت کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہوتا ہے اور اسی لیے حیوان کبھی فطرت کے خلاف کوئی فعل نہیں کرتا مثلاً شیر کبھی گھاس نہیں کھاتا اور بکری کبھی گوشت نہیں کھاتی۔ فرشتے تک یفعلون ما یؤمرون کے مطابق کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے جس کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو دے مگر انسان اپنی آزادی کا یہ ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے کہ نہ صرف وہ وہ کچھ کرتا ہے جو جائز ہے، بلکہ ناجائز باتیں بھی بدقسمتی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں جانور کبھی خلاف فطرت افعال نہیں کرتا مگر بعض انسان خلاف فطرت افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ اب تو ان افعال (لواطت) کے لیے قانونی جواز بھی انہیں مل گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب میں دوبارہ آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ کھانا پینا اور جنسی تعلقات تو حیوان کی زندگی کا واحد مقصد ہوتے ہیں۔ اور جو انسان صرف انہی تین باتوں میں زندگی گزارتے ہیں وہ حیوان سے بہتر نہیں ہوتے۔ حیوان کو (میں نے سنا ہے کہ) سرکس والے انہی تین چیزوں سے روک کر ایسا سدھا لیتے ہیں کہ وہ مالک کی مرضی کے مطابق چلنے لگتا ہے۔ بلکہ وہ بعض انسانی حرکتیں بھی سیکھ جاتا ہے۔ انسان کے اندر جو حیوان ہے اس کو بھی انہی تین چیزوں سے روزہ میں دن بھر کے لیے روک کر سدھایا جا سکتا ہے۔ اور یوں انسان تمام بری باتوں سے، تکلیف دہ افعال سے اور ناپاکیوں سے اگر وہ چاہے اور کوشش کرے تو بچ سکتا ہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ اور روزہ کا مقصد بھی قرآن حکیم یہی فرماتا ہے کہ لعلکم تتقون۔ تقویٰ کی کیوں قرآن کریم میں اس قدر تاکید ہے اور اس کا اجر کیوں اتنا اعلیٰ اس پاک کتاب میں مذکور ہے۔ اس لیے کہ جس طرح اصل حیوان اپنے اوپر کوئی بندش پسند نہیں کرتا اور دولتیاں تک مار کر اپنے آپ کو آزاد رکھنا چاہتا ہے۔ انسان کے اندر جو حیوان ہے وہ بھی شریعت کی بندشیں اور قید کو پسند نہیں کرتا۔

مگر جب روزہ رکھ کر انسان اپنے حیوان کو سدھا لیتا ہے تو پھر اس کے لیے احکام شریعت پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ مگر نفس کو قابو میں لانا تب تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ انسان کا زندہ خدا پر ایمان نہ پیدا ہو۔ اور وہ اعلیٰ مقام روزہ سے اس لیے آسان ہو سکتا ہے کہ گھر میں اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں اور انسان بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہو اور کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہو مگر انسان اپنے آپ کو ان چیزوں سے روکے محض اس ایمان کی بنا پر کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ اگر دنیا میں نہ بھی پکڑے تو آخرت میں ضرور مواخذہ کریگا تو پھر گیارہ مہینوں کی اس مشق سے انسان میں زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ روزہ کو محض فاقہ سمجھ کر نہ رکھے بلکہ صدق دل سے خدا پر ایمان رکھے اور اس کی پکڑ سے خوف کرے۔

ایک اور بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ انسان ظاہری گندگی سے کس قدر نفرت کرتا ہے اور جلد از جلد خلاصی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر مقام تعجب ہے کہ اکثر انسان باطنی گندگیوں سے بالکل کراہت نہیں کرتے اور اپنی خراب حالت میں مگن رہتے ہیں۔ تقوے اس حالت سے انسان کو نکال کر باطنی پاکیزگی عطا فرماتا ہے۔ ایسے انسان کی مثال اس عورت سے ہے جو کپڑے کو جب تک دھو کر پاک وصاف نہ کر لے اسے رنگتی نہیں کیونکہ جب تک کپڑا صاف نہ ہو اس پر رنگ اچھا نہیں چڑھتا۔

اب میں آج کی آیت مبارکہ کو لیتا ہوں فرمایا کہ:

"جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں تو بہت نزدیک ہوں۔"

اب تک کی بحث سے اتنا پتہ لگا کہ انسان کا مقصد حیات کیا ہے اور وہ اسے کیونکر پا سکتا ہے اور کس راہ پر چل کر وہ مقصد مل سکتا ہے اور اس کے لیے کیا تیاری کرنی چاہیئے۔ تو انسان ایسے بھی ہیں جن کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی انسان نے اس راستہ پر چل کر خدا کو پایا بھی ہے؟ یا تمام عمر کی عبادت و ریاضت یوں ہی رائیگاں جائے گی۔ تو اس کا جواب بھی اس کامل کتاب قرآن کریم نے یوں دیا ہے کہ:

قل هٰذه سبیلی ادعوا الی اللہ قف علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی ط

"کہہ دے یہ ہے میرا رستہ۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے بصیرت (سے اسے دیکھا ہے۔ بصیرت دل کی آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں جبکہ بصارت ظاہری آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں) اور جو میری اتباع کرتا ہے (وہ بھی اپنی بصیرت سے اسے دیکھ لے گا۔")

چنانچہ حضور سرور کائنات صلعم نے جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی بصیرت سے دیکھا وہ کس نے دیکھنا ہے۔ اس کی تفصیل سورۃ النجم میں پڑھیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے پچھلے چودہ سو سال میں کئی اولیاء اللہ نے بھی اپنی بصیرت سے باری تعالیٰ کو دیکھ لیا۔ چونکہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے وہ مقام قرب حاصل کیا جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا کیونکہ اس سے آگے کوئی قرب ممکن ہی نہیں۔ اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون بتا سکتا ہے کہ خدا کو پانے کے راستہ میں کیا کیا مشکلات انسان کو پیش آتی ہیں اور ان پر کس طرح قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ میں لائے کہ:

"جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں۔"

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو کہ اس کے سوا خدا تعالیٰ نہیں مل سکتا۔ "میرے بندے" کے الفاظ (میری حقیر رائے میں) اس لیے استعمال فرمائے تاکہ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں

سے محبت ظاہر ہو۔

"تو میں تو بہت نزدیک ہوں" کے الفاظ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا ہی ترجمہ ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا: **ھو معکم این ما کنتم** یعنے اللہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارے ساتھ ہے۔ یہ قرب اس قدر نزدیک ہے کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے۔ یعنے انسان کے سینہ کے مخفی رازوں تک کو جانتا ہے۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو مسجد نبوی میں ہاتھ اٹھا کر اونچی آواز سے دعائیں کر رہا تھا فرمایا کہ تمہارا رب بہرہ نہیں ہے وہ تمہاری خاموشی سے کی ہوئی دعاؤں کو بھی سن لیتا ہے اسی سلسلہ میں میں کہہ دوں کہ نماز کے خاموش حصہ کو بعض لوگ اونچی آواز سے ادا کرتے ہیں جس سے دوسروں کی نماز خراب ہوتی ہے تو یہ بھی اچھا نہیں۔

آگے فرمایا کہ:

اجیب دعوة الداع اذا دعان

(میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں۔)

مگر ہم سب جانتے ہیں کہ ساری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اور قرآن شریف بھی فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس دعا کو چاہے قبول کرتا ہے اور جسے چاہے رد کر دیتا ہے۔ تو پھر آیت مذکورہ بالا میں کس دعا کا ذکر ہے کہ وہ قبول ہوتی ہے؟ وہ وہی دعا ہے جو سب دعاؤں کی سرتاج ہے۔ یعنے **اھدنا الصراط المستقیم** والی دعا کیونکہ تمام قرآن کریم کا خلاصہ ہے سورۃ الفاتحہ، اور سورۃ فاتحہ میں صرف ایک دعا ہے کہ ہمیں سیدھے راستہ پر لے کر چل۔ یہ دعا مقبول نہ ہوگی تو اور کون سی ہوگی۔ صرف شرط یہ ہے کہ جس راستہ پر (یعنے قرآن کریم پر) اللہ تعالیٰ نے چلنے کو فرمایا ہے اس راستہ پر انسان اسی طرح چلے جس طرح کہ منعم علیہ گروہ یعنے انبیاء علیہم السلام، صدیق، شہدآء اور صالح لوگوں نے چل کر ہمارے لیے نمونہ پیش کر دیا کہ یہ راستہ قابل عمل ہے اور اس پر چلنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

اسی بات کو بر سر عنوان آیت مبارکہ میں یوں فرمایا ہے **فلیستجیبوا لی** یعنے اگر انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بات مانے، تو انسان کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے محسن عظیم کی بات مانے جس نے قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرما کر سیدھے راستہ پر اور اس پر چلنے کے تمام آداب واضح فرما دیئے۔

اور سچی بات بھی یہ ہے کہ اگر انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی بات نہ مانے تو وہ اس کی راہنمائی کس طرح کر سکتا ہے؟ اور نہ انسان اس کی ربوبیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کے بغیر انسان کی نہ تو دنیا کی بھلائی ممکن ہے اور نہ آخرت کی۔ مگر اس راہ پر چل کر فوراً خدا نہیں مل جاتا۔ اس لیے فرمایا کہ **ولیؤمنوا بی** یعنے اگر فوری منزل مقصود پر انسان نہ پہنچ سکے تو وہ دل نہ ہارے بلکہ استقامت سے تلاش محبوب میں لگا رہے۔ **لعلھم یرشدون** تاکہ انسان سیدھے راستہ پر چلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے "مقصد حیات" کو پالیں جو کہ اس مضمون کی سرخی تھی۔

دعا کریں کہ ہم سب کو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین
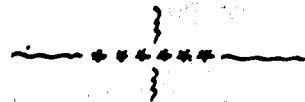
بقیہ جماعتی خبریں

کے حقیقی وارث ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں ماننا اور ان کی تقلید کرنا لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔

آخر میں صاحب صدر جلسہ جناب میاں ممتاز سلیم صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت صاحب کے ارشادات پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔ دعا کیساتھ یہ پر رونق تقریب اختتام کو پہنچی

جلسہ سے پہلے جناب ملک ظفر اللہ خاں صاحب نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز جمعہ اور نماز عصر اکٹھی پڑھائی۔ جلسہ میں خواتین، بچگان، نوجوانوں اور بزرگوں اور دوستوں نے ایک معقول تعداد میں شرکت کی۔ آخر میں مشروبات سے تواضع کی گئی۔

انتظامیہ میں چوہدری محمد حسین صاحب، مرزا حنیف صاحب واعظ مقامی جماعت اور شمس الرحمٰن صاحب نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(مرزا ٹیپو سلطان بیگ فیصل آباد)

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کا دورہ فیصل آباد

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے مؤرخہ یکم جون کو جماعت احمدیہ فیصل آباد کا دورہ کیا اسی تاریخ کو فیصل آباد جماعت نے "یوم مسیح موعود" کی تقریب منعقد کی جس میں انہوں نے شبان الاحمدیہ مرکزیہ کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے پانچ رکنی وفد فیصل آباد روانہ ہوا۔ فیصل آباد جماعت کے تمام احباب نے تہ دل سے خوش آمدید کہا جن میں جناب مرزا ٹیپو سلطان بیگ صاحب اور جناب چوہدری محمد حسین صاحب قابل ذکر ہیں۔ تقریب میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نوجوان مقررین نے بھی حصہ لیا اور موزوں حال عنوانات پر خیالات کا اظہار کیا۔

عامر عزیز (راقم الحروف) نے بھی جماعت ربوہ و لاہور کے اختلافی امور پر روشنی ڈالی۔

تقریب سے لاہور سے گئے بزرگان اور مقامی جماعت کے بزرگان نے بھی خطاب کیا شبان الاحمدیہ مرکزیہ اور فیصل آباد جماعت کے نوجوانوں کے درمیان تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

اس کامیاب دورہ کے بعد شبان الاحمدیہ کے ممبران شام کو واپس لاہور کے لیے عازم سفر ہوئے۔

صدر شبان الاحمدیہ مرکزیہ
عامر عزیز

خدا اور اُس کے رسولؐ کا فرمان

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک:

ترجمہ:- "اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ (بہت) احسان کا سلوک کرو"

حضور صلعم نے فرمایا:-

"یعنی کیا میں تمہیں زیادہ بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں" صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کیوں نہیں، حضورؐ نے فرمایا:

"یعنی اللہ تعالےٰ کا شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی زیادہ بڑے گناہ ہیں"

جماعتی خبریں

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہیں۔ اور نسبتاً صحت بہتر ہے۔ خدمات دینیہ اور جماعتی امور میں آپ کا بیشتر وقت گذرتا ہے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر دارالسلام لاہور میں آپ نے نماز عید کی امامت فرمائی اور احباب سے عید ملے۔ محترم مکرم این اے فاروقی صاحب نے خطبہ عید دیا۔ جو پیغام صلح کی آئندہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہوگا۔
* جماعتی اطلاعات کے مطابق پاکستان اور بیرون پاکستان میں احباب جماعت نے اپنے اپنے مراکز میں عید کی تقریبات منعقد کیں اور سنت ابراہیمؑ کے مطابق قربانی کی۔ اور یہ تقریبات بخیر و خوبی انجام پائیں۔ الحمد للہ
* محترم مکرم حضرت مولینا شبیر محمد خوشابی صاحب کی طبیعت نسبتاً بہتر ہے اور اپنے آبائی گاؤں میں مقیم ہیں۔ احباب ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے درد دل سے دعا فرمائیں
* گذشتہ دنوں محترم ڈاکٹر مبارک احمد صاحب کو رات کے وقت سرراہ ڈاکوؤں نے حراست میں لے کر ان پر حملہ کیا۔ بائیں بازو پر دو گولیاں ماریں اور نقدی چھین کر فرار ہوگئے۔ بازو کا اپریشن ہوا۔ انہوں نے اخبار کے ذریعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، مکرم این اے فاروقی صاحب اور جماعت کے دیگر احباب و خواتین کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کہ ان کی دعاؤں اور مزاج پرسی سے ان کی بڑی دلداری ہوئی ہے اپریشن کامیاب ہوا ہے۔ اور وہ سرعت سے روبہ صحت ہو رہے ہیں۔
* وفات حسرت آیات

احباب جماعت کے لیے یہ خبر باعث رنج و ملال ہوگی کہ ہماری جماعت کے رکن محترم چوہدری عبدالغنی صاحب (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون ہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور سوگوار خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

* بیگم صاحبہ چوہدری عبدالمجید مرحوم و مغفور کی وفات کی خبر بھی احباب کے لیے رنج و غم کی باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔
* شیخ محمدی (پشاور) کے گلاب شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

دارالسلام میں ان ہر دو کا جنازہ غائبانہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں پڑھا گیا۔ احباب جماعت سے التماس ہے کہ جماعتوں میں نماز جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔

* دعائے صحت:

مرسیام کے محترم روشن غنی صاحب بیمار ہیں۔ ان کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے احباب درد دل سے دعا فرمائیں۔

* مکرمی و محترمی سلام مسنون

ہر دو اخبارات لائٹ پیغام صلح کا مالی بوجھ انجمن کے وسائل سے پورا کرنا ممکن نہ ہے آپ سے دردمندانہ اپیل ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں اپنا بقایاجات نقد یا بذریعہ بنک ڈرافٹ بنام احمدیہ انجمن لاہور بھجوا کر مشکور فرمائیں۔

امید واثق ہے کہ آپ کو اخبارات باقاعدگی سے مل رہے ہیں بصورت دیگر مدیر اخبارات کو مطلع کریں تاکہ شکایت کا بروقت ازالہ ہو سکے۔

آپ سے درخواست ہے کہ چندہ بھجواتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور دیں تاکہ اندراج صحیح ہو سکے۔ خریداری نمبر ایڈریس کے اوپر درج ہوتا ہے۔

اگر آپ اس خط کے ملنے سے پہلے چندہ ارسال کر چکے ہیں تو ہماری معذرت قبول فرمائیں اور ہمیں اپنی رسید نمبر سے آگاہ کریں۔

چندہ کی نئی شرح

اخبار پیغام صلح یکصد روپے سالانہ

اخبار لائٹ: پچھتر روپے سالانہ

خاکسار: ریاض احمد

جائنٹ سیکرٹری

* ارشادات بانیٔ سلسلہ

چندہ کی حالت پر ہی لحاظ کرو۔ ایک آدمی غریب اور دو آنہ روز کا مزدور ہے اور ایک دوسرا آدمی دو لاکھ روپیہ حیثیت رکھتا ہے اور ہزاروں کی روزانہ آمدنی ہے۔ وہ دو آنہ کا مزدور بھی اس میں سے دو پیسہ دیتا ہے اور وہ لاکھ پتی ہزاروں کی آمدنی والا دو روپیہ دیتا ہے تو اگرچہ اس نے اس مزدور سے زیادہ دیا ہے مگر اصل یہ ہے کہ اس مزدور کو تو ثواب ملے گا مگر اس دولت مند لاکھ پتی کو ثواب نہیں بلکہ عذاب ہوگا کیونکہ اس نے اپنی حیثیت اور طاقت کے موافق قدم نہیں بڑھایا بلکہ گونہ بخل کیا ہے۔

* جامعہ احمدیہ فیصل آباد میں یکم جون ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک یوم المسیح الموعود کے سلسلہ میں بعد نماز جمعہ تا وقت عصر ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ پہلے حاضرین کو دوپہر کا کھانا دیا گیا اور پھر ٹھیک دو بجے جلسہ کی کارروائی جناب چوہدری فیصل حسین صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے شروع کی گئی۔

مولوی رحمت اللہ صاحب (جھنگ) نے اپنے مخصوص انداز میں حضرت صاحب کا منظوم کلام سنایا۔ اطہر رسول نے بھی ترنم کے ساتھ حضرت صاحب کا منظوم کلام پڑھا اور حضرت صاحب کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔

سیکرٹری جماعت ڈاکٹر مرزا ٹیپو سلطان بیگ صاحب نے استقبالیہ تقریر میں تقریب کی غرض و غایت بیان کی اور شامل ہونے والے مقامی اور بیرونی اصحاب کا شکریہ ادا کیا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کے صدر عامر عزیز صاحب اور تنظیم کے ایک اور رکن عثمان نذیر صاحب نے حضرت صاحب کے بارے میں معلوماتی تقریر کی۔ بعد ازاں بشارت احمد بقا صاحب نے تقریر فرمائی اور جناب ملک ظفر اللہ خان صاحب نے اپنی تقریر میں حضرت صاحب کے بارے میں فرمایا کہ کس طرح اخلاق کے ساتھ انہوں نے لوگوں کے دل جیتے اور محض دین کی خاطر ہی اپنی زندگی گذاری۔ اور مصائب و پریشانیوں کا مردانہ وار مقابلہ فرمایا اور پھر یہ کہ وہ اپنے مشن میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ

مکرم مرزا عبداللطیف صاحب نے مجدد کی ضرورت اور اہمیت پر مدلل تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت صاحب کے لیے فرمایا کہ پہاڑوں کو پھلانگ کر برف کی سلوں پر بھی چل کر جانا پڑے تو اسے میرا سلام پہنچائیں۔ اور پھر یہ کہ ختم نبوت کے بعد یہی لوگ انبیاءؑ

...... جو مذہب کے نام پر لڑاتے ہیں

...... اسلام مسائل میں غور و خوض اور تعبیر و تدبیر کی راہیں مسدود نہیں کرتا اور تعبیر و تشریح میں اختلافات کا ہونا ایک قدرتی امر ہے جو اپنے حدود کے اندر نہ صرف قابل قبول اور گوارا ہے بلکہ اس کی تحسین کی جاتی ہے اور ایسے ہی اختلافات کو جو قرآن و سنت کی تعبیر میں ہوں جن میں ذہانت، شرافت، نیک نیتی، خلوص، وسعت نظر و ظرف کا عنصر شامل ہو انہیں خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے موجب برکت و رحمت قرار دیا ہے۔ اور ایسے اختلافات قرون اولیٰ سے چلے آرہے ہیں اور قیامت تک جاری رہیں گے۔ ان اختلافات کو کبھی وحدت امت کے منافی نہیں سمجھا گیا۔ یہ تو ایک زندہ قوم کے اور زندہ مذہب کے لئے ناگزیر ہوتے ہیں۔ مگر جب یہ اختلافات اپنی طبعی اور علمی حدود سے تجاوز کر جائیں اور افہام و تفہیم، اظہار حق اور تلاش حق کے ذریعے ان کو حل کرنے کے بجائے سب و شتم اور طنز و تعریض شروع ہو جائے تو یہ امتوں کے لئے زہر ہلاہل سے زیادہ نقصان دہ اور سم قاتل سے زیادہ مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ابتری اور زوال کا سب سے بڑا سبب ملت میں یکجہتی کا فقدان، ذاتی تنازعات اور باہمی جنگ و جدل ہے۔ اصلاح احوال اور اتحاد کی کوشش رائیگاں جا رہی ہے اور فرقہ واریت کا عفریت چوراہے میں رقص کر رہا ہے۔ پاکستان کے سادہ دل۔ سادہ لوح اور مخلص باشندے دین اسلامی کی سربلندی کے خواہاں اور کوشاں بھی رہے ہیں۔ قیام پاکستان اور اس میں نظام اسلامی کے نفاذ کے لئے عوام الناس نے جس قدر جانی و مالی قربانیاں دی ہیں ماضی قریب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ اس دور زبوں میں ان قربانیوں نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ مگر ہمارے خود پرست اور خود غرض نام نہاد رہنماؤں نے جس بے دردی اور ظالمانہ طریقوں سے انہیں ضائع کر دیا۔ وہ بھی تاریخ کا عبرت ناک بلکہ شرمناک باب ہے۔ ابھی شہیدوں کے کفن بھی میلے نہ ہوئے تھے۔ ابھی یتیموں کی آہیں۔ بیوگان کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں کہ سیاست اور مذہب کے نام پر امت مسلمہ میں پھر وہی تفریق اور تقسیم شروع کر دی گئی۔ اس رسہ کشی سے ایک طرف تو عوام سخت مایوس و بد دل ہو گئے اور دوسری طرف اسلامی نظام کی منزل خاصی دور بلکہ او جھل ہو گئی۔ اس صورت حال پر کسی خاص فرد یا جماعت کو الزام دینا مناسب نہیں تاہم ملت کے دردمندوں اور اسلامی نظام کے بہی خواہوں کے لئے اس کا تدارک ان کا شرعی فریضہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب حامیان دین متین اور مفتیان شرع، علماء و مشائخ فروعی مسائل میں اُلجھے رہیں گے تو یہ انداز فکر ان کے پیروؤں میں زیادہ شدت سے پیدا ہو گا اور اسلامی ذہن کے مالک اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو فروعی مسائل میں ضائع کر دیں گے۔

ہماری اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمنان دین اپنی یلغار کو تیز تر کر دیں گے۔ ان کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ تو کیا یہ ہماری لڑائیاں اسلام کے لئے مضر اور کفر کے لئے مفید نہ ہوں گی؟ تعجب ہے کہ ہم دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ اسلام نوع انسانی کی تمام مشکلات اور پیچیدگیوں کا حل پیش کرتا ہے اور یہ پوری انسانیت کا رہبر و رہنما ہے۔ اتنا بڑا دعوے کرنے والوں کو اسلام میں باہمی اختلافات اور فروعی مسائل میں کیا اعتدال، توسط رواداری اور مروت کی تعلیم کہیں نظر آئی؟ ....

بلاشبہ ابھی تک ہر گروہ اور ہر فرقہ میں ایسے اصحاب علم اور ارباب دانش موجود ہیں جو اس کشیدہ صورت حال سے انتہائی کبیدہ خاطر ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس صورت حال سے اسلام کی عزت و عظمت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا اور ان اختلافات کو وجہ نزاع بنانے سے اسلامی نظام کی منزل کھوٹی ہو رہی ہے۔ مگر چونکہ ان میں بیشتر دینی تعلیمی اداروں میں معلم ہیں یا پھر حالات سے مایوس و بد دل ہو کر گوشہ نشین ہیں اور ان کا عوام سے براہ راست رابطہ نہیں ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو مجبور محض تصور کرتے ہیں۔ اُدھر ہر گروہ میں بدقسمتی سے ایسے تشدد پسند، زبان آور، مفاد پرست اور خود غرض افراد کی بھی کمی نہیں جو اس بدنصیب امت کو مذہب کے نام پر لڑاتے ہیں۔ اور اتحاد ملی کو وہ اپنے مفادات کے لئے سب سے بڑا خطرہ تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح ان کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے اور اتنا بڑا مالی خسارہ برداشت کرنے کی ان میں تاب نہیں ہوتی۔ وہ جب کبھی حالات کو سازگار دیکھتے اور امت میں اتحاد کی بحالی انہیں نظر آتی ہے وہ انتشار کی ایسی چنگاری کو ہوا دیتے ہیں جو آن کی آن میں خرمن اتحاد کو بھسم کر دیتی ہے۔ امن تہ و بالا ہو جاتا ہے اور امت پھر اختلافات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتی ہے۔ اگر ہر گروہ کے چیدہ چیدہ اصحاب علم جو حالات سے کڑھتے ضرور ہیں مگر عملاً خاموش ہیں۔ آگے بڑھیں اپنے گراں قدر احساسات سے امت کو مستفید کریں اور قرآن و سنت کی روشنی میں لوگوں میں یکجہتی پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیں تو ممکن ہے کہ ان کے علم و فضل اور تقوےٰ اور طہارت کے سامنے فرقہ سازوں کی دکانداری کسی حد تک ماند پڑ جائے گی۔ یہ وقت کی اہم پکار ہے یہ اسلام کا ان سے مطالبہ ہے تاکہ دور غلامی کی پیداوار اس زہر آلود دیار کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا جائے جسے استعماری قوتوں نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے اور اپنے تسلط کو طول دینے کے لئے مسلمانوں میں رواج دیا تھا۔

(بشکریہ ایشیاء۔ لاہور)

www.aaiil.org

تحریر: صاحبزادہ ہارون احمد صاحب
ترتیب: مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کی مختصر سوانح حیات

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔

شجرہ نسب:

آپ کے شجرہ نسب کے متعلق تو کوئی مصدقہ دستاویزی ثبوت نہیں مل سکا کیونکہ آپ کے گاؤں سید گاہ علاقہ خوست، افغانستان میں جب آپ کے مکان کو نذر آتش کیا گیا تو یہ دستاویز بھی دوسرے گھریلو سامان کے ساتھ جل گئی۔ لیکن آپ کے خاندان میں جو روایت چلی آ رہی ہے اس کے مطابق آپ کا شجرہ نسب حضرت علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رح سے ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بزرگ بھی ہندوستان میں ایران سے تشریف لائے اور سہارن پور (بھارت) میں آباد ہو گئے۔ آپ کے ایک بزرگ حضرت سید احمد شہید شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں سہارنپور میں آباد تھے۔ ان کے علم و فضل، تقویٰ اور طہارت کی وجہ سے اورنگ زیب عالمگیر انہیں بڑی قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے عقیدت رکھتے تھے جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ شہنشاہ نے ان کو ان کی ذاتی لائبریری کے لیے ایسی ہزاروں کتابیں بطور تحفہ پیش کیں جن کی قیمت تقریباً ۹ لاکھ روپے بنتی تھی۔

سہارن پور سے افغانستان میں آمد

زمانے کے پرآشوب حالات کی وجہ سے حضرت سید احمد سعید اورنگ زیب کے زمانے میں ہی سہارن پور سے ہجرت کر کے افغانستان میں آ گئے۔ اور علاقہ خوست میں سید گاہ نامی مقام پر آباد ہو گئے۔

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف رح کے والد کا نام محمد شریف تھا۔ ان کے دو بھائی محمد حنیف اور عبد العزیز تھے۔ ان دونوں کی اولاد میں ایک ایک لڑکا اور ایک ایک لڑکی تھی۔ جو بعد میں فوت ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے دیئے جن کی اولاد خوب پھلی اور پھولی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت مسیح موعود کے پاک دامن سے وابستگی کا نتیجہ تھا۔ ان سب کا مرکز سید گاہ ہی تھا۔

تعلیم

جب آپ سن شعور کو پہنچے تو آپ کی تعلیم کا دور شروع ہوا۔ آپ کا بچپن اور جوانی دینی تعلیم کے حصول اور سلوک کی منزلیں طے کرنے میں صرف ہوئی۔ آپ نے علم کی پیاس بجھانے کے لیے مشکلات اور مصائب کی پرواہ کیے بغیر دور دور کا سفر اختیار کیا۔ آپ اس شوق میں افغانستان سے روانہ ہو کر براستہ میرانشاہ۔ بنوں سرائے نورنگ عیسیٰ خیل پہنچے اور دریائے سندھ بذریعہ کشتی عبور کر کے کندیاں کے مقام پر ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ سفر کے دوران میں جہاں جہاں کسی بڑے اور متقی عالم دین کے متعلق علم ہوتا تو ان سے استفادہ کے لیے ان کے پاس پہنچ جاتے۔ آپ نے اسی شوق میں سہارن پور، دہلی، پشاور، دیوبند اور دیگر متعدد مقامات کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں کے نامور علماء سے علم حاصل کیا۔ علم کی خاطر آپ کئی کئی سال تک گھر سے باہر رہتے۔ آپ کا سامان سفر صرف دو جوڑے سوتی کپڑے اور ایک چمڑے کا لباس ہوتا جسے غالباً سردیوں میں بوقت ضرورت استعمال کرتے۔

آپ نے مختلف دینی درسگاہوں میں تقریباً تیرہ سال تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کو قرآن کریم، حدیث، فقہ اور منطق پر پورا عبور حاصل تھا اور زبانوں میں آپ کو عربی فارسی، اردو اور پشتو میں کمال حاصل تھا۔ آپ کی ذہانت اور خداداد حافظہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو تقریباً تین لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

سید گاہ واپسی اور آپ کی مصروفیات

تحصیل علم کے بعد آپ نے افغانستان واپس آ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز سے لوگ آتے اور آپ کے فیوض علمی اور روحانی سے بہرہ مند ہوتے۔ آپ نے جس چشمہ سے خود سیر ہو کر پیا اسے دوسروں کی خاطر جاری کر دیا۔ لوگوں کو روحانی رنگ سے فیض یاب کرنے کے علاوہ ان کے طعام و قیام کا انتظام بھی خود ہی کرتے۔ خوست میں آپ کی تقریباً چار لاکھ کنال زمین تھی جس کی زیادہ تر آمدنی غرباء اور مسجد کے طالب علموں پر خرچ ہوتی تھی۔ آپ خود نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ سادہ اور طیب غذا اور سادہ پوشاک۔ آپ کو تصنع اور بناوٹ سے بے حد نفرت تھی۔ آپ کی پسندیدہ غذا مونگ کی دال کی کھچڑی تھی۔ پتلے چمڑے کے جوتے، معمولی قسم کے کپڑے، سفید پگڑی اور کندھے پر ململ کا کپڑا آپ کا لباس تھا۔ ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھتے تھے۔ مخلوق خدا سے انہیں بہت محبت تھی۔ ہر ایک سے بلاتفریق پیار اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

پیر صاحب مانکی کی مریدی

آپ کو پیری مریدی سے سخت نفرت تھی لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک زمانے میں آپ پیر مانکی کے مرید ہو گئے۔ اسی دوران میں آپ کو معلوم ہو گیا کہ پیر صاحب قرآن و سنت اور احکام شریعت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ایک دو مواقع پر تو آپ ایسی خلاف قرآن و سنت حرکتوں پر خاموش ہو گئے لیکن آخر کار آپ سے نہ رہا گیا اور بر مجلس پیر صاحب سے فرمایا کہ آپ قرآن و حدیث اور شریعت اسلامی کے خلاف باتیں اور عمل کرتے ہیں۔ اس پر پیر صاحب نے آپ کو اشارہ سے خاموش رہنے کو کہا۔ لیکن صاحبزادہ صاحب نے اپنی بات جاری رکھی جس پر پیر صاحب بہت برافروختہ اور

سبز پا ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔ پیر صاحب! یہ بھی آپ کی عطا کردہ تسبیح اور یہ رہا آپ کا عصا اور مجلس سے اٹھ کر سیدھے اپنے گاؤں سید گاہ (افغانستان) چلے گئے۔ پیر صاحب اور ان کے مریدوں نے صاحبزادہ صاحب کے اس رویے کو اپنی توہین سمجھا اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے ارادۂ بد سے محفوظ رکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں قرآن و حدیث کا کیا مقام اور شرعی احکام کی بجا آوری کے لیے کتنی غیرت تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتداء سے ہی کسی روحانی انسان کی تلاش میں تھے لیکن ان کو اب کوئی رہبر نہیں ملا تھا۔ یہ تلاش اور جستجو جاری تھی کہ آپ کو اپنا ہادی مل گیا۔

صاحبزادہ صاحب کا یہ معمول تھا کہ علی الصبح مسجد میں جا کر خود اذان دیتے اور نماز کی امامت کرتے تھے مسجد جانے سے پہلے آپ کے بھائی آپ کے دروازے پر آپ کا انتظار کرتے اور آپ کے ساتھ جاتے تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

صاحبزادہ صاحب کا افغانستان میں روحانی اور دنیوی مقام

حضرت صاحبزادہ صاحب شہید بڑے عالم فاضل اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ افغانستان میں وہ اپنے علم و فضل اور تقویٰ کی وجہ سے ولی اللہ مانے جاتے تھے جس کی وجہ سے وہاں ان کے ہزارہا شاگرد اور عقیدت مند پیدا ہو گئے تھے امیر عبدالرحمٰن شاہ کابل کی نظر میں بھی آپ کو ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء افغانستان کے سردار کی حیثیت اور مقام حاصل تھا گویا کہ آپ شمس العلماء تھے۔ آپ وہاں کے قاضی القضاۃ تھے اور تمام شرعی فیصلے آپ کے مشورہ سے طے پاتے تھے۔ اور آپ امیر عبدالرحمٰن کے یہاں اس قدر منظور نظر تھے کہ اس کی وفات کے بعد امیر حبیب اللہ کی تاجپوشی کے وقت برکت کے لیے اس کے سر پر تاج حضرت شہید مرحوم کے دست مبارک سے ہی رکھوایا گیا۔

احمدیت کا شرف

"ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنی رحمت اور فضل سے نوازنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی رہنمائی کے لیے غیر متوقع طور پر عجیب عجیب مواقع پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح وقت کی غلامی کا شرف عطا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کا موقع پیدا کر دیا۔

برطانوی ہندوستان اور افغانستان کے درمیان حد بندی کا واقعہ ۱۸۹۳ء میں پیش آیا۔ چونکہ یہ حد بندی ایک انگریز نمائندے مارٹیمر ڈیورنڈ (MORTINER DURAND) کے زیر نگرانی عمل میں آئی اس لیے اسے ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں انگریزوں کی طرف سے ڈیورنڈ کے ساتھ صاحبزادہ عبدالقیوم مرحوم بانی اسلامیہ کالج پشاور بھی شامل تھے۔ افغانستان کی طرف سے آنے والے کمیشن میں سردار شیریں دل خان اور حضرت صاحبزادہ صاحب شامل تھے۔ حد بندی کے موقع پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے دیکھا کہ صاحبزادہ عبدالقیوم دو پتھر افغانستان کی طرف سے رکھ رہے ہیں تاکہ انگریزوں کی حدود بڑھ جائیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے صاحبزادہ عبدالقیوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو قیوم تم یہ دو پتھر افغانستان کی طرف رکھ کر اپنے لیے دوزخ میں جگہ بنا رہے ہو۔ بظاہر یہ بات بڑی معمولی نظر آتی ہے لیکن اس سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی فراست، انصاف پسندی، جرأت، خدا خوفی اور اپنے ملک اور حکومت کے ساتھ وفاداری کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ وہی حکومت جس نے آخر کار آپ کے بےگناہ اور معصوم خون سے ہاتھ رنگ کر اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی۔

اسی دوران میں صاحبزادہ صاحب مرحوم کی ملاقات اتفاقاً ایک ایسے شخص سے ہوئی جس نے آپ سے ذکر کیا کہ موضع قادیان، پنجاب میں ایک شخص نے اس زمانے کا مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر حیرت اور استعجاب سے فرمایا اچھا وہ شخص آ گیا ہے۔ ہم تو مدت سے اس کے انتظار میں تھے۔ اس شخص نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل دیتے ہیں ہندوستان کے علماء ان کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ بھی بہت بڑے عالم اور فاضل ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کا تعلق ہے۔ ہم اس مدعی کی کچھ کتابیں اپنے ساتھ لائے ہیں آپ انہیں پڑھ کر ان کا جواب لکھیں۔ صاحبزادہ صاحب مرحوم نے بڑے اشتیاق اور خلوص کے ساتھ یہ کتابیں لے لیں۔ آپ کو یہ کتابیں تو اس نیت سے دی گئی تھیں کہ ان کے پڑھنے کے بعد آپ بھی حضور پر نعوذ باللہ کفر کا فتویٰ صادر کریں گے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ یہی کتابیں ان کے لیے شہادت کے عالی مقام کا سبب بن جائیں گی

ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کے بعد آپ سیدھے اپنے گاؤں سید گاہ واپس تشریف لے آئے اور گھر سے ملحقہ اپنی مطالعہ گاہ میں بیٹھ کر ان کتابوں کے پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ کی بیگم نے آپ سے کہا آپ بہت تھکے ہوئے ہیں تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ آپ نے جواب دیا، آپ لوگ سو جائیں میں بھی تھوڑی دیر بعد سو جاؤں گا۔ لیکن زمانے کے مامور کی کتابوں میں کچھ ایسی کشش اور جاذبیت تھی اور ایسا نور تھا کہ آپ ساری رات پڑھنے میں مشغول رہے حتیٰ کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا نماز کے بعد واپس آ کر سو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کتابوں کے متعلق فرمایا ہے کہ :-

> "مجھ پر پہلے سے کشفی طور پر واضح ہو چکا تھا کہ اس زمانے میں کسی بڑے عالی پایہ مجدد کا ظہور ہونے والا ہے اور مجھے ایسا وہم گزرتا تھا کہ شاید میں ہی نہ وہ شخص ہوں لیکن جب میں نے حضرت مرزا صاحب کی کتب پڑھیں تو معاً میرے قلب نے تصدیق کی یہ وہی شخص ہے جس کے ظہور کی عالم روحانیات میں تیاریاں تھیں تو پھر جب کتب کو زیادہ غور سے پڑھا تو حق بکلی روشن ہو گیا۔"

(بحوالہ المجدد اعظم حصہ دوم صفحہ ۹۳۹ فٹ نوٹ ۱، از مؤلف)

ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد آپ کا شوق اور بھی بڑھ گیا اور یہ تحقیق شروع کی کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی صداقت اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مزید چھان پھٹک کی جائے۔ اور اس غرض کے لیے آپ نے اپنے چند معتمد شاگردوں کو جن میں مولوی عبدالرحمٰن شہید بھی شامل تھے قادیان روانہ کیا اور ان کے ہاتھ حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں ایک خط بھی بھیجا۔ چند ہفتے قادیان میں قیام کے بعد یہ لوگ واپس خوست پہنچے اور حضرت صاحب کے دعویٰ کی تصدیق کی۔ وہ حضرت صاحب کی طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خط کا جواب بھی اپنے ساتھ لائے۔ حضرت صاحب نے آپ کو سلام بھی بھیجا۔ صاحبزادہ صاحب نے یہ خط پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اس کے متعلق اور زیادہ تحقیق کرنی چاہیئے تاکہ ہم ان کی بیعت کا ارادہ کریں۔

احمدیت کی تبلیغ اور مولوی عبدالرحمٰن کی شہادت

اس مقصد کے لیے حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایماء پر مولوی عبدالرحمان صاحب دو تین مرتبہ قادیان گئے اور ہر مرتبہ کئی کئی ماہ تک حضرت صاحب کی صحبت میں رہتے اور آپ کے دلائل سننے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت صاحب پر آپ کا یقین اور ایمان اس قدر پختہ ہو گیا کہ احمدیت کی تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک ان کے دل میں پیدا ہو گیا۔ آخری مرتبہ جب آپ خوست واپس آئے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے سامنے حضرت صاحب کے دعویٰ مسیح موعود کی پرجوش انداز میں تصدیق کی اور کابل میں بڑے زور شور سے احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ وہاں کے ملاؤں نے امیر عبدالرحمان سے یہ شکایت کی کہ مولوی عبدالرحمان یہاں قادیانیت کی تبلیغ کر کے آپ کے راستے میں کانٹے بو رہا ہے اور آپ کی سلطنت کو تباہ کرنے کے درپے ہے چنانچہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگا یا گیا۔ اور گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ امیر عبدالرحمٰن کے حکم سے جیل ہی میں آپ کا گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن کو ۱۹۰۱ء میں شہید کیا گیا اور اسی سال امیر عبدالرحمٰن بھی فوت ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کے معصوم اور بے گناہ بندوں کے خون سے ہاتھ رنگنے والا ظالم اور سفاک انسان اس کے انتقام اور غضب سے نہ کبھی پہلے بچا ہے اور نہ آئندہ بچ سکے گا۔

شہید مرحوم کا اپنے متعلق ایک کشف

امیر عبدالرحمٰن کے زمانہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب قاضی القضاۃ کے اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے اپنے تقویٰ، طہارت اور علمی فضیلت کی وجہ سے وہ بادشاہ کے منظور نظر تھے۔ اکثر امور سلطنت ان کے صائب مشوروں سے سرانجام پاتے تھے اس لیے ان کا زیادہ تر وقت کابل کے شاہی دربار میں گذرتا تھا مگر کبھی کبھار آپ خوست بھی آجایا کرتے تھے۔ یہ سفر پیدل یا گھوڑے پر ہوتا تھا۔ آپ کے ہم سفر آپ کے ایک شاگرد مولوی عبدالجلیل صاحب مرحوم ہوا کرتے تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ سفر کے دوران میں حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے ان سے (مولوی عبدالجلیل) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ پتھر مجھے اپنے خون سے سرخ دکھائی دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ سرزمین مجھ سے خون کی قربانی مانگتی ہے حالانکہ اس وقت کوئی ایسے آثار نہ تھے کیونکہ کابل میں آپ کو عزت و تکریم کا بلند ترین مقام حاصل تھا اور بادشاہ کا قرب بھی آپ کو حاصل تھا۔ لیکن یہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کی طرف الٰہی اشارہ تھا۔

امیر عبدالرحمٰن کی وفات اور حبیب اللہ کی تخت نشینی

امیر عبدالرحمٰن ۱۹۰۱ء میں فوت ہو گیا۔ اس کی فوتیدگی کی خبر بھی بھرے دربار میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہی سنائی کیونکہ اس کے خوف سے ایسی خبر سنانے کی اور کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اس نے کئی بار خود اپنے مرنے کے متعلق افواہ پھیلائی تھی اور جب اسے معلوم ہو گیا کہ فلاں فلاں اس کی موت پر خوش ہوئے ہیں تو انہیں قتل کرا دیتا۔ امیر عبدالرحمٰن کے مرنے کے بعد اس کے دو بیٹوں حبیب اللہ اور نصر اللہ کے درمیان تخت نشینی کے لیے کشمکش شروع ہو گئی۔ نصر اللہ چونکہ بڑا تھا اسلیے وہ اپنے آپ کو تخت و تاج کا جائز وارث سمجھتا تھا۔ جب معاملہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے حبیب اللہ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور حبیب اللہ کے سر پر تاج بھی آپ ہی نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔ نصر اللہ صاحبزادہ کے خون کا پیاسا ہو گیا اور ان سے انتقام لینے کا موقعہ کا انتظار کرنے لگا۔

حج کے لیے روانگی اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری

حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ کے بعد شوقِ ملاقات اس قدر بڑھا کہ اور زیادہ انتظار آپ کے لیے مشکل ہو گیا۔ آپ کے اس قدر اضطراب، شوق اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے حج کا ارادہ کر لیا کہ اس طرح حج کو جاتے ہوئے قادیان میں حضرت اقدس سے ملاقات کا موقعہ بھی مل جائے گا۔ چنانچہ آپ نے امیر کابل سے حج پر جانے کی اجازت چاہی۔ چونکہ امیر کی نظر میں آپ کا بڑا مقام تھا اس نے بہت سے قیمتی تحائف دے کر بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ براستہ پنجاب حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ امرتسر پہنچنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ حج پر جانے کی پابندی ہے اور حج کے ایام بھی ابھی بہت دور ہیں۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ قادیان جا کر حضرت صاحب کی زیارت کر لیں۔ امرتسر سے آپ بٹالہ جانے والی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ بٹالہ سے قادیان تک گیارہ میل کا فاصلہ ٹانگہ میں طے کرنا پڑتا تھا۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت ٹانگہ میں سوار ہو کر قادیان کے لیے روانہ ہو گئے۔ قادیان کے قریب پہنچ کر آپ کی نظر جب منارۃ المسیح پر پڑی تو آپ کی زبان سے بے اختیار سبحان اللہ سبحان اللہ کے الفاظ نکلے اور آپ جلدی ہی قادیان پہنچ گئے۔ قادیان پہنچنے پر حضرت صاحب نے اپنے آپ کو اپنے گھر میں ٹھہرنے کی دعوت دی لیکن آپ نے نہایت ادب سے فرمایا کہ ہم مسیح کے مہمان ہیں اس لیے مسیح کے مہمانخانہ میں ہی ٹھہریں گے۔ آپ کی خواہش پر آپ کو مہمانخانہ کے ایک کمرہ میں ہی ٹھہرایا گیا۔ کھانا مہمانخانہ سے ہی آتا تھا۔ مگر کبھی کبھی حضرت مسیح موعود کی مہمان نوازی کا شرف بھی حاصل ہو جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کا بڑا خیال رہتا تھا۔ آپ نے میرناصر نواب صاحب (حضرت صاحب کے خسر) سے جو مہمانخانہ کے مہتمم تھے کہا کہ جا کر صاحبزادہ صاحب سے معلوم کریں کہ وہ کیا کھانا پسند کریں گے۔ میر صاحب نے حضرت صاحب کا پیغام آپ تک پہنچایا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ "میر صاحب من عبداللہ ہستم عبدالبطن نیستم۔" میں اللہ کا بندہ ہوں۔ پیٹ کا بندہ نہیں ہوں۔ جو مسیح کے لنگر میں پکے گا ہم وہی کھائیں گے۔

حضرت صاحب کی زیارت اور قادیان میں قیام

امام وقت کے چہرہ پر نور پر جب آپ کی نظر پڑی تو بے خودی کے عالم میں آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔ عشق و محبت کا وہ جذبہ آپ پر طاری ہوا کہ بس وہیں کے ہو رہے حتیٰ کہ حج کا وقت بھی نکل گیا۔ حضرت صاحب "تذکرۃ الشہادتین" میں اس ملاقات کے متعلق فرماتے ہیں:

"جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لیے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے اور وہ درحقیقت ان راستبازوں

ہیں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے کے لیے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان، عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری راہنمائی کی اور فرمایا کہ میں ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل مومن نہیں۔ اور ان کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بے حس و حرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلاشبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ایسا ہی دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدد دین پیدا ہو بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ انہی دنوں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا۔"

الخ

قادیان میں آپ قریباً تین ماہ تک مقیم رہے۔ آپ نے اس قیام کے دوران میں حضرت صاحب کی معیت میں جہلم کا سفر بھی کیا۔

حضرت شہید مرحوم کے ایک قریبی رفیق احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ:

"انہیں قادیان میں بار بار یہ الہام ہوا کہ اس راہ میں اپنا سر دیدے اور دریغ نہ کر کہ خدا نے کابل کی زمین کے لیے یہی چاہا ہے۔" ایک دفعہ انہوں نے فرمایا مجھے الہام ہوتا ہے کہ "آسمان شور کر رہا ہے اور زمین اس شخص کیطرح کانپ رہی ہے جو تپ لرزہ میں گرفتار ہو۔ دنیا اس کو نہیں جانتی۔ یہ امر ہونے والا ہے۔ آپ اس اشارۂ غیبی سے سمجھ گئے کہ میرے لیے آسمان پر شہادت مقدر ہو چکی ہے اس لیے آپ نے قادیان سے افغانستان واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔"

قادیان سے رخصت ہونے کا دردانگیز منظر:

قرآن کریم نے شعراء کے متعلق فرمایا ہے:۔

"انھم فی کل" "

کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی اس سرگردانی کے عالم میں ان کی زبان سے بھی ایسے الفاظ شعر کی صورت میں نکل جاتے ہیں جو کسی آنے والی حقیقت کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک شعر فیض احمد فیض کا بھی ہے جس کا یہاں نقل کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کیونکہ اس میں بھی ایسی ہی ایک حقیقت کی طرف اشارہ نظر آتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے: ؎

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

اللہ تعالیٰ کے کوچہ گرد مسافرین کو ظاہر بین ہوس پرستوں کے ہاتھوں ہمیشہ سوئے دار جانا پڑا ہے، ع

ہر بوالہوس کے واسطے دارورسن کہاں

حضرت صاحبزادہ صاحب جب حضرت مسیح موعود سے رخصت ہونے لگے تو حضرت اقدس مشایعت کے طور پر قادیان سے باہر دور تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے جب جدا ہونے لگے تو صاحبزادہ عبداللطیف پر سخت رقت طاری ہوئی اور بے اختیار حضرت اقدس کے قدموں پر گر گئے۔ حضرت اقدس کبھی کسی کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی شخص آپ کے پیروں یا گھٹنوں کو تعظیماً ہاتھ لگائے۔ ایک دفعہ ایک سرحدی نوجوان آپ کے قدموں پر جھکا تو آپ نے فوراً روک دیا اور فرمایا کہ "خدا کے فرشتے دنیا سے شرک مٹانے آتے ہیں نہ کہ اپنے آپ کو سجدہ کروانے۔" (سبحان اللہ) جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رقت سے بیقرار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے تو ایک دفعہ آپ بھی بیقرار ہو گئے اور مشکل سے اپنی طبیعت کو ضبط کیا اور پھر انہیں اٹھنے کے لیے فرمایا لیکن وہ بدستور اسی طرح پڑے رہے تو آپ نے فرمایا الامر فوق الادب تو صاحبزادہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ "میری بیقراری اور بیتابی کی وجہ یہ ہے کہ میرے دل کو یقین ہے کہ اس زندگی میں میں پھر آپ کو نہیں دیکھوں گا۔ یہ آپ کا اب آخری دیدار ہے جو میں کر رہا ہوں۔" (مجدد اعظم حصہ دوم صفحہ ۹۴۱)

اسی طرح بچشم گریاں آپ قادیان سے رخصت ہوئے۔

حضرت صاحب نے راستے کے لیے کھانا تیار کرایا تھا جب کھانا لایا گیا تو وہ ایک کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ کہتے ہیں یہ دیکھ کر حضرت صاحب نے فرمایا کہ کسی صاف کپڑے میں لپیٹ کر لانا چاہیئے تھا اور پھر اپنی پگڑی کا شملہ پھاڑ کر دیا کہ اس میں لپیٹیں اللہ تعالیٰ کے ماموروں کے دل میں اپنے ماننے والے مخلصین کے کتنا پیار اور لحاظ ہوتا ہے۔ وہ عام پیروں کی طرح نہیں ہوتے کہ اپنی نفس پرستیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے مریدوں سے پردوں میں چھپ کر رہیں۔ اسی شان ماموریت کے سامنے اہل دل و نظر ان کے قدموں میں جھک جاتے اور اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

باقی آئندہ

حدیث نبوی:

"بیوہ اور یتیم کی پرورش کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔"

***

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچا رشیدہ روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

فون نمبر ۸۶۳۲۶۰ ۸۶۲۹۵۶
قیمت ۲/۱-۲ روپے
مدیر: ریاض احمد
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۵۲۲
تار کا پتہ: تبلیغ

جلد: ۷۳ | بتاریخ ۹ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بمطابق یکم اگست ۱۹۹۰ء عیسوی | شمارہ: ۱۵

پاکستان زندہ باد

مفسرِ قرآن حضرت مولینا محمدؐ علیؒ اور بانی پاکستان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ

"قائد اعظم محمد علی جناحؒ بھی اس وقت سے مولاناؒ کے ملنے والوں میں سے تھے جبکہ وہ محض مسٹر جناح تھے اور کانگرس کے چوٹی کے لیڈروں میں سے تھے مگر ان ایام میں بھی اسلامی ہندوستان کے بھی ایک جلیل القدر لیڈر سمجھے جاتے تھے ایک مرتبہ وہ لاہور آئے تو مولاناؒ نے ان کے احترام میں چاء پارٹی کا انتظام کیا جس میں لاہور کے سرآوردہ مسلمان مدعو تھے۔ پارٹی اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں ایک شامیانے کے نیچے ہوئی مولاناؒ نے ایک مختصر سی تقریر میں اپنی انجمن کی (دینی) خدمات کی طرف توجہ دلائی۔ ان دنوں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی اور انجمن نے اس کے خلاف بھی بڑا کام کیا تھا مولاناؒ نے اپنے عقائد بھی بیان کئے اور بتایا کہ فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر اشاعت (دین) میں لگ جانا ہی دراصل سلسلہ احمدیہ کی اصلیت ہے اس تقریر کا نہایت عمدہ اثر ہوا بعد میں مہمان آپس میں باتیں کر رہے تھے تو جناح صاحب مولاناؒ کو ایک طرف کر کے ان سے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں بھی ساتھ کھڑا سن رہا تھا جناح صاحب نے انجمن کے کاموں کی تعریف کی اور متعصب (لوگوں) کی طرف سے مخالفت کا افسوس کرتے رہے گفتگو انگریزی میں تھی ایک فقرہ جس سے مولانا سے بے تکلفی ٹپکتی تھی اب تک میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ عام (لوگوں) کے ساتھ جماعت احمدیہ کے تعلقات کے سلسلے میں کہنے لگے:

"Look here Muhammad Ali!
you should also be tactful. Don't be aggressive in your preachings".

بہت مدت بعد جب قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان کی قیادت ہاتھ میں لی تو وہ مولاناؒ کی دعوت پر ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں ایک چاء پارٹی پر تشریف لائے۔ انجمن کے ممبروں کو بھی مولانا نے مدعو کیا تھا۔ قائد اعظم نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں آپ نے انجمن کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایک واقعہ بیان کیا جو انجمن کے اخبار لائٹ سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے بتایا کہ ایک گفتگو کے دوران میں وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے مجھ سے کہا کہ تمہارے اس تازہ بیان نے کہ ڈیموکریسی ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے ملک میں ہیجان پیدا کر دیا ہے آپ کی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ کس طرح ایسے اچھے نظام کی مخالفت کرتے ہیں۔ قائد اعظمؒ نے بیان کیا کہ میں نے وائسرائے کو کہا کہ میں آپ کو ایک اخبار بھیجوں گا پہلے وہ آپ پڑھ لیں چنانچہ میں نے لائٹ کا وہ پرچہ جس میں اس موضوع پر مضمون تھا کہ پارلیمانی جمہوریت ہندوستان کے لئے موزوں نہیں ہے وائسرائے کو بھیج دیا۔ انہوں نے اگلے ہی دن مجھے وہ اپنے نوٹ کے ساتھ واپس بھیجا اور لکھا کہ اب آپ کی پوزیشن مجھے سمجھ آ گئی ہے جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ حق بجانب ہے یہ واقعہ بیان کر کے قائد اعظم نے کہا کہ آپ کی انجمن بہت اعلیٰ کام کر رہی ہے آپ کا "لائٹ" میرے پاس آتا ہے میں ایک سیاسی آدمی ہوں اور سیاسی مضامین کے لئے یہ اخبار پڑھتا ہوں مگر اس کے ساتھ ہی، مذہبی مضامین بھی پڑھتا ہوں اس کی باقاعدہ فائل رکھتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ میرے پاس بیرونی ممالک سے بھی اسلام کے متعلق خطوط آتے ہیں باہر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں اسلئے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے لکھتے ہیں میں ایسے خطوط مناسب جواب کے لئے آپ کی انجمن کے پاس بھیج دیتا ہوں"۔ (کتاب مجاہد کبیر صفحہ ۳۸۸ و ۳۸۹)

"۱۹۴۶ء میں برطانوی کابینہ مشن ہندوستان کو خود مختاری دینے کے سوال پر غور کرنے کے لئے آیا۔ میں کراچی میں تھا وہاں وزیر ہند اور دوسرے برطانوی وزراء نے کراچی کے گورنر سے بات چیت میں صاف ظاہر کر دیا کہ پاکستان کا مطالبہ کبھی نہ مانا جائے گا۔ یہ بات مجھ تک پہنچی تو میں نے حضرت مولاناؒ کو ڈلہوزی خط لکھا کہ ہندو اور انگریز دونوں پاکستان کے مخالف ہیں اور سوائے خدا کی درگاہ کے اور کہیں سے امید نہیں آپ نے مجھے جواب لکھا کہ "مجھے بشارت ملی ہے کہ "پاکستان زندہ باد" اس لئے اگرچہ بظاہر ہر طرف مایوسی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ پاکستان انشاء اللہ بنے گا۔ میں اس امر کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرتا رہوں گا"۔
سو اس کیبنٹ مشن نے ایک قسم کا متحدہ ہندوستان ہی رکھا اور مسلم لیگ نے اسے مان کر مرکزی حکومت اور مرکزی اسمبلی میں شامل بھی ہو گئی تھی مگر کانگرس اور ہندوؤں کے روڑا اٹکانے کی وجہ سے وہ سکیم نہ چلی اور بالآخر اگلے سال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بن گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

جناب نصیر احمد فاروقی، سابق چیف الیکشن کمشنر، پاکستان

احمدیہ انجمن لاہور کی طرف سے ہدیۂ تبریک

بہ تقریب سعید قیام پاکستان

اعلان قیام پاکستان کے اگلے روز یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پیغام صلح کا ایک خوبصورت بالتصویر پاکستان نمبر شائع ہوا جس کے سرورق پر حضرت قائداعظم محمد علی جناح رح کی تصویر تھی۔ مفسر قرآن حضرت مولانا محمد علی رح نے قیام پاکستان کی اس تقریب سعید کے موقعہ پر جو ہدیہ تبریک پیش کیا وہ اس خصوصی اشاعت میں درج تھا جسے ہم دوبارہ نذر قارئین کرتے ہیں۔ (ادارہ)

۱۔ میں سب سے پہلے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جنہوں نے خدا پر بھروسا اور دن رات کی انتھک کوششوں سے، جن کے عزم اور استقلال سے، جن کی دور بینی سے، جن کی بے نفسی سے، جن کی زبردست قوت مقابلہ سے، جن کی وسعت قلبی سے، آج مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے اس عظیم الشان نعمت سے متمتع کیا کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت عطا فرمائی۔ اے خدا تو اس مرد خدا کی عمر اور صحت میں برکت دے اور اسے اور ہم سب کو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکرگذار بندے بنیں اور ہمارے سر عاجزی سے تیرے در پر جھکے رہیں مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر کریں۔

۲۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں، ان کے عوام اور لیڈروں کی خدمت میں، جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا۔ بالخصوص ان عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی اغراض نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی جو قربانیاں کرنے میں آگے تھے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا اور ان سب سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور اس میں اور ترقی دے ربنا ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین امنوا۔ ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے اور ٹکڑے ٹکڑے بن کر ان میں سے آج کسی کو عزت بھی مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہونگے خود وہ بھی ذلیل ہوگا۔

۳۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان غیر معلوم مسلمانوں کی خدمت میں جن کی راتوں کی دعائیں اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ تعالےٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

۴۔ بالآخر میں دعائے مغفرت و ترقی درجات کرتا ہوں ان بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کا وہ بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں۔ اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں نہ آسکتا تھا بلکہ ہم میں سے کروڑہا انسان شرک اور بت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشن کر دیں اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں تاکہ ہم آنیوالی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا جسطرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق اپنے خدا سے قائم ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی۔ اور ظلم و فساد دنیا سے مٹ کر ساری نسل انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

۵۔ اور بالآخر یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خدمت خلق کی تڑپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا اور ان کی خدمت کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں اپنی عزت سمجھیں تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دنیا کی دوسری حکومتیں عدل و انصاف کا، رواداری کا، دیانت اور امانت کا، مخلوق خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں۔ تو اس کے عمال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں اور ان کے دل مخلوق خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔

محمد علی

امیر جماعت احمدیہ، لاہور

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــــ مورخہ یکم اگست ۱۹۹۲ء

ہمارا معاشرہ اور انسداد جرائم

جس دن سے پاکستان قائم ہوا ہے، ملک کے معاشرتی حالات نے ایسی صورت اختیار کرلی ہے کہ امن و امان اور اطمینان کی زندگی عملاً مفقود ہو چکی ہے۔ علماء کی باہمی کشمکش تو ہمیشہ سے چلی آتی ہے، جس میں معمولی فروعی اختلافات کو باہمی تکفیر کا موجب قرار دیا جاتا ہے کیا اس کا اثر معاشرتی زندگی پر نہیں پڑا کیا ہر فرد اپنی اپنی جگہ اپنے حالات کے مطابق اطمینان کی زندگی بسر کرتا چلا آرہا ہے۔ جہاں تک عام حالات کا تعلق ہے ملک میں ہر طرح کی بے اطمینانی دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے، چوری اور ڈکیتی، اغوا، زناکاری، سمگلنگ، ملاوٹ رشوت ستانی وغیرہ جرائم اس قدر ترقی کر چکے ہیں، کہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ قوم دین سے اس قدر دور چلی گئی ہے کہ شرافت کا شائبہ بھی ان کے اندر باقی نہیں رہا، غنڈہ عناصر اس قدر ترقی پذیر ہیں کہ دن دہاڑے بھرے بازار میں جوان لڑکیوں کو اٹھا کر لے جانا اور کسی شخص میں ان کو روکنے کی جرأت نہ ہونا ایک عام دستور بن گیا ہے۔۔۔ اور اگر کسی کو اس قسم کی حرکات سے کوئی خیر خواہی کے ساتھ منع کرے تو وہ بھی غنڈہ عناصر کے ہاتھوں موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

یہ روزمرہ کے واقعات ہیں جو کئی سال سے گذرتے چلے آرہے ہیں اور ہر روز اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں، جن کا علاج بظاہر مشکل نظر آرہا ہے۔ حکومت کی طرف سے بسا اوقات اس قسم کے حالات کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے، لیکن جو چیز ادنےٰ سے اعلےٰ تک ہر طبقہ میں سرایت کر چکی ہو، اس کا دور ہونا مشکل ہوتا ہے، حکومت نے کئی ایسے افسروں کو ان کی بدعنوانیوں کی وجہ سے ملازمت سے علیحدہ کر دیا لیکن مرض جوں کا توں باقی ہے۔ ـــــــ اصل بات یہ ہے کہ نری قانون کی گرفت اور سزائیں وغیرہ اس وبا کا جو ملک میں پھیلی ہوئی ہے حقیقی علاج نہیں۔ کئی ایک مجرم سزائیں بھگتنے اور جیلوں میں کئی سال گذار کر رہا ہونے کے بعد پھر انہی جرائم میں مبتلا ہو جاتے ہیں بلکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جیلوں کے اندر بھی جرائم کی زندگی پرورش پاتی ہے۔ اس کا سبب کچھ بھی ہو، اس حقیقت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ قانون کی گرفت یا سزا جرائم کے انسداد کا حقیقی علاج نہیں، حقیقی علاج اگر ممکن ہے تو خدا کے ساتھ لو لگانے سے ہی ہو سکتا ہے اگر دلوں کے اندر خدا تعالےٰ کا خوف پیدا کیا جائے، اور ایمان باللہ کی روشنی دلوں کے اندر پیدا ہو، تو انسان غلط راہ اختیار کرنے سے بچ سکتا ہے، تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ سخت ترین بدیوں کے اندر گری ہوئی قوم کو جب ایمان کی روشنی عطا کی گئی تو ان کے حالات یکسر تبدیل ہو گئے اور نیکی کی زندگی ان میں عود کر آئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی سے عرب جیسی قوم جو صدیوں سے بدیوں میں مبتلا تھی نیکی اور پاکبازی میں دنیا کی رہنما بن گئی پھر گذشتہ تیرہ صدیوں میں ایسے بہت سے واقعات دیکھنے میں آئے جن میں بدترین جرائم میں مبتلا رہنے والے افراد اپنے زمانہ کے پاک نفوس سے متاثر ہو کر نیکی کی زندگی بسر کرنے لگ گئے۔

ایسا ہی نظارہ آج اس زمانہ میں اس جماعت کے اندر پایا جاتا ہے، جنہیں ایک مزکی انسان (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) کی پاکیزہ صحبت نے ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر کے دین کا خادم بنا دیا، آج اس جماعت اور اس کے رہبر و مقتدا کو کافر اور گردن زدنی قرار دیا جاتا ہے، لیکن کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ اس "کافر" کے افراد اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نہ صرف جرائم میں مبتلا ہونے سے بچے ہوئے ہیں، بلکہ ان کی زندگیاں اعلےٰ درجہ کی نیکی اور پارسائی کا نمونہ ہیں۔ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں، جن کے کسی عزیز سے اگر کوئی جرم سرزد ہو گیا تو عدالت میں اس کے خلاف گواہی دینے سے وہ نہیں جھجکے۔ ان کے حالات اور نمونہ کو دیکھ کر کئی لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں، حضرت مرزا صاحب نے اس جماعت کے اندر ایمان کی وہ روشنی پیدا کی اور خشیت الٰہی ان میں اس درجہ سرایت کر گئی، کہ گناہوں کی سفلی زندگی کے بجائے وہ نیکی کا درخشاں نمونہ بن گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قانون اور سزا سے بڑھ کر ایمان باللہ اور خشیت الٰہی جرائم کے انسداد کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے سکا حق پاکستان سے جرائم کے انسداد کے لئے قانون کی گرفت کے علاوہ ایسے ذرائع بھی اختیار کئے جائیں جو دلوں میں ایمان کی روشنی اور خشیت الٰہی پیدا کرنے کا موجب ہوں، یہ ان لوگوں کا اور خدا رسیدہ لوگوں کا کام ہے، جن کو خدا نے حسن کردار اور پارسائی کی زندگی عطا کی ہے، حکومت کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کر کے ان کے مواعظ سے جرائم پیشہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا انتظام کرے، جیلوں میں اور دوسری جگہ پر ان نیک لوگوں سے پند و نصائح کا کام لیا جائے، اور وہ لوگ خود اپنی زندگیوں میں ایسا نمونہ پیدا کریں جو دوسروں کو متاثر کرنے کا موجب ہو۔

اس کے ساتھ ہم ان اسباب کو بھی معلوم کرنا چاہیئے جو ارتکاب جرم کا موجب ہوتے ہیں اور ان کے انسداد کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

امید ہے ان چند گذارشات کی طرف حکومت خاص طور پر توجہ دے کر ملک سے انسداد جرائم اور امن کی فضا پیدا کرنے کی زبردست جدوجہد کرے گی، تاکہ معاشرتی زندگی میں جو ناہمواری اس وقت پیدا ہو چکی ہے وہ دور ہو جائے۔

قیام پاکستان:

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء وہ مبارک دن ہے جب برصغیر ہند کے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی پاکستان ایک خواب تھا جو مسلم لیگ اور اس کے راہنماؤں نے دیکھا اور لاہور کے جلسہ مسلم لیگ منعقدہ مارچ ۱۹۴۰ء میں بیان کیا اس وقت اس خواب کے سننے والوں نے اسے ہی سمجھا اور شاید ہی کم لوگ تھے جو اسے ایک حقیقت سمجھ کر اس کی عملی تصویر دیکھنے کے امیدوار تھے اور تو اور خود حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو بھی یہ امید نہ ہو سکتی تھی کہ یہ خواب صرف سات سال کے عرصہ میں دولت خداداد پاکستان کی شکل میں پورا ہو کر مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہوگا۔

پاکستان بن گیا دنیا نے شاید اس قسم کے مناظر بہت کم دیکھے ہوں گے کہ اس قدر مخالفانہ عناصر کے ہوتے ہوئے جیسا کہ قیام پاکستان کی راہ میں انگریزوں اور ہندوؤں اور دوسرے مخالف مسلمان طبقہ کے وجود میں موجود تھے، ایک قطرہ خون بہائے بغیر ایسی عظیم الشان مملکت کا قیام عمل میں آیا اور دوہری تہری غلامیوں سے بیک وقت نجات دلائی اور آج اس کی عمر بیالیس سال ہو رہی ہے۔ پاکستان کا قیام ایک محیر العقول واقعہ ہے اس عرصہ میں اس نے مکت ملت کے مختلف النوع، سیاسی، سماجی، اقتصادی، صوبائی، علاقائی، لسانی، قومی، مذہبی اور معاشرتی وغیرہ بڑے بحرانوں کو دیکھا۔ اندر اور باہر کے ناخوشگوار حالات کا سامنا ہوا۔ اور یہ مملکت ناحال جاری ہے بیالیس سالہ دور کے ان ناساعد حالات و واقعات نے اس مملکت کو مختلف النوع ممکن اور یقینی ترقیات سے کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اس کی وجوہات ہر عاقل دانا شخص کی سمجھ میں آتی ہیں۔

چنانچہ مملکت پاکستان آج جن حالات میں سے گذر رہی ہے ان کو دیکھ کر حیرت اور افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم جس کو اخوت اور اتحاد و اتفاق کا درس دیا گیا تھا جس پر کاربند ہو کر اس نے صدہا سال تک اپنی عظمت کا سکہ بٹھائے رکھا۔ آج نہ صرف علاقائی و سیاسی اختلافات بلکہ مذہبی فرقہ بندیوں اور تشتت و افتراق کی شکار ہو کر طرح طرح کے مصائب اور دکھوں میں گھری ہوئی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ پاکستانیوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی توفیق عطا فرمائے کہ صرف اسی ایک ذریعہ سے وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتے اور دوسروں سے اپنی طاقت اور غلبہ منوا سکتے ہیں اتحاد بہت بڑی دولت ہے مسلمانوں کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب تک وہ اخوت و اتحاد کی دولت سے سرفراز رہے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں ان کی شوکت و عظمت کے سامنے جھکی رہیں لیکن جونہی اس نعمت سے انہوں نے منہ موڑا۔ ذلت و نکبت اور مصائب و مشکلات ان کے گلے کا ہار ہو گئیں۔ آج بھی اگر وہ پھر اخوت و اتحاد کو شاہراہ زندگی بنا کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیں تو دنیا خود بخود ان کے آگے جھکے گی اور روس یا امریکہ یا کسی بھی سپر پاور کا کوئی خوف انہیں دامنگیر نہ ہوگا۔ قرآن کریم نے جس خلافت یا سلطنت کا وعدہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے اس کے دو بڑے نشان بتائے ہیں۔ اسلامی سلطنت کا خاصہ یہ ہے کہ اس سے دین کو تمکنت اور استواری حاصل ہو اور خوف سے امن کی حالت پیدا ہو جائے۔ کاش پاکستانی

باہم مل کر ایسا معاشرہ بنا سکیں کہ یہ دونوں باتیں ان میں پیدا ہو جائیں اور وہ صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت یا خلافت کے مالک ہوں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کی تھی کہ پاکستانی قوم اس وقت آزمائش و ابتلا کے جس دور سے گذر رہی ہے اور جو ہولناک مصائب اس پر وارد ہو رہے ہیں ان کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ اس کے اندر اصلاح نفس کی کوئی تحریک پیدا ہوتی اور لوگوں کے سر خدا تعالیٰ کے آگے جھک جاتے۔ ایسے حالات جب کبھی قوموں پر آتے اور ان کے فسق و فجور اور گناہوں کی سزا عذاب الٰہی بن کر ان پر وارد ہوتی، توبہ و استغفار اور اصلاح اعمال ہی ایک چیز تھی جس نے انہیں ہلاکت سے بچایا اور عذاب کو دور کیا یہی خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے۔

مصائب اور شدائد دنیا پر اس لئے آتے ہیں کہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔

لیکن ایک طرف یہ مصائب و شدائد اور عذاب الٰہی ہے جو یہاں آ رہا ہے اور دوسری طرف پاکستان کا وہ مفہوم ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس میں بسنے والے گناہوں اور فسق و فجور سے پاک ہوں۔ ان دونوں باتوں کے ہوتے ہوئے بھی [illegible] کی توجہ عام طور پر ترک معاصی اور رجوع الی اللہ کی طرف نہیں ہوئی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں کا سیلاب اور فسق و فجور کا دریا پاکستان بنتے ہی طغیانی پر آ گیا اور مصائب و عذاب کی شدت کے ساتھ ساتھ اس کی طغیانی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ حاکم و محکوم (الا ماشاء اللہ) سب اپنے اپنے رنگ میں اس طغیانی کی رو کے ساتھ بہتے رہے ہیں اور ذرا نہیں سوچتے۔ پاکستان جیسی نعمت سے سرفراز کر کے جو تازیانہ اللہ تعالیٰ نے چلایا ہے اس کا کیا مقصد ہے اور ہمیں اس نعمت سے فائدہ اٹھانے اور عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے کیا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔

ایک مقامی معاصر نے انہی حالات کو دیکھ کر بالکل صحیح لکھا تھا کہ:

"غلط فہمی صرف لفظ پاکستان کے معنے سمجھنے میں ہو رہی ہے ایک سچا مسلمان پاکستان کے معنے یہ سمجھتا ہے کہ اس کا وطن کفر و شرک، قتل، چوری، جوئے، جھوٹ، بے حیائی، بے ایمانی، زنا اور شراب خوری سے پاک ہو چنانچہ وہ پاکستان میں ان سب مفسدات کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے لیکن قوم پرستی کی لعنت میں پاکستان کے یہ معنے کبھی قسم کھانے کو بھی نہ تھے بلکہ قومی نقطۂ نظر سے پاکستان کے معنے صرف یہ ہیں کہ وطن کی سرزمین مسلمانوں کے سیاسی اور کاروباری حریفوں سے خالی ہو جائے دفاتر میں مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے کوئی ہندو اور سکھ یا غیر مسلم وغیرہ باقی نہ رہے بازار اور مارکیٹ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے غیر مسلم بنئے اور سیٹھ موجود نہ ہوں اور ٹھیکے لینے کے لئے مسلمان کے مقابلہ میں کوئی غیر مسلم بولی دینے والا نہ ہو۔ چنانچہ جو پاکستان بنا ہے اسی معنی میں بنا ہے اور جس طرح دفاتر اور بازاروں میں تنہا مسلمان ہی مسلمان قابض ہیں اسی طرح اب گناہ خانوں میں صرف مسلمان ہی باقی رہ گئے ہیں بلکہ اب یہاں چور، جواری، سود خور، جیب کترے سب مسلمان ہی مسلمان ہیں کسی کافر کو ان میں سے کوئی بھی شرف حاصل نہ ہو سکے گا۔"

کیا یہ حالات اس قابل ہیں کہ کوئی شریف اور غیرت مند پاکستانی اپنی گردن اوپر اٹھا سکے؟ کیا یہ پاکستان میں دین کی کھلی رسوائی نہیں؟ ڈر ہے کہ اگر یہی حالات رہے تو عذاب الٰہی کوئی شدت کا رنگ اختیار نہ کر لے۔ دین تو بہرحال زندہ رہے گا۔ موجودہ مسلمان اگر اس کے اہل نہ رہے اگر انہوں نے اپنی زندگیاں دین کے سانچہ میں نہ ڈھالیں اور فسق و فجور سے تائب نہ ہوئے تو ڈر ہے کہ ستبدل قوما غیرکم کا نقشہ خدا نہ دکھائے ضرورت ہے کہ کوئی خدا کے بندے اصلاح کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور قوم کو نیکی اور بھلائی کے رستہ کی طرف لانے کی کوشش کریں۔

احمدی جماعت پر یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے امام کے ذریعہ سے ایمان و عمل صالح کی نعمت سے نوازا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے تمام دوست اصلاح خلق کو اپنا ضروری فرض سمجھ لیں اور ہر قسم کے دکھ اٹھا کر اور گالیاں سن کر نیکی اور خیر خواہی کی کوشش کریں۔ انہیں تاریخ اسلام کے وہ واقعات یاد دلائیں جو صحابہؓ اور بزرگان دین کے عملی نمونوں اور کفار کے بالمقابل ان کے رویہ اور طریق عمل کی یادگار ہیں اور موجودہ عذاب سے نکلنے کے لئے توبہ و استغفار کی انہیں ہدایت کریں۔

ہم پر مذہب کے بارے میں گفتگو اور اس سے متعلق بات چیت کے معاملات وغیرہ پر پابندیاں عائد ہیں تاہم اصلاح قلب و نظر کی خاطر اور تطہیر معاشرہ کے لئے مذہب کے موضوع سے الگ بھی اور اقدامات ہیں جن کے ذریعہ سے اصلاح و فلاح کی راہیں سوچی جا سکتی ہیں۔ تحریک پاکستان، مطالبہ پاکستان، قیام پاکستان کے بارے میں جماعت احمدیہ لاہور کا ایک خاص تعمیری کردار ہے۔ پھر استحکام پاکستان اور خدمات پاکستان کے باب بھی اس جماعت کی جد و جہد اور قربانیوں کے اظہار و بیان کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔ ضرورت ہے کہ ہم من حیث الجماعت پاکستان اور پاکستانیوں کی فلاح و بہبود اور تحفظ و سلامتی کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہیں۔

ایک تاریک پہلو

اس کے ساتھ ہی ایک تاریک پہلو بھی ہے جو اس ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے حضرت قائداعظمؒ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لئے نہیں بنایا گیا، پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے اور اس پر غریبوں ہی کو حکومت کا حق ہے پاکستان میں ہر شخص کا معیار زندگی اتنا بلند کر دیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہ رہے گا۔"

کیا قائداعظمؒ کا یہ ارشاد گذشتہ سالوں میں کبھی عملی صورت اختیار کر سکا؟ امیروں، جاگیرداروں نوابوں اور سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کا جو نقشہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے وہ اس قدر افسوسناک ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص جس کے قبضہ میں دولت ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کی رائے کو خرید سکتا ہے اس بات کا متمنی ہے کہ حکومت اور اقتدار کی کرسی اسے حاصل ہو جائے اور اس سلسلہ میں برسر اقتدار طبقہ کو ہٹانے کے لئے جو جوڑ توڑ کئے جا رہے ہیں وہ کسی مخلص محب وطن کا کام نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک پہلو ہے اور ابھی مختلف رنگوں میں لوٹ کھسوٹ کا جو میدان گرم ہے، رشوت ستانی، اسمگلنگ، اشیائے خوردنی میں ملاوٹ، اشیائے صرف کی گرانی، بات بات پر قتل و غارت کا سماں جو دیکھنے میں آتا ہے وہ پاکستان کو برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق بنا رہا ہے کاش اس صورت حال کا کوئی بندوبست ہو سکے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہو گا۔

تیرہ سو سال پہلے کی تاریخ

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے بحیثیت وائسرائے ہند مملکت پاکستان کے اختیارات حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کو سونپتے وقت جو تقریر کی اس میں کہا کہ:

"میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج سے [illegible] صدی قبل جب الیسٹ انڈیا کمپنی کو اس ملک میں اجازت نامہ ملا اس وقت یہاں کے تخت پر آپ کی قوم کا مشہور بادشاہ اکبر جلوہ افروز تھا جس کے عہد حکومت کی سیاسی اور مذہبی رواداری کی نظیر نہ پہلے تھی نہ بعد کو ہوئی اس مثال سے میرا ایمانداری سے خیال ہے کہ حکام کی نسلوں کی نسلیں متاثر ہوئی ہیں انگریزوں اور ہندوستانیوں کو پوری طرح اس کے نقش قدم پر چلنا نصیب نہ ہوا تاہم میری یہی تمنا اور دعا ہے کہ دنیا اپنی فلاح و بہبود کی خاطر اس تاجدار اعظم کے اصولوں کی پیروی کرے۔"

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی اس تقریر کے جواب میں حضرت قائداعظمؒ نے کیا خوب فرمایا:

"اکبر کی رواداری انوکھی اور نئی نہیں اس کی تاریخ تو تیرہ سو سال قبل سے ہے جبکہ ہمارے پیغمبر صلعم نے اپنے مفتوح مسیحیوں اور یہودیوں کے ساتھ رواداری اور حسن معاشرت کو صرف لفظاً بول کر نہیں بلکہ عملاً برت کر بھی دکھایا مسلم قوم کی ساری تاریخ معدلت، انسانیت و حسن کردار کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔"

یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ ہر ایک کے کانوں تک پہنچائے جائیں اور صرف لفظاً بول کر یا لکھ کر نہیں بلکہ عملاً برت کر رواداری اور حسن معاشرت کا وہ سلوک کیا جائے جو تیرہ سو سال پہلے کی اسلامی تاریخ کو پھر زندہ کر دے۔ خدا کرے ایسا ہو۔

خطبۂ جمعہ

فرمودہ نصیر احمد فاروقی، بتاریخ ۱۵ جون ۱۹۹۰ء بمقام جامعہ احمدیہ، دارالسلام، لاہور

تشہد و تعوذ کے بعد قرآن کریم کی آیات کریمہ :

محمد رسول اللہ ط .... مغفرۃً واجراً عظیماً ہ

ترجمہ : " محمد (صلعم) اللہ تعالےٰ کا رسول ہے۔ اور جو اس کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں مضبوط (اور) آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتا ہوا اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کے (رکوع اور سجود) کا نشان ان کے چہروں پر (ظاہر) ہو جاتا ہے۔ یہ اُن کی مثال توریت میں ہے اور (یہی) ان کی مثال انجیل میں ہے (ان کی مثال کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی سوئی (مہین کونپل) نکالی۔ پھر اسے مضبوط کیا، پھر اپنی نالوں (باریک تنے) پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ (وہ) کسانوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں (اپنی) مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔" (الفتح ۴۸ - آیت ۲۹)

یہ سورۃ الفتح کی آخری آیت مبارکہ ہے "فتح" کے لغوی معنے کھولنے کے ہیں اسی لیے مفتاح عربی زبان میں چابی کو کہتے ہیں کیونکہ اس سے تالے کو کھولا جاتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ کیسے فتح کے معنے فوجی فتح کے عام طور پر سمجھے جانے لگے۔ شاید اس لیے کہ پرانے زمانہ میں ہر شہر کے اردگرد بڑی مضبوط فصیل ہوتی تھی اور فوجی کارروائی کے دوران اس فصیل کو سر کرنا بہت مشکل کام ہوتا تھا۔ گویا تو فصیل کی دیوار کو بمشکل پھلانگ کر اور اندر جا کر فصیل کے آہنی دروازہ کو کھولا جاتا تھا۔ یا پھر شہر میں کسی اپنے ایجنٹ "ففتھ کالم" کے ذریعہ اس دروازہ کو کھلوایا جاتا تھا۔) واللہ اعلم بالصواب۔ بہرحال فتح میں "کھولنے" کے معنے وہاں بھی تھے۔

صلح حدیبیہ

اس معنے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی صلح حدیبیہ کے فوراً بعد۔ اور حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے صلح حدیبیہ پر ہی لگایا۔ اب حدیبیہ کے واقعہ میں نہ تو کوئی فوجی کارروائی ہوئی اور نہ فوجی فتح۔ بلکہ اس صلح کی شرائط ہرگز فاتحانہ نہ تھیں۔ مگر اس صلح کے نتیجہ میں جب جنگ و جدل بند ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی دشمنیاں بھی ختم ہو گئیں تو کفار عرب کو ٹھنڈے دل سے اسلام کی خوبیاں، مسلمانوں کی زندگیوں کے انقلاب اور سب سے بڑھ کر حضورؐ کے نمونہ کو دیکھنے اور قرآن کریم کے سننے کا اتفاق ہوا تو ان کے دل متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور اسلام اس قدر تیزی سے پھیلا کہ ۱½ سال کے قلیل عرصہ میں پندرہ سو عاشقان رسولؐ کی تعداد بڑھ کر دس ہزار ہو گئی۔ یہ معجزہ کیونکر ہوا۔ تلوار تو نیام میں جا چکی تھی۔ مگر قرآن کریم اور حضور خاتم النبیین کے اسوہ حسنہ نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے دشمنوں تک کے دلوں کو "کھول" دیا۔ فوجی فتح انسانوں کے جسموں پر غالب آ سکتی ہے مگر وہ لوگوں کے دلوں کو "کھولنا" تو کیا انہیں "بند" کر دیتی ہے۔ اور اسی لیے وہ دیرپا نہیں ہوتی۔ مگر دلوں کی فتح دائمی ہوتی ہے اور اسی لیے یہی فتح اسلام کی نہ صرف صداقت بلکہ دنیا اور آخرت کی بہترین ہدایت کا ثبوت ہے کیونکہ صداقت دلوں کو کھا جاتی ہے اور انسان دنیا اور آخرت کی بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

فتح اسلام

الغرض اسلام کی فتح نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تلوار سے ہوئی اور نہ اس زمانہ میں ہو گی۔ اگر حضورؐ نے تلوار اٹھائی تو مجبور ہو کر اور وہ بھی محض اپنے دفاع میں جس کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث نبویؐ میں بکثرت موجود ہے۔ میں اس موضوع پر اس لیے مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ وہ وقت کو چاہتا ہے اور آپ لوگ اس کے بارہ میں آگے ہی بہت کچھ جانتے ہیں۔ مگر میں آپ کی توجہ صرف اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں دشمن اسلام پر تلوار سے حملہ آور ہوا تو اس لیے حضورؐ کو بھی اپنے دفاع میں تلوار اٹھانی پڑی۔ مگر اس زمانہ میں (جو تقریباً انیسویں صدی عیسوی کے آگے پیچھے تھا) دشمن تلوار سے نہیں بلکہ اعتراضات یا کھوکھلے دلائل سے حملہ آور ہوا۔ اس لیے اس زمانہ میں اسلام کا دفاع اور تبلیغ دلائل سے ہونا چاہیئے۔ یہ تو باطل ہوتا ہے جو تلوار سے اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ حق تو جا کر دلوں کو کھولتا ہے۔ اور وہی اصل فتح ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

حکمت قرآنیہ

قرآن حکیم کی خوبیوں پر انسان کا دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ سورۃ الفتح کو شروع کیا اسلام کے دلوں کو فتح کے ذکر سے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد ہوا۔ اور ختم فرماتا ہے اسی سورۃ الفتح کے آخری رکوع میں یہ فرما کر کہ ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ط وکفیٰ باللہ شھیداً یعنے :

" وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا مکمل ہدایت اور دین کے ساتھ تاکہ اس دین کو اور تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور اللہ تعالےٰ بطور گواہ کافی ہے۔" انسان کا دل ہدایت اور صداقت کو پسند کرتا ہے مثلاً اگر آپ کسی سے راستہ پوچھیں تو آپ پسند اسی کو کریں گے کہ آپ کی صحیح راہنمائی کی جائے جو کہ ہدایت کے معنے ہیں۔ اور اسی طرح آپ پسند اسی کو کریں گے کہ آپ سے دوسرے سچ بولیں نہ کہ جھوٹ۔ جب یہ معاملہ دنیا کی چند روزہ زندگی کے لیے ہے تو دنیا اور آخرت (جو دائمی ہے) کے معاملہ میں تو اور بھی ضروری ہے۔ اسلام کو مکمل ہدایت اس لیے فرمایا کہ اور دینوں میں اول تو باطل آ کر مل گیا اور دوسرے وہ وقتی اور عارضی تھے کیونکہ انسانیت اس وقت اپنے ابتدائی مراحل میں تھی مگر اسلام کے طلوع سے لے کر اب تک انسانیت اپنی بلوغت سے گذر کر اپنی پختہ عمر کو پہنچ گئی ہے اس لیے اسلام واحد دین ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم ...... الخ یعنے "آج میں نے تمہارے لیے

تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور (بدیں وجہ) میں نے اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کیا۔"

دونوں کے مندرجہ بالا فریق کو میں ایک آسان مثال دے کر انشاءاللہ سمجھا دوں گا۔ میں نے کہا تھا کہ اسلام سے قبل انسانیت اپنے ابتدائی مراحل یعنے بچپن اور لڑکپن کی حالتوں سے گذری۔ اور اسلام کے طلوع کے وقت سے اس کی بلوغت شروع ہوئی اور اب وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ گئی ہے۔ تو کیا بچپن اور لڑکپن کی سمجھ بوجھ اور بلوغت اور ادھیڑ عمر کی عقل و فراست میں فرق نہیں ہوتا؟ کیا آپ ایک بچہ کو بی۔اے یا ایم۔اے کا کورس پڑھاتے ہیں؟ یا اسے ابتدائی تعلیم دینا ہی موزوں و مناسب سمجھتے ہیں؟ اور جوں جوں انسان عمر میں بڑھتا ہے توں توں اس کی تعلیم کو کیا بڑھاتے نہیں چلے جاتے؟ تو یہی معاملہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسانیت سے کیا اور بالکل ٹھیک کیا۔

اشاعتِ اسلام

اسلام انشاءاللہ دنیا میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلے گا۔ اور یہ یقینی بات ہے کیونکہ اس کی مکمل ہدایت اور صداقت (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) ایسی خوبیاں ہیں کہ وہ دلوں پر اثر کیے بغیر نہیں رہتیں۔ اور بھی خوبیاں اسلام کی ہیں (مثلاً قرآن کریم کا دلوں پر حیرت انگیز اثر محض قرأت پر اور اس کے اخلاقی اور روحانی انقلاب جس کی بہترین مثال حضور سرورِ کائنات صلعم کا عرب میں پیدا کردہ انقلاب تھا) مگر چونکہ قرآن حکیم نے اس کی دو بنیادی خوبیوں (مکمل ہدایت اور صداقت) کو اس مقصد کے لیے کافی سمجھا ہے۔ اس لیے میں انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان کا ذکر فرما کر جو الفاظ آئے ہیں وہ کوئی شک باقی رہنے دیتے ہی نہیں یعنے کفیٰ باللہ شہیداً (اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے)۔ اللہ تعالےٰ جو عالم الغیب ہے اور صداقت کے معاملہ میں اس سے بڑھ کر کون سچ بولنے والا ہو سکتا ہے اور جو علیٰ کل شیءٍ قدیر ہے اس کی گواہی سے بڑھ کر کوئی قطعی اور حتمی گواہی ہو سکتی ہی نہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ

اسلام کی اپنی خوبیوں کے علاوہ اسے رسول کس شان کا ملا۔ فرمایا کہ وہ اللہ کا رسول مقرر ہونے سے قبل محمد تھا یعنے اپنے اندر تمام خوبیاں رکھتا تھا۔ انہی کی وجہ سے حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اول المسلمین بنیں انگریزی میں کہاوت ہے (جس کا ترجمہ ہے کہ) "کوئی شخص اپنے ذاتی نوکر کی نگاہوں میں ہیرو نہیں ہوتا۔" میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر بیوی انسان کے ظاہری اور مخفی حالات کو جانتی ہے۔ اور پھر بیوی بھی جو عمر میں ۱۵ سال بڑی تھیں۔ اکثر بیویوں کو اپنے خاوندوں کے عیب کے سوا خوبیاں کم نظر آتی ہیں۔ اور اگر بیوی عمر میں بڑی ہو تو اسے اپنے زیادہ تجربہ اور عقل کی پختگی کے باعث خاوند میں عیب کچھ زیادہ ہی نظر آتے ہیں۔ پھر کوئی مرد یا عورت بطور مذہبی رہنما کسی انسان کو قبول کر سکتا ہی نہیں۔ اگر اس میں کوئی نقص یا کمزوری دیکھے خصوصاً جبکہ وہ انوکھی بات کہے۔ یہاں اس محترم خاتون کو ایک سیکنڈ تامل نہیں ہوا۔ اور وہ سنتے ہی ایمان لا کر سب سے پہلی مومن بنیں۔

پھر ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر کے اندر اچھا ہو مگر باہر وہ کچھ اور ہو جس کا اس کی بیوی کو علم نہ ہو۔ یہاں حضورؐ کے دن رات کے ساتھی حضرت ابوبکر رضؓ بھی سنتے ہی غائبانہ ایمان لے آئے۔ حضورؐ کے ذاتی ملازم حضرت انسؓ اور حضرت زیدؓ کا بھی یہی حال تھا۔ حضور کے نیک طبع رشتہ دار مثلاً حضرت حمزہؓ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی فوراً ایمان لے آئے۔ بات کو مختصر کرتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ دعویٰ نبوت سے قبل تمام لوگ حضورؐ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ صادق ہونا مکمل نیکی کی بنیاد ہے اور امین ہونا دشمن کی گواہی ہے کہ آپ کے عمل میں کوئی عیب نہ تھا۔

اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون خوبیوں کا مالک ہو سکتا ہے۔ مگر وہ بھی حضورؐ کا عاشق تھا کیونکہ اس نے فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا۔" حضورؐ سے بڑھ کر کس نے اللہ تعالےٰ سے محبت کرنی ہے کہ دشمن بھی کہتے تھے کہ عشق محمد ربہ۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے حضورؐ کی فوقیت کی وجہ بھی بتائی جب فرمایا کہ انک لعلیٰ خلق عظیم یعنے تجھ سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق کا مالک کوئی نہیں۔ یا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پھر صرف یہی نہیں کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے الفاظ قرآن کریم میں بار بار آتے ہیں بلکہ فرمایا کہ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے اللہ کی ہی اطاعت کی۔ گویا حضورؐ صحیح معنوں میں عبد تھے جس کے معنے ہیں عاجزی سے فرمانبرداری کرنے والا۔ گویا حضورؐ اللہ تعالےٰ کی اتباع میں اپنے آپ کو بالکل مٹا چکے تھے۔ اور اسی وجہ سے بطور مجاز اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ایک ہی ہو گئے اس کو سورۃ النجم میں بھی پڑھیئے جہاں حضورؐ کے قرب الٰہی کا ذکر فرمایا کہ اس سے بڑھ کر قرب ممکن ہی نہ تھا۔ اسی بات کو ایک مشہور شاعر نے یوں لکھا ہے :—

شب معراج عروج تو گذشت از افلاک
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اور اسی لیے بعض انبیاء علیہم السلام نے حضورؐ کے آنے کو مجازاً خود اللہ تعالیٰ کا آنا کہا جس فنافی اللہ کے مقام پر حضورؐ تھے اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہ ہو سکتا تھا۔ اسی لیے آپ خاتم النبیین بنے کہ حضورؐ میں انسانیت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ ہر نبی کا رنگ اپنا اپنا تھا۔ اگر حضرت موسیٰؑ کا رنگ جلالی تھا تو حضرت عیسےٰؑ کا رنگ جمالی تھا۔ یہاں نام محمدؐ میں جلالی رنگ آگیا۔ اور نام احمد میں جمالی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اسی لیے لکھا ہے :

ختم شد بر ذاتِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ایک اور زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی گواہی بھی سن لیجیے۔ فرمایا کہ کان خلقہ القرآن یعنے آپ قرآن کریم کی مکمل عملی تصویر تھے۔ ایک اور موقعہ پر حضورؐ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم کی کوئی "عجیب تر" بات سنائیے تو وہ رو پڑیں اور دیر تک روتی رہیں اور فرمایا کہ "کیا سناؤں حضورؐ کی تو ہر بات عجیب تر تھی۔"

والذین معہ

یہ الفاظ صحابہ رضؓ پر بالکل صادق آتے تھے کیونکہ جو ساتھ انہوں نے رسول اللہ صلعم کو دیا کسی جماعت نے نہیں دیا۔ ایک دو مثالیں کافی ہوں گی۔ سفر میں حضر میں، جنگ میں، امن میں وہ حضورؐ پر پروانوں کی طرح فدا ہو جاتے تھے۔

مگر ساتھ نہ چھوڑتے تھے۔ جنگ بدر کا مقابلہ بھی کوئی مقابلہ تھا۔ تاریخ میں ایسی جنگ نہیں ہوئی۔ ایک طرف ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار دوسری طرف ۳۱۳ کی جماعت (بوڑھے بچے شامل کر کے) جن کے پاس ہتھیار تک پورے نہ تھے جب رسول اللہ صلعم نے اس بظاہر منہ موت کی طرف بلایا تو صحابہ رضہ اس شوق سے نکلے کہ گویا جنت کا راستہ یہی ہے۔ اسی طرح جنگ احد میں جب کفار نے حضور ؐ کو گھیر لیا اور تیروں پتھروں اور نزدیک پہنچنے پر تلواروں سے حملہ کے موقعہ پر وہ کٹ مرے مگر حضور ؐ کو آنچ نہ آنے دی۔ ایک دفعہ حضور ؐ نے غزوہ کے لیئے بلایا تو ایسے بھی صحابہ رضہ تھے جن کے پاؤں میں جوتا تک نہ تھا تو وہ چیتھڑے پاؤں پر باندھ کر تپتی ہوئی ریت اور سنگلاخ رستوں پر چلے اور کوئی پرواہ یا شکایت نہیں کی۔ اس لیے قرآن شریف نے اگر فرمایا کہ "کافروں کے مقابلہ میں مضبوط" تو بالکل صحیح فرمایا۔

اگر رسول اللہ صلعم رسولوں میں ممتاز تھے تو صحابہ رضہ ایمان لانے والوں میں ممتاز تھے اور کسی نبی کے صحابہ نے رضی اللہ عنہم کا خطاب اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس زندگی میں پایا؟ اور حضور نبی کریم ؐ سے جو خطاب پایا اس کا ترجمہ یہ ہے:۔ "میرے صحابہ رضہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے کسی بھی صحابی کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے"۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم سے بیزار ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کی قوم نے ان کو سولی پر چڑھا دیا زمین و آسمان کا فرق نمایاں ہے۔

اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم

اگلی بات فرمائی کہ اگرچہ کافروں کے مقابلہ پر لوہے کی طرح جمے رہتے تھے مگر سخت دل نہ تھے اور "آپس میں رحم کرنے والے تھے"۔ "رحم" کا لفظ تب استعمال ہوتا ہے جب دل موم کی طرح پگھل جائے کسی کے لیے۔ اس کی بھی بے شمار مثالیں ہیں جب حضور ؐ مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کو حضور ؐ نے "مواخات" میں بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک مثال کافی ہوگی۔ ایک انصاری نے اپنے بھائی مہاجر کو گھر لے جا کر کہا کہ میرے دو مکان ہیں ایک آپ لے لیں۔ میری جائیداد کا آدھا حصہ بھی آپ کا ہوا وغیرہ وغیرہ۔ آگے مہاجر نے کیا نمونہ دکھلایا؟ کہا کہ یہ مکان اور جائیداد آپ کو مبارک ہوں مجھے بازار کا رستہ بتا دیں۔ وہاں جا کر وہ . . . . کوئی چیز چھابڑی میں رکھ کر سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور یوں اپنے لیے ذریعہ معاش بنا لیا۔ مگر انصاری کی دولت میں سے کچھ نہ لیا۔ قومیں اسی طرح بنتی ہیں کہ دشمن کے مقابلہ پر مضبوطی دکھائی جائے اور آپس میں رحم کا سلوک کیا جائے نہ کہ یہ کہ آپس میں لڑائی جھگڑے تو تو میں میں کے طریق کو اختیار کیا جائے۔ ایک دوسرے کے عیبوں کو نہ دیکھو بلکہ ایک دوسرے کی خوبیوں پر نگاہ رکھو تو ہی قوم مضبوط بنتی ہے ورنہ دشمن کا کام انسان خود کرتا ہے۔ اللہ تعالے (جس کا رنگ یعنے اخلاق سیکھنے کا ہمیں حکم ہے) وہ اگر انسانوں کے عیبوں پر ہماری طرح فوراً پکڑتا تو یہ دنیا ایک سیکنڈ میں تباہ و برباد ہو جاتی۔

رکعاً سجداً

نرم دلی سے عاجزی و انکساری کی خوبیوں کو حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے جب آپس میں انسان عاجزی سے پیش آنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اخلاق اور روحانی بلندی تو اس قدر زیادہ ہیں کہ انسان کی سمجھ ان کو پانے سے قاصر ہے تو اس کی عظمت کے آگے تو انسان رکوع میں جھک جاتا ہے سبحٰن ربی العظیم کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کی اخلاقی اور روحانی بلندی کا خیال کر کے انسان بے اختیار سجدہ میں گر جاتا ہے اور پکارتا ہے کہ سبحٰن ربی الاعلیٰ یعنے اے میرے رب تو پاک ہے (تمام غلطیوں یا گناہوں سے) تو مجھے بھی گناہوں اور گندگیوں سے خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہوں پاک کر دے کیونکہ تو میرا رب (یعنے ادنیٰ سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے والا) ہے۔ اور تو اپنی اخلاقی اور روحانی بلندیوں کے صدقہ میں مجھے بھی اخلاقی اور روحانی طور پر بلند فرما۔ کیونکہ تو میرا رب ہے"۔ دونوں تسبیحوں میں یہ فرق ہے کہ ظاہری عظمت بھی انسان کو ادباً جھکا دیتی ہے مگر اخلاقی اور روحانی بلندی کے آگے تو انسان دل کی گہرائیوں سے فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضور سرور کائنات صلعم کی جو عزت ہر مسلمان کے دل میں ہے اس کے مقابلہ پر بڑے سے بڑے حاکم یا شہنشاہ کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

اسلام سے پہلے اہل عرب انتہائی مغرور اور متکبر قوم تھے۔ رسول اللہ صلعم نے حیرت انگیز انقلاب ان میں پیدا کیا کہ وہ غریب مزاج اور انکساری کی تصویر بن گئے اور دن رات رکوع اور سجود میں اپنی عاجزی اور انکساری کا اللہ تعالےٰ کے آگے اقرار کرنے لگے۔ تکبر بہت ہی بڑی شیطانی خصلت ہوتی ہے کیونکہ تکبر نے ہی شیطان سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانبرداری کرائی تھی (ابیٰ واستکبر) جس کی وجہ سے تمام گناہ پیدا ہوتے تھے۔ اس لیئے رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی انتہائی فرمانبرداری کا نمونہ صحابہ رضہ کو بنا دیا۔

تتمہ

چونکہ خطبہ لمبا ہو گیا ہے اس لیے اس آیت مبارکہ کا اب خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

۱۔ یبتغون فضلاً من اللہ و رضوانہ "وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں"۔ یعنے صحابہ رضہ تارک الدنیا نہیں تھے بلکہ اس دنیا کی بھلائی (جو فضلاً کے معنے ہیں) بھی مانگتے تھے۔ اسی بات کو قرآن کریم کی آیت میں بھی فرمایا ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار جسکو حضور نبی کریم ؐ نے فرمایا کہ یہ میری دعا ہے اور اس لیے ہر مسلمان کی دعا ہونی چاہیئے اسی دعا کو خانہ کعبہ کے ہر طواف میں دوہرایا جاتا ہے جس سے اس کی افادیت کا پتہ چلتا ہے

۲۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ اس کے بہترین معنے وہ ہیں جو رسول اللہ نے خود کیے ہیں کہ من کثرت صلوٰتہ باللیل حسن وجھہ بالنھار یعنے جو (کھلی) رات کی نماز کو بکثرت پڑھتا ہے اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہو جاتا ہے اور یوں اس میں اللہ کا نور ظاہر ہو جاتا ہے۔ سو جو انسان تہجد گذار ہوں اسکے چہرہ میں روشنی چمکنے لگتی ہے بشرطیکہ وہ متقی بھی ہو۔

۳۔ ذالک مثلھم فی التورات ومثلھم فی الانجیل۔ تمام انبیاء میں سے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نمایاں ہیں کیونکہ ان کی الہامی کتابیں کسی نہ کسی رنگ میں بچ رہی ہیں۔ سو ان دو کتابوں کی صحابہ رضہ کی بابت پیشگوئیوں کا ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ تورات میں تو اور پیشگوئیوں کے علاوہ دو پیشگوئیاں ہیں جن میں حضور سرور کائنات ؐ کے آنے کو خود خدا تعالےٰ کا آنا بتایا جب فرمایا کہ بالآخر خداوند فاران (جو مکہ کے قریب پہاڑ ہے) کی چوٹی پر جلوہ گر ہوگا۔ اور صحابہ رضہ کی نسبت آیا ہے کہ وہ دس ہزار قدوسی ہوں گے جو آنحضرت ؐ کے ساتھ مکہ فتح کرنے نکلیں گے اور برنباس کی انجیل نے تو بالتفصیل نبی کریم ؐ، اور صحابہ رضہ کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں مگر یوحنا کی انجیل میں خود حضرت مسیح ؑ نے فرمایا ہے کہ ابھی میں نے تمہیں بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم ان کی تاب نہیں رکھتے مگر وہ جو روح حق میرے بعد آئیگا وہ تمام وہ باتیں تمہیں کہے گا جو خداوند اس کے منہ میں ڈالیگا۔ اسی طرح انہوں نے

فرمایا کہ خداوند کی بادشاہت تم (یعنے بنی اسرائیل) سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو دی جائے گی جو اس کا پھل وقت پر دیں گے۔" وقت پر پھل دینے" سے مراد یہ ہے کہ اسی دنیا میں وہ خدا تعالےٰ کی بادشاہت دلوں پر مسلط کر کے دکھا دیں گے جو صحابہ رضؓ نے کر دکھایا۔

کزرع اخرج . . . . عظیما۔

یہ مثال دی گئی ہے کہ حق شروع میں کھیتی کی فصل کی طرح ہوتا ہے جو ابتدا میں اپنی سُوئی (کونپل) نکالتی ہے مگر جب بالآخر وہ بڑی ہو کر لہلہانے لگتی ہے تو کسان کا دل خوش ہو جاتا ہے اگرچہ کافروں کو اس پر غصہ آ جائے۔ اس مثال میں فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ کسان کی طرح زمین میں فصل بوتا ہے جو حق کی ہوتی ہے اور جب وہ بڑھ چڑھ کر لہلہانے لگتی ہے (جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ کے مبارک وجود کا پھلنا پھولنا تھا) تو اللہ تعالےٰ کو اپنے مشن کی کامیابی پر خوشی ہوئی اگرچہ اس سے کافر خوش نہیں تھے۔

تو کھیتی کس مشکل سے اپنی فصل کو جنم دیتی ہے۔ اسی طرح حق کو شروع میں مشکلات پیش آتی ہیں مگر بالآخر وہ کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ اور حق کو پھیلانے والوں سے (بشرطیکہ وہ خود بھی ایمان اور عمل کا نمونہ بنیں) اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے "مغفرت اور اجر عظیم"، کا۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون وعدہ کا سچا ہو سکتا ہے؟ اور اگر وہ فرمائے کہ جو اجر وہ دے گا وہ عظیم ہو گا تو وہ کتنا بڑا اجر ہو گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی اپنی عظمت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس اجر کو پانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اشاعت حق کے نیک ترین کام کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

***

مجلس منتظمہ کا فیصلہ

سالانہ دعائیہ اجتماع کے لیے ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کی تاریخیں مقرر کی جانی منظور ہیں۔ ۲۵ دسمبر خواتین کے اجتماع کے لیے مخصوص ہو گا۔ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر وجمعہ عام اجتماع ہو گا۔

مراسلہ از: ظفر اللہ خاں صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

حضرت قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا سالمیت پاکستان کے بارے میں ارشاد

"ہم سب مسلمان ایک خدا، ایک کتاب، اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں۔ اگر متحد نہیں تو کمزور وخوار ہوں گے"

۱۷۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"دیکھیے ہم مسلمان اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلتے ہیں ہم سب اسلامی اخوت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق، عزت اور مرتبہ میں سب برابر ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد کا ایک خاص اور گہرا احساس پایا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ہم میں سے اکثر مسلمان ہیں بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے، رسمیں ہیں اور رسمیں ہیں اور احساس شعور ہے ہمارے سوچنے سمجھنے کے طریق ہیں۔ ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے۔ . . ہم سب ایک خدا ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے آپ نے ایک پرانا قول سنا ہو گا کہ اتحاد میں قوت ہے جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان حتی الامکان یہ کوشش کرے کہ آپس میں کامل اتحاد اور اتفاق پیدا ہو۔"

ترتیب: مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی مختصر سوانح حیات

واپسی پر لاہور میں قیام اور آپکی کشفی نظر کا ایک واقعہ

راستے میں آپ نے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کے ہاں قیام فرمایا۔ وہاں لاہور کے ایک بہت بڑے رئیس نے صاحبزادہ صاحب اور ان کے رفقاء کی دعوت کی۔ ان رئیس نے ایک بڑے کمرہ میں ایک دسترخوان پر کھانا چن دیا ہوا تھا جب یہ مہمان اس کمرے میں داخل ہوکر دسترخوان پر بیٹھے تو صاحبزادہ عبداللطیف صاحب یکایک اٹھ کر چل پڑے اور منہ سے کہتے جاتے تھے۔ گو، گو۔ گو۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہر رکابی میں کھانے کی بجائے پاخانہ رکھا ہوا ہے میں نہیں کھا سکتا۔ جب بات کھلی تو معلوم ہوا کہ میزبان نے وہ کھانا سودی رقم سے تیار کرایا تھا، مہمان یہ دیکھ کر صاحبزادہ صاحب کی کشفی نظر کے بے حد قائل ہو گئے۔

(مجدد اعظم صفحہ ۹۴۲)

لاہور سے افغانستان کے لیے روانگی

"براہین احمدیہ"، حصہ چہارم کی پہلی فصل کے صفحہ ۵۱۱ پر حضرت صاحب کا یہ الہام درج ہے "شاتان تذبحان وکل من علیہا فان"۔ "دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا یعنی ہر ایک کیلئے قضا و قدر درپیش ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں"۔ اس سے ذرا آگے آپ نے فارسی کا یہ شعر لکھا ہے ؎

همیں مرگ است کو یاراں ہو شند روئے یاراں را
بیکدم مے کند ذوقت خزاں فصل بہاراں را

یہی موت ہے جو یاروں کے چہرے یادوں سے چھپا دیتی ہے اور فصل بہار کو یکدم فصل خزاں میں بدل دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ماموروں کو ایک نگاہ دوربین عطا کی ہوتی ہے جس کی روشنی سے وہ آنے والے واقعات کو وہاں تک دیکھ لیتے ہیں جہاں تک تنگ دنیا کے پرستاروں کی نظر نہیں دیکھ سکتی۔ اس الہام میں بھی آپ کو یہی اطلاع دی گئی تھی کہ آپ کے بےگناہ اور معصوم مریدوں کو ذبح کیا جائے گا۔ ذبح کے لفظ میں اس جبر و استبداد، ظلم و ستم، درندگی اور بہیمیت کی طرف اشارہ ہے جو صاحب اقتدار اپنے اقتدار کے استحکام اور تحفظ کی خاطر حق و صداقت کی آواز بلند کرنیوالے معصوم انسانوں پر روا رکھتے اور انہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کے درپے ہوتے ہیں۔ وہ عارضی اقتدار کے نشہ میں مست یہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ والے حق کی خاطر اپنی جان۔ مال و دولت، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی محبت اور تعلقات کو قربان کر سکے سنگسار ہونے اور سر دار تک جانے کے لیے تو تیار ہو جاتے ہیں لیکن حق کا دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر راضی نہیں ہوتے۔ وہ اس موت میں اپنی زندگی سمجھتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں، ؎

زیر ایں موت است پنہاں صد حیات
زندگی خواہی بخود جام ممات

اس موت کے نیچے سینکڑوں زندگیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو موت کا پیالہ منہ سے لگا لو۔ وہ اپنے مولیٰ سے ملنے کے لیے مضطرب و بےچین ہوتے ہیں ان کے لیے خون کے قطرے سے جنت کے پھولوں کی خوشبو آتی ہے جو ساری فضا کو معطر کر دیتی ہے لیکن ان کے بعد ظالم اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے دنیا کے لیے عبرت کا نشان بن جاتا ہے۔ یہ "ردبہ، زار و نزار" اللہ کے شیروں پر ہاتھ ڈال کر دنیا سے اس طرح نیست و نابود ہو جاتا ہے کہ اس کا نام لینا بھی توہین سمجھی جاتی ہے۔ یہی نہیں اس کی نسلیں تک ختم ہو جاتی ہیں اور وہ قرآن کریم کے الفاظ میں "ان شانئک ھو الابتر"، کا مصداق بن جاتا ہے۔

حضرت صاحب کے اس الہام کا ایک حصہ تو مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی شہادت سے پورا ہوا اور اس کا دوسرا حصہ پورا کرنے کے لیے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف جذبہ شوق شہادت دل میں لیے کشاں کشاں افغانستان میں اپنے مقتل کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت امام حسین رضہ کی روایت کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت میں لکھ دیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ:

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

شاید حضرت صاحب کو بھی یہ نظر آ رہا تھا اسی لیے آپ نے فرمایا تھا:

صد حسین است در گریبانم — سیر کربلاتیست ہر آنم

میرے دکھ اور درد کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ میں تو ہر لمحہ ایک حسین کو اسلام کی سچائی کی خاطر کسی نہ کسی یزید کے ہاتھوں شہید ہوتا دیکھتا ہوں اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ ہر دور میں چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی ستیزہ کار رہا ہے اور ہر دور میں سانحہ کربلا دہرایا جاتا رہا ہے۔ یہ زمانہ بھی خالی نہیں جا سکتا تھا۔ بولہب کفر و ضلالت اور صداقت دشمنی کی علامت ہے، ہر زمانے میں یہ علامت کسی نہ کسی روپ میں ظاہر ہوکر شمع رسالت کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی مذموم کوشش میں مصروف رہی ہے مگر اس شمع کے پروانے اس پر قربان ہو ہو کر اسے روشن رکھتے رہے ہیں اور یہ بولہبی علامت ناکام و نامراد ہو کر تباہ و برباد ہوتی رہی ہے۔

حضرت صاحب کے فیضانِ نظر نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے دل کو اس نور یقین سے روشن کر دیا تھا کہ احمدیت ہی وہ حقیقی دین ہے جو مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک سکتا اور اسلام کی صدر اول کی شان و شوکت کو دوبارہ واپس لا سکتا ہے اس اسلام کو زندہ کرنے کے لیے مجھے کربلا کے سانحہ کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے دہرانا ہوگا اور حضرت امام حسین رضہ کی روایت کو زندہ کرنا ہوگا۔ اسی لیے افغانستان کی طرف جاتے ہوئے وہ راستہ میں بار بار اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لیے میرے خون کی محتاج ہے۔"

آپ کی گرفتاری اور شہادت کے واقعات: (۱) آپکے قریبی ذرائع کا بیان

آپ کے قریبی ذرائع کا بیان ہے کہ جب آپ واپس اپنے گاؤں سیدگاہ پہنچے تو لوگوں نے بڑے اشتیاق سے آپ سے دریافت کیا کہ دادا آپ نے مسیح موعود کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا حضرت مسیح موعود بڑے بلند پایہ اور عظیم روحانی شخصیت ہیں۔ میرا پہلے اپنے متعلق یہ خیال تھا کہ اللہ تعالے کی معرفت کا مجھے بھی کچھ ملا ہے مگر جب میں نے مسیح موعود کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی معرفت الٰہی کی کوئی انتہا نہیں اور میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ اللہ تعالے کے کتنے قریب ہیں اور ان کی روحانیت کا مقام کیا ہے؟

سیدگاہ پہنچنے کے دو تین دن بعد ہی آپ نے بڑے زور و شور سے احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ دن رات اور اٹھتے بیٹھتے آپ کا یہی شغل تھا۔ آپ جہاں کہیں بھی ہوتے خدا اور رسول کی باتیں لوگوں تک پہنچاتے۔ اس جنون کی حد تک جوش و خروش سے احمدیت کی تبلیغ کا یہ نتیجہ ہوا کہ عوام میں بھی اس کی قبولیت کا شوق پیدا ہونے لگا اور وہ جوق در جوق سیدگاہ آپ کا وعظ سننے کے لیے آنے لگے وہ آپ کی صداقت پر مبنی دلائل سننے کے بعد بلا حیل و حجت احمدیت قبول کر لیتے۔ افغانستان میں علاقہ خوست اور اس کے گرد و نواح میں چار بڑے قبیلے منگال۔ جدران۔ غلجئے اور تانی آباد ہیں جن میں سے تانی قبیلہ کے لوگ سیدگاہ کے آس پاس آباد تھے اس لیے اس قبیلہ کے اکثر لوگوں نے احمدیت قبول کر لی۔

جب احمدیت کی تبلیغ اور قبولیت کا زیادہ چرچا ہوا تو افغانستان کے ملاؤں کو بڑی تشویش لاحق ہوئی۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف امیر حبیب اللہ خان کے کان بھرنا شروع کیا کہ قادیان (پنجاب) کے ایک شخص مرزا غلام احمد نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور صاحبزادہ صاحب اس کے عقائد کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ امیر حبیب اللہ نے ملاؤں کی غلط سلط رپورٹوں سے متاثر ہو کر آپ کو اپنے دربار میں بلا کر فہمائش کی کہ آپ اپنے گھر کے حجرہ میں جو کچھ بھی کہتے یا کرتے ہیں کریں لیکن باہر مسجدوں میں عوام کے سامنے کچھ بیان نہ کریں مجھے آپ کے احمدی ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آپ اس کی تبلیغ سے باز رہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں حق کی تبلیغ سے نہیں رک سکتا۔ خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تبلیغ کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔

انہی دنوں شہید مرحوم نے ایک دن اپنے مہمان خانے میں موجود اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں چند دن کا مہمان ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا میں کفن میں ملبوس ہوں اور میرا جنازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس گھر سے جا رہا ہے۔ مجھے آپ لوگ غور سے دیکھا کریں۔ آپ کے اہل خانہ بھی اس قسم کی باتیں سن کر بہت پریشان ہوئے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شہادت تو ہر وقت مل سکتی ہے لیکن ہم ایسی شہادت کے متمنی ہیں جو پلاؤ کھاتے ہوئے مل جائے۔

ان الفاظ سے آپ کا مطلب غالباً یہ تھا کہ ہم کسمپرسی کی حالت میں نہیں بلکہ تنعم اور آرام و آسائش کی حالت میں اپنے رب کے حضور اپنی جان پیش کرنا چاہتے ہیں جس حالت میں دنیا کے بندے دنیا کی زندگی سے چمٹے رہنا ہی پسند کرتے ہیں۔

جب امیر حبیب اللہ کو ملاؤں کے دباؤ اور اصرار کے تحت اپنا اقتدار خطرے میں نظر آیا تو ایک دن اس نے آپ کی گرفتاری کے لیے ایک شیوہ کمانڈر کے تحت چالیس سواروں پر مشتمل دستہ سیدگاہ بھیج دیا۔ کمانڈر نے امیر کی طرف سے آپ کی گرفتاری کا حکم نامہ آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کیلئے اندر جانے کی اجازت مانگی مگر آپ کو اجازت نہ ملی۔ اس پر آپ نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ اندر سے میرا قرآن شریف اور عصا لے آؤ۔ اس کے بعد آپ اپنی منزل کی طرف دستہ کے ساتھ چل پڑے۔ اس وقت آپ کے گھر کے کسی انسان کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ ان سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

دستہ کے کمانڈر کو امیر کی طرف سے یہ حکم تھا کہ آپ کو سخت نگرانی میں پیدل لایا جائے جب دستہ کے شیوہ کمانڈر کو یہ معلوم ہوا کہ آپ سید ہیں اور بہت بڑے عالم فاضل اور متقی انسان ہیں تو وہ بہت متاثر ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ راستے میں بارہا سواری کے لیے آپ کو اپنا گھوڑا پیش کیا مگر آپ نے ہر بار یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایک قیدی کی حیثیت میں گھوڑے پر سوار ہو کر جانا نہیں چاہتا۔ یہ جواب سن کر وہ کمانڈر خود اپنے گھوڑے سے اتر کر آپ کے ساتھ پیدل چل پڑا۔ رات کو جہاں کہیں قیام ہوتا وہ صاحبزادہ صاحب کے آرام کا بہت خیال رکھتا۔

ایسا بھی ہوا کہ دستے کے افسر نے راستے میں کئی بار آپ کو اپنا گھوڑا پیش کرتے ہوئے افغانستان سے انگریزی علاقے کی طرف فرار ہو جانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ مجھے آپ کی جان بچانے کی خاطر جو سنگین سے سنگین سزا بھی بھگتنی پڑی میں اس کے لیے ہر طرح تیار ہوں۔ مجھے اپنی فکر نہیں آپ کی زندگی تو بچ جائے گی۔ اس نے بہت منت سماجت کی لیکن شہید مرحوم نے اسے یہی جواب دیا میں حق کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے اپنی جان بچانے کے لیے فرار کا تو میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں اپنی خوشی اور مرضی سے آپ کے ساتھ جا رہا ہوں ورنہ آپ زبردستی مجھے نہیں لے جا سکتے۔ اعتبار نہ ہو تو آزمائش کر لیں۔

دستہ کے افسر کا کہنا تھا کہ ایک مقام پر آپ نے ہمیں اپنے اور دیگر سپاہیوں کا گھیرا خوب تنگ کر لینے کو کہا اور خود ہمارے درمیان میں پیدل روانہ ہو گئے۔ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی لیکن اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب ہمارے گھیرے میں سے نکل کر کہیں غائب ہو گئے ہیں۔ ہم بہت پریشان ہوئے مگر تھوڑی دیر بعد ہمیں بہت دور سے ایک دھیمی سی آواز سنائی دی اور ہماری جان میں جان آئی۔ ہم نے آپ سے بہت معافی مانگی اور پھر آپ سے درخواست کی کہ آپ سرحد عبور کر جائیں کیونکہ ہم سب آپ کی بزرگی کے قائل ہو گئے تھے اور نہیں چاہتے کہ آپ کو کوئی زک پہنچے۔ لیکن آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ حق کی راہ میں پیٹھ دکھانا بزدلی ہے۔

یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ اللہ تعالے کے بندے اپنی دنیا کے بندوں کے درمیان چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن دنیا والوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوتے ہیں اس لیے وہ نہ انہیں دیکھ سکتے اور نہ شناخت کر سکتے ہیں۔

سیدگاہ سے کابل تک کا تقریباً ۲۵ میل کا فاصلہ آپ نے دستے کے ساتھ پیدل طے کیا۔

باقی آئندہ

* * * * *

تنظیمِ جماعت کے دو بنیادی اصول

(از مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی)

یاایھا الذین آمنوا .... ان اللہ مع الصابرین۔ جہاد کی فضیلت عظمیٰ لب آشنا ہونیوالی تھی کہ فرمایا "یاایھا الذین آمنوا" اے ایمان کی دولت پانیوالو جس کے پاس کچھ نہیں اسے کسی بات کی فکر نہیں کھڑکا اور دھڑکا اس شخص کیلئے ہے جو ایک بیش قیمت شئے کا مالک ہو چکا ہے ایمان بذات خود ایک انمول دولت ہے اسکا میسر آنا اگر بخت و اقبال کی بہت بڑی سعادت ہے تو اس کی حفاظت اور رکھ رکھاؤ بھی عدہ بالکر مندیوں اور تحسب بیدلیاں کا طالب ہے جس طرح دنیوی مال اور دولت ایک بہت بڑی خیر ہے تو ہر قسم کے متوقع مصائب کا پیش خیمہ بھی ہے کمزور کا مال و متاع شبے ماند و شب دیگرے ماند کا مصداق ہوتا ہے۔ بلاشبہ انسان کمزور ہے بلکہ بڑے سے بڑا انسان بھی کمزور ہے اس لئے وہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے سینکڑوں احتیاطی تدابیر اور سامانوں کا محتاج ہے خارجی مددگاروں اور پہرہ داروں کے علاوہ خود اسکے اپنے دل کے اندر ایک طاقت اور قوت کی ضرورت ہے۔ سہراب اور رستم سا پہلوان بھی جب تک اسکے نفس اور قلب کے اندر طاقت پیدا نہ ہوگی وہ دوسروں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جسمانی طاقت اور اعصاب کی قوت میں ایک انسان خارجی دنیا کے بالمقابل نہایت کمزور ہے بلکہ ایک پہلوان بھی اس مقابلہ میں مکھی سے زیادہ کمزور ہے۔ اگر رستم کے جسم سے مکھی کے برابر ٹکڑہ کاٹ لیا جائے تو وہ اعصابی قوت میں مکھی سے بدرجہا کمزور ثابت ہوگا یا مکھی کے نظام اعصاب کا موازنہ رستم کے طول و عرض کی نسبت سے کیا جائے تو رستم کا خطاب انسان سے چھین کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نام نہاد کمزور مکھی کو دیدیا جائیگا پس انسان کی فضیلت اس کے جسم اور نظام اعصاب کی بنا پر نہیں بلکہ کائنات پر اس کی فوقیت اس کے قلب اور دماغ کی بنا پر ہے۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح جماعتوں کی کثرت اور اعدادی فوقیت ایمان کی قوت اور طاقت کے سامنے ہیچ ہے۔ ایمان ایک قوت اور دولت ہے مگر ہر قوت اور دولت اپنے حفظ و بقاد کیلئے مدد کی محتاج ہے۔

استعینوا۔ استعانت عون بمعنی غلبہ سے مشتق ہے ایمان اپنے دشمنوں پر کیونکر غالب ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایک کمزور بنئے سے پٹھان صرف لٹھ گھونسہ دکھا کر سب کچھ چھین لیتا ہے اسی طرح ایمان کی اگر استعانت نہ ہو تو بڑی آسانی سے چھینا جا سکتا ہے اس کی حفاظت اور غلبہ خود اس کے اندر اور طاقت اور قوت پیدا کرنے سے ہی ممکن ہے

سائنس ہمیں بتاتا ہے کہ قوت اور انرجی ہر چیز کے اندر موجود ہے بظاہر کوئی چیز کتنی ہی بے حسی۔ مردہ اور ضعیف کیوں نہ نظر آتی ہو مگر اس کے اندر الیکٹرون (برق پاروں) کا ایک پاور ہوس موجود ہوتا ہے ایک معمولی پانی کا گلاس جسے ہم گرمی کے دن کئی مرتبہ غٹ غٹ پی جاتے ہیں اسکے اندر ایک مال سے بھری ہوئی مال گاڑی کو قطب مینار تک اوپر اٹھانے کی طاقت موجود ہے۔ لکڑی کے کمزور تار میں فولادی تار کو شکست دینے کی قوت ہونا ایک سائنس دان کے نزدیک محال نہیں تو ایمان بالخصوص ایک جماعت کا ایمان میٹیریل سائنس کی کارگزاریوں سے زیادہ حیرت انگیز کام دکھا سکتا ہے۔

بالصبر۔ مادہ کے ایک ذرہ میں پاور ہوس موجود ہے تو روح اور قلب کے اندر اس سے زیادہ قوت کا خزانہ موجود ہے مگر ہر چیز میں سے قوت اور انرجی باہر لانیکا ایک خاص طریق ہے ایک حقیر بیج سے نکلی ہوئی نرم اور نازک سوئی نمی کے ذریعہ مضبوط چٹانوں کو پاش پاش کرتی ہوئی پہاڑ کے سینہ میں اپنی طاقت کی میخ گاڑتی ہے۔ بارود کا مٹکا سا سفوف ذرا سی آگ دکھانے سے فولادی دیواروں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ پانی کا گرتا ہوا آبشار طاقت کی لاکھوں اکائیاں پیدا کرتا ہی آب آتش کی متحدہ طاقت کتنے پاور ہوس بنا سکتی ہے تو قلب و روح کی قوت بھی دنیا میں بیشمار انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور میٹیریل طاقت کی ہر نوع کو اپنا خدمتگار بنا سکتی ہے۔

خداوند عالم کی آخری کتاب جو سپر چوئل سائنس کا کامل اور مکمل کورس ہے وہ بتاتا ہے کہ قلب و روح کی یہ طاقت ایمان اور صبر کے باہمی تضارب اور مزاحمت سے پیدا ہوتی ہے۔

صبر ۔ اصل لغت کی ابتداء میں چارپایہ کو بغیر چارہ کے روک رکھنے کا نام تھا جو جانور کے لئے چارہ کی طرف انتہائی جد و جہد کو ظاہر کرتا تھا پھر الامساک فی ضیق یعنی چوپایہ کو تنگ جگہ میں روکنے کا نام ہوا۔ پھر اس میں یہ تخیل بھی داخل ہو گیا کہ ہر مصیبت میں انسان اپنے نفس کو ناجائز باتوں سے روک رکھے۔ کتمان کلام بری بات اور دکھ پہنچانے والے کلام اور گالی گلوچ سے زبان کو روک لینا مذہب کی اصطلاح میں حبس النفس علی ما تقتضیہ العقل والشرع عقل اور شریعت جس کام سے منع کرتی ہو اس سے اپنے آپ کو روکنا۔ کھانے پینے اور جذبات کے اظہار میں خدا کے حکم کے مطابق اپنے نفس کو قابو میں رکھنا (یعنی روزہ) جنگ اور جھگڑے میں وحشت اور بربریت کے اظہار سے باز رہنا (اصطلاح اسلام میں اس کا دوسرا نام حقیقی شجاعت ہے) حالات کی بہتری اور اصلاح کا انتظار یعنی بدلہ لینے میں جلدی نہ کرنا (فاصبر لحکم ربک) یہ سب کچھ صبر کے مفہوم میں داخل ہے۔

تنظیم جماعت کے سلسلہ کا پہلا باب اس صبر پر ہے جس کی تفصیل ابھی بیان کر دی گئی۔ ہر امر کی تنظیم کے لئے دو اصول ہیں جو چیز نہیں چاہیے اس سے رک جانا اور جو چیز چاہیئے اسے اختیار کرنا شئے ما لا ینبغی کو شئے ما ینبغی پر یعنی "نہ چاہیئے" کو "چاہیئے" پر عقلاً تقدم حاصل ہے قرآن مجید کا یہ نظریہ کس قدر سائنٹیفک نظریہ ہے یعنی جس طرح مادیات میں بعض چیزوں کو آزادی یا وسعت سے تنگی میں لانے یا پھیلا کر تنگ راستہ سے گزارنے ضبط و ربط اور تضارب باہمی کے ذریعہ انرجی اور طاقت پیدا کی جاتی ہے اسی طرح نفسیات میں جذبات کی روک تھام اور حبس نفس سے طاقت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ حبس النفس علی ما تقتضیہ العقل والشرع عقل اور قانون کے تقاضا کے مطابق نفس کو روکنا رنج و راحت۔ شادی غمی اور باہمی مناقشت میں نفس کو مطلق العنان نہ ہونے دینا کسی سے بدلہ لینے میں جلدی کرنا ایک جماعت کی تنظیم کیلئے اولین شرط ہے۔

والصلوٰۃ۔ صلی آگ پر گرم کر کے لکڑی کو سیدھا کرنا۔ دوسروں کے ساتھ کامل اتحاد کے لئے اپنے آپ کو ہر قسم کی کجی اور ٹیڑھا پن سے بچانا۔ اپنی اندرونی طاقت اور قوت کا مظاہرہ صرف سیدھی لکڑی جو اپنے عمود پر کھڑی ہو کر سکتی ہے۔ اپنی کمزوریوں کے لئے خدا سے قوت اور طاقت طلب کرنا (دعا) اپنے بھائیوں کی مدد کمزوروں کو سہارا دینے کی عملی مشق۔ اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کے لئے وقت کی قربانی کا اعلیٰ سبق۔ اعلاء کلمۃ اللہ اور تبلیغ اسلام کی خاطر ہر قسم کے دنیوی مفاد کا ترک۔ (وذروا البیع) جماعتی فلاح و بہبود کے لئے انفرادی نفع کا ایثار۔ دنیا کی ناموافقتوں کا مل کر یا جماعتی طور سے مقابلہ کرنا یہ

استعانت بالصبر میں اگر رشتہ ماسند قلب سلیم پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی تھی تو استعانت بالصلوٰۃ میں بحیثیت دل صحیح قوتِ ارادی پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ان دونوں کے حصول سے ایک منظم جماعت کا تخیل ظہور میں آ سکتا ہے اور تنظیم جماعت کا اصلی مقصد پورا ہو سکتا ہے۔ ایسی منظم جماعت کی کوششوں میں اگر زمانہ کی ناموافقت کوئی رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے تو ان اللہ مع الصابرین اللہ تعالیٰ کی معیت اسکا مداوا ہے۔ بڑے آدمیوں کی معیت کمزوروں پر ظلم و ستم کے لئے ایک زبردست ڈھال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی معیت ساری دنیا کی مخالفت اور اعدادی کثرت کے لئے تنہا بس ہے کیا ہر ایک احمدی اس صبر اور صلوٰۃ سے مدد لیکر خدا کیساتھ ہونے کیلئے تیار ہے تاکہ خدا بھی جماعت احمدیہ کیساتھ ہو۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود

جماعت میں باہمی اتفاق و محبت کی ضرورت

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے ——— یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کیساتھ جڑ کر کھڑا ہونیکا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہوگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو ایک دوسرے کیلئے غائبانہ دعا کرو اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کیلئے کرامت ہو یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی کنتم اعداء فالف بین قلوبکم یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کیلئے پسند کرے وہ میری جماعت میں نہیں ہے۔ (خطبہ عید الضحیٰ ۱۱ اپریل ۱۹۰۳ء)

ہمارا ــــــ دُعائیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احباب و خواتین سلسلہ کے نام

حسب معمول ہمارا ۔۔۔ دعائیہ اجتماع اس سال بھی ۲۵ تا ۲۸ دسمبر منعقد ہوگا ۔ جماعت کے جو احباب و خواتین ، نوجوان ، بچے اور بچیاں گذشتہ چند سالوں سے اس مبارک اجتماع میں شامل ہوتے رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس اجتماع کی غرض و غایت سوائے اس کے کچھ اور نہیں کہ ہم اپنی تمام دنیوی مصروفیات سے فارغ ہو کر تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف کر دیں ۔ پانچ وقت مل کر اس کے حضور سجدہ ریز ہوں ۔ اور اپنے گناہوں ، خطاؤں ، کوتاہیوں اور فرو گذاشتوں کے لئے اس سے معافی مانگیں ۔ تہجد کی نماز بالالتزام ادا کریں اور حق کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کی مدد مانگیں ۔ اور اس وقت ہمارے اس راستے میں جو مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر دی گئی ہیں ۔ اُن کے دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑا کر دعائیں کریں ۔ کیونکہ اجتماعی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس اجتماع میں شامل کچھ ایسے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوں جن کے دلوں سے نکلی ہوئی دُعائیں اور سسکیاں قبولیت پالیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کی دنیا میں اشاعت کے لئے ناگہانی سامان پیدا ہو جائیں ۔

؎ اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

مصیبت کے اس وقت میں ہم بیکسوں کے لئے سوائے دُعا اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور آنسو بہانے اور کوئی چارہ نہیں ۔ دُنیا کے سامنے حق و صداقت کو پیش کرنا ہی ہمارا مقصد ۔ آرزو ۔ تڑپ اور مشن ہے جو امام وقت اور آپ کے پاک ساتھیوں نے بطور امانت ہمارے سپرد کیا ہے ۔ اس کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ

؎ ایں آتشے کہ دامنِ آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ اش بخدا نہر کوثرم

یہ آگ جو آخری زمانہ کے دامن کو جلا رہی ہے ۔ اسے بجھانے کے لئے بخدا میں کوثر کی نہر ہوں ۔ وہ کوثر قرآن کریم ہے اور وہ نہر قرآنی علوم و معارف ہیں جن سے یہ آگ بجھ سکتی ہے ۔

آج بھی دنیا میں ہر طرف فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑک رہی ہے ۔ ہر طرف ہلاکت ہی ہلاکت دکھائی اور سنائی دیتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ خدا سے بہت دُور ہو چکے ہیں ۔ اِن کی تمام تر کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف ہو چکی ہیں جن کے انجام سے متنبہ کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے ۔ " کہہ کیا ہم تمہیں اعمال میں بہت بڑھ کر گھاٹے میں رہنے والوں کی خبر دیں ۔ وہ جن کی تمام تر کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی ۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے بہت اچھے کام بنا رہے ہیں ۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کیا ۔ سو ان کے عمل ان کے کام نہ آئے ۔ اس لئے ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے ۔ ان کی سزا دوزخ ہے ۔ اس لئے کہ اُنہوں نے کفر کیا اور میری باتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑا دیا (الکہف ۔) یہی ذکر سورۃ النزعٰت میں بھی ہے ۔ " سو جس نے (اللہ تعالیٰ سے) سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو اپنے رب کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے تو اس کا ٹھکانہ بہشت ہے " ۔

ادنیٰ ادنیٰ خواہشات کی پیروی کی وجہ سے ہی اس زمانہ میں بھوک ، افلاس ، عدم تحفظ ، بے اطمینانی ۔ بے اعتمادی ۔ نفرت ، عداوت ۔ اور بدامنی کا دور دورہ ہے یہ سب مصائب اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکنے کا نتیجہ ہیں کوئی دنیوی منصوبے اور تدابیر اس کا مداوا نہیں کر سکتیں ۔ اس کا علاج صرف اور صرف قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے سے ہے ۔ اور ہم یہی مشعل دنیا کی تاریک راہوں کو روشن کرنے کے لئے اُٹھائے ہوئے ہیں ۔ دنیا ہمیں جو سمجھے اور کہے ہم نے اسے روشن رکھنے کا عہد اور تہیہ کیا ہوا ہے ۔ کیونکہ

؎ جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اسی روشن چاند کی روشنی دنیا کی تاریکی کو دُور کر سکے گی اور دنیا میں امن و سکون پیدا ہوگا ۔

ہمارے دلوں میں کسی کے لئے کوئی کینہ اور بغض و عناد نہیں ۔ ہم سب کی بھلائی اور خیر خواہی چاہتے ہیں اور اس کے لئے کسی حوصلہ اور اجر کی تمنا نہیں کرتے ۔ ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ :۔

؎ گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اور یہ کہ جب تک تم اپنے دشمن کے لئے دُعا نہ کرو تم مومن نہیں ہو سکتے ۔

میں تمام بھائیوں ۔ بہنوں ۔ نوجوانوں ۔ بچوں اور بچیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سب کے سب اپنے کام کاج ۔ دنیوی مصروفیات اور گھروں میں بیٹھ کر آرام و سکون کو قربان کر کے تین چار دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں وقف کرنے کے لئے اپنے مرکز میں تشریف لائیں اور اپنے اس دینی اجتماع میں شامل ہو کر اپنے اللہ کو یاد کریں کیونکہ دنیا کی کوئی دولت دلوں کو اطمینان نہیں دے سکتی اور صرف اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور انعام ہے ۔

دلوں کا اطمینان اور تسکین حاصل کرنے کے لئے حضرت صاحب نے ہمیں یہی راستہ بتایا ہے ۔ آئیں ہم سب مل کر اللہ کو راضی اور خوش کرنے کے لئے اس راہ پر اولوالعزمی اور ثابت قدمی کے ساتھ چلیں ۔ میری دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس راہ میں پیش آنے والی آپ کی سب مشکلات رفع فرمائے ۔ آپ کو بخیر و عافیت اپنی حفاظت میں لائے اور اپنی حفاظت اور امان میں آپ کو اپنے مقامات پر واپس لے جائے ۔

میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ اس چار روزہ مجاہدے میں شریک ہونے کے لئے جوق در جوق اور قطار اندر قطار تشریف لائیں ۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ آپ کی روحوں کو نئی زندگی اور تازگی حاصل ہوئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور ناصر ہو ۔ آمین ۔

سعید احمد
امیر جماعت احمدیہ ۔ لاہور ۔

اپیل برائے دُعائیہ فنڈ ۱۹۹۰ء

احباب و خواتین سلسلہ :

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہٗ ۔

مزاج شریف ! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا دُعائیہ اجتماع ۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء ہو رہا ہے ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی لِلّٰہ فی اللہ جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے ۔ ان میں سالانہ دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے ۔ اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو ۔ علاوہ ازیں اس کے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں ۔ جو صرف سالانہ اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں ۔ اس لئے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بے حد ضروری ہے ۔

موجودہ دور میں جب کہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے ۔ اور عام طور پر ہر فرد کے لئے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں ، خدمت دین اور فلاحِ جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں ۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیشِ نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں ۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں ۔

والسّلام

منصور احمد

آنریری جنرل سیکرٹری انجمن

دار السّلام ۔ لاہور

وفات حسرت آیات

(لاہور ۲۵ جولائی) اخبار کا یہ شمارہ طباعت کیلئے بھیجا جا رہا تھا کہ یہ افسوسناک خبر ملی کہ محترم مولانا عبد المنان عمر صاحب کی رفیقۂ حیات جرمنی میں وفات پا گئی ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ امریکہ میں اپنے چھوٹے بیٹے خالد عمر صاحب کے ہاں مقیم تھیں ۔ جرمنی میں مقیم ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر اسامہ عمر صاحب کے پاس انکو بغرض علاج لایا گیا ۔ جہاں ایک اپریشن کے بعد ان کی وفات ہو گئی ۔ مرحومہ کا جسد عنصری پاکستان لایا جا رہا ہے ۔ اطلاع کے مطابق ۲۷ جولائی کو دار السلام لاہور میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد احمدیہ قبرستان میں سپرد خاک کیا جائیگا ۔ مرحومہ احمدی صفات سے متصف خاتون تھیں ۔ اور بڑی خوبیوں کی مالکہ تھیں ۔ اللہ تعالیٰ انکی روح پر فتوح کے درجات بلند فرمائے ۔ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ ادارہ مکرم مولانا عبد المنان عمر اور ان کے سوگوار خاندان سے اظہار تعزیت کرتا ہے ۔ احباب جماعت سے استدعا ہے کہ نماز جنازہ غائبانہ میں مرحومہ کی مغفرت کیلئے دعا کریں ۔

ایک سانحہ

احباب کے علم میں یہ بات آ چکی ہے کہ جامع مسلم ٹاؤن پر منافق عناصر نے جبری قبضہ کر رکھا ہے جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہے

احباب بہتری کیلئے دعا فرمائیں ۔

کشمیری بھائیوں کیلئے دعا

آج کل کشمیر اور کشمیری بھائیوں کی حالت زار کے بارے میں فکر انگیز اور تشویش ناک خبریں سنی اور پڑھی جاتی ہیں ۔ احباب اپنی پنجگانہ دعاؤں میں بڑے خضوع و خشوع سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس افتاد و ابتلاء سے نجات دے ۔ بالخصوص کشمیر میں اپنی جماعت کے احباب کیلئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفظ و پناہ میں رکھے ۔

اسلامی معاشرہ

دلی اطمینان اور روحانی سکون

کوئی معاشرہ اسوقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اس کی تعمیر پختہ بنیادوں پر نہ ہوئی ہو ـــ اور کچھ ایسے اصول اس میں کارفرما نہ ہوں۔ جو ترقی کی ضمانت بن سکیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عصرِ حاضر اپنی مادی ترقیات اور علمی انکشافات کے اعتبار سے اگرچہ تمام گذشتہ ادوار سے ترقی کر گیا ہے لیکن اس کے باوجود علم الاجتماع اور نفسیات کے ماہرین اس دور میں اعصابی مریضوں کی تشویشناک کثرت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں کیونکہ مادی ترقی اور علمی انکشافات اس دور سعادت کا باعث نہیں بن سکتے جو انسان کی حقیقی طلب ہے اور جس کو پاکر ہی انسان اپنے اندر ایک دلی اطمینان اور روحانی سکون محسوس کرتا ہے۔ ایسا نظر آ رہا ہے کہ جس قدر مادی وسائل ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں اور صحیح معاشرتی اصولوں میں کمزوری اور تنزل بڑھ رہا ہے اسی قدر اضطراب اور پریشانی بڑھتی چلی جاری ہے۔ وہاں دوسرے ممالک کے مقابلے میں نفسیاتی بیماریوں کا تناسب بہی زیادہ ہے جس کی شہادت خود امریکی سرکار کی طرف سے شائع کردہ اعداد و شمار سے واضح طور پر ملتی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی معاشرہ جن بنیادوں پر استوار ہے اور مغربی تہذیب جس نہج پر اسے لے جا رہی ہے وہ خالص مادی ہے جس کا نتیجہ تباہی ہی تباہی ہے۔ ان میں دین کی روحانیت اور باطنی اثرات کا شائبہ تک نظر نہیں آتا۔ کسی شاعر نے ٹھیک ہی تو کہا ہے:-

عقل باریک ہوتی جاتی ہے۔

روح تاریک ہوتی جاتی ہے۔

اور اسی روح کی تاریکی نے مغربی معاشرے کو انحطاط کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ اور آج مغرب کا انسان سخت ترین اضطراب اور تشویش میں مبتلا ہے جس پر مغربی مفکرین اور اصحاب بصیرت کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ دین کی قدروں کو دوبارہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں لیکن جس معاشرے میں الحاد و مادیت کا شجر خبیث اپنے کڑوے پھل دے رہا ہو اور اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ جم چکی ہوں وہاں ایسی کوششوں کی کامیابی کے کیا امکانات باقی رہ جاتے ہیں؟

آسمانی مذاہب میں سے جس مذہب کو بھی دیکھیں اس میں یہ ایک خصوصیت ضرور نظر آئے گی کہ وہ انسانوں میں عدل و انصاف کو پروان چڑھاتا ہے۔ قلب و روح کو طمانیت بخشتا ہے اور احساسِ تکلیف کو کم کر کے زندگی کے بوجھ کو ہلکا کر دیتا ہے۔

تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر ـــ صرف ـــ اللہ تعالیٰ کی

اس کے ساتھ وہ معاشرے کی ترقی کے لئے نفسانی خواہشات اور خود غرضی کے جذبات کا قلع قمع کرتا ہے اور ایک فرحت بخش زندگی بخشتا ہے۔ اسلام چونکہ انسانی فلاح و بہبود اور معاشرتی امن و اطمینان اور ترقی کا ضامن آخری اور مکمل مذہب ہے، اس لئے اس نے افرادِ معاشرے کی آرزوؤں کو بیدار کیا۔ عزائم کو حیاتِ تازہ عطا کی اور ایثار و شفقت کے جذبات کو نہ صرف ابھارا بلکہ ان کو اس عروج پر پہنچا دیا کہ خود انسانیت انگشت بدنداں رہ گئی۔

دین کے نزدیک ایک معاشرے کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے تمام خود ساختہ آقاؤں کی غلامی اور اطاعت کا جوا گلے میں سے اتار پھینکے اور اللہ کے سوا کسی کو اس لائق نہ سمجھے کہ اس کی غلامی یا اطاعت کی جا سکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ ارشاد ہوا کہ تیرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ کی"۔ یہ صرف ایک مذہبی عقیدے اور صرف انفرادی طرزِ عمل کے لئے ایک ہدایت ایک حکم ہی نہیں بلکہ اس پورے نظامِ معاشرت و تمدن اور ریاست کا سنگِ بنیاد بھی ہے جو مدینہ طیبہ پہنچ کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عملاً قائم فرمایا۔ اس اصول پر عمل پیرا ہو کر ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اس کو انفرادی آزادی کس طرح حاصل ہوتی ہے اور پھر معاشرتی ترقی میں اس اصول کا کتنا بڑا عمل دخل ہے حکیم الامت علامہ اقبال نے ٹھیک ہی تو کہا ہے:-

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس ایک اصول یعنی اصولِ توحید سے معاشرے میں کس قدر استواری ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس سے تمام نسلی، قومی اور قبائلی بت ٹوٹ کر ختم ہو جاتے ہیں اور انسان بحیثیت انسان ترقی و عروج کے منازل طے کرنے لگتا ہے اس کے اندر کسی قسم کا احساس کمتری پیدا ہو سکتا ہے اور نہ احساسِ برتری۔ اس کے دل و دماغ میں جگہ پا کر معاشرتی سکون و اطمینان کی غارت کر دینے کی حماقت کر سکتا ہے آپ غور کریں کہ جن معاشروں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر نسل و رنگ و زبان وغیرہ کے بت گھڑ لئے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت کس قدر ابتر ہے۔ اور امن و سکون اور ترقی و خوشحالی کی منزل سے کتنے دور ہیں۔

تنظیمِ جماعت کے متعلق صرف ایک بات

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگی میں ہیں یہی مردوں کی شمشیریں

(از جناب مولانا مصطفٰے خان صاحب بی۔ اے)

اس میں کلام نہیں کہ تنظیم جماعت کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ میں نے اس موضوع پر متعدد مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس دفعہ پیغام صلح میں بھی صرف ایک بات کی طرف احباب کرام کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں۔

جماعت میں تنظیم کے لئے سب سے پہلی چیز جو ضروری ہے وہ یہ ہے۔ احباب کے باہمی تعلقات اخوت بہت مضبوط ہوں۔ اور ہر ایک فرد جماعت دوسرے افراد کے ساتھ مربوط و منضبط ہو۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوں۔ ایک دوسرے کے حالاتِ زندگی اور مشکلاتِ حیات سے واقف ہوں اور ان میں عملی طور پر ہمدردی اور دلسوزی کا ثبوت دیں صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان ہی اصولوں سے منظم ہوئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود کی جماعت نے بھی آپ کی زندگی میں اسی طرح ترقی کی تھی۔

قوموں کی زندگی وعظ کرنے لیکچر دینے یا محض باتیں کرنے سے نہیں بنتی۔ بلکہ اس کے لئے پُرجوش عمل، اخلاص اور عزمِ صمیم کی ضرورت ہے۔ اگر احباب میری سنیں۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں باتیں کم کرنی چاہئیں اور کام زیادہ۔ خلق خدا کی ہمدردی ایسی ضروری چیز ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس کو شرائط بیعت میں داخل کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیاد ہی بنی نوع انسان کی خیر خواہی پر رکھی ہے اور فرمایا ہے کہ الدین النصیحۃ یعنی دین خیر خواہی ہی کا دوسرا نام ہے۔ تمام افراد جماعت کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ ہم ایک دوسرے کے کس قدر بہی خواہ ہیں۔ بس اسی ایک نکتہ کے سمجھ لینے اور اس پر عمل کرنے سے تمام تنظیم کا کام ہو سکتا ہے۔

غلغلہ ہے چار سو عالم میں پاکستان کا

مولانا مرتضیٰ خان حسن بی۔ اے

پھر ہمارا پرچم اقبال لہرانے لگا
فضلِ باری ابرِ رحمت ہم پہ برسانے لگا
پھر ہمارے گلستاں میں آ گئی فصلِ بہار
باغِ دینِ مصطفےؐ میں پھر لگے ہیں اب ثمار
پھر خدا کی نصرت و تائید کے در کھل گئے
داغ نکبت اور ذلت کے تھے جتنے دھل گئے
گڑ گیا ہندوستاں میں پھر علم اسلام کا
غلغلہ ہے چار سو عالم میں پاکستان کا

مرحبا صد مرحبا اے قائدِ عالی مقام
آفریں ہمت پہ تیری اے جناحِ نیک نام
شکر کیونکر ہم بجا لائیں ترے احسان کا
تو نے ہی قیدِ غلامی سے کیا ہم کو رہا
خدمتِ دینِ متیں سے یہ شرف تم کو ملا
نام تیرا مثل مہر و ماہ روشن ہو گیا

پھر یہاں تعمیر ہوگا قصرِ دینِ مصطفےٰ
پھر پڑے گی اس زمیں میں کاخِ ملت کی بنا
مسجدیں آباد ہونگی پھر بفضلِ کبریا
آ اٹھے گی ہر سمت سے اللہ اکبر کی صدا
پھر چلے گی گلشنِ توحید میں بادِ صبا
شوکتِ اسلام کا سکہ رواں ہو جائے گا۔

سطوتِ کبریٰ بعالم جلوہ گر خواہد شدن
ایں جہاں را دوستان رنگِ دگر خواہد شدن

جشنِ پاکستان پر

دعا اہلِ حرم کی عرش سے پیغام لائی ہے
بحمد اللہ کہ نصرت پھر در مولا سے آئی ہے
جو تھا مدِ مقابل آج اس نے منہ کی کھائی ہے
شہنشاہی مسلمانوں کی لونڈی بن کے آئی ہے

درِ خالق پہ یہ غازی جو خم اپنی جبیں کر لیں
تو پاکستان کیا شئے ہے جہاں زیرِ نگیں کر لیں

ہمیں فاروقِ اعظم کی وہ سطوت یاد ہے اب تک
علیؓ و طارق و خالدؓ کی جرأت یاد ہے اب تک
صلاح الدین و قاسم کی شجاعت یاد ہے اب تک
ہوئی تھی ہم پہ جو بارانِ رحمت یاد ہے اب تک

ادھر غازی کے لب پر نعرۂ تکبیر ہوتا تھا
تو ملکِ قیصر و کسریٰ ادھر تسخیر ہوتا تھا

وہ جرأت آشنا تھے گرمیٔ ایماں کی برکت سے
سمجھتے تھے کہ زندہ ہیں فقط احیاءِ ملت سے
خریدا جا نہیں سکتا تھا انکو مال و دولت سے
فقیری میں وہ مالا مال تھے صبر و قناعت سے

تکبر سے نہ اٹھتی تھی نگاہِ پاک باز ان کی
ادا ہوتی تھی تلواروں کے سایہ میں نماز ان کی

اسی جوشِ اخوت سے جہاں میں انقلاب آیا
یہی احساسِ ملت نور بن کر ہر طرف چھایا
یہی جذبہ مسلماں کو زمیں سے عرش پر لایا
جہاں والوں نے اپنے روبرو نورِ خدا پایا

نویدِ فتح و نصرت بن کے آئی ہر سحر ان کی
پہاڑوں کا جگر تک چیر جاتی تھی نظر ان کی

سرِ مسلم پہ اب جو ابرِ رحمت کی ترادش ہے
جگر کے خون سے تاریخِ ماضی کی نگارش ہے
چمن میں جذبۂ ذوقِ شہادت کی نمائش ہے
یہ کہہ دو بلبلوں سے نقدِ جاں کی آزمائش ہے

سر و رقص کی محفل کے اٹھ جانے کے دن آئے
کمر باندھو عزیزو نور پھیلانے کے دن آئے

یہ نصرت ربِ کعبہ کی طرف سے اک بہانہ ہے
مقدر ہم کو میدانِ عمل میں آزمانا ہے
کٹھن ہے اپنی منزل آزمائش کا زمانہ ہے
ہمیں اسلام کی دیرینہ عظمت کو دکھانا ہے

ہمیں اس طرح پاکستان کی تعمیر کرنا ہے
کہ قول و فعل سے قرآن کی تفسیر کرنا ہے
خدا رکھے سلامت قائدِ ملک و سیاست کو
خدا محفوظ رکھے اہلِ ایماں کی ریاست کو

محمد اعظم علوی

پیغام صلح پاکستان نمبر ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کا ایک ورق

محترم مکرم شیخ فضل الرحمٰن صاحب لاہور

کیا یسوع مسیح مثیلِ موسیٰ تھے

ہمارے مسیحی بھائی اکثر یہ دعوے کرتے ہیں کہ یسوع مسیح مثیل موسیٰؑ ہیں۔ یہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ مسلمان یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰؑ ہیں۔ برکت مسیح صاحب نے ایک ٹریکٹ شائع کیا ہوا ہے جس کا عنوان ہے:
"مثیل موسیٰ"، جس میں انہوں نے یسوع مسیح کو مثیل موسیٰؑ ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عہد نامہ عتیق میں یوں بیان کیا گیا ہے:
"لاوی کے گھرانے کے ایک شخص (عمران) نے لاوی کی نسل کی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ وہ عورت حاملہ ہوئی اور اس کے بیٹا ہوا۔ اس کا نام موسیٰؑ رکھا گیا۔"
(خروج باب ۲: ۱ تا ۱۰)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک مرد اور ایک عورت کے ملاپ سے ہوئی جیسا کہ دستور ہے اور قانون قدرت کے مطابق ہوئی۔ اب حضرت یسوع مسیح کی پیدائش کے بارے میں مسیح کے ماننے والوں کی تحریر کردہ اناجیل کیا بیان کرتی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا یسوع پیدائشی عمل میں مثیل موسیٰ ہیں۔
"اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔" (متی کی انجیل باب ۱ آیت ۱۸)

آیت مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش زمانہ کے دستور کے مطابق نہ تھی یعنی یوسف اور مریم کی باقاعدہ شادی ہونے سے قبل ہی مریم حاملہ تھی اور آپ کا حمل کسی انسان مرد کے ملاپ سے نہ تھا بلکہ یہ حمل روح القدس کی برکت سے تھا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ یسوع مسیح پیدائش کے عمل میں مثیل موسیٰؑ نہ تھے۔ دوسرا مرحلہ پیدائش کے بعد بچے کی پرورش کا ہوتا ہے۔ کیا پرورش کے عمل میں یسوع مسیح مثیل موسیٰ تھے یہ بھی ہم عیسائی حضرات کی الہامی کتب سے ہی ثابت کرتے ہیں کہ یسوع مسیح اس مرحلہ میں بھی مثیل موسیٰؑ نہ تھے۔

پیدائش کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کس طرح اور کس جگہ ہوئی ملاحظہ فرماویں:
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لے کر اس پر چکنی کا لیپ لیا۔ اس ٹوکرے میں تین ماہ کے بچے موسیٰ کو لٹا دیا اور اس ٹوکرے کو دریا میں بہا دیا۔ کچھ فاصلہ پر فرعون کی بیٹی جو دریا میں غسل کر رہی تھی نے اس ٹوکرے کو پکڑ لیا اور اس میں سے بچے کو اٹھا لیا اس طرح یہ بچہ شاہی محل میں پہنچ گیا۔ اور پرورش پانے لگا۔" (خروج ب ۲)

یسوع مسیح کی پرورش اس طرح ہوئی کہ فرشتہ نے یوسف پر ظاہر ہو کر کہا کہ مریم کو اپنے گھر لے آ سو وہ مریم کو اپنے گھر لے آیا۔ پھر یوں ہوا کہ یوسف اور مریم مردم شماری کے لیے اپنے گاؤں گئے جہاں پر ایک سرائے میں یسوع کی پیدائش ہوئی اور اسے کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا گیا۔ فرشتہ پھر یوسف پر ظاہر ہوا اور کہا کہ بچے اور اس کی ماں کو لے کر مصر میں چلا جا۔ پس یوسف مصر چلا گیا اور ہیرودیس کے مرنے تک مصر میں ہی مقیم رہا۔ فرشتہ ایک بار پھر یوسف پر ظاہر ہوا اور اس سے کہا اٹھ اور بچے اور اس کی ماں کو لیکر اسرائیل کے ملک میں چلا جا۔ پس یوسف گلیل کے علاقہ ناصرۃ نامی شہر میں چلا گیا اور وہیں رہنے لگا یہ اس لیے ہوا تاکہ مسیح ناصری کہلائے۔ (متی باب ۱)

لوقا کی انجیل کے مطابق یسوع بارہ برس کی عمر تک ماں باپ کے ساتھ رہا اور باپ کے ساتھ بڑھئی کا کام کرتا رہا اور ہر سال ماں باپ کے ساتھ عید فسح کے موقع پر یروشلم جایا کرتا تھا۔ بارہ سال کے بعد اٹھارہ سال کا عرصہ ایسا ہے جب یسوع کے بارے میں کوئی نہیں جانتا وہ کہاں اور کس حال میں رہا۔

دوسری طرف موسیٰؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عہد نامہ عتیق میں رقم ہے یسوع بارہ سال کی عمر میں ہی نبوت کی باتیں کرنے لگا تھا جب کہ موسیٰؑ کو چالیس سال تک نبوت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ یسوع پر تیس سال کی عمر میں روح القدس کبوتر کی شکل میں نازل ہوتے ہیں اور یسوع نبوت کرنے لگتا ہے۔ ادھر موسیٰ کو کوہ طور پر روشنی نظر آتی ہے اور خدا خود موسیٰؑ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ غرض کہ دونوں کے حالات زندگی بالکل مختلف ہیں۔ جب کہ دونوں کی طبیعت بھی مختلف تھی۔ یسوع کمزور دل اور حلیم الطبع تھے اور حضرت موسیٰؑ بہادر اور جابر تھے جیسا کہ دونوں کی زندگی کے حالات کی تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ جب جوان ہوئے تو ایک دن آپ نے راستہ میں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک عبرانی تھا اور ایک مصری۔ حضرت موسیٰؑ یہ برداشت نہ کر سکے کہ ایک مصری ان کے ہم قوم عبرانی کو مارے آپ نے ایک گھونسہ ہلبیا تان کے مارا کہ مصری وہیں ڈھیر ہو گیا اور جان سے گیا۔ بالمقابل اسکے حضرت یسوع کیا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال بھی آگے کر دو۔
کیا یسوع نبی بات و کردار میں مثیل موسیٰؑ ہو سکتے ہیں؟

شادی: یسوع نے صرف ۳۳ سال کی عمر پائی اور پھر مصلوب کیے گئے اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد آسمان پر چلے گئے۔ شادی کی نہیں اور کنوارے رہے موسیٰ نے مدیان کے کاہن رعوایل کی بیٹی صفورہ سے شادی کی اور اس سے بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام جیرسوم رکھا گیا۔ زندگی کے اس مرحلہ میں بھی یسوع مثیل موسیٰ نہ ہوئے۔

نبوت: موسیٰ کو خداوند کی طرف سے آتشی شریعت دی گئی اور پتھر کی دس تختیوں پر تحریر شدہ احکامات خداوندی عطا کئے گئے اور کار و بار نبوت کے لیے ہارونؑ کو موسیٰ کا معاون بنایا گیا۔ موسیٰ نے فرعون جیسے خود سر بادشاہ سے ٹکر لی اور اپنی قوم کو اسکے چنگل سے نجات دلائی جبکہ فرعون اور اسکے لشکر غرقاب ہو گئے۔ موسیٰ نے ایک سو سال سے زائد عمر پائی اور نبوت کی۔ یسوع تو اپنی قوم کو نجات نہ دلا سکا بلکہ اس کے صرف بارہ حواریوں میں سے ایک نے اسے مخبری کر کے پکڑوا دیا اور صرف ۳۳ سال کی عمر میں یہ دنیا چھوڑ گیا۔
پس نتیجہ یہ نکلا کہ یسوعؑ زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں مثیل موسیٰؑ نہ تھے۔

☆☆☆☆☆

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

جلد: (۷۳) | بتاریخ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۵-۱ اگست ۱۹۹۰ء عیسوی | شمارہ: (۱۶)

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو!

سو اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہ ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہ ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے سو خبردار رہو، ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمنوں کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا۔ اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اس کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آ جاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔ عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔

(کشتی نوح)

* * * * *

حمد باری تعالیٰ

از حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا — بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا — کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے — مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف — جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں — ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک — اس سے ہے شور محبت عاشقان زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص — کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں — کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی — ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے — ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب — ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز — جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا — جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــــ مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۹۹۰ء

قومی یک جہتی کانفرنس

پاکستان کے روزنامہ جنگ اور جنگ فورم کے زیر اہتمام ہونے والی دو روزہ قومی یک جہتی کانفرنس جمعہ ۲۹ جون کو ختم ہو گئی ۔ اس کانفرنس کے آغاز و اختتام کے لیے روزنامہ جنگ کی مساعی مقبول ہوئیں ۔ اس کامیابی پر ہم جنگ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں ۔ اگرچہ ماضی میں بھی کل جماعتی کانفرنسوں کے انعقاد کی بعض کوششیں ہوئیں مگر ان سب میں ادارہ جنگ کی تازہ کوشش سب سے کامیاب دکھائی دیتی ہے ۔ اس قسم کی کانفرنسیں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان ، وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور حکومت سندھ نے منعقد کرائی تھیں ۔ صدر ضیاء کے دور میں مولینا نورانی کی طرف سے سیاسی جماعتوں کی کانفرنس کی ایک کوشش ناکام ہو چکی ہے ۔ چوتھی کل جماعتی کانفرنس روزنامہ جنگ کی طرف سے بلائی گئی ۔

یہ قومی یک جہتی کانفرنس ہے جس میں مرکز اور صوبوں میں برسر اقتدار سیاسی جماعتوں کے علاوہ قومی اسمبلی ، سینیٹ اور صوبائی اسمبلی میں موجود سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی شریک تھے ۔ نیز پارلیمنٹ اور اسمبلیوں سے باہر موجود سیاسی و مذہبی جماعتوں کی بھرپور نمائندگی تھی ۔ لاہور کے فائیو سٹار ہوٹل میں ہونے والی اس کامیاب کانفرنس کے بارے میں سیاسی و مذہبی راہنماؤں ، مندوبین اور مبصرین کی یہ رائے ہے کہ وہ کام جو کسی حکومت یا کسی جماعت کو کرنا چاہیئے تھا وہ ادارہ جنگ نے کر دکھایا ۔

اس دو روزہ کانفرنس میں تقاریر کا سلسلہ جاری رہا ۔ اور ایک متفقہ قرارداد "لاہور ڈیکلریشن" پاس ہوئی جو مندرجہ ذیل ہے :

"ہم شرکاء جنگ قومی یک جہتی کانفرنس ۔ قومی یک جہتی کے لیے اس بات کو لازم تصور کرتے ہیں کہ قومی و سیاسی مسائل کے حل کے لیے سیاسی جماعتوں کو باہمی تبادلہ خیال افہام و تفہیم اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے ۔ یہ کانفرنس اس سلسلہ کی ہی ایک کڑی ہے اور اس میں مختلف جماعتوں کا جمع ہونا ثابت کرتا ہے کہ ہم باہمی اختلافات کے باوجود ایک میز کے گرد بیٹھ کر درپیش مسائل پر بات چیت ہو سکتی ہے ۔

آئین مملکت کے مطابق ملک میں ایسا اسلامی جمہوری اور فلاحی معاشرہ قائم کرنے کے لیے اقدامات کیے جاتے رہیں جن میں تمام طبقات کو بلا امتیاز ان کے جائز حقوق عادلانہ طریقے سے میسر آنے کی ضمانت حاصل ہو ۔

اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ ملک میں جمہوری اور پارلیمانی نظام کو چلنا چاہیئے یہ کانفرنس اس بات کو واضح کرنا چاہتی ہے کہ قوم ملت اور سیاسی جماعتیں کسی قسم کے غیر جمہوری اور غیر آئینی عمل کو قبول نہیں کریں گی ۔

صوبوں کو فیڈریشن کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ صوبائی خود مختاری اور حقوق کی ضمانت دی جائے تاکہ محرومیت کا احساس نہ ہو ۔

ملک بھر اور بالخصوص سندھ کے موجودہ حالات کے پیش نظر وہاں لاء اینڈ آرڈر کو بحال کیا جائے اور اس سلسلہ میں بلا امتیاز اور بلا تخصیص ان افراد کی سرکوبی کی جائے جو دہشت گردی ، اغوا ، قتل و غارت اور ڈاکہ زنی کرتے یا ان کی پشت پناہی کرتے ہیں یا غیر قانونی اسلحہ کی ذخیرہ اندوزی کے مرتکب ہیں ۔ آئندہ مستقل امن و امان کے قیام اور سیاسی مسائل کا حل سیاسی طریق کار کے ذریعہ سیاسی طور پر تلاش کیا جائے

عوامی مینڈیٹ کا ہر کوئی احترام کرے اور اس کا تقدس پامال نہ کیا جائے ۔

کانفرنس کے شرکاء استصواب رائے کے ذریعہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت اور بین الاقوامی مسلمہ اصولوں پر عمل درآمد کروانے کی حمایت کرتے ہیں مزید بڑی بھارت کی طرف سے جنگ کی دھمکیوں اور کشمیریوں پر ظلم کی مذمت کی جاتی ہے ۔

کانفرنس کے شرکاء اس بات پر زور دیتے ہیں کہ افغانستان کے عوام کو اپنی پسند کی حکومت کے لیے آزادانہ ماحول میں حق حکومت و انتخاب دیا جائے ۔

وفاقی نظام کار کی کامیابی کے لیے یہ کانفرنس یقین رکھتی ہے کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان تعلقات کار قائم ہونے چاہیئں ۔

کانفرنس پاکستان میں فرقہ واریت کی پرزور مذمت کرتی ہے اور تمام مکاتب فکر سے اپیل کرتی ہے کہ ماحول و حالات کو سازگار بنائیں ۔

اراکین پارلیمنٹ و اسمبلی ، پارلیمنٹ اور اسمبلی کے اندر اور باہر سیاسی اصولوں و روایات کو ملحوظ خاطر رکھیں اور اپنے ووٹروں کی رائے کا احترام کریں ۔

مہنگائی ، غربت ، افلاس ، اور بیروزگاری کے خاتمے کے لیے تمام حکومتیں و متعلقہ ادارے مناسب اقدامات کریں ۔

جنگ قومی یک جہتی کانفرنس کی طرز پر کانفرنسیں مرکز اور صوبوں کی منظوری سے ہونی چاہیئں ۔

قومی یک جہتی کانفرنس روزنامہ "جنگ" کی طرف سے اس کانفرنس کے انعقاد کا خیر مقدم کرتی ہے اور ادارہ "جنگ" کو اس پر مبارکباد پیش کرتی ہے ۔

کشمیر ، صوبائی خود مختاری اور افغانستان سمیت کچھ نکات سے کچھ مندوبین نے اختلاف کیا جس کی تفصیل کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ کے ساتھ شائع کر دی جائیگی ۔

کانفرنس ایران میں زلزلہ سے متاثر ہونے والوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے تمام اسلامی ملکوں سے ان کی بحالی کے لیے بھرپور امداد کی اپیل کرتی ہے ۔"

اس قرارداد کے مندرجات ملکی اور قومی سطح پر فوری اور دور رس اصلاحات کے متقاضی ہیں اور ان پر عمل درآمد سے بے شمار ملکی و ملی فوائد و ثمرات حاصل ہونگے ۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس قرارداد کے مندرجہ ذیل الفاظ "کانفرنس پاکستان میں فرقہ واریت کی پرزور مذمت کرتی ہے اور تمام مکاتب فکر سے اپیل کرتی ہے کہ ماحول و حالات کو سازگار بنائیں" کے ساتھ یہ بھی اضافہ ہوتا کہ "اس خداداد مملکت میں صرف اور صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت ہوگی ۔ ان دونوں اطاعتوں کے سوا دیگر اطاعتوں کی نفی کی جائیگی ۔" قوم کے مذہبی نظریہ میں اس حوالہ سے یک جہتی اور یک رنگی سے ملک و قوم کو درپیش ہر قسم کی مشکلات و پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے ۔ اس کی بہت سی فکری کج روئیاں دور ہو سکتی ہیں ۔ ملک و قوم میں بے اعتمادی اور بدامنی ختم ہو کر امن و اطمینان کی فضا پیدا ہو سکتی ہے ۔

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو اللہ تبارک و تعالےٰ نے مسلمان قوم کو محض اپنے فضل و کرم سے ایک آزاد مملکت عطا کی ۔ جہاں خدا تعالےٰ کے احکام و فرامین اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ارشادات کے مطابق معاشرہ کی تشکیل دینا مقصد

تھا۔ اس ہفتہ پاکستانی قوم نے ۱۴۔ اگست کے حوالہ سے یوم آزادی کے نام پر مختلف تقاریب منعقد کیں۔ اور گذشتہ کل ۴۳ ویں سالگرہ منائی۔ مقام غور ہے کہ اس مقصد میں کامیابی کی کیا کیا اور کہاں کہاں صورتیں پیدا ہوئیں۔ اپنی تاریخ کے تجزیہ اور انفرادی و اجتماعی محاسبہ سے یہ بات سامنے آئے گی کہ اس مقصد کے حصول میں تاحال قوم بہت پیچھے ہے۔ اور اس کے اسباب ظاہر و باہر ہیں۔ ان کی نشاندہی ڈیکلریشن لاہور میں بھی کی گئی ہے۔ اگر قوم و حکومت اس ڈیکلریشن پر صدق دل سے عمل پیرا ہو تو اصلاح و فلاح کی اللہ تعالیٰ کی جناب سے امید رکھی جا سکتی ہے۔

پاکستان کو اس واحد مقصد اور قید و بند کی تکالیف برداشت کرنے کے بعد حاصل کیا گیا تھا کہ اس میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہو اور مسلمان اپنی روحانی۔ معاشرتی۔ اقتصادی اور ثقافتی زندگی میں گوناگوں ترقی کے منازل طے کرتے جائیں۔ لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان مقاصد کی خلاف ورزی اور نفی کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ پاکستان کی سالمیت۔ تحفظ اور استحکام کی کوششوں کی بجائے ملک میں تخریب کاروں۔ دہشت گردوں۔ سماج دشمن عناصر۔ چوروں۔ ڈاکوؤں قزاقوں۔ رہزنوں۔ قاتلوں۔ اغوا کرنے کے مجرموں۔ بدکاری کی خبیث روحوں۔ وغیرہ وغیرہ کا دور دورہ کھلے بندوں رونما ہے۔ یہ ہے نقشہ پاکستان کا جو منظر عام پر ہویدا ہے۔

مذہبی پیشواؤں کی فرائض میں غفلت

مذہبی پیشوا اور دیگر علمائے کرام خدا کے فضل سے نیک بخت با اخلاق۔ ذکی و فہیم اور علم قرآن و حکمت اور احادیث نبوی کے ماہرین بزرگ ہیں لیکن دو ضروری امور کی طرف ان کی توجہ اب تک مبذول نہیں ہوئی۔ اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر نصب العین اسلام کے دو پہلوؤں کو بالکل بھول چکے ہیں جمہوریت اور انتخاب ان کے دلوں میں ایسے چھا چکے ہیں کہ مذکورہ بالا دو امور کی طرف سے پہلو تہی کرتے جاتے ہیں۔ جمہوریت اور انتخابات اپنی جگہ اہم امور ضروری ہیں لیکن محض عدم جمہوریت و انتخابات روحانی مسائل نہیں کبھی علمائے دین کے دلوں میں یہ خیال بھی موجزن ہوا ہے کہ فرقہ پرستی اور کفر بازی سے قوم کی اخلاقی و روحانی حالت بد سے بدتر ہو رہی ہے ان بے عنوانیوں کو کس طرح سنوارنا ہے۔ مسلمان انفرادی اور مجموعی حیثیت سے اخلاقیات اور دین سے منحرف ہو چکے ہیں نیز اپنی نفسیاتی خامیوں اور الجھنوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی مذہبی اور روحانی ناؤ سخت بھنور میں گھری ہوئی ہے۔ سر پر گھٹا ٹوپ بادلوں نے گرداب کو بھیانک بنا رکھا ہے۔

حکم حاکم مرگ مفاجات ہے

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام

کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے۔

بدقسمتی سے مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر مسلمانان پاکستان میں فرقہ پرستی کے جذبات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اگر علمائے کرام نے قرآن شریف کی تعلیم اور نبی کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ کی اشاعت کے لئے خلوص دل اور سعی بلیغ سے کام کیا ہوتا تو آج تخریب کار۔ دہشت پسند۔ غنڈہ گرد۔ اور شر پسند عناصر۔ ڈاکو۔ قاتل۔ قزاق بدکاری کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد میں یقیناً نمایاں کمی واقع ہو جاتی۔ اور قوم ناقابل بیان پستی کی حالت سے نجات پاکر اخلاقی بلندیوں تک پہنچ جاتی۔ معافی چاہتا ہوں اگر صداقت کی نیت سے یہ کہہ دوں کہ برعکس اس کے معزز علمائے کرام نے اپنے اختلافات کی خلیج کو وسیع کر کے قوم کے شیرازہ کو درہم برہم کر دیا ہے۔

بدقسمتی سے اس وقت

قوم خداوند کریم کی غلامی سے نکل کر شیطان مردود کی غلامی میں پھنس چکی ہے۔ احکم الحاکمین سورت الدھر میں فرماتا ہے ”اور اپنے رب کو صبح و شام یاد کرو۔ اور رات کے کچھ حصہ میں اس کے آگے سجدہ کر اور لمبی رات اس کی تسبیح کر۔“ (رکوع ۲) ہمارے نیک طینت علمائے کرام اور سیاست دانوں کو ان آیات پر عمل کر کے اور خدا تعالیٰ کے آگے سجدوں میں گر کر اور اشک ندامت بہا بہا کر دریافت کرنا چاہیئے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مکتوب گرامی کی نقل بنام جنرل سیکرٹری جماعت انڈونیشیا

برادر عزیز! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ انا للہ و انا الیہ راجعون،

ہمیں اپنے نہایت ہی پیارے اور محبوب مخلص بھائی پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد صاحب اور دوسری نہایت ہی قیمتی دو جانوں کی اندوہناک وفات حسرت آیات پر گہرا دلی رنج و افسوس ہوا ہے۔ اور ہم بڑے مغموم و محزون ہیں۔ ان کی وفات حسرت آیات نہ صرف انڈونیشیا کی جماعت کیلئے بلکہ ہماری عالمی برادری کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

جن حالات میں ان اعلیٰ روحوں کو رحمان و رحیم اللہ نے اپنی طرف بلایا ہے ہمارے قلب و نظر میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ان اللہ کی طرف جانے والوں نے شہادت کی انتہائی منزل پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے منتخب بندوں کے گروہ میں شامل کرے۔ اس دنیا میں ہر اس دل کو جو ان شہداء کے بچھڑ جانے کے باعث مغموم و محزون ہیں، صبر جمیل عطا کرے اور اس ناقابل تلافی اور عظیم نقصان برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انڈونیشیا کی جماعت کو جوش و جذبہ اور ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان شہداء کے چھوڑے کام یعنی خدمت دین و انسان کو جاری و ساری رکھ سکیں۔

ہم نے یہ غمناک خبر جمعرات مورخہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۹۰ء کو سنی۔ دوسرے دن جامع دارالسلام لاہور میں نماز جمعہ کے بعد ان شہداء کی نماز غائبانہ جنازہ ادا کی گئی۔ دوسری جماعتوں کو خطوط اور اپنے اخبار و جرائد کے ذریعہ سے اس المیہ کی اطلاع دی گئی۔ اور احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا کی گئی۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے جنرل سیکرٹری صاحب کا مورخہ ۱۳۔ جولائی ۱۹۹۰ء کا ارسال کردہ ٹیلی گراف بھی آپ کو مل گیا ہوگا۔

مہربانی فرما کر ڈاکٹر احمد محمد شہید کے چھوٹے بھائی صاحب، ان کی بہن اور دیگر تمام افراد خانہ سے میرا خصوصی اور ذاتی اظہار تعزیت کر کے شکر گذاری کا موقعہ دیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

آپ کے دس جولائی کے مکتوب گرامی کا بعد شکریہ

والسلام

آپ کا دینی بھائی ڈاکٹر سعید احمد خان

(دستخط) حضرت امیر جماعت

خُطبۂ جُمعہ

فرمودہ مکرم ومحترم نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۹۰ء بمقام جامع احمدیہ، دارالسلام لاہور

تشہد و تعوذ کے بعد قرآن کریم کی آیات کریمہ :-

وان من اھل الکتاب - - - - - لعلّکم تفلحون

(سورۃ آل عمران۔ آیات ۱۹۹ و ۲۰۰)

ان آیات کی تلاوت کرنے ہوئے آپ نے مندرجہ ذیل ترجمہ کیا:

"اور اہل کتاب میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لے آئیں گے اور اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا۔ اور اس پر جو اُن کی طرف اتارا گیا وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہوں گے۔ اور اللہ کی آیات کے بدلے وہ تھوڑی قیمت نہیں لیں گے۔ انہی کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو، اور دوسروں سے بڑھ کر صبر دکھلاؤ اور اپنی حفاظت کرو۔ اور اللہ کے محاسبہ (یا مواخذہ) سے اپنے آپ کو بچائے رکھو تاکہ تم (دین اور دنیا میں) کامیاب ہو۔"

اور فرمایا کہ :-

سورۃ آلِ عمران میں جن اہل کتاب کا ذکر ہے وہ عیسائی ہیں۔ اس سورت میں ان کے غلط عقائد مثلاً حضرت مسیح کی خدائی اور دوسرے بعض گمراہ کن عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ عیسائیت کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اس قوم نے افراط و تفریط جہاں اپنے مذہب میں کی وہاں دنیا کے معاملات میں بھی کرتے ہیں مثلاً شروع شروع میں انہوں نے کئی صدیوں تک ایسی رہبانیت اختیار کی کہ پہاڑوں میں راہب بن کر دنیا سے الگ تھلگ ہو کر رہے۔ اور جو دنیا میں پڑے رہے وہ بھی علوم اور سائنس کی ترقیات کو کفر قرار دیتے تھے اور مدت تک جو شخص ان میں نیچرل سائنسز مثلاً ریاضی، فزکس، کیمسٹری، جیالوجی وغیرہ وغیرہ کے انکشافات کرتا تو اسے بے دین اور ملحد سمجھا جاتا تھا اور ان علوم کو شیطانی علوم سمجھا جاتا تھا۔ اور ان انکشافات کرنے والوں کو [illegible] یعنے مرتد قرار دے کر چتا پر جلا دیا جاتا تھا۔ لیکن آج ان اقوام کا یہ حال ہے کہ دنیا اور دنیاوی علوم میں اس قدر انہماک ہے کہ وہ دین کی جگہ لے رہے ہیں۔ پہلے تو مغربی سوسائٹی میں خدا تعالےٰ کا نام لینا بُرا سمجھا جانے لگا۔ پھر مذہب کو بھی خیرباد کہنے لگیں اور اب تو ان میں سے اکثر اگر زبان سے نہیں تو عملاً خدا کی ہستی سے منکر ہو رہی ہیں۔ اشتراکیت جو دہریت کا دوسرا نام ہے وہ عیسائی اقوام میں سے ہی پیدا ہوئی، اگرچہ اب وہ ایک وبا کی طرح مشرقی ممالک میں بھی پھیل رہی ہے اور سرمایہ دار ممالک میں بھی خدا کا نعوذ باللہ کھلم کھلا انکار دن بدن بڑھ رہا ہے۔

اس کا علاج قرآن حکیم ہے جس نے اسی رکوع کی ابتدائی آیات میں اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر ضرور غور کرو (جس سے کہ تمام دنیاوی علوم پیدا ہوتے ہیں) مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو بھی یاد کرتے رہو جس نے کہ زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور وہ ہی ان کی اب بھی ربوبیت کر رہا ہے ان ابتدائی آیات کا ترجمہ یوں ہے :

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشان ہیں۔"

کس کے نشان ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے۔ یعنے مخلوق سے خالق کو پہچانا جا سکتا ہے اسی لیے اس حکمت بھری کتاب کے اگلے الفاظ ہیں "جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے رب تو نے اس (حیرت انگیز کائنات) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے، پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

ان الفاظ میں ایک اہم مضمون مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسائی اقوام نے تو کائنات کے ایک ایک ذرہ کو چھان بینا ہے اور اسی کے نتیجہ میں وہ تمام علمی تکنیکی اور مادی ترقیات کی ہیں جن کی نظیر دنیا کی تاریخ میں اس سے قبل نہیں ملتی۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ جس کائنات کے ذرہ ذرہ میں اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید کا ثبوت ملتا ہے اس کے مخفی رازوں کا پتہ لگانے والوں کی داہنی یعنے دین کی آنکھ اس قدر اندھی ہو گئی کہ انہیں خدا نظر نہ آیا۔ حضور سرورِ کائنات صلعم نے آج چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ پیشگوئی کی تھی کہ ان اقوام کی بائیں آنکھ (یعنے دنیا کی آنکھ) تو ستارے کی طرح چمک رہی ہوگی مگر ان کی دائیں آنکھ (یعنے دین کی آنکھ) اندھی ہوگی۔ سو حضورؐ کی پیشگوئی کیسے حرف بہ حرف پوری ہوتی ہے کہ انسان عش عش کر جاتا ہے۔ سو ہمیں اس سے سبق سیکھتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنا چاہیئے کیونکہ دین پر عمل کر کے دنیا ہی میں دل کی جنت مل جاتی ہے اور آخرت میں باہر کی جنت بھی، اور یوں دل کی اور آخرت کی جنتیں مل کر ولمن خاف مقام ربہ جنتان کا الٰہی وعدہ کوشش کرنے والے اور خوش نصیب انسان کو میسر آسکتا ہے۔

افراط اور تفریط کی وجہ سے عیسائی اقوام اگر ایک طرف رہبانیت میں پڑ گئیں تو دوسری طرف دنیا میں ایسی کھوئی گئیں کہ دہریت کے گڑھے میں جا گریں۔ قرآن حکیم خیر الامور اوسطھا کے فرمان نبویؐ اور صراط مستقیم کی الٰہی راہنمائی کے مطابق درمیان کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتداء میں ہی مومن کے منہ سے یہ حقیقت کہلوائی کہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً سبحٰنک فقنا عذاب النار یعنے "اے ہمارے رب تو نے اس (عظیم الشان کائنات) کو بیکار نہیں بنایا۔ تو بے عیب ہے (اس لیے ایسا نہیں کر سکتا تھا) ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔" اس لیے کہ جو لوگ اس دنیا میں محض کھانے پینے اور جنسی خواہش کو پورا کرنے میں ہی اس

زندگی کے دن پورے کرتے ہیں وہ انہی کھانے پینے اور شہوت پرستی کی ھل من مزید کی آگ میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں اور اس انجام کو دیکھنا ہو تو اہل مغرب کی زندگیوں کو جاکر دیکھ لیجئے۔

اگر مغرب کی عیسائی اقوام نے خدا تعالیٰ اور مذہب کو چھوڑ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کی روشنی اور عقل کو استعمال کرنے کے زمانہ میں وہ خدا کے اس تصور کو قبول نہیں کر سکتے جسے جو عیسائیت نے پیش کیا ہے اور اگر خدا پر ایمان نہ رہے تو مذہب پر ایمان کہاں باقی رہ سکتا ہے کیونکہ مذہب کی بنیاد تو خدا کی ہستی پر ہوتی ہے۔ ایک برابر تین اور تین برابر ایک کے تصور کو تو اہل مغرب کی سائنٹفک انکشافات نے نہس نہس کر دیا ہے جو ثابت کرتی ہیں کہ کائنات کے ظاہری اختلافات کے باوجود دراصل تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی قانون کے مطابق چل رہی ہے اس لیے اس کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا لازمی طور پر ایک ہے کائنات کی تخلیق ہی صرف نہیں بلکہ اس کی ہر آن ربوبیت اور ہر آن موت کے بعد نئی تخلیق ناقابل انکار ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر آن موجود ہونے کا اور اس کی توحید کا جو کائنات کی وحدت سے ظاہر ہے۔ اسی لیے سائنس کے شہرہ آفاق ماہر فزکس آئن سٹائن سے دنیا کی چوٹی کے اکثر سائنسدان اب اتفاق کرنے لگے ہیں کہ اس کائنات پر ایک یعنے سب سے بالاتر ہستی ہے اور وہ ایک ہے۔ پرانے زمانہ میں اہل مغرب کے ذہنی لیڈر کلیسا کے عہدہ دار ہوتے تھے مگر اب یہ لیڈرشپ انہوں نے کھو دی ہے اور ان کی جگہ سائنس دانوں نے اپنی حیرت انگیز ایجادات و ترقیات کی وجہ سے لے لی ہے اس لیے چوٹی کے سائنسدانوں کے خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر ثبوت دینے سے اسلام ہی صرف وہ دین ہے جو اہل مغرب کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اسلام کی بنیاد قرآن حکیم ہے اس لیے اسلام کی اشاعت کے لیے قرآن کریم کی اشاعت ہی بہترین طریقہ ہے خود قرآن میں اس کی اشاعت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اس قدر آیات ہیں کہ انہیں یہاں نقل کرنا ممکن نہیں۔ دو آیات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں ایک جگہ فرمایا کہ یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ط (المائدہ ۶۷) یعنے "اے رسول جو (قرآن) تیرے اوپر نازل کیا گیا ہے تو اسے پہنچا دے"

اور چونکہ حضورؐ کو تمام نسل انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا جیسا کہ فرمایا قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا (الاعراف ۱۵۸) یعنے کہہ دے کہ اے نسل انسانی میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ اس لیے قرآن کریم کو ساری دنیا میں پھیلانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا کہ وجاھدھم بہ جھادًا کبیرًا (الفرقان آیت ۵۲) یعنے قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور عیسائی اقوام قرآن شریف کو ان شاء اللہ اور قوموں کی نسبت جلد قبول کر لیں گی کیونکہ قرآن مجید سورۃ المائدہ کی آیات ۸۲ تا ۸۴ میں جو فرماتا ہے اس کا ترجمہ یوں ہے:

"اور ان کے لیے جو ایمان لائے تو دوستی میں سب سے قریب ان لوگوں کو پائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں سے عالم اور راہب ہیں اور اس لیے کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اسے سنیں گے جو کہ رسول کی طرف اتارا گیا تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے اس لیے کہ وہ حق کو پہچان جائیں گے۔ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ سو ہم کو تو (حق کی) دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمارے پاس کیا وجہ ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا اور ہم آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو صالح لوگوں کے ساتھ داخل کرے گا"

ترجمہ میں میں نے ماضی کے صیغے کو بطور مستقبل کے صیغہ کے معنوں میں لیا ہے کیونکہ عربی زبان میں ماضی بمعنی مستقبل اکثر آتا ہے، خصوصًا جہاں ایک بات کا ہو جانا قطعی ہو جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وعدہ کا رنگ ہوتا ہے) یہاں ایک لطیف نکتہ بھی بیان کر دوں۔ مندرجہ بالا آیات میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ" وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں"۔ جس میں پیشگوئی ہے کہ جس زمانہ میں عیسائی اقوام اسلام کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں گی اس زمانہ میں وہ نام کے عیسائی رہ جائیں گے۔ سبحن اللہ و بحمدہ کہ یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کس قدر صحیح ثابت ہوئی ہے۔

اب میں ان آیات کو لیتا ہوں جو میں نے خطبہ کے شروع میں پڑھی تھیں۔ ان میں" اور اہل کتاب میں سے وہ بھی ہیں جو ایمان لے آئیں گے"۔ میں اہل کتاب ظاہر ہے کہ عیسائی ہیں جن کا اس سورت میں ذکر ہے تو پہلی بات تو یہ فرمائی کہ" وہ ایمان لے آئیں گے اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا"۔ اس میں دو باتوں کی طرف میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ اول تو یہ کہ یہ نہیں فرمایا کہ" جو تیری طرف اتارا گیا"۔ جس سے اوّلًا مراد آنحضرتؐ ہوتے ہیں بلکہ فرمایا کہ" جو تمہاری طرف اتارا گیا" جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مسلمان مراد ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ میں صاف اشارہ ہے کہ عیسائیوں کو وہ پیش کرو یعنے قرآن کریم جو تمہاری طرف اتارا گیا۔

پھر فرمایا کہ عیسائی نہ صرف قرآن کریم پر ایمان لے آئیں گے بلکہ اس پر بھی جو" ان کی طرف اتارا گیا"۔ اس میں ایک نہایت خوبصورت بات فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس کا یہ ذکر ہے عیسائی اقوام اس پر جو ان کی طرف اتارا گیا یعنے انجیل پر بھی ایمان لے آئیں گے۔ اس میں ایک نہایت عجیب بات فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مغربی عیسائی اس زمانہ میں انجیل پر ایمان نہ رکھتے ہوں گے مگر قرآن کریم پر ایمان لا کر وہ دوبارہ انجیل کو خدا کی کتاب مان لیں گے اور اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ انجیل کے منجانب اللہ ہونے کو اس زمانہ میں مانا جائے اگلی بات یہ فرمائی کہ وہ اللہ کی آیات کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہیں لیں گے۔ اس میں فرمایا کہ مغربی اقوام جب قرآن کریم کو قبول کر لیں گی تو وہ اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں گی اور کوئی لالچ انہیں اس ایمان سے ہلا نہ سکے گا۔ پھر ایک اور لطیف بات فرمائی اور وہ یہ کہ مغربی اقوام اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں گی۔ اس میں یہ فرمایا ہے کہ دنیاوی تعلیمی اور تکنیکی ترقیات سے جو مغربی اقوام میں تکبر پیدا ہو جائے گا۔ اسے وہ اسلام لانے پر ترک کر کے دوبارہ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کو اختیار کریں گی۔ پھر فرمایا کہ یہ اقوام دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے اجر کی اللہ تبارک و تعالیٰ سے امید کریں گی جو انہیں ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حساب لینے میں جلد ہونے کا آگے ذکر ہے جس سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دنیا میں بھی انہیں اجر ملیگا۔ اب ہم آخری آیت پر غور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ" اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر سے کام لو اور دوسروں سے بڑھ کر صبر دکھلاؤ اور اپنی حفاظت کرو اور اللہ کے محاسبہ (یا مواخذہ) سے اپنے آپ کو بچائے رکھو تاکہ تم دین اور دنیا کی بھلائیاں پاؤ"۔ اس آیت میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ عیسائی اقوام کو تبلیغ کرنے میں صبر سے کام لو کیونکہ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جا سکتی۔ بلکہ صبر کے معاملہ میں عیسائی اقوام سے بھی بڑھ کر صبر کرو۔ (جو کہ صابروا کا مفہوم ہے) عیسائی اقوام نے عیسائیت کو قبول کرنے میں جو صبر دکھایا وہ بہت قابل تعریف تھا۔ صدیوں انہوں نے چھپ کر اپنے نئے مذہب پر ثابت قدمی دکھائی، قیدخانوں میں ڈالے گئے، شیروں کے آگے زبردستی لائے گئے۔ اور ہر قسم کی ایذائیں پہنچائی گئیں مگر انہوں نے اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔ اس معاملہ میں

(بقیہ صـ۱۳ پر)

انوار القرآن حصہ دوم ستائیسویں پارہ کے بیان از تفسیر کا ایک ورق

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ؏

پس اپنے رب عظمت والے کے نام کی تسبیح کر۔

میں بار بار عرض کر چکا ہوں کہ تسبیح کے معنے اللہ تعالیٰ کی صفات کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھنا اور بیان کرنا۔ اور تسبیح ایک تو قولی ہوتی ہے کہ ہم دل سے اللہ تعالےٰ کو ہر ایک نقص اور عیب سے پاک سمجھتے اور زبان سے بھی ایسا ہی ظاہر کرتے ہیں اور ایک عملی ہوتی ہے کہ ہم کو ہمارے خالق نے جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اس کو اسی کے بتائے ہوئے قوانین کے ماتحت چل کر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ہماری باطنی استعدادیں نشوونما پاتی ہیں اور اخلاقِ فاضلہ کا ظہور ہوتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ایک عقلِ سلیم رکھنے والا ہمارے پیدا کرنے والے کے متعلق اندازہ لگاتا ہے کہ واقعی وہ ہستی سبحان یعنی ہر ایک نقص اور عیب سے پاک اور اپنے صفات میں کمال رکھتی ہے جس نے ایسی مخلوق پیدا کی۔

پس کسی انسان کی تسبیح کامل نہیں ہوتی جب تک وہ قولی اور عملی دونوں رنگ میں اپنے رب کی تسبیح نہ کرے۔ فرماتے ہیں اے انسان تیرے اندر جو بقاء کی تڑپ لگی ہوئی ہے اس کے پورا کرنے کے لئے تیرے رب نے جو تیری ربوبیت کرنے والا ہے جس نے تجھے نیست سے ہست کیا۔ پھر ترقی کی منازل طے کراتا ہوا تجھے انسان بنا دیا۔ کیا کیا سامان جمع نہیں کئے اور آئندہ بھی تیری بقا اور ترقی کے لئے اس کا رب نے اس قدر عظیم الشان قدرتی اسباب جمع کر دیئے ہیں جن پر تیری دسترس تو کجا ان کی عظمت کا بھی تجھے اندازہ نہیں ہو سکتا۔

پس کس قدر عظمت والا ہے تیرا رب اور کس قدر غریب نوازی ہے اس کی کہ تجھے تیرے دل کی مراد یعنی بقا کے حاصل کرنے کے لئے سارے سامان محض اپنے فضل سے مہیا کر دیئے۔ پس تو بھی اس کے نام کی تسبیح کر۔ یعنی ایک تو اپنے عمل کو اس کی مشیت کے نیچے لے آتا کہ مخلوق کو جس سے خالق کے سبحان ہونے کا پتہ لگے۔ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے۔ کہ تو اس طرح بقا کو حاصل کرنے والا ٹھہرے گا۔ دوسرے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے نام کی تسبیح کر اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی صحیح معرفت سے مطلع کر تاکہ وہ بھی بقائے دوام کو حاصل کر سکیں۔ سبحان ربی العظیم۔

اصل غرض تو یہ بتانا تھا کہ موت فنا ہونے کا نام نہیں بلکہ حالت بدلنے کا نام ہے۔ انسان کے اندر جو اپنی بقا کے لئے تڑپ ہے وہ عبث نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کیونکہ قدرت نے خارج میں اس تقاضا کے پورا کرنے کے سامان مہیا کئے ہوئے ہیں اور ساری کائنات اسی ایک تقاضا کو پورا کرنے کے لئے لگی ہوئی ہے۔ گویا انسان اگرچہ بجائے خود فانی ہے مگر اللہ تعالےٰ کی ربوبیت نے محض اپنے فضل سے اس کی بقا کے لئے سامان مہیا کر رکھے ہیں اور اسی لئے اس کے اندر اس کی فطرت میں اپنی بقاء کے لئے ایک تڑپ اور تقاضا رکھ دیا ہے۔

یہ ایک مسلّم امر ہے کہ جب تک کوئی چیز خارج میں موجود نہ ہو انسان کی فطرت میں اس کا تقاضا موجود نہیں ہو سکتا۔ اگر خارج میں غذا نہ ہوتی تو انسان کو بھوک کبھی نہ لگتی۔ پانی نہ ہوتا تو انسان کو پیاس کبھی نہ لگتی۔ پس انسان کے لئے اگر بقا مقدر نہ ہوتی تو اس کے اندر فطرتی طور پر یہ تڑپ اور تقاضا بھی موجود نہ ہوتا۔ گذشتہ رکوع میں اس فطرتی تقاضا کے پہلے حصہ کے پورا کرنے کا ذکر تھا۔ یعنی یہ بتایا تھا کہ بقا کی خاطر جسم انسانی کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے جو انسان کے اندر فطرتی تقاضا ہے اس کے پورا کرنے کا سامان قدرت نے کیا کیا مہیا کیا ہے۔ اب اس رکوع میں بقاء کی خاطر انسان کے فطرتی تقاضا کے دوسرے حصہ کا ذکر ہے۔ یعنی نفسِ انسانی کو اس کے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کے ذریعہ اگلی زندگی کے لئے تیار کرنے کے واسطے قدرت نے خارج میں کیا کیا سامان مہیا کئے ہیں؛ اور وہ ہیں ایسی تعلیمات اور اصول حقہ جن پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے انسان اپنے اس تقاضا کو پورا کر سکتا ہے یعنی اپنے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کر سکتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ قدرت نے یہ سامان خود ہی مہیا کرنے ہیں جیسا کہ ہم اس کے پہلے حصہ یعنی جسمانی زندگی کے قیام کے معاملہ میں دیکھ چکے ہیں کہ سب چیزیں قدرت نے خود ہی مہیا کی ہیں تو پھر وہ تعلیمات اور اصول بھی جن پر چل کر انسان اپنے نفس کے بقا اور ارتقائے کامل کو حاصل کر سکتا ہے ضرور ہے کہ خالق فطرت خود اپنے علم سے ہی اس کو سکھائے۔ اسی کا نام وحی نبوت ہے۔ اور اسی کے مجموعہ کو کتاب کہتے ہیں۔

چنانچہ جناب الٰہی کی طرف سے یہ سلسلہ انسان کی تعلیم کا تمام دنیا میں نظر آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے لکل قوم ھاد کہ ہر ایک قوم میں ہم نے ہدایت دینے والا بھیجا۔ اور پھر آخر کار ان تمام تعلیموں کو چھوڑ کر جو کسی قوم یا کسی زمانہ سے مختص تھیں باقی تمام ابدی صداقتوں اور الٰہی تعلیمات اور ہدایتوں کو قرآن مجید میں جمع کر دیا اور ان کی ہر طرح سے مزید تکمیل کر کے انسان کے ہاتھ میں دے دیا تاکہ وہ اس کے ذریعہ اپنے مقصد پیدائش کو معلوم کر کے اس کے حصول کے لئے ان تعلیمات پر عمل کرے جن پر اس کے نفس کی حقیقی بقا اور ارتقا منحصر ہے اور اس طرح اپنے اخلاق کی نشوونما اور تکمیل کر کے وہ اگلی زندگی میں ترقی کرنے کے لئے تیار ہو جائے چنانچہ اگلی آیات میں اسی لئے نفس انسانی کے بقا کے فطرتی تقاضا کے پورا کرنے کا سامان قرآن کریم کی شکل میں پیش کر کے اس کی صداقت اور عظمت پر دلائل دیئے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ اے نادان اور جلد باز انسان جلدی ذرا اس قرآن کو غور اور تدبر سے پڑھ جیسے جیسے تو اس پر عمل کرے گا تو تقوےٰ و طہارت میں بڑھے گا۔ اور جیسے جیسے تو تقوےٰ و طہارت میں بڑھے گا قرآن کریم کی بزرگی اور شان تجھ پر ظاہر ہوتی جائے گی۔ اور تجھے نظر آ جائے گا کہ یہ کتاب واقعی تمام جہان کے انسانوں کی ربوبیت یعنی ان کے اخلاق کے نشوونما اور تکمیل کے لئے اتری ہے۔ پس یہی وہ کتاب ہے جس سے نفس انسانی کا اپنی بقاء کے لئے فطرتی تقاضا کا حق پورا ہو سکتا ہے۔

———— ٭٭٭ ————

ارشاداتِ خداوندی

- ”اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو“
- ” اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں“۔

———— ٭٭٭ ————

تنظیم جماعت کا ایک اہم پہلو

جماعت کی توجہ کے قابل

منجملہ ان بیشمار خوبیوں کے جو دین میں پائی جاتی ہیں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس مذہب کے پیروان کو اعلیٰ درجہ کی تنظیم سکھائی گئی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ انفرادی زندگی میں، قومی اور اجتماعی زندگی میں، عبادات اور مناسک میں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں نظام اور تنظیم کا سبق دیا گیا ہے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اگر صرف دو مومن بھی سفر میں اکٹھے ہوں تو ان میں بھی ایک امام ہو اور ایک مقتدی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور دیگر ارکان ۔ ۔ ۔ میں جو تنظیم نظر آتی ہے اس کی مثال دنیا کا کوئی اور مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ ۔ ۔ تنظیم اور باہمی اخوت و یگانگت پر بڑا زور دیا ہے۔ طرح طرح کی مثالوں سے سمجھایا ہے کہ مومنوں کا آپس میں تعلق ایسا ہی ہے جیسے جسم کے مختلف اعضا کا یا جیسے ہاتھ کی انگلیوں کا یا جیسے زنجیر کی کڑیوں کا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس ادا کو بہت پسند کیا ہے اور ایسے لوگوں سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے جو آپس میں ایسے ملے ہوئے ہوں جیسے ایک مضبوط دیوار کی اینٹیں ان اللہ یحب الذین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کانھم بنیان مرصوص۔

ان چند تمہیدی کلمات کے بعد میں اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ "ایڈیٹر صاحب پیغام صلح" نے مجھے ایک مضمون لکھنے کا ارشاد فرمایا۔ میرے ذہن میں چند تجاویز تھیں جو جماعت کی تنظیم و استحکام کیلئے ضروری اور مفید ہیں۔ اور یہ ایسی عام تجاویز ہیں جو جماعت کے دوسرے دوست بھی جو ۔ ۔ ۔ ۔ مضامین لکھیں گے پیش کریں گے۔ لیکن میں اس وقت صرف ایک بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ حال ہی میں چند پرانے کاغذات کی چھان بین کرتے ہوئے مجھے حضرت اقدس مسیح موعود کا ایک خط ملا گیا جو حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ خط پر ۶ جون ۱۸۹۸ء کی تاریخ ہے۔ یہ خط راقم الحروف کے دادا صاحب مرحوم و مغفور مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور کے نام تھا۔ دادا صاحب مرحوم نے ایک خط ۳ جون ۹۸ء کو حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا اور اس کے جواب میں حضرت کی طرف سے مذکورہ بالا جواب موصول ہوا۔ حسن اتفاق سے ہر دو خطوط مجھے مل گئے۔ اس خیال سے کہ ایسی پرانی تحریرات ایک تاریخی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں اور میرے موضوع سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے میں ہر دو خطوط قارئین کی اطلاع اور دلچسپی کے لئے نقل کرتا ہوں۔ حضرت اقدس کے خط کا عکس بھی اسی مضمون کیساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"مسیح موعود کی جماعت کو باہم تعلقات رشتہ داری کی ضرورت"

بندہ کے خیال میں جو کہ مسیح موعود سلمہ اللہ تعالیٰ کی مونہار جماعت کو امور ضروریات دینی و دنیوی در پیش ہیں منجملہ ان کے ایک یہ سخت ضرورت ہے کہ اپنے یا اپنی اولاد کے واسطے اطمینان بخش ناطہ داریاں و رشتے بہم پہنچائے۔

اگرچہ مسیح موعود ۔ ۔ ۔ کی جماعت کا ہر فرد بشر اپنے قدیمی قرابت والے رشتے دار رکھتا ہے لیکن بدانست راقم اکثر صاحبان کو سابقہ رشتہ داران سے بصورت پاس جدید رشتہ دار جو لائق اور سعید ہوں تلاش کرنے کی ضرورت بوجوہات ذیل ہے:۔

اول یہ کہ جنکو اللہ جلشانہ نے اپنی توفیق رفیق سے مسیح موعود کی تصدیق کی

عکس خطوط حضرت مسیح موعود

مبارک مبارک مبارک

جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکی تحریک رشتہ ناطہ کو حضرت اقدس نے پسند فرما کر ارادہ اشتہار دینے کا فرمایا ہے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ اگرچہ خاص طور پر یہ تقریر پہلے بھی ہو چکی تھی مگر اب اشتہار کی تحریک آپکا ہی حصہ تھا ۶ جون ۹۸ء

بقلم خاکسار فضل دین حسب الایمای حضور اقدس

از دارالامان قادیان — از راقم الحروف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

توفیق دی ہے اور باقی رشتہ دار اس سعادت سے محروم ہیں بصورت اعتقاد مخالفت کے فریقین میں باہم دلی مغائرت پیدا ہو گئی ہے جو کہ آئندہ باہم جدید رشتے ہونے میں اطمینان کا موجب نہیں تا وقتیکہ اختلاف اعتقاد رفع نہ ہو۔

دوم۔ یہ کہ جنکو شرافت کا دعویٰ تھا عموماً طور پر فی زمانہ انکی اولاد نرینہ لیاقت اور چال چلن میں اچھی نہیں ہے۔ اس واسطے بھی ضروری ہے کہ سعید لڑکے تلاش کئے جائیں جو اکثر اس جماعت میں معلوم ہوتے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کی جماعت کے لوگ جو اپنی برادری کے باہر اپنی جماعت میں رشتے کرنا چاہیں انکے لڑکوں اور لڑکیوں کی اسم وار فہرست مع قومیت سکونت عمر و لیاقت و کوائف معاش و صحت جسمانی جناب کے پاس رہے اور جناب کی معرفت حسب مراتب لیاقت و عمر کے بعد از پسندیدگی فریقین کے رشتے ہوتے رہیں تو مناسب ہے۔ اگر یہ تجویز جناب کے پسند خاطر ہو تو بذریعہ رسالہ "الحکم" یا بذریعہ اشتہار اپنی جماعت میں ہر ایک فرد کو اطلاع ہونی چاہیئے تاکہ ہر ایک حاجتمند مطلع ہو کر اپنی حاجت کیواسطے جناب میں اطلاع دیوے۔ اگر یہ مضمون "الحکم" میں درج ہو تو ایک پرچہ میں چھ ماہ تک درج ہوتا رہے تاکہ اطلاع کافی طور پر ہو جاوے آئندہ جو رائے مبارک ہو وہ ہی مبارک ہے۔

آپکا نیازمند۔ نیاز بیگ ۳ جون ۹۸ء۔ از کلانور ضلع گورداسپور

اسکے جواب میں ذیل کا خط موصول ہوا:۔

نقل مکتوب ۲

مبارک مبارک مبارک

جناب مرزا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکی تحریک رشتہ ناطہ کو حضرت اقدس پسند فرما کر ارادہ اشتہار دینے کا فرمایا ہے جو عنقریب شائع ہونیوالا ہے۔ اگرچہ خاص طور پر یہ تقریر پہلے بھی ہو چکی تھی مگر اب اشتہار کی تحریک آپکا ہی حصہ تھا۔ ۶ جون ۹۸ء بقلم خاکسار فضل الدین حسب الایمای حضور اقدس، از دارالامان قادیان۔ از راقم الحروف السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

کچھ اس نسبت سے بھی کہ سب سے اول راقم کے جد امجد نے یہ مفید تحریک جماعت کے سامنے پیش کی تھی میں اسکا اعادہ کر کے جماعت کو مکرر توجہ دلا کر ثواب لینا چاہتا ہوں اور اسلئے بھی کہ یہ تجویز نہایت اہم ہے اس پر روشنی ڈالنی ضروری ہے جماعت کو فی الحقیقت منظم اور مستحکم کرنیکا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ نصب العین یا کام اور عقائد کا اشتراک بیشک لوگوں کو جمع کر دیتا ہے اور وہ ایک قوم اور برادری کی شکل اختیار کر لیتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں ایک جماعت یا برادری کے قیام کے لئے رحمی تعلقات کو پیدا اور مضبوط کرنا اشد ضروری ہے۔ رشتہ داروں سے محبت و یگانگت اور اپنے عزیزوں کا پاس ایک فطرتی جذبہ ہے۔ انسان کے اسی طبعی خاصہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم میں بھی آیا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم انسان سب سے زیادہ اپنے لواحقین اور قرابت داروں سے محبت کرتا ہے۔ تو جہاں عقائد اور نصب العین کے اشتراک کے ساتھ ہی ساتھ رشتہ داری کا تعلق بھی قائم ہو جائے وہ جماعت فی الحقیقت ایک نہایت ہی مضبوط جماعت بن جائیگی اور ایسی جماعت کا شیرازہ آسانی سے بکھر نہیں سکتا۔

میں اس امر کو کسی مسئلہ شرعی کے طور پر پیش نہیں کر رہا اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں سے تعلقات رشتہ داری پیدا کرنا ہمارے نزدیک حرام یا ناجائز ہے حاشا و کلا نہ ہی ہمیں کوئی فرقی جذبہ ہے جس طرح ہر ایک فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوقہ حلقہ میں ہی رشتہ داری کے تعلقات رکھے اسی طرح ایک جماعت کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ صرف اسی جماعت میں اپنے تعلقات رشتہ داری رکھے۔ بغیر کوئی مسئلہ بنائے یا دوسروں کو کافر اور حقیر قرار دینے کے ہمیں دوسروں سے کوئی عناد نہیں البتہ ہمیں اپنی مضبوطی درکار ہے اخوت (دینی) کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اور بغیر کسی تفرقہ کے صرف اس نیک کام کو تقویت دینے کیلئے جسکے لئے یہ جماعت بنائی گئی ہے یعنی محض اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین فی الواقع ایک کنبہ کی شکل اختیار کریں اور اپنے تعلقات کو مضبوط کر کے اپنے کام کو بھی مضبوط کریں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ اس مفید اور اہم تجویز میں بعض مشکلات بھی ہیں اور یہ مشکلات زمانہ کی رفتار کیساتھ بڑھ رہی ہیں لیکن یہ ایسی مشکلات نہیں ہیں کہ ان پر قابو نہ پایا جا سکے مثلاً بارہا یہ شکایت سنی گئی ہے کہ احباب اپنی نرینہ اولاد کیلئے جماعت سے باہر رشتے پیدا کر لیتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے دوست جنہیں سعید اور نیک بروں کے رشتے مطلوب ہوتے ہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہ امر کئی لوگوں کی پریشانی کا موجب ہو رہا ہے۔ اسکا جواب ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ تو فی الواقع عدم توجہی اور خود غرضی سے ایسا کرتے ہیں لیکن کئی مجبور بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ زمانہ کی ہوا ایسی ہے کہ اب اولاد نرینہ اپنی شادی کے معاملہ میں زیادہ تر خود مختار ہوتی جا رہی ہے۔ اور بسا اوقات والدین مجبور ہو جاتے ہیں کہ جو بیٹا اپنے اسی ص ۔ ۔ ۔ م تسلیم کریں تاہم یہ ایسی بات نہیں کہ اس کا علاج نہ ہو سکے لیکن اس میں متحدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ جماعت کے تمام دوست اگر اس تجویز کی اہمیت کو محسوس کریں اور اسے عملی جامہ پہنانے کی سعی کریں اور اپنی ضروریات کیلئے جماعت ہی کی طرف رجوع کریں تو تمام مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس میرے نزدیک منجملہ ان تجاویز کے جو جماعت کے دوست آپ پیش کریں گے ان میں سے ایک تجویز یہ بھی ہے اور دوست بھی اس تجویز کی اہمیت پر روشنی ڈالیں گے۔ تنظیم جماعت اور اس کے استحکام کیلئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ جماعت کے افراد آپس میں رشتہ داری پیدا کریں اور رحمی تعلقات کو وسیع اور مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔

از قلم: جناب مولوی احمد گل صاحب مسلم ٹاؤن لاہور

باہمی محبّت کے تقاضے

سلام — مصافحہ — اور معانقہ

انسانی معاشرے میں شروع سے یہ رسم چلی آرہی ہے کہ ایک آدمی جب کسی دوسرے سے ملتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کو خیر سگالی کے طور پر کسی خاص کلمے یا کسی مخصوص طریق پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طریقہ کو اختیار کرنے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے افراد میں آئندہ کے لئے باہمی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوشگوار اور امید افزا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دین سے پہلے اہل عرب جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو انعم اللہ بك عينا وانعم صباحا کے الفاظ استعمال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے اور تیری ہر صبح نعمتوں میں گذرے۔ اگرچہ یہ دعائیہ کلمات ہیں مگر ان میں جامعیت نہیں پائی جاتی۔ اس لئے دین نے ان کلمات کی بجائے السلام علیکم جیسے مکمل اور جامع الفاظ - تجویز کئے جن میں ہر قسم کے امن اور ہر قسم کی سلامتی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔

سلام کی اہمیّت

السلام علیکم! یہ ایسا جملہ ہے کہ جس کے ذریعہ ایک شخص دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتا ہے۔ اگر یہ دعا خلوص قلب سے ہو تو اس سے عظیم الشان نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس دعا کو تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اور رحمت کا تحفہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم نے ان قرآنی الفاظ کے مفہوم کو اپنے ان الفاظ میں تکن برکۃ علیك وعلیٰ اهل بیتك بیان فرما کر بتا دیا کہ سلام کہنے والا اور اسے قبول کرنے والا دونوں خیر و برکت کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ یہ خیر و برکت السّلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ان السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ وضعه فی الارض فافشوه بینکم۔ یعنی السلام علیکم میں لفظ السلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اہل زمین میں متعارف ہے۔ اسلئے سلام کو رواج دیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو سکے (کنز الاعمال)

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں بھی یہی مفہوم ادا کیا گیا ہے جس کے الفاظ ہیں اذا ارا داحدکم السلام فلیقل السلام علیکم فان اللہ هو السلام فلا تبد وا قبل اللہ بشیٔ یعنی السلام علیکم کہنے والے کو چاہیئے کہ کلام شروع کرنے سے پہلے اللہ کے نام السّلام کو اپنے کلام پر مقدم سمجھے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے جہاں ایک بھائی کے دوسرے بھائی پر چند ایک حقوق کا ذکر فرمایا ہے وہاں سلام کہنے کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ فرمایا ویسلم علیه اذا لقیه یعنے جب ایک بھائی دوسرے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے۔ (دارمی) سلام دو بھائیوں میں تعلقات بڑھانے اور محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے توجہ دلائی اولا ادلکم علی شیٔ اذا فعلتموه تحاببتم افشوا السلام بینکم۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جس پر عمل کرنے سے تم میں ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو جائے؟ وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کہا کرو۔ (مسلم)

سلام کی اہمیّت کا اندازہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ انہیں سلام کے پھیلانے میں کس قدر جوش پایا جاتا ہے۔ امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا میں طفیل بن ابّی کی ایک روایت درج کی ہے طفیل فرماتے ہیں کہ ایک دن میں عبداللہ بن عمرؓ کے ہاں گیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار جانے پر مجبور کیا۔ میں نے کہا کہ تم بازار میں جا کر کیا کرو گے؟ جب کبھی تم بازار جاتے ہو نہ کسی دکان پر ٹھہر کر سودا چکاتے ہو اور نہ خرید و فروخت کرتے ہو اور نہ ہی بازار کی مجلسوں میں بیٹھنے میں دلچسپی لیتے ہو جبکہ بازار میں جا کر کوئی کام ہی نہیں کرتے تو وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ آؤ ہم یہیں بیٹھ کر باہمی باتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس پر عبداللہؓ نے کہا کہ اے طفیل میں اس لئے بازار جاتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کے اس ارشاد پر عمل کر سکوں سلم علیٰ من عرفت ومن لم تعرف۔ وہاں جا کر میں ہر ایسے شخص کو سلام کرتا ہوں جس سے میری جان پہچان ہے۔ اور اس سے بھی جسے میں نہیں جانتا۔

پہلے سلام کون کرے۔

سلام کہنے میں سبقت کرنے کو آپؐ نے بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ رضؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! دو شخص جب ملیں تو ان میں سے کون پہلے سلام کرے۔ آپؐ نے فرمایا ان اولی الناس باللہ تعالیٰ من بدأهم بالسلام جو شخص اللہ کی رحمت، فضل اور اس کی رضا کو زیادہ حاصل کرنے کا آرزومند ہے وہ پہلے سلام کرے (ترمذی)

سلام کا جواب

دین نے السلام علیکم کا جواب دینے کی بھی بہت تاکید کی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں السلام تطوع والرد فریضۃ یعنے سلام کہنا ایک پسندیدہ نیکی ہے اور اس کا جواب بطور فرض ضروری ہے۔ (دیلمی) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منها او ردّوها ان اللہ کان علیٰ کل شیٔ حسیبا۔ (النساء: ۸۷) یعنی جب تم کو کسی دعا کے ساتھ دعا دی جائے تو تم اس کے جواب میں اس سے بہتر دعا دو یا کم سے کم اسی کو

لوٹا دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ یہاں نہ صرف سلام کا جواب دینا ضروری قرار دیا گیا ہے بلکہ بہتر طریق پر جواب دینے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ آیت کے آخری حصہ میں ان لوگوں کو جو سلام کے جواب دینے میں کوتاہی کرتے ہیں یہ کہہ کر تنبیہہ فرما دی ہے کہ انہیں اللہ کے حضور اس معاملے میں جواب دہ ہونا پڑیگا آیت کے الفاظ فحیوا باحسن منہا میں جن کلمات کو بڑھانے کا اشارہ پایا جاتا ہے ان کی اہمیت اور فضیلت حضرت نبی کریمؐ نے ان الفاظ میں بیان فرما دی ہے۔ ترجمہ: "سلام کے جواب میں جو شخص بعینہٖ اسی جملہ (السلام علیکم) کو دھراتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو دس نیکیوں کا اجر دیتا ہے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے کہنے پر بیس نیکیاں اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر جواب دینے پر تیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

سلام کا جواب اشارے سے

مؤمن کہلانے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو مغربی تہذیب کے زیر اثر سلام کا جواب سر کے اشارے سے یا ہاتھ کی جنبش سے دیتے ہیں۔ یہ طریقہ دینی روایات کے خلاف ہے اس سے تکبر اور خود آرائی کا اظہار ہوتا ہے۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں "یہود اور نصاریٰ کے طریق پر سلام نہ کیا کرو۔ یہود انگلیوں کے اشارے اور عیسائی ہاتھ کی جنبش سے سلام کرتے ہیں"۔ (ترمذی)

حضرت مرزا صاحبؒ ۔۔۔۔۔۔ ایسے طبقہ کے متعلق جو یورپی تقلید کو پسند کرتے ہیں فرماتے ہیں، "دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی ہیں اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے تو اسکے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے زمانہ کے ۔۔۔ بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں اپنی کوئی کسر شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبر سے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لئے ایک دعا ہے حقیر کر کے دکھایا ہے"۔ (چشمۂ معرفت ص۲/۳)

ہر نئی ملاقات پر سلام

بار بار ملنے اور ہر نئی ملاقات کے بارے میں حضور صلعم کا ارشاد ہے اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلم علیہ فان حالت بینہما شجرۃ او جدار او حجر ثم لقیہ فلیسلم علیہ۔ تم میں سے کوئی جب اپنے بھائی سے ملے تو السلام علیکم کہے۔ پھر جب کوئی درخت یا دیوار یا پتھر ان دونوں کے درمیان حائل ہو جائے یعنی وہ ایک دوسرے سے اوجھل ہو جائیں اور بعد میں فوراً ہی آپس میں ملیں تو پھر ایک دوسرے کو سلام کہیں۔ (ابوداؤد)

ہر ملنے والے کو سلام کہنا چاہیئے۔

بدقسمتی سے ۔۔۔۔۔ سلام کے متعلق کچھ غلط طریقے رواج پا گئے ہیں جو سنت نبویؐ کے خلاف ہیں۔ عام طور پر اپنے واقف کاروں اور دوستوں کو سلام کہہ کر دعا دی جاتی ہے مگر ناواقف اور اجنبی افراد کو اہل خانہ اور بچوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔ گھر میں آنے اور اہل خانہ کو سلام کرنے کے بارے میں حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اذا دخلتم بیتاً فسلموا علی اہلہ واذا خرجتم فاودعوا اہلہ بسلام۔ "جب تم گھر میں آؤ تو اہل خانہ کو سلام کرو اور جب تم گھر سے باہر نکلو تو پھر بھی انہیں سلام کر کے نکلو"۔ (بیہقی)

جن لوگوں سے جان پہچان نہیں ان کے متعلق فرمایا: السلام علیٰ من عرفت ومن لم تعرف۔ ہر ملنے والے کو خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرنا چاہیئے (بخاری) دینی بچے جو مشفقانہ سلوک کے محتاج ہیں اور انہیں السلام علیکم کے کہنے کا عادی بنانے کی ضرورت ہے۔ ایسے بچوں کے متعلق حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم جب بچوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں السلام علیکم کہتے تھے۔ (ترمذی)

مصافحہ اور معانقہ

جس طرح السلام علیکم کے الفاظ دینی بھائیوں میں محبت، اخوت اور تعلقات پیدا کرنے اور ایک دوسرے کو متعارف کرانے کا ذریعہ بنتے ہیں اسی طرح مصافحہ (ہاتھ ملانا) اور معانقہ (بغل گیر ہونا) بھی دو ملنے والے افراد پر اچھے اثرات چھوڑتے ہیں۔ آنحضرت صلعم مصافحہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں تصافحوا یذھب الغل عن قلوبکم۔ آپس میں مصافحہ کیا کرو کیونکہ ایسا کرنے سے دل کی کدورتیں دور ہو جاتی ہیں۔ (کنزالعمال جلد ۵)

حضرت نبی کریم صلعم کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ روزمرہ ملنے والوں کو السلام علیکم کہہ کر دعا دیتے تھے اور ایک مدت بعد ملنے والوں سے مصافحہ بھی کرتے۔ اور جو شخص زیادہ عرصہ یا لمبا سفر طے کرنے کے بعد ملتا اس سے معانقہ کیا کرتے تھے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بیان کرتے ہیں فخرجنا حتیٰ اتینا المدینۃ فتلقانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتنقنی کہ جب ہم سرزمین حبش سے واپس مدینہ آئے تو آنحضرت صلعم سے ملے آپؐ نے مجھے اپنے گلے لگا لیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

معاشرے کو پرامن بنانے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کے ارشادات کو سامنے رکھیں اور آپؐ کے پاک نمونہ کی اقتدا کریں تاکہ اخوت دینی کے قیام میں مدد مل سکے۔

خطبۂ عید الاضحیٰ

فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب بتاریخ ۴ جولائی ۱۹۹۰ء بمقام جامع احمدیہ دارالسلام - لاہور

تشہد اور تعوذ کے بعد قرآن کریم کی آیات :

ولکل امۃ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(سورۃ الحج ۲۲ - آیت ۳۴)

وقال اللہ تعالیٰ :

لن ینال اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ التقویٰ منکم

(سورۃ الحج ۲۲ - آیت ۳۷)

کی تلاوت اور اس کا ترجمہ کیا۔

"اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی مقرر کی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام پڑھیں ان حیوان چارپایوں پر جو اس نے انہیں بطور رزق دیئے ہیں۔ پس تمہارا الٰہ (یعنی معبود، محبوب اور مقصود و مطلوب) صرف ایک (اللہ) ہی ہے۔ سو اُس کی فرمانبرداری کرو۔ اور عاجزی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

"اور نہ (ان حیوانوں کا جو تم ذبح کرتے ہو۔) گوشت اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اُسے تمہارا تقویٰ (ضرور) پہنچتا ہے۔"

آج عید الاضحیٰ کا مبارک دن ہے "عید" اس خوشی کو کہتے ہیں جو بار بار آئے۔ اور اضحیٰ جمع کا صیغہ ہے جس کے معنے ہیں "قربانیاں" مگر ہر مسلمان جو استطاعت رکھتا ہے وہ عام طور پر صرف ایک قربانی اس دن کرتا ہے۔ تو جمع کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا؟ وہ بتانے سے پہلے میں عرض کردوں کہ پچھلے فقرہ میں مَیں نے "جو استطاعت رکھتا ہے" کے الفاظ کیوں کہے ہیں؟ اس لیے کہ آجکل یہ سوال عام طور پر کیا جاتا ہے کہ جانوروں کی مہنگائی کے باعث ہم قربانی کس طرح کرسکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بنیادی اصول بیان فرمایا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (سورۃ بقرۃ ۲ آیت ۲۸۶) یعنے اللہ کسی انسان پر بوجھ نہیں ڈالتا جو اس کی استطاعت سے باہر ہو۔ بلکہ جو استطاعت نہ رکھتے ہوں کہ قربانی کرسکیں ان کے بارہ میں اسی رکوع کی آیت ۳۷ میں فرمایا ہے کہ جو قربانی کرے وہ قربانی کے گوشت کو خود بھی کھائے اور انہیں بھی کھلائے جو قناعت رکھتے ہوں۔ (یعنے قربانی کی استطاعت نہ رکھنے کے باعث اپنے آپ کو روکے ہوئے ہوں۔) اور حاجتمند کو بھی دے۔

اب میں اس بات کو لیتا ہوں کہ عید الاضحیٰ کی ایک قربانی کے لیے جمع کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا۔ ایک تو اس کی وجہ سیدھی سادی ہے کہ اگرچہ اس دن عام طور پر ہر شخص ایک قربانی کرتا ہے مگر یہاں امت کا ذکر ہے اور امت مسلمہ خدا کے فضل سے تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیے امت بھر میں لاکھوں قربانیاں ہوجاتی ہیں مگر ان کے علاوہ بھی بہت سی قربانیاں ہیں جن کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔

قربانی اور خوشی

ان دونوں کا تعلق بتانے سے پہلے مَیں یہ عرض کردوں کہ انسان کی ہستی مجموعہ ہے اس کے جسم کا (جو تمام حیوانوں کے جسموں کی طرح مٹی میں سے آیا ہے) اور اس کی روح کا جو اللہ تعالیٰ میں سے آئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سجدین ٥ (سورۃ الحجر ۱۵ - آیت ۲۹) یعنے جب مَیں انسان کو ٹھیک ٹھاک بنالوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گرپڑنا سجدہ اظہار فرمانبرداری ہوتا ہے اور یہاں فرمانبرداری اختیار کرنا ہی مقصود ہے۔ ورنہ وہ سجدہ جو ہم نماز میں کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کرنا جائز نہیں۔

تو انسان کی حیوانیت جو اس کے جسم سے پیدا ہوتی ہے وہ انسان کو حیوانیت کی حالت میں ہی رکھنا چاہتی ہے کیونکہ ہر شخص اپنے آپ کو ہی پسند کرتا ہے۔ حیوانیت کھانے پینے اور جنسی خواہش کو ہی زندگی کی ضروریات سمجھتی ہے۔ اہل مغرب نے اسے آزما کر دیکھ لیا ہے اور اس کا نتیجہ ناگفتہ بہ ہوا ہے بلکہ وہ حیوان سے بھی نیچے گر گئے ہیں کیونکہ حیوان عام طور پر ایک مادہ کے ساتھ زندگی گذارتا ہے۔ مگر اہل مغرب میں شادی بیاہ کے علاوہ زناکاری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ شاید انسانی تاریخ میں کبھی نہ ہوئی تھی اور تو اور اہل مغرب اب خلاف فطرت افعال کو قانونی جواز ملنے پر کھلم کھلا کرتے ہیں جبکہ حیوان ایسا فعل کبھی نہیں کرتا۔ اور جو لوگ ایسا نہیں بھی کرتے انہوں نے یہ بھی پالیا ہے کہ حیوانی خواہشات ھل من مزید کی آگ ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک پیٹو انسان کو پلاؤ کی پہلی پلیٹ میں تو مزہ آجاتا ہے مگر جب وہ اور کھاتا چلا جاتا ہے تو کوئی مزہ باقی نہیں رہتا۔

اصل میں مزہ ([illegible]) اور خوشی میں فرق جاننا ضروری ہے۔ مزہ تو جسمانی چیز ہے اور جسم کی طرح جلد ختم ہوجاتا ہے اسکے برعکس خوشی [illegible] روحانی ہوتی ہے۔ یقین نہ آئے تو ایک مردہ کو (جس کی روح اپنے خالق اور مالک کے پاس واپس چلی جاتی ہے اور جسم من وعن باقی رہ جاتا ہے۔) ہنسانے کی کوشش کر کے دیکھ لیجیئے۔ کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم "دل" کے غمگین یا خوش ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر دل تو محض خون پمپ کرنے کا آلہ ہے۔ دراصل انسان کی روح خوش یا غمگین ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان کی روح غمگین ہو کسی صدمہ کے باعث تو باہر چاہے بہت سے خوشی کے سامان ہوں وہ انسان غمگین ہی ہوتا ہے اور روح خوش ہو تو انسان بھنے ہوئے چنے کھا کر بھی خوش رہتا ہے۔

تمام حیوانی خواہشات کا انجام برا ہوتا ہے۔ میں نے پیٹو انسان کی مثال دی تھی اس کا انجام ہر قسم کی بیماریاں، دُکھ اور بالآخر موت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس روحانی خوشی دن رات اور بڑھتی ہے اور اس کا انجام دنیا اور آخرت کی خوشیاں ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور حضرت بلال رضؓ کو اذان دینے کے لیے یوں فرماتے ارحنا یا بلال یعنے اے بلال رضؓ ہماری راحت کا سامان کرو۔ اور نماز میں حضور کو خوشی نہ میسر ہوتی تو حضور کیوں دن رات ہر فرصت کے موقعہ پر نماز پڑھتے۔ نماز پڑھنا بذات خود حیوانیت کی قربانی ہوتی ہے کیونکہ اپنا آرام اور مشاغل

دنیوی کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ حضورؐ کا اس میں راحت محسوس کرنا بتاتا ہے کہ اس قربانی سے خوشی و راحت میسر آتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دل کی خوشی یا اطمینان قلب حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنی حیوانیت پر چھری پھیرنی پڑتی ہے۔ اب انسان کا حیوان کوئی ٹھوس چیز تو نہیں ہوتی کہ انسان اس کے گلے پر چھری پھیرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے باہر ایک چار پایہ حیوان رکھا ہے کہ اسے ذبح کرنا انسان کا اظہار قربانی مقرر فرمایا جو اس کا سالانہ عہد ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنے حیوان کو قربان کر دے گا۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ اندرونی حیوانیت کو کیوں ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ جسم جس میں سے وہ اٹھتی ہے انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہے جواب یہ ہے کہ ان کو اپنا جسم کاٹنے کو تو نہیں کہا جاتا جس حیوانیت کو ذبح کرنے کا ذکر ہے وہ اس جسم میں سے جو حیوانیت پیدا ہوتی ہے اور اسے شیطان جائز حدود سے بڑھا کر گناہ بنا دیتا ہے) اس پر چھری پھیرنے کا ہے۔ مثلاً شادی کرنا نہ صرف انسان کی فطرت میں خود اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے بلکہ اس نے مجرد (یعنی تنہا) زندگی کو پسند نہیں فرمایا۔ مگر شیطان اس فطرتی خواہش کو یوں انسان کی روحانی ہلاکت کا باعث بنا دیتا ہے وہ انسان کو ورغلا کر زناکاری نہ بھی ہو تو بے حیائی ضرور کراتا ہے۔ تو شیطان اور نفس امارہ کی ملی بھگت سے جوانیت بگڑ کر حیوانیت بن جاتی ہے۔ اس پر چھری پھیر کر اور سرجن کی طرح آپریشن کر کے گناہ اور معصیت سے اسے پاک و صاف کر کے دوبارہ انسانیت بنانے کو حیوانیت کی قربانی ہوتی ہے۔ اسی لیے دوسری آیت مبارکہ میں فرمایا ہے کہ حیوان کی قربانی سے مراد تقویٰ ہے

خلاصہ:

اب میں آج کی دونوں آیات کو خلاصہ بنا کر پیش کرتا ہوں۔

۱۔ پہلے تو فرمایا کہ "قربانی تمام اُمتوں پر فرض کی گئی تھی۔" اگر انہوں نے اسے اپنی دینی تعلیم سے غائب کر دیا ہے یا بگاڑ کر کچھ اور بنا دیا ہے تو ان کا یہی شیوہ دوسرے احکام الٰہی کے بارہ میں رہا ہے مثلاً انہوں نے اپنی الہامی کتاب کو ضائع کر دیا یا تحریف کر کے بگاڑ دیا۔

۲۔ پھر فرمایا کہ قربانی کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ یہ اس لیے کہ زندگی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس لیے صرف وہ ہی اسے لے سکتا ہے۔ مگر بطور خلیفہ انسان کو اس نے یہ اجازت دی ہے کہ اس کے نام پر قربانی کے حیوان کی زندگی کو وہ لے لے۔ اسی لیے جس قربانی میں یہ نہ کیا جائے تو جانور حرام ہو جاتا ہے۔ زندگی جو اللہ تعالیٰ کی تمام پیدا کردہ چیزوں میں سے مقدس ترین چیز ہے اسے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر لینا قتل کے مترادف ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہ اجازت اس لیے انسان کو دی گئی ہے کہ قربانی کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بطور رزق پیدا کیا ہے۔ اور رزق کی دوسری قسموں میں بھی انسان کو یہی اختیار دیا گیا ہے۔

۴۔ یہاں تعلق ہے قربانی پہ اس اعتراض کا کہ اس میں "جیو ہتیا" ہو جاتی ہے۔ خدا کی شان ہے کہ اس نے اعتراض کرنے والی ہندو قوم کے ایک مایہ ناز سائنسدان کے ذریعہ سے یہ انکشاف کیا کہ زندگی تو تمام ترکاریوں میں بھی ہوتی ہے۔ اس لیے ترکاری خور یا دال خور (کہ دال بھی ایک قسم کی ترکاری کا دانہ ہوتی ہے) اپنے ایک وقت کے کھانے میں پچاسوں جانوں کی "ہتیا" کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی ایک جانور کی جان لیتا ہے تو اس سے بیسیوں بلکہ گائے اور اونٹ کی قربانی سے سینکڑوں کا پیٹ بھر جاتا ہے۔

۵۔ پھر گوشت خور تو حالت مجبوری میں ایک بوٹی اور لمبے شوربے سے روٹی بھگو کر پیٹ بھر لیتا ہے کیا ترکاری خور یا دال خور ایک ترکاری کے پتہ یا دال کے ایک دانے سے اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں؟ گوشت کی غذائی بہتری کی وجہ سے اب تو بہت سے ہندو بھی گوشت خور ہو گئے ہیں۔

۶۔ قربانی کے لیے چار پاؤں والے حیوان کو اس لیے چنا کہ اس میں انسان کو سبق دینا منظور ہے کہ چار پایہ اگر چاروں پاؤں سے زمین کو پکڑے ہوتے ہوتا ہے تو تم یہ نہ کرنا کہ اپنے دونوں پاؤں اور دونوں ہاتھوں سے زمین (جو قرآن کریم میں اکثر جگہ دنیا کے لیے آیا ہے) یعنی دنیا کو چمٹے رہنا ورنہ تم بھی حیوان کے حیوان ہی رہو گے۔ انسان کے تمام اعمال اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے حرکت میں آنے سے ممکن ہوتے ہیں۔

۷۔ چار پایوں میں سے بھیڑ، بکری، دنبہ، گائے اور اونٹ کو اس لیے چنا کہ چار پایوں والے حیوانوں میں سے یہی حیوان غریب المزاج ہوتے ہیں تو قربانی کا مقصد صرف حیوانیت پر چھری پھیرنا نہیں بلکہ انسان کو رزق مہیا کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل کسی رنگ میں بھی بغیر اعلیٰ مقصد کے نہیں ہوتا۔ چونکہ غذا کا اثر انسان کے کیریکٹر پر پڑتا ہے (جو اب سائنس نے بھی مانا ہے) اس لیے انسان کے رزق کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ حیوان چنے جو غریب مزاج ہیں (اسلام کے تمام حلال اور حرام کی بنیاد غذا کے کیریکٹر پر اثر کی بنا پر ہے جیسا کہ میں نے ایک مضمون میں بالتفصیل ثابت کیا تھا۔)

۸۔ حیوانیت سے تکبر پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ تندخو اور اپنی قوت کی وجہ سے مغرور ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہے جیسا کہ شیطان اور حضرت آدمؑ کے ذکر میں فرمایا ہے کہ شیطان نے اگر خدا کا حکم ماننے سے انکار کیا تو اس کی وجہ تکبّر تھا۔ (ابٰی واستکبر) دوسری جگہ شیطان کے اپنے الفاظ مذکور ہیں کہ میں انسان سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا جبکہ انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ انسان کا جسم مٹی میں سے پیدا ہوا اور انسان کی حیوانیت اسی جسم میں سے پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان کی تمام مخلوق پہ برتری اس روح کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں پھونکتا ہے۔ اس لیے حیوانیت کو کمزور کر کے روحانیت کو برتری دلانے سے انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقیات ممکن ہو جاتی ہیں۔ (تکبر اور غرور میں فرق یہ ہے کہ تکبر انسان کے اندر مخفی ہوتا ہے۔ غرور اس کا بیرونی اظہار ہوتا ہے اور اسی لیے دوسروں کو نظر آجاتا ہے۔)

۹۔ قربانی والے حیوان کا انسان خالق نہیں ہوتا۔ پھر بھی وہ انسان کی فرمانبرداری میں اپنی گردن تک کٹوا دیتا ہے۔ خود انسان کا اللہ تعالیٰ نہ صرف خالق ہے بلکہ مالک بھی ہے۔ تو انسان کو کس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیبا دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے کا ذکر کر کے فرمایا فلہٗ اسلموا (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرو۔)

۱۰۔ قربانی والا حیوان قربانی کے علاوہ بھی انسان کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ اپنی عاجزی کی وجہ سے اس لیے عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری دے دو فرمایا۔ خوشخبری یہ ہے کہ عاجز انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے پورا فائدہ اٹھا کر ہی دین اور دنیا میں سکھی رہ سکتا ہے۔

۱۱۔ جس طرح قربانی والے حیوان ضرورت پڑنے پر اپنی جان نیک انسان پر نثار کر دیتے ہیں انسان کو بھی ضرورت پڑنے پر اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے سے تامل نہیں کرنا چاہیئے۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دوسری آیت:

دوسری آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا ہے کہ قربانی کا گوشت یا خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ بعض مذاہب میں جانور کو قربان کر کے اپنے مندر یا معبد میں چھوڑ آتے ہیں، اس خیال سے کہ ان کے دیوتا یا معبود ان جانوروں کا گوشت کھائیں گے۔ یا سوختنی قربانی سے وہ خدا کو پہنچ جائیں گے کیونکہ مندروں یا معبدوں میں آگ جل رہی ہوتی ہے یا جلائی جاتی ہے۔ کلکتہ کے کالی دیوی کے ہاتھ میں ایک خون سے بھرا پیالہ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کالی دیوی خون پینا پسند کرتی ہے۔ وہ خدا ہی کیا جو بھوکا رہتا ہو جب تک کہ اس کے پجاری اس کے لیے گوشت کھانے کو نہ لائیں۔ یا جو خون پیتا ہو۔ آنحضرت صلعم کا کس قدر احسان ہے کہ حضورؐ نے ایسے خیالات سے اپنی امت کو نجات دی اور اس خدا کا پتہ دیا جو اپنے حسن (خوبیوں) اور احسان (خوبیوں سے اپنی مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں کمال رکھتا ہے) اور بجا طور پر اللہ تبارک و تعالےٰ کہلاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

✤

بقیہ: خطبۂ جمعہ: فرمودہ مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب۔

صحابہ رضہ نے بھی کمال کا نمونہ ہمارے لیے پیش کیا ہے۔

اسی طرح عیسائی اقوام نے اپنے مذہب کی تبلیغ میں بھی قابلِ تعریف صبر سے کام لیا۔ اپنے گھر بار اور آرام کو چھوڑ کر انہوں نے افریقہ کے جنگلوں میں ہر قسم کی مصیبتیں جھیلیں مارے گئے اور برصغیر میں مارے نہ گئے تو گاؤں میں جا کر (پیدل یا گھوڑا گاڑی میں) انہوں نے LEPRASY یا کوڑھ کے مریضوں کی مرہم پٹی کرنے میں کوئی نفرت نہیں کی بھنگیوں کے بچوں کو نہلانے یا ان کا منہ ہاتھ دھلانے سے تامل نہ کیا بلکہ ان کو چوما چاٹا تاکہ اس طرح ان پسماندہ قوموں کے دل موہ لیں۔ اگر وہ باطل کے لیے یہ کچھ کر سکتے تھے تو کیا ہم حق کے لیے اگر اس سے بڑھ کر نہیں تو ایسا ہی نمونہ نہیں قائم کر سکتے؟

پھر فرمایا کہ رابطوا یعنے دوسرے مذاہب خصوصاً عیسائیوں کے اسلام پر حملوں سے اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کرتے رہو۔ مزید برآں فرمایا کہ واتقوا اللہ یعنے اسلام کی حفاظت اور اشاعت کا کام تم نہیں کر سکتے جب تک کہ تم خود تقویٰ کا نمونہ نہ ہو۔ اللہ سے تقویٰ کے معنے یہ ہیں کہ تم خدا تعالےٰ کے محاسبہ (یا مواخذہ) سے نہیں بچ سکتے جب تک کہ تم خود تقویٰ نہ اختیار کرو اور حق کو دنیا میں نہ پھیلاؤ۔ افسوس ہے کہ مؤخر الذکر فرض سے اکثر مسلمان غافل ہیں۔ (اگرچہ کچھ اپنے اس فرض کو ضرور بجا لا رہے ہیں) لعلکم تفلحون پر مضمون کو ختم کیا کہ دین اور دنیا کی بھلائی اسی زندگی میں ہے جس کی ان آیات میں یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان مفید نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین!
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

***

ارشادِ باری تعالیٰ:۔
"اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

وفات حسرت آیات:

حلقۂ احباب میں یہ خبر انتہائی رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی سنی جائیگی کہ انڈونیشیا جماعت کے نہایت مخلص و متعدد افراد، پروفیسر ڈاکٹر احمد محمد، ان کی اہلیہ، پروفیسر سمیاتی صاحبہ اور ان کی ہمشیرہ (ہماری جماعت کی خزانچی) مسز فاطمہ صاحبہ مناسک حج کی ادائیگی کے دوران منیٰ (سعودی عرب) کی سرنگ کے معروف جانکاہ حادثہ میں انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ ان شہداء کو جنت الفردوس میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے

مرکزی جامع لاہور میں اور دیگر مراکز میں ان شہداء کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

ڈاکٹر احمد محمد مرحوم ہماری انڈونیشیا جماعت کے صدر تھے۔ ان شہداء کی شہادت انڈونیشیا جماعت کے بے حد نقصان کا باعث بنی ہے اور جماعتی مفاد متاثر ہوا ہے۔

انڈونیشیا جماعت کے جنرل سیکرٹری صاحب نے اس افسوسناک خبر کی اطلاع تار و خط کے ذریعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دی حضرت امیر نے تعزیت نامہ ارسال فرمایا جبکہ مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری جناب چوہدری منصور احمد صاحب نے بذریعہ تار تعزیت کی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے مکتوب گرامی کی نقل صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جماعتی خبریں

احمدیہ مشن انگلستان کے نئے امام

احمدیہ مشن لندن، انگلستان کے امام محترم شریف احمد صاحب کی اچانک پاکستان واپسی کے بعد کرنل ایم شوکت صاحب نے بطور امام احمدیہ مشن انگلستان چارج سنبھال لیا ہے۔

انہوں نے انجمن کی تحریک پر اپنی خدمات آنریری طور پر پیش کی ہیں اور بلا معاوضہ جماعتی و دینی خدمات انجام دینے کا عزم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انکے اس خلوص کی قدر فرمائے اور جزائے خیر دے اور ان کو ہمت و توفیق عطا فرمائے وہ اپنے خرچ پر ہی امریکہ سے لندن پہنچے ہیں۔ محترم کرنل صاحب موصوف قبل ازیں بھی اس مشن کے انچارج رہے ہیں ۱۹۸۶ء میں امام محمد انور مرحوم کی شہادت کے بعد فوراً آپ امریکہ سے لندن آئے اور قریباً ایک سال بلا معاوضہ خدمات انجام دیتے رہے لندن سے محترم کرنل صاحب نے انجمن کے جنرل سیکرٹری صاحب کو اپنے تازہ مکتوب میں لکھا ہے کہ:

"میں یکم جولائی کو یہاں پہنچا ہوں اور احمدیہ مشن کے امام کی حیثیت سے چارج سنبھال لیا ہے۔ میں یہاں پر فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں کسی قسم کا معاوضہ نہ لوں گا اور لندن سے اپنے گھر آمد و رفت کے جملہ اخراجات بھی خود ہی برداشت کروں گا۔ میرے لیے دعا فرمائیں کہ عنداللہ ماجور ہوں۔"

بہترین تمناؤں کے ساتھ
"ایم شوکت"

اظہارِ خیال

یومِ آزادی فیچر

قائدِ اعظمؒ کی میراث

پاکستانی قوم اپنی ہیئت کے لحاظ سے مختلف عناصرِ ترکیبی کا مرکب ہے جس میں قومیت، ثقافت، لسان، فرقہ واریت اور علاقائیت وغیرہ پر مبنی اجزاء شامل ہیں۔ یہ تمام اجزاء تخلیق پاکستان سے پہلے اس خطے میں موجود تھے۔ مسلمان ہونا ان کی قدرِ مشترک تھی۔ یہ عناصر اپنے درمیان پائے جانے والے تضادات و تفریق کے باوجود محض اپنی قدرِ مشترک یعنی مسلمان ہونے کی بنا پر برصغیر کے ہندو کے غیر مساویانہ سلوک اور استحصالی عتاب کا شکار تھے۔ مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تعین اور ان کے تحفظ کی ضمانت فراہم کئے بغیر انگریز سے آزادی ملنے کی صورت میں یک طرفہ طور پر برصغیر ہندوستان کے اقتدار پر قبضہ جمانے کی خاطر جب کانگریس کی طرف سے نام نہاد آزادی کا مطالبہ کیا گیا جو اپنی اصل میں ہندو راج کا خواب تھا۔ اور جس کی تعبیر کی صورت میں مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے بھی بدتر صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا تو قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس اور ہندو کے ارادوں کو بروقت بھانپ کر مسلمانانِ ہند کے حقوق و مفادات کے تحفظ کی خاطر بھرپور جدوجہد کا آغاز کیا اور مسلمانوں کو کانگریس کے عزائم سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ دو قومی نظریہ کے ذریعے ان کی بکھری ہوئی قوت کو مجتمع کر کے ایسے مقام پر لے آئے کہ مسلم جمہور نے اپنے حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے اپنی جمہوری طاقت کے وسیلے سے قیامِ پاکستان کو ممکن بنایا اور پاکستانی قوم نے جنم لیا جس کی بنا پر پاکستان کی جغرافیائی حدود میں بسنے والے پاکستانی قوم کے عناصرِ ترکیبی کے درمیان قدرِ مشترک کی گہرائی و گیرائی میں اضافہ ہوا۔

قائداعظم کی اپنی جمہوریت پسندی جمہوریت کے وسیلے سے پاکستان کی تخلیق اور پھر یہ یقین کہ پاکستان کی بقا ترقی اور استحکام کا انحصار بھی جمہوریت کے راستے پر گامزن رہنے میں ہے۔ ایسی وجوہات تھیں جن کے سبب قائداعظم نے قوم کو جمہوریت کا راستہ اپنائے رکھنے کی بار بار تلقین کی۔ علاوہ ازیں پاکستانی قوم کی تشکیل کے بعد انہوں نے قومی سطح سے نیچے ہر قسم کی عصبیتوں اور گروہ بندیوں کو بالائے طاق رکھنے اور ان سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف پاکستانی بننے کی نصیحت فرمائی اور اسے ہی نصب العین قرار دیا۔ وہ جانتے تھے کہ جمہوریت اور پاکستانیت ہی اس نوزائیدہ قوم کو ایک مضبوط و مستحکم قوم بننے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور اس قوم کی سلامتی و یک جہتی بھی انہی سے وابستہ ہے۔ یہی فکر اور نصب العین قائداعظمؒ کی میراث ہے جس کا تحفظ و فروغ ہر محبِ وطن پاکستانی کا فریضہ بنتا ہے۔

قائداعظم کی وفات کے بعد مخالفینِ پاکستان کی بن آئی وہ پہلے سے زیادہ متحرک ہو گئے اور بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان کے حمایتی دھڑے کے اندر سے بھی موقع پرست اور انا پرست عناصر ان افعال میں ملوث ہو گئے جو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر اس قوم کے استحکام و یک جہتی کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کا موجب بنے۔

آج اگر ہم جمہوریت اور پاکستانیت کے حوالے سے ماضی اور حال کے تناظر میں قومی منظر پر نگاہ ڈالیں تو تصویر زیادہ واضح ہوتی چلی جائے گی۔ اس ضمن میں پہلے ہم جمہوریت کے حوالے سے سیاسی جماعتوں اور سیاست دانوں کے کردار کا جائزہ لیں گے۔ آج ہمارے سامنے قومی سطح پر سیاست کے دو بڑے دھڑے موجود ہیں۔ ایک طرف ملک کی سب سے بڑی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی ہے دوسری طرف پارلیمانی متحدہ حزبِ اختلاف یعنی سی او پی ہے جس کی منزل بہ منزل تشکیل کچھ اس طرح ہے کہ اقتدار کے بل بوتے پر پیپلز پارٹی کے مقابلہ کے لیے بنائی جانے والی مسلم لیگ نے اس امر کا احساس ہو جانے پر کہ وہ تنہا پیپلز پارٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتی نے دیگر آٹھ جماعتوں کے تعاون سے اسلامی جمہوری اتحاد کے نام سے ایک انتخابی اتحاد قائم کیا مگر الیکشن ۸۸ء میں اتحاد کے باوجود پی پی پی کے خلاف مقابلے کی پوزیشن حاصل نہ کر سکنے کی بنا پر آزاد ممبران اسمبلی کے علاوہ مزید سات جماعتوں کے ساتھ مل کر سی او پی تشکیل دیا جو سولہ جماعتوں کے باہمی تعاون سے تشکیل پایا اور اس طرح قومی سیاست کے دو بڑے حریف یا دھڑے وجود میں آ گئے۔

جمہوریت کے حوالے سے اگرچہ اس وقت متذکرہ دونوں بڑے گروپ جمہوریت پسندی کے دعویدار ہیں لیکن دونوں کے اعمال و افعال میں ایک واضح فرق موجود ہے۔ اور چونکہ قول و فعل میں سے فعل یعنی عمل ہی ایک ایسی چیز ہے جسے سامنے رکھ کر بہتر تجزیہ اور درست نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ہم کوشش کریں گے کہ دعووں کی بجائے کردار کا تجزیہ کیا جائے۔ سی او پی میں شامل جماعتوں کی اس وقت کی سب سے بڑی مشترک قدر پی پی پی کی مخالفت ہے اور شاید وہ پیپلز پارٹی کے اس مزاج و کردار کہ جس میں جمہوریت پسندی اور پاکستانیت کا عنصر شامل ہے عدم مطابقت کی بنا پر ہی اکٹھے ہو گئے ہیں۔ ورنہ ان جماعتوں کے درمیان پائے جانے والے تضادات و اختلافات اس نوعیت کے ہیں کہ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک و تعاون ظاہراً محال نظر آتا ہے۔

سی او پی کے روحِ رواں اسلامی جمہوری اتحاد کا دعویٰ چاہے کچھ بھی ہو اس کے ماضی قریب کا کردار تو کسی مقام پر بھی جمہوریت کے حق میں نظر نہیں آتا اور اس میں شامل جماعتیں اور سیاستدان تو تقریباً سبھی وہی ہیں جنہوں نے جمہوریت کے خلاف آمریت کے استحکام میں جنرل محمد ضیاء الحق کا بھرپور ساتھ دیا۔ ذرا اور پیچھے چلے جائیں تو نظر آتا ہے کہ آئی جے آئی کی دیگر جماعتیں تو شروع شروع میں شاید مخالفینِ پاکستان کے زمرے میں آنے اور کمزور ہونے کی وجہ سے کوئی قابلِ ذکر سیاسی رول ادا کرنے کے قابل ہی نہ تھیں۔ مگر اس اتحاد کی مرکزی قوت یعنی مسلم لیگ کے نام لیوا سیاست دانوں کا کردار بھی قائداعظم کی رحلت کے بعد جمہوریت اور اصول پرستی سے دور ہی رہا۔ قوم کو معاملاتِ سیاست و اقتدار میں کبھی شریک نہ ہونے دیا گیا نہ ہی کبھی عوام کا اعتماد حاصل کیا۔ اوپری سطح پر جوڑ توڑ ہی ان کا معمول رہا۔ اصول پرستی کا یہ عالم تھا کہ مرغ باد نما کی طرح ہوائے اقتدار کے ساتھ ساتھ رخ بدلتے رہے سول بیوروکریٹ غلام محمد سے تعاون ہو یا سکندر مرزا سے مسلم لیگ چھوڑ کر ری پبلکن پارٹی میں شامل ہونا ہو یا ایک آمر کی کنونشن مسلم لیگ کے نام سے موسوم ذاتی جماعت میں شمولیت غرضیکہ اقتدار سے چمٹے رہنے کے لیے سب کچھ کیا گیا مگر پھر بھی اس بات پر مصر ہیں کہ وہ قائداعظم کی فکر و سیاست کے وارث ہیں۔ (روزنامہ مشرق سے شکریہ کے ساتھ)

احبابِ کرام سے :-

انجمن کے ہر دو اخبارات "پیغام صلح اور دی لائٹ" احباب کرام کے چندہ سے چلائے جا رہے ہیں۔ طباعت کے گراں اخراجات کی وجہ سے مالی مشکلات بھی پیش آتی رہتی ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ اپنا چندہ باقاعدگی سے خزانہ انجمن میں جمع کرائیں۔ (ادارہ)

ترتیب : مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب،

صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی مختصر سوانح حیات

کابل میں آپ پر کیا گزری ؟

کابل پہنچنے پر آپ کو شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ امیر کے حکم پر آپ کو جب اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پھر آپ کو احمدیت کی تبلیغ نہ کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ مجھے اس زمانہ کے امام اور مسیح موعود کا حکم ہے کہ میں نے جو حق پایا ہے اس کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں۔ امیر کے بار بار اصرار پر آپ نے بھی بار بار یہی جواب دیا کہ میں حق کا پیغام پہنچانے سے کیونکر باز آسکتا ہوں ؟

جب اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو امیر نے ملاؤں کی تجویز پر آپ کے ساتھ اس مسئلہ پر مباحثہ کا حکم دیا۔ حضرت شہید مرحوم نے فرمایا کہ مباحثہ عوام کے سامنے ہوگا۔ لیکن ملّا اس طرح حق کے واضح ہو جانے کے خوف سے تقریری مباحثہ سے کتراتے اور تحریری مباحثہ پر زور دیتے رہے تاکہ عوام کو معلوم نہ ہو سکے کہ دونوں طرف سے کیا سوال و جواب ہوئے اور کیا کیا دلائل دیئے گئے۔ امیر کابل چونکہ عوام پر ملاؤں کے زبردست اثر کی وجہ سے خائف تھا اس لیے اس نے بھی تحریری مباحثہ کا حکم دیدیا۔ تحریری مباحثہ شروع ہوا لیکن آخر کار جب ملاؤں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حق کو باطل پر غالب آتے دیکھ کر انہوں نے اپنے ترکش سے آخری تیر نکالا اور آپ پر کافر اور مرتد ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔ جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ اور آج بھی ہو رہا ہے۔ اس فیصلہ کے سامنے امیر بھی مجبور ہو گیا۔ اس نے پھر حضرت شہید مرحوم سے کہا کہ مجھے اپنی حکومت میں آپ جیسے متقی عالم فاضل اور خدا رسیدہ انسان کی موجودگی پر فخر ہے۔ آپ میرے دربار کے ایک بیش قیمت موتی ہیں۔ آپ مرزا قادیانی کا انکار کر دیں اور اسکی تبلیغ سے باز آجائیں۔ اس پر آپ نے پھر فرمایا کہ میں نے جو حق پالیا ہے اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور میں اس کی ہر قیمت پر اور اپنی زندگی کے آخری دم تک تبلیغ کرتا رہوں گا۔ آپ کا یہ جواب سن کر امیر غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا۔ اور کہا اسے میرے سامنے سے دور کر دو۔ چنانچہ آپ کو جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں ڈال کر طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دی گئیں۔ گلے میں بھاری زنجیر پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں۔ اس کوٹھڑی پر پہرہ دینے والے بتاتے تھے کہ کوٹھڑی میں ہر وقت روشنی ہوتی تھی۔ زنجیریں ایک طرف پڑی ہوتی تھیں اور صاحبزادہ صاحب اپنی عبادت میں مشغول ہوتے تھے واللہ اعلم بالصواب۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر طوق و سلاسل پہننے والوں کے بوجھ وہ اپنے فرشتوں کے ذریعے آپ اتروا دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے وجعلنا له نوراً یمشی به فی الناس ہم اپنے چاہنے والوں کو وہ نور اور روشنی عطا کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے اس راز کو کیا جانیں۔

۲۔ تذکرۃ الشہادتین سے آپ کی گرفتاری سے شہادت تک کے واقعات سے متعلق اقتباسات :

حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

"ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف علاقہ کابل سے قادیان میں آکر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لیے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اب جیسا کہ معتبر ذرائع سے اور خاص دیکھنے والوں کی معرفت مجھے معلوم ہوا ہے قضاء و قدر سے یہ صورت پیش آئی۔ کہ مولوی صاحب جب سرزمین علاقہ ریاست کابل کے نزدیک پہنچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جو آن کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ اگر آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں تو امیر صاحب کے پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں۔ بلا اجازت اس لیے تشریف نہ لے گئے کہ وقت سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہرنے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ سو انہوں نے مناسب سمجھا کہ بریگیڈیر محمد حسین کو خط لکھا جائے تا وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گذار کر دیں اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کے لیے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہو گئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لیے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لیے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کے رو سے اس امر کو ضروری سمجھا۔ جب یہ خط بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت پیش نہ کیا مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا۔ امیر صاحب نے بریگیڈیر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے اس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کو لکھا وہ افسر ڈاکخانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا۔ چونکہ قضاء و قدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرۂ شہدا داخل ہو چکا تھا اس لیے امیر صاحب نے ان کے پیچھے بلانے کے لیے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ۔ اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب

جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گذرے تو گذرنے پر جاتے تھے اور ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکا دے کر بلایا ہے۔ اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گذرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری ان کے گرفتار کرنے کے لیے حاکم خوست کے نام آ چکا تھا۔ غرض جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کر رکھا تھا۔ اس لیے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کر دو اور زنجیر اغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کی ہوتی ہے۔ گردن سے کمر تک گھیر لیتی ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگا دو۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحب علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے۔ میں نے پوری تحقیق سے معلوم کر لیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید ہونے کی حالت میں بارہا یہی جواب دیا اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے۔ اس لیے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص جو کئی لاکھ روپے کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور قریباً قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل و عیال اور عزیز اور فرزند رکھتا تھا پھر یکدفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ طاری پڑتا ہے ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان اور وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے بالخصوص جس حالت میں

اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم کر لوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا ہے اس لیے چند روزہ زندگی کے لیے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہو گی کہ ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لیے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔

اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار و عدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لیے توجہ دلائیں لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک بازو تھا اور ہزارہا انسان اس کے معتقد تھے اور جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا اور یہ خوف ہو رہے کہ آجکل ایک طور سے عنان حکومت کابل کے مولویوں کے ہاتھ میں ہے اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں پھر ممکن نہیں کہ امیر اس کے برخلاف کچھ کر سکے پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف اس امر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ آپ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں اور اس عقیدہ سے توبہ کریں تب آپ عزت سے رہا کر دیے جائیں گے اور اسی نیت سے اس نے شہید مرحوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا متواتر فہمائش کا موقعہ ملتا رہے۔

جب چار مہینے قید کے گذر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لیے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی مرزا قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کر دو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدہ کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے۔ اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے . . .

(باقی آئندہ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرٹری کالج کچا رشیدہ روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

مؤرخہ
۱۵۔اگست ۱۹۹۰ء
تا
۱۵۔ستمبر ۱۹۹۰ء
جلد نمبر: ۷۳
شمارہ نمبر: ۱۶، ۱۷، ۱۸

صرف احباب سلسلہ کے لیے

ایمانِ کامل کا مزا ہم وغم ہی کے دنوں میں آتا ہے

بیعت کی اصل غرض یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی محبت میں ذوق وشوق پیدا ہو۔ اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو کر اس کی جگہ نیکیاں پیدا ہوں۔ جو شخص اس غرض کو ملحوظ نہیں رکھتا اور بیعت کرنے کے بعد اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرنے کے لیے مجاہدہ اور کوشش نہیں کرتا جو کوشش کا حق ہے اور پھر اس قدر دعا نہیں کرتا جو دعا کرنے کا حق ہے تو وہ اس اقرار کی جو خداتعالیٰ کے حضور کیا جاتا ہے سخت بے حرمتی کرتا ہے اور وہ سب سے زیادہ گنہگار اور قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ پس یہ ہرگز نہ سمجھ لینا چاہیے کہ بیعت کا اقرار ہی ہمارے لیے کافی ہے اور ہمیں کوشش نہیں کرنی چاہیئے مثل مشہور ہے جو ئندہ یابندہ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیے کھولا جاتا ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ ہماری طرف آتے ہیں اور ہمارے لیے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم ان کے واسطے اپنی راہ کھول دیتے ہیں اور صراطِ مستقیم پر چلا دیتے ہیں لیکن جو شخص کوشش ہی نہیں کرتا وہ کس طرح اس راہ کو پا سکتا ہے۔ خدایابی اور حقیقی کامیابی اور نجات کا بھی یہی گر اور اصول ہے انسان کو چاہیئے کہ خداتعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے سے تھکے نہیں نہ درماندہ ہو اور نہ اس راہ میں کوئی کمزوری ظاہر کرے

تم لوگوں نے اس وقت خداتعالیٰ کے حضور میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے ایسا نہ ہو کہ یہ توبہ تمہارے لیے باعث برکت ہونے کی بجائے لعنت کا موجب ہو جائے۔ کیونکہ اگر تم لوگ مجھے شناخت کر کے بھی اور خداتعالیٰ سے اقرار کر کے بھی اس عہد کو توڑتے ہو تو پھر تم کو دوہرا عذاب ہے کیونکہ عمداً تم نے معاہدہ کو توڑا ہے۔ دنیا میں جب کوئی شخص کسی سے عہد کر کے اسے توڑتا ہے تو اس کو کس قدر ذلیل اور شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ وہ سب کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ پھر جو شخص خداتعالیٰ سے عہد اور اقرار کر کے توڑے وہ کس قدر عذاب اور لعنت کا مستحق ہوگا۔

پس جہاں تک تم سے ہو سکتا ہے اس اقرار اور عہد کی رعایت کرو اور ہر قسم کے گناہوں سے بچتے رہو۔ پھر اس اقرار پر قائم اور مضبوط رہنے کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو وہ یقیناً تمہیں تسلی اور اطمینان دے گا۔ اور تمہیں ثابت قدم کرے گا۔ کیونکہ جو شخص سچے دل سے خداتعالیٰ سے مانگتا ہے اسے دیا جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم میں سے بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو میرے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے واسطے قسم قسم کے ابتلاء اور مشکلات پیش آئیں گے ۔۔۔۔۔۔ دیکھو ۔۔۔ صحابہؓ کو تھوڑے ابتلاء پیش آتے تھے ان کو اپنا وطن، مال و دولت، اپنے عزیز رشتہ دار، سب چھوڑنے پڑے لیکن انہوں نے خداتعالیٰ کی راہ میں ان چیزوں کو مری ہوئی مکھی کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ خداتعالیٰ کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ پر خداتعالیٰ نے بھی ان کی کس قدر قدر کی اس سے وہ خسارہ میں نہیں رہے۔ بلکہ دنیا و آخرت میں انہوں نے وہ فائدہ پایا جو اس کے بغیر انہیں مل سکتا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اگر کوئی ابتلاء آوے تو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ابتلاء مومن کے ایمان کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت روح میں عجز و نیاز اور دل میں ایک سوزش اور جلن پیدا ہوتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس کے آستانہ پر پانی کی طرح گداز ہو کر بہتا ہے۔ ایمانِ کامل کا مزا ہم وغم ہی کے دنوں میں آتا ہے۔

(ملفوظات جلد ہفتم)

دُعائیہ کی تاریخیں

۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء

مقرر ہوئی ہیں۔ احباب وخواتین اور نوجوانانِ سلسلہ ابھی سے تیاری کرلیں۔

پندرہ روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۵ اگست تا ۱۵ ستمبر ۱۹۹۰ء

قائدِ اعظم محمد علی جناح رح

حضرت بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی اس ماہ برسی منائی گئی ہے۔ آج سے چالیس سال پہلے ان کی وفات کے موقعہ پر ہم نے حصول پاکستان کے سلسلہ میں آپکی جدوجہد اور اس عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا :-

"قائداعظم نے اپنی زندگی میں جو عظیم الشان کیرکٹر ہمارے سامنے رکھا خلوص و ایثار کا جو بے نظیر نمونہ پیش کیا وہ ہر ایک کے لیے ایک درس عبرت رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جب ایک طرف انگریز، غلامی سے کسی طرح آزاد کرانے کے لیے تیار نہ تھا اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے پاکستان کی تحریک کو ختم کر کے انہیں ہندوؤں کی غلامی میں دینے کے لیے آمادہ تھا اور دوسری طرف ہندو قوم اپنی مکارانہ چالوں اور سیم و زر سے بھری ہوئی ہمیانیوں کے ذریعہ بعض بڑے بڑے مسلمانوں اور خود انگریزوں کو بھی خریدنے میں کامیاب ہوگئی تھی قائداعظم ہی تھے جن کے سامنے نہ جواہر لال نہرو اور گاندھی کی فریب بھری تدابیر کامیاب ہوئیں نہ زر و جواہر کے انبار اس مستقل مزاج اور مخلص انسان کی گردن کو ذرہ بھر جھکانے میں کامیاب ہوئے۔ لوگ ان کی مستقل مزاجی کو ضد اور ہٹ خیال کرتے اور انہیں ایک ضدی انسان سمجھتے رہے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کی یہ مستقل مزاجی ہی آخر کار ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کو ہندو اور انگریز دونوں کی غلامی سے بیک وقت چھڑانے اور ایک عظیم الشان مملکت کا مالک بنانے کا موجب ہوئی۔ اگر آپ ذرہ بھر بھی جھک جاتے یا ہندوؤں کی باریک ترین چالوں اور تدابیر کو جو ہمیشہ کے لیے ان کی غلامی میں لے جانے کا موجب ہو سکتی تھیں اپنی بالغ نظری سے بھانپ نہ لیتے اور اپنی خداداد قابلیت سے ان کا تار و پود نہ بکھیر دیتے یا کوئی طمع و لالچ آپ کے جذبۂ خلوص کو ایک ذرہ بھر بھی جنبش دے سکتا تو آج ملت پاکستان آزادی تو ایک طرف، پرلے درجے کی ذلت و نکبت کے اندر دبی ہوئی ہوتی۔ یہ خدا کا اپنا کام تھا جو اس نے حضرت قائداعظم رح سے لیا اور اس کی وجہ سے نہ صرف موجودہ مسلمان بلکہ آئندہ نسلیں بھی ان کی روح پرفتوح پر سلام بھیجتی رہیں گی۔"

پھر پاکستان بننے کے بعد قائداعظم رح نے اپنی تقاریر میں قوم کو جو سبق مختلف موقعوں پر پڑھایا اس کے جستہ جستہ اقتباسات سن لیجئے۔

۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو افسران حکومت سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"جس پاکستان کے حصول کے لیے ہم نے گذشتہ دس برس جدوجہد کی ہے آج بفضل خدا ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے مگر کسی قومی ریاست کو معرض وجود میں لانا مقصود بالذات نہیں ہو سکتا بلکہ کسی مقصد کے حصول کے ذریعہ کا درجہ رکھتا ہے ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں

کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقعہ ملے۔"

۱۳۔ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

اسی کالج میں ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"یاد رکھیے ہم ایک ایسی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پوری اسلامی دنیا کی تقدیر بدل دینے میں اہم کردار ادا کرنے والی ہے ہمیں وسیع تر اور بلند تر بصیرت کی ضرورت ہے۔ ایسی بصیرت جو صوبائیت، قوم پرستی اور نسل پرستی کی حدود سے ماوراء ہو۔ ہم سب میں حُب وطن کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے جو ہم سب کو ایک متحد اور مضبوط قوم کے رشتے میں پرو دے۔"

۲۵۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو چٹاگانگ میں سرکاری ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"آپ عوام کو سمجھنے کی کوشش کیجیئے۔ محبت، شفقت اور ملنساری سے ان کے معاملات کو سلجھائیے۔ کبھی کبھی کسی ضدی اور باتونی شخص سے مل کر آپ کو تکلیف ہوگی جو بار بار ایک ہی بات کی رٹ لگائے گا لیکن برداشت کیجیئے صبر و تحمل سے کام لیجیئے اور اسے احساس دلائیے کہ اس کے ساتھ انصاف ہوگا۔ ضرور ہوگا۔"

۱۴۔ فروری ۱۹۴۸ء کو سبی میں افسرانِ حکومت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے ضمیر سے بڑی کوئی قوت روئے زمین پر نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب آپ خدا کے روبرو پیش ہوں تو آپ پورے اعتماد سے کہہ سکیں کہ آپ نے اپنا فرض انتہائی ایمانداری، وفاداری اور صمیم قلب سے انجام دیا ہے۔"

۲۶۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں ہے۔ آزادی کا مفہوم یہ نہیں کہ دوسرے لوگوں اور مملکت کے مفادات کو نظر انداز کر کے آپ جو چاہیں کریں

آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور پہلے سے کہیں زیادہ۔ اب یہ ضروری ہے کہ آپ ایک منظم قوم کی طرح کام کریں۔ اسوقت ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے اندر تعمیری جذبہ پیدا کریں۔"

۲۱-مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ تلقین کی کہ:

"میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں۔ میں مانتا ہوں کہ یہ اپنی جگہ وحدتیں ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کیا آپ وہ سبق بھول گئے ہیں جو تیرہ سو سال پہلے آپ کو سکھایا گیا تھا۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں کہوں گا یہاں آپ سب باہر سے آئے ہوئے ہیں بنگال کے اصل باشندے کون تھے؟ یقیناً وہ ہرگز نہیں جو آجکل بنگال میں رہتے ہیں۔ اپس یہ کہنے کا آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں، ہم سندھی ہیں، ہم پٹھان ہیں؟ نہیں ......"

قائداعظم علیہ الرحمۃ کی ان تقاریر کو پڑھیے اور بار بار غور سے پڑھیے اور موجودہ حالات پر انہیں منطبق کیجیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کہاں تک آپ کی ان [illegible] پاکستان کی ترقی اور مضبوطی کا موجب ہو سکتی ہیں عمل پیرا ہیں۔ کہاں تک اپنے آپ کو پاکستانی پہلے اور پنجابی، سندھی، بنگالی وغیرہ پیچھے سمجھتے ہیں۔ کہاں تک ہمارے لیڈر اور افسران حکومت اپنے آپ کو خدام خلق سمجھتے ہوئے اسی جذبہ و خلوص کے ساتھ عوام کے ساتھ پیش آتے ہیں جس کی تلقین بابائے قوم نے فرمائی تھی۔ یہ ہلڑ بازی اور یہ بے لگام آزادی جو آج ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں کیا یہ منظم قوم کا طریق عمل ہو سکتا ہے؟

---

* جشن صد سالہ پر ڈاک ٹکٹوں کا اجراء

گیانا (جنوبی امریکہ) کی حکومت نے بین الاقوامی احمدیہ جشن صد سالہ کی تقریبات منعقدہ جولائی ۱۹۸۹ء کے حوالہ سے ڈاک کے خاص ٹکٹوں کا اجراء کیا ہے۔ جن کو محکمہ ڈاک کی طرف سے خاص توجہ اور دلچسپی سے تقسیم کیا گیا ہے۔

* بین الاقوامی احمدیہ کنونشن کا انعقاد

برلن (مغربی جرمنی) سے آمدہ اطلاعات کی رو سے ۱۲ سے ۱۴ جولائی ۱۹۹۱ء کو عالمی کانفرنس کا انعقاد ہونا قرار پایا ہے۔ اس سلسلہ میں امام برلن مشن پروگرام تشکیل دے رہے ہیں۔ جماعت ہائے احمدیہ سے تعلق رکھنے والے جو احباب اس کانفرنس میں شرکت کرنا چاہتے ہوں وہ اپنے پروگرام سے مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیں

مکرم چوہدری سعید احمد
انچارج برلن مشن
برائنر سٹراس ۷/۸، ۱۰۰۰-D برلن ۳۱

* امریکہ میں کامیاب کنونشن

نیویارک سے آمدہ اطلاع کے مطابق پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت یکم اور ۲ ستمبر کو جماعت کی کنونشن منعقد ہوئی۔ احباب جماعت نے اپنے عزیزوں اور احباب کی معیت میں نہایت دلچسپی سے اس میں شرکت کی اور کامیاب اجتماعات ہوئے۔ تفصیلی رپورٹ آنے پر احباب کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔

--- +++ ---

اپیل برائے دعائیہ فنڈ ۱۹۹۰ء

احباب وخواتین سلسلہ!

مزاج شریف! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا دعائیہ اجتماع ۲۵ تا ۲۸-دسمبر ۱۹۹۰ء ہو رہا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ نے اپنی جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور انکی معلومات وسیع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے انکی معرفت ترقی پذیر ہو علاوہ ازیں اسکے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں جو صرف اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں اس لیے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بجد ضروری ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے اور عام طور پر ہر فرد کے لیے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں خدمت دین اور فلاح جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیش نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

منصور احمد
آنریری جنرل سیکرٹری۔ انجمن
دارالسلام۔ لاہور

اِرشاداتِ حضرتِ بانیٔ سلسلہ

تم دُنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو

اور تم اپنے اعمال اور افعال سے ثابت کر کے دکھا دو کہ واقعی تم نے سچی تبدیلی کر لی ہے۔ تمہاری مجلسوں میں وہی ہنسی اور ٹھٹھا نہ ہو جو دوسرے لوگوں کی مجلسوں اور محفلوں میں پایا جاتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ زمین و آسمان کا خالق ایک خدا ہے وہی خدا ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ کوئی شخص دنیا میں کسی قسم کی راحت اور کوئی نعمت حاصل نہیں کر سکتا مگر اسی کے فضل و کرم سے ایک تنکا بھی اسکے فضل کے بغیر ہرا نہیں رہ سکتا۔ اس لیے ہر وقت اسی سے سچا تعلق پیدا کرے اور اسی کی رضا جوئی کی راہوں پر مضبوط قدم رکھے اگر وہ اس بات کی پابندی کریگا تو یقیناً اسے کوئی غم نہیں ہے ہر قسم کی راحت، صحت، عمر و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہے جب انسان کا وجود ایسا نافع اور سودمند ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا جیسے باغ میں کوئی درخت عمدہ پھل دینے والا ہو تو اسے باغبان کاٹ نہیں ڈالتا بلکہ اسکی حفاظت کرتا ہے اسی طرح نافع اور مفید وجود کو اللہ تعالیٰ بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا۔۔۔۔ جو لوگ دنیا کے لیے نفع رساں لوگ بنتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی عمریں بڑھا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جو سچے ہیں اور کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور فرمانبردار بندے ایسی بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں پس اس بات کو کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ نری بیعت اور اقرار سے کچھ نہیں بنتا بلکہ انسان زیادہ ذمہ دار اور جوابدہ ہو جاتا ہے۔ اصل فائدہ کے لیے ضرورت ہے حقیقی ایمان اور پھر اس ایمان کے موافق اعمالِ صالحہ کی۔ جب انسان یہ خوبی اپنے اندر پیدا کرتا ہے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متقی حقیقی مومن اور اس کے غیر میں ایک امتیاز رکھ دیا جاتا ہے اسے ممتاز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کا نام۔۔۔۔ فرقان ہے آخرت میں بھی مومن اسی فرقان سے شناخت کیے جائیں گے اس دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ مومن ہمیشہ ممتاز رہتا ہے اسکے اندر ایک سکینت اور اطمینان بخش روح ہوتی ہے۔ اگرچہ مومن کو دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں اور ہر قسم کے مصائب اور شدائد کے اندر سے گذرنا پڑتا ہے خواہ لوگ اسکے کتنے ہی بُرے نام رکھیں اور خواہ اسکے تباہ و برباد کرنے کے لیے کچھ بھی ارادے کریں لیکن آخر وہ بچایا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے عزیز رکھتا ہے اسلیئے دنیا اسکو ہلاک نہیں کر سکتی مومن اور اسکے غیر میں امتیاز ضرور ہوتا ہے۔۔ پس تم دنیا کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے اندر کو صاف کرو یہ دھوکہ مت کھاؤ کہ ظاہری رسم ہی کافی ہے۔۔۔"

(۲ نومبر ۱۹۰۴ء بمقام سیالکوٹ)

خدا تعالیٰ کی راہ میں

تکلیف اٹھا کر دعائیہ

میں ضرور شامل ہوں

اس دعائیہ میں جو کئی بابرکت مصالح پر
مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور
تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت
رکھتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ کاموں کی
پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر
ثواب دیتا ہے اور اسکی راہ میں کوئی محنت اور
صعوبت ضائع نہیں جاتی اور مکرر لکھا جاتا
ہے کہ اس (دعائیہ) کو معمولی انسانی جلسوں
کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس
کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ
حق پر بنیاد ہے۔"

(حضرت مجدد صد چہار دہم)

دعائیہ میں

شرکت کرنے والوں کیلئے

حضرت بانی سلسلہ کی دعائیں

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی مجلس کے لئے
سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو
اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور ان پر رحم کرے
اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات
ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم
دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے
مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات
کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں
اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر
اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان
کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے ذوالمجد والعطا
اور رحیم و مشکل کشا ہماری تمام دعائیں قبول کر۔"

حضرت مجدد صد چہار دہم

جماعتی خبریں

* مکتوب فیجی:

جزائر فجی سے محترم شفقت رسول خان شفیق اپنے مکتوب بنام جناب امیر جماعت میں لکھتے ہیں:

حضور کے محررہ مرسلہ ۹-اگست ۱۹۹۰ء مورخہ ۹/۸/۲۰ کو باعث کاشف حالات ہوا۔ اور باعث تسکینِ قلب ہوا۔۔ لیکن حضور ہم بندگان خدا کے کرم و فضل ہی پر انحصار رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے جو ہمارے لیے باعث راہنمائی ہو سکتا ہے۔ بندہ اپنی پوری مساعی صرف کرتا ہے کہ یہاں کے احباب خود انحصاری حاصل کریں اور اپنے مسلک پر قائم رہیں۔ احباب کو کلام پاک کی تدریس، اردو زبان کی تعلیم اور مسائل دینی سے آگاہ کرنا ہی بندہ کا فریضہ ہے۔ سو اس کے لیے شب و روز مساعی میں لگا رہتا ہوں اور حضور کی دعائیں شامل حال رہتی ہیں۔

یہاں جناب واحد خاں صاحب کی ہمشیرہ ہاجرہ بی بی رحلت فرما گئی ہیں۔ وہ کچھ عرصہ پہلے قرآن پاک اور اردو زبان کا علم حاصل کرتی رہیں حضور اس کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔

محترم حافظ شیر محمد صاحب ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی روحانی اور جسمانی محافظت فرمائے۔ خدا کے حضور ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے احباب دست بدعا ہیں۔ فیجی میں معمول کی سیاسی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن یہاں سول حکومت ہے۔ نیا دستور حال ہی میں ملک میں نافذ کیا گیا ہے جو مذہبی آزادی میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اصل باشندگانِ فیجی کو کسی حد تک زیادہ حقوق دیے گئے ہیں لیکن یہ ایک فطری امر ہے۔ لوگوں کو اپنے اپنے مذہبی خیالات کو فیجی ریڈیو سے پیش کرنے کی اجازت ہے۔

* سہ ماہی رسالہ اقراء کا تازہ شمارہ

احمدیہ انجمن ہالینڈ کی طرف سے جاری سہ ماہی رسالہ "اقراء" کا دوسرا شمارہ بابت ماہ اپریل تا جون ۱۹۹۰ء شائع ہو چکا ہے۔ زیر نظر شمارے میں دینی و تربیتی مضامین درج ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔ یہ دوسرا شمارہ پہلے شمارے سے خوب تر ہے۔ اس سلسلے میں محترم اے ایس حبینی صاحب کی مساعی لائق تحسین ہیں۔

جلسہ فنڈ

ہر ایک احمدی دوست کو جلسہ سالانہ کے اخراجات میں حصہ لینا چاہیئے اور جماعت کا کوئی فرد اس چندہ سے باہر نہیں رہنا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں ایک مکتوب بیرونی جماعتوں کو بھجوایا گیا ہے۔ جماعتوں کے سیکرٹری و صدر صاحبان ادھر خصوصی توجہ دیں۔

(ادارہ)

اپیل برائے دعائیہ فنڈ ۱۹۹۰ء

احباب و خواتینِ سلسلہ!

مزاج شریف! جیسا کہ اعلان ہو چکا ہے کہ ہمارا دعائیہ اجتماع ۲۵ تا ۲۸-دسمبر ۱۹۹۰ء ہو رہا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے اپنی جماعت کو کئی خصوصیات سے نوازا ہے۔ ان میں دعائیہ اجتماع کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دینی اور جماعتی زندگی کی بنیاد ہے اس جماعتی اجتماع کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ ہر مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور انکی معلومات وسیع ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے انکی معرفت ترقی پذیر ہو علاوہ ازیں اسکے کئی معاشرتی فوائد بھی ہیں جو صرف اجتماعات سے ہی پورے ہو سکتے ہیں اس لیے جماعت کے تمام احباب و خواتین کی بالفعل شرکت اس میں بے حد ضروری ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ افراطِ زر کی وجہ سے ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے اور عام طور پر ہر فرد کے لیے کچھ مشکلات پیدا ہو گئی ہیں خدمت دین اور فلاح جماعت کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں۔ احباب و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیش نظر دل کھول کر جلسہ فنڈ میں چندہ دیں۔ اپنی درخشندہ روایات کو قائم و جاری رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام

منصور احمد
آنریری جنرل سیکرٹری۔ انجمن
دارالسلام۔ لاہور

اخبارِ احمدیہ

٭ گیانا سے محمد انور شہید کے متعلق تازہ اطلاع :

جیسا کہ احباب جماعت احمدیہ کو معلوم ہے کہ اپریل ۱۹۸۶ء میں لندن مشن کے انچارج محترم محمد انور مرحوم کو جارج ٹاؤن (گی آنا) میں جامع احمدیہ کے افتتاح کے موقعہ پر شرکت کے بعد قاتلانہ حملہ کے ذریعہ شہید کر دیا گیا تھا۔ گی آنا پولیس جب سے ہی اس قتل کے پس پردہ سازش کے انکشاف کے لیے سرگرم عمل تھی۔ حال ہی میں گی آنا ٹائمز کے ایک شمارہ میں شائع ہونے والی ایک خبر کا ترجمہ صرف احباب جماعت کی اطلاع کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔

"جماعت المسلمین کا ایک تین رکنی گروہ گیانا کے قتل میں ملوث ہے"

گذشتہ ہفتہ حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کے بعد گیانا پولیس نے جماعت المسلمین کے تین افراد کو گیانا کے مشہور مقدمہ قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے جس میں ایک مہمان مشنری کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس گروہ سے اس سلسلہ میں تفتیش کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ تینوں افراد محمد انور کے قتل کے سلسلہ میں پولیس کو مطلوب تھے جنہیں اپریل ۱۹۸۶ء میں گولی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق ۴۸ سالہ پاکستانی نژاد محمد انور جوان دنوں ویمبلے (لندن) میں مقیم تھے۔ انہیں جارج ٹاؤن میں چند ملین ڈالر کے اخراجات سے جدید طرز پر تعمیر کی جانے والی جامع احمدیہ کے افتتاح اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد سر میں گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

گیانا پولیس کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق ایک شخص محمد انور مذکور کے قریب آیا اور سائلنسر لگے پستول سے ان کے سر پر فائر کیا۔ واقعہ قتل کے بعد گیانا پولیس کی ایک تین رکنی تحقیقاتی ٹیم نے اس سلسلہ میں ٹرینیڈاڈ کا دورہ کیا تھا۔ مگر قتل کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

٭ الیکشن کے بارے میں جماعت لاہور کا موقف :

اس بارے میں مرکزی انجمن کی طرف سے جو بیان مقامی اخبارات کو ارسال کیا گیا تھا۔ روزنامہ مشرق نے اپنی ۱۳۔ اگست ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں یوں درج کیا ہے۔

"جماعت احمدیہ لاہور جماعتی نمائندگی حاصل کرنا جائز نہیں سمجھتی"

احمدیہ انجمن نے ایک خصوصی بیان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں قادیانیوں کے لیے مخصوص اقلیتی نشستوں پر انتخابات میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ جماعت جماعتی نمائندگی حاصل کرنا جائز نہیں سمجھتی اور اس جماعت نے کسی الیکشن کے لیے اپنا کوئی نمائندہ کھڑا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی فرد جماعت کو ایسے الیکشن میں کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے۔

اس بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کا جماعت احمدیہ ربوہ کے ساتھ تنظیم و عقیدہ کے بارے میں نمایاں اختلاف ہے لیکن پاکستان کا مفاد پرست طبقہ اس کے زیر اثر عوام الناس ان ہر دو جماعتوں قادیانی اور لاہوری احمدیوں میں دیدہ دانستہ کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ جبکہ جماعت احمدیہ لاہور خالصتاً غیر سیاسی جماعت ہے لہٰذا کسی بھی انتخاب میں حصہ لینا جائز نہیں سمجھتی۔"

٭ جھنگ کے مولوی رحمت اللہ صاحب کی ضمانت :

محترم مولوی رحمت اللہ صاحب کے خلاف غلط شکایت کی بنا پر احمدیت کی تبلیغ کے الزام میں مقدمہ کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں ان کی ضمانت قبل از گرفتاری ہو گئی تھی لیکن مخالفین کی بے بنیاد شکایت پر ان کی ضمانت منسوخ کر دی گئی اور وہ تین ماہ تک قید میں رہے۔ اس دوران ان کو علاج کے لیے ہسپتال میں بھی داخل کیا گیا۔ ۲۰ ستمبر کو خدا کے فضل سے ان کی دوبارہ ضمانت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کو اس ابتلاء میں صبر و استقامت عطا فرمائے۔"

٭ سووا فجی میں ہاجرہ بی بی کی وفات :

مولانا شفقت رسول صاحب نے حضرت امیر کے نام اپنے خط میں یہ افسوسناک خبر دی ہے کہ سووا جماعت کے نہایت سرگرم اور مخلص بھائی محترم واحد خان صاحب کی ہمشیرہ ہاجرہ بی بی کا اگست میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے اعزا و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

٭ احمدیہ انجمن شمالی امریکہ کی نیویارک میں کنونشن

احمدیہ انجمن شمالی امریکہ کی نیویارک میں کنونشن یکم اور ۲ ستمبر ۹۰ء کو ہوئی۔ میزبانی کے فرائض نیویارک جماعت نے ادا کیے۔

نیویارک جماعت کے امام محترم عبدالرشید صاحب نے کنونشن کو کامیاب بنانے میں جس خلوص اور سرگرمی سے حصہ لیا وہ ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے نیویارک میں مرکز کی عمارت اور قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کے لیے اپیل کے جواب میں تقریباً ۵۰ ہزار ڈالر کی رقم اکٹھی ہوئی۔ اس کنونشن میں امریکہ کے مختلف حصوں کے علاوہ کینیڈا، ٹرنی ڈاڈ، اور گیانا اور سرینام سے بھی نمائندوں نے شرکت کی۔ کنونشن ہر لحاظ سے نہایت کامیاب رہا۔

دُعائیہ

انجمن احمدیہ لاہور کا سالانہ دعائیہ قریب ہے۔ کیا آپ نے اس میں شرکت کی تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں؟

~~***~~

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جلد: ۷۳
شمارہ: ۲۰
بتاریخ
۱۵ر اکتوبر ۱۹۹۰ء

پندرہ روزہ
پیغامِ صلح
لاہور

تار کا پتہ: تبلیغ
ٹیلی فون نمبر

مدیر: ریاض احمد

صرف احباب جماعت کے لیے

اسماء مبارک محمدؐ اور احمدؐ میں حکمتِ الٰہی

"اُس خدا کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لیے بنایا اور اپنی ذات کے ساتھ ان کی بے آرامی کو دور کیا اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب اور نئی طرز کا اور محکم بنایا۔ اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا۔

اور اس کے رسول امّی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کیے گئے تھے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علت غائی ہیں اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اول درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوت کے علم ختم ہو گئے اور آپؐ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپؐ کو عطا ہوا ان تمام وجوہ سے آپؐ خاتم الانبیاءؐ ٹھہرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی طرف آپؐ کو بھیجا اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کے لیے آپ کو پسند فرمایا اور خداوند تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجنابؐ کو معطر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا۔ خدا نے اپنے پاس سے آپؐ کو علم دیا اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا اور اپنے پاس سے معرفت بخشی اور اپنے پاس سے پاک کیا اور اپنے پاس سے ادب سکھلایا اور بزرگی کے پانی سے اپنے پاس سے نہلایا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خدا کی تعریف کرنا واجب ہو گیا جو اسکے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی اور ہر ایک کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا اور اپنے پاس سے اُس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی۔"

(نجم الہدیٰ مصنفہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

مرسلہ: جناب فخر الدین احمد، راولپنڈی

دُعائیہ

احمدیہ انجمن لاہور کا دعائیہ قریب ہے کیا آپ نے اسمیں شمولیت کی تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں؟

پندرہ روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء

انتخابات

پاکستان کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات اس ماہ کی ۲۴۔ اور ۲۷ تاریخ کو منعقد ہو رہے ہیں جس میں ملک کی سیاسی، مذہبی سماجی اور اقلیتی جماعتیں انفرادی یا اتحادی صورت میں حصہ لے رہی ہیں ملکی سطح پر سیاسی انتخابات کے بارے میں جماعت احمدیہ لاہور کا جو مؤقف ہے وہ پیغام صلح کے گذشتہ شمارے اور ملکی روزناموں کے حوالہ سے مشتہر ہو چکا ہے۔ وہ یہ کہ یہ جماعت جماعتی نمائندگی حاصل کرنا جائز نہیں سمجھتی اور جماعت نے کسی الیکشن کے لیے اپنا کوئی نمائندہ کھڑا نہیں کیا اور نہ ہی کسی فرد جماعت کو ایسے الیکشن میں کھڑا ہونے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ کہ جماعت احمدیہ لاہور کا جماعت احمدیہ ربوہ کے ساتھ تنظیم و عقیدہ کے بارے میں نمایاں اختلاف ہے لیکن مفاد پرست اور اس کے زیر اثر عوام الناس ان ہر دو جماعتوں۔ قادیانی اور لاہوری۔ میں کوئی فرق نہیں سمجھتے جبکہ جماعت احمدیہ لاہور خالصتاً غیر سیاسی جماعت ہے لہٰذا یہ کسی بھی انتخاب میں حصہ لینا جائز نہیں سمجھتی۔ بہرحال پاکستان کا موجودہ انتخابی ماحول انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتوں کی گرما گرمی۔ آویزش اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور مات کرنے کے جوش و خروش کے باعث بڑی بے اطمینانی اور بدامنی کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اور لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، قتل و غارت سمگلنگ، ڈاکہ، دھونس دھاندلی دہشت گردی۔ اغوا اور تاوان وغیرہ ایسے سماجی اور اخلاقی حالات اور امن عامہ کے مسائل اپنے بھرپور بداثرات کے ساتھ ملک کے اکناف و اطراف میں پھیل چکے ہیں جن کے سامنے انتظامیہ بے بس نظر آتی ہے۔ سرکاری شعبوں میں رشوت، سفارش، اقربا نوازی، اور سیاسی حوالہ سے ہر قسم کا مفاد وباء کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ علاقائی صوبائی لسانی، جماعتی۔ گروہی اور فرقہ وارانہ عصبیتیں اپنا منہ کھولے کھڑی ہیں۔

اس اندرونی خلفشار اور اختلاف نے ملک و قوم کی اندرونی حالت کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ پاکستانی قوم کی اس روبہ زوال صورتحال سے پاکستان دشمن عناصر و ممالک کو اپنی کارسازیاں تیز کرنے کا غنیمت موقعہ مل گیا ہے۔ چنانچہ ہماری ملکی سرحدوں پر دشمن اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ چڑھ آیا ہے۔ اور متنازعہ علاقہ مقبوضہ کشمیر میں مسلم آبادی پر جو قیامت برپا کر رکھی ہے۔ اور وہاں جو گھر گھر آگ لگا رکھی ہے اس کے حوالہ سے الیکشن زدہ پاکستانیوں کے اقوال و اعمال پر نظر ڈالی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تک اس کی آنچ تک نہیں پہنچی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الیکشن کے یہ ایام بخیر و خوبی گذار دے اور ملک و قوم پر وارد یہ آزمائش و ابتلاء کی گھڑیاں ٹال دے۔ امن و اطمینان کا ماحول پیدا ہو ملک و وطن کو تحفظ و سلامتی عطا ہو۔

، ، ، ، ، ، ،

جماعت احمدیہ لاہور کے جید عالم اور محقق حافظ مولانا شیر محمد صاحب انتقال فرما گئے،

۱۲ر اکتوبر جمعہ کی شام کو اچانک یہ اندوہناک خبر خوشاب سے موصول ہوئی کہ محترم حافظ مولانا شیر محمد صاحب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی میت خوشاب سے لاہور لائی گئی۔ دوسرے دن ہفتہ کو صبح ۹ بجے جامع دارالسلام میں حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی اقتداء میں محترم حافظ صاحب مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اور پھر انہیں قبرستان دارالسلام میں سپرد خاک کیا گیا۔ لاہور کے علاوہ دور دراز سے دیگر شہروں سے بھی احباب جماعت نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے اور اپنے نہایت محترم اور جید عالم کا آخری دیدار کیا جس کی زندگی کا ہر لمحہ تحریک احمدیہ کے نظریات اور افکار " " کے لیے وقف تھا۔ قبرستان میں حضرت امیر نے محترم حافظ صاحب مرحوم کے لیے ایک مرتبہ پھر نہایت رقت سے دعائے مغفرت مانگی اور ان کی علمی اور دینی خدمات کو شاندار نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اور ہر زبان پر حافظ صاحب مرحوم کے اخلاص اور ایثار کا ذکر تھا۔

خداوند قدوس حافظ صاحب مرحوم پر اپنی ہزار در ہزار رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا ان کے لواحقین کو اس عظیم صدمہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے اور ان کو اپنی خاص رحمتوں سے نوازتا رہے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ ، ، ،

جماعتی خبریں:

* الحمد للہ امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب حسب معمول خدمات دینیہ اور جماعتی امور کی انجام دہی میں مصروف کار ہیں احباب جماعت ان کی صحت و سلامتی کے لیے خصوصی دعائیں جاری رکھیں۔
* ہمارے محترم بزرگ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کمزوری صحت کے باوجود خطبات کے لیے دارالسلام متواتر تشریف لاتے ہیں۔ احباب ان کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا فرمائیں۔
* وفات:

چک ۸ جنوبی کے چوہدری نور محمد صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک عرصے تک انجمن کے واعظ کے طور پر فیصل آباد میں فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

* دفتر انجمن کے کارکن چوہدری غلام حیدر صاحب کے سسر چوہدری فتح محمد صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا جنازہ حضرت امیر نے دارالسلام میں پڑھایا اور مرحوم کی تدفین دارالسلام کے قبرستان میں کی گئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب مرحومین کے لیے دعائے مغفرت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔
* محترم مرزا عبداللطیف صاحب ان دنوں بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ عاجلہ کے لیے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔
* محترم عبدالحی خان صاحب از سفید ڈھیری جو ہماری انجمن کی مجلس معتمدین کے ممبر ہیں ان کے دو نوجوان صاحبزادے صادق احمد اور خورشید احمد اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے کہ ایک نوجوان نے پاس پڑے گرنیڈ کو اٹھایا جو فوراً پھٹ گیا اور صادق احمد موقعہ پر جاں بحق ہو گیا جبکہ خورشید احمد شدید زخمی ہو کر ہسپتال میں ہے۔ اس افسوسناک حادثہ پر ادارہ کو محترم عبدالحی خان صاحب اور دیگر لواحقین سے گہری ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ شہید صادق احمد کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور زخمی خورشید احمد کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ شہید صادق احمد کا جنازہ غائبانہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اقتداء میں دارالسلام میں ادا کیا گیا احباب دعائے مغفرت کی التماس ہے

، ، ، ،

ترتیب : مکرم پروفیسر خلیل الرحمان صاحب،

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؒ کی مختصر سوانح حیات

"سلسلہ وار"

"امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لیے منتخب کیے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر (عبدالغنی) جو پنجابی ہونیکی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا۔ بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے۔ مباحثہ تحریری تھا۔ صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی اس لیے اس مباحثہ کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ سات بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک مباحثہ جاری رہا۔ پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور آخری وقت میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسٰے علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب تو وہ - - - - - -

گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضب ناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ پھر بعد اس کے حضرت اخوند زادہ حضرت شہید مرحوم اسی پا بہ زنجیر ہونے کی حالت میں قید خانہ میں بھیجے گئے۔ اور اس جگہ یہ بات بیان کرنے سے رہ گئی ہے کہ جب شاہزادہ مرحوم کی ان - - - - - - سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے پھر بعد اس کے وہ فتویٰ کفریات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔ یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف - - - شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔ (کیا ستمبر ۱۹۷۴ء) میں بھی تاریخ نے اسی طرح اپنے آپ کو نہیں دہرایا۔) مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کیے۔ حالانکہ اس کو چاہیے تو یہ تھا کہ اس عادل حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔ بالخصوص جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے تو اس صورت میں مقتضا خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہر حال افتاں و خیزاں اس مجلس میں جاتا اور نیز چاہیے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مرحوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے شکنجہ میں ان کو دبایا جاتا اور آٹھ سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کیے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اس کو ثبوت دینے سے روکا جاتا تو پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لیے یہ تو اس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور طلب کرتا بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں - - - - بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا۔ صبح روز شنبہ کو شہید مرحوم کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا اس وقت بھی بڑا مجمع تھا امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے ان کے پاس ہو کر گذرے اور پوچھا کہ اخوند زادہ صاحب کیا فیصلہ ہوا۔ شہید مرحوم کچھ نہ بولے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ پھر امیر صاحب اپنے اجلاس پر آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوند زادہ صاحب کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے اب کہو کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے۔ تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لیے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دلائی اور وعدہ معافی دیا مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں - - - - شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لیے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ اس قول کے یہ معنی تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤں گا اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالےٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - - - - - -

- - - - - - - - - - تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں وہ تو زندہ ہیں پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا - - - - شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔

شہادت گاہ کی طرف روانگی :

بجرم عشق توام می کشند وغوغا ئیست
تو نیز برلب بام بیا چہ خوش تماشائیست

تیرے عشق کے جرم میں مجھے گھسیٹ رہے ہیں اور ایک شور و غوغا برپا ہے تو بھی تو اپنی چھت کے اوپر سے آ کر دیکھ لے کہ یہ کتنا خوشنما منظر ہے۔

اور حضرت صاحب فرماتے ہیں :

شور کیسا ہے تیرے کوچہ میں لے جلدی خبر
خون نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

"جب حضرت شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوند زادہ صاحب مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور پھر امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اس رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسی ڈالی گئی تب اس رسی کے ذریعہ سے شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی، گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لیے گئی۔"

یہی سلوک یہودیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی کیا تھا انہوں نے ان کے منہ پر تھوکا۔ ان کے مکے اور طمانچے مارے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا اور سرکنڈے سے مارتے اور ہنسی مذاق اڑاتے ہوئے صلیب تک لے گئے تھے۔

"جب مقتل پر پہنچے تو شہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیے گئے تھے امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے - - - - - - - - انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیوں کر انکار ہو سکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لیے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا اور میں حق کے لیے مروں گا تب قاضیوں اور مفتیوں نے شور مچایا کہ کافر ہے کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصراللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔ جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلا دیں تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی پھر بعد اس کے بد قسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھا پتھروں کا جمع ہو گیا۔ پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہیئے۔ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴۔ جولائی ۱۹۰۳ء کو وقوع میں آیا۔ شاہزادہ عبداللطیف کے لیے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔۔۔ اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے - - - - - - اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ - - - - - - میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"

میاں احمد نور

شاگرد خاص حضرت صاحبزادہ صاحب شہید کا بیان :

میاں احمد نور صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد ۸ نومبر ۱۹۰۳ء کو مع عیال خوست سے - - - پہنچے اور بیان کیا کہ :

"مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھروں میں پڑی رہی جن میں وہ سنگسار کیے گئے تھے۔ بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور ہم پوشیدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر اور اس کے ملازم کچھ مزاحمت کریں گے مگر شہر میں وبائے ہیضہ اس قدر پڑ چکا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا اس لیے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قبرستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب جب پتھروں میں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔"

(باقی آئندہ)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

صرف احباب کے لیئے

پندرہ روزہ
پیغام صلح
-/۵ روپے

بتاریخ یکم نومبر
شمارہ : ۲۱

ارشاداتِ حضرتِ بانیٔ سلسلہ

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی، آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی - - - - - - - - اور اختلافات کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

سو ایسا ہی تم یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ کو کسی کی پرواہ نہیں۔

ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جائے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کے مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہوگا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تاکہ کسی وباؤ کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔"

(الحکم ۲۰-۲۷ مئی ۱۸۹۸ء)

، ، ،

سید عبداللہ عرب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اس کے اطراف میں درد ہوتا رہتا ہے۔ طاعون کا خطرہ ہے۔ اگر آپ اپنے پہننے کی قمیص عطا فرماویں تو وہ اسے پہنے رہے تاکہ اس کی برکت سے اس بلا سے محفوظ رہے اس پر امام الوقت نے فرمایا کہ قمیص تو ہم دیدیں گے لیکن سچی بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی قمیص انسان نہ پہنے کوئی دوسری چیز حفاظت نہیں کر سکتی۔ دیکھو میں جانتا ہوں گو اللہ تعالیٰ نے بار بار وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا لیکن اس حفاظت کے وعدہ کے ساتھ تقویٰ کی شرط ہے محض رسمی طور پر خدا کا فرمانبردار کہلانا یا رسمی طور پر بیعت کر لینا کسی کام نہیں آسکتا جب تک ہماری جماعت کے لوگ حقیقی تقویٰ اختیار نہ کریں تب تک وہ اس وعدہ کے نیچے نہیں آسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے وہ حقیقی تقویٰ اور اخلاص چاہتا ہے۔ ظاہر داری اس کے نزدیک ایک لغو امر ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تاکہ پوری پوری واقفیت ہو جائے۔

گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہم نے جو نصائح اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھی ہیں ان کو ایک بار ضرور پڑھ لیا کرو میری نصیحت جماعت کے لیے یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اس لیے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور اپنی آنکھوں کو بُرے جذبات سے روکے رکھو اور اپنے اعمال اور چال چلن میں پاک تبدیلی کرو کیونکہ یہ وقت اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کا ہے۔"

مرسلہ
محترم ملک ظفر اللہ خان صاحب

، ، ،

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۹۰ء

کچھ باتیں آپ سے

محترم قارئین کرام! آپ کو اپنے پیغام صلح سے جس قدر محبت ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ اس قدردانی کے لیے ادارہ آپ کا تہ دل سے شکرگذار ہے۔ چند ہفتوں سے پیغام صلح کی صورتحال سے آپ پریشان ہوں گے تاہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اس پریشان حالی میں ادارہ کی اپنی سستی یا کم ہمتی کا دخل نہیں ہے بلکہ خارجی معذوریوں اور مجبوریوں کے باعث ایسا ہو رہا ہے۔ گذرے ہوئے دنوں میں ادارہ نے حسب سابق اور حسب روایت پیغام صلح کے تین ضخیم خاص نمبروں کی اشاعت کا اہتمام کر لیا تھا جن میں ایک میلادالنبیؐ کا خاص نمبر بھی شامل تھا۔ اور ان کی تدوین و ترتیب بھی کر لی تھی مگر بوجوہ عمل درآمد نہ ہو سکا جس کے لیے ہم اپنے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر آسانیوں کے دروازے کھول دے اور ہماری فکرمندیوں کو کم کرے۔

حضرت مولٰنا محمد علی مرحوم اور حضرت مولٰنا صدرالدین مرحوم اور ان کے اکابر ساتھی آج ہم میں نہیں لیکن ان ہردو کی یاد، ان کا علم، ان کا عمل، ان کی تلقین اور ان کا کام سب کچھ ہم میں موجود ہے اور اس وقت تک رہے گا۔ جب تک دنیا میں ایک بھی سلیم الفطرت انسان موجود ہے ان بزرگوں نے خدمت دین و جماعت کا جو ذمہ اپنے کندھوں پر رکھا تھا۔ اس کی اہمیت کا انہیں پورا پورا احساس تھا۔ اس لیے وہ اپنے سرمایہ فکر و عمل کو اس داؤ پر لگاتے ہوتے تھے کہ خدا کے پیغام و کلام کی خدمت کرنی ہے۔ اور اس کے رسولؐ کے کام کو آگے بڑھانا ہے ان بزرگوں کی ان مساعی جمیلہ سے ہزاروں لوگ دین کی جان بن گئے سینکڑوں کا زاویہ نگاہ بدل گیا اور ان کے پیدا کردہ لٹریچر سے لوگوں کو صراطِ مستقیم کی خبر ہوئی۔

دین کے ان عظیم و مایہ ناز خادموں کی بلندیٔ درجات کے لیے احباب دعا فرمائیں اور ان کے پیدا کردہ کتب و لٹریچر سے استفادہ کریں اور ان کی زندگیوں کے نور سے حصہ پائیں اور ان کے قدموں پر قدم مارنے کی کوشش کریں۔ کہ ان کی یاد تازہ کرنے کا حقیقی حق و حل یہی ہے۔

اس سال ۱۲۔ ربیع الاول کو قصاص اور دیت کے اسلامی قانون کے اجراء کا صدارتی آرڈیننس جاری کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر مفسر قرآن حضرت مولٰنا محمد علی مرحوم اپنی معروف اردو تفسیر "بیان القرآن" میں سورۃ البقرہ کی آیات قصاص ۱۷۸ تا ۱۷۹ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"قصاص۔ قصّ سے ہے جس کے معنی نقش قدم کے پیچھے چلنا ہے فارتدا علےٰ آثارھما قصصا (الکھف ۱۸۔ ۶۴) وقالت لاختہ قصیہ (القصص ۲۸۔ ۱۱) اسی سے قصص اخبار بیان کرنے کے معنی میں ہے نحن نقص علیک احسن القصص (یوسف ۱۲۔ ۳) اور قصاص کے معنی ہیں تتبع الدم بالقود (غ) یعنی خون کا پیچھا کرنا اس طرح پر کہ قاتل کو قتل کیا جائے اور حدیث میں ہے من قتل عمداً فھو قود جس کے معنی ہیں کہ جو شخص عمداً قتل کرے اس کو مقتول کے بدلے میں قتل کیا جائے (ل۔ قود) پس قصاص فی القتلی یہ ہے کہ جس شخص نے کسی دوسرے کو قتل کیا ہے۔ اسے قتل کیا جائے۔ قصاص کے اس معنی کو مدنظر رکھ کر اگلے الفاظ کے معنی میں کوئی دقت نہیں رہتی۔

اس آیت میں مقتول کے بارہ میں قصاص کا حکم دیا ہے یعنی قاتل کو قتل کر دیا جائے اس کا ذکر یہاں اس مناسبت سے کیا ہے کہ مسلمانوں کے اب اپنے دکھ دینے والوں اور قتل کرنے والوں سے قصاص لینے کا وقت آ گیا تھا۔ قرآن کریم میں قصاص کا حکم صرف قتل کی صورت میں ہے زخموں میں قصاص کا حکم نہیں۔ صحابہ نے ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کر لیا ہو تو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کے ماتحت ہے اور اسی کے ماتحت ایک بدی کے مناسب حال اور سزا دی جا سکتی ہے مگر قتل میں صراحت سے قصاص کا حکم ہے پس اللہ تعالےٰ نے اپنی آخری کتاب میں قاتل کے لیے قتل کی سزا کو ہی ضروری قرار دیا ہے اس سزا کو دنیا سے اٹھانے کے لیے جتنی کوششیں کی گئی ہیں سب ناکام ہوئی ہیں۔ فرانس میں کچھ عرصہ کے لیے سزائے قتل موقوف کی گئی تھی جس کا نتیجہ جرائم قتل میں خطرناک اضافہ ہوا پس یہ بتایا ہے کہ قتل میں قصاص تمدن و تہذیب کی ضروریات میں سے ہے۔

۲۱۷۔ جب اوپر قصاص کا حکم صاف الفاظ میں بیان کر دیا یعنی یہ کہ قتل کا حکم قاتل پر ہے نہ کسی دوسرے پر تو یہاں ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلائی جس میں ایک رسم قبیح کی بیخ کنی مقصود تھی۔ عرب میں رواج تھا کہ بعض قومیں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھتی تھیں اس لیے ان کا غلام قتل ہو جائے تو وہ کہتے تھے کہ ہم اس کی جگہ آزاد کو قتل کریں گے۔ ایسا ہی یہ بھی رواج تھا کہ آزاد غلام کو قتل کر دے تو اس آزاد کو قتل نہ کیا جاتا تھا۔ ایسا ہی اب بھی رواج ہے کہ بعض قومیں جو اپنے آپ کو زیادہ مہذب خیال کرتی ہیں ان کا کوئی آدمی کسی ماتحت قوم کے آدمی کو قتل کر دے تو وہ اس سے قصاص نہیں لیتیں۔ پس جب اسلام نے قصاص کا حکم دیا یعنی یہ کہ قاتل کو قتل کیا جائے تو ساتھ ہی تمام امتیازات کو بھی اٹھا دیا اور فرمایا کہ قاتل آزاد ہو تو وہی قتل کیا جائے۔ عورت قاتل ہو تو وہی قتل کی جائے۔ غلام قاتل ہو تو وہی قتل کیا جائے۔ اور سارے امتیازات قومی و امتیازاتِ مرتبہ کو اٹھا دیا۔ چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے المسلمون تتکافأ دماءھم سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور قاتل خواہ کوئی ہو یہ عذر نہیں کر سکتا کہ اس کا خون مقتول سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ کے مذہب میں آزاد غلام کو قتل کر دے تو آزاد قتل کیا جائے گا۔ اور یہی قرآن شریف کا مذہب ہے۔

۲۱۸۔ خون بہا: اس حصہ میں یہ اجازت دی ہے کہ اگر مستغیث یعنی وارث قاتل خون بہا پر راضی ہو جائے تو دیت کا لے لینا جائز ہے اس زمانہ میں بھی بعض حالات میں خون بہا لے لینا جائز ہے جیسے ایک سلطنت کا باشندہ دوسری سلطنت کی کسی رعایا کو خاص حالات میں قتل کر دے تو ہرجانہ ہی کافی معاوضہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اس لیے ہر قسم کی گنجائش اس کی تعلیم میں موجود ہے۔

۲۱۹۔ قصاص قوم کی زندگی کی بنیاد ہے۔ اگر دنیا میں قتل کی سزا نہ ہوتی تو کسی قوم کے لیے بھی امن کی زندگی نہ ہوتی۔ جن قوموں نے قتل میں قصاص کو اڑانے کی کوشش کی ہے دنوں میں قتل کے واقعات ان میں اس قدر بڑھے ہیں کہ مجبوراً پھر اسی سزا کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ مسلمانو جب تم کو تلوار سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اب قصاص کے بغیر تم بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔"

گذشتہ شمارے میں جماعت کے بزرگ رہنما حضرت مولٰنا شیر محمد خوشابی مرحوم کی وفات حسرت آیات کی المناک خبر دی جا چکی ہے اس شمارے میں ان کے بارے یاد و تعزیت کا ذکر ہے اور یہ سلسلہ کچھ اشاعتوں تک جاری رہے گا۔

ان کی وفات سے جو دلخراش صدمہ پہنچا ہے وہ محتاج بیان نہیں راقم الحروف سب کچھ لکھنے کے باوجود بھی کچھ نہیں لکھ سکتا کہ فرط غم سے ذہن ماؤف ہے اور قلم ساکت ہے

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

احمدیہ انجمن لاہور کی تعزیتی قرارداد

حضرت مولینا شیر محمد خوشابی مرحوم

"اپنے معزز و مکرم بزرگ حضرت مولینا حافظ شیر محمد خوشابی کے انتقال پُر ملال پر دردِ دل کے ساتھ ہم طوعاً و کرہاً اس ازلی اور ابدی حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ کل من علیھا فان ۔ و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس سوگوار ماحول میں ہم اپنے حی و قیوم اور خالق و مالک اللہ کے حضور بڑی دردمندی کے ساتھ دعا گو ہیں کہ وہ ہم سے بچھڑ کر جانے والے کو اپنے خاص الخاص مقربین میں جگہ دے ۔ اس کے درجات بلند کرے اور اس کی روح پُر فتوح پر اپنے انوار و افضال کی بارش کرے ۔

مرحوم کے راہی الی الحق ہونے سے مذہبی دنیا ایک جید و متبحر عالم سے محروم ہو گئی ہے اور احمدیہ انجمن لاہور کو ایک زبردست ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ اور ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جس کا پُر ہونا یا پُر کرنا بظاہر مشکل ہے ۔ جماعت ایک ایسے اثیار پیشہ درویش صفت مجاہد سے جدا ہو کر رہ گئی ہے جو علوم منقول و معقول کے اسلحہ سے لیس تھا جس کی دینی علوم پر گہری نظر تھی ۔ جو مذہبی سلسلوں بالخصوص احمدیہ تحریک و تاریخ کے چلتے پھرتے انسائیکلو پیڈیا تھے جن کی زندگی تحریر و تقریر کے مدلل و مسکت عنوانوں سے بھری تھی جس نے اپنے علم و فکر کے نور سے مذہبی شعبہ کی بہت سی تاریک راہوں کو روشنی دی اور جماعتی عقائد و نظریات کی حقانیت اور ان کی صحت و پختگی کے ایمان افروز باب کھولے قحط الرجال کے اس پُر فتن دور میں مولینا مرحوم انجمن کے ستون اور جماعت کے لیے سہارا تھے ۔ جماعتی تاریخ میں ان کی ابتداء ایک واعظ کی حیثیت سے ہوئی ۔ رسائل و اخبار کے کامیاب مدیر رہے ادارہ تعلیم القرآن کے پرنسپل بنے اور اپنی خدا داد صلاحیتوں کے باوصف مرکزی انجمن کی وائس پریذیڈنٹ شپ تک جا پہنچے ۔ انہوں نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ جزائر فیجی ، جزائر غرب الہند ، ہالینڈ ، سان فرانسسکو امریکہ ، کینیڈا ، افریقہ اور انگلستان کے مشنوں میں دین و جماعت کی نہایت قابل قدر اور لائق تحسین خدمات جلیلہ انجام دی ہیں ۔ علاوہ ازیں کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) کے دو معروف عالم مقدمات میں جن صلاحیتوں اور استعدادوں کو تن تنہا اور بحالت علالت استعمال کیا کہ فاضل عدالت کو بھی ان کی صلاحیت و لیاقت کا اعتراف کرنا پڑا ۔ وہ تحریک احمدیہ کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے ۔ وہ بلاشبہ انجمن کے بزرگ اساتذہ اور محقق علماء کے سلسلہ کی ایک کڑی تھے ۔

ہم شرکاء اجلاس حضرت مولینا مرحوم کو بہ صمیم قلب سلام پیش کرنے اور ان کی دینی و جماعتی خدمات جلیلہ کے اعتراف میں ان کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولینا مرحوم کی سوگوار بیوہ اور دیگر پسماندگان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں ۔"

واعظ حضرات سے گزارش ہے

جماعت کے واعظ حضرات سے میری گذارش ہے کہ یہ اخبار جماعت کا ترجمان بھی ہے اور خبر رساں بھی ۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اپنے علاقہ کی جماعت کے متعلق خبروں سے ہمیں آگاہ رکھیں اور اگر خبر کے ہمراہ تصویر بھی ہو تو اور بھی بہتر بات ہے اخبار بغیر جماعت کی خبروں ، سرگرمیوں اور اتار چڑھاؤ سے اپنے پڑھنے والوں کو آگاہ نہ رکھے تو اخبار تو نہ ہوا ۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہر ہفتہ پندرھواڑہ میں مقامی حالات سے ہمیں آگاہ رکھیں ۔ ہم آپ کی اس مدد کے شکر گذار ہونگے ۔

اگر آپ پسند کریں گے تو اس سلسلہ میں جملہ اخراجات ڈاک وغیرہ کی ادائیگی بھی کر دی جائیگی ۔ امید ہے آپ میری درخواست پر اثباتی توجہ دیں گے ۔

والسلام : میاں فضل احمد

محمد صالح نور، دارالسلام لاہور

اِک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

یہ دھیمی آواز میں نوائے سروش تھی یا میرے اندر کی آواز اور یا میرے محترم جناب حافظ شیر محمد (جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے جسم و روح پر لرزہ طاری ہے۔) کی پیشانی پر سفر آخرت کا عزم اور تیاری کے ابھرتے ہوئے نقوش تھے کہ میں نے بادل نخواستہ جماعت کے عمائدین سے یہ تذکرہ کیا کہ حافظ صاحب تو جا رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ علم و عرفان کا وہ مواج سمندر جو اُن کے دل و دماغ میں موجزن ہے ان کے ساتھ ہی زمین بوس ہو جائے اور یہ تجویز رکھی کہ میں چھ ماہ کے عرصہ کے لیے بھی لاہور میں مزید رک سکتا ہوں اگر آپ لوگ حافظ صاحب کو لاہور بلوالیں اور میں روزانہ ایک آدھ گھنٹہ تک ان کے سینے سے مختلف موضوعات پر سوال و جواب کے رنگ میں علم کا ایک بے پناہ خزینہ قلم و قرطاس کے ذریعہ محفوظ کر لوں۔ دونوں عمائدین نے میری اس تجویز کو صاد کیا اور آئندہ اجلاس میں اس کے لیے تذکرہ کا وعدہ فرمایا مگر قدرت اپنا فیصلہ سنا چکی تھی اور اسے محض چند روز کے لیے محفوظ رکھا تھا۔ میں ذہنی طور پر اس روز کے لیے انتظار میں تھا جب اس کام کی ابتدا ہو سکے گی کہ ۱۲۔ اکتوبر کو حافظ صاحب مرحوم کے آبائی شہر سے یہ دل شکن خبر آگئی کہ حافظ صاحب ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے بچھڑ گئے ہیں۔ اور ہمارے گرد و نواح میں ہر شے پر اندھیرا چھا گیا اور میرے دل نے یہ آواز دی کہ : ع

کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

اناللّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ایک عظیم انسان۔ ایک بے بدل عالم، احمدیت کا بطلِ جلیل، عقائدِ احمدیت کے سامنے تن تنہا ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح سینہ سپر ہونے والا۔ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ تحریکِ احمدیت اور اس کے وابستہ تمام کتب و رسائل پر اس قدر عبور کہ حدِ بیان سے باہر، حافظ ان کے سامنے گویا ہاتھ جوڑے کھڑا رہتا تھا۔ ادھر کسی موضوع پر بحث کا در کھلا اور ادھر موتی کی لڑیوں کی طرح تسبیح کے دانوں کی طرح اور بارش کے قطروں کی مانند حوالہ جات اور ریفرنسز کا ایک دریا چل نکلا۔ لوگ حیران ہوتے کہ ایک ہی شخص کے پاس اس قدر وسعت کے ساتھ یادداشت کے خوشے کہاں سے برآمد ہوتے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

مجھے حافظ صاحب کے قریب رہنے کی بہت سے مواقع پر سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ۴۲ مال روڈ پر، نون ایونیو کے رہائشی مکان میں، مسلم ٹاؤن کی جامع اور اس سے ملحقہ مدرسہ تعلیم القرآن میں، فیصل آباد میں اور دارالسلام میں اور ایسے بہت سے مواقع از خود میسر آتے چلے گئے کہ میں حافظ صاحب کے قرب سے نوازا جاتا رہا۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود خودی اور خودستائی کا پرچھائیں بھی نام و نشان کو نہ تھا۔ سادگی کی انتہا تھی ایک فقیر منش اور بوریا نشین، سادہ لباس، سادہ طبع، دنیا کی ملونی سے پاک جسے عصرِ حاضر کے علماء میں شمار نہ کیا جا سکتا ہو۔ گویا ایک ہزار سال پہلے کی فرشتہ صفت سادگی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ نام و نمود کا فقدان آپ کو اور بھی ہر دلعزیز بنا دیتا تھا۔

کسی کی مدد کو ہر وقت چلنے کو تیار اور چاق و چوبند رہتے تھے۔ کسی کی سفارش کا مسئلہ ہو کسی سے تعاون کا سوال ہو۔ کسی کی دادرسی کی بات ہو تو گھر والوں کو اطلاع کیے بغیر روانہ ہو جاتے آنے جانے والوں، ملاقات کے لیے ملنے والوں کی خاطر مدارات اس طرح کرتے کہ گویا یہ ان کا فرض منصبی ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ فیصل آباد میں تعیناتی کے دوران سارا مہینہ مہمانوں کو چائے پلاتے رہتے اور تنخواہ ملنے پر تمام رقم ہوٹل والے کو ادا کر دیتے تھے۔

ایک بار فیصل آباد کامرس کالج میں ایک طالب علم قادیانی ہو گیا اور دوسرے طلبہ نے اسے اپنے علماء کو بلا کر مسلمان علماء سے مناظرہ کے لیے اس پر دباؤ ڈالا۔ مگر چونکہ مدمقابل عالم کو بانی تحریکِ احمدیت کے خلاف زبان درازی اور دشنام طرازی میں ید طولیٰ حاصل تھا اس لیے قادیانی جماعت نے اس کے مقابل اپنے عالم کو بھجوانے سے انکار کر دیا اور جناب حافظ صاحب مرحوم سے درخواست کی کہ آپ اس موقع پر تشریف لے جائیں۔ میں حافظ صاحب کے ہمراہ گیا۔ اور حافظ صاحب کے علم کے مدمقابل مولوی صاحب کو سوائے فرار کے کوئی راہ نہ ملی۔ اور کالج کے لیکچرار صاحبان اور طلبہ نے حافظ صاحب کے علم اور براہین و دلائل کی تعریف کی۔ اور اس بات کا اقرار کیا کہ مذہبی لٹریچر پر حافظ صاحب کو مکمل عبور حاصل ہے۔

مجھے حافظ صاحب کا قرب حاصل ہونے کی وجہ سے قریباً نصف صدی تک شب و روز انجمن کی خدمت کرنے کے باوجود ان کی مالی حالت کا بخوبی علم تھا۔ مگر وہ اسی فقیری، درویشی اور غریبی میں ہی خوش تھے اور آخری وقت تک خدمت میں مصروف رہے اور کبھی حرف شکوہ زبان پر نہ لائے۔ ان کے کن کن اوصاف کا ذکر کروں وہ ہمہ تن تحریکِ احمدیت کی خدمت کی دولت سے مالا مال تھے۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ حافظ صاحب کا ذکر تاریخِ احمدیت میں سنہری اور جلی حروف میں ہمیشہ لکھا جاتا رہے گا اور مستقبل کا مورخ ان کی بے پناہ خدمات کو کبھی فراموش نہیں کرے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح پر فتوح پر اپنے انوار کی بارش فرمائے۔ آمین

اے خدا بر تربت او بارش رحمت ببار

داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

بعض دفعہ مجھ جیسے ہیچمدان سے بھی بعض امور میں مشورہ کر لیتے تھے آپ نے ختم نبوت کے متعلق ایک جامع اور مفصل تصنیف جب مکمل کی تو مجھ سے کہا کہ اس کتاب کا کیا نام رکھیں تو فوراً میرے ذہن میں موضوع کی مطابقت سے ایک نام ابھرا اور میں نے بیساختہ کہہ دیا کہ اس تصنیف کا نام ”لا نبی بعدی“ رکھیں تاکہ نام دیکھتے ہی قاری پر موضوع زیرِ بحث واضح ہو جاوے اور میری تجویز پر یہی نام رکھا اور آپ کا اس تصنیف کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے اس موضوع پر اتنی مکمل کتاب بہت کم دیکھنے کو ملے گی۔

کبھی وقت ملا اور زندگی نے وفا کی تو حافظ صاحب مرحوم سے متعلق ایک سیر حاصل اور مفصل مضمون ”پیغام صلح“ کے صفحات کی نذر کروں گا کہ حافظ صاحب مرحوم کی زندگی اور اس کے بہت سے پہلو آنے والوں اور موجودہ احباب کے لیے روشنی کا ایک مینار ہیں اور یہ حافظ صاحب مرحوم کا مجھ پر قرض بھی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ رونے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے مگر میرے یہاں ایسا بھی نہیں ہے۔ بقول ظفر ؎

آنسوؤں سے کم نہیں ہوتا مرا سوزِ جگر بلکہ اس آتش کو بھڑکاتا ہے پانی اور بھی

* * *

قرار دادہائے تعزیت

برموقعہ

سرف ایک پیغام اندرون و بیرون ملک سے احباب سلسلہ، مرحوم کے عقیدت مندوں، محبوں اور مداحوں اور مرحوم سے فیض یافتہ حضرات کی طرف سے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے نام تار و ٹیلی فون پیغام اور خطوط کی صورت میں افسوس و تعزیت کے اظہار کا سلسلہ جاری ہے جن کے فرداً فرداً شکریہ کی ادائیگی مشکل ہے لہٰذا پیغام صلح کے ذریعہ حضرت امیر جماعت اور احباب و حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان کے حق میں دعاگو ہیں اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہیں۔

اسوقت بیرون ملک سے ٹیلی گرام کے ذریعہ تعزیتی پیغامات جن احباب و جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئے ہیں ان میں جماعت سورڈیم (ہالینڈ) محترم ساہو خان صاحب (کینیڈا) محترمہ ارجمند بانو صاحبہ (لندن) حامد الرحمٰن صاحب (یو ایس اے) جناب ڈاکٹر کرامت علی صاحب (ہالینڈ) اور ایم علی صاحب جنرل سیکرٹری (نیو دیگائن) (ہالینڈ)

ذیل میں موصولہ قرار داد ہائے تعزیت درج ہیں اور یہ سلسلہ بالاقساط جاری رہے گا۔

* محترم و مکرم حضرت امیر! دعا و آداب

۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو بعد دوپہر ہم نے حضرت مولانا شیر محمد صاحب خوشابی کی وفات کی خبر سنی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سٹیچنگ احمدیہ انجمن کے بورڈ اور احباب کی طرف سے میں اس انتقال پُرملال پر نہایت غم و الم کا اظہار کرتا ہوں اور مرحوم کے پسماندگان مرکزی انجمن اور اس کے تمام احباب اور اس کی جملہ شاخوں سے تعزیت کرتا ہوں مرحوم نے یہاں پر دین و جماعت کی جو عظیم الشان اور لائق قدر خدمات انجام دی ہیں ان کے ہم سب معترف ہیں۔ ہماری فاؤنڈیشن کے ساتھ مرحوم کا خصوصی تعلق تھا۔ ۱۹۸۴ء میں انہوں نے ہالینڈ کا نہایت مختصر سا دورہ کیا تھا۔ وہ اسوقت جنوبی افریقہ سے واپس وطن جا رہے تھے انہوں نے چند منٹوں کی ہم ملاقات میں مرکزی انجمن کا قرآن کریم کے منصوبے پر روشنی ڈالی۔ اس ملاقات کے نتیجہ کے طور پر ہماری آرگنائزیشن کی بنیاد ڈالی گئی۔ ترجمہ و طباعت کے کام کا آغاز ہوا۔ ان کی وفات سے ہم سے ایک ایسا انسان بچھڑ گیا ہے جس کی نظیر کہیں کہیں ملتی ہے۔ مرحوم ایک نہایت ہی عالم فاضل شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے۔

[illegible]

* یا سیدی۔ قبل ازیں ایک [illegible] تکلیف دہ خبر پر نہایت دردمندی سے افسوس کا اظہار کیا تھا جو آپ کے لخت جگر مکرمی ڈاکٹر عبدالحی سعید صاحب کے سانحہ کے بارے میں [illegible] ہیں جبکہ قوم کی قیادت کا بارگراں، خدمت دین و جماعت کے فریضہ کی بجا آوری اور ساتھ ہی ساتھ پے در پے صدمات آپ کو برداشت کرنے پڑے اور عرض کیا تھا کہ ولنبلونکم بشیئ من الخوف (الخ۔۔۔) میں سے شاید آپ جیسے متقی، پرہیزگار اور شب بیدار واقف زندگی کو ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ اب یہ تکلیف دہ اور نہایت ہی افسوسناک خبر جو خاکسار کے دل کو نہایت درجہ محزون اور غمگین بنا گئی ہے۔ کاش یہ خبر مجھے ایک دن پہلے ملتی تو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارنے والے فاضل اجل، عالم بے بدل کے جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرتا۔

میں منفرد طرز استدلال، سیر حاصل انداز بیان اور آپ کی کسی مسئلہ پر ڈائرکٹ گرفت آپ کا خاصہ تھا۔ مرحوم نے دین کے لیے ساری زندگی صرف کی اور خوب کی۔ آپ کا جماعت کے اندر ایک خاص مقام تھا۔ ہر ایک کے دوست، محفل آراء، انجمن آراء، ہنس مکھ چہرہ دلچسپ انداز گفتگو الغرض آپ بہت سی خوبیوں کا مجسمہ تھے۔ خداوند کریم تاریخ احمدیت میں اس زندہ جاوید شخص کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اللھم آمین۔

یا حضرت اس غم میں مجھے برابر کا اپنے ساتھ شریک سمجھیے۔ اور پھر میری درخواست ہے کہ مجھے اپنی شبینہ دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ کہ خداوند کریم اللہ جل شانہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ کریم آپ کی عمر اور کام میں برکت عطا فرمائے آمین۔ میں ہوں آپ کا شریک غم، خاکسار

عبدالحمید، راولپنڈی

اپیل برائے دعائیہ فنڈ

اخی مکرمی و محترمی

امام وقت نے ہمیں جن دینی خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سالانہ دعا کا انعقاد ایک ایسی خصوصیت ہے جو دین میں اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور اس سے خدمت دین کے خوش کن نتائج متوقع ہوتے ہیں۔ امسال یہ اجتماع اپنی روایتی شان و شوکت سے .... منعقد ہو رہا ہے، بیرون پاکستان سے احباب کی شمولیت متوقع ہے جملہ احباب و خواتین کی اس میں شمولیت بیحد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ افراط زر کی وجہ سے خورد و نوش کی ہر چیز مہنگی ہو گئی ہے۔ خدمت دین کے ذرائع بھی بہت سے اخراجات کے متقاضی ہیں، احباب سے گذارش ہے کہ وہ موجودہ مخصوص مہنگائی کے پیش نظر دل کھول کر فنڈ میں چندہ دے کر اپنی درخشندہ روایات کو قائم رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام خاکسار جنرل سکریٹری منصور احمد

جماعتی خبریں

* اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب دامت برکاتہ' دین و جماعت کے امور میں بیشتر وقت صرف فرماتے ہیں اور ملاقاتیوں کو شرف ملاقات بخشتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو درازی عمر عطا فرمائے۔ اور ہم آپ کی ہدایت و رہنمائی اور دعاؤں سے متمتع ہوتے رہیں۔ آمین یارب العالمین۔

* ## حضرت امیر جماعت دامت برکاتہ' کی طرف سے اظہار تشکر

انا للہ وانا الیہ راجعون

جماعت و انجمن اور اپنی طرف سے میں ان سب اندرون و بیرون ملک کی جماعتوں اور احباب و خواتین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے نہایت عزیز بھائی حافظ شیر محمد صاحب کی رحلت پر ذاتی طور پر بذریعہ خطوط اور تار و ٹیلی فون دعائے مغفرت کی۔ تعزیت فرمائی اور ہمارے غم میں شریک ہوئے اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب احباب و خواتین کو اپنے حفظ و پناہ میں رکھے؛ اور ہمارے مجاہد بھائی حافظ شیر محمد مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں خاص الخاص جگہ دے اس کی روح پر فتوح کے درجات بلند کرے، ہم سوگواروں کو صبر جمیل کی نعمت سے وافر حصہ دے مرحوم کی خوبیوں کا وارث بنائے۔

دستخط: حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور

* ## تعزیتی وفد:

اپنے سر برآوردہ اور بزرگ رہنما حضرت مولٰینا حافظ شیر محمد خوشابی کی رحلت سے جماعت ایک نہایت قیمتی وجود سے محروم ہوگئی ہے۔ قحط الرجال کے اس عالم میں یہ ایک نہایت ناقابل تلافی نقصان اور ایک ایسا خلا ہے جو کسی صورت پورا نہ ہو سکے گا۔ مرحوم جماعت کے ایک مضبوط ستون، انجمن کے لیے ایک غنیمت سہارا اور حضرت امیر جماعت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے دستِ راست تھے۔ حضرت امیر کو ان کی جدائی سے نہایت دکھ ہوا ہے اور بڑے ملول خاطر ہیں۔ حضرت امیر سفر سے بوجوہ مجتنب رہتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ آپ بہ نفس نفیس خوشاب تشریف لے جاکر مرحوم خوشابی صاحب کے پسماندگان سے ملتے۔ ان کے غم میں شریک ہوتے اور ان سے دلداری کرتے تاہم انہوں نے اس مقصد کے لیے اپنے خصوصی معاون محترم انوار احمد صاحب کو اپنی دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ خوشاب روانہ فرمایا ہے۔ قبل ازیں لاہور سے تنظیم خواتین الاحمدیہ کی طرف سے خواتین کا ایک وفد ۱۲۔ اکتوبر شام کو قبرستان دارالسلام میں مرحوم کی تدفین کے بعد خوشاب روانہ ہوا۔ اور مرحوم کے سوگوار خاندان کی خواتین کے غم میں شریک ہوا اور اظہار تعزیت کیا۔

(مولینا حافظ شیر محمد صاحب مرحوم کی نذر)

...... انجمن سے ویران کر گیا

وہ اپنی راہِ آخرت آسان کر گیا
اک شخص ساری انجمن ویران کر گیا

ہے کل نفس ذائقۃ الموت پر یقین
کیوں اپنی موت سے وہ پریشان کر گیا

دیتا رہا وہ دین کو دنیا پہ برتری
سب خواہشوں کو دین پہ قربان کر گیا

لیل و نہار ذکرِ خدا میں بسر کیے
اس طرح عاقبت کا وہ سامان کر گیا

بہنوں کو آئینہ ہی دکھاتا رہا ہمیش
کتنوں کو ہی وہ صاحبِ ایمان کر گیا

دین کی صداقتوں پہ تھا ایمان اس قدر
فاضل عدالتوں کو بھی حیران کر گیا

سب طاقتوں کو صرف کیا دین کیلئے
اور اپنے جسم و جان کو بے جان کر گیا

لڑتا رہا وہ کفر کی طاقت سے رات دن
کتنے عظیم کام اک انسان کر گیا

"میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر"
راہِ صفا دکھا کے وہ احسان کر گیا

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

ترتیب : مکرم پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب،

صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی مختصر سوانح حیات

(سلسلہ وار)

اس واقعہ سے پہلے جب کابل کے علماء امیر کے حکم سے مولوی صاحب کے ساتھ بحث کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے مولوی صاحب نے ان کو فرمایا کہ تمہارے دو خدا ہیں کیونکہ تم امیر سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ خداتعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ مگر میرا ایک خدا ہے اس لیے میں امیر سے نہیں ڈرتا۔ اور جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کر لوگے۔ اپنے گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم دوسری راہ اختیار کرو جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہیئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو۔ گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں۔ بحث کے وقت علماء نے پوچھا کہ تو اس قادیانی شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے تو مولوی صاحب نے جواب دیا۔

"ہم نے اس شخص کو دیکھا ہے اور اس کے امور میں بہت غور کی ہے اس کی مانند زمین پر کوئی موجود نہیں اور بے شک اور بلاشبہ وہ مسیح موعود ہے اور وہ مردوں کو زندہ کر رہا ہے"

تب ملاؤں نے شور کر کے کہا کہ وہ کافر اور تو بھی کافر ہے اور ان کو امیر کی طرف سے بحالت نہ توبہ کرنے کے سنگسار کرنے کی دھمکی دی گئی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب میں مروں گا تب یہ آیت پڑھی " ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ۔ یعنی اے خدا ہمارے دل کو لغزش سے بچا اور اس کے بعد جو تو نے ہدایت دی ہمیں پھسلنے سے محفوظ رکھ اور اپنے پاس سے ہمیں رحمت عنایت کر کیونکہ ہر ایک رحمت تو ہی بخشتا ہے تو پھر جب ان کو سنگسار کرنے لگے تو یہ آیت پڑھی ۔۔۔۔۔۔" یعنی اے میرے خدا تو دنیا اور آخرت میں میرا متولی ہے مجھے اسلام پر وفات دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے۔ پھر بعد اس کے پتھر چلائے گئے اور حضرت مرحوم کو شہید کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت شہید مرحوم کی تدفین کے متعلق آپکے قریبی عزیزوں کی روایت

حضرت شہید مرحوم کا جسد مبارک چند دن تک پتھروں کے ایک بڑے ڈھیر میں رہا۔ جب شور وغوغا ذرا تھم گیا تو ایک شیعہ حوالدار بادشاہ خان منگال اور آپ کے ایک شاگرد میاں احمد نور نے پہرہ داروں کی مدد سے آپ کا جسم مبارک وہاں سے نکالا اور شہر کے مضافات میں ایک طرف رکھا اور تابوت میں رکھ کر خوست لانے کی کوشش کی۔ جب سید گاہ کے قریب پہنچے تو آپ کے ایک مرید ملا میرو نے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر گاؤں میں پہنچایا اور دو دنوں کے بعد اپنے قبرستان غنڈی میں دفنایا گیا۔ لوگوں کی اتنی کثیر تعداد روزانہ تعزیت اور دعائے مغفرت کے لیے آتی کہ آپ کے خاندان والوں کے لیے ان کے طعام و قیام کا انتظام کرنا مشکل ہو جاتا۔

امیر حبیب اللہ کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ آپ کو شہادت گاہ سے لے جا کر سید گاہ میں دفن کر دیا ہے اور لوگ بڑی کثرت سے وہاں تعزیت کے لیے آتے ہیں تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ اگر ان کے مریدوں اور متبعین کو ذرا سا بھی اشارہ کیا گیا تو وہ حکومت کے خلاف بغاوت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے اور امیر حبیب اللہ کا تختہ الٹ دیں گے۔ کہتے ہیں کہ اس ڈر اور خوف کی وجہ سے آپ کے تابوت کو خفیہ طور پر وہاں سے نکال کر سید گاہ کے جنوب میں واقع متون کی پہاڑیوں میں ایک نامعلوم جگہ پر دفنایا گیا۔ وہاں کے لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ رات کے وقت متون کی پہاڑیوں سے روشنیاں نظر آتی ہیں جو آسمان کی طرف سے زمین پر آتی دکھائی دیتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو کابل کے ایک قلعے میں دفنایا گیا تھا۔ سید گاہ میں جو آپ کو دفن کیا گیا تھا وہاں نشان کے لیے ایک بہت بڑا پتھر رکھا گیا تھا۔ جو آپ کے خاندان کی جلاوطنی کے سولہ سال بعد بھی وہیں پڑا ہوا تھا۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ خان منگال نے جب شہید مرحوم کے جسم کو پتھروں کے ڈھیر سے نکالا تو وہاں سے اتنی خوشبو آئی کہ سارا گرد و نواح معطر ہو گیا جسے دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ بادشاہ خان کی کلائی پر سبزی رنگ کا ایک سرخ نشان بھی لگ گیا تھا جس سے بھی بڑی خوشبو آتی تھی ہر وقت وہ اپنی آستین کو لمبا کر کے اس نشان کو چھپائے رکھتا تھا لیکن ایک دفعہ جب وہ سید گاہ آیا تو اس نے وہ نشان صاحبزادہ محمد سعید صاحب کو دکھایا جس کے بعد وہ نشان غائب ہو گیا۔ اس سے پہلے اس نے بارہا دھو کر اس نشان کو مٹانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مٹ سکا۔ اس نشان کے مٹ جانے کے بعد بادشاہ خان بہت غمگین اور افسردہ رہتا تھا کہ اس نے یہ نشان صاحبزادہ محمد سعید کو کیوں دکھایا کیونکہ وہ اپنے اور دوسرے لوگوں کے لیے اسے ایک معجزہ اور قدرت کا کرشمہ سمجھتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت پر حضرت بانی سلسلہ کے دلی تاثرات :

حضرت بانی سلسلہ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے دردناک حالت و واقعات پر نہایت دکھ کے ساتھ فرمایا :

"کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر وہ اب چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہی دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے۔ نصراللہ خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ خان کا جو اصل سبب اس خونریزی کا تھا اس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا۔ مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی ہائے

نذرانۂ عقیدت

کٹھن ہیں راستے تبلیغ کے رشد و ہدایت کے
سہم جاتے ہیں اکثر حوصلے جوشِ خطابت کے
نہیں کچھ کام آتے فلسفے عقل و فراست کے
پسینے چھوٹ جاتے ہیں یہاں پر استقامت کے
سعادت یہ میسر ہر کسی کو آ نہیں سکتی
یہ وہ راہِ جنوں ہے عقل جس کو پا نہیں سکتی
برابر ہے تجھے آبادیاں ہوں کہ ویرانے
تو جس منزل کا راہی ہے وہاں پہنچے ہیں دیوانے
مئے توحید سے لبریز تو ہیں تیرے پیمانے
رہا پینے پلانے کا وہ تم سمجھو، خدا جانے
نہ ہو سوزِ دروں تو کون آئے دل کو گرمانے
جہاں میں شمعِ مردہ پر کہاں مرتے ہیں پروانے
مبارک وہ نظر جو دل کے زخموں کو سنوار آئے
مبارک وہ زباں جس سے سکوں پہنچے قرار آئے
مبارک وہ قدم جو جس جگہ جائیں بہار آئے
خوشا وہ ہاتھ جن سے دیں کے گلشن پر نکھار آئے

(محمد اعظم علوی)

"تذکرۃ الشہادتین" میں حضرت بانی سلسلہ کی ایک فارسی نظم ہے جس کے چند اشعار معہ ترجمہ یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ آں جواں مرد و حبیب کردگار — جوہر خود کرد آخر آشکار
اس اللہ تعالیٰ کے پیارے جوانمرد نے آخرکار اپنا جوہر نمایاں کر دیا۔

۲۔ نقد جاں از بہر جاناں باختہ — دل ازیں فانی سرا پرداختہ
اس نے اپنا دل اس فانی دنیا سے اٹھا لیا اور اپنے پیارے کی خاطر اپنی جان دے دی۔

۳۔ پرخطر ہست ایں بیابان حیات — صد ہزاراں اژدہا لیش در جہات
زندگی کا یہ جنگل جس میں ہزار ہا اژدہا ہر طرف منہ کھولے بیٹھے ہیں بڑے بڑے خطرات سے پُر ہے۔

۴۔ صد ہزاراں آتشے تا آسماں — صد ہزاراں سیل خونخوار و دماں
اس میں زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی آگ کے ہزاروں شعلوں اور خون کے ہزاروں سیلابوں سے گذرنا پڑتا ہے۔

۵۔ صد ہزاراں فرسخے در کوئے یار — دشت پُر خار و بلائش صد ہزار
اپنے محبوب تک پہنچنے کے لیے لاکھوں میل کا یہ فاصلہ کانٹوں اور ہزار ہا مصائب سے بھرے ہوئے جنگل میں سے گذر کر طے کرنا پڑتا ہے۔

۶۔ بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم — ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
لیکن اس شیخ عجم کی جرأت رندانہ کو تو دیکھو کہ اس نے یہ پُرخطر جنگل ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔

۷۔ ایں چنیں باید خدا را بندہ — سر پئے دلدار خود افگندہ
وہ یہاں تک خدا کی محبت میں سرشار تھا کہ خود اپنا سر خوشی سے اپنے پیارے کے لیے پیش کر دیا۔

۸۔ او پئے دلدار از خود مردہ بود — از پئے تریاق زہرے خوردہ بود
اس نے اپنے محبوب کی خاطر اپنی مرضی سے موت کو گلے لگا لیا اور تریاق کی خاطر زہر کا پیالہ پی لیا۔

۹۔ تا نہ نوشد جام ایں زہرے کسے — کے رہائی یابد از مرگ اں خسے
جب تک کوئی یہ زہر کا پیالہ نہ پی لے اسے اس دنیائے دوں سے نجات کیسے مل سکتی ہے۔

۱۰۔ زیر ایں موت است پنہاں صد حیات — زندگی خواہی بخور جام ممات
ایسی موت کے نیچے سینکڑوں زندگیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو موت کا پیالہ منہ سے لگالو۔

([illegible] 8)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب ٹرنری کالج کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

بتاریخ
مورخہ ۱۵ نومبر
۱۹۹۰ء
جلد: ۷۳
شمارہ: ۴۲

فون نمبر ۸۶۳۱۶۰ ۸۶۲۰۵۶

مدیر: ریاض احمد

قیمت ۲/- روپے

تار کا پتہ: تبلیغ ۸۵۲۲

ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ

انسان کو اس بات میں کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی طرح مولے کریم راضی ہو جائے۔ ہر ایک سعادت اُس کی رضا سے حاصل ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ انسان رسوم کے طور پر کرتا ہے وہ کچھ چیز نہیں مگر جو کچھ خالصتاً مرضات الٰہیہ کے حاصل کرنے کے لیے صدق قدم سے کیا جاتا ہے وہ عمل صالح ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے۔ عمل صالح بڑی نعمت ہے خداوندکریم عمل صالح سے راضی ہو جاتا ہے اور قرب احدیت حاصل ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔

جو شخص آخر تک پہنچتا ہے اور عمل صالح کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے وہ ان برکات سے متمتع ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص درمیان سے ہی عمل صالح کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کو اپنے کمال مطلوب تک نہیں پہنچاتا وہ ان برکات سے محروم رہ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ باوجود اس کے کہ کچھ کچھ عمل صالح بجالاتے ہیں۔ مگر برکات ان اعمال کی ان میں نمایاں نہیں ہوتیں۔ کیونکہ جب تک کوئی میوہ خام ہے وہ پختہ اور رسیدہ میوہ کی لذت نہیں بخش سکتا۔ سب برکتیں کمال میں ہیں اور عمل ناتمام میں کوئی برکت نہیں بلکہ بسا اوقات ناقص العمل انسان کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو جاتا ہے اور ان لوگوں میں جا ملتا ہے جو اس دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں ہیں۔ سو حقیقی طور پر عمل صالح اس عمل کو کہا جاتا ہے کہ جو ہر قسم کے فساد سے محفوظ رہ کر اپنے کمال کو پہنچ جائے اور اپنے کمال تک کسی عمل صالح کا پہنچنا اس بات پر موقوف ہے کہ عامل کی ایسی نیت صالح ہو کہ جس میں بجز حق ربوبیت بجا لانے کے کوئی اور غرض مخفی نہ ہو یعنی صرف اس کے دل میں یہ ہو کہ وہ اپنے رب کی اطاعت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور گو اطاعت بجالانے پر ثواب مرتب ہو یا عذاب مترتب ہو اور گو اس کا نتیجہ آرام و راحت ہو یا تکلیف اور عقوبت ہو لیکن بہرحال وہ اپنے مالک کی اطاعت میں رہے گا کیونکہ وہ بندہ ہے پس جو شخص اس اصول پر خدا کی عبادت کرتا ہے وہ اس راہ کی آفات سے امن میں ہے اور امید ہے کہ اس پر فضل ہو۔ لیکن اسے یہ لازم ہے کہ کسی امید پر بنیاد نہ رکھے اور اطاعت اور عبودیت ایک حق ربوبیت کا سمجھے کہ جو بہرحال ادا کرنا ہے اور سرگرمی سے خدمت میں لگا رہے اور اپنی کارگذاری اور خدمت کو کچھ چیز نہ سمجھے اور مولے کریم پر احسان خیال نہ کرے۔ دنیا مزرعہ آخرت ہے اور فارغ باشی کچھ چیز نہیں وہی لوگ مبارک ہیں کہ جو دن رات اپنے زور سے اپنے تمام اخلاص سے اپنے تمام رجوع سے رضائے مولیٰ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

مرسلہ

(محترم ملک ظفر اللہ خاں صاحب)

دُعائیہ: احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ دُعائیہ قریب ہے کیا آپ نے اس میں شرکت کی تمام تیاریاں مکمل کر لی ہیں؟

امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں کا

احباب کے نام پیغام

احباب و خواتین جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم سب کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دسمبر ۱۹۹۰ء کی ۲۵ تا ۲۸ تاریخوں میں ہمیں پھر سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کا موقع مل رہا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ اجتماع خالصتاً حضرت امام وقت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشاد کے ماتحت کسی دنیوی اغراض کیلئے نہیں بلکہ صرف اور صرف دینی مقاصد اور جماعتی تعلقات کی تقویت کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ جو بہت سی خیرات و برکات کا موجب ہوتا ہے۔

آپ سب سے میری گذارش ہے کہ آپ ان ایام اللہ میں ضرور شرکت فرمائیں۔ اپنے بڑے اور چھوٹوں کو ابھی سے مستعد کریں اور یہ چار دن محض للہ فی اللہ مرکز میں گذاریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے تا آپ کی ممکنہ مشکلات کو دور کرے اور سفر کو آسان فرمائے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں چل نکلتا ہے تو وہ خود اس کا متکفل ہو جاتا ہے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام والدعا

سعید احمد

دار السلام کالونی

۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

دستکاری خواتین

۲۵ دسمبر ۱۹۹۰ء کو سالانہ دعائیہ کے موقع پر خواتین اپنے خصوصی اجلاس میں مختلف موضوعات پر تقادیر کے علاوہ دستکاری بھی پیش کرتی ہیں جس کی فروخت سے آمدہ رقم جماعت کے دینی اور رفاہی کاموں میں صرف کی جاتی ہے

مجھے امید ہے کہ خواتین اور بچیاں حسب سابق نہایت ذوق و شوق سے اس کار خیر میں حصہ لیں گی اور جماعت کی شاندار روایات کو قائم و دائم رکھنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گی۔

دستکاری کی نمائش کے اہتمام میں سہولت پیدا کرنے کے لیے خواتین سے گذارش ہے کہ وہ اپنی دستکاری ۱۰ دسمبر ۱۹۹۰ء تک ذیل کے پتہ پر ارسال کر دیں اور ساتھ ہی دست کاری کی اصل لاگت بھی تحریر کر دیں تا کہ قیمت کے تعین میں آسانی رہے۔

صفیہ بنت سعید

سیکرٹری دستکاری خواتین

۵۔ عثمان بلاک

نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور

(منظوم کلام حضرت بانی سلسلہ)

جو خاک میں ملے

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
دعوی یہی ہے یار و لہوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اس یار کے لیے رہ عشرت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضی مولا اسی میں ہے

اے خدا

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات سے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار

اے خدا تیرے لیے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

ار م

جس کے نتیجے میں گیارہ ہندو مر گئے اور ...۴ سے زائد زخمی ہو گئے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق بھارتی سکیورٹی فورسیں ابھی تک ہندوؤں سے نبرد آزما ہیں۔ ان ہندوؤں نے پولیس کے گھیرے کو توڑ دیا اور مختصر عرصے کے لیے مسجد پر قبضہ کر لیا تھا مگر مسلح افواج نے انہیں مار بھگایا۔ مسجد کے اندر شدید لڑائی ہوئی۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ کدالوں اور بیلچوں سے لیس ہندو بابری مسجد کو شہید کرنے کی کوشش میں ہیں۔

وائس آف امریکہ کا کہنا ہے کہ اس منصوبے سے مسلمان طیش میں آ گئے ہیں اور بھارتی حکومت نے عہد کیا ہے کہ وہ اس متنازعہ جگہ پر مندر تعمیر کرنے کے عدالتی حکم پر عمل نہ کرے گی۔ ایک اور اطلاع کے مطابق اجودھیا شہر کے گرد و نواح میں بھی شدید لڑائی جاری ہے۔ حکومت نے شہر میں مزید فوجی دستے بھیج دیئے ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ فوجی اور پولیس والے پہلے ہی وہاں تعینات ہیں تاکہ بابری مسجد کو شہید کرنے کے منصوبے کو ناکام بنایا جا سکے۔ وائس آف امریکہ کا کہنا ہے کہ اس جھگڑے نے وی پی سنگھ کی حکومت کو خطرے کی انتہا تک پہنچا دیا ہے اور تازہ ترین فسادات میں مرنے والوں کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ گئی ہے۔ ادھر بھارتی وزیر اعظم وی پی سنگھ نے کہا ہے کہ اگر ان کی پارٹی اور ممبران پارلیمنٹ محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پارٹی کے اقتدار کے خاتمے سے ملک میں خوشحالی آ سکتی ہے تو انہیں وزارت عظمیٰ کے عہدے سے دستبردار ہو کر خوشی ہو گی۔ آل انڈیا ریڈیو کے مطابق پارٹی کے صدر کے نام اپنے ایک خط میں وی پی سنگھ نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے اصل معاملہ ملک کو متحد رکھتے ہوئے جمہوری اداروں کو استحکام فراہم کرنا ہے اس لیے ہم سب کو مل کر فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

اجودھیا میں بابری مسجد کی جگہ مندر تعمیر کرنے کے سلسلے میں گزشتہ روز کے تشدد آمیز ہنگاموں کے بعد بی جے پی کے صدر ایل کے ایڈوانی نے ہندو رضاکاروں پر مبینہ تشدد کے خلاف احتجاجاً ۲۴ گھنٹے کا بھرت شروع کر دیا۔ اور بی بی سی کے مطابق ریاست بہار کے وزیر اعلیٰ پرشاد یادیو نے فرقہ وارانہ مفاہمت کے لیے ۱۲ گھنٹے کا بھرت رکھا ہے۔ قبل ازیں پولیس نے بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما اٹل بہاری باجپائی کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے مطابق انہیں اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ اجودھیا جانے کے لیے لکھنؤ ایئرپورٹ پر پہنچے تھے۔

بی بی سی کا نمائندہ جو گزشتہ روز رونما ہونے والے واقعات کے دوران اجودھیا میں موجود تھا۔ کے مطابق گزشتہ صبح ہزاروں ہندو رضاکار اجودھیا اور پڑوس کے شہر فیض آباد میں اکٹھا ہو گئے جہاں پیرا ملٹری فورسیں بھاری تعداد میں تعینات تھیں جس کے بعد دونوں کے درمیان تنگ گلیوں میں بڑی دیر تک جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اس دوران ہجوم نے بسوں اور کاروں کو آگ لگانا شروع کر دی۔ پولیس نے کئی بار گولی چلائی۔ نمائندے کے مطابق ہو قع پر تقریباً ۳۰ ہندو

بابری مسجد کی چھت پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے اور اس کی محراب پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور ہندوؤں کا مخصوص جھنڈا بھی وہاں لہرا دیا لیکن سیکورٹی افواج نے ان لوگوں کو مار بھگایا۔

علاوہ ازیں کئی دوسرے رضا کار کچھ دیر کے لیے مسجد کی عمارت کے اندر گھس جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور انہوں نے جو توڑ پھوڑ مچائی اس کے بارے میں وشوا ہندو پریشد کے ایک لیڈر نے جو وہاں پر موجود تھے کہا کہ یہ مسجد کو شہید کرنے کی ایک علامتی کارروائی ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ جب تک مندر نہیں بن جاتا ان کی فتح نہیں ہو گی۔

دریں اثناء دہلی میں بھارتی حکام نے ان اطلاعات کی تردید کی ہے کہ بابری مسجد کو گذشتہ روز کوئی نقصان پہنچایا گیا۔ بی بی سی کے مطابق حکومت کے ایک ترجمان نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تقریباً سات سو ہندو اجودھیا میں اس متنازعہ علاقے میں گھس گئے جہاں بابری مسجد واقع ہے اور کچھ مسجد کے گنبد تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن انہیں وہاں سے نکال دیا گیا اور جھنڈا بھی اتار دیا گیا۔

ترجمان نے یہ بھی کہا کہ مندر کی تعمیر کی کوئی رسم بھی ادا نہیں کی گئی۔ ترجمان کے مطابق صورت حال پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اگرچہ چند علاقوں میں اکا دکا جھڑپوں کے واقعات ہوئے ہیں۔ دریں اثنا بابری مسجد کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کی قائم کردہ دو کمیٹیوں میں سے ایک کے سرکردہ رہنما شہاب الدین نے ایک بیان میں اترپردیش کے وزیر اعلےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے جس طرح گذشتہ روز بابری مسجد کو بچایا ہے وہ بھارت کے آئین کی فتح تھی۔ اس موقعہ پر بھارتی وزیر اعظم نے بی بی سی کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمارے لیے بڑی آزمائش کا دن تھا لیکن ہم اس آزمائش پر پورا اترے۔ ہندوؤں نے اپنا درشن بھی کر لیا اور بابری مسجد بھی محفوظ رہی۔

ٹیلی ویژن کے مطابق نئی دہلی میں ایک سرکاری ترجمان نے دعوٰی کیا ہے کہ بابری مسجد ابھی تک محفوظ ہے خبر رساں ایجنسی نے بتایا ہے کہ سیکورٹی فورسز نے اجودھیا میں انتہا پسند ہندوؤں پر فائرنگ کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ سیکورٹی فورسز اب تک اڑھائی لاکھ افراد کو گرفتار کر چکی ہے۔ مقامی حکام نے بتایا ہے کہ بھارتی فوج مسجد کو اپنے کنٹرول میں لے گی کیونکہ پولیس ہندوؤں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنے میں ناکام ہو گئی تھی

بھارتی وزیر اعظم وی پی سنگھ نے کہا کہ بابری مسجد کے مسئلے نے بھارت کی وحدت کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اس مسئلہ پر مسٹر سنگھ کی حکومت کی حمایت ترک کر دی ہے اور اس سے حکومت ٹوٹنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

ٹی وی کے مطابق بابری مسجد کے مسئلے پر بھارت کے مختلف حصوں میں فرقہ وارانہ فسادات بھی شروع ہو گئے ہیں۔ لکھنؤ شہر کے مختلف حصوں میں کرفیو لگا دیا گیا ہے اور الہ آباد میں فساد کے بعد فوج طلب کر لی گئی ہے۔

بھارتی روزنامہ

بابری مسجد تاریخ کے آئینے میں کے عنوان سے ایک بھارتی روزنامہ نے ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ مسجد مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ اور بی جے پی اسے محض سیاسی مفاد کی خاطر ایک مذہبی شگوفہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ تفصیلی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۲۸ء مغل شہنشاہ بابر نے اسے ایودھیا کے مقام پر تعمیر کرایا بعد میں ہندوؤں نے یہ دعوٰی کیا کہ جس مقام پر یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے وہاں ان کے اوتار شری رام کا جنم ہوا تھا۔

۱۸۵۵ء۔۔۔ مسجد کی جگہ ہندوؤں کا مندر تعمیر کرنے کی کوشش کے سلسلے میں ہندو مسلم فسادات ہوئے جس میں ۷۵ انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ حکومت نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے کرایا جس کے مطابق مسجد کے گرداگرد چار دیواری تعمیر کرائی گئی اور ہندوؤں کو مخصوص اوقات میں یہاں پوجا کرنے کی اجازت دیدی گئی۔

۱۸۸۳ء۔۔۔ مسلمانوں کے اعتراض پر ڈپٹی کمشنر فیض آباد نے ہندوؤں کو اس جگہ مندر تعمیر کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

۱۸۸۵ء۔۔۔ ایک ہندو مذہبی لیڈر رگھوبیر داس نے سب سول جج کی عدالت میں دعوٰی دائر کیا کہ یہاں ایک مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی جائے سب جج نے یہ دعوٰی خارج کر دیا بعد میں اس حکم کے خلاف دائر کردہ اپیلیں ڈسٹرکٹ جج اور کمشنر نے بھی رد کر دیں۔

۱۹۳۸ء۔۔۔ ڈسٹرکٹ وقف کمشنر نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ یہ مسجد اب ویران ہو چکی ہے کیونکہ مسلمان ہندوؤں کے خوف سے یہاں نماز ادا نہیں کرتے۔

۱۹۴۶ء۔۔۔ فیض آباد کے سول جج نے اپنے فیصلہ میں بتایا کہ بابری مسجد مغل بادشاہ بابر نے تعمیر کرائی تھی اور یہاں مسلمانوں کے دونوں فرقے سنی اور شیعہ نماز ادا کرتے ہیں۔

۱۹۴۹ء۔۔۔ ۲۲ دسمبر کو چند ہندو اس مسجد میں زبردستی گھس گئے اور وہاں ایک بت رکھ دیا۔ لیکن دوسرے روز ڈپٹی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسجد کو تالا لگانے کا حکم دیا۔

۱۹۵۰-۵۵ء۔۔۔ ہائیکورٹ کے ایک بنچ نے ہندوؤں کے حق میں ایک حکم دیا جس کے مطابق مسجد میں رکھے گئے بت کو وہاں سے اٹھانے سے منع کر دیا گیا اور ہندوؤں کو یہ حق بھی دیا گیا کہ وہ مسجد کی چار دیواری کے باہر پوجا پاٹ کر سکتے ہیں۔

۱۹۸۴ء۔۔۔ ایک نئی ہندو فرقہ پرست جماعت رام جنم بھومی مکتی سمیتی کے نام سے قائم ہوئی جس نے مطالبہ کیا کہ ایودھیا ورناسی اور متھرا کی مساجد کو شہید کر کے یہاں رام مندر تعمیر کیے جائیں

۱۹۸۶ء۔۔۔ یکم فروری کو ڈسٹرکٹ جج فیض آباد نے ایک حکم جاری کیا جس کے مطابق یہ کہا گیا تھا کہ مسجد کے تمام قفل کھول دیئے جائیں اور یہاں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو عبادت کی اجازت ہے۔ اس طرح بابری مسجد کا موجودہ تنازعہ شروع ہوا۔

۳ فروری کو محمد ہاشم نے الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے روبرو یہ عرضداشت پیش کی کہ مسجد کی گذشتہ صورت کو بحال کیا جائے۔

۲۲ دسمبر کو آل انڈیا بابری مسجد کانفرنس نے بھارت کی یوم آزادی کے بائیکاٹ کی اپیل کی مگر بعد میں حکومت کے کہنے پر اسے واپس لے لیا۔

۱۹۸۸ء۔۔۔ وشوا ہندو پریشد نے اپنے حیدر آباد کے ایک اجلاس میں حکومت کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ بند کرنے کا فیصلہ کیا اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی کی طرف سے مسلمانوں کو بابری مسجد کی حفاظت کے لیے وہاں پہنچنے کی اپیل کے جواب میں انہیں روکنے کے لیے ہندوؤں سے اپیل کی لیکن بعد میں مرکزی حکومت سے بات چیت کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

۱۹۸۹ء۔۔۔ وشوا ہندو پریشد نے مئی ۱۹۸۹ء کو بھارتی ہندوؤں سے مندر کی تعمیر کے لیے ۵ کروڑ روپے کے عطیہ جات حاصل کرنے کی اپیل کی۔۔۔

، ، ، ، ، ، ، ،

ایک نہایت مبارک خوشخبری

خدا کے فضل و کرم اور احباب کی دعاؤں سے حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے فرزند ڈاکٹر عبدالحیی سعید صاحب بخیر و عافیت ۱۱ نومبر ۹۰ء کو اپنے گھر کراچی پہنچ گئے ہیں انہیں ڈیڑھ ماہ قبل چند نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا تھا۔ حضرت امیر ان تمام احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے خطوط، تاروں اور فون کے ذریعہ اس تکلیف دہ واقعہ پر اپنی تشویش اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور بخیر و عافیت واپسی کے لیے احباب نے اپنی دعائیں کیں۔

حضرت امیر کی ڈاک سے

وفات کے موقع پر تعزیتی خطوط

مجھے اُمید ہے، آپ، آپ کے اہل وعیال اور احباب جماعت بفضل تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔

میں ماہ اکتوبر کے شروع میں آنکھوں کے علاج معالجہ کے لیے سڈنی آیا۔ ایک شب میں نے اپنی اہلیہ کو (سوا۔فیجی) فون کیا تو انہوں نے مولٰینا حافظ شیر محمد صاحب کی وفات کی غمناک خبر دی۔ حضرت مولٰینا دین کے زبردست عالم تھے۔ اور تحریک احمدیہ کے عظیم داعظ و داعی تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

میری طرف سے مرحوم کے اہل وعیال کو اظہار تعزیت فرماکر شکر گذاری کا موقعہ دیں ۔ میں نے سڈنی جماعت کے سیکرٹری صاحب کو گذشتہ شب مطلع کر دیا تھا۔ انہوں نے احباب جماعت کو اس سانحہ کی اطلاع کر دی ہوگی۔ میں اس ماہ کے آخر میں واپس فیجی چلا جاؤں گا ۔ میں آپ کی صحت وسلامتی کے لیے دعاگو رہتا ہوں ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو درازئ عمر عطا فرمائے ۔

والسلام آپ کا مخلص

جی ۔ این ۔ ڈین سوا ۔ جزائر فیجی

(۲)

حضرت مولٰینا حافظ شیر محمد صاحب کے انتقال پرملال سے ہمیں دلخراش صدمہ پہنچا ہے ہم بڑے رنجیدہ اور مغموم ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے ۔

مرحوم کی وفات حسرت آیات سے جماعت کو نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی سطح پر نہایت ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ مرحوم ۱۹۷۳ء میں پہلی دفعہ فیجی تشریف لائے تو آپ نے جماعت و سلسلہ کی بڑی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔ آپ نے تحریک وجماعت کی خاطر سال ہا سال تک بڑے ایثار و قربانی سے کام کیا۔ آپ نے اپنی علالت کے باوجود جماعت کے فرائض کی ادائیگی کے لیے اس کے مفاد و مقاصد کو عالمی سطح تک حاصل کرنے میں نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ جنوبی افریقہ میں عدالتی سماعت کے دوران آپکے بیانات اور وضاحتیں آپ کے علم وفضل کی بلندی، آپ کے مذاہب عالم پر مطالعہ کی گہرائی اور سلسلہ کے مفاد کی خاطر ایثار کی روشن مثالیں ہیں۔

مرحوم کو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ مرحوم کی تمام تر علالت کے دوران بھی ہماری مسلسل خط وکتابت رہی۔ میں نے آخری مکتوب ۸ ستمبر کو لکھا تھا جو بلا جواب رہا۔

حضرت امیر جماعت! مجھے احساس ہے کہ اپنے اس جلیل القدر عالم فاضل ساتھی کی وفات پر آپ پر کیا گذری ہوگی۔ اور آپ کی کیا حالت ہوگی میری مخلصانہ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کے عزیز واقارب کو اس صدمہ جانکاہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ وصبر عطا فرمائے۔

ہماری گذارش ہے کہ مرحوم کے عزیز واقارب کو ہماری طرف سے اظہار تعزیت فرماکر ممنون فرمائیں۔

آپ کے مخلص

لاہور احمدیہ انجمن ہالینڈ مشن کے جے کے محمد علی اور اے کے بلیک صاحبان ایمسٹرڈم سے اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ :

حضرت مولٰینا حافظ شیر محمد صاحب ہم سے جدا ہو گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جماعتِ احمدیہ لاہور کو مرحوم کے بچھڑ جانے سے ناقابلِ تلافی نقصان ہوا ہے۔ مرحوم حضرت مولٰینا محمد علی مرحوم ومغفور کے قافلہ کا ایک سرگرم مجاہد تھا۔ اللہ تعالےٰ نے یقیناً مرحوم کی مغفرت فرمادی ہوگی۔ مرحوم ایک اعلےٰ درجہ کے مشنری ۔ ایک عظیم انسان اور ایک محنتی اور محقق انسان تھے ۔ اور فی سبیل اللہ راہی تھے ۔ جماعت کے ساتھ ساتھ مرحوم کے خاندان کے لیے بھی ان کی وفات سے زبردست نقصان ہوا ہے تاہم ہیرو کبھی نہیں مرتے ۔ ان کو حیاتِ جاوید ملتی ہے ۔ مرحوم حافظ صاحب بھی ہیرو تھے۔ ہیرو ہیں اور ہیرو رہیں گے ۔

(۴)

ہم لوگ خدا تعالےٰ کے فضل اور آپ کی دعاؤں کے طفیل بخیریت ہیں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں ۔ اس سے قبل دو خطوط آپ کی خدمت میں ارسال کر چکا ہوں مگر جواب نہیں آیا ۔ مجھے آپ کی مصروفیات اور کئی درپیش مسائل کا اندازہ ضرور ہے آپ کی طرف سے خط ملے تو حوصلہ بڑھتا ہے ۔

گذشتہ کل ہی ایک نہایت افسوسناک خبر سنی کہ ہمارے محترم بزرگ جناب حافظ شیر محمد صاحب انتقال فرما گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حافظ صاحب کے یوں چلے جانے سے ہماری جماعت ایک نہایت قیمتی انسان سے محروم ہو گئی اور جو خلا ان کے جانے سے پیدا ہوا ہے اس کا پُر کرنا نہایت ہی مشکل ہے ۔

ہم سب مشیت ایزدی اور قانونِ قدرت کے سامنے بے بس ہیں اور یہی دعا کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں خاص بالخاص مقام عطا فرما دے اور اگلے جہان میں ان کے درجات بلند فرمائے ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔ نیز لواحقین اور عزیز واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ ان کی وفات کا دُکھ تو ہر ایک فرد جماعت کو ہوا ہوگا ۔ مگر آپ کے لیے یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے ۔ خدا تعالےٰ آپ کو ہمت وحوصلہ عطا فرمائے کہ آپ اس دکھ کو برداشت کر سکیں ۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ اور صرف ثابت قدم اور صابر لوگ ہی ایسی آزمائشوں اور امتحانات کو برداشت کر سکتے ہیں۔ آپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کس طرح خدا تعالےٰ اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا رہتا ہے کیونکہ آپ کی ذات صرف اپنے آپ تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ پر پوری جماعت کا بوجھ ہے ۔ اور ہر ایک مسئلہ اور معاملہ کو آپ نے اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق سلجھانا اور برداشت کرنا ہے ۔ خدا تعالےٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ آپ کو ہمت اور صحت کاملہ عطا فرمائے ۔ آمین ۔ حافظ صاحب کی وفات پر ہم دونوں گہرے رنج وغم کا

... کرتے ہیں۔ ہم کو بھی ان کی وفات کا بہت دکھ ہے کیونکہ میری یہ خواہش تھی کہ اب پاکستان جانے پر ان کی ملاقات کا شرف حاصل ہو سکے گا لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ ہم ... میں صرف دعاؤں کے ذریعہ ہی اظہار افسوس کر سکتے ہیں۔ اب پاکستان ... صاحب کے افراد خانہ سے ملاقات کریں گے ان شاء اللہ

آپ کی دعاؤں کا طالب

آپ کا فرمانبردار۔ عبد العزیز ...

(۵)

آپ کا ۲۵ ستمبر کا خط آج موصول ہوا۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں خود خط میں پہل نہ کر سکا ... میں تو آپ خط لکھنے ہی ... بہرحال آپکی یاد آوری کا بیحد شکریہ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور آپ کی اور احباب کی دعاؤں کے سبب ہمارا جلسہ ہماری توقعات سے زیادہ کامیاب رہا۔ آپ کا پیغام جو کہ حامد رحمٰن صاحب نے پہلے دن پڑھ کر سنایا سب کے لیے باعث اطمینان قلب ہوا۔

شرکت کرنے والے افراد کینیڈا، ٹرینیڈاڈ، سرینام اور باقی سارے امریکہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ ... اچھے تاثرات لے کر گئے۔

ہمارا کنونشن ہمیں بحالت مجبوری نیو یارک شہر سے تقریباً ۵۰ میل باہر کرنا پڑا۔ (نیو یارک شہر کے اندر صرف ہال کے کرایہ کا خرچ تقریباً ۵ ہزار ڈالر پڑتا تھا جبکہ ہمیں جہاں جلسہ منعقد ہوا صرف ۸۵۰ ڈالر دینے پڑے) اگلے سال ان شاء اللہ کوشش کریں گے کہ جلسہ نیو یارک شہر کے اندر ہی ہو۔

ٹرینیڈاڈ سے کمال مینڈل صاحب اپنے ملک کی نمائندگی کر رہے تھے۔ وہ مجھے کنونشن سے ایک دو دن پہلے ملنے آئے۔ انہوں نے ٹرینیڈاڈ میں اپنی جماعت کی بابت بتلایا میں نے انہیں توجہ دلائی۔ وہ بہت کوشش کریں کہ جماعت میں اتحاد و اتفاق رہے۔ میں نے انہیں بتلایا کہ تقویٰ کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان جماعت کی خاطر خود کو قربان کرے اور جماعت میں کسی پوزیشن کے لیے لڑنا یا اپنے آپ کو اہل سمجھنا اور اپنے آپ کو آگے رکھنا تقویٰ کی باریکیوں کے خلاف ہے۔

کینیڈا سے کافی حضرات تشریف لائے۔ مغربی کوسٹ سے تو بہن ثمینہ آئیں لیکن ٹورنٹو سے کافی حضرات تشریف لائے۔ اور ان حضرات نے تقریریں کیں۔ وزیر محمد صاحب اور صفورہ شریف صاحبہ (جو پاکستان میں تعلیم حاصل کرتے رہے) کی تقریریں بہت اچھی تھیں۔ ویسے بھی وہاں پر جماعت میں کافی حضرات ہیں۔ اور انہوں نے اپنے اگلے سال کے لیے کنونشن کے لیے نیو یارک کی جماعت اور دیگر احباب کو مدعو کیا ہے۔

ٹورنٹو جماعت سے ایک نوجوان امتیاز اسحاق جو کہ نہایت جوشیلے احمدی ہیں نے میرے دل پر اچھے اثرات چھوڑے .... لیکن جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ یہ بات تھی کہ وہ شخص تحقیقاتی ذہن والے ہیں اور تحقیق وغیرہ پر کافی وقت اور پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس کے ساتھ رابطہ رکھوں۔ اگر اس کی صحیح لائنوں پر تربیت ہو سکے تو وہ جماعت کے لیے بہت اچھا رکن ثابت ہو سکے گا۔ اس کا بڑا بھائی اسلم اسحاق نیو یارک میں ہماری جماعت کی ایگزیکٹیو کونسل کا ممبر ہے۔ اس کے والد صاحب محمد اسحاق ٹورنٹو جماعت کے ایک فعال ممبر ہیں۔ اور کافی پڑھے لکھے ہیں۔ اور حضرت صاحب کی اردو کتب کا بھی مطالعہ کرتے رہے ہیں۔

سرینام سے محمد یوسف صاحب نے سرینام میں جماعت احمدیہ کی تاریخ پر تقریر کی

مولانا کمال مینڈل کی تقریر نہایت اچھی تھی۔ حامد رحمان صاحب کی تقریر بھی اچھی تھی۔ اسی طرح ڈاکٹر احمد کی تقریر بھی بہت عمدہ تھی۔ اسی کنونشن کی ایک روئیداد اور بعض تقریروں کا خلاصہ چونکہ حامد رحمٰن صاحب امریکہ کے نیوز لیٹر میں چھپ چکے ہیں اور امید ہے کہ وہ آپ تک پہنچ چکا ہوگا۔ اس لیے میں ان تقاریر کے بارے میں مزید لکھ کر آپ کا وقت نہیں لوں گا کنونشن کی ویڈیو ٹیپ ہم نے کی ہے وہ ان شاء اللہ آپ کو بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ مولوی محمد رشید گیانا سے بعض حالات کی بنا پر نہ آ سکے۔

نیو یارک کی جماعت اس ماہ کے آخر میں اپنی دوسری سالگرہ اور عید میلاد النبیؐ منانے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ اگرچہ یہ تقریب پچھلے ہفتے تھی لیکن بعض حالات کی بنا پر ہم دو ایک ہفتہ کی تاخیر سے یہ مبارک دن منائیں گے۔ ساتھ ہی ۳۰ اکتوبر کو ہماری نیو یارک کی جماعت دو سال کی ہو جائے گی۔ ہم نے اپنے سنٹر کے لیے تقریباً دس گیارہ ہزار ڈالر جمع کیے ہیں۔ اور چندہ میں کنونشن کے موقع پر ۱۶ ہزار کے وعدہ اور وصولیاں ہوئیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ہم سنٹر بنا سکیں تو ان شاء اللہ ہم نہایت فعال جماعت بن سکیں گے۔ ڈاکٹر جان (OHIO) نے ہمیں بہت حوصلہ دلایا ہے کہ ہم جگہ ڈھونڈیں وہ ہماری حتی الوسع مدد کریں گے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ ڈاکٹر نعمان صاحب اور باقی حضرات بھی ہماری مدد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ کا وجود اور دعائیں ہمارے لیے باعث رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بہت سارے خطوط لکھوں اور بہت تفصیلات لکھوں لیکن یہی سوچ کر مختصر کر دیتا ہوں کہ اتنا وقت بھی جو کہ میں نے آپ کا لے لیا ہے وہ کافی ہے۔ والد صاحب سے پچھلے دنوں فون پر بات چیت ہوئی ہے۔ پچھلی دفعہ ان کی صحت پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔

میری آجکل یہاں پر قادیانی جماعت کے مشنری سے دو بارہ بات چیت ہو رہی ہے۔ اور اب تو وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ مجھ سے نہ ملیں اور ایک دو دفعہ تو انہوں نے مجھے اپنی جامع سے باہر ہی سے رخصت کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح ان کا ایک مبلغ افریقہ سے آیا تھا میں نے بہت کوشش کی کہ اس سے مل لوں لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی۔

جمیل بٹ صاحب جن کی بابت آپ نے پچھلے خط میں لکھا تھا امریکہ آ چکے ہیں۔ اور ان سے میری ایک دو دفعہ بات چیت ہو چکی ہے۔ میں آپ کی صحت اور درازی عمر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔

آپ کا فرمانبردار

عبدالرشید خان۔ نیو یارک (امریکہ)

(۶)

امید ہے آپ بفضل تعالیٰ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ خدا کے فضل سے یہاں بھی خیریت ہے۔ پاکستان سے واپس وطن آ جانے کے بعد آپ کی خدمت میں جو خطوط میں نے لکھے تھے امید ہے آپ وصول فرماتے ہوں گے۔

یہاں اچانک خبر موصول ہوئی ہے کہ حضرت مولانا حافظ شیر محمد صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری ہالینڈ کی تمام جماعت نے یہاں غائبانہ جنازہ پڑھا ہے اور دعا کی ہے کہ رب العالمین مرحوم کی روح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ مولانا ممدوح نے دین اور تحریک احمدیت کی جو خدمت کی ہے وہ جماعت کے ہر فرد پر عیاں ہے۔ ایسے بہادر انسان بہت کم ملتے ہیں۔ احمدیہ جماعت کا ایک چراغ اور گل ہو گیا۔ میری درخواست ہے مرحوم کے اہل و عیال تک یہ خبر پہنچائی جائے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت میں رکھے اور صبر جمیل عطا کرے آمین

خاکسار عبدالرحیم جگو۔ نیو ڈرمپٹ۔ ہالینڈ

ترتیب : پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب ،

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی مختصر سوانح حیات

* ببیں کہ عبداللطیف پاک مرد — چوں پئے حق خویشتن برباد کرد

اس پاک مرد عبداللطیف کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھو کہ کس طرح اس نے حق کی خاطر اپنے آپ کو برباد کر لیا۔

* ایں بود رسم وراہ صدق و وفا — ایں بود مردانِ حق را انتہا

اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق اور وفاداری کا یہی راستہ اور طریقہ ہے اور یہی مردان حق کی وفاشعاری کی انتہا ہے۔

* از پئے آں زندہ از خود فانی اند — جاں فشاں بر مسلک ربانی اند

وہ حق کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے آپ کو فنا کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

* ہست دیں تخم فنا را کاشتن — وز سر ہستی قدم برداشتن

دین فنا کا بیج بونے اور زندگی سے قدم اٹھا لینے کا نام ہے یعنی دین کی خاطر فنا ہو جانے کا نام ہی زندگی ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد آپ کے خاندان کے حالات:

آپ کی شہادت کے بعد آپ کے خاندان پر ایک اور مصیبت آئی۔ حبیب اللہ خان کو اپنے خلاف بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کیونکہ شہید مرحوم اپنے تقویٰ، طہارت، علم و فضل، سخاوت اور مخلوق پروری کی وجہ سے افغانستان کی ایک بہت بااثر اور مقبول شخصیت تھے۔ ان کے ہزارہا شاگرد، معتقدین اور مداح تمام افغانستان میں پھیلے ہوئے تھے اگر آپ کے خاندان کی طرف سے انہیں ذرا سا اشارہ بھی ہوتا تو بہت خون خرابہ ہوتا۔ اس خوف سے اس نے صاحبزادہ خاندان کے چار بڑے بڑے گھرانوں کو ترکستان جلا وطن کرنے کا حکم دیدیا یہ اکتوبر اور نومبر کے مہینے تھے جب افغانستان میں برفباری شروع ہو جاتی ہے۔ اور دشوار گذار پہاڑی راستے شدید برفباری کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں اس لیے چاروں گھرانوں کے سربراہوں نے موسم بہار تک جلا وطنی کے احکامات پر عمل درآمد روک دینے کی درخواست کی اور کہا کہ برف پگھل جانے کے بعد جب راستے سفر کے قابل ہو جائیں گے تو ہم ترکستان چلے جائیں گے خوست کے حاکم نے یہ درخواست حبیب اللہ خان تک پہنچا دی جو منظور کر لی گئی۔

بہار کا موسم آنے پر یہ لوگ حسب وعدہ پیدل، گھوڑوں اور اونٹوں کے ذریعے ترکستان روانہ ہو گئے۔ جب بے گناہ اور بے قصور انسانوں کا یہ بے سروسامان قافلہ سید گاہ سے ترکستان روانہ ہوا تو افغانستان کے سینکڑوں لوگ انہیں الوداع کہنے کے لیے غلگئی تک ان کے ساتھ گئے جہاں صاحبزادہ محمد سعید صاحب اور صاحبزادہ محمد مزمل صاحب نے ان کو واپس ہو جانے کو کہا۔ اس موقعہ پر ایک حجام نے پشتو میں ایک شعر کہا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ لوگوں سے جدا ہونے کی گھڑی آ پہنچی ہے ہمیں موت منظور ہے لیکن آپ سے جدائی منظور نہیں ہم بڑے رنجیدہ دلوں کے ساتھ آپ سے جدا ہو رہے ہیں۔

یہ رقت آمیز منظر قابل دید تھا۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو بیہوش ہو گئے۔ صاحبزادہ محمد سعید اور صاحبزادہ محمد مزمل نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ صرف چند دنوں کی بات ہے۔ ہم انشاء اللہ دوبارہ آپ کے پاس جلد ہی واپس آ جائیں گے۔ وہ لوگ بچشم گریاں واپس ہو گئے۔

افغانستان سے ترکستان تک کوئی ڈیڑھ ماہ کی مسافت ہے۔ اور راستہ دشوار گذار ہے جس کی وجہ سے بہت سے بچے بیمار ہو گئے۔ ترکستان میں ان لوگوں کو بہت سی تکالیف اور مصائب کا سامنا ہوا۔ ایک وقت وہ تھا کہ یہ بڑی راحت و آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے ریشمی بستروں میں سوتے اور سینکڑوں لوگوں کو اپنے دستر خوانوں پر کھانا کھلاتے آتے تھے ان پر ایسا وقت بھی آیا کہ وہ جو کی روٹی کو بھی ترستے تھے۔ حکومت نے انہیں گذارہ کے لیے کچھ زمین دی لیکن اسے آباد کرنے کے لیے ان کے پاس پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ ایک دو سال تک نہایت کس مپرسی اور عسرت کی حالت میں جوں توں کر کے گذر بسر کی جس کے بعد حالات آہستہ آہستہ قدرے بہتر ہونے لگے۔

ترکستان میں غربت، افلاس اور علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے ٹی۔بی کی بیماری عام تھی۔ بے شمار لوگ اس کا شکار ہو کر مر جاتے تھے۔ خدا کی شان کہ شہید مرحوم کی اولاد ہر قسم کی بیماری سے محفوظ رہی۔ آپ کی ایک نہایت ہی نیک اور مخلص بہن فرمایا کرتی تھیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ایسی حفاظت اور پردہ داری کی کہ کسی نے میرے دوپٹے کا پلو تک نہیں دیکھا۔ یہ حضرت بانی سلسلہ اور شہید مرحوم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ کے خاندان کو کوئی خاص ناقابل برداشت تکلیف نہیں پہنچی جبکہ باقی تین خاندانوں نے بہت ہی تکلیفیں اٹھائیں۔

ترکستان میں جلاوطنی کے آٹھ سال جیسے تیسے گذار لینے کے بعد امیر حبیب اللہ خان کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ شہید مرحوم کا خاندان کابل واپس آ جائے اور باقی تین خاندان خوست چلے جائیں۔ ترکستان سے واپسی پر شہید مرحوم کے پسماندگان کو کابل میں کوچہ قاضی کی ایک حویلی میں ٹھہرایا گیا۔ اور ان پر یہ پابندی لگا دی گئی کہ ان میں سے کوئی بھی پانچ میل کے علاقہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ ایک فرد روزانہ تھانہ میں جا کر یہ اطلاع بھی دیتا کہ ہم سب حاضر ہیں۔ کابل میں اور بھی کافی احمدی تھے۔ حکومت نے گذارہ کے لیے وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔ اور خوست کی زمینوں کی آمدنی بھی ملنا شروع ہو گئی جس سے اس خاندان کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ یہ آمدنی اور دیگر ضروری سامان دو تاجر خان امیر اور خانستہ میر جو کابل اور پشاور کے درمیان تجارت کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کے فدائین سے لے کر ان کے خاندان تک پہنچا دیتے تھے۔

انہی دنوں ایک بدبخت پنجاب سے کابل پہنچ گیا۔ حکومت کو اس پر انگریز کا جاسوس ہونے کا شک گذرا تو اسے گرفتار کر کے اس سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔ دوران تفتیش اس نے صاحبزادہ مرحوم کے گھرانے کے کسی فرد کا نام لے لیا کہ میں اسے جانتا ہوں۔ اس کے اس بیان پر پولیس شہید مرحوم کے چار بیٹوں کو گرفتار کر کے لے گئی۔ سب سے بڑا بیٹا بازار گیا ہوا تھا اسے جب اپنے بھائیوں کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ ان کی تلاش میں روانہ ہو گیا راستے میں کسی نے خفیہ طور پر اسے بتایا کہ انہیں عین الدولہ کے مہمان خانے میں رکھا ہوا ہے وہ جب وہاں پہنچا تو اسے بھی وہاں بٹھا لیا گیا۔ دو ماہ بعد انہیں عین الدولہ سے شیرپور جیل

میں منتقل کر دیا گیا۔ شیر پور جیل نہایت غلیظ جگہ تھی۔ وہاں انہیں بیڑیاں ڈال کر ۹ ماہ تک رکھا گیا۔ وہاں شہید مرحوم کے دونوں بڑے بیٹے صاحبزادہ محمد سعید اور صاحبزادہ محمد عمر ٹائی فس (TYPHUS) کی بیماری سے فوت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

اسی دوران میں حبیب اللہ خان قتل ہو گیا اور اس کے بیٹے امان اللہ خان کی تخت نشینی کا جشن شروع ہو گیا۔ اس جشن میں افغانستان کے تمام بڑے بڑے خوانین جمع ہوئے جن میں سید اکبر خان کا بڑا بھائی ببرک خان بھی شامل تھا۔ اس موقعہ پر خوانین نے امان اللہ خان سے کہا کہ صاحبزادہ عبداللطیف کے خاندان کے لوگ جو کابل میں آٹھ سال سے نظر بند ہیں یہ بڑے سیدھے سادے مسلمان اور معصوم لوگ ہیں ان کا کیا گناہ ہے کہ ان کو اس حالت میں رکھا ہوا ہے جب تک آپ ان لوگوں کو آزاد نہیں کریں گے ہم آپ کی دعوت جشن میں شریک نہیں ہوں گے اس پر امان اللہ خان نے یقین دلایا کہ میں ان کے معاملہ پر ضرور غور کر وں گا۔ جشن کے بعد امان اللہ خان نے اپنے وعدہ کے مطابق اعلان کیا کہ یہ صاحبزادگان اپنے گاؤں سید گاہ جا سکتے ہیں۔ ۱۶ سال کی جلاوطنی کے بعد یہ خاندان سید گاہ روانہ ہو گیا اور وہاں ان کا وہی شان و شوکت کا دور دورہ پھر سے شروع ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس خاندان کے مخالفین کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ در پردہ ان کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ افغانستان میں جب بھی کوئی گڑبڑ ہوتی یا کوئی کہیں فتنہ و فساد ہوتا یہ یہی مشہور کرتے کہ یہ سب کچھ صاحبزادہ عبداللطیف کے خاندان کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اس طرح عوام میں اس خاندان کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ۔

اس خاندان کے سیدگاہ واپس جانے کے بعد خوست کا جو پہلا گورنر آیا تو غالباً مخالفین کی باتوں کی وجہ سے یا حکومت کے اشارے پر اس نے شہید مرحوم کے بیٹوں کو اپنے روبرو حاضر ہونے کا حکم نامہ بھیجا۔ اتفاق سے آپ کے دونوں بیٹے صاحبزادہ ابوالحسن اور صاحبزادہ محمد طیب ان دنوں بنوں گئے ہوئے تھے۔ انہیں راتوں رات گورنر کے حکم نامہ کے متعلق پیغام پہنچایا گیا۔ واپس آ کر جب وہ گورنر کے سامنے پیش ہوئے تو گورنر انہیں دیکھ کر اور ان کی گفتگو سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے قسم کھا کر کہا کہ اگر خوست میں کوئی قابل احترام خاندان ہے تو وہ یہی لوگ ہیں۔ لیکن مخالفین اپنی شرارتوں سے باز آنے والے نہ تھے۔ انہوں نے وہاں کے قاضی کو بھڑکایا۔

اس نے حکم دیا کہ تمام قادیانیوں کو جیل میں ڈال دو۔ چنانچہ اس حکم پر صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب کے والد صاحبزادہ میر اکبر اور صاحبزادہ ابوالحسن کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ اور انہیں ۱۸ ماہ تک قید میں رکھا گیا۔ مارا پیٹا اور بہت اذیتیں دیں۔ اس طرح ان بے قصور لوگوں پر خوست کی زمین تنگ کر دی گئی اور وہاں ان کا جینا دشوار ہو گیا۔ ان حالات میں ان لوگوں نے افغانستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

خاندان کے کچھ مرد دربند جیل میں ان دونوں زیر حراست صاحبزادگان کے پاس ملاقات کے لیے گئے اور افغانستان سے ہجرت کے متعلق اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ ان دونوں نے بڑی استقامت اور حوصلہ کے ساتھ جواب دیا کہ آپ لوگ چلے جائیں ہماری فکر نہ کریں۔ ہم پر جو گذری گذاریں گے ۔

۱۹۲۴ء میں امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ بہت سی دوسرے الزامات کے علاوہ ان پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا کہ یہ قادیانی ہے ــــــــ

- - - - - - - - - - - - - - - -

شاید اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے صاحبزادگان کو آزاد کر کے دوبارہ سیدگاہ واپس جانے کی اجازت دیدی اور وہی مراعات ان کو دے دیں جو انہیں پہلے حاصل تھیں۔ یہ بات ان مخالفین کو گوارا نہ تھی جو ان کی عدم موجودگی میں فوائد حاصل کر رہے تھے۔ امان اللہ خان نے اس بغاوت کو کچل دیا۔ اس سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ احمدیوں پر مزید سختیاں شروع ہو جائیں گی اور مخالفین فتنہ و فساد پر آمادہ رہیں گے۔ اس کے پیش نظر یہ لوگ راتوں رات اپنے چند مزارعین کے ہمراہ سید گاہ سے نکلے اور درانگئی نامی ایک مقام پر پہنچے جہاں یہ تقریباً ڈیڑھ سال تک مقیم رہے۔ درانگئی کے لوگوں نے یہ ضمانت دی تھی کہ یہ یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے ایک دفعہ انہوں نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن حکومت کے اہل کاروں کو خبر ہو گئی اور انہیں روک لیا گیا۔ دو تین ماہ تک انتظار کے بعد انہوں نے ایک اور کوشش کی اور اس دفعہ معجزانہ طور پر کامیاب ہو گئے۔ ہوا یوں کہ اس بار ان کے وہاں سے نکلنے کے بعد ایک عورت ان کے گھر آئی اس نے جب دیکھا کہ گھر خالی ہے تو اس نے ایک شخص عبدالباقی کو وہاں کے مقامی حاکم کو اطلاع دینے کو کہا۔ عبدالباقی نے اس حاکم کے اردلی کو بتایا لیکن رات کا وقت تھا اردلی بات سن کر پھر سو گیا۔ جب وہ صبح بیدار ہوا تو دن چڑھ چکا تھا۔ وہ بھاگا بھاگا حاکم کے پاس پہنچا لیکن اس وقت تک یہ لوگ افغانستان کی حدود پار کر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ چکے تھے یکم جنوری ۱۹۲۶ء کو یہ لوگ افغانستان سے نکل کر میران شاہ پہنچے اور اس کے بعد بنوں سے ہوتے ہوئے سرائے نورنگ آئے اور وہیں آباد ہو گئے ۔

حرفِ آخر

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف راہ رسم وفا پر استقامت کے ساتھ چلتے ہوئے شہادت کا مقام پا گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے بیٹوں اور دوسرے پسماندگان نے بھی کڑی آزمائشوں سے گذرتے ہوئے آپ کے مسلک کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ ظالموں کو اپنے کئے کی عبرت ناک سزا ملی لیکن حضرت صاحب کے یہ الفاظ کہ "جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے"۔ خاص طور پر جماعت لاہور سے تعلق رکھنے والے موجودہ لوگوں کو دعوت فکر دیتے ہیں حضرت صاحب کے بعد آپ کے ساتھی ہمارے بزرگوں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہ تحریک احمدیت کا ایک روشن باب ہیں۔ ان کی روشن کی ہوئی شمعیں آج مغرب کی تاریک وادیوں کو روشن کر رہی ہیں۔ اور ان شاء اللہ کرتی رہیں گی۔ - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

ہر بادل کے ساتھ ایک نقرئی لکیر ہوتی ہے جو یاس میں امید کی کرن ہوتی ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم حضرت بانی سلسلہ کی مقدس روح کو مجروح اور مایوس نہ ہونے دیں ہم جانتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں ہم میں سے کوئی عبداللطیف نہیں بن سکتا۔ اور نہ اس حد تک دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا دعوٰے کر سکتا ہے۔ لیکن اس گئے گزرے دور میں بھی ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ حضرت صاحب اور اپنے بزرگوں کے بیش قیمت ورثہ کو وفاداری کے ساتھ اپنے سینہ سے لگا کر ایک بہتر صورت میں اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کرنے کے لیے حتی الامکان جدوجہد کریں۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین ۔

ختم شد

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح - دارالسلام - نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

حاصل ہوتی تھیں لیکن کم از کم اپنے بھائیوں سے میل ملاقات کا عارضی فائدہ تو ضرور حاصل ہوتا رہتا ہے مگر اس پر تھوڑا سا غور کر لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمیں اگر استطاعت حاصل ہو اور ہم سال بھر اپنے ملک میں گھومتے رہیں تو بھی سارے بھائیوں سے ملاقات نہیں ہو سکتی جتنی دعائیہ سالانہ کے موقع پر ہوتی ہے۔

حضرت بانی سلسلہ سے کیے گئے عہد کو نبھانے، اپنی روایات کو زندہ رکھنے اور اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنے مال و جان اور آرام کی ضرورت ہے آیئے یہ چار پانچ دن ہم خدا کے لیے وقف کر دیں اور اپنے سارے غم بھول کر صرف ایک غم کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دینِ کامل کس طرح دنیا پر غالب آئے کیونکہ آپ کے تشریف لانے کا مقصد ہی لیظہرہٗ علی الدین کلہ تھا اور یہی حضرت بانی سلسلہ کا مشن تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم قلیل ہیں اور کم مایہ۔ لیکن اپنے دلوں سے اس احساسِ قلت اور کم مائیگی کو نکال دیں کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں بھی اپنی حالتوں کو سنوارنا ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ کے وعدے بعض شرائط سے مشروط ہوتے ہیں۔ اس بار ہم اپنی نوجوان نسل سے مخاطب ہو کر یہ عرض کریں گے کہ وہ اپنے اس اجتماع میں شامل ہو کر اس بات کا ثبوت فراہم کریں کہ ہم زندہ ہیں اور ہماری زندگی دین کی نشأۃ ثانیہ کے لیے وقف ہے دینِ حق امن و سلامتی، صلح و صفائی، پیار و محبت، رحمت و شفقت، خلوص اور انسان دوستی، آزادیٔ ضمیر اور احترام حقوقِ انسانی کا نام ہے اور یہی قرآن حکیم کا فرمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ یہی وہ اخلاق کی بلندیاں ہیں جن پر آپ خود بھی پہنچے اور نوعِ انسانی کی اس طرف راہنمائی کی۔ انسانوں کی گردن اگر جھکی تو اسی دینِ حق کے سامنے اور یہی ہمارا آئیڈیل ہے۔

مادی وسائل کے علاوہ کامیابی کا ایک اور سب سے بڑا سبب دعا بھی ہے اجتماعی دعاؤں میں بڑی برکت ہوتی ہے ان تین چار ایّام میں جب سب بزرگ، بھائی، بہنیں بچے اور بچیاں مل کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونگے۔ دلی تڑپ اور آرزو سے اللہ تعالیٰ سے دین کے غلبہ کے لیے دعا کریں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ رات کی تنہائیوں میں آنسوؤں کی راہ اپنا دل اور سینہ کھول کر اسکے سامنے رکھ دیں اور اپنی کسی دنیوی غرض کیلئے نہیں بلکہ اسکے دین کی نصرت کیلئے انکی سسکیاں اور چیخیں اسکے دریائے رحمت سے ٹکرائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ بے لوث اور بے غرض پکاریں ناکام و نامراد واپس لوٹ آئیں۔ وہ جانتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اس کی رضا اور خلقِ خدا کی خیر خواہی اور فلاح و بہبود کیلئے کرتے ہیں۔

ایک ضروری التماس

منتظمین اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو لیکن انسانی کوششوں میں کوتاہی ہو ہی جاتی ہے اس لیے ہم اپنے مہمانوں کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ جب وہ اللہ کی رضا کیلئے گھر کا آرام چھوڑ کر یہاں آتے ہیں تو ہماری کوتاہیوں اور خامیوں پر بھی صبر سے کام لیں گے۔ گھر سے باہر گھر جیسا آرام تو میسر آنا ممکن نہیں مقصد سامنے ہو تو آدمی کیلئے تمام راحتیں اور آرام قربان کرنا پڑتا ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مہمانوں کو خیریت سے لائے اور بخیریت واپس لے جائے اور جس غرض کیلئے وہ یہ تکلیفیں اٹھا کر تشریف لائیں گے اللہ تعالےٰ انہیں اس کا پورا پورا اجر دے۔ آمین۔ ثم آمین: ع:

"اے آمدنت باعث آبادیٔ ما"

صرف احباب جماعت کے لئے

دارُالسّلام آؤ

خدا کو یاد کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

محبّت عام کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

خدا کی راہ میں جو دن بھی گذرے وہ غنیمت ہے

نیا اک عہد کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

یہاں آؤ امامِ وقت کے ارشاد سننے کو

مقدّم دین کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

امیرِ قوم نے تم کو بلایا ہے ضرور آؤ

دلوں کو شاد کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

محبت جو دلوں میں موجزن ہے لے کے آجاؤ

محبت اَور کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

چلے آؤ یہاں پر آخرِ شب سجدہ ریزی کو

خدا سے پیار کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

تمہارا فرض ہے تم دین کو دنیا پہ ترجیح دو

یہی اک کام کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

جو راضی ہیں وہ آئیں جو خفا ہیں وہ بھی آجائیں

دلوں کو صاف کرنے کے لئے دارالسّلام آؤ

محمّد صالح نور

از قلم:- محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ

آج اُس نے بلایا ہے

اُردو زبان کا لفظ "بلاوا" ہے تو چھوٹا سا مگر ہر انسان کی زندگی میں اس کی اہمیت ایسی ہے کہ ہماری بہت سی خوشیوں، محفلوں اور مجلسوں کا انحصار اس پر ہے۔ اپنے بزرگوں سے ایک کہاوت سنی ہے کہ "اکیلا بندہ نہ روتا بھلا نہ ہنستا"، اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں لیکن اس کا دارومدار بھی اسی بلاوے پر ہے۔

امیر ہو یا غریب، خوشی کی محفل ہو یا غمی کا مجمع۔ جب تک دوسروں کو بلایا نہ جائے بات بنتی نہیں اور پھر اس بلاوے کے بھی بہت سے رنگ ہیں۔ غریب غربا کسی تقریب کے منانے کا حوصلہ کریں اور دوسروں خصوصاً صاحبِ حیثیت لوگوں کو بلائیں تو بھی اللہ آمین ہوتی ہے کہ جن کو بلایا ہے وہ آ جائیں بھی ورنہ تقریب سُونی رہ جائے گی۔

بڑے امیر امراء اور جاہ و مرتبہ والے تو ان کی محفلیں جب سجتی ہیں تو دنیا ٹوٹ پڑتی ہے۔ ہر کسی کو توقع ہوتی ہے سب چاہتے ہیں کہ چاہے جھوٹوں ہی بلائیں ہم سچ مچ جا شامل ہوں گے اس سے بھی بڑھ کر جب حاکموں اور بادشاہوں کی محفلیں، مجلسیں اور پارٹیاں مرتب ہوتی ہیں تو ان چکنی دمکتی ہاؤ ہو اور ناؤ نوش سے پُر تقریبات پر سب قابلِ رسائی ہستیاں آس رکھتی اور تمنا کرتی ہیں۔ ان کا بلاوا آ جائے۔ اللہ! کہیں ہمارا نام رہ نہ جائے جہاں تک بن پڑے ٹوہ لگاتے ہیں کہ فہرستوں میں نام آ گیا یا نہیں۔ اور پھر سرکاری بلاوا نہ آئے تو بڑی بڑی تیتوں پر دوسروں سے **جسے انگریزی میں GATE CRASHING کہتے ہیں وہ بھی کر گزرتے ہیں۔

غیروں کے بلاوں کا شمار آتا ہے۔ ماں باپ کے لئے تو خیر دونوں آنکھیں برابر اپنی امیر غریب سب اولاد یکساں ہوتی ہے۔ وہ بلائیں تو شکایت کا موقعہ کم ہی پیدا ہوتا ہے لیکن بہن بھائی۔ رشتے ناطے کنبے برادری میں تو بلاوے پر یا اس کے نہ پہنچنے پر حد بھر گلے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر تو رنجش ایسی بڑھتی ہے کہ چھُٹم چھُٹا تک نوبت آ جاتی ہے۔ یہ تو کئی رخ اور پہلو ہیں دنیاوی بلاوے کے۔ ان سب سے بالاتر اور اہم ترین بلاوے وہ ہیں جو خود تمام عالموں کے رب۔ انسان کے خالق و مالک خدائے واحد کی طرف سے آتے ہیں۔ ان کے بھی کئی درجے ہیں۔ سب سے اہم اور آخری بلاوا تو وہ ہے جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ:-

مدت سے تمنا تھی اُس کے مجھے ملنے کی + آج اُس نے بلایا ہے لینے کو قضا آئی۔

اس بلاوے کے بعد کوئی واپسی نہیں۔ مارے باندھے خوشی یا ناخوشی سے اس کے آنے پر اُس بارگاہِ عالی میں جانا ہی پڑتا ہے۔ اور پھر وہاں اپنی غفلت کی سزا بھگتنی اور عمل کی کرنی بھرنی پڑتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی کے شایانِ شان یہ زیادتی اپنے بندوں پر نہ ہو سکتی تھی کہ بغیر بتائے۔ خبردار یا آگاہ کئے۔ بے نصیحت فرمائے۔ اور ہدایت کا راستہ دکھائے وہ انسان کو اس آخری حاضری کا حکم فرماتا۔ سو روزِ ازل سے اس کے بھیجے ہوئے داعی رسولوں کے روپ میں ظاہر ہوتے رہے۔ اور انسان کو جیتے جی راہِ نجات دکھاتے اور اپنے خالق کو جیتے جی پا کر اس دنیا سے سُرخرو جانے کے راستہ پر بلاتے رہے۔ ان سب بلانے والوں کے آخر پر ایک عظیم الشان۔ کامل ترین فخرِ رسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عرب کی بے آب و گیاہ وادی سے مبعوث ہوا جس کا بلاوا اور جس کی للکار نہ صرف پہلے بلانے والوں سے بڑھ چڑھ کر تھی بلکہ یہ دلکش و مکمل دعوتِ حق ان سابقہ بلاووں کی تصدیق و تکمیل بھی کر گئی۔ اور یہ صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود نہ رہی بلکہ عرب کے وحشیوں کو فخرِ انسانیت بناتی کرۂ دنیا میں گونج گئی۔ اور آج مشرق و مغرب کے کناروں تک یہ بلاوا پہنچ رہا ہے۔

لیکن جب زمانہ کی لپیٹ میں آکر صدیاں بیت جائیں تو انسانی یادوں پر بھول کی دھول پڑ جاتی ہے۔ رسیدہ راستے دوری کی دھند میں گم ہونے لگتے ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی دعوتِ حق فراموشی میں غرق ہو جاتی ہے۔ چونکہ ہمارے حضورؐ کے بعد نبیوں کے آنے اور بلانے کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب اسکے نام لیوا اور اُمتِ محمدیہ کے اماموں اور مجددین کو یہ اللہ کی طرف بلانے کا اہم فرض سونپا گیا۔ چنانچہ چودہ سو سال سے ہر صدی کے سر پر ایسا ایک داعی یہ بلاوائے حق لے کر کھڑا ہوتا رہا ہے۔

حال میں گزری ہوئی چودہویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانئے سلسلہ احمدیہ اللہ اور حضور محمد رسول اللہ صلعم کے اس مقدس بلاوے کو لے کر آئے اور آپنے اپنے دورانِ حیات جس طرح تن من دھن سے یہ مقدس اور اہم فرض ادا کیا اور جیسی لگن اپنے پیروؤں میں لگا گئے وہ کسی اور تعارف کی محتاج نہیں۔ لیکن سفرِ آخرت سے پہلے آپنے تجدید بلاوا کی ایک ایسی طرح ڈالی ہے کہ وہ آج تک قائم ہے وہ اپنی جماعت اور بھی جو مشتاقِ خدا و رسولؐ ہو خدمتِ قرآن و دین کی تڑپ رکھتا ہو اس کے لئے ہر سال دعائیہ پر آنے کا بلاوا چھوڑ گئے ہیں تاکہ سب مل کر خدمتِ دین کے اور ذرائع سوچ نکالیں۔ سال کے تین سو پینسٹھ دن میں سے صرف تین دن اللہ۔ رسُل۔ دین و قرآن کیلئے وقف کر دیں۔ اکٹھے مل کر ذکرِ خدا کرنے کو عبادتوں میں شریک ہونے کو۔ تاکہ سینکڑوں دلوں سے ایک ہی دعا نکلے۔ یہی آہ و نالہ بلند ہو کہ بارِ الٰہا تیرا نام تیری توحید دنیا میں پھیلے۔ بھٹکتی ہوئی نسلِ انسانی تیرے بتائے ہوئے راستہ پر آ جائے۔ اور یہ عظیم کام ہماری مٹھی بھر کمزور جماعت کے ہاتھوں سرانجام ہو۔ آمین!

میری تو بھلا کیا ہستی اور کیا مجال ہے کہ میں یہ بلاوا اپنے بھائی بہنوں کو دوں مگر اس بلانے کی رسم قائم کرنے والے مسیحا نے جس کی قبولیتِ دعا بھی کافی ہوتی تھی اس بلاوے پر لبیک کہنے والوں اور دوری سفر۔ موسم کی دشواریاں و سختیاں سہہ کر شامل ہونے والوں کے لئے کیسی دلگداز پیاری سدا بہار دعائیں مانگی ہیں۔ ذرا سنئے۔ فرماتے ہیں کہ:-

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے میں شرکت کے لئے سفر اختیار کریں اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو۔ اور ان کو اجرِ عظیم بخشے۔ اور اُن پر رحم کرے۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھائے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ آمین۔ ثم آمین!"

دعاؤں کے حقدار بننے کے لئے دوری۔ اخراجات۔ خرابیٔ موسم اور کلفتِ سفر بھلا کیا روک بن سکتے ہیں؟ بس ایک چھوٹا سا واقعہ جو مدتِ دراز سے دل پر نقش ہے بیان کر کے بات ختم کرتی ہوں۔ ایک بار لاہور کے ریلوے سٹیشن پر حاجیوں کی ایک ٹرین روانگی کو تیار کھڑی تھی۔ رب کعبہ کے مقدس بلاوے پر لبیک کہنے والے جوق در جوق سوار ہو رہے تھے اس ٹرین کے ساتھ پلیٹ فارم پر ایک سراپا نورِ مجسم ضعیفہ اپنا بے لوث اخلاص بھرا آنچل پھیلائے ان حجازی مسافروں کیلئے اپنی بے ساختہ پیاری پنجابی زبان میں دعا مانگ رہی تھیں۔ کہ یا اللہ رحمت دے چھٹے۔ یا ربّا انہاں تے رحمت دے چھٹے۔ یعنی اے اللہ تیری رحمت کی بارش ہو۔ یارب ان جانے والوں پر تیری رحمت کی موسلا دھار بارش پڑے۔ آج اسی فرشتہ صورت بی بی کی دعا اُدھار مانگ کر میں بھی اس مبارک دعائیہ کے بلاوے پر لبیک کہہ کر آنے اور شامل ہونے والوں کیلئے دعا کرتی ہوں کہ یا اللہ رحمت دے چھٹے۔ یا ربّا انہاں تے رحمت دے چھٹے۔ آمین۔ ثم آمین۔

** بلاوے کے کارڈ خرید کر جا دھمکتے ہیں۔ یہ بھی نہ میسر آئے تو بن بلائے جاکر

تعزیتی خطوط

بر وفات حضرت مولینا شیر محمد خوشابی

(۱)

اخویم خواجہ محمد نصیر اللہ کی بیگم اور جواں سال بیٹی عرصہ سے بیمار چلی آتی ہیں جمعتہ المبارک کو معلوم ہوا کہ ۴ اکتوبر کو انہوں نے ایک معالج خصوصی کے پاس معائنہ کے لیے جانا ہے۔ آج میں ان کی عیادت کے لیے گیا تو خواجہ صاحب نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ حافظ شیر محمد خوشابی بیماری کا طویل عرصہ مقابلہ کرنے کے بعد جمعہ کی بعد دوپہر ہم سے منہ موڑ کر خالق حقیقی کے حضور چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ساعت بارگاہ ایزدی میں قبولیت اور نزول برکات سماوی کی ہوتی ہے

آخر اس بیماریٔ دل نے اپنا کام تمام کیا

ایسے درخشندہ ستارے آسمان پر ہر روز نہیں ابھرتے۔ خوش نصیب ہے وہ ادارہ اور خوش قسمت ہے وہ تحریک جس میں ایسے مستعد، باہمت، پیکر ایثار و وفا افراد اپنی خداداد تابانی سے اپنے حلقہ ارادت اور گرد و پیش کو منور کریں اور جب مجلس سے اٹھ جائیں تو اسے سونا اور اداس چھوڑ جائیں۔ دینی تعلیم کے حصول اور فروغ کے لیے انہوں نے گویا اپنی زندگی۔ اپنی صحت نثار کر دی۔ پہلے خوشاب کے دینی مدرسہ میں داخلہ لیا۔ پھر لاہور کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے۔ کچھ برس زیر تعلیم رہے جب علم نے دل و دماغ روشن کیا تو آگے بڑھنے کی تڑپ انہیں احمدیہ بلڈنگس لے آئی۔ وہیں اس گوہر یکتا کی تراش خراش کے بعد جلا ہوئی۔ اس کی چمک سے ربع سکون کا شرق و غرب روشن ہوا ہے۔ اس کی تحریر اور تقریر سے ایوانوں اور دیوانوں (عدالت ہائے عالیہ) میں غلغلے بلند ہوئے۔ اور خدا ترس نفوس کو حق اور باطل پرکھنے میں سہولت کے سامان میسر آئے۔ اور ایک اہم بنیادی دینی مسئلہ صاف تر ہوا۔

حافظ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔ یوں یہ چالیس سال کا طویل عرصہ ہے حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ ان دنوں میرا تبادلہ سیالکوٹ سے لاہور ہو گیا تھا۔ حافظ صاحب چک ۲۸ میں واعظ تھے۔ اکثر لاہور آیا کرتے اور اس غریب شہر سے تلطف و مدارات سے پیش آتے۔ چھ سات ماہ بعد میرا تبادلہ راولپنڈی ہو گیا۔ جب کبھی مرحوم راولپنڈی وارد ہوتے جہاں کہیں بھی ٹھہرتے مجھ سے ملنے ضرور آتے۔ محبت اور خلوص سے ملتے۔ پھر وہ روح اسلام کے مدیر مقرر ہوئے۔ مسلم ٹاؤن میں جب تربیتی کلاس شروع ہوئی۔ تو حافظ صاحب اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ان کی کوشش سے ایک نوجوان حافظ خدا بخش بھی ان کے تلامذہ میں شامل ہوا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ حافظ صاحب کا جسم تو مسلم ٹاؤن میں رہتا مگر دیدہ و دل احمدیہ بلڈنگس میں۔ ان کی لگن اور تبحر علمی کی شہرت انہیں جزائر فیجی کو لے اڑی۔ سالہا سال وہاں گذارے۔ جماعت بندی اور صف آرائی کی ایک خوبصورت جامع تعمیر کروائی اور ان ہزارہا مقتدیوں میں ایک نئی روح پھونک۔ ان مشت ہائے خاک کو زبان دیتی زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا یا سر نیام۔ گیانا۔ اور امریکہ میں کئی برس گذار کر وہاں کی جماعتوں کو فعال بنایا۔ ہالینڈ میں بھی جاتے رہے اور ہدایت و ارشاد کا فریضہ عمدگی سے بجالاتے رہے۔ مرحوم کی زندگی کا ناقابل فراموش کارنامہ جنوبی افریقہ میں تحریک کا نام روشن کرنا ہے۔ وہاں کی عدالت عظمیٰ میں کلمہ گوؤں کی تکفیر کا معاملہ زیر سماعت آیا۔ پاکستان۔ امریکہ اور مصر سے گواہ پیش ہوئے۔ ان سب کے مقابل حافظ شیر محمد صاحب تن تنہا میدان میں اترے۔ ان کے دلائل و براہین سے وہ طلسم پاش پاش ہو گیا۔ عدالت کا فیصلہ جو سینکڑوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس سے مغربی دنیا بھی حقیقت کو پا گئی۔ یہ فیصلہ پاکستان کے ایک قانونی جریدہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

زندگی کی مقدار اور میعاد کا صحیح علم تو خالق حقیقی کو ہی ہے۔ مگر احتیاط اور پرہیز علاج معالجہ سے انسان تکلیف سے بچ بھی سکتا ہے۔ حافظ صاحب نے تقریباً نوے فیصدی ایام گھر سے باہر گزارے۔ کھانے پینے۔ آرام و آسائش سے بے نیاز، شب و روز کی محنت شاقہ۔ آب و ہوا کی ناموافقت نے مرحوم کی زندگی اور صحت پر ناخوشگوار اثرات ڈالے مگر وہ مجاہد ان سے بے پروا خدمت دین میں مگن رہا۔ ذیابیطس، امراض قلب، بے خوابی اور اعصاب کی کمزوری نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ ستر سال کی عمر میں وہ ہزاروں میل ہوائی سفر کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔

جنوبی افریقہ سے جب پہلی بار واپس تشریف لائے تو میں لاہور ہوا کرتا تھا۔ مجھے دیکھ کر بڑے خوش ہوئے ہر روز باوجودیکہ معالجوں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ باقاعدگی سے دفتر تشریف لاتے۔ دیر تک جلوہ افروز رہتے۔ سلسلے کے نظم و ضبط کی باتیں کرتے مجھ سے لبریز افغانستان نے جو ٹمٹماتے چراغوں میں نیا تیل ڈالتے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ کچھ باہمت نوجوان مجھ سے علم دین سیکھنے والے ہوں اور جماعت کے لیے مستقبل روشن ہو جاتے مگر یہ آرزو دل میں لے کر وہ ہم سے جدا ہو گئے ——— خدا رحمت کند بر عاشقان پاک طینت را

ہمارے بزرگوں کا کہنا ہے کہ مٹی دنیا میں مقدر ہوتا ہے اس جلیل القدر واعظ کی رحلت کی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب وہ خاک میں پیوست ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ ان پر سفر آخرت آسان کرے انکی خدمات جلیلہ دینیہ قبول فرمائے اور انہیں اپنی رحمت اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ امین آپکے شفقت بھرے اور غم رسیدہ دل کے لیے یہ صدمہ بہت اندوہناک اور جانگسل ہے اللہ کریم آپکو اور جماعت لاہور کو اس جانفی نقصان پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جماعت کے اہل علم طبقہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو پر کرے۔ (غمزدہ: فخر الدین احمد۔ راولپنڈی)

(۲)

مورخہ ۹/۱۰ ء۱ کو عزیزم محترم انوار احمد صاحب میرے ہاں جب بعد نماز عصر تشریف لائے تو میں حضرت امیر رحمۃ اللہ کی تفسیر بیان القرآن پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ اسی موضوع پر گفتگو چل پڑی کہ حضرت امیرؒ کی ذات بابرکات سے کتنا عظیم الشان لٹریچر دین کی مدافعت میں ہمارے پاس ہے۔ بہر حال عزیزی محترم انوار احمد صاحب نے جب یہ خبر سنائی کہ حضرت حافظ مولانا شیر محمد خوشابی وفات پا گئے ہیں مجھکو بے حد صدمہ پہنچا۔

میرے آقا۔ موت العالِم۔ موت العالَم۔ آج سے ۴۰ سال پہلے میں اور حضرت مولانا مرحوم جامع احمدیہ۔ احمدیہ بلڈنگس کے مین گیٹ کے اوپر والے کمرے میں اکٹھے پاس پاس رہے ان دنوں حضرت مولانا احمد یار مرحوم بھی وہاں آجاتے اور ہم تینوں رات کو بھی اور دن کو نماز عصر کے بعد مغرب تک دین کے بارے میں محو گفتگو رہتے۔

۱۹۵۳ء کی ہمارے خلاف چلنے والی تحریک میں پیارے حضرت میاں محمد کو علم ہوا کہ میں ان دنوں ڈی اے وی کالج ہوسٹل کی ملحقہ کوٹھی میں رہائش رکھتا ہوں۔ میرا وہاں رہنا ان کو خطرے کا موجب محسوس ہوا تھا چنانچہ انہوں نے کمال شفقت سے مجھے وہاں سے یہاں آجانے کی تاکید کی۔ نیز ان ایام میں لنگر خانہ کے انچارج کو تاکید فرمائی کہ ناشتہ اور کھانے کا بر وقت اہتمام کر کے پہنچاتے رہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ان کے اخراجات کا بل وہ خود ادا کر دیا کریں گے اور یوں ہم تینوں یعنی حضرت حافظ شیر محمد خوشابی صاحب مرحوم، حضرت مولینا احمد یار مرحوم اور میں ایک لمبے عرصے تک شریک گفتگو رہتے۔ ان کا رحلت فرما جانا ہم سب کے لیے بے حد نقصان دہ

(بقیہ صفحہ ۸ کالم ۲ پر)

زنانہ دعائیہ اور نمائش دستکاری

جن احباب کے ساتھ خواتین ہوں، وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کی شام تک پہنچنے کی کوشش فرمائیں تاکہ ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء کو صبح ——— خواتین شریک ہو سکیں۔ زنانہ دعائیہ کے علاوہ باقی تمام نشست میں بھی شریک ہوکر، بزرگانِ جماعت کے نصائح سننے چاہئیں :-

———

ہمارا دعائیہ

پروگرام تیار ہو چکا ہے۔ ہر ایک فرد جماعت کو اس میں شریک ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے کوئی دوست کسی شدید اور انتہائی معذوری کے بغیر اس میں شمولیت سے محروم نہ رہے اب وقت بہت کم رہ گیا ہے آپ آج ہی سے سفر لاہور کی تیاریاں شروع کردیں اس کارِ خیر میں تاخیر مناسب نہیں ؛

خواتین کے علاوہ

لڑکے لڑکیوں کی بھی دعائیہ میں شمولیت ضروری ہے ؛

بہت سے دوست خود تو دعائیہ میں تشریف لے آتے ہیں لیکن گھر کی خواتین اور بچوں کی شرکت ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ کوئی قوم اور جماعت ترقی نہیں کرسکتی اور کوئی تحریک صحیح معنوں میں کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک خواتین اس میں مناسب حد تک حصہ نہ لیں۔ باقی بچوں کو بھی اس لئے ساتھ لانا ضروری ہے کہ ان بچوں پر ہی کل کو دینی و قومی خدمات کا بار پڑے گا اس لئے دعائیہ میں خواتین کے علاوہ لڑکے لڑکیوں کی شمولیت بھی ضروری ہے ؛

مرکز میں ہمارے دعائیہ کی غرض

محض دین کو قوّت پہنچانا ہے

اس لئے

دعائیہ میں شریک ہونے والا ہر فرد منجانب اللہ اجرِ عظیم کا مستحق ہے

اس دعائیہ کی غرض خدمت

دین کے کام کو اجتماعی دعاؤں سے تقویت پہنچانا اور حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن خدمت دین کے جدید مسائل سوچنا اور اپنی گذشتہ کارگزاری کا جائزہ لینا ہے۔ یاد رہے جو دوست بغیر کسی معقول عذر اور انتہائی مجبوری کے اس سے غیر حاضر ہوں گے وہ اپنے ایک مقدس مشن اور اہم فرض کی ادائیگی سے قاصر رہیں گے ؛

نمازِ باجماعت کی پابندی

کا تمام احباب و خواتین ایام دعائیہ میں خصوصیت سے خیال رکھیں ؛

کیونکہ ہمارے دعائیہ کی ایک بہت بڑی غرض اکٹھے ہوکر دعائیں کرنا ہے۔ اجتماع کی دعا اپنے اندر بہت بڑی طاقت اور برکت رکھتی ہے اس برکت کے حصول میں کوئی مصروفیت حائل نہیں ہونی چاہیئے علاوہ ازیں یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز ایک بہت بڑا دینی فریضہ ہے اسکی پابندی سے غفلت جماعتِ احمدیہ کے کسی فرد کے شایانِ شان نہیں۔ ایام دعائیہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نمازیں اکٹھی کرلی جاتی ہیں۔ دیگر کاموں میں بھی پابندئ اوقات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اس طرح مہمانوں اور منتظمین کو سہولت ہوگی ؛

محبّتِ الٰہی کا

عملی ثبوت دو

اللہ کی راہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیاں دیکھو اور اُن کی محبت الٰہی کا اندازہ کرو۔

خوب یاد رکھیئے کہ محبت کی زنجیر تمام زنجیروں سے مضبوط ہے اور کوئی بھی زنجیر مضبوطی میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

پس دعائیہ میں شامل ہوکر محبت الٰہی کا عملی ثبوت دو۔

اخبار احمدیہ

* الحمدللہ امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب حسبِ معمول خدمات دینیہ اور جماعتی امور کی راہنمائی میں معروف کار ہیں احبابِ جماعت ان کی صحت و سلامتی کے لیے خصوصی دعائیں کریں

* **راولپنڈی سے فخرالدین احمد صاحب کا مراسلہ**

حضرت امیر ۲۲ نومبر سے ۲۷ نومبر تک یہاں قیام پذیر تھے۔ ۲۳ نومبر کو خطبہ بھی ممدوح نے دیا۔ اور نماز بھی پڑھائی۔ ۲۳ سے ۲۷ تک احبابِ جماعت فرداً فرداً ان کی رہائش گاہ پر آن سے ملاقاتیں کرتے رہے تنظیمی اور جماعتی استحکام کے مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ ممدوح نے بھی جماعت کی تبلیغی اور اشاعتی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔

* ہمارے محترم بزرگ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کمزوری صحت کے باوجود خطبات کے لیے دارالسلام متواتر تشریف لاتے ہیں۔ احباب ان کی صحت اور درازی عمر کے لیے دعا فرمادیں

* نیویارک میں ہونے والے احمدیہ کنونشن کے موقعہ پر حضرت امیر جماعت کا پیغام کنونشن میں پڑھ کر سنایا گیا جس کا متن ستمبر ۱۹۹۰ء کے نیوز لیٹر میں شائع ہوچکا ہے۔

* محترم ڈاکٹر نعمان الہٰی صاحب کی نیوز لیٹر میں شائع شدہ ایک تفصیلی رپورٹ کے مطابق انہوں نے یورپ بھر کی جماعتوں کا حال ہی میں دورہ کیا ہے وہ احمدیہ انجمن کینیڈا کی صدر محترمہ ثمینہ ساہو خان صاحبہ کے ساتھ ہالینڈ، جرمنی، پولینڈ اور انگلستان گئے اس دورے کا بڑا مقصد حضرت امیر کی خواہش کے مطابق قرآن کریم اور دیگر کتب دینیہ کے جرمن اور پولش زبانوں میں تراجم کے لیے فنڈ اکٹھا کرنا تھا۔ یہ دورہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑا بامقصد رہا۔

ٹرینیڈاڈ احمدیہ انجمن کے سابق صدر
اور انکی بیگم صاحبہ کی لاہور میں آمد

ٹرینیڈاڈ سے ہمارے معزز مہمان محترم عنایت محمد صاحب اور ان کی بیگم ہاجرہ عنایت محمد صاحبہ نے لاہور احمدیہ انجمن کے مرکز "دارالسلام" میں ۴ سے ۱۵ نومبر ۱۹۹۰ء تک قیام فرمایا۔

محترم عنایت محمد صاحب نے اپنے مختصر قیام کے دوران حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور مجلس منتظمہ کا سرکردہ ممبران سے ملاقاتیں کیں۔ اور انہیں ٹرینیڈاڈ احمدیہ انجمن کے حالات سے آگاہ کیا۔

معزز مہمانوں نے احمدیہ بلڈنگس میں ان مقامات کو دیکھا جہاں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے رفقاء نے تحریک کے تاریخ ساز ایام میں سلسلہ کی بے مثال خدمت کی۔ وہ لاہور کے علاوہ اوکاڑہ، پشاور، راولپنڈی، اسلام آباد اور مری بھی تشریف لے گئے۔

۱۴۔ نومبر کو معزز مہمانوں کے اعزاز میں مرکزی انجمن کی طرف سے ایک مقامی ہوٹل میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا جس میں معزز مجلس منتظمہ اور تنظیم خواتین کے ممبران نے شرکت کی۔

مرکزی انجمن کی طرف سے معزز مہمانوں کو سپاسنامہ پیش کیا گیا جس کے چند اقتباس ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:۔

"مرکزی انجمن کی مجلس منتظمہ کے ممبران اور ان تمام خواتین و حضرات کو جو یہاں موجود ہیں اپنے معزز مہمان محترم عنایت محمد صاحب اور ان کی بیگم حاجرہ عنایت محمد صاحبہ کو خوش آمدید کہتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہورہی ہے۔ محترم بھائی عنایت محمد صاحب احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کے بانیوں میں سے ہیں۔ اس انجمن کا قیام ۱۹۷۵ء میں عمل میں آیا۔ اس سے پہلے تمام احمدی ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کے ممبر ہوا کرتے تھے اور اسی تنظیم کے ذریعہ سلسلہ کی سرگرمیاں انجام پاتی تھیں لیکن احمدیوں کے خلاف ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے بعد یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ بیرونی ممالک میں احمدیوں کی الگ تنظیمیں قائم کی جائیں۔ چنانچہ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی ہدایت پر اور ٹرینیڈاڈ کے ہمارے نہایت مخلص اور مخیر بھائی عزیز احمد صاحب مرحوم کی کوششوں سے احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کا قیام ۱۹۷۵ء میں وجود میں آیا۔۔۔۔

محترم عنایت محمد صاحب نے اپنی ملازمت کا آغاز تقویت الاسلام کے سکول میں ایک پرائمری استاد کی حیثیت سے کیا۔ آپ جلد ہی ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کے سرگرم رکن بن گئے۔

۱۹۷۵ء میں جب احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کا قیام وجود میں آیا تو محترم عنایت محمد صاحب ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے۔ چنانچہ آپ کو احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کا نائب صدر چن لیا گیا۔

۱۹۷۸ء میں آپ احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کے صدر منتخب ہو گئے۔ آپ دس سال سے زائد عرصہ تک ٹرینیڈاڈ احمدیہ انجمن کے صدر رہے۔ آپ کے عرصہ صدارت میں جماعت نے مسلسل ترقی کی۔

جولائی ۱۹۸۹ء میں احمدیہ انجمن ٹرینیڈاڈ کی دس سالہ کنونشن ایک نہایت کامیاب کوشش تھی۔

محترم عنایت محمد صاحب نہایت مخلص اور شریف النفس احمدی بھائی ہیں۔ اور انہی صفات کی مالک ان کی بیگم حاجرہ عنایت محمد بھی ہیں۔ دونوں میاں بیوی سلسلہ کی خدمت کرنے میں ہر وقت مستعد اور خوشی محسوس کرتے ہیں ان کا گھر مہمانوں کے لیے گویا ایک جنت ہے جہاں گھر کے تمام افراد مہمانوں کی خدمت کے لیے ہر وقت چشم براہ رہتے ہیں۔

۱۹۸۹ء میں سرینام میں صد سالہ جشن کے موقع پر جو احمدیہ کنونشن منعقد ہوا اس میں محترم عنایت محمد صاحب کو سلسلہ کی بیش قیمت خدمات کے صلہ میں ستارہ احمدیت کا تمغہ عنایت کیا گیا تھا۔"

محترم عنایت محمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۹۰ء کو لاہور سے واپس تشریف لے گئے۔ ہماری دعا ہے کہ معزز مہمان خدا کی حفظ و امان میں بخیریت اپنے وطن پہنچیں۔

شادی کی مبارک تقریب

۱۵۔ نومبر ۹۰ء کو ہمارے محترم بھائی ممتاز احمد باجوہ صاحب کی صاحبزادی آنسہ حفصہ ممتاز کی شادی راولپنڈی کے محترم آفتاب احمد صاحب کے فرزند اطہر آفتاب پاشا کے ساتھ انجام پائی۔

محترم قاضی عبدالاحد صاحب لائبریرین صالحہ ظہور احمد میموریل لائبریری دارالسلام نے نکاح پڑھا۔

اس خوشی کے موقعہ پر دونوں احباب کی طرف سے مبلغ ۲۰۰/- روپے کا عطیہ بطور شکرانہ خزانہ انجمن میں جمع کرایا گیا۔ جزاکم اللہ۔

ہماری دلی دعا ہے کہ یہ رشتہ جانبین کے لیے خوشی و مودت کا موجب بنے۔ آمین!

(بقیہ صہ کالم ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

"ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق"

اگر یہ مصرعہ کسی پر صادق آتا ہے تو وہ حافظ شیر محمد صاحب خوشابی مرحوم و مغفور تھے انکو جو عشق رسولؐ سے تھا وہ تو ان کلمات سے ظاہر تھا جو وہ ہر خطبہ اور تقریر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ ان کی لاجواب کتاب لانبی بعدی میں نظر آتا ہے جو کہ آنحضرتؐ کی ختم نبوت پر شاہکار ہے۔ اس دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے درود سے عیاں تھا جو وہ حضورؐ کے اسم مبارک کے آنے پر پڑھا کرتے۔ اپنی تقریر یا خطبہ کے دوران ان کو جو عشق قرآن کریم سے تھا وہ اس درد سے ٹپکتا تھا جس سے وہ اس مقدس کتاب کی آیات کو پڑھا کرتے تھے۔ اس قرآن پاک کے مطالعہ سے صاف نظر آتا تھا جس کے وہ حافظ تھے۔ اس قرآن شریف کے علم میں جھلکتا تھا جو ان کے لیکچروں میں عیاں تھا۔ ان کو جو عشق اللہ تبارک وتعالیٰ سے تھا اس کا ثبوت اس بات سے تھا کہ وہ اس کے دین کی خدمت میں ساری عمر لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اور جب ایک انسان اپنی ساری زندگی وقف کر دے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے تو یہ فعل اس کے عشق الٰہی کو ثابت کرتا ہے۔ بالآخر ان کو اس سلسلہ سے جس سے وہ منسلک تھے جو عشق تھا وہ تو ان کو ساری عمر اس کی خدمت کے لیے ایک طرف اگر فیجی کے دور دراز ملک میں لے گیا تو دوسری طرف جزائر غرب الہند (ولیسٹ انڈیز) اور مغربی امریکہ اور کینیڈا وغیرہ لے گیا۔ ؎

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

اُن پر صادق آتا تھا۔ وہ جماعت کی تاریخ اور حالات سے جتنا واقف تھے وہ شاید ہی سوائے کسی ایک بزرگ کے کوئی ہو۔ انجمن کی مجلس منتظمہ اور معتمدین کے وہ ممبر رہے۔ اور وہ چند بزرگوں میں سے تھے جنہیں بیعت لینے کا اختیار تھا۔

ان کا آخری جہاد فی سبیل اللہ ان کی سب سے بڑی اور تاریخی خدمت دین ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں چوٹی کے علماء و فضلا پر فتح بخشی۔ قارئین کو اس کا بخوبی علم ہے اس لیے میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے سالانہ اجتماع میں جب وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منہ سے پھول برس رہے ہیں۔ اور دل چاہتا تھا کہ وہ بولتے چلے جائیں اللہ تعالیٰ نے انہیں خوش گلوئی بھی ایسی بخشی تھی کہ وہ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے ان کی قرأت قرآن کریم اس قدر خوبصورت اور دلکش تھی کہ انسان اسکو سن کر تھکتا نہ تھا۔ اب اس طوطیٔ احمدیت کی منقار زیر پر ہو گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ تو جنت کی طرف پرواز کر گئی مگر ہم ان کی خدمات، ان کے علم و فضل، ان کی خوش الحانی سے محروم ہو گئے۔ اس قحط الرجال کے وقت انکے چلے جانے سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اسے پر کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے تو ضرور ممکن ہے مگر ہمارے لیے ناممکن ہے۔ اسی ارحم الراحمین سے ہماری التجا ہے کہ وہ ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ لاتدری لعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلک امرا۔ انسان نہیں جانتا کہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ذات والاصفات کے دروازہ سے اُسے کیا کیا نعمتیں بھیک میں نہیں مل سکتیں۔ انسان کو کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ جوں جوں مصائب اور تکالیف کی رات سیاہ ہوتی چلی جاتی ہے توں توں صبح امید و کامرانی قریب آتی جاتی ہے یہ مت بھولیں کہ ہم جس آزمائش میں سے گذر رہے ہیں اس کی خبر زمانہ کے امام نے پہلے سے دی ہے مگر اس آزمائش کے بعد خوشی کے زمانہ کی بھی پیشگوئی اسی کے ساتھ منسلک ہے۔ اگر اس پیشگوئی کا پہلا حصہ پورا ہو گیا تو دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ العزیز پورا ہو کر رہے گا۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

بقیہ تعزیتی خطوط

ہے جیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد۔ آپ چونکہ ساری جماعت کے لیے واجب الاطاعت ہیں ہم سب کو علم ہے کہ آپ کو ان کی رحلت سے بیحد صدمہ ہوگا تو میرے آقا ہم سب آپ کے ساتھ اس صدمہ میں شریک ہیں۔ ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کیونکر پورا ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بالخصوص اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا۔ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر، حضرت بانیٔ سلسلہ کے اسی کلام پر ختم کرتا ہوں۔

آپ کی دعاؤں کا بے حد محتاج
سعید احمد، کوٹ لکھپت لاہور

(۳)

جمعۃ المبارک کی صبح کو محترم جناب حافظ شیر محمد صاحب کی وفات کی خبر بذریعہ ٹیلی فون پاکر ہم سب کو از حد رنج والم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ اور پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولیٰنا شیر محمد مرحوم کی وفات سے آپکو جو صدمہ پہنچا ہے وہ جماعت سے مخفی نہیں ہے وہ آپ کے دست و بازو تھے جس سے آپ محروم ہو گئے ہیں مرحوم اپنی نہ مٹنے والی دو یادگاریں چھوڑ گئے ہیں۔ فیجی کے صدر مقام میں ایک عالیشان جامع کی تعمیر اور جنوبی افریقہ کے مقدمہ کا حل۔ مرحوم کا جنازہ غائبانہ جمعہ کو اوکلینڈ جامع میں اور دو دن کے بعد اتوار کے دن محترم مسعود اختر کے مکان ہیورڈ میں پڑھا گیا۔

دعاگو: خاکسار محمد عبداللہ
کیلیفورنیا۔ یو ایس اے۔

~~~ * * * ~~~

بقیہ اخبار احمدیہ: (آمدہ 8 صٹ سے آگے)

* **وفات حسرت آیات**

داتا ضلع ہزارہ سے یہ تکلیف دہ خبر موصول ہوئی ہے کہ بیگم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ۲۲ نومبر کو حادثاتی طور پر جلنے سے وفات پاگئیں مرحومہ کی میت کو اپنا ورمیں دفن کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ پشاور کے محترم بھائی بشیر احمد صاحب کی والدہ تھیں۔ مرحومہ نہایت متقی اور سلسلہ سے صد درجہ اخلاص رکھتی تھیں۔ خدا مرحومہ کو غریق رحمت کرے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

* راولپنڈی سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ:

محترم ملک ظفر اللہ خاں صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری مرکزی انجمن کے بھائی اور ہمارے نہایت محترم اور سلسلہ کے معزز بزرگ حکیم شاہنواز صاحب کے فرزند ملک روح اللہ صاحب ۲۹۔ نومبر ۱۹۹۰ء کو رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ نماز جنازہ غائبانہ ادا کریں!

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس عقب وٹرنری کالج کچہار رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔
~~~

صرف
احباب
جماعت
کے لئے

بتاریخ: ۱۵ دسمبر ۹۰ء
جلد: ۷۳
شمارہ: ۲۴

ملفوظات حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ

ایمان کے ثمرات اور برکات

بھائیو یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتی تو ایمان نہ ہوتا۔ اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا ایمان ہی ہے جو رضاء الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کیلئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالیٰ کی طرف حاجت ہے اسکا ثبوت ایمان ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کیلئے اور ہر ایک دکھ سے راحت پانے کیلئے خدا تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہو جانا غیر ممکن نہیں سمجھتے تو وہ مشکل ہمارے لیے حل کی جاتی ہے ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد کو بھی پا لیتے ہیں ایمان ہی کی قوت سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتی ہیں اور انہونی باتیں ہو جاتی ہیں پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے۔ مومن اور محبوب حقیقی میں قوت ایمانی دلالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین۔ ذلیل و خوار مردود خلائق کو اس قصر مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے۔ اور تمام پردوں کو اٹھاتی دلارام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بیہودہ قدموں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے۔ اور روح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسباب عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں۔ مطمئن اور خوش ہوتا ہے ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر ایک ماتم زدہ ہے مگر ایمان دار، دنیا میں ہر ایک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن، اے ایمان کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں سبحان اللہ کیا عجب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اتنو آوے فلسفہ جاوے وَلَا رَادَّ بِفَضْلِہٖ۔

(آئینہ کمالات اسلام)

مرسلہ:
فخر الدین احمد۔ راولپنڈی

احمدیہ انجمن لاہور کا دُعائیہ قریب ہے

کیا آپ نے اس میں شمولیت کی تیاریاں کر لی ہیں؟

دعائیہ کی

اغراض

حضرت مجدد صدی چہاردہم کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تعلقاتِ جماعت کا استحکام ، ۲۔ معرفتِ الٰہی میں ترقی

۳۔ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے

لیئے تدابیر کا عمل میں لانا

دعائیہ پر

آنے والے تمام احباب

غور کریں

خدا کے دین کو قوت پہنچانے کے لیئے

وہ کیا ساتھ لا رہے ہیں؟

بزرگانِ قوم سے

التماس ہے

کہ وہ اپنی حاضری سے نوجوانوں کے حوصلے بڑھائیں

اور نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے دینی جوش کے

مظاہرے سے بزرگوں کی زندگیوں میں راحت پیدا کریں۔

(محمد علی)

نوجوانوں سے خطاب

یہ امتحانِ زندگی ہیں عارضی و سرسری

خدا کرے کہ محنتیں تمہاری کامیاب ہوں

یہ زندگی کی منزلیں تمہارے ہمرکاب ہوں

وہاں کی روشنی بڑھے جہاں بھی باریاب ہوں

تمہاری راہیں سدا یہ مہر و ماہتاب ہوں

تمہارے دم قدم سے ہو جہان بھر میں روشنی

چمن چمن کی نکہتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں

جہان جہاں کی وسعتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں

قدم قدم پہ نصرتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں

خدا خدا کی رحمتیں تمہارے ساتھ ساتھ ہیں

بڑھو تو بے خطر بڑھو نہ خوف ہو نہ بے بسی

جو مشکلوں سے ڈر گیا اسے تو کچھ نہ مل سکا

جو ہمنبر جوان ہیں تو مشکلوں میں کود جا

یہی ہے درس علم و فن یہی ہے سب کا رہنما

سمندروں میں ڈوب کر ملا ہے گوہر صفا

یہی ہے روحِ زندگی یہی ہے جانِ زندگی

جدا جو راہ ہو تو ہمیں بڑا ملال ہے

زباں سے کیا کہوں تمہیں جو اپنے دل کا حال ہے

مگر یہی ہے زندگی جو خواب ہے خیال ہے

یہاں کسے قرار ہے یہاں سکوں محال ہے

خدا تمہارے ساتھ ہو کہ ہے اسی میں بہتری

(محمد اعظم علوی)

پندرہ روزہ پیغام صلح لاہور ـــــــــ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء

خیر مقدم

اسوقت جب یہ اخبار قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا احباب کرام دعائیہ میں شمولیت کے لیے پا برکاب ہوں گے۔ ہم ان تمام دوستوں کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور اس فرستادہ الٰہی کے لفظوں میں جس نے دعا کے ذریعے ہم میں جماعتی زندگی پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا یہ دعا کرتے ہیں کہ:

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر ان کا فضل و کرم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو، اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم و مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر۔"

اس کے ساتھ ہی ہم ان دوستوں سے جنہوں نے معمولی اشغال دنیوی کی وجہ سے ابھی تک دعائیہ میں شمولیت کا ارادہ نہیں فرمایا یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس بابرکت اجتماع میں شمولیت اختیار کر کے وہ بھی ان برکات سے حصہ لیں جو اس موقعہ پر آسمان سے نازل ہوتی ہیں مامورِ الٰہی نے یونہی عام جلسوں کے رنگ میں اسے قائم نہیں کیا۔ نہ اس کی غرض دوسری جماعتوں کی طرح کوئی دنیوی یا سیاسی اقتدار کے حصول کی کوشش کرنا ہے بلکہ محض اعلائے کلمۃ اللہ اور حصول رضاءِ الٰہی اس کی غرض ہے۔ اس پاک غرض کے لیے اگر اپنے دنیوی اشغال کی تھوڑی سی قربانی کر کے آپ بھی شامل ہو جائیں تو ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہوگا۔ آپ کی دنیا بھی سنور جائے گی اور خدا کی رضا بھی حاصل ہوگی۔ جو ہر قسم کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا پیش خیمہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی اپنی ان بہنوں کا بھی جو دعائیہ میں شمولیت کے لیے آرہی ہیں خیر مقدم کرتے ہوئے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اس کو ہر رنگ میں کامیاب بنانے اور اپنی بیش از بیش قربانیوں سے ان شاندار روایات کو زندہ کرنے کا موجب ہونگی جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وہ ہمیشہ سے کرتی چلی آئی ہیں مسجد برلن کے وہ مینار جو آسمان میں بلند ہو کر ان کی قربانیوں کا اعلان کرتے رہتے ہیں آج پھر شکستہ حالی میں ان کے زر و جواہر کی قربانی کے طالب ہیں کیا وہ اس طرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گی۔

۲۵ دسمبر

مذہبی تاریخ میں اور پاک و ہند کی بیسویں صدی کی پہلی نصف میں سیاسی تحریک کے حوالے ۲۵ دسمبر کے دن کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت مسیح ناصریؑ کا یوم ولادت بالعموم ۲۵ دسمبر قرار دیا جاتا ہے جبکہ مشہور مسیحی عالم کینن فیرر نے اپنی کتاب حیاتِ مسیح میں اعتراف کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ۲۵ دسمبر کو پرانی مذہبی کتب و روایات میں متھرا اور دیگر سورج دیوتاؤں کی پیدائش کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی متتبع میں حضرت مسیح علیہ السلام کو مقبول و ہر دلعزیز بنانے کے لیے آپ کا یوم ولادت

خوش آمدید اے مہمانانِ دعائیہ

منتظمین اور کارکنانِ دعائیہ اپنے گرامی قدر مہمانوں کا خیر مقدم کرنے کیلئے ابھی سے چشم براہ بیٹھے ہیں اور آپ کے قیام و طعام کا خاطر خواہ اور اطمینان بخش انتظام کرنے میں شب و روز مصروف ہیں۔ ہمارا یہ دعائیہ ایک نہایت ہی مبارک روحانی اجتماع ہوتا ہے جس میں ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول صلعم کی باتیں ہوتی ہیں۔

۲۵ دسمبر مقرر کیا گیا حالانکہ آپ کی پیدائش کا یہ دن ہرگز نہیں ہے۔ اور بقول بشپ ہرز پیدائش مسیح کے تین سو سال بعد ۲۵ دسمبر کو حضرت مسیحؑ کا یوم ولادت قرار دیا گیا ہے۔

اس اختلافی حقیقت سے قطع نظر ہمارا دین سب انبیاءؑ و رسلؑ پر ایمان لانا فرض قرار دیتا ہے اور اس زمرے میں حضرت مسیحؑ بھی ہیں اس لیے ہم بحیثیت ـــ نبی و رسول ان پر ایمان لاتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آئے تھے۔ انہوں نے اپنے بعد آخری نبیؐ و رسولؐ کے آنے کی برحق خبر دی تھی۔ وہ خبر سچی نکلی اور ان کی بشارت کے مطابق سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مثیل مسیح کی آمد کی خبر دی تھی اس کا ظہور ہو چکا۔

ہم مسیح ناصری کے متبعین یعنی عیسائی حلقہ کو ان کی دسمبر کے آخری عشرہ میں ہونے والی تقریبات کے لیے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ان کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہماری ان سے نہایت دلسوزی کے ساتھ استدعا ہے کہ حضرت مسیح ناصری کے حقیقی پیغام و بشارت پر غور کریں۔ ان کے اقوال و ارشادات اور ان کی تعلیمات کی سچی اور کھری پیروی ہی حضرت مسیحؑ کی تقریبات ولادت منانے کا تقاضا ہے اور ساتھ ہی مثیل مسیح کے ماننے والوں میں سے ایک کثیر حصہ کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس مامور کی حقیقی اور سچی تعلیمات پر غور کریں غلو کو ترک کر کے حقیقی راہ پر چلیں کہ یہی سچا کھرا راستہ ہے مسیح کی اطاعت و پیروی کا۔

برصغیر پاک و ہند کی سیاسی تاریخ کے حوالہ سے ۲۵ دسمبر کے دن کو اہمیت اسلیے بھی حاصل ہے کہ اس دن اس خطہ کے مقہور و مظلوم اور بے کس و بے بس مسلمانوں کے نجات دہندہ حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی ولادت باسعادت ہوئی اور انہوں نے ان کی دُہری غلامی کا جوا ان کی گردن سے اتار پھینکا۔ اور ان کو دینی و قومی وحدت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ حضرت "قائداعظمؒ" نے سالمیت پاکستان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

"ہم سب مسلمان ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور و خوار ہوں گے۔"

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"دیکھئے ہم مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر چلتے ہیں۔ ہم سب اسلامی اخوت کے رشتہ میں بندھے ہوتے ہیں۔ اس اخوت کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق، عزت اور مرتبہ میں سب برابر ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد کا ایک خاص اور گہرا احساس پایا جاتا ہے نہ صرف یہ کہ ہم میں سے اکثر مسلمان

ہیں بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے ریتیں ہیں، رسمیں ہیں اور احساس شعور ہے ہمارے سوچنے سمجھنے کے طریقے ہیں۔ ہمارا اپنا نقطۂ نظر ہے ۔۔۔۔ ہم سب ایک خدا، ایک کتاب اور ایک رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں لہٰذا ہم سب کو مل کر ایک قوم ہونا چاہیئے۔ آپ نے ایک پرانا قول سنا ہو گا کہ اتحاد میں قوت ہے جب تک ہم متحد ہیں سربلند اور طاقتور ہیں اگر متحد نہیں تو کمزور اور خوار ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان حتی الامکان یہ کوشش کرے کہ آپس میں کامل اتحاد و اتفاق پیدا ہو"۔

آج اس وطنِ عزیز میں سماجی، معاشرتی اور سیاسی بلکہ ہر شعبۂ حیات میں جو انتشار اور جو انشقاق پیدا ہو گیا ہے اور یہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے قوم اور ملک کے بقا و سلامتی کے لیے ضروری ہے کہ حضرت قائداعظمؒ کے ان ارشادات کو پڑھا جائے غور کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ حضرت قائداعظمؒ اور ہماری جماعت کے درمیان کیا تعلق و رابطہ تھا اور ہماری جماعت نے تحریک و قیام پاکستان کے سلسلہ میں کیا کیا خدمات سرانجام دی ہیں ان تفصیلات سے آگاہی کے لیے اس اخبار کے ۱۳۔۱۴ شماروں کا مطالعہ بڑی دلچسپی کا موجب ہو گا۔

احباب کے نام

میں جماعت کے احباب و خواتین کی توجہ ایک اہم مسئلے کیطرف مبذول کرانا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کی جماعتی تعلیم و تربیت کے پہلو کی طرف ہماری توجہ نسبتاً کم ہوتی محسوس ہو رہی ہے جو نتائج کے اعتبار سے جماعتی مفادات میں نہیں ہے جبکہ جماعت افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور جماعت کی تعمیر و استحکام کے لیے افراد کی حیثیت اینٹ اور سیمنٹ کی سی ہے۔

کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے گھر کی چار دیواری پر نظر ڈالیں اور جماعتی مقاصد کے حوالہ سے جائزہ لیں میری آپ سب سے بڑی دلسوزی اور نہایت دردمندی کے ساتھ گذارش ہے کہ آپ افراد خانہ کی جماعتی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں اپنے تابناک ماضی کے ساتھ روشن مستقبل کی ضمانت اسی صورت میں ممکن ہے اللہ تعالےٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بچے جماعت و مستقبل کا ایک اہم سرمایہ ہوتے ہیں اسی احساس سے ان کی تعلیم و تربیت بھی نہایت دانشمندانہ طور پر اور ایک مربوط منصوبہ کے تحت کی جانا ضروری ہے ان میں خود اعتمادی، خودداری، دین سے کامل آگاہی اور دین کی خدمت کا جنون کی حد تک جذبہ ایسی قدریں پیدا کرنے کے لیے لائحہ عمل اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کارِ خیر میں ہماری خدمات ہمہ پہلو حاضر ہیں۔ جماعتی لٹریچر اور اخبارات کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ ان کی فراہمی اور ان سے آگاہی کو یقینی بنائیں۔

والسلام : فضل احمد

شادی کی مبارک تقریب :

۵ دسمبر ۹۰ء کو ایبٹ آباد میں آنسہ عائشہ دختر محترم ڈاکٹر محمد دین صاحب مرحوم (مانسہرہ) کا نکاح ہیگ (ہالینڈ) کے عبدالجمیل حسن محمد فرزند ارجمند حاجی عبدالمجید حسن محمد سے محترم پروفیسر خلیل الرحمن صاحب نے پڑھا رخصتی ۱۰ دسمبر ۹۰ء کو ہوئی۔ دعا ہے کہ یہ رشتہ جانبین کیلئے خوشی و انبساط کا موجب ہو۔

احباب کی خدمت

میں جماعتی اخبار کی درخواست

نامناسب نہ ہوگا اگر دعائیہ کے مبارک موقعہ پر اخبار پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے متعلق احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست کی جائے۔ پیغام صلح جماعت کا واحد اردو آرگن اور سب سے پرانا اخبار ہے۔ ایک عرصہ سے مسلسل خدمتِ دین و جماعت میں مصروف ہے تنظیم جماعت کے متعلق ہمیشہ اس نے سرگرم کوشش کی ہر اس کی ان کوششوں کے مفید و امید افزا نتائج بارہا آپ کے مشاہدے میں آچکے ہیں۔ بلند پایہ مضامین کے علاوہ ملفوظات حضرت بانی سلسلہ، ارشادات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ خطبات بزرگان جماعت، رپورٹیں۔ جماعت کے متعلق جملہ اطلاعات و تحریکات سب سے اول اور سب سے زیادہ اسی میں شائع ہوتی ہیں۔ عام خبروں کا ضروری خلاصہ اور حسب گنجائش علمی معلومات بھی درج ہوتی رہتی ہیں۔

اخبار کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کا ایک پروگرام ہمارے پیش نظر ہے لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری ہے کہ احباب اپنا دستِ تعاون بڑھائیں اور اخبار کے وسائل کو مستحکم کرنے میں ہماری مدد فرمائیں تنظیم جماعت کی تحریک کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ پیغام صلح ہر ایک احمدی گھر میں باقاعدہ منگایا جائے اور پڑھا جائے۔ پیشِ نظر اشاعت کے ساتھ آپ کے اس اخبار کی ۷۳ ویں جلد کا اختتام ہو رہا ہے۔

بہتر ہو گا کہ جو احباب اخبار کے خریدار نہیں وہ دعائیہ کے موقعہ پر چندہ ادا کر کے اس کے باقاعدہ خریدار بن جائیں۔ موجود خریداروں کی خدمت میں ہم تاکید کے ساتھ گذارش کریں گے کہ وہ اس موقعہ پر اپنا بقایا چندہ لازمی طور پر صاف کر دیں بلکہ آئندہ سال کا چندہ بھی حتی الامکان پیشگی ادا کرنے کی کوشش کریں۔ کاغذ اور سامانِ طباعت کی غیر معمولی گرانی کے باعث آج کل دیگر اخبارات کی طرح پیغام صلح بھی مشکلات میں مبتلا ہے۔

فضل احمد

دعائیہ کی تاریخیں

۲۵ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء

پہلے دن خواتین کا دعائیہ

حضرت مولانا شیر محمد خوشابی

حالات و واقعات کے آئینے میں

مرتبہ: ناصر احمد صاحب

• مختصر حالات زندگی

جولائی ۱۹۲۱ء میں خوشاب (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ غوثیہ خوشاب میں قرآن مجید حفظ کیا اس وقت مدرسہ کے سربراہ مولانا نور حسین صاحب تھے۔ یہ مدرسہ عربی اور صرف و نحو کی تعلیم کے لئے پنجاب بھر میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ عربی زبان ' قرآن مجید ' حدیث اور فقہ میں مزید دسترس حاصل کرنے کے لئے لاہور کے مدرسہ قمریہ ' اچھرہ میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس مدرسہ کے سربراہ اس وقت حافظ مہر محمد صاحب تھے حافظ صاحب مرحوم کو دینی کتب پڑھنے کا بے حد شوق تھا اسی شوق کی وجہ سے ان کی دوستی خوشاب کے ایک احمدی سبزی فروش نور محمد صاحب سے ہو گئی جو گاہے بہ گاہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کوئی نہ کوئی کتاب حافظ صاحب کو پڑھنے کے لئے دیتے۔ یہی حافظ صاحب کو قادیان بھی لے گئے۔ ایک مرتبہ جب حافظ صاحب قادیان سے واپس آ کر لاہور کے ریلوے سٹیشن پر خوشاب کے لئے گاڑی کا انتظار کر رہے تھے تو اتفاقاً چک شیخاں ضلع سرگودھا کے رئیس اعظم جناب محمد اعظم خان صاحب سے کسی نے ان کا تعارف کروایا موصوف کا تعلق جماعت لاہور سے تھا۔ چنانچہ وہ حافظ صاحب کو احمدیہ بلڈنگس لے آئے۔ یہاں مختصر قیام کے دوران حافظ صاحب کی ملاقات حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے ان کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں کروائی گئی۔ حضرت مولانا نے " وفات مسیح " اور " ختم نبوت " کے مسائل پر مختصر الفاظ میں اتنے دلنشیں انداز میں گفتگو کی کہ حافظ صاحب قائل ہو گئے اور اسی وقت ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ جنوری ۱۹۴۰ء کا ہے۔

تبلیغی کلاس میں تربیت حاصل کرنے کے بعد حافظ صاحب بطور مبلغ کام کرنے لگے۔ انہوں نے زیادہ تر کام میاں چنوں ' بدو ملہی ' چک نمبر ۸۱ جنوبی (ضلع سرگودھا) ' ملتان اور فیصل آباد کی جماعتوں میں کیا۔

۱۹۷۳ء میں حافظ صاحب مرحوم کو فجی بھیجا گیا تاکہ وہ مولانا احمد یار صاحب کے واپس چلے آنے پر کام کو سنبھالیں۔ ۱۹۸۴ء میں انہیں جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں کیپ ٹاؤن بھیجا گیا۔ جہاں وہ احمدیہ انجمن کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کی جماعت کے ایک فرد محترم اسماعیل پیک (صاحب) کی طرف سے دائرکردہ ایک درخواست کے سلسلہ میں بطور گواہ پیش ہوئے۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ۲ نومبر ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ حافظ صاحب مرحوم ۱۹۸۶ء میں دوبارہ کیپ ٹاؤن ' جنوبی افریقہ تشریف لے گئے جہاں وہ ایک غیر احمدی امام شیخ مغامت عباس جسیم کے مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہوئے جسے احمدیوں کے ہمدرد ہونے کے الزام میں مسلم جوڈیشل کونسل نے امامت سے نکال دیا تھا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ امام شیخ مغامت عباس جسیم کے حق میں ۲۳ فروری ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ اس مقدمہ کی کارروائی ختم ہونے پر حافظ صاحب مرحوم ۲۸ اپریل ۱۹۸۸ء کو لاہور واپس تشریف لے آئے

حافظ صاحب مرحوم کے بے شمار علمی مضامین جو ہفتہ وار "پیغام صلح" اور ماہوار " روح اسلام " یا کتابچوں کی شکل میں شائع ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عقائد اور مشن کے متعلق بیش بہا خزانہ فراہم کرتے ہیں۔ ان کی دو مشہور تصانیف " لانبی بعدی " اور " احمدیہ کیس " ہیں۔ موخر الذکر کتاب کا انگریزی ترجمہ ناٹنگھم ' انگلستان کے ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب نے کیا۔

کیپ ٹاؤن ' جنوبی افریقہ میں

" حافظ شیر محمد ایک احمدی دینی رہنما ' مبلغ ' عالم اور مسلمانوں کے ایمانیات اور مذہبی ارکان سے متعلق امور پر اعلیٰ دسترس رکھتے ہیں۔ میں اس بات سے مطمئن ہوں کہ وہ اس میدان کے ماہر ہیں اور ان امور پر مستند رائے دے سکتے ہیں "

" میری دانست میں گواہ ایک جید عالم اور راست باز انسان ہیں وہ تقریباً چھ روز تک گواہی دیتے رہے اور انہوں نے بہت ہی اچھا تاثر چھوڑا ہے میں ان کی گواہی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قبول کرتا ہوں "

---- (احمدیہ انجمن (لاہور) جنوبی افریقہ ' اسماعیل پیک بنام مسلم جوڈیشل کونسل ' کیپ ٹاؤن ' جنوبی افریقہ ' مقدمہ نمبر ۸۲ ر ۱۰۰۳۸ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۸۵ء)

......

" شہادت کئی دنوں تک جاری رہی۔ حافظ شیر محمد (صاحب) نے مرزا غلام احمد (صاحب) کی تحریرات ' مقاصد اور دعاوی کا مطلب بیان کیا ہے اور اس مفہوم کا بھی جس کے مطابق مرزا (صاحب) نے بعض الفاظ مثلاً " نبی " اور " رسول " اپنے متعلق استعمال کئے ہیں "

" شیر محمد سچے دین کے کئی سالوں کے مطالعہ کے بعد احمدیت تک پہنچے ہیں۔ وہ قرآن اور سنت کے ایک متشابہ کو بھی رد نہیں کرتے۔ وہ کچھ عبارتوں کی مرزا (صاحب) کی تحریرات کی روشنی میں ' دوسروں کی تشریحات سے مختلف تشریح کرتے ہیں ......

" شیر محمد (صاحب) جنہوں نے غالباً تعصبات کو توڑنا ہے نہ کہ کسی خاص مدمقابل کو شکست دینی ہے ' زیادہ معقول اور روادار ہونے کا تاثر دیتے ہیں (ان کی دلچسپی احمدیت میں صرف بطور احمدیت ہی نہیں تھی بلکہ اس سے بڑھ کر اسلام کی روحانی ترقی میں تھی ------)

" اب ہم دو اہم ماہروں کی طرف آتے ہیں۔ مولانا شیر محمد (صاحب) مستغیث کی جانب سے اور پروفیسر غازی ..... "

" قرآن اور حدیث کے متعلق شیر محمد (صاحب) کا علم رکیپ یا ناظم کے مقابلہ میں بالکل مختلف سطح کا ہے کیونکہ (شیر محمد صاحب) نے اپنی پوری زندگی ان کے مطالعہ میں صرف کی ہے اور زندگی کا یہ عرصہ کافی لمبا رہا۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کچھ انگریزی سمجھتے ہیں لیکن بول نہیں سکتے۔ انہوں نے گواہی اردو میں دی۔ ترجمہ سے کچھ مشکلات پیش آئیں۔

" شیر محمد (صاحب) کی گواہی پیش کرنے کا طریق یہ تھا کہ وہ مختلف موضوعات پر مقالے تیار کرتے ' ان میں سے بعض بیانات کی وضاحت کرتے ' اس میں سے کچھ حصہ پڑھ کر سناتے اور بقیہ کی وہ تصدیق کرتے۔

" شیر محمد (صاحب) غالباً ۷۰ سال کی بنسبت ۸۰ سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ انہوں نے پاکستان میں ۱۹۲۹ء میں دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ انہوں نے تقریباً دس سال دو سنی مدرسوں میں گزارے۔ پھر لاہور میں ایک سال احمدیہ تحریک کے مبلغوں کے تربیتی کلاسوں میں گزارا۔ وہاں ان کی ملاقات (مولانا) محمد علی (صاحب) سے ہوئی جو اس تنظیم کے سیکرٹری رہ چکے تھے

جو مرزا (صاحب) نے بنائی تھی اور پھر ان کے ساتھ کافی عرصہ بعد کام بھی کیا' انہوں نے عدالت کو بتایا کہ مرزا غلام احمد (صاحب) کے زمانہ میں دنیا کے اس خطہ میں مختلف مذاہب کے مابین سخت جھگڑا تھا اور ان کے ماننے والے ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہتے تھے۔ مرزا (صاحب) نے اسلام کے دفاع میں کتابیں' کتابچے اور اخبارات میں جوابات تحریر کئے اور مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ بے حسی اور رسم و رواج کو چھوڑ کر قران مجید کے احکامات اور اسوۃ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے اخلاص سے عمل کریں۔ مولانا شیر محمد (صاحب) (حافظ کا خطاب ظاہر کرتا ہے کہ وہ شخص ان میں سے ہے جو قرآن کو حفظ کر لیتا ہے) مرزا غلام احمد (صاحب) کی تحریروں سے متاثر ہوئے تھے اور اس طرح وہ اس تحریک سے وابستہ ہوئے

"شیر محمد (صاحب) یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قران مجید کے چند اہم نکات حسب ذیل ہیں:-

١- قرآن مجید خدا کا کلام ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہوا۔ یہ مستند اور مکمل ہے۔

٢- اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو کوئی بھی اس سے انکار کرے وہ واقعی کافر قرار دیا جائے گا۔

٣- محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والوں پر جو وحی نازل ہوئی وہ سچی تھیں اور تمام انبیاء قابل احترام ہیں۔ ایک نبی کا انکار بھی اس کو کافر بنا دیتا ہے اور اسے اس نبی کے مذہب سے باہر نکال دیتا ہے۔

٤- جہاد سب مسلمانوں پر فرض ہے"

".... لیکن شیر محمد (صاحب) کے اخلاص میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا"

- (شیخ مقامت عباس جسیم بنام مسلم جوڈیشل کونسل کیپ ٹاؤن - جنوبی افریقہ - مقدمہ نمبر ٨٦/١٤٣٨ - مورخہ ٢٣ فروری ١٩٩٠ء)

جزائر فجی میں دس سال سے زائد قیام کی جھلکیاں

سالانہ رپورٹ ٧٥-١٩٧٦ء

درس قرآن

مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مغربی ڈویژن کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ اس دوران میں آپ مارو' ناندی ایئر پورٹ' لٹوکا اور باؤ تشریف لے گئے اور ان تمام جگہوں پر درس قرآن مجید دیا جن میں کثرت سے لوگوں نے شرکت کی۔

ممبرشپ

مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے ممبرشپ بنانے کا ایک جامع پروگرام تیار کیا لیکن ان کی بیماری کی وجہ سے اس سلسلہ میں زیادہ کام نہ ہو سکا۔ پھر بھی چند سرگرم اور مخلص ممبران کی مدد سے سووا میں کام کی ابتدا کی گئی اور ایسے ممبران کی فہرست مرتب ہوئی جنہوں نے وعدہ کیا کہ وہ باقاعدہ ماہوار چندہ انجمن کو دیا کریں گے۔

رابطہ اور اشاعت کمیٹی

اس کمیٹی نے نہایت کامیابی سے ذیل کی تقریبات کا اہتمام کیا: میلاد النبی صلعم' یوم بانی سلسلہ احمدیہ اور یوم مولانا محمد علی۔ ان کے علاوہ مولانا شیر محمد صاحب کے لئے ایک شاندار استقبالیہ جلسہ کیا گیا جس میں مولانا صاحب نے احمدیہ کنونشن لندن میں شرکت اور کینیڈا اور امریکہ کے دوروں کی تفصیلات بیان کیں۔ سالانہ عام اجلاس کی میٹنگ میں نئے آئین کی منظوری کے بعد مولانا حافظ شیر محمد صاحب کو احمدیہ انجمن فجی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے مرکزی انجمن لاہور کا نمائندہ منتخب کیا۔

مولانا شیر محمد صاحب کا خطاب

مولانا شیر محمد صاحب نے چیئرمین صاحب کی درخواست پر بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سالانہ اجلاس سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال مارو میں احباب سالانہ اجلاس کے علاوہ جامع محمد علی کی نئی عمارت کے افتتاح کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ احباب نے اس نئی جامع میں نماز باجماعت ادا کی تھی اور یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ محنت سے کام کریں گے تاکہ فجی میں اس طرح کی کئی اور جامعات تعمیر کی جا سکیں۔ انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کے حوالے سے جماعت کے عقائد بیان کئے۔ اور فرمایا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے اس امر پر زور دیا ہے کہ محض بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کافی نہیں بلکہ تقویٰ اور دین کی خدمت کے لئے عملی طور پر کوشش کرنی چاہئے۔ انہوں نے دس شرائط بیعت پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔

مولانا موصوف نے فرمایا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی زندگی میں مجلس معتمدین کے سالانہ اجلاس اور سالانہ جلسہ کو اکٹھے منعقد کیا اور ان کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ذیل کے مقاصد کے حصول کی تاکید فرمائی:

١- دینی علوم کا حصول

٢- نئے بھائیوں کا تعارف

٣- سال کے دوران جو احباب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت

٤- جماعت کے احباب کے درمیان اختلافات کو دور کرنا اور اخوت اور بھائی چارہ کو مضبوط کرنا

٥- غیر ممالک خاص طور پر یورپ میں دین کی اشاعت کے لئے اقدامات

٦- ان احباب اور خواتین کے لئے دعا جو مجلس معتمدین اور سالانہ جلسہ میں شرکت کریں۔

مولانا موصوف نے ان احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے "پیغام حق" کے لئے مضامین لکھے۔ انہوں نے بتایا کہ رسالہ دنیا کے مختلف ممالک کی جماعتوں میں تقسیم ہو رہا ہے اور اس کے متعلق حوصلہ افزا آراء موصول ہو رہی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اسلامی لٹریچر ساؤتھ پیسیفک یونیورسٹی' نائینو ٹیچرز ٹریننگ کالج اور سوداگر ہیر سکول کی لائبریریوں کو بطور تحفہ دیا گیا۔ انہوں نے ان تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے احمدیہ کنونشن لندن میں ان کی شرکت کے لئے آمدورفت کے اخراجات برداشت کئے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ احمدیہ انجمن فجی نے کسی کنونشن میں اپنا نمائندہ بھیجا۔

انہوں نے مسلم ایسوسی ایشن فجی کی تعریف کی کہ جنہوں نے سووا والی جائیداد کو احمدیہ انجمن فجی کو فروخت کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا تاکہ وہ اس پر اپنی نئی جامع تعمیر کر سکے۔

چیئرمین صاحب نے محترم مولانا صاحب کی نصیحت آموز خطاب کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان ممبران کا بھی جنہوں نے آج کے اجلاس میں شرکت کی۔ آخر میں حافظ مولانا شیر محمد صاحب نے دعا فرمائی

سالانہ رپورٹ ٧٧-١٩٧٨ء

درس قرآن

ہمارے جید عالم حافظ مولانا شیر محمد صاحب نے سال کے دوران مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے چھ دورے کئے اور باء' ناندی اور مارو میں درس قرآن مجید دیا۔ ان تمام جگہوں پر احباب کی حاضری کافی حوصلہ افزا تھی۔

ریڈیو پر مذہبی پروگرام

محترم حافظ شیر محمد صاحب اور محترم صدر غلام نبی دین صاحب ریڈیو فجی پر مذہبی پروگرام پیش کرتے رہے۔ فجی براڈ کاسٹنگ کمشن کو بار بار درخواست دینے پر مختلف مذہبی تنظیموں کے لئے مذہبی پروگرام پیش کرنے کے لئے وقت کی تقسیم کے طریق کار کو تبدیل کر دیا گیا۔
جنوری ١٩٧٨ء سے احمدیہ انجمن فجی کو پہلی مرتبہ اس کے اپنے نام سے پروگرام پیش کرنے

کا موقع ملا۔ اس سے پیشتر انجمن مسلم ایسوسی ایشن فجی کا وقت استعمال کرتی تھی۔ اب وقت کی تقسیم کار ۱۹۷۶ء کی مردم شماری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ یعنی مذہبی جماعت کے ممبران کی تعداد کی بنیاد پر۔ احمدیہ انجمن فجی کو صبح کے وقت پانچ منٹ کے ۱۵ عدد اور دو اتواروں کی صبح کو ۱۵ منٹ کے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دی گئی۔ ان کے علاوہ احمدیہ انجمن فجی کو عیدین' میلاد النبی صلعم' یوم بانی سلسلہ احمدیہ' لیلتہ القدر اور معراج النبی صلعم کے پروگراموں کے لئے خصوصی وقت دیا گیا

مولانا شیر محمد صاحب نے ان ریڈیو پروگراموں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے جماعت کے عقائد کو پیش کیا اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق غلط فہمیوں اور غلط پراپیگنڈا کو دور کرنے کی کوشش کی۔

مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اس سلسلہ میں ہماری کوششیں رایگاں نہیں گئیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے اور آپ احباب اس سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے میں ہم کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ آج فجی کے مسلمانوں کو عام طور پر بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کے متعلق دونوں فریقوں کے عقائد میں اختلافات کا علم ہے۔

سالانہ رپورٹ ۷۹-۱۹۸۰ء

سالانہ اجلاس عام

صدر انجمن محترم غلام نبی دین صاحب نے مولانا حافظ شیر محمد صاحب سے گذارش کی کہ وہ عہدیداران کے انتخاب سے پیشتر اجلاس سے خطاب فرمائیں۔ مولانا موصوف نے احمدیت کی صحیح روح کو اپنانے کیلئے دینی کاموں میں زیادہ اخلاص اور قربانی کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا دنیا میں احمدی دین کے لئے اخلاص اور مالی قربانیاں دینے کے لئے مشہور ہیں اور دوسری جماعتیں اس امر پر حیران ہیں کہ ہماری جماعت کے تھوڑے افراد کیونکر اتنے بلند مقاصد حاصل کر لیتے ہیں۔ انجمن کا ارادہ ہے کہ اگلے سال تک سوا کی جامع کی تعمیر کے کام کو مکمل کیا جائے۔ سب لوگوں سے اپیل کی گئی کہ وہ دل کھول کر عطیہ جات دیں تاکہ جامع کی تعمیر کے پروجیکٹ کے لئے کافی رقم مہیا ہو جائے۔

احمدیہ کانفرنس سرینام' جنوبی امریکہ

صدر انجمن نے ممبران کو بتایا کہ ہمارے سرینام کے بھائیوں نے گولڈن جوبلی کی تقریب میں شرکت کی دعوت بھیجی ہے اس موقع پر وہ ایک بین الاقوامی احمدیہ کنونشن بھی منعقد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ مولانا حافظ شیر محمد صاحب کو کنونشن میں شرکت کیلئے اپنے نمائندہ کے طور پر بھیجا جائے۔

سالانہ عام اجلاس

فجی انجمن کا تیرھواں سالانہ عام اجلاس ۲۹ ستمبر ۱۹۷۹ کو مرکز واقع ۱۲ باؤ سٹریٹ' سوا میں منعقد ہوا۔ اس میں ذیل کے عہدیداران کا انتخاب ہوا:

— — — — — — — — —

مرکزی انجمن لاہور کے نمائندہ	مولانا حافظ شیر محمد صاحب

نوسوری

ہفتہ وار درس قرآن مجید جاری ہے اور حاضری بھی کافی زیادہ رہی۔ مولانا حافظ شیر محمد صاحب اور سوا کے چند مخلص ممبران نے باقاعدگی سے درس قرآن کی مجالس میں شرکت کی۔

مارو

مارو کے احمدی بھائیوں نے جوش اور اخلاص سے انجمن کے پروگراموں پر کام کو جاری رکھا۔ درس قرآن اور جمعہ کے اجتماعات جامع محمد علی میں باقاعدگی سے ہوتے رہے۔ ان اجتماعات میں گذشتہ سالوں کی طرح لوگ کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ مولانا صاحب کئی دفعہ مارو تشریف لے گئے اور درس قرآن دیا۔

نادی

مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مغربی ڈویژن کی جماعتوں کا دورہ کیا اور درس قرآن دیا۔

لٹوکا

درس قرآن' جمعہ اور تراویح کی نمازیں مرکز میں باقاعدگی سے ادا کی جاتی رہیں۔ مولوی شیخ عثمان صاحب نمازوں کی امامت کرتے رہے۔ مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورے کے دوران مولانا شیر محمد صاحب نے درس قرآن مجید دیا اور بعض جگہوں پر جمعہ اور تراویح کی نمازوں کی امامت فرمائی حاضری حسب معمول تھی لیکن مزید ممبران کی شرکت کے لئے کوشش کی ضرورت ہے۔

باء

باء میں ہفتہ وار درس قرآن مجید جاری رہا۔ مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورے میں بھی مولانا شیر محمد صاحب نے درس قرآن مجید دیا۔ ان اجلاسوں میں حاضری اچھی رہی۔

رابطہ

صدر انجمن فجی محترم غلام نبی دین صاحب کی سربراہی میں ایک رابطہ کمیٹی مقرر کی گئی جس کے مندرجہ ذیل ممبران مقرر ہوئے: اے ڈبلیو خانصاحب' شوکت اے علی صاحب' ایف کے دین صاحب' مولانا حافظ شیر محمد صاحب' اے حمید خانصاحب' حفیظ رضا صاحب اور جلال الدین صاحب

کمیٹی نے سال زیر رپورٹ میں ذیل کے نہایت کامیاب جلسے منعقد کروائے: میلاد النبی صلعم' یوم بانی سلسلہ احمدیہ اور یوم محمد علی

مرکز میں تعمیراتی کام ہونے کی وجہ سے نوسوری اور سوا کے لئے ان جلسوں کا اہتمام ونو مینو مسلم سکول' نوسوری میں منعقد کرنے پڑے اور دوسری جماعتوں نے مقامی طور پر اپنے مراکز میں ان جلسوں کا اہتمام کیا۔ سوا اور دوسری جگہوں میں عیدالفطر اور عید الاضحیٰ کے اجتماعات کے لئے کرایہ پر ہال لئے گئے۔ ان اجتماعات میں لوگ کثرت سے شریک ہوئے۔ خدا کے فضل سے اب اجتماعات میں لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو جماعت کے روشن مستقبل کی ایک نشانی ہے۔

مندرجہ بالا تقریبات اور جلسوں کے علاوہ کئی احباب کو خوش آمدید اور الوداع کہنے کے لئے بھی تقریبات ہوئیں۔ ان میں ایک اہم تقریب مولانا حافظ شیر محمد صاحب اور محترم اے ڈبلیو خانصاحب کے اعزاز میں ہوئی جو سرینام میں بین الاقوامی احمدیہ کنونشن میں شرکت کے بعد واپس تشریف لائے تھے۔

ریڈیو پر مذہبی پروگرام

اس سال بھی فجی براڈ کاسٹنگ کمشن نے ریڈیو فجی کے ہندی کے پروگراموں میں احمدیہ انجمن فجی کو ہر روز صبح کے وقت ۵ منٹ کے ۱۵ اور دو اتواروں کو اسی قدر وقت فراہم کیا۔ ان کے علاوہ انجمن نے مختلف تقریبات کے لئے خاص وقت مانگا۔ چنانچہ ذیل کی ہر تقریب کے لئے ۱۱ منٹ کا وقت مہیا کیا گیا: عید الفطر' عید الاضحیٰ' لیلتہ القدر' رمضان' شب برات' میلاد النبی صلعم' معراج النبی صلعم' یوم بانی سلسلہ احمدیہ' یوم محمد علی' محرم' احمدیہ کنونشن فجی اور سوا میں نئی جامع کے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب۔

ہمارے مقررین محترم مولانا حافظ شیر محمد صاحب اور محترم غلام نبی دین صاحب نے ان ریڈیو پروگراموں سے پورا فائدہ اٹھایا اور جماعت کے خیالات اور کام کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔

اشاعت

کمیٹی برائے اشاعت کے چیئرمین محترم غلام نبی دین صاحب تھے۔ ایڈیٹر: نظام الدین صاحب اور ممبران اے واحد خانصاحب' ایس اے علی صاحب اور محبوب دین صاحب۔

سال زیر رپورٹ میں رسالہ "پیغام حق" باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا اور اس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کے متعلق نہایت علمی مضامین شائع ہوئے ....

انجمن محسوس کرتی ہے کہ اس نے جماعت کے موقف کی سچائی کو ثابت کرنے اور اس کی تشہیر کو نہایت موثر طریق پر انجام دیا - چنانچہ بعض حلقوں میں جماعت کی مخالفت میں کمی آگئی ہے اور جماعت سے ہمدردی رکھنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے -

اس سال ذیل کی کتب اور کتابچے شائع ہوئے:

لانبی بعدی: ختم نبوت کے مسئلہ پر یہ مولانا حافظ شیر محمد صاحب کا شاہکار ہے جس میں انہوں نے نہایت عالمانہ رنگ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خاتمیت اور عظمت پر نہایت اچھوتے رنگ میں روشنی ڈالی ہے اس اہم مسئلہ پر یہ ایک نہایت مستند کتاب ہے جس میں قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب کے سینکڑوں حوالے دیئے گئے ہیں - اس سلسلہ میں تمام احمدی جماعتوں اور دیگر احباب کے تعریفی خطوط موصول ہو رہے ہیں -

۲- مصلح موعود کی پیشگوئی پر ایک نظر
۳- تحریک احمدیت میں خلیفہ کی حیثیت (انگریزی)
۴- سچائی نے چالیس سال بعد حقیقت کا روپ دھارا (انگریزی)

عطیہ جات

عطیہ جات اکٹھے کرنے کے لئے کمیٹی میں بورڈ کے ان ڈائریکٹر صاحبان کو شامل کیا گیا: مولوی اے لطیف صاحب (نادی)، حفیظ رضا صاحب (سووا)، شوکت علی (نائینو)، صدر الدین ساہو خان (باء)، ایم جبیر خان صاحب، اے، ہاشم جلیل صاحب (لٹوکا) اور محمود خان صاحب (مارو) - اس کمیٹی کی کاوشوں سے جس کی سربراہی محترم اے ڈبلیو خان صاحب کر رہے تھے، ۵۰،۰۰۰ کینیڈین ڈالر سے زائد رقم اکٹھی ہوئی - اب انجمن اس قابل ہوگئی ہے کہ وہ سووا میں جامع کے پراجیکٹ کے پہلے مرحلہ کی تعمیر کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے -

میں اپنے فرائض میں کوتاہی کا مرتکب ہوں گا اگر میں اس موقع پر بطور خاص ان کاوشوں کی تعریف نہ کروں جو حافظ مولانا شیر محمد صاحب، محترم اے واحد خانصاحب، محترم غلام نبی دین صاحب، ایف کے دین صاحب، جے اے بخش صاحب، سووا کے محبوب رضا صاحب اور محترم صدر الدین ساہو خانصاحب نے اس سلسلہ میں کیں -

سالانہ رپورٹ ۸۰-۱۹۸۱ء

اشاعت

کمیٹی برائے اشاعت نے ذیل کے کتابچے شائع کیے:

۱- وفات مسیح از مولانا حافظ شیر محمد صاحب

رابطہ کمیٹی

دیگر عوامی رابطہ اجلاسوں کے علاوہ محترم غلام نبی دین صاحب، مولانا حافظ شیر محمد صاحب، واحد اے خان صاحب اور ایف کے دین صاحب نے فجی کی آزادی کی دسویں سالگرہ کی تقریبات میں احمدیہ انجمن فجی کی نمائندگی کی - صدر محترم غلام نبی دین صاحب نے ان تقریبات میں مہمان خصوصی شہزادی این سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے وفد کی سربراہی کے فرائض سرانجام دیئے -

محترم مولانا شیر محمد صاحب نے احباب سے اپیل کی کہ وہ لائبریریوں اور دوسرے اداروں کو قرآن مجید کی کاپیاں بطور تحفہ پیش کریں چنانچہ احباب نے انگریزی ترجمہ القرآن کے نئے ایڈیشن کی کاپیوں کی مفت تقسیم کے لئے عطیہ جات دیئے - قرآن مجید کی ان کاپیوں کو میونسپلٹی اور سکولوں کی لائبریریوں میں رکھوانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں -

مارو

محترم مولانا حافظ شیر محمد صاحب مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورے کے دوران مارو تشریف لے گئے - اس دورے کا احباب پر اچھا اثر ہوا -

لٹوکا

لٹوکا میں روزانہ تراویح کی نمازیں اور جمعہ کے اجتماعات باقاعدگی سے ہوتے رہے - محترم مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورہ کے دوران درس قرآن مجید دیئے -

باء

بھائی شوکت علی صاحب کی سرکردگی میں درس قرآن مجید کا سلسلہ باء میں جاری رہا - مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورہ کے دوران درس قرآن مجید دیئے - احباب کے علاوہ غیر از جماعت لوگوں نے بھی شرکت کی -

ریڈیو پر مذہبی پروگرام

فجی براڈ کاسٹنگ کمشن نے حسب سابق اس سال بھی روزانہ صبح کے وقت ۱۵ عدد پانچ منٹ کے اور یکے بعد دیگرے دو اتواروں کو ۱۵ منٹ کے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دی - ان کے علاوہ احمدیہ انجمن فجی کو ذیل کے خاص موقعوں پر ۱۲ منٹ کے پروگرام پیش کرنے کی اجازت دی گئی: رمضان المبارک، لیلۃ القدر، عید الفطر، عید الاضحیٰ، میلاد النبی صلعم، یوم بانی سلسلہ احمدیہ، یوم محمد علی، معراج النبی صلعم اور شب برات - ان پروگراموں میں ہمارے مقرر حضرات یہ تھے: مولانا حافظ شیر محمد صاحب، محترم غلام نبی دین صاحب، محترم اے واحد خانصاحب اور بھائی رسول بخش صاحب -

احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ جلسہ

چودھویں صدی ہجری کے خاتمہ اور پندرھویں صدی کے آغاز کے موقع پر احمدیہ انجمن لاہور کا چھیاسٹھواں سالانہ جلسہ خاص اہمیت کا حامل تھا - مرکز نے تمام بیرونی جماعتوں کو دعوت نامے بھیجے کہ ہر جماعت اس اہم جلسہ میں شرکت کے لئے اپنے نمائندے بھیجے - جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہم چودھویں صدی کے مجدد کے ماننے والے ہیں اس لئے ہمارا اس صدی سے خاص تعلق بنتا ہے - احمدیہ انجمن فجی نے فیصلہ کیا کہ مولانا حافظ شیر محمد صاحب اور جنرل سیکرٹری محترم شوکت اے علی لاہور کے اس اہم جلسہ میں انجمن کی طرف سے نمائندگی کریں -

احمدیہ انجمن لاہور کے اس اہم جلسہ میں دنیا کے مختلف حصوں سے احمدی جماعتوں کے ساٹھ سے زائد نمائندوں نے شرکت کی - پہلے دن کا اجلاس خواتین کے لئے مخصوص تھا - کثیر تعداد میں خواتین اور بچیوں نے اس اجلاس میں شرکت کی اور کارروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا - بیس سے زائد بیرونی ممالک سے آئی ہوئی خواتین نے بھی شرکت کی - بعد کے تین دنوں میں چھ اجلاس ہوئے ان میں سے ایک اجلاس کی صدارت آپ کے جنرل سیکرٹری اے شوکت علی صاحب نے بھی کی - ان اجلاسوں سے بیس سے زائد پاکستان اور بیرون پاکستان سے آئے ہوئے مقررین نے خطاب کیا ان میں حافظ مولانا شیر محمد صاحب اور آپ کے جنرل سیکرٹری صاحب بھی تھے محترم مولانا صاحب کی تقریر کا موضوع "قرآن اور حدیث کی روشنی میں مسلمان کی تعریف" تھا - تمام احباب نے اس نہایت عالمانہ تقریر کو بے حد سراہا - جنرل سیکرٹری صاحب نے بھی تقریر کی -

بیرون ملک کے دورے

سالانہ جلسہ لاہور (پاکستان) میں شرکت کے بعد مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے واپس آتے ہوئے لندن، وینکوور اور سان فرانسسکو کی جماعتوں کا دورہ کیا اور جگہ جگہ درس قرآن مجید دیئے - احباب جماعت کے دلوں میں محترم مولانا صاحب کی علمیت اور دینی بصیرت کی وجہ سے بے حد احترام ہے - اس وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں جماعتیں اس انتظار میں رہتی ہیں کہ مولانا صاحب تشریف لائیں اور احباب ان کے درس قرآن مجید سے مستفیض ہو سکیں -

سالانہ رپورٹ ۸۱-۱۹۸۲ء

سالانہ عام اجلاس

صدر انجمن کی اجازت سے مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے اجلاس سے خطاب کیا - مولانا صاحب نے فرمایا کہ انہیں فجی آئے ہوئے آٹھ سال سے زائد ہو چکے ہیں - اس دوران میں

ممبران نے میرے کام میں جس اخلاص اور جذبہ سے مدد اور تعاون کیا اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انجمن کے مفاد کی خاطر میں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اور ان کی سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ آئندہ سال سووا میں جامع تعمیر کرنے کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔

رابطہ

محمد امین ساہو خانصاحب کو رابطہ کمیٹی کا چیئرمین مقرر کیا گیا اور ذیل کے احباب کو بطور ممبر نامزد کیا گیا: مولانا حافظ شیر محمد صاحب، صدر انجمن محترم غلام نبی دین صاحب، جنرل سیکرٹری، اے اے واحد خانصاحب، ایم کے دین صاحب، محبوب رضا صاحب، جے اے بخش صاحب، ایم ولایت خانصاحب، ایم وائی ساہو خانصاحب، طاہر علی صاحب، ایم عثمان خانصاحب، اخلاق علی صاحب، ایف شیر خانصاحب اور حفیظ اللہ صاحب۔ کمیٹی نے سال کے دوران ذیل کے نہایت کامیاب جلسوں اور تقریبات کا اہتمام کیا: میلاد النبی صلعم، یوم بانی سلسلہ احمدیہ، یوم مولانا محمد علی۔

کمیٹی نے کئی دفعہ کوشش کی کہ احمدیہ انجمن فجی کو ریڈیو پر مذہبی پروگرام پیش کرنے کے لئے زیادہ وقت دیا جائے۔ کمیٹی نے مرکز احمدیہ انجمن لاہور کی شائع شدہ سولہ کتب کے سیٹ تحفتہً سووا سٹی کونسل کو دیئے جس کی رپورٹ اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

لٹوکا

مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مغربی ڈویژن کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ انہوں نے لٹوکا میں مختصر قیام کے دوران درس قرآن مجید دیا اور تراویح اور جمعہ کی نمازوں کی امامت فرمائی۔

باء

باء میں بھی ہفتہ وار درس قرآن مجید جاری رہا اور لوگ ذوق شوق سے شریک ہوتے رہے مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے واپس آکر باقاعدہ جماعتوں کے دورے شروع کر دیئے ہیں۔

نادی

نادی میں بھی انجمن کی سرگرمیاں حسب سابق جاری رہیں لیکن اس سال نماز تراویح میں گزشتہ سال کی نسبت حاضری زیادہ رہی۔ چند نئے لوگوں نے جماعت میں شمولیت کی اور ہماری سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ مولانا شیر محمد صاحب نے نادی اور مغربی ڈویژن کی جماعتوں کے دورے میں درس قرآن مجید کا سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ لاہور کے نئے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب منتخب ہوئے تو ان کی خصوصی دعوت پر مولانا حافظ شیر محمد صاحب لاہور تشریف لے گئے اور سالانہ جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ کے بعد حافظ صاحب نے پاکستان کی مختلف جماعتوں کا دورہ کیا۔ فجی واپس آتے ہوئے ہالینڈ، لندن، وینکوور اور سان فرانسسکو کی جماعتوں میں مختصر قیام کیا۔ انہوں نے جامع سووا میں قالین کے لئے وینکوور اور سان فرانسسکو کی جماعتوں سے عطیہ جات اکٹھے کئے۔

تاریخ احمدیت کا روشن باب

از میاں فخر الدین احمد، راولپنڈی

پنجاب کے مردم خیز اضلاع میں سیالکوٹ اور شاہ پور کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ شاہ پور میں بھیرہ نہ صرف ایک تاریخی معمورہ ہے بلکہ اس سرزمین سے بڑے بڑے عالم فاضل اور باکمال لوگ پیدا ہوئے۔ شاہ پور کا دوسرا اہم قصبہ خوشاب ہے۔ بھیرہ کے بارے میں تو کہاوت ہے بھیرہ پھولوں کا سہرا اور اس کہاوت میں صداقت بھی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۹۷ء میں اپنے تین سو تیرہ اصحاب کی ایک فہرست تیار کی تھی۔ اس میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ غیر ممالک کے احباب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس فہرست میں بیس خوش نصیب بھیرہ کے ہیں۔ ان میں سے پانچ حفاظ ہیں۔ ضلع کے دو اور دیہات کے چار افراد میں سے دو حافظ ہیں۔ خوشاب بھی شاہ پور کی تحصیل تھی (اب الگ ضلع ہے) اس میں دو احمدیوں میں سے ایک حافظ ہے۔

خوشاب اس معمورہ کا نام بابر بادشاہ نے رکھا تھا۔ اس علاقے سے گزرتے ہوئے اس نے یہاں کا پانی میٹھا اور صحت بخش پاکر "خوشاب" کہا تو یہ خوشاب کا نام پا گیا۔ خوشاب کا ذکر ہمیں اس سلسلہ ربانی کی ابتدائی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔

اسی خوشاب کی زمین نے شیر محمد جیسا لال بے بہا اگلا۔ ان کی پیدائش ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ درسی تعلیم خوشاب میں حاصل کی، وہیں سے میاں فتح محمد صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر اچھرہ لاہور میں ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے اور درس نظامی مکمل کیا۔ اچھرہ میں قیام کے دوران انہیں احمدیت کی خوشبو پہنچی اور وہ کھچے کھچے اس گلشن روح افزا جانے لگے۔ یہ ۱۹۴۰ء کے قریب قریب کا زمانہ تھا۔ ان دنوں احمدیہ بلڈنگس میں مولانا عبد الرحمان مصری صاحب، مولانا احمد یار صاحب اور حضرت مولانا عبد الحق ودیارتھی صاحب کی شمعیں بزم علم و عرفاں کو فروزاں کئے ہوئے تھیں۔ حافظ صاحب اس چشمہ رواں سے سیراب ہوئے۔ پھر انجمن میں باقاعدہ واعظ مقرر ہوئے اور تادم واپسی اسی دشت کی سیاحی کی۔ ابتدائی دور ان کا دیہاتی علاقہ میں گزرا۔ طبیعت میں انکسار تھا۔ شہرت کا شوق نہ تھا۔ لباس، گفتگو اور معاملات میں سادگی جھلکتی تھی۔ "پیغام صلح" میں ان کے پرمغز مضامین نے علمی حلقوں میں حافظ صاحب کو متعارف کرایا۔ کچھ عرصہ آپ نے ماہانہ مجلہ "روح اسلام" کی ادارت بھی سرانجام دی۔ اس مجلہ میں خالصتاً جماعتی امور اور دینی مسائل پر نگارشات چھپتیں جن کا بیشتر حصہ حافظ صاحب کی قلمکاری کا ثمر ہوتا۔

۱۹۷۳ء میں انجمن نے حافظ صاحب کو جزائر فجی میں مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے، ایم او ایل کی جگہ بطور مبلغ بھجوایا۔ تقریباً دس سال حافظ صاحب نے یہاں قیام کیا۔ جماعتہائے جزائر فجی کی تنظیم کی۔ اپنے خطبات اور لیکچروں کے ذریعہ ان میں احمدیت کے لئے ولولہ، جذبہ اور عزم پیدا کیا۔ جامع محمد علی جیسی عظیم عمارت تعمیر کروائی۔ خطیب اور مقرر تیار کئے "پیغام حق" کے نام سے ایک اخبار کی بنیاد رکھی۔ فجی کے احباب انہیں اپنے سے جدا نہ کرنا چاہتے تھے مگر جنوبی افریقہ میں مقدمات کی وجہ سے انہیں وہاں جانا پڑا۔ جنوبی افریقہ کی عدالت عظمیٰ میں احمدیہ تحریک کی نمائندگی اور دفاع کے لئے ان کی محبت، لگن اور جانفشانی کی داستان تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔ پردیس میں مسلسل قیام، گھریلو آسائشوں اور آرام سے محرومی نے حافظ صاحب کی صحت پر ناموافق اثر ڈالا۔ سکون اور راحت تو اس مجاہد نے اپنے پر حرام کر رکھی تھی۔ مرض کا ازالہ تو علاج سے ہوتا ہے مگر حافظ صاحب کی شبانہ روز مساعی میں علاج کے لئے وقت کہاں، انہیں تو دین کو دنیا پر مقدم کرنا تھا اور اپنے کام پر آرام انہیں منظور نہ تھا۔ جب ایک طویل عرصہ کے بعد وطن لوٹے تو کئی امراض کا شکار ہو چکے تھے۔ مگر وہ ان سے بے پرواہ اپنی دھن میں لگے رہے۔ ۱۹۸۶ء میں انہیں پھر جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ وہ گئے اور کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ پردیس میں ایک سپاہی کی طرح گزار دی۔ فرائض مفوضہ کی ادائیگی میں انہوں نے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ اپنے بچوں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو دین کی خدمت نے مجھ جیسے دیہاتی کو مشرق اور مغرب کی ولایتوں کو دیکھنے کا موقعہ عطا کیا۔ یہ سیر و سیاحت لاکھوں روپے خرچ کرنے پر بھی حاصل نہ ہوتی مگر خدا نے اس عاجز بندے کے لئے یہ موقعہ میسر کیا۔

حافظ شیر محمد خوشابی مرحوم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک روشن نشان تھے۔ حافظ صاحب نے دینی اور جماعتی مسائل پر کثرت سے لکھا، تقریریں کیں مناظرے اور مباحثے کئے۔ حقیقی معنوں میں بانی سلسلہ احمدیہ کا پیغام دور دور تک پھیلایا مگر "لا نبی بعدی" جو ختم نبوت پر ایک جامع اور مستند کتاب ہے مرحوم کی آخری تخلیق ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

"دبستانِ الاحمدیہ کا صفحہ"

محمد صالح نور، کراچی

خدمت دین کا کام

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ یہ دنیا کبھی نیکی اور راستبازی کی طرف دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہی اور مشیت ایزدی اور منشا الٰہی کے تحت ہر اس دور میں جب ہمارا معاشرہ برائیوں اور بدیوں سے لبریز ہو جاتا رہا ہے ضرور ایسے لوگوں کو پیدا کیا جاتا رہا ہے جو اہلِ دنیا کو سیدھے راستہ کی طرف قدم زن ہونے کی دعوت دیتے چلے آئے ہیں قرآن مجید نے اس سنتِ خداوندی کو بہت وضاحت کے ساتھ ہر دور کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جب کبھی شیطانی قوتیں ابھر کر اس امر کیلئے کوشاں ہو جاتی رہی ہیں کہ حق و صداقت کی مشعل کو بجھا دیا جائے تب ہی خدا نے اپنی رحمت اور فضل سے ایسے لوگوں کو مستعد و متحرک کیا جو بظاہر بہت کم تعداد میں، قلیل طاقت ہیں اور دنیاوی سامان سے محروم نظر آتے ہیں مگر نصرتِ خداوندی کی وجہ سے صلہ ہمیشہ انہی کو ملتا رہا ہے۔

اس امر کی بہت واضح مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کے دور میں نظر آتی ہے جب معاشرہ پوری طرح مادیت کی دلدل میں دھنس چکا تھا اور روحانیت کا نشان برائے نام رہ گیا تھا۔ ایسے حالات میں جب دنیا کی ہر برائی اہلِ عرب کی رگ رگ میں پوری طرح سرایت کر چکی تھی اور کوئی ایسا عیب نہ تھا جو ان کے ظاہر و باطن کا حصّہ نہ بن گیا ہو۔ اور کوئی، دنیاوی برائی ایسی نہ تھی جس پر عمل کر کے اہلِ عرب فخر نہ کرتے ہوں اور ان کی بیشتر آبادی نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا تھا جبھی تو وہ ہر قسم کے نجس میں گرفتار تھے اور عقل سے کام نہ لینے والی اقوام کا یہی حال ہوتا ہے جیسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"اور کسی شخص کو توفیق نہیں ملتی کہ وہ اللہ تعالیٰ
کے حکم کے بغیر ایمان کی نعمت حاصل کر سکے
اور اللہ تعالیٰ گندگی اور پلیدی کو انہیں
لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے"
(سورۃ یونس آیت ۱۰۰)

اس گندگی اور پلیدی کو دور کرنے کے لئے جب خدا تعالیٰ کی رحمت جوش مارتی ہے تو وہ ایسے لوگوں کو چن لیتی ہے جو گو اہلِ دنیا کی نظر میں کم تر اور کمزور نظر آتے ہیں مگر خدا کے ہاں ان کی قبولیت مسلم ہوتی ہے۔ کہ ان کے اعمال پسندیدہ اور ان کی اغراض بے لوث ہوتی ہیں یہ لوگ جب اہلِ دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کا مقصد محض اعلائے کلمۃ اللہ اور صراطِ مستقیم کی نشاندہی ہوتی ہے کوئی دنیاوی غرض اور منفعت اس سے مراد نہیں ہوتی کہ ان کا مقصد وحید لوگوں کو شیطان کی راہوں سے ہٹا کر رحمان کی راہوں پر چلانا ہوتا ہے اور اس میں عامۃ الناس کی بہبودی کا راز پنہاں ہوتا ہے۔ گو دعوت الی الخیر کا کام تمام افراد پر فرض کیا جاتا ہے تاہم تمام کے تمام اس عظیم الشان کام کے لیئے اپنے آپ کو وقف نہیں کر سکتے اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے چند درد مند دل رکھنے والوں اور ہمت و استقلال اور ایثار و قربانی سے کام لینے والوں کو اس عظیم کام کے لیئے آگے آنے کی طرف دعوت دی ہے کہ وہ صرف اسی غرض کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

"اور مومنوں کو یہ کبھی مناسب نہیں ہے
کہ سب کے سب نکل پڑیں بلکہ ایسا ہو
کہ ان کی ہر ایک شاخ سے ایک گروہ نکلے
تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور
اپنی قوم کو ڈرانے کا فرض بجا لائیں تاکہ
جب وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں تو
وہ بھی بچیں" (التوبہ آیت ۱۲۲)

اس گروہ کے ذمہ جو خدمتِ دین کا کام انجام دے بہت عظیم فرائض سپرد کئے گئے ہیں اول تو دعوت الی الخیر فی نفسہٖ ایک بہت عظیم کام ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ کے احکامات کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہیں کہ اس کا عمل بھی اس تعلیم کے مطابق ہونا چاہیئے جو تعلیم وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اگر کہیں بھی قول و فعل میں تضاد پیدا ہو تو وہ اچھے ثمرات پیدا نہیں کر سکتا۔ اور یقیناً ایسے لوگ اپنے اقوال میں وہ تاثیر نہیں رکھتے جو ان لوگوں کو حاصل ہے جن کے قول و فعل ایک جیسے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دعوتِ الی الخیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کو جو یہ جوا اپنی گردن پر لیتے ہیں فلاح کی بشارت بھی دی ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے۔

"اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت
ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے
کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے
روکیں اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے
والے ہیں" (آل عمران آیت ۱۰۴)

خدا کے فرمودہ کے عین مطابق ساری کی ساری جماعت اس کام کے لیئے اپنے اوقات کی قربانی نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے درد مند نوجوان آگے آئیں اور مرکز میں آ کر علم دین سے واقفیت حاصل کریں۔

آج دنیا کی نجات اور فلاح و بہبود کا راز صرف اور صرف قرآن کریم کے چشمۂ صافی میں مضمر ہے کوئی چیز آج انسانیت کو مصائب و آلام سے نجات نہیں دے سکتی مگر قرآن کریم اور کوئی چیز اس وقت مادیت کی دلدل سے نکال کر روحانیت کے اعلےٰ مدارج تک کسی کو نہیں لے جا سکتی بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مبارکہ، یہ مفت کا ثواب ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی تو بہرحال پوری ہوتی ہے بقول حضرت بانئ سلسلہ کہ:۔

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

موجودہ حالات میں اس راہ کی مشکلات پر نظر جانا لازمی امر ہے سو یاد رکھیں کہ حق و صداقت کا نام لینے والوں کے ساتھ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے بظاہر نظر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں کے لیئے یہی حالات ہوتے ہیں مگر جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور محض اس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیئے میدان میں آ جاتا ہے تو اس میں غیرتِ خداوندی شامل ہو کر نصرت فرماتی ہے۔ اور یہ کام ہمیشہ سے وہی لوگ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں جو بادی النظر میں قلیل اور کمزور نظر آتے ہیں۔ مگر جب خدا کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے تو یہی حقیر کوششیں مثمر ثمراتِ حسنہ ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ایسے ہی کمزور اور قلیل گروہ کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے
کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں کہ بسا
اوقات چھوٹا گروہ محض اللہ تعالےٰ کے
حکم اور اس کی نصرت سے بڑے گروہ پر
غالب آ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ صبر
کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے"
(سورۃ البقرۃ آیت ۲۴۹)

اللہ تعالیٰ کی اس یقین دہانی کے بعد آیئے ہم عزم کریں کہ ہم خدمت دین کے لیئے اپنا تن من دھن قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ جب یہ خدا تعالےٰ کا کام ہے تو وہ یقیناً ہمارا حافظ و ناصر ہو گا اور ہماری استعانت فرمائے گا کہ ہم محض اس کے نام کو اور کام کو کرنے کے لیئے اس راہ پر چلے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

خدمتِ دین کی اہمیت کا ذکر کرنے کے بعد اور نصرتِ خداوندی کے ہر حالت میں ساتھ دینے کے تذکرہ کے بعد جماعت کے احباب سے یہ گذارش کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو خدمتِ دین کے لئے آگے لائیں اور تعلیم و تربیت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے آداب سے آشنائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے برکت ڈالنا اللہ تعالےٰ کی رضا پر منحصر ہے حضرت مرزا صاحب اس غرض کے لئے بلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اخبارِ احمدیہ

- الحمد للہ امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب حسب معمول خدمات دینیہ اور جماعتی امور کی راہنمائی میں مصروف کار ہیں احباب جماعت ان کی صحت و سلامتی اور درازی عمر کے لیے خصوصی دعائیں کریں۔
- ہمارے محترم بزرگ جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کمزوری صحت کے باوجود خطبہ جمعہ کے لیے جامع دار السلام باقاعدہ تشریف لاتے ہیں احباب انکی صحت کاملہ اور درازی عمر کیلئے دعا فرمادیں

معذرت:
یکم دسمبر کے شمارہ میں محترم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نے "ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق" کے عنوان کے تحت مولٰنا حافظ شیر محمد خوشابی کی وفات پر نذرانہ عقیدت پیش کیا اس پر ان کا نام درج ہونے سے رہ گیا۔ ہم اس کے لیے میاں صاحب سے معذرت خواہ ہیں۔

محترمہ زبیدہ محمد احمد کے قلم سے

ہمارا دعائیہ

محترم احباب و خواتین !

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم پھر ایک اجتماع کی شکل میں دعائیہ میں اکٹھے ہوں گے یہ ایک مقناطیسی کشش ہے جو ہمیں اس طرح کھینچ کر یہاں لاتی ہے جس طرح ایک مقناطیس لوہے کے بکھرے ہوئے ذرات کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور ہم سب ایک روحانی رشتہ میں ایک دوسرے سے بندھے یہاں جمع ہوتے ہیں۔

آج میں آپ کے سامنے اس دعائیہ کی اہمیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں جو کچھ میں آپ کے سامنے بیان کروں گی وہ کوئی نئی باتیں نہیں ہیں۔ آپ بخوبی انہیں جانتے ہوں گے لیکن اچھی بات کا بار بار ذکر ذہن میں گہرا نقش بٹھا دیتا ہے جس سے فائدہ ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس دعائیہ میں سال میں ایک مرتبہ جماعت کے تمام افراد کا جمع ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا ہے کہ اس جلسہ کو عام جلسوں کی طرح مت سمجھیں۔۔۔۔ اس لیے اس میں شمولیت اپنے لیے لازمی سمجھنی چاہیئے۔ اور سال میں یہ چار پانچ روز ہم دنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر اللہ کے لیے خاص کرلیں۔

ایک ظاہری غرض جو اس طرح اکٹھے ہونے سے پوری ہوتی ہے وہ باہمی میل جول ہے آپس میں ایک رابطہ قائم ہوتا ہے جو صرف ذاتی میل جول سے بڑھتا ہے۔ یہ اجتماع اس غرض کو پورا کرتا ہے۔ آجکل کی مصروف اور بھاگ دوڑ کی زندگی میں باہمی میل ملاپ کا وقت کہاں رہ گیا ہے۔ اگرچہ دنیا ذرائع آمد و رفت کی وجہ سے سکڑ کر چھوٹی ہو گئی ہے لیکن طرز زندگی ایسی ہوگئی ہے کہ اس سے انسانوں کے درمیان باہم فاصلے طویل ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ محبت اور اخوت کے جذبات نشو و نما پاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے احوال کا علم ہو جاتا ہے جو باہمی تقویت کا موجب ہوتا ہے لیکن سالانہ اجتماع کی اصل غرض اس ظاہری غرض سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ان تین چار دنوں میں ہم ایسی مجالس میں شرکت کرتے ہیں جہاں علم و حکمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اپنے عالم بزرگوں کی تقاریر اور دوسری ایسی باتیں سنتے ہیں جن سے نہ صرف ہمارا ایمان تازہ ہوتا ہے بلکہ دلوں کو وہ تقویت ملتی ہے جسے حاصل کرنے کی ضرورت آج سے زیادہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔

ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت میں نہیں سمجھتی۔ لیکن یہ وقت ہمارے لیے خصوصاً بہت آزمائش کا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی دل شکنی اور حوصلہ شکنی کی بات یا واقعہ پیش آتا رہتا ہے۔ اس سے دل بجھنے لگتے ہیں اور حوصلے بھی پست ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب ہم دعائیہ کے موقع پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ بلند حوصلہ جس کے مالک ہمارے پیر و جوان سبھی ہیں ایک دوسرے میں بجلی کی طرح سرائیت کر جاتا ہے۔ ہم میں سے کم حوصلہ رکھنے والے بھی جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہم اکیلے نہیں ہیں ہم ایک ہیں اور اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور وہی دلوں میں ہمت اور حوصلہ پیدا کرنے والا ہے تو ہمارے اندر پھر سے تقویت کا یہ احساس پیدا ہونے لگتا ہے کہ چاہے حالات کچھ بھی ہوں ہم مایوس نہیں ہونگے۔ نہ تو زندہ خدا اور زندہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہمارا ایمان کمزور ہوگا اور نہ ہمارے عقائد میں کوئی لغزش آئے گی کہ حضرت مرزا صاحب چودہویں صدی کے مجدد ہیں۔ ہمارا یہ پورا یقین ہے کہ مجدد زماں اپنے دعوے میں سچے ہیں اور ہم حق پر ہیں۔

سالانہ اجتماع اس غرض کو نہایت عمدگی سے پورا کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس موقع پر ہم تمام دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارے عقائد کیا ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگ کانوں سے تو سنتے ہیں لیکن ان کے دل بند ہیں۔

دعائیہ میں شمولیت نہ صرف بڑوں کے لیے بلکہ ہمارے بچوں کے لیے بھی نہایت ضروری ہے۔ بچوں کو جلسہ میں ساتھ لانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ بھی جان لیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے ذہنوں اور دلوں میں بھی یہ باتیں بیٹھ جائیں اور وہ بھی اپنے آپ کو پہچان جائیں کہ ہم کون ہیں اور کیوں ہیں؟ بڑے ہو کر صرف رسماً احمدی نہ کہلائیں کیونکہ ان کے والدین احمدی ہیں بلکہ ان کے اندر ایک یقین واثق پیدا ہو جائے کہ سچائی کا راستہ اور صراطِ مستقیم یہی ہے۔

دعائیہ کے ایام میں پانچوں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی ہیں۔ ویسے تو ہر جامع میں نمازیں باجماعت ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اندرون ملک اور بیرون ملک سے آتے ہوئے جماعت کے تمام لوگوں کا باجماعت نمازیں پڑھنا کچھ اور ہی اہمیت رکھتا ہے جب سب مل کر اللہ کے حضور پانچ وقت حاضر ہوتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تو یقیناً اللہ کے حضور یہ اجتماعی التجا ضائع نہیں جا سکتی۔ جب سب مل کر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کو یاد کرتے ہیں تو اس عبادت کا لطف اور مقام عالم محسوسات سے بلند تر ہوتا ہے جس کی لذت آپ خود ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر فجر کی نماز اور باجماعت دعائیں اپنے اندر ایک خاص اثر رکھتی ہیں۔ صبح کی نماز کا اللہ تعالیٰ کے حضور ایک خاص مقام ہے۔ قرآن کریم میں اس کا خاص طور پر یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس نماز کے وقت دونوں وقت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اس لیے ان نمازوں میں شمولیت دعائیہ کی ایک خاص کشش ہے۔ اس طرح کی نماز ہمیں گھروں میں بیٹھ کر کہاں نصیب ہوتی ہے۔ یہ ایام تو خوش نصیب لوگوں کو میسر آتے ہیں اور جو ہم میں سے نماز کے معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں وہ بھی ان کا اثر لیے بغیر واپس نہیں جاتے۔ ان کی قدر و قیمت ان لوگوں کو زیادہ معلوم ہے جو باہر کے ملکوں میں رہتے ہیں اور مرکز سے دور ہیں۔

ایک اور خصوصیت جو دعائیہ میں ہے وہ یہ ہے کہ اس کی برکت سے ہمارے دل کھل جاتے ہیں۔ ہم اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ مال تو خرچ ہو ہی جاتا ہے ہم دن رات اپنی ضروریات پر بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ اصلی بچت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے مومنوں کا نور کہا ہے۔ جو کہ قیامت کے دن اُن کے آگے آگے جائے گا اس دعائیہ کی برکت سے ہم اپنے لیے تھوڑا تھوڑا نور جمع کرتے ہیں۔ یقین جانیئے کہ اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کوئی بھلائی نہیں۔ ان ایام میں جب چندہ کی اپیل کی جاتی ہے تو

جس جذبہ کے تحت لوگ اپنے مال پیش کرتے ہیں وہ ان پر محض اللہ کا فضل ہوتا ہے اور اس نظارہ سے کوئی شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر شئے کی زندگی پانی سے ہے وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ چاہے انسان ہوں یا حیوان یا جمادات سب پانی سے زندہ ہیں۔ انسان کے جسم میں تقریباً ۷۵٪ پانی ہی ہوتا ہے۔

اگر پانی نہ ملے تو تمام زندہ چیزوں کی زندگی جلدی ختم ہو جائے۔ اس کا مشاہدہ بھی ہم کرتے رہتے ہیں۔ خشک اور مردہ زمین بارش کے بعد کس طرح زندہ ہو جاتی ہے۔ پھر پھلتی اور لہلہاتی ہے۔ یہی حال ہر زندہ شئے کا ہے۔ پیاس کی شدّت کو ہم سب جانتے ہیں جسطرح ہماری جسمانی زندگی کی نشو و نما پانی سے ہے اس کے متوازی ایک اور زندگی جارہی ہے اور وہ ہماری روحانی زندگی ہے۔ اس زندگی کے لیے جس پانی کی ضرورت ہے وہ بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ ہے وحی کا نزول جو کہ بارش کی طرح آتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے کہ اس سے مردہ چیزیں زندہ ہو جاتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی وحی کے نزول سے روح زندگی پاتی ہے۔ مردہ انسان اور مردہ قوتیں زندہ ہوتی ہیں۔ ازل سے اللہ کے پیغمبر یہ رحمت دنیا کو روحانی زندگی دینے کے لیے پہنچاتے رہے ہیں لیکن سب سے بڑھ کر یہ روحانی نعمت اور برکات دنیا کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ کی وحی اور کلام یعنی قرآن کے نزول سے عطا ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ رحمۃ اللعالمین فرماتا ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو آپ کے صحابہ کرامؓ کی روحانی زندگی اتنی اعلےٰ و ارفع تھی کہ اس کی مثالیں دنیا میں بہت کم ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ دین کا خوبصورت چہرہ گرد آلود ہو جاتا ہے۔ دین کے خوبصورت چہرے کو گرد سے صاف کرنے کے لیے نبی کریم صلعم کے بعد ہر صدی کے سر پر مجدّدین مبعوث ہوتے رہے ہیں تاکہ اللہ کا وعدہ کہ یہی دین آخری اور مکمل دین ہے پورا ہو اور دین اپنی صحیح صورت میں ہمیشہ قائم رہے۔

چودہویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اسی وعدہ کے مطابق اور اسی مدعا کو پورا کرنے کے لیے مبعوث ہوئے اور انہوں نے روحانی زندگی کے لیے وہی چشمہ جاری کیا جس کی وقت کو ضرورت تھی۔ اس آسمانی پانی سے مردہ انسانوں میں جان پڑی اور حضرت مرزا صاحب کی جماعت کے اکابر روحانی طور پر اس قدر بلند ہو گئے کہ اللہ ان سے کلام کرنے لگا اور انہوں نے اپنی زندگی میں اللہ کو پا لیا۔ یہ جماعت حضرت مرزا صاحب کا جاری کیا ہوا چشمہ ہے۔

دعائیہ میں آنے کی اہم ترین غرض یہ ہے کہ ہم چشمہ کے پاس آتے ہیں اور اپنی تشنگی بجھاتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں اگر کوئی میل بیٹھ گئی ہو تو آب رواں سے دھل جاتی اور صاف ہو جاتی ہے ہمارا ایمان پھر سے ترو تازہ ہو جاتا ہے۔ ہم اپنی بساط کے مطابق اس چشمہ سے فیض حاصل کر کے واپس جاتے ہیں۔

اگرچہ بظاہر ہم دنیا کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن اس آب رواں کی لذت اور روح کی تازگی ہماری زندگی پر اثر انداز ضرور ہوتی ہے۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں کا احساس ہونے لگتا ہے اور جب ہم بار بار اس چشمہ سے پانی پیتے ہیں تو پھر ممکن نہیں کہ ہمارے اندر وہ صفات پیدا نہ ہوں اور ہم وہ کام نہ کر سکیں جن کے لیے ہم اس جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ اور وہ کام خدمت دین ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی جگہ اپنے رنگ میں ایک مبلغ اور مجاہد ہے۔ مبلغ کا کام دین کی تعلیم ہے اور اس کے پہنچانے کا ایک طریق جس پر ہر ایک عمل کر سکتا ہے اپنا نمونہ ہے، چنانچہ جب ہماری روحانی زندگی تازگی حاصل کرتی ہے تو ہماری ظاہری زندگی بھی نمونہ بن جاتی ہے اور یہ سب کچھ اس سرچشمہ سے حاصل ہوتا ہے۔

جہاں اس قدر دعائیہ سے مستفید ہونے کے سامان ہیں وہاں یہ بھی ہمیں ایک یاد دہانی کراتا ہے اور اس کی تکمیل کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے ایک عہد جو ہم سب نے یا ہمارے والدین نے جماعت میں داخل ہوتے وقت کیا اور اسکی وجہ سے احمدی بنے۔ وہ بیعت ہے اور اس عہد کا لب لباب یہ ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ یہ وعدہ ہم نے حضرت مرزا غلام احمد سے نہیں اللہ سے کیا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم جو تجھ سے عہد کرتے وہ اللہ سے عہد کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرتے ہیں یا توڑتے ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو جوڑتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ اور بُری طرح حساب لیے جانے سے خوف کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی رضا جوئی کے لیے صبر کرتے ہیں۔ اور نماز عمدگی سے پڑھتے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو روزی دیجاتی ہے۔ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔ اور بدی کا مقابلہ نیکی سے کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا انجام نیک ہے۔

آپ نے دیکھا یہ تمام باتیں عین ہمارے لیے ہیں۔ یہ نمونہ ہماری زندگیوں کا ہونا چاہیئے یہی عہد ہم اللہ سے کرتے ہیں جبوقت ہم اس جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر دیکھے کہ وہ اس عہد کو پورا کرنے کی کوشش کہاں تک کر رہا ہے اور جن باتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ انہیں کہاں تک مضبوط کر رہا ہے ہمارا شمار کہیں ان لوگوں میں تو نہیں جس کے متعلق اگلی آیات میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ:

> اور جو لوگ اللہ کا عہد اس کو پختہ کر کے توڑتے ہیں اور جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسکو توڑ دیتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کے لیے پھٹکار ہے اور ان کے لیے بُرا انجام ہے۔

اللہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور اس ادنیٰ زندگی پر خوش ہیں اور ادنیٰ زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑا سا سامان ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا اقرار توڑنا اس ادنیٰ زندگی کو حاصل کرنے کی غرض سے انسان کرتا ہے۔ اور سب کچھ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کرنا بہت صبر اور استحکام چاہتا ہے اس کے لیے مصائب اور مشکلات کا سامنا ہے لیکن اس گھر کا نیک انجام اسی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان لوگوں میں سے بنیں جو اللہ سے اقرار کر کے اسے پورا کرتے ہیں اور توڑتے نہیں۔ نہ زمین میں فساد کرتے ہیں اور اللہ کی رضا جوئی کیلئے صبر کرتے ہیں۔

اپیل برائے دستکاری

سالانہ دعائیہ ۲۵ دسمبر ۹۰ء سے منعقد ہو رہا ہے۔ بہنیں اور بچیاں حسب دستور دستکاری کی تیاری میں مصروف ہوں گی۔ درخواست ہے کہ اس کی تکمیل جلد از جلد کر کے منتظمین دستکاری تک پہنچائیں۔ ہر شہر او علاقے کی دستکاری اپنی اپنی متعلقہ منتظمین تک پہنچائی جائے کیونکہ اس سال بھی حسب روایت ہر شہر کی دستکاری کے الگ الگ سٹال ہوں گے۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔